

ईसा का सन्देश

लेखक—डाक्टर जे. सी. कुमारप्पा.

अनुवादक—सुरेश रामभाई.

इस किताब में हज़रत ईसा के सन्देश की व्याख्या ऐसे लाजवाब ढंग से की गई है कि पढ़ने वाला बड़ी आसानी से यह समझ जाएगा कि ईसाई धर्म की ख़ाम तालीम क्या है और हज़रत ईसा ने इन्सान-इन्सान की बराबरी, भाई चारे, प्रेम और अहिंसा पर कितना ज़ोर दिया है.

आज हम योरोप और अमरीका के लोगों को एक तरफ़ अपने को ईसा का पैरा कहते और दूसरी तरफ़ कमज़ोर कौमों को गुलाम बनाने के लिये एटम बम और हाइड्रोजन बम की रचना करने देख मोचने लगते हैं कि क्या ईसाई धर्म में यह सब ज़ुल्म और नाइन्माकी जायज़ है? लेकिन इस किताब को पढ़ कर हम तरह के सारे भ्रम दूर हो जाएंगे और ईज़ील का पवित्र तालीम अपने सही रूप में पूरे तौर पर आपके सामने आ जाएगा.

यह किताब कुमारप्पा जी ने सन 1944 में जबलपुर में लिखी थी. इसके बारे में राष्ट्रपिता महात्मा गांधी की राय है—

“मैं अपने अनुभव के बल पर कह सकता हूँ कि प्रोफेसर कुमारप्पा ने इन सफ़ों में गाम्पेन (ईज़ील) का जो मतलब लगाया है वह मन्चा और सही है...”

महात्मा जी ने यह भी कहा था कि—

“हर आस्तिक से, चाहे वह ईसाई हो या किसी और धर्म का मानने वाला हो मेरी सिफ़ारिश है कि इसे पढ़े ”

अंगरेज़ी में इस किताब के कई एडिशन निकल चुके हैं. अब यह इसका सरल और वामहावरा हिन्दुस्तानी अनुवाद निकल रहा है. किताब के आख़ीर में ‘ईसा के जीवन के कुछ किस्से’ देकर अनुवादक ने इसकी शोभा और भी बढ़ा दी है.

सुन्दर जिल्द बंदिया कागज़, करीब डेढ़ सौ सफ़ों की किताब का दाम सिर्फ़ डेढ़ रुपया.

मिलने का पता—

मैनेजर, ‘नया हिन्द’, 145, मुद्दीगंज, इलाहाबाद.

عیسیٰ کا سندیش

لکھک—ڈاکٹر جے. سی. کمارپا.

انورادک—سوریش رام بھائی.

اس کتاب میں حضرت عیسیٰ کے سندیش کی دیا گیا ہے۔ اسے لادھاب ڈھنگ سے کی گئی ہے کہ پورے والا بوی آسانی سے یہ سمجھ جائے کہ عیسائی دھرم کی خاص معلوم کیا ہے اور حضرت عیسیٰ نے انسان انسان کی برابری، بھائی چارے، پریم اور اھلسا پر کتنا زور دیا ہے.

آج ہم یورپ اور امریکہ کے لوگوں کو ایک طرف اپنے کو عیسائی کا بہرو کہتے اور دوسری طرف کمزور قوموں کو غلام بنانے کے لئے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کی دھماکا کرتے دیکھ سوچنے لگتے ہیں کہ کیا عیسائی دھرم میں یہ سب ظلم اور ناانصافی جائز ہے؟ لیکن اس کتاب کو پڑھ کر اس طرح کے سارے بہرو دور ہو جائیں گے اور انجیل کی پورے تعلیم اپنے صحیح روئے میں پورے طور پر آپ کے سامنے آجائے گی.

یہ کتاب کمارپا جی نے سن 1944 میں جبیل پور جیل میں لکھی تھی. اس کے بارے میں راشد پتا مہاتما گاندھی کی رائے ہے—

“میں اپنے انویسٹو نے دل سے کہہ سکتا ہوں کہ پروفیسر کمارپا نے ان صحفوں میں (انجیل) کا جو مطلب لکھا ہے وہ سچا اور صحیح ہے.....”

مہاتما جی نے یہ بھی کہا تھا کہ—
“ہر آستک سے، چاہے وہ عیسائی ہو یا کسی اور دھرم کا ماننے والا ہو، مودی سفارش ہے کہ اسے پڑھے.....”

انگریزی میں اس کتاب کے نئی ایڈیشن نکل چکے ہیں. اب یہ اس کا سہل اور بامستاورا ہندوستانی انوراد نکل رہا ہے. کتاب کے آخیر میں ‘عیسیٰ کے جہون کے کچھ قصے’ دیکر انورادک نے اسکی شوبھا اور بھی بڑھادی ہے.

سندر جلد، بڑھیا کافڈ، قریب قریب سو صفحے کی کتاب کا دام صرف ڈیڑہ روپیہ.

میلنے کا پتہ—

مینیجر ‘نیا ہند’ 145، مٹھی گنج، الہ آباد.

لکھنؤ-پंडित मुन्दरलाल

गीता और कुरान

इस किताब में हिन्दू धर्म और इसलाम دونों के गेक के बारे में, गीता का गढ़पन, गीता के एक एक अध्याय में मोचोड, कुरान का गढ़पन, संगभाग ११ खास खास आयतों पर कुरान की करीब ५०० आयतों का लक्षणी तुलना बरीरह दिया गया है.

जो लोग सब धर्मों की धुनियादी एकता को जानना और समझना चाहें उनके लिये यह किताब अनमोल है.

पौने दोन सौ सके की सुन्दर जिन्द बंधी किताब की मीमत सिर्फ डाई रुपया, डाक चार्ज अलग.

हिन्दू मुसलिम एकता

इस किताब में वह चार लेक्चर जमा किये गए हैं जो हिन्दू को ने कन्सीलियेटरी बोर्ड ग्वालियर की शक्त पर ग्वालियर में दिये थे.

जो सके की किताब. क्रीमत सिर्फ बारह आने.

महात्मा गांधी के बलिदान से सबक

आत्मवाक्यता यानी फिरकापरस्ती की बीमारी पर एकाग्रता, अग्रहवी और इतिहासी पहलू से बिचार और बलाक इलाज, जिसने आखिर में देश पिता महात्मा गांधी को हमारे बीच में न रहने दिया.

क्रीमत बारह आने.

भारत हमें क्या सिखाता है

महात्मा गांधी की सलाह से, अक्टूबर सन् 1947 में पश्चिमी और पूरबी पंजाब के हिंदे के बाद वहाँ की अयंकर बुराही और आपसी मार काट के कारन लोगों पर जो जो मुसीबतें आईं उन का दर्दनाक वर्नन. इस छोटी सी किताब में आत्मकल की मुसीबतों को हल करने के लिये कुछ सुझाव भी पेश किये गए हैं. क्रीमत बार आने.

बंगाल और उससे सबक

इस छोटी सी किताब में 1949-50 में पूरबी और पश्चिमी बंगाल के फिरकोधराना अगर्शों पर रोशनी डाली गई है और उसे मजबूत को हमेशा के लिये खत्म करने का सरकल की सुझाव भी है. क्रीमत सिर्फ दो आने.

लकھنؤ-پندرت موندلال

گیٹا اور کوران

اس کتاب میں دونوں مذہبوں اور اسلام دونوں کے گیتوں کے بارے میں، گیتا کا گڑھ پن، گیتا کے ایک ایک پارے کا اور کوران کا گڑھ پن، ایک ایک پارے کا اور کوران کی تقریباً 500 آیتوں کا لفظی ترجمہ وغیرہ دیا گیا ہے۔

جو لوگ سب دھرموں کی بلحاظی ایکتا کو جاننا سمجھنا چاہیں ان کے لئے یہ کتاب انمول ہے۔

پولے تین سو ملحقہ کی سندر جلد بلدی کتاب کی ممت صرف دوہائی روپیہ، ڈاک خرچ الگ۔

ہندو مسلم ایکتا

اس کتاب میں وہ چار لیکچر جمع کئے گئے ہیں جو دت جی نے کلسلیٹری بورڈ گوالیار کی دعوت پر الیار میں دئے تھے۔

سو ملحقہ کی کتاب۔ قیمت صرف بارہ آنے۔

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبق

سامہدایکتا یعنی فرقہ پرستی کی بھاری پر راجہ می، مذہبی اور اتھاسی پہلو سے وچار اور اسکا علاج، اس نے آخر میں دیں پتا مہاتما گاندھی تک کو ہمارے چ میں نہ دھلے دیا۔

قیمت بارہ آنے۔

پنجاب ہمیں کیا سکھاتا ہے

مہاتما گاندھی کی صلاح سے، اکتوبر سن 1947 میں پشیمانی اور پشیمانی کے دورے کے بعد وہاں کی بھلی بھلی اور اسی ماو کاٹ کے کارن لوگوں پر جو جو مسکھیں آئیں ان کا ہولناک ورنن۔ اس چھوٹی سی کتاب میں آجکل کی مسکھتوں کو حل کرنے کے لئے سبھاو بھی دیے گئے ہیں۔ قیمت چلا آنے۔

بنگل اور اسی سے سبق

اس چھوٹی سی کتاب میں 1949-50 میں پشیمانی اور پشیمانی کے فرقہ پرستانہ جھگڑوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور اسی جھگڑوں کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کی سبھاو بھی دی ہے۔ قیمت صرف دو آنے۔

کیراکاوندی پر قابو

سम्पादک—آئی شریکرن داس

اس پستک میں سن 1921 سے سن 1948 تک گاؤں کی
نے سامپداہیکتا کے سبالت پر جو کچھ کھا یا لیکھا
بھ سب آپکو ایک جگہ ملےگا۔

بھارت کے بآکھاپ ہونے پر بھ بھی جڑری ہو گیا
ہے کی ہر بھارتواسی سامپداہیکتا کے نکرمانوں کو
سامپداہیکتا بھارت اس جڑری کو اپنے بھندر سے لاک کرے۔

سوندھر جیلڈ۔ بھچھا کاراج۔ ہو سئ سقے۔ کیمت
ہو رپوا۔

بھاشا

لےکھک—سالال مادن گوپال

ہندوی اردو اور ہندوستانی کی تکرار پر ایک بے
لگا راہ اس کتاہ میں آپکو ملےگی۔ راکھ بھاشا کے
سبالت میں دلچسپی رکنے والے ہر بھارتیہ کو اس
کتاہ کے پڑنے سے فائدہ ہوگا—سچنے کی راہیں سچنے کی
جانکاری بڑےگی اور ترہ ترہ کی سبالت بڑےگی۔
کریہ سوا سئ سقے کی سوندھر کتاہ، دام بڈے رپوا۔

بھنگار

سम्पादک—آئی رچپتی سہای 'کیراکا'

پیللے پندرہ برس سے آج تک کی اردو کی چونی ہڈی
کھیتا بھوں کا بھ سبھ بڈکر آپ کو مالوم ہوگا کی
اردو کھیتا نے کس ترہ کھیتا کی دھنیا کی بڈ کر
کھیتا کی سبھابھوں سے بھپنا ناٹا بڈ لیا ہے۔
آکھ کی اردو شایری گولے ب بولبول اور بھل ب کیراکا
تک ہی سیمیت بھ ہے۔ بھ آپ کو اردو کھیتا میں
کھیتا اور بھ بڈوں کے کھیتا کی بڈ بڈ سونا ہے۔
گولامی، بھبھ اور بڈ بڈ کے کھیتا آپ
بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ
کو بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ

ناگری لیکھا میں بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ
بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ
بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ

بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ

بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ

کیراکاوندی پر قابو

سम्पादک—آئی شریکرن داس

اس پستک میں سن 1921 سے سن 1948 تک
لکھی جی کے سامپداہیکتا کے سوال پر جو کچھ کھا یا
بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ

بھارت کے آزاد ہونے پر یہ اردو بھ بھ بھ بھ بھ بھ
بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ
بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ

سوندھر جیلڈ۔ بھچھا کاراج۔ ہو سئ سقے۔ کیمت
ہو رپوا۔

بھاشا

لےکھک—لالہ مادن گوپال

ہندوی اردو اور ہندوستانی کی تکرار پر ایک بے
لگا راہ اس کتاہ میں آپ کو ملے گی۔ راکھ بھاشا کے
سوال میں دلچسپی رکھنے والے ہر بھارتیہ کو اس
کتاہ کے پڑنے سے فائدہ ہوگا—سچنے کی راہیں سچنے کی
جانکاری بڑےگی اور ترہ ترہ کی سبالت بڑےگی۔
کریہ سوا سئ سقے کی سوندھر کتاہ، دام بڈے رپوا۔

جھنگار

سम्पाدک—آئی رچپتی سہای 'کیراکا'

پیللے پندرہ برس سے آج تک کی اردو کی چونی ہڈی
کھیتا بھوں کا بھ سبھ بڈکر آپ کو مالوم ہوگا کی
اردو کھیتا نے کس ترہ کھیتا کی دھنیا کی بڈ کر
کھیتا کی سبھابھوں سے بھپنا ناٹا بڈ لیا ہے۔
آکھ کی اردو شایری گولے ب بولبول اور بھل ب کیراکا
تک ہی سیمیت بھ ہے۔ بھ آپ کو اردو کھیتا میں
کھیتا اور بھ بڈوں کے کھیتا کی بڈ بڈ سونا ہے۔
گولامی، بھبھ اور بڈ بڈ کے کھیتا آپ
بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ

ناگری لیکھا میں بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ
بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ
بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ

بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ

بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ بھ

हिन्दुस्तानी कलचर सोसाइटी की किताबें

पचास रुपये से ज़ियादा दाम की किताबें खरीदने वालों को और बुकसेलरों को खास रिबायत दी जायगी. पूरी जानकारी के लिये ज़िन्हिये.

डाक या रेल सर्व हर हालत में ग्राहक के जिम्मे होगा.

भारत का विधान

‘भारत में अंग्रेजी राज’ के लेखक पं० सुन्दरलाल
द्वारा मूल अंगरेजी से अनुवादित.

हर भारतवासी का फर्ज है कि जिस विधान के अधीन स्वाधीन भारत का शासन इस समय चल रहा है उसे अच्छी तरह समझे भारत के हर घर में इस पुस्तक का रहना जरूरी है.

आसान समझावरा भाषा. रायल अठपेजी चढ़ा साइज
लगभग चार सौ पन्ने. कपड़े की सुन्दर जिल्द. कीमत केवल
साढ़े सात रुपये.

महात्मा गांधी की वसीयत

लेखक—श्री मंजर अली सोखता

अपने देहान्त से कुछ घन्टे पहले महात्मा गांधी ने कांग्रेस को लोक सेवा संघ में बदल देने के लिये अपनी तजवीज लिखी थी. यह देश के नाम उनकी आखिरी वसीयत है और इसकी व्याख्या गांधीजी के परम भक्त श्री अंबर अली सोखता ने की है जो गांधीवाद को समझने और अपनाने वाले देश के इन्ने गिने लोगों में से एक हैं.

गांधीबाद को समझने के लिये इसका पढ़ना बहुत जरूरी है. 225 सफ़े की सुन्दर जिल्द बँधी किताब की क़ीमत सिर्फ़ ५० रुपये.

आज के शहीद

लेखक—श्री रतन लाल बंसल.

उन बहादुरों की कहानियाँ जिन्होंने विदेशी हाकिमों की फैदाई फूट की जाग में इन्सानियत को भस्म होते देख एक छन की भी बेर न की और उसे बुझाने की कोशिश में अपनी जान करबान कर दी, दाम सिर्फ़ ढाई रुपया.

मुस्लिम देश भक्त

सम्पादक—श्री रतन लाल बंसल

जब मुसलमान देशमकों के जीवन का हाल बिगड़ने
 अपनी जान इथेली पर रखकर हिन्दुस्तान और विदेशों में
 रहते हुए भारत माता को मुसलामी की जंजीरों से आबाद
 करने की कोशिश की, किताब बड़े दिलचस्प ढंग से लिखी
 गई है। कीमत सिर्फ एक रुपया बारह आने.

ہندستانی کلچر سوسائٹی ٹی
ہمایوں

پچاس روپے پر پانچ سو روپے کی کتابیں خریدنے والوں کو
اور بکسٹروں کو خاص رعایت دی جاوے گی۔ پوری جانکاری
کے لئے لکھئے۔
ذاک یا ریل خرچ ہر حالت میں مہنگے کے لئے ہوگا۔

بھارت کا وہاں

بھارت میں انگریزی (اے) کے لڑکے پلڈت سندھ لال
دوراء مول انگریزی سے انوارت ۔

ہو بھارت واسی کا فرض ہے کہ جس وادھان کے ادھین
سوادھین بھارت کا شاسن اس سسہ چل رہا ہے اُے اچھی
طرح سنجے بھارت کے ہر گھر میں اس دستک کا رہنا
ضروری ہے ۔

آسان ہامکارو بہاشا . رایل آتہ پھتی ہوا سائو . لگ
بھگ چار سو پلے . کپڑے کی سلندر جلد . قیمت کھول
سارے سات روپے .

مہاتما گاندھی کی وصیت

لیکھک - شری ملنظر علی سوختہ

اپنے دیہانت سے کچھ گھڑتے پہلے مہاتما گاندھی نے کانگریس کو لوک سبھا سمکھ میں بدل دینے کے لئے اپنی تجویز لکھی تھی۔ یہ دیپش کے نام اُنکی آخری وصیت ہے اور اسکی ویاہوا گاندھی جی کے پرم بھکت شری ملنظر علی سوختہ نے کی ہے جو گاندھی واں کو سمجھنے اور ایمانے والے دیپش کے لئے گئے لوگوں میں سے ایک ہیں۔

گاندھی راہ کو سمجھنے کے لئے اسکا پڑھنا بہت ضروری ہے۔ 225 صفحہ کی سلسلہ جلد باندھی کتاب کی قیمت صرف دو روپے۔

آج کے شہید

لہجہ کی — شہری دین لال ہنس

اُن بہادرروں کی کہانیاں جنہوں نے ویدیشی حاکموں کی پھولتی پھوٹتی ہوئی آگ میں انسانیت کو بھسم ہوتے دیکھ کر ایک چھن کی بھی حیرت نہ کی اور اُسے بچانے کی کوشش میں اپنی جان قربان کر دی۔ دلم صرف ڈھائی روپے۔

مسلم ویش بھکت

سمیادک-شیری و زنی لال بمسل

ان مسلمان دیہی بھائیوں کے جھون کا حال جلیہوں
 نے اپنی جان بھڑائی پر، کھمکھمستان اور ویدیہوں میں
 جتم ہوئے بہارت مانا کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرنے کی
 بھڑکی، لکھنؤ ہونے دلچسپ ڈھنگ سے لکھی گئی ہے۔

مگر یہ ایک طرح کی جیس ہے جسکی روک تھام کرنی ہے۔
اور اس طرح روک تھام کرنی ہے کہ زیادتی کرتے والا
ناپ بھی مڑ جائے اور اپنی لاپٹی بھی نہ توڑے۔ چوں
کہ جان بوجھ کر غور کنڈری کرن اور ترستی شب اور غور
میں ہندی کے طریقوں کو اپنانا ہوگا۔ اسکے بعد ہی
ماترائی، سادگی اور سہرا کے اسکے دوری طرح کھل
نکھلے اور تہی اپنی کستوری سے وہ دنیا کو پوری طرح
پھٹا کر سکھاتا۔

ہمیں صاف معلوم ہوتا ہے کہ چھٹی کمونزم—اگر
کمونزم کہا جائے—روس کی کمونزم کے مقابلے انسانیت
و غیرانسانیت میں کہیں زیادہ تر ہے، اتنا تر ہے کہ
وہیں میں پہچان نہیں کی جاسکتی اور آئے والے
مالے میں سارے ملک—چاہے وہ کمونسٹ ہولے کا
کے پہلے کہیں نہ دیکھتے ہوں—روس کی طرف اتنا نہ
یکھتے جتنا چوں کی طرف۔ دوسرے لفظوں میں
اس طرح ہرٹوں کی ڈیموکریسی (لوک راج) ہنگر یا
سولہ کی ناری شاہی سے اعلیٰ اور اونچی چڑھ
می طرح چوں کی نئی ڈیموکریسی (نہانوک راج)
س کی سوشلسٹ ریپبلک (ساجی ہرجا نلتر) سے
بلی اور اونچی چڑھ۔

سویاتوں کی ایک بات یہ ہے کہ انسانی سماج
لاتار آئے ہوہ دھا ہے۔ اٹلی یا جرمنی کے نازی والد کے آئے
رقہن یا امریکہ کا ہرجا نلتر، اس ہرجا نلتر کے
ہ آئے روس کا ہرجا نلتر، اور اسکے بھی آئے نئے چوں کا
یک راج۔ لیکن ابھی آئے ملزل بہت باقی ہے—سرودے
سانی سماج کا مقصد ہے اور ستیادہ اس تک پہنچنے
اصلی اور اکلے راستہ ہے۔

—سوریش رامभाई

سوریش رامभाई

मैं यह शक इस वजह से हुआ कि चीन जहां
मैंने दक्षिण चंदे कारखाने संभाल रहा है वहाँ वह
सरकारों और बड़े पैमानों पर माल तैयार करने के
में भी रहता है, ऐसा होना कुछ तो क्रूरता है
कोई दूसरा पाया उसे अपने सामने नहीं दीखता।

ہمیں یہ شک اس وجہ سے ہوا کہ چدن جہاں چھوٹے چھوٹے اڈیوں کے درمیان کارخانے سنبھال رہا ہے وہاں وہ جنگی کارخانوں اور بڑے پھانسیوں پر مال بھار کرنے کے فرائض سنبھال رہا ہے۔ اوسا ہونا کچھ تو قدرتی ہے۔ کیونکہ جنگی دوسرے چار اہم کام سنبھال نہیں سکتے تھے۔

कायदा बनाया है, उनकी चिन्तनी इस बात का बेहतरीन नमूना है कि दूसरों की बातें किस तरह जज्ज कर के एकदम अपनी बना ली जायें। इसके अलावा माओ ने हर किसी की तात्वीम से कायदा उठाया है। वह उस पादरी की तरह नहीं है जिसके लिये पाल और पीटर की करनी आखरी करनी है, उस कठमुल्ला की तरह नहीं है जिसके लिये कुरान आखरी किताब है, उस आ समाजी की तरह नहीं है जिसके लिये वेद ही हर चीज का आखरी प्रमान है, उस हिन्दुस्तानी कम्यूनिस्ट की तरह नहीं है जिसके लिये मास्को में आखरी जियारत-गाह है। माओ दिल के बसी, दिमाग के बुलन्द और छाती के चौड़े मालूम होते हैं। वह अपने असली दोस्त और असली दुशमन का पहचानते हैं और उनका कहना है कि इन्कलाव की कामयाबी या ना-कामयाबी इस बात पर मुनहसिर है कि हम अपने दास्त और दुशमन में तमीज कर सकें ताकि "हम अपने सगे दोस्तों के साथ मिल कर सगे दुशमनों का मुक़ाबला कर सकें।" माओ का उसूल है—“मेल में भगड़ा और भगड़े में मेल।” यानी हर किसी से मेल, मगर भगड़ा मजबूरी की हालत में जब कोई बुनियादी तौर पर अपने खिलाफ़ हो और जब मेल करने में अपने उसूल को ही चोट पहुँचता हो। यही वजह है कि चीन में निजी जायदाद है, निजी दीलत है, निजी कारख़ाने हैं। सब अपनी मेहनत करते और कमाते-खाते, न लेना एक न देना दा। यही वजह है कि बेरयापन, भिकमंगी और बेरोजगारी का वहाँ नाम निशान भी मुश्किल से मिलता है।

नया चीन जीता जागता सबूत हैं कि दबे पिसे मुल्क किस तरह सीना खोल कर खड़े हो सकते हैं. दो बरस के अपने कारनामों से नया चीन मानो चुनौती देता है—

अमरीका को या लड़ाई की शौकान पच्छिम की दूसरी क्रौमों को—कि अपना हाथ रोक लें, जरा होरा में आएँ, दूसरों के ऊपर अन्दरूनी राज कायम करने के खयाल से मर्द करने या दूसरों को आपस में लड़ा कर बेवकूफ बनाने का जाल वह जहाँ चाहें बिछाएँ, एशिया और खासकर पूरबी एशिया में नहीं बिछा सकते.

एशिया के आजाद मुल्कों को—जैसे तुर्की, अरब, ईरान, पाकिस्तान, लंका और हिन्दुस्तान को—कि ज़रा बट कर खड़े हों, दूसरों का सहारा तकना या दूसरों से मांग मांग कर खाने से काम नहीं चलने वाला है. संभलें और अपनी बागडोर सक्की तरह से अपने हाथ में लेकर अपना वर्तमान और भविष्य खुद ही बनाएं.

हिन्दुस्तान के लिये तो मानो चीन एक सगे बड़े भाई की तरह बहुत कुछ रहबारी कर रहा है। वससे हम काफी बातें सीख कर फायदा उठा सकते हैं। नया चीन एक मशाल

عائدہ اٹھایا ہے۔ اُنکی انٹلی اس بات کا پہچان نہیں دے سکتی ہے کہ
 دوسروں کی باتوں میں اس طرح جھپ کر کے ایکدم اپنی
 بات کی جانوں۔ اسکی علامہ ماؤ نے ہر کسی
 کی تعلیم سے غائدہ اٹھایا ہے۔ وہ اس بات کی
 طرح نہیں مہیں جسکے لئے پال اور پھوڑ کی کرنی آخری
 کرلی ہے، اس کلمہ کی طرح نہیں مہیں جس کے لئے
 قرآن آخری کتاب ہے، اس آریہ سماج کی طرح نہیں
 مہیں جسکے لئے وید ہی ہر چھوڑ کا آخری پرمان ہے،
 اس ہندوستانی کھونست کی طرح نہیں مہیں جسکے لئے
 ماسکو مہیں آخری زیارت گاہ ہے۔ ماؤ دل کے وسیع
 دماغ کے بلند اور چھاتی کے چوڑے معلوم ہوتے مہیں۔ وہ
 اپنے اصلی دوست اور اصلی دشمن کو پہچانتے مہیں اور
 اُن کا کہتا ہے کہ انقلاب کی کامیابی یا ناکامیابی اس
 بات پر منحصر ہے کہ ہم اپنے دوست اور دشمن مہیں تمیز
 کر سکیں تاکہ "ہم اپنے سگے دوستوں کے ساتھ مل کر سگے
 دشمنوں کا مقابلہ کر سکیں۔" ماؤ کا اصول ہے۔۔۔ "مہل
 مہیں چھوڑو اور چھوڑے مہیں مہل" یعنی ہر کسی سے
 مہل مگر چھوڑا مچھوڑی کی حالت مہیں، جب کوئی
 بنیادی طور پر اپنے خلاف ہو اور جب مہل کرنے مہیں اپنے اپنے
 اصول کو ہی چوڑت پہنچتی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ چھوٹے
 مہیں نجی جائداد ہے، نجی دولت ہے، نجی کارخانے
 مہیں۔ سب اپنی مصلحت کرتے اور کھاتے کھاتے، نہ لوہا
 ایک نہ دیلا دو۔ یہی وجہ ہے کہ وہ شاہین، بھگت سنگی اور
 پے روز گاری کا وہاں نام نشان بھی مشکل سے ملتا ہے۔

نہا۔ چھین چاہتا جاگتا ثبوت ہے کہ دے پسے ملک
کیس طرح سہل کھول کر کھڑے ہو سکتے ہیں۔ تو
پرس کے اپنے کارناموں سے نہا چھین مانو چلوئی دیتا ہے۔

امریکہ کو یا لڑائی کی شوقین پچھم کی دوسری قوموں کو۔۔۔ ایسا ہاتھ دوک، لہن، ذرا ہوش میں آئیں۔ دوسروں کے اوپر اندرونی راج قائم کرنے کے خیال سے مدد کرنے یا دوسروں کو آپس میں لڑا کر بہ وقوف بنانے کا چال وہ جہاں چاہیں پچھانیں، ایشیا اور خاص کر یورپی ایشیا میں نہیں بچھا سکتے۔

ایسٹھا کے آزاد ملکوں کو—جس سے ترکی، عرب، ایران، پاکستان، لنکا اور ہندوستان کو—کہ ذرا فکرت کر کھڑے ہوں، دوسروں کا سہارا تکنیا یا دوسروں سے مانگ مانگ کر کھائے سے کام نہیں چلنے والا ہے، سنبھلیں اور اپنی مانگ کوور سچھی طرح سے اپنے ہاتھ میں لے کر اپنا درتمان اور بہوشہ بخود ہی بنائیں۔

ہندوستان کے لئے مانو چوں ایک سکہ بڑے بھائی
کی طرح بہت کچھ دھیری کر رہا ہے۔ اُس سے ہم کافی
پاتین سونے پر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ نہا چوں ایک مشعل

انقلاب کا سب سے پہلا اور سہولت کا یہ ہے کہ وہ چین کے معاملے میں سہولت دیتی ہے اور اس کے لئے چین کے جہاز کو گواہ کرتے والے سب سے اول مسدودار چورسوں مارتے تلک ہیں۔

ماو نے اپنی ساری ہمارت تین لکھوں کے بل پر لکھی کی ہے—ایک ایمانداری، دو—سادگی، تین—سہا۔ چینی انقلاب کی بنیاد میں یہی تین ہیں—ایسا، سہا، سہا۔ وہ کیا خوب بیگناہ ہے۔ عیسوی سے کیا سائلوں سے۔ یہی وہ سبق ہے جو دنیا نے عیسوی سے سیکھا، یہی وہ سبق جو محمد سے سیکھا، یہی وہ جو وید گیتا سے سیکھا، یہی وہ جو بدھ سے سیکھا، یہی وہ جو کنفوشس سے سیکھا، یہی وہ جو گوتے سے سیکھا—یہی اُس سب کا نچوڑ ہے جو دنیا میں کسی نے اب تک جو کچھ سیکھا ہے۔ ضرورت ہے صرف اُس سبق کو عملی جامہ پہنانے کی، تعریف ہے اِس سبق کو عملی جامہ پہنا دیئے کی۔ یہ جامہ پہنا دیئے کا کام کون کر سکتا تھا؟ دنیا کی صرف دو قومیں کر سکتی تھیں—چین یا ہندوستان۔ ہندوستان اپنی دوسری مصہبتوں کے شکستہ مہوں تھا، تیاری کر رہا تھا مگر آزادی کے بعد دھماں کچھ بہک گیا اور اس لئے وہ پچھو گیا۔ ہمارے بڑے بھائی، چون نے زیادہ ثابت قدمی کے ساتھ قدم بڑھایا اور وہ کامیاب ہو گیا۔ کوئی بات نہیں، بڑا بھائی آج کامیاب ہوا تو چھوٹا کل ہو ہی جائے گا۔ لیکن یہ طے ہے کہ بڑے کے تجربے سے فائدہ اُٹھا کر کہیں آگے قدم رکھے گا۔

آج چین ایمان، سادگی اور سہا کا مانو پتلا بنا رہا ہے۔ چورسوں ماو چینی خزانے سے چھ سو روپے کے قریب تلخواہ لیتے ہیں۔ اُس سے کم تلخواہ شاید دنیا کے کسی دیسی کا راجہ یا راشتری یا بڑا وزیر لیتا ہو۔ یہ قریب قریب وہی آدمی ہے جو ہمارے بابو نے ہمیں بتایا تھا اور چلکی بنا پر 1931 میں راشٹر نے گرانچی مہوں ایک زبردست تھپڑا پاس بھی کیا تھا۔ ہم اُس تھپڑا سے ہٹے—یعنی ہندوستان کے حاکم ہندوستان کی جلتا ہے ہٹے اور دونوں کے بیچ مہوں ایک چوڑی گھاٹی بن گئی جس کو ہمارے بڑے وزیر پلڈت جواہر لال نہرو نے اپنی چار سالہ رپورٹ میں قبول بھی کیا ہے۔

اُسی جذبہ تک چین میں یہ گھاٹی جو دو برس پہلے خوب تڑپتی پر تھی، اب پت گئی، سرکار اور پرچا ایک دوسرے سے چھٹ گئے اور پھر جو نہ ہو جائے توڑا ہے۔

کوئی کہہ گا کہ یہ سب کرشمہ، کمپونم، کا ہے۔ ہمارے رائے مہوں چین کے ساتھ کمپونم کو چوڑا چین کے ساتھ نا انصافی کرتا ہے۔ لیکن ہاں، مارتے تلک کمپونم ہیں، مارتے اور لکھن کی قلم ہے انہوں نے

ماو نے اپنی ساری ہمارت تین لکھوں کے بل پر لکھی کی ہے—ایک ایمانداری، دو—سادگی، تین—سہا۔ چینی انقلاب کی بنیاد میں یہی تین ہیں—ایسا، سہا، سہا۔ وہ کیا خوب بیگناہ ہے۔ عیسوی سے کیا سائلوں سے۔ یہی وہ سبق ہے جو دنیا نے عیسوی سے سیکھا، یہی وہ سبق جو محمد سے سیکھا، یہی وہ جو وید گیتا سے سیکھا، یہی وہ جو بدھ سے سیکھا، یہی وہ جو کنفوشس سے سیکھا، یہی وہ جو گوتے سے سیکھا—یہی اُس سب کا نچوڑ ہے جو دنیا میں کسی نے اب تک جو کچھ سیکھا ہے۔ ضرورت ہے صرف اُس سبق کو عملی جامہ پہنانے کی، تعریف ہے اِس سبق کو عملی جامہ پہنا دیئے کی۔ یہ جامہ پہنا دیئے کا کام کون کر سکتا تھا؟ دنیا کی صرف دو قومیں کر سکتی تھیں—چین یا ہندوستان۔ ہندوستان اپنی دوسری مصہبتوں کے شکستہ مہوں تھا، تیاری کر رہا تھا مگر آزادی کے بعد دھماں کچھ بہک گیا اور اس لئے وہ پچھو گیا۔ ہمارے بڑے بھائی، چون نے زیادہ ثابت قدمی کے ساتھ قدم بڑھایا اور وہ کامیاب ہو گیا۔ کوئی بات نہیں، بڑا بھائی آج کامیاب ہوا تو چھوٹا کل ہو ہی جائے گا۔ لیکن یہ طے ہے کہ بڑے کے تجربے سے فائدہ اُٹھا کر کہیں آگے قدم رکھے گا۔

آج چین ایمان، سادگی اور سہا کا مانو پتلا بنا رہا ہے۔ چورسوں ماو چینی خزانے سے چھ سو روپے کے قریب تلخواہ لیتے ہیں۔ اُس سے کم تلخواہ شاید دنیا کے کسی دیسی کا راجہ یا راشتری یا بڑا وزیر لیتا ہو۔ یہ قریب قریب وہی آدمی ہے جو ہمارے بابو نے ہمیں بتایا تھا اور چلکی بنا پر 1931 میں راشٹر نے گرانچی مہوں ایک زبردست تھپڑا پاس بھی کیا تھا۔ ہم اُس تھپڑا سے ہٹے—یعنی ہندوستان کے حاکم ہندوستان کی جلتا ہے ہٹے اور دونوں کے بیچ مہوں ایک چوڑی گھاٹی بن گئی جس کو ہمارے بڑے وزیر پلڈت جواہر لال نہرو نے اپنی چار سالہ رپورٹ میں قبول بھی کیا ہے۔

اُسی جذبہ تک چین میں یہ گھاٹی جو دو برس پہلے خوب تڑپتی پر تھی، اب پت گئی، سرکار اور پرچا ایک دوسرے سے چھٹ گئے اور پھر جو نہ ہو جائے توڑا ہے۔

کوئی کہہ گا کہ یہ سب کرشمہ، کمپونم، کا ہے۔ ہمارے رائے مہوں چین کے ساتھ کمپونم کو چوڑا چین کے ساتھ نا انصافی کرتا ہے۔ لیکن ہاں، مارتے تلک کمپونم ہیں، مارتے اور لکھن کی قلم ہے انہوں نے

ماو نے اپنی ساری ہمارت تین لکھوں کے بل پر لکھی کی ہے—ایک ایمانداری، دو—سادگی، تین—سہا۔ چینی انقلاب کی بنیاد میں یہی تین ہیں—ایسا، سہا، سہا۔ وہ کیا خوب بیگناہ ہے۔ عیسوی سے کیا سائلوں سے۔ یہی وہ سبق ہے جو دنیا نے عیسوی سے سیکھا، یہی وہ سبق جو محمد سے سیکھا، یہی وہ جو وید گیتا سے سیکھا، یہی وہ جو بدھ سے سیکھا، یہی وہ جو کنفوشس سے سیکھا، یہی وہ جو گوتے سے سیکھا—یہی اُس سب کا نچوڑ ہے جو دنیا میں کسی نے اب تک جو کچھ سیکھا ہے۔ ضرورت ہے صرف اُس سبق کو عملی جامہ پہنانے کی، تعریف ہے اِس سبق کو عملی جامہ پہنا دیئے کی۔ یہ جامہ پہنا دیئے کا کام کون کر سکتا تھا؟ دنیا کی صرف دو قومیں کر سکتی تھیں—چین یا ہندوستان۔ ہندوستان اپنی دوسری مصہبتوں کے شکستہ مہوں تھا، تیاری کر رہا تھا مگر آزادی کے بعد دھماں کچھ بہک گیا اور اس لئے وہ پچھو گیا۔ ہمارے بڑے بھائی، چون نے زیادہ ثابت قدمی کے ساتھ قدم بڑھایا اور وہ کامیاب ہو گیا۔ کوئی بات نہیں، بڑا بھائی آج کامیاب ہوا تو چھوٹا کل ہو ہی جائے گا۔ لیکن یہ طے ہے کہ بڑے کے تجربے سے فائدہ اُٹھا کر کہیں آگے قدم رکھے گا۔

تاکر دنیا کے ایک ٹیڈا سے جیوا ہوتی ہے۔ پھر
 اور سبکی بات ہے کہ ہندوستان اور چین کے بیچ ایک
 سلی اور پابدار مہل دنیا کے اندر امن-شانتی
 یس رکھنے کی سب سے بڑی ضمانت ہے۔

—سندھ لال

ای چین کی چنوتی

بڑے طاقتور کی بات ہے کہ جس چین کے لوگ
 کیمچی نام سے بدنام ہے، جس کے سرکاری ہتھیاروں میں
 رات خوری اور من مانی بے حد چلتی تھی جس
 میں لاکھوں کروڑوں اناج کے دانے دانے کے لئے کرسٹم
 جسوں و ہشیاہن بیکسنگی اور بے روزگاری کا ہول ہلا تھا
 جس میں سب طرح سے مائو تاریکی ہی چھائی ہوئی
 تھی — اس چین میں اندھوے کو چھوٹے ہوئے بیکسنگ
 ایک لہا سویرا ہو گیا۔ یہ نہیں نہیں آتا، سچے جی سے یہ نہیں
 نہیں آتا کہ قوم کی قوم کی گلیا اس طرح پلٹ سکتی
 ہے۔ لیکن آج کی دنیا کی سب سے بڑی سچائی یہی ہے
 کہ مائو یا نہ — بہتر ہے کہ مائو آج نہیں تو کل ضرور
 مائو — کہ چین میں سچ سچ لہا سویرا ہو گیا ہے اور
 ایک اچلا دیہہ والا ایک لہا سویرا نکل آیا ہے — جو دنیا
 کے کونے کونے میں کھسے ہوئے اندھوے کو چنوتی دے
 رہا ہے۔

اس نئے سورج نے چین کو اب ایک لہا دیہہ بنا
 دیا ہے اور آج چین صرف چین نہیں 'لہا چین' کہلاتا
 ہے۔ پہلی اکتوبر 1949 کو اس نئے چین کا جنم ہوا۔
 اسی دن لہا لوک یا لہو دیمہ کرہی نام کا جلتا کا راج
 چین میں قائم ہوا۔

چین کے جیسے انقلاب نہ ایک دن کی کرنی ہوتی ہے نہ
 آدھی کی۔ بھ نئیجا ہوتے ہیں ساری کیم کی کیم
 تپسنا اور ساہنا کا۔ بھ ہشارا ہوتے ہیں کیم
 کیم کے دل کے دھڑ اور تپ اور بھار کا جو
 جانے-بنا جانے بڑا ہے جاتے ہیں۔ بھ نئیجا ہوتے ہیں
 تا کے اندر کی شکستوں کی ٹکڑ اور مہل کا،
 کی ہمنگیا کے بھار اور بڑا کا، اس کے بھاروں
 کھیشا اور گٹھا کا۔ بھ سب چیزیں
 جولا ہمنگیا کی طرح اندر ہی اندر کام کرتی ہیں اور باہر
 تپتی نظر آتی ہیں جب وہ کوئی تھوس اور تڑو اور
 مہواروں شکل لے لیتی ہیں۔ دنیا کو ان کا پتہ اکثر
 نہیں رہتا اور وہ انہیں کچھ جلد کارناموں سے پہچانتی
 ہے یا انہیں جلد ہستوں کے سر پر سہرا باندھتی ہے
 جو آوروں سے زیادہ نمایاں ہوتی ہیں۔ اسی طرح چینی

چینی

چینی کی ایک لہا ہوتی ہے۔ ایک اور سچ
 بات ہے کہ ہندوستان اور چین کے بیچ ایک
 پابدار مہل دنیا کے اندر امن-شانتی قائم رکھنے کی سب
 سے بڑی ضمانت ہے۔

—سندھ لال

نئے چین کی چنوتی

بڑے تعجب کی بات ہے کہ جس چین کے لوگ
 کیمچی نام سے بدنام ہے، جس کے سرکاری ہتھیاروں میں
 رات خوری اور من مانی بے حد چلتی تھی جس
 میں لاکھوں کروڑوں اناج کے دانے دانے کے لئے کرسٹم
 جسوں و ہشیاہن بیکسنگی اور بے روزگاری کا ہول ہلا تھا
 جس میں سب طرح سے مائو تاریکی ہی چھائی ہوئی
 تھی — اس چین میں اندھوے کو چھوٹے ہوئے بیکسنگ
 ایک لہا سویرا ہو گیا۔ یہ نہیں نہیں آتا، سچے جی سے یہ نہیں
 نہیں آتا کہ قوم کی قوم کی گلیا اس طرح پلٹ سکتی
 ہے۔ لیکن آج کی دنیا کی سب سے بڑی سچائی یہی ہے
 کہ مائو یا نہ — بہتر ہے کہ مائو آج نہیں تو کل ضرور
 مائو — کہ چین میں سچ سچ لہا سویرا ہو گیا ہے اور
 ایک اچلا دیہہ والا ایک لہا سویرا نکل آیا ہے — جو دنیا
 کے کونے کونے میں کھسے ہوئے اندھوے کو چنوتی دے
 رہا ہے۔

اس نئے سورج نے چین کو اب ایک لہا دیہہ بنا
 دیا ہے اور آج چین صرف چین نہیں 'لہا چین' کہلاتا
 ہے۔ پہلی اکتوبر 1949 کو اس نئے چین کا جنم ہوا۔
 اسی دن لہا لوک یا لہو دیمہ کرہی نام کا جلتا کا راج
 چین میں قائم ہوا۔

چین کے جیسے انقلاب نہ ایک دن کی کرنی ہوتی ہے نہ
 آدھی کی۔ بھ نئیجا ہوتے ہیں ساری کیم کی کیم
 تپسنا اور ساہنا کا۔ بھ ہشارا ہوتے ہیں کیم
 کیم کے دل کے دھڑ اور تپ اور بھار کا جو
 جانے-بنا جانے بڑا ہے جاتے ہیں۔ بھ نئیجا ہوتے ہیں
 تا کے اندر کی شکستوں کی ٹکڑ اور مہل کا،
 کی ہمنگیا کے بھار اور بڑا کا، اس کے بھاروں
 کھیشا اور گٹھا کا۔ بھ سب چیزیں
 جولا ہمنگیا کی طرح اندر ہی اندر کام کرتی ہیں اور باہر
 تپتی نظر آتی ہیں جب وہ کوئی تھوس اور تڑو اور
 مہواروں شکل لے لیتی ہیں۔ دنیا کو ان کا پتہ اکثر
 نہیں رہتا اور وہ انہیں کچھ جلد کارناموں سے پہچانتی
 ہے یا انہیں جلد ہستوں کے سر پر سہرا باندھتی ہے
 جو آوروں سے زیادہ نمایاں ہوتی ہیں۔ اسی طرح چینی

جائے، دھارمک مت، چارلس نکالے اور پھر شین
کولے کولے کی آزادی دے گی۔“

نئے چہون کی سرکار کمیونسٹ سرکار نہیں ہے، نہ یہ
پارٹی گورنمنٹ ہے۔ وہ دو اصل ملی جلی (کوالیفن)
گورنمنٹ ہے جس میں سبھی راج کچی پارٹیوں کے نمائندے
نریک ہیں۔ سرکاری حاکموں میں صرف ایک تہائی
ہے میں جو کمیونسٹ پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔

سارے چھپن میں نجی جائداد رکھنے کا حق مانا جاتا ہے اور نجی جائداد لوگ رکھتے بھی ہیں۔ نجی ہوپار، لہن دین اور کارخانوں کو ترکی دی جاتی ہے۔ ہم نے پہلے کہ 'تقسیم' شلگھائی اور دوسری جگہوں پر انگریزی مہلک خوب بھر ہار کر رکھی ہیں۔ اگر کیا چھپن کمیونسٹ نے تو اس کا کمیونزم 'چھٹی کمیونزم' ہے جو اس کی ناقص ہے مطابق ہے اور وہاں کے لوگوں نے راج سے مل جاتا ہے۔

تہیں گے ۔

نئے چھن مہن تھن گنوں پر خاص زور دیا جاتا ہے۔ ایمانداری، سادگی اور دیہی کی سہرا۔ ان تھنوں کو چھنی وندمان مہن خاص طور سے شامل کیا گیا ہے۔ باہر سے آئے والا کوئی بھی بھلاک آدمی چھن کو دیکھکر محسوس کریگا کہ کیا یہاں کی جلتا اور کیا سرکار سب نے سب فی الحال ایک ساتھ مل کر ان تھنوں گنوں پر عمل کرنے پر تل گئے ہیں۔ نئے چھن کے قومی سوہاؤ، دل در دماغ کی بھلاہ انہی تھن اقل چھتاہ پر قائم ہے۔

آج کل چھن کوریا سے لڑائی لڑ رہا ہے . تس پر بھی چھن مہن ہم نے لڑائی کی چرچا بہت ہی کم سنی . چھن کا آرتھک سنگھم لڑائی کو نشانہ بنا کو نہیں کھڑا لیا گیا ہے بلکہ روز کی ضرورت کی چیزوں کو پیدا کرنے کے رانے سے کھڑا کیا گیا ہے . ممکن کے شہر مہن جو لڑائی کے حلقے کے نزدیک تھا ، ہم نے دیکھا کہ کاروبار بدستور چل رہا ہے . چھن میں لڑائی کے شوقین لوگ ہیں ہی ہیں ، انہ چھن لڑ اُسکے نہتا دنیا کے ہر دوسرے ملک کے ساتھ ملکر اور شامتی سے وہنا چاہتے ہیں . چھن کے پچھلے دو برس کے کارناموں کو دیکھکر ہر کوئی اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ نئے چھن کے مہان اور پمارے نہتا ماوتسے لنگ کھول ایک بہادر سہاوی ہی نہیں ہیں بلکہ ایک رچانمک جوہری بھی ہیں .

چھین کی طرح سے ہندوستان بھی دنیا کے ہر دیہے کے ساتھ منسلک شاعری سے رہنا چاہتا ہے۔ ہمارے پردھان ملتوں کے دانشوروں کے بیچ شاعری دھولے کی خاطر کوئی قدم اٹھا نہیں رکھا۔ ہندوستان اور چین کی آبائی

ہماری ایک شادی کا چال پوگھا ہے۔ شادی کے سلسلے میں ہمیں دیکھنے کا لین دین ایک دم باند ہو گیا ہے۔ آج وہاں کے سماجی یا جموں کے دوسرے کسی پہلو میں مورتوں کے برابر کا حصہ لیتی ہیں۔ توفیق سے پہنچنے والی ایک ریل ہے جس میں ڈرائیور سے لے کر گارڈ تک سبھی چلانے والے مورتوں میں ہیں۔

ہم نے نئے چین کے سینما اور تھٹر دیکھے۔ ان سے کافی تعلیم حاصل کی جا سکتی ہے اور زیادہ تر میں جانور شاہی، پونجی شاہی، سامراج شاہی کی برائیاں دکھائی جاتی ہیں۔ ان جواب شاہوں کے مقابلے چھٹی لوگ اپنی ایک نئی شاہی پہن کرتے ہیں جسے انہوں نے ”قومی پونجی شاہی“ نام دیا ہے اور اُسکی طرف لوگوں کی دلچسپی بڑھاتے ہیں۔ یہاں کی فلموں میں مرد عورت کے برابر کے حق پر بے حد زور دیا جاتا ہے۔ محنت کو سب سے بلندی کا درجہ دیا جاتا ہے اور تمام دنیا کے رہنے والوں کی ایکٹا کا چار پھلایا جاتا ہے۔ دیکھنے والوں کے دل و دماغ پر اثر کرنے والی اور بہت سی چیزیں ہوتی ہیں۔ لیکن کسی بھی فلم میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جسے گندی یا بھدی کہا جا سکے۔

عدالتیں

نئے چین نے اپنی عدالتوں کو ایک دم بدل دیا ہے۔ ان کے یہاں تین طرح کی عدالتیں ہوتی ہیں، جیسے ہمارے یہاں ضلع عدالت، صوبہ ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ ہیں۔ پچھلی قہلک کی وکالت کا طریقہ چین میں وہی نہیں کیا۔ وکیل اور پراسیوٹر نڈارڈ ہیں، جج فریڈوں یا گواہوں سے خود آملے سامنے بات کرتے معاملے کی جانچ کرتے، موقع محل جانچ دیکھتے اور پھر فیصلہ دیتے ہیں۔ اگر ضرورت پڑی تو کچھ قانونی ماعروں سے مدد لیتے ہیں۔ ان قانونی ماعروں کو ”چلتا کے حقوں کے رکھوالے“ کہا جاتا ہے۔ انہوں سرکار سے تنخواہ ملتی ہے۔ یہ لوگ کسی بھی پارٹی سے ایک پیسہ بھی نہیں لے سکتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ نئے چین میں انصاف سستا ہوتا ہے، جلدی ہوتا ہے اور سچا ہوتا ہے۔ یہ چیز شاید ہی کسی دوسرے دیس میں ملے۔

چین میں دھارمک آزادی پوری طرح سے ملتی ہے۔ ہم نے کئی جگہ پر مسجدیں، گوردوارے اور مندر دیکھے جہاں لوگ آزادی کے ساتھ پوجا بندگی کر رہے تھے۔ لیکن بدقسمتی ہے کہ چین میں جو مذہب یا بول چال کی آزادی ہے اُسکے بارے میں عجیب عجیب غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس لئے ہم چینی دھان کی پانچویں دھارا کو یہاں بھی کرتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ غلط فہمی کتنی بوجھا ہے۔

”چینی لوگ آج میں لوگوں کو وچار، بول چال، پروکاشن، ملکا چلنا، چتھی پترو، دھن سہن، آئے

عدالتیں

نئے چین نے اپنی عدالتوں کو ایک دم بدل دیا ہے۔ ان کے یہاں تین طرح کی عدالتیں ہوتی ہیں، جیسے ہمارے یہاں ضلع عدالت، صوبہ ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ ہیں۔ پچھلی قہلک کی وکالت کا طریقہ چین میں وہی نہیں کیا۔ وکیل اور پراسیوٹر نڈارڈ ہیں، جج فریڈوں یا گواہوں سے خود آملے سامنے بات کرتے، موقع محل جانچ دیکھتے اور پھر فیصلہ دیتے ہیں۔ اگر ضرورت پڑی تو کچھ قانونی ماعروں سے مدد لیتے ہیں۔ ان قانونی ماعروں کو ”چلتا کے حقوں کے رکھوالے“ کہا جاتا ہے۔ انہوں سرکار سے تنخواہ ملتی ہے۔ یہ لوگ کسی بھی پارٹی سے ایک پیسہ بھی نہیں لے سکتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ نئے چین میں انصاف سستا ہوتا ہے، جلدی ہوتا ہے اور سچا ہوتا ہے۔ یہ چیز شاید ہی کسی دوسرے دیس میں ملے۔

چین میں دھارمک آزادی پوری طرح سے ملتی ہے۔ ہم نے کئی جگہ پر مسجدیں، گوردوارے اور مندر دیکھے جہاں لوگ آزادی کے ساتھ پوجا بندگی کر رہے تھے۔ لیکن بدقسمتی ہے کہ چین میں جو مذہب یا بول چال کی آزادی ہے اُسکے بارے میں عجیب عجیب غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس لئے ہم چینی دھان کی پانچویں دھارا کو یہاں بھی کرتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ غلط فہمی کتنی بوجھا ہے۔

”چینی لوگ آج میں لوگوں کو وچار، بول چال، پروکاشن، ملکا چلنا، چتھی پترو، دھن سہن، آئے

भाई उनके गांव में गए जहां हमने उनके घरले व करचे बलते देखे. हमने देखा कि उनकी पीछे हमारे वहां के मुकाबले जियादा सींची-सादी हैं. शंघाई में हमने एक जगह देखा कि पुराने ढंग के 200 घरों पर खराब और बेकार ऊन को काट कर सूत तैयार कर रहे हैं. हमारे मेजबानों को जब पता चला कि हमें हाथ की कती और हाथ की बुनी चीखों में दिलचस्पी है तो हमारे मिशन के हर मेम्बर को चीनी खादी क दो-दो थान भेंट दिये गए.

आज चीन में खाने पीने की हर चीज काफ़ी तादाद में मिलती है और ऐसे वाम पर कि हर कोई खरीद सके— न वाम का कन्ट्रोल है, न कपड़े या अनाज की वहां राशनिंग है. वहां के ट्रेड यूनियन भाव को ठीक रखते हैं. न कोई फ़िक्र फ़िक्र होती है, न कोई चोर बाजारी करता है और न कोई जमा कर लेता है. सट्टे बाजी सरकारी हुक्म से बन्द कर दी गई क्योंकि यह बनावटी तौर पर क्रिमिनेल घटाती बढ़ाती है.

समाज सुधार.

अब हम उन समाज सुधारों पर विचार करेंगे जो नई सरकार ने किये. पेकिंग के बारे में यह कहा जाता है कि जब नई सरकार ने चार्ज लिया तो वहां तीन हजार बेरयाएं थीं, लेकिन आज एक भी नहीं है. यही हाल दूसरे शहरों और क़स्बों में भी था. नई सरकार ने इतने बड़े देश से बेरया-पन मानो एक दम उठा ही दिया. यह सुधार भी कोई सरकारी हुक्मनामे से नहीं किया गया, न मजबूरी या ज़बरवस्ती से, बल्कि समझा बुझा कर और लोगों की मरफ़ी से. नायब बड़े वकील को-मो-जो ने हमें बताया कि किस तरह उन सब बहनों को समझा बुझा कर, दस्तकारी सिखाने के नए नए दरजे खुलवा कर, जहां वह अपनी रोज़ी इज्जत के साथ कामाने का जरिया निकाल लें, और इज्जत वाले लोगों से उनकी शादी करके उन्हें सही रास्ते पर लाया गया. इसी तरह से नए चीन ने भिकमंगी ख़त्म कर दी. पहले के सारी भिकारी आज किसी न किसी पैदावारी प्रोग्राम में काम कर रहे हैं. आज चीन में बे-रोज़गारी नहीं है. जब हमने पेकिंग के मेयर से पूछा—“कहिये, आपके यहां आबादी का मसला कैसा है.” उन्होंने मुस्करा कर जवाब दिया—“हमारे यहां आबादी का मसला है ही नहीं. आप चाहें तो कुछ भाई बहनों को यहां भेज दीजिये.”

शहरों में मकान या रहने सहने की पूरी सुविधा है. अफीम खाना या पीना मुल्क भर में मना है. किसी तरह का जुआ, सट्टा या रेस कोर्स वहां नहीं खेले जा सकते. शादी का जो नया क़ानून बना है वह वहां की एक खास चीज़ है. उसके आधार पर औरतों को बराबर के हक़ मिल गए हैं, उनका दर्जा ऊंचा उठ गया है और एक सर्व

भैली उन के हों. हमें लगे जहाँ हम ने उन के चरखे व करके चलते देखे. हम ने देखा कि उन की चरखों सारے یہاں کے مقابلے زیادہ سیدھی سادی ہیں. شکمائی ہوں ہم نے ایک جگہ دیکھا کہ پرانے ڈھنگ کے 200 چرخوں پر خراب اور بھار آون کو کات کر سوت تیار کر رہے ہوں. ہمارے میزبانوں کو جب پتہ چلا کہ ہمیں ہاتھ کی کتی اور ہاتھ کی ہلی چھڑوں میں دلچسپی ہے تو ہمارے مشن کے ہر ممبر کو چینی کھانسی نے دو دو تھان بھولت دئے گئے.

آج چھون میں کھانے پینے کی ہر چیز کافی تعداد میں ملتی ہے اور ایسے دام پر کہ ہر کوئی خرید سکے— نہ دام کا کنٹرول ہے نہ کھڑے یا اناج کی وہاں راشننگ ہے. وہاں کے تیرید پونہن بھاؤ کو تھپک دیتے ہیں. نہ کوئی جھک جھک ہوتی ہے نہ کوئی چور بازاری کرتا ہے اور نہ کوئی جمع کر لیتا ہے. ستم بازی سرکاری حکم سے بند کر دی گئی کیونکہ یہ بلواؤتی طور پر فہمیں کھٹاتی بڑھاتی ہے.

سماج سدھار.

اب ہم ان سماج سدھاروں پر وچار کریں گے جو نئی سرکار نے کئے. پیکنگ کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ جب نئی سرکار نے چارج لیا تو وہاں تھن ہزار ویشہاٹھ تھوں. لوکن آج ایک بھی نہیں ہے. یہی حال دوسرے شہروں اور قصبوں میں بھی تھا. نئی سرکار نے اتنے بڑے دیسی سے ویشہاپن مانو ایک دم اٹھا ہی دیا. یہ سدھار بھی کوئی سرکاری حکم نامے سے نہیں کیا گیا نہ مجبوری یا زبردستی سے بلکہ سمجھا بچھا کر اور لوگوں کی مرضی سے. نائب بڑے وزیر کو مو جو نے ہمیں بتایا کہ کس طرح ان سب بھٹوں کو سمجھا بچھا کر دستکاری سکھانے کے لئے نئے نئے درجے کھلوا کر جہاں وہ اپنی روزی عزت کے ساتھ کمانے کا ذریعہ نکال لیں اور عزت والے لوگوں سے ان کی شادی کر کے انھوں صحیح راستہ پر لایا گیا. اسی طرح سے نئے چھون نے بھٹکنگی ختم کر دی. پہلے کے سارے بھکاری آج کسی نہ کسی پیداواری پروگرام میں کام کر رہے ہوں. آج چھون میں بے روزگاری نہیں ہے. جب ہم نے پیکنگ کے میئر سے پوچھا — ”کہئے آپ کے یہاں آبادی کا مسئلہ کوسا ہے.” انھوں نے مسکرا کر جواب دیا— ”ہمارے یہاں آبادی کا مسئلہ ہے ہی نہیں. آپ چاہیں تو کچھ بھائی بھٹوں کو یہاں بھیج دیجئے.”

شہروں میں مکان یا رہنے سہنے کی پوری سوودھا ہے. افیم کھانا یا پینا ملک بھر میں منع ہے. کسی طرح کا جوا سٹا یا دیس کورس وہاں نہیں کھلے جا سکتے. شادی کا جو نیا قانون بنا ہے وہ وہاں کی خاص چھڑ ہے. اُسکے آدھار پر عورتوں کو برابر کے حق مل گئے ہیں. ان کا درجہ اونچا اٹھ گیا ہے اور ایک مرد

چین کے اقتصادی حیرتوں میں لوگوں کی چیخیں خریدنوں کی طاقت 30 سے 53 کھربوں تک بڑی ہے۔ پچھلے دو سال میں وسط-پوربی چین میں—جس میں پانچ صوبے ہیں—کسانوں کی جہاز خریدنے کی طاقت 69 کھربوں تک بڑی ہے۔ نئی سرکار نے 1949 میں چارج لیا اور 1950 میں ملک کی کھیتی باڑی پلٹ گئی۔ اسی سال اناج کی کھیتی اتنی بڑھی کہ دیہات کے ساتھ ساتھ شہروں کے آٹھ کروڑ اور پچھلے سال کے اگلے کھیلے والے علاقے کے 4 کروڑ لوگوں کو کھانا اور اناج بھرتی ہوا کہ ساتھ ساتھ چار کروڑ لوگ سال بھر تک اور کھاتے رہیں۔ 1950 میں پچھلے برس کے مقابلے میں پیداوار چودہ فی صدی زیادہ تھی اور 1951 میں 1950 کے مقابلے میں آٹھ فی صدی زیادہ۔ تخمینہ یہ ہے کہ 1951 کے آخر میں چین کے پاس اتنا اناج ہوگا کہ اپنی کل آبادی کو کھانا کر اور اگلی فصل کے لئے کافی جمع رکھیں، اس کے پاس اتنا اناج ہے کہ دس کروڑ آدمیوں کو ایک سال تک کھانا دے۔ ایک بات یہ بھی قابلِ تعریف ہے کہ نئے چین میں ہر سپاہی روز سات آٹھ کھاتے کھیتی کا یا دوسرا دھندا کرتا ہے۔ صرف وہ سپاہی جو اصلی مورچے میں لڑتے ہیں اس کھیتی کے کام سے ہری دھتے ہیں۔ اس سے نہ صرف فوج کا خرچ کھاتا ہے بلکہ کھیتی کی پیداوار بڑھتی ہے اور سپاہی اور فوجی سپاہی میں آپس کا بھائی چارہ قائم رہتا ہے۔

کارخانے

کارخانے کے اہلکار جلد ہی دوسری سبھی چیزوں میں چینی لوگ ان دو برس میں سواولسمی ہو گئے۔ اس سلسلے میں انہوں نے جو ایک خاص طریقہ اپنایا ہے، وہ ہے ایمپلوشن ڈرائیو یعنی روزبازی۔ وہ مزدور یا کاریگر جو خاص طور سے زیادہ پیدا کرتے ہیں یا اپنے کام میں کوئی نئی ایجاد کرتے ہیں ان کی بہت واہ واهی ہوتی ہے اور سارے دیہات میں ان کے نام کا پرچار کیا جاتا ہے اور وہ 'آدرش کاریگر'، 'مزدور بہادر'، 'صوبائی مزدور بہادر' یا 'کل چین مزدور بہادر' کے نام سے مشہور ہوتے ہیں۔

چینی नेता اپنے ملک میں کارخانے کھولنے کی ہر سبک کوشش کر رہے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ وہ اتنے دیوارک بھی ہیں کہ اپنے یہاں کسی آدمی کو نکتہ نہیں دھتے دیتے۔ اپنے یہاں کے دیہاتی دھندوں کو انہوں نے دھیان کے ساتھ سنبھال لیا ہے۔ پکنگ راجدھانی میں ایک بازار کا بازار ایسا ہے جہاں روز صبح چھ سے نو بجے تک صرف ہاتھ کا ہٹا ہوا ملتا ہے۔ سوت کچھ ہاتھ کا ہوتا ہے اور کچھ مل کا۔ چینی لوگ مٹھکتے اور ہتھ بٹے کپڑے کو "توپر" کہتے ہیں۔ ڈاکٹر کمارپا، میں اور کچھ

کھاتے کے علاوہ ضرورت کی قریب قریب دوسری سبھی چیزوں میں چینی لوگ ان دو برس میں سواولسمی ہو گئے ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے جو ایک خاص طریقہ اپنایا ہے، وہ ہے ایمپلوشن ڈرائیو یعنی روزبازی۔ وہ مزدور یا کاریگر جو خاص طور سے زیادہ پیدا کرتے ہیں یا اپنے کام میں کوئی نئی ایجاد کرتے ہیں ان کی بہت واہ واهی ہوتی ہے اور سارے دیہات میں ان کے نام کا پرچار کیا جاتا ہے اور وہ 'آدرش کاریگر'، 'مزدور بہادر'، 'صوبائی مزدور بہادر' یا 'کل چین مزدور بہادر' کے نام سے مشہور ہوتے ہیں۔

چینی नेता اپنے ملک میں کارخانے کھولنے کی ہر سبک کوشش کر رہے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ وہ اتنے دیوارک بھی ہیں کہ اپنے یہاں کسی آدمی کو نکتہ نہیں دھتے دیتے۔ اپنے یہاں کے دیہاتی دھندوں کو انہوں نے دھیان کے ساتھ سنبھال لیا ہے۔ پکنگ راجدھانی میں ایک بازار کا بازار ایسا ہے جہاں روز صبح چھ سے نو بجے تک صرف ہاتھ کا ہٹا ہوا ملتا ہے۔ سوت کچھ ہاتھ کا ہوتا ہے اور کچھ مل کا۔ چینی لوگ مٹھکتے اور ہتھ بٹے کپڑے کو "توپر" کہتے ہیں۔ ڈاکٹر کمارپا، میں اور کچھ

کارخانوں اور دفتروں میں بھی ہے۔ کچھ ہی باہر یا خاص مقام پر پائے گئے۔ لوگ جنہیں تلخوہ کے علاقہ ایک تھائی اور سے بہت کے طور پر مل جاتا ہے۔ اس چور سے جہاں ایک طرف سرکاری خرچ بہت کم ہو گیا، دوسری طرف زیادہ تلخوہ والوں اور کم تلخوہ والوں کے بھیج کی کھائی بہت کچھ پست گئی، فریب امور کا فرق دور ہو گیا اور سماج کے اندر جو مالدار اور نادار کے بھیج کی دیوار تھی وہ ایک دم ڈھ گئی۔ اس کا نتیجہ ہے کہ نئے چمن میں آپ صرف کپڑوں کو دیکھ کر یہ نہیں پہچان سکتے کہ ایک آدمی یونیورسٹی کا وائس چانسلر ہے یا چھراسی، کارخانے کا منیجر ہے یا مزدور، دفتر کا انچارج ہے یا کلرک۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ یہ قربانی جو سب لوگوں نے کی — لیکن اصل میں یہ قربانی نہیں ہے، کیونکہ اپنی بنیادی ضرورت کی سب چیزیں سب کو مل ہی جاتی ہیں — تو خوشی سے کی، دل سے کی، جان کر کی۔ ہر چھٹی کو ناز ہے کہ میں اپنے دیس اور دیس واسیوں کے لئے کچھ نہ کچھ کر رہا ہوں۔

سواری

سبھاری،
اسکے علاوہ نئے چین نے اپنے یہاں سواری اور مال ڈھولے کا انتظام بہت کچھ سنبھال لیا ہے جو کوئٹنگ راج میں چمکا چور ہو گیا تھا۔ 1950 کے اخیر میں 22 ہزار کلومیٹر سڑکیں جو مرمت یا بلندوبست نہ ہونے کی وجہ سے بند اور ہیکر پڑی تھیں، پھر سے چالو ہو گئی ہیں۔ بڑے پیمانے پر نئی نئی لائنیں کھول دی گئی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آزادی کے پہلے جتنی سڑکیں دیہاتوں وغیرہ تھیں جنوری 1951 میں اس سے پانچ گنا زیادہ ہو گئیں۔ ڈاک کے راستے 60 فی صدی بڑھ گئے۔ مار 36 فی صدی، ٹیلی فون پہلے کے مقابلے میں دو گنا زیادہ ہیں۔ ہوائی راستے کا بھی کافی استعمال ہوتا ہے۔

سوانمود

ان طریقوں سے اور دوسری ایسی ہی باتوں سے نئے چین نے مہنگائی اور قیمتوں کے بھتاؤ بھتاؤ پر قابو پالیا، کھیتی اور کارخانوں کی پیداوار بڑھائی اور لوگوں کا مادی اور نہتک درجہ کہیں زیادہ اونچا اٹھادیا۔ آزادی کے پہلے ایک امریکن ڈالر کی قیمت جہاں کئی ارب روپے چھٹی میں ہوئی تھی وہ 1950 میں 42000 یین اور 1951 میں 22,270 یین رہ گئی۔ مارچ 1950 سے لیکر مئی 1950 تک تین ماہ کے اندر قاعدے کے ساتھ قیمتوں کو تھکانے پر لگا دیا گیا جس کی وجہ سے چھڑوں کے اوسط دام 100 سے گر کر 98 پر آئے اور اب بھی گر رہے ہیں۔ اس کے خلاف اس مرمے میں امریکہ میں یہ دام 100 سے بڑھ کر 150 ہو گیا۔

۱۰۱۔ ان کے ساتھ کارکنوں نے کیا کمالات کے ساتھ ن-جاگرتی کا کام کیا ہے۔ یہ انہیں کی مہنات کا ہے کہ لوگوں کے بظہر مہنات اور کربانی کی اپنا ہر کر رہے ہیں۔ کھانے کی ضرورت نہیں کہ بیٹا اس اپنا کے سے کام دیا بھی نہیں کرتے ہیں۔

نئے چین میں تانکے

نئے چین سرکار نے چوتھی خاص بات جو کہ وہ تھی ہمت کے سچے کو دینا۔ آجادی کے پہلے جیادادار اسروں کو کچی تانکے ملتی تھی اور بہتاشا سچے تھا۔ نئے سرکار نے جہاں اوپر کے حاکموں کی تانکے کم کی وہاں نیچے والوں کی بڑھا دی۔ ایسا لگتا ہے کہ نئے چین کے لوگوں کو یہ سچہ کئی کہ روپے سے کم ہمت کوئی زیادہ ہو رہا ہو اور انسان کی مہنت ہی اصلی ہمتی اور قدر کے قابل ہے۔ اسی وجہ سے نئے چین میں تانکے انہیں نوٹوں کے حساب سے نہیں بلکہ اناج کے حساب سے دی جاتی ہیں۔

سرکاری نوکر دو طرح کے ہیں—ایک وہ جنہیں سچے تانکے پر تانکے ملتی ہے، دوسرے وہ جنہیں ہاتھ سے تانکے ملتی ہے۔ 'سچے تانکے' میں سچے تانکے اور اس کے بال بچوں کو ہر-پتہ کھانا اور کھانا تانکے میں کپڑے ملتے ہیں۔ اس کے بچوں کو تانکے مفت کھانے کو دیا دیا اور چھپ چھپ کے لئے دس دس روپے ہر مہینے اوپر سے ملتے ہیں۔ اس سچے تانکے میں سچے کے ایک کورنر یا دفتر کے کورنر میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا ہے۔ دوسرے یعنی تانکے والے طریقے میں سرکاری لوگ اندازہ کر لیتے ہیں کہ فلاں نوکر اور اس کے بال بچوں کو کل کتنے اناج کی ضرورت ہے، کتنا دودھ، دوا، کپڑے وغیرہ کی اور پھر سب کو چور کر "اکائی" بنا لیتے ہیں۔ اس طرح وہ طے کر لیتے ہیں کہ فلاں آدمی کو ہر مہینے کتنی "اکائیاں" یا "پائنت" ملنے چاہئیں۔ اصلی رقم کی ادائیگی فلم کی شکل میں نہ کی جا کر فلم کی ہمت کے برابر نوٹوں کی شکل میں کی جاتی ہے۔ اگر کسی مہینے چھوڑنے کے بعد تو اس مہینے کی تانکے بھی اس حساب سے بدل جاتی ہے۔

اب ذرا دیکھیں کہ ہمارے ہندوستانی سکے کے حساب سے چین کے سرکاری اسروں کو کیا تانکے ملتی ہیں۔ چین میں سب سے اونچی تانکے 600 روپے کے قریب ہے جو چھ مہینے تلک کو ملتی ہے۔ سنٹرل گورنمنٹ کے مہنتوں کو 440 روپے ملتے ہیں۔ سرکاری کارخانوں، فوج، یونیورسٹی، اسکول، کالج، دفاتر وغیرہ میں عام طور پر سب سے اونچی تانکے ساڑھے تین سو روپے ہے اور سب سے کم تانکے سو۔ یہی صورت ہے

اور آج کے ملک کارکنوں نے کیا کمالات کے ساتھ جن جاگرتی کا کام کیا ہے۔ یہ انہیں کی مہنت کا ہے کہ لوگوں کے اندر مہنت اور قربانی کی بھاننا کھ کر گئی ہے۔ کھانے کی ضرورت نہیں کہ بلا اس بھاننا کے ایسے کام ہوا بھی نہیں کرتے ہیں۔

نئے چین میں تانکے

نئے چین سرکار نے چوتھی خاص بات جو کہ وہ تھی ہمت کے سچے کو دینا۔ آجادی کے پہلے جیادادار اسروں کو کچی تانکے ملتی تھی اور بہتاشا سچے تھا۔ نئے سرکار نے جہاں اوپر کے حاکموں کی تانکے کم کی وہاں نیچے والوں کی بڑھا دی۔ ایسا لگتا ہے کہ نئے چین کے لوگوں کو یہ سچہ کئی کہ روپے سے کم ہمت کوئی زیادہ ہو رہا ہو اور انسان کی مہنت ہی اصلی ہمتی اور قدر کے قابل ہے۔ اسی وجہ سے نئے چین میں تانکے انہیں نوٹوں کے حساب سے نہیں بلکہ اناج کے حساب سے دی جاتی ہیں۔

سرکاری نوکر دو طرح کے ہیں — ایک وہ جنہیں سچے تانکے پر تانکے ملتی ہے، دوسرے وہ جنہیں ہاتھ سے تانکے ملتی ہے۔ 'سچے تانکے' میں سچے تانکے اور اس کے بال بچوں کو ہر-پتہ کھانا اور کھانا تانکے میں کپڑے ملتے ہیں۔ اس کے بچوں کو تانکے مفت کھانے کو دیا دیا اور چھپ چھپ کے لئے دس دس روپے ہر مہینے اوپر سے ملتے ہیں۔ اس سچے تانکے میں سچے کے ایک کورنر یا دفتر کے کورنر میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا ہے۔ دوسرے یعنی تانکے والے طریقے میں سرکاری لوگ اندازہ کر لیتے ہیں کہ فلاں نوکر اور اس کے بال بچوں کو کل کتنے اناج کی ضرورت ہے، کتنا دودھ، دوا، کپڑے وغیرہ کی اور پھر سب کو چور کر "اکائی" بنا لیتے ہیں۔ اس طرح وہ طے کر لیتے ہیں کہ فلاں آدمی کو ہر مہینے کتنی "اکائیاں" یا "پائنت" ملنے چاہئیں۔ اصلی رقم کی ادائیگی فلم کی شکل میں نہ کی جا کر فلم کی ہمت کے برابر نوٹوں کی شکل میں کی جاتی ہے۔ اگر کسی مہینے چھوڑنے کے بعد تو اس مہینے کی تانکے بھی اس حساب سے بدل جاتی ہے۔

اب ذرا دیکھیں کہ ہمارے ہندوستانی سکے کے حساب سے چین کے سرکاری اسروں کو کیا تانکے ملتی ہیں۔ چین میں سب سے اونچی تانکے 600 روپے کے قریب ہے جو چھ مہینے تلک کو ملتی ہے۔ سنٹرل گورنمنٹ کے مہنتوں کو 440 روپے ملتے ہیں۔ سرکاری کارخانوں، فوج، یونیورسٹی، اسکول، کالج، دفاتر وغیرہ میں عام طور پر سب سے اونچی تانکے ساڑھے تین سو روپے ہے اور سب سے کم تانکے سو۔ یہی صورت ہے

हालत ठीक करना. आजादी के पहले लगान नकदी शकल में लिया जाता था, लेकिन अब अनाज की शकल में लिया जाता है. पहले लगान पैदावार के तखमीने के आधे से कम नहीं लिया जाता था. कभी कभी तो पूरी की पूरी पैदावार लगान में खप जाती थी और बेचारे किसान को रोखी के लिये कोई दूसरा धंदा खोजना पड़ता था. लेकिन नए निष्ठा में सरकार ने यह सुकरर कर दिया है कि लगान असल पैदावार का 13 फीसदी से ज़ियादा न होगा. पेंकिंग के मेयर ने हमें बताया कि लगान में इस कमी कर देने का नतीजा यह हुआ कि दो करोड़ टन गल्ला हमारे किसानों को उनके इस्तेमाल के लिये एक साल में बच गया.

नई सरकार ने इस सिलसिले में तीसरा क़दम जो ठाया वह था सिंचाई के साधनों में सुधार करना. बहुत सी ज़मानें ऐसी थीं जहां सिंचाई कारत तभी हो सकती थी जब कि नए नए कुएं खोले जाएं और पानी इतमिनान के साथ मिलता रहे. सरकार ने इसके लिये हुक्म दे दिया और लाखों कुएं जगह जगह खुद गए. इस काम में सरकार की तरफ से बहुत थोड़ी सी मदद और उभार की ज़रूरत थी. गांव वालों ने सामान अपने पास से लगाया, मेहनत अपने आप की. इसी तरह सरकार ने उन जगहों से पानी निकालने की स्कीमें बनाई जहां अकसर बाढ़ आया करती थी. इस पानी को उन हिस्सों की तरफ भेज दिया गया जो अकसर सूखे पड़े रहते थे. यह काम भी गांव वालों की मदद से किया गया. सिर्फ ऊपर से सरकारी देख भाल रही. छोटी स्कीमों के अलावा हुआई नदी को बांधने वाली जैसी बड़ी स्कीमों में भी सरकार ने ज़ियादा तर गांव वालों से ही मदद ली. इस हुआई नदी योजना की शुरुआत नवम्बर 1950 में की गई. इस योजना में 30 लाख किसानों ने हिस्सा लिया जिन्होंने नवम्बर 1950 से शुरू करके जुलाई 1951 तक करीब 19 करोड़ 50 लाख मीटर मिट्टी इटा फेंकी और नदियों को थामने के लिये जगह जगह हौज़ और कुन्ड बना लिये. इसका नतीजा यह हुआ कि साढ़े पांच करोड़ आदमी (जो लगभग हमारे उत्तर प्रदेश की आबादी के बराबर है) बाढ़ की आफत से हमेशा के लिये बच गए. अभी हाल ही में इस इलाक़े में जो पहली बार फसल हुई उसे देख कर हर किसी का जी बांसों उड़ल पड़ता था. यह बात ध्यान देने की है कि इन स्कीमों के लिये चीन के नए नेताओं ने बाहर से एक पैसा भी उधार नहीं लिया. उन्होंने सब काम अपनी जन शक्ति के बल पर किया. हर कोई जो ज़रा नज़दीक से इन चीजों को देखता है वह महसूस करता है कि किस जोश व लगन के साथ इन लोगों ने अपना जी-जान लगा दिया. उन्हें खुशी होती है कि हमने अपने देश की ज़ातिर कुछ काम किया. नए चीन के नेता

तुहक को. इसी के पहले लकान लंदन शकल में आता है. लेकिन अब अनाज की शकल में लिया जाता है. कान पैदावार के तखमीने के आधे से कम नहीं लिया जाता. कभी कभी तो पूरी की पूरी पैदावार लगान में खप जाती थी और बेचारे किसान को रोखी के लिये कोई दूसरा धंदा खोजना पड़ता था. लेकिन नए निष्ठा में सरकार ने यह सुकरर कर दिया है कि लगान असल पैदावार का 13 फीसदी से ज़ियादा न होगा. पेंकिंग के मेयर ने हमें बताया कि लगान में इस कमी कर देने का नतीजा यह हुआ कि दो करोड़ टन गल्ला हमारे किसानों को उनके इस्तेमाल के लिये एक साल में बच गया.

नई सरकार ने इस सिलसिले में तीसरा क़दम जो ठाया वह था सिंचाई के साधनों में सुधार करना. बहुत सी ज़मानें ऐसी थीं जहां सिंचाई कारत तभी हो सकती थी जब कि नए नए कुएं खोले जाएं और पानी इतमिनान के साथ मिलता रहे. सरकार ने इसके लिये हुक्म दे दिया और लाखों कुएं जगह जगह खुद गए. इस काम में सरकार की तरफ से बहुत थोड़ी सी मदद और उभार की ज़रूरत थी. गांव वालों ने सामान अपने पास से लगाया, मेहनत अपने आप की. इसी तरह सरकार ने उन जगहों से पानी निकालने की स्कीमें बनाई जहां अकसर बाढ़ आया करती थी. इस पानी को उन हिस्सों की तरफ भेज दिया गया जो अकसर सूखे पड़े रहते थे. यह काम भी गांव वालों की मदद से किया गया. सिर्फ ऊपर से सरकारी देख भाल रही. छोटी स्कीमों के अलावा हुआई नदी को बांधने वाली जैसी बड़ी स्कीमों में भी सरकार ने ज़ियादा तर गांव वालों से ही मदद ली. इस हुआई नदी योजना की शुरुआत नवम्बर 1950 में की गई. इस योजना में 30 लाख किसानों ने हिस्सा लिया जिन्होंने नवम्बर 1950 से शुरू करके जुलाई 1951 तक करीब 19 करोड़ 50 लाख मीटर मिट्टी इटा फेंकी और नदियों को थामने के लिये जगह जगह हौज़ और कुन्ड बना लिये. इसका नतीजा यह हुआ कि साढ़े पांच करोड़ आदमी (जो लगभग हमारे उत्तर प्रदेश की आबादी के बराबर है) बाढ़ की आफत से हमेशा के लिये बच गए. अभी हाल ही में इस इलाक़े में जो पहली बार फसल हुई उसे देख कर हर किसी का जी बांसों उड़ल पड़ता था. यह बात ध्यान देने की है कि इन स्कीमों के लिये चीन के नए नेताओं ने बाहर से एक पैसा भी उधार नहीं लिया. उन्होंने सब काम अपनी जन शक्ति के बल पर किया. हर कोई जो ज़रा नज़दीक से इन चीजों को देखता है वह महसूस करता है कि किस जोश व लगन के साथ इन लोगों ने अपना जी-जान लगा दिया. उन्हें खुशी होती है कि हमने अपने देश की ज़ातिर कुछ काम किया. नए चीन के नेता

آناج کی پیداوار بڑھائی جائے۔ نئی سرکار نے دیکھا کہ چین کی ساڑھے سہ لاکھ کروڑ آبادی میں ایک سو کروڑ سے زائد کسان ہیں، جن کا ایک ماٹر سہارا کھیتی ہے۔ لیکن زمین کی ساری ملکیت 10 فی صدی زمیندار یا زمینداروں کے ہاتھ میں تھی۔ باقی 90 فی صدی غریب کسان یا بے زمین والے مزدور تھے۔ چین میں کھیتی کے لائق 140 کروڑ مو (قریب 24 کروڑ ایکڑ) زمین میں سے 80 فی صدی زمینداروں اور زمینداروں کے ہاتھ میں تھی، باقی 20 فی صدی غریب کسانوں اور زمینداروں میں بٹی ہوئی تھی، جن کی تعداد کل کھیتی آبادی کی 90 فی صدی کے قریب تھی۔

نیا زمیندار

نئی سرکار نے ٹان لیا کہ یہ اذہا دھندلی تو ختم ہونا چاہیے۔ 'نیا زمیندار کانون' پاس کیا گیا جس کے مطابق زمینداروں کے پاس کی ساری بھٹی زمین ان سے لے کر بے زمین والے کھیتی مزدوروں میں بانٹ دی گئی۔ لیکن نئے حاکموں نے یہ احتیاط رکھی کہ کسی زمیندار کو درزی کے سامنے سے محروم نہ کیا جائے تاکہ وہ اپنے مال بچوں کا پیٹ پال سکے۔ ہر زمیندار کے پاس کم سے کم اتنی زمین چھوڑ دی گئی جتنی ایک معمولی کسان کو دی جاتی تھی۔ کبھی کبھی اس سے زیادہ زمین بھی زمیندار کو دی گئی جس سے وہ بڑے مزے میں اپنی اور اپنے مال بچوں کی پرورش کر سکتا ہے۔ زمینداروں کے پاس جو کچھ تھا دھلے دیا گیا۔ اس کے علاوہ اگر کسی زمیندار کے پاس کوئی کارخانہ تھا یا وہ کوئی دھندلا کرتا تھا تو اس میں بھی ہاتھ نہیں لگایا گیا۔ یہی نہیں سرکار نے ایسے کاموں میں پرانے زمینداروں کی مدد کی اور ان کا حوصلہ بڑھایا۔

نیا زمیندار

نئی سرکار نے یہاں لیا کہ یہ اذہا دھندلی تو ختم ہونا چاہیے۔ 'نیا زمیندار کانون' پاس کیا گیا جس کے مطابق زمینداروں کے پاس کی ساری بھٹی زمین ان سے لے کر بے زمین والے کھیتی مزدوروں میں بانٹ دی گئی۔ لیکن نئے حاکموں نے یہ احتیاط رکھی کہ کسی زمیندار کو درزی کے سامنے سے محروم نہ کیا جائے تاکہ وہ اپنے مال بچوں کا پیٹ پال سکے۔ ہر زمیندار کے پاس کم سے کم اتنی زمین چھوڑ دی گئی جتنی ایک معمولی کسان کو دی جاتی تھی۔ کبھی کبھی اس سے زیادہ زمین بھی زمیندار کو دی گئی جس سے وہ بڑے مزے میں اپنی اور اپنے مال بچوں کی پرورش کر سکتا ہے۔ زمینداروں کے پاس جو کچھ تھا دھلے دیا گیا۔ اس کے علاوہ اگر کسی زمیندار کے پاس کوئی کارخانہ تھا یا وہ کوئی دھندلا کرتا تھا تو اس میں بھی ہاتھ نہیں لگایا گیا۔ یہی نہیں سرکار نے ایسے کاموں میں پرانے زمینداروں کی مدد کی اور ان کا حوصلہ بڑھایا۔

چون کے نئے حاکم اس زمیندار کانون کو اپنی نئی آرٹھ وپوشی کی بنیاد ماننے میں۔ یہ سب کرشمہ سرکاری حاکموں یا حکم ناموں کے ذریعے سے نہیں کیا گیا بلکہ گاؤں والوں نے خود اپنے آپ کیا۔ وہ جمع ہو کر اس میں مل کر لیتے تھے کہ اپنے علاقے میں زمینداروں کے سلسلے میں کیا کیا جائے اور زمینیں کیسے تقسیم کی جائیں۔ اس قانون کی بدولت آج چین میں 30 کروڑ بے زمین والے مزدور زمین کے مالک بن گئے ہیں اور ٹھانے بے زمین زمین پر کھیتی کر رہے ہیں۔ اُمید کی جاتی ہے کہ 1952 کے جون تک یہ کھیتی سداہ سارے چین میں پورا کیا جاسکے گا۔

چون کے نئے حاکم اس زمیندار کانون کو اپنی نئی آرٹھ وپوشی کی بنیاد ماننے میں۔ یہ سب کرشمہ سرکاری حاکموں یا حکم ناموں کے ذریعے سے نہیں کیا گیا بلکہ گاؤں والوں نے خود اپنے آپ کیا۔ وہ جمع ہو کر اس میں مل کر لیتے تھے کہ اپنے علاقے میں زمینداروں کے سلسلے میں کیا کیا جائے اور زمینیں کیسے تقسیم کی جائیں۔ اس قانون کی بدولت آج چین میں 30 کروڑ بے زمین والے مزدور زمین کے مالک بن گئے ہیں اور ٹھانے بے زمین زمین پر کھیتی کر رہے ہیں۔ اُمید کی جاتی ہے کہ 1952 کے جون تک یہ کھیتی سداہ سارے چین میں پورا کیا جاسکے گا۔

اپنے یہاں کی کھیتی کی پیداوار سنبھالنے کے لئے سرکار نے دوسری چیز جو وہ تھی لگان بلدی کی

اپنے یہاں کی کھیتی کی پیداوار سنبھالنے کے لئے سرکار نے دوسری چیز جو وہ تھی لگان بلدی کی

ہمارے اس دورے سے ایک خیال ہر کسی کے اندر پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ کیا ہم ہندوستان کے لوگ بھی چھن سے کوئی سبق سیکھ سکتے ہیں۔ اور اگر سیکھ سکتے ہیں تو وہ سبق کیا ہے اور اُس سے کس طرح دیہ کی حالت کو سنبھالا جاسکتا ہے۔

چینی لوگ نئے لوگ راج کے قائم ہونے کو 'آزادی' (لیبریشن) نام سے پکارتے ہیں۔ آزادی کے پہلے وہاں کوکینٹاگ پارٹی کا راج تھا جس کے سرسور جنرل چیاوگ کاہی شہر ہے۔ اس سرکار کی راہ تھی کہ چین کی بددلی ہئی آزادی کی ضرورت کے متواتر وہاں آناج نہیں پیدا ہوتا اور اسلئے آناج باہر سے ملانا چاہئے۔ سچ یہ ہے کہ ویدہ سے، خاص کر امریکہ سے، کروڑوں من اٹا کرتا تھا۔ اس پر بھی ویدہ کے کسی زبہ کسی حصے میں اگال پڑتا تھا یا کھانے کی کسی کی شکایت دھتی تھی۔ کچھ علاقوں میں بارہ کی وجہ سے کھیتی کرنا ناممکن تھا۔ دوسروں میں پانی نہ برسے کی وجہ سے بلاتا دھار ہو جاتا تھا۔ پھر اوپر سے سواری کی فطرت تھی جس کی وجہ سے مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کے اٹے آناج ادھر سے ادھر آسانی سے آ جانا نہیں سکتا تھا۔

آزادی کے پہلے چھن میں کافی نوٹوں کی اتلی بھرمار تھی کہ سن 1939 والی لوٹائی کے پہلے چلتے نوٹ زیادہ چلتے تھے اُس کے مقابلے 1770 کھرب گئے نوٹ زیادہ چلتے لگ گئے تھے۔ سن 1940 اور 1948 کے بیچ کی اس حالت کی یہ جانکاری ہمیں چھن کے پمپلس بیلک کے مکھیا سے ہی ملی ہے۔ چھڑوں کے بھاڑ اتلی شدت سے بڑے گئے تھے کہ سن کر طبیعت دنگ رہ جاتی تھی۔ لوٹائی کے پہلے اگر کسی آدمی کا سو اکانی سے کام چلتا تھا تو اُس وقت 13884000 کھرب اکائیاں چاہئے تھیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس دس ہزار چھیلی ڈالر ہوتے تو اُس سے وہ دیاسلائی کی ایک کانتی بھی نہیں خرید سکتا تھا پوری دیاسلائی کی پوتی کی تو بات ہی کیا ہے۔ اس کے علاوہ لوگوں کا کہنا ہے کہ اُس زمانے میں چھن کے چھسے کھوس خور حاکم دنیا میں اور کہیں مشکل سے تھے۔ بڑے بڑے کارخانے والے، فوجی سامان کا بھوپار کرنے والے، زمیندار اور دھوس لوگ عیش آرام کرتے تھے اور بھوک ولس کی زندگی بتاتے تھے، لیکن لاکھوں کروڑوں غریبی اور بے کسی میں سے جارہے تھے۔ اُس کا ضروری نتیجہ یہ تھا کہ بے روزگاری، دیشاپن اور بھکمڈگی کا دیش بھر میں بول بالا تھا۔

1949 میں جب نئے سرکار نے راج سنبھالا تو پہلا اُرادہ اُس نے یہ کیا کہ دیش میں سے غریبی ختم کر کے

ہمارے اس دورے سے ایک خیال ہر کسی کے اندر پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ کیا ہم ہندوستان کے لوگ بھی چھن سے کوئی سبق سیکھ سکتے ہیں۔ اور اگر سیکھ سکتے ہیں تو وہ سبق کیا ہے اور اُس سے کس طرح دیہ کی حالت کو سنبھالا جاسکتا ہے۔

چینی لوگ نئے لوگ راج کے قائم ہونے کو 'آزادی' (لیبریشن) نام سے پکارتے ہیں۔ آزادی کے پہلے وہاں کوکینٹاگ پارٹی کا راج تھا جس کے سرسور جنرل چیاوگ کاہی شہر ہے۔ اس سرکار کی راہ تھی کہ چین کی بددلی ہئی آزادی کی ضرورت کے متواتر وہاں آناج نہیں پیدا ہوتا اور اسلئے آناج باہر سے ملانا چاہئے۔ سچ یہ ہے کہ ویدہ سے، خاص کر امریکہ سے، کروڑوں من اٹا کرتا تھا۔ اس پر بھی ویدہ کے کسی زبہ کسی حصے میں اگال پڑتا تھا یا کھانے کی کسی کی شکایت دھتی تھی۔ کچھ علاقوں میں بارہ کی وجہ سے کھیتی کرنا ناممکن تھا۔ دوسروں میں پانی نہ برسے کی وجہ سے بلاتا دھار ہو جاتا تھا۔ پھر اوپر سے سواری کی فطرت تھی جس کی وجہ سے مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کے اٹے آناج ادھر سے ادھر آسانی سے آ جانا نہیں سکتا تھا۔

آزادی کے پہلے چھن میں کافی نوٹوں کی اتلی بھرمار تھی کہ سن 1939 والی لوٹائی کے پہلے چلتے نوٹ زیادہ چلتے تھے اُس کے مقابلے 1770 کھرب گئے نوٹ زیادہ چلتے لگ گئے تھے۔ سن 1940 اور 1948 کے بیچ کی اس حالت کی یہ جانکاری ہمیں چھن کے پمپلس بیلک کے مکھیا سے ہی ملی ہے۔ چھڑوں کے بھاڑ اتلی شدت سے بڑے گئے تھے کہ سن کر طبیعت دنگ رہ جاتی تھی۔ لوٹائی کے پہلے اگر کسی آدمی کا سو اکانی سے کام چلتا تھا تو اُس وقت 13884000 کھرب اکائیاں چاہئے تھیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس دس ہزار چھیلی ڈالر ہوتے تو اُس سے وہ دیاسلائی کی ایک کانتی بھی نہیں خرید سکتا تھا پوری دیاسلائی کی پوتی کی تو بات ہی کیا ہے۔ اس کے علاوہ لوگوں کا کہنا ہے کہ اُس زمانے میں چھن کے چھسے کھوس خور حاکم دنیا میں اور کہیں مشکل سے تھے۔ بڑے بڑے کارخانے والے، فوجی سامان کا بھوپار کرنے والے، زمیندار اور دھوس لوگ عیش آرام کرتے تھے اور بھوک ولس کی زندگی بتاتے تھے، لیکن لاکھوں کروڑوں غریبی اور بے کسی میں سے جارہے تھے۔ اُس کا ضروری نتیجہ یہ تھا کہ بے روزگاری، دیشاپن اور بھکمڈگی کا دیش بھر میں بول بالا تھا۔

1949 میں جب نئی سرکار نے راج سنبھالا تو پہلا اُرادہ اُس نے یہ کیا کہ دیش میں سے غریبی ختم کر کے

نئے چین کا سندھ

پہلی اکتوبر 1951 کو نئے چین کے لوگ راج کی دوسری سال گڑہ تھی۔ چین کی کئی سندسٹھاؤں کی یہ اچھا ہوئی کہ ہندستان دوسرے دیشوں کے قبلی ٹیشن اس خبری کے موقع پر ان کے ساتھ شریک ہوں۔ اس لئے ان سندسٹھاؤں نے جن میں پانچ خاص ہیں—کل چین پیس کونسل، کل چین فہڈریشن آف لہڈر، کل چین قیدورکریٹک ویملس فہڈریشن، کل چین قیدورکریٹک ورکرس فہڈریشن اور کل چین فہڈریشن آف لٹریچر اینڈ آرٹ سرکلز نے نئی دلی والے چھنی راج دت کے ذریعہ ہلد جلتا کے ایک قبلی ٹیشن کے آنے کے لئے دعوت نامہ بھجوا اور یہ اچھا ظاہر کی کہ اس قبلی ٹیشن میں ہلد چین دوستی سنگھ، کل ہلد پیس کونسل، ٹریڈ یونین اور ویمن حالتوں کے بدتی ندھی اور ہلدستان کے ناسی ودوان، لہٹک، سائنس دان، شکشا شاستری وفیرہ ہی شامل ہوں۔ یہ دعوت نامہ ستمبر کے پہلے ہفتے کے آخر میں ملا تھا اور دلی سے ہوائی جہاز میں روانہ ہرنے کی آخری تاریخ 20 ستمبر تھی۔ اسلئے جلدی جلدی میں سب انتظام کوا کوا۔ پور بھی یہ ٹیشن کی کئی کہ قبلی ٹیشن میں سب صوبوں کے اور طرح طرح کی وچار دھارا والے لوگ ہوں۔

قدیمی لکھنؤ کے 13 ممبر تھے اور 2 سکریٹری، چوں
میں ہم لوگ 39 دن تک رہے۔ دیکھیں سے لے کر اتر تک
ہم نے چین کے ساتھ بڑے بڑے شہر دیکھے۔ کیلٹن،
پکنگ، مکن، ٹنٹسن، نانکنگ، شنگھائی اور ہانگ
چو۔ ہم نئے چین کی ہونہور ستھوں، اسکولوں، کالجوں،
بچی اور سرکاری کارخانوں، گاؤں اور بازار ہاتھوں میں بھی گئے۔
ہم نے وہاں کی عدالتوں کو کام کرتے دیکھا۔ چین کے نئے
لوگ سلگتھیلوں کے کام کرنے کی طریقوں کو دیکھا سمجھا۔
ہم نے وہاں کے سلیم، تھپتر، دیہانی اور دستکاری
نمائشیں دیکھیں۔ ہمارے لوپر کوئی پابندی نہیں
تھی۔ ہم جہاں چاہیں جاسکتے تھے جو چاہیں دیکھ
سکتے تھے۔ کیا سرکار کیا چلتا، سبھی ہمارے ساتھ پریم
ہے پیس آئے اور دل کھول کر بات کرتے تھے۔

شुरू۔ ہندوستان کی بڑی انقلاب—سوپریم کورٹ کے جج جاسٹس کا دھانست ہو گیا۔

7. روسی انقلاب کی 34 ویں سالگرہ—ماسکو میں پریڈ۔ شانتی کے لیے امریکی راج پتی ٹرمین کا براڈکاسٹ—نہایت کرنے کے لیے تین مہ ماہی پوجنا کرمیر کانون سہا کا اجلاس ختم۔

8. روسی بیڈش منتری، ویشنسکی کا پانچوں بڑی تاکتوں کی میڈنگ کے لیے سوما۔ ورلڈ بینک میشن بھڑے پھنچا—ہندوستان میں پانچ ہفتے رہے گا۔

9. سٹو شہر اور پورٹ سڈھ میں کاروبار بند۔ کناڈا ہندوستان کو ایک کروڑ ڈالرز کا گھڑے گا۔

10. سیکیورٹی کونسل نے کشمیر کے معاملے میں ڈاکٹر براہم کو ڈی ہفتوں کی موہلت اور دی۔ سیریا کی سرکار نے سٹیکا دے دیا۔ بیک پوربی فوجی دل ہلانے کے لیے فرانس، امریکا، بریتن اور روس کی طرف سے بیان۔

11. بیک پوربی فوجی دل والوں کے بیان پر آجرام پارا کا پتراس۔ سڈان میں ”مشرک موہے“ کے نام سے ایک نیا آندولن۔ اتر پردیش کے 11 پوربی جیلوں کے 13000 گاؤں کے 31 لاکھ لوگوں کے لیے آناج کا ڈوٹا۔

12. بریتن کے بڑے بیکر امریکی راجپتی سے جن بڑی میں ملے گے۔ چناؤ خوبصورتی اور نہک دلی سے چلائے۔ پلڈت جواہر لال کی دیش بھر سے اہل۔

13. مصر میں تین دن کے لیے خطرے کی حالت ان۔ نہپال کے بڑے وزیر وانا کا استعفیٰ۔ آچاریہ جی بھودان یکہ کے سلسلے میں پھدل سفر کرتے دلی پہنچے۔

14. قاہرہ میں انگریزوں کے خلاف دن ملانے کے نیچ لاکھ کا جلوس — بڑے وزیر نھاس پاشا آگے آگے۔ عرب اور سیریا مصر کے حق میں ہوں۔ نہپال شری کوٹرا لائی ملسٹری ہلائگے۔ رزرو بیلک نے کی در تین فی صدی سے بڑھا کر ساڑھے تین فی کر دی۔

15. واشنگٹن میں ایرانی بڑے وزیر ڈاکٹر مصادق ن — ایران کی مالی حالت خطرے میں — امریکہ یہ دیلے سے انکار کر دیا۔ دکھنی افریقہ میں ملی دھمی کا کورے قانون پر ورودہ۔

1. روسی انقلاب کی 34 ویں سال گرہ — ماسکو پریڈ۔ شانتی کے لئے امریکی راج پتی ٹرمین کا براڈکاسٹ — نہایت کرنے کے لئے تین مہ ماہی پوجنا کرمیر کانون سہا کا اجلاس ختم۔

2. روسی ویدیش ملتری، ویشنسکی کا پانچوں بڑی تاکتوں کی میڈنگ کے لئے سوما۔ ورلڈ بینک میشن بھڑے پھنچا — ہندوستان میں پانچ ہفتے رہے گا۔

3. سوئز شہر اور پورٹ سعید میں کاروبار بند۔ ہندوستان کو ایک کروڑ ڈالر کا گدیوں دیا۔

4. سکیورٹی کونسل نے کشمیر کے معاملے میں آجرام کو چھ ہفتوں کی مہلت اور دی۔ سیریا کی سرکار نے سٹیکا دے دیا۔ بیک پوربی فوجی دل ہلانے کے لیے فرانس، امریکہ، بریتن اور روس کی طرف سے بیان۔

5. بیک پوربی فوجی دل والوں کے بیان پر آجرام کا اقتراض۔ سڈان میں ”مشرک موہے“ کے نام سے نیا آندولن۔ اتر پردیش کے 11 پوربی ضلعوں کے 13 گاؤں میں 31 لاکھ لوگوں کے لئے آناج کا ڈوٹا۔

6. بریتن کے بڑے وزیر امریکی راج پتی سے جنوری میں ملے گے۔ چناؤ خوبصورتی اور نہک دلی سے چلائے۔ پلڈت جواہر لال کی دیش بھر سے اہل۔

7. مصر میں تین دن کے لئے خطرے کی حالت ان۔ نہپال کے بڑے وزیر وانا کا استعفیٰ۔ آچاریہ جی بھودان یکہ کے سلسلے میں پھدل سفر کرتے دلی پہنچے۔

8. قاہرہ میں انگریزوں کے خلاف دن ملانے کے نیچ لاکھ کا جلوس — بڑے وزیر نھاس پاشا آگے آگے۔ عرب اور سیریا مصر کے حق میں ہوں۔ نہپال شری کوٹرا لائی ملسٹری ہلائگے۔ رزرو بیلک نے کی در تین فی صدی سے بڑھا کر ساڑھے تین فی کر دی۔

9. واشنگٹن میں ایرانی بڑے وزیر ڈاکٹر مصادق ن — ایران کی مالی حالت خطرے میں — امریکہ یہ دیلے سے انکار کر دیا۔ دکھنی افریقہ میں ملی دھمی کا کورے قانون پر ورودہ۔

26. **اگرچہ** میں نے **کھانا** کھا کر **دلی** چھوڑ دیا۔

27. **کوری** میں **سولہ** کی **بات** **چلتی** **جاری**۔ **تبت** کے **دلائی** **لاما** نے **چین** **سردار** کو **قبول** کیا۔ **گجرات** میں **اکال**۔ **مدھیہ** **بھارت** کا **دور** **کرتے** **ہوئے** **دوبہا** **جی** **اکو** **ملح** **میں** **گھوسے**۔

28. **چین** سے **ایک** **گڈویل** **میشن** **کلکتہ** **پہنچا**۔

29. **پوری** **اُتر** **پودیش** **میں** **فصل** **کی** **خرابی** سے **پانچ** **لاکھ** **آدمیوں** **کو** **نقصان**۔

30. **کیمبوڈیا** میں **فرانسیسی** **ہائی** **کمیشنر** **مار** **ڈالا** **گیا**۔ **بریتین** کے **کروچی** **افسروں** کا **آپس** **میں** **مشورہ**۔

31. **بہچ** **پوری** **پوکت** **میں** **شہر** **ہونے** **نہ** **ہونے** کے **واسطے** **روس** **کی** **چوٹاؤنی**۔ **ناروے** **اتلانتک** **پیکت** **میں** **شامل** **ہوگا**۔ **شہر** **نکر** **میں** **کشمیر** **قانون** **سیہا** کا **اجلاس** **شروع**۔ **ولایتی** **کھاد** **بلانے** **والے** **سندری** **(بہار)** کے **کارخانے** **میں** **کام** **شروع**۔

نومبر

1. **چین** نے **پانچ** **قزم** **ملح** **نامے** کے **لئے** **ایپل** **کی**۔ **انگریزی** **حاکموں** **کو** **مصر** **سردار** **کی** **چوٹاؤنی**۔ **تھائی** **لینڈ** **میں** **کمپونیسٹ** **کاروبار** **جورے** **پر**۔ **بنگال** کے **نپ** **گورنر** **ڈاکٹر** **ہرےندر** **کمار** **مکرجی** نے **بارج** **لیا**۔

2. **مراکو** میں **پولیس** **اور** **جنتا** **میں** **مٹہ** **بہو**۔ **پانچ** **آدمی** **ہلاک** **برتین** نے **مصر** **میں** **فوجوں** **پہنچائیں**۔ **ہلندگڈول** **مشن** — **صدر** **پلڈت** **سندرا** — **چین** سے **نئی** **دلی** **واپس** **آیا**۔

3. **مصر** **کی** **نہل** **ندی** **کی** **گھاٹی** **میں** **تول** **پر** سے **انگریزوں** نے **روک** **ٹوک** **ہٹالی**۔ **ہلندستان** **برسوں** **تک** **اناج** کے **معاملے** **میں** **سوالیسی** **نہیں** **ہو** **سکتا** — **کوالیار** **میں** **پلاننگ** **کوشش** کے **ایک** **ممبر** کا **بھان**۔

4. **اتلانتک** **پیکت** **میں** **شامل** **ہونے** **پر** **روس** **کی** **ترکی** **کو** **چوٹاؤنی**۔ **سہریا** **میں** **راج** **کاجی** **ہل** **چل**۔ **کھیتی** **کی** **تعلیم** کے **لئے** **ایک** **کل** **ہلد** **کونسل** **آف** **اگرکھلچرل** **ایجوکیشن** **بدائی** **جائے** **گی**۔

5. **مرب** **دیش** **مصر** کے **ساتھ** **ہیں** — **اعظم** **پاشا** کا **بھان**۔ **سوز** **نہر** کے **علاقے** **میں** **انگریزوں** کے **خلاف** **مصر** **والوں** نے **”آزادی“** **کی** **کارروائی** **شروع** **کی**۔ **دلی** **یونیورسٹی** نے **چین** **گڈول** **مشن** کے **صدر** **و** **ایک** **ممبر** **کو** **ڈاکٹریٹ** **کی** **تکری** **بھلتی** **کی**۔

6. **انگریزی** **نئی** **پارلیمنٹ** کے **کھلنے** **پر** **بادشاہ** **کی** **اسپیج**۔ **یو** **نو** **کی** **جنرل** **اسمبلی** کا **پورس** **میں** **اجلاس**۔

देश विदेश की डायरी

(16 अक्टूबर 1951 से 15 नवम्बर 1951 तक)

अक्टूबर

16. काहिरा और सिकंदरिया में अंगरेजों के खिलाफ सरगرمियां. कश्मीर के बारे में डाक्टर ग्राहम ने अपनी रिपोर्ट सिक्युरिटी काउंसिल में पेश की. पाकिस्तान के बड़े बच्चीर नवाब जादा लियाकत अली खां रावलपिंडी में गोली से मार दिये गए.

17. ख्वाजा नाजिमउद्दीन पाकिस्तान के बड़े बच्चीर और सैयद गुलाम मुहम्मद गझरनर जनरल मुकर्रर क्रिये गए. सत्यवती नगर (नई दिल्ली) में हिन्दू कांग्रेस का 57 वां इजलास शुरू.

18. मिस्र में स्वेज नहर के इलाके में अंगरेजी और मिस्री कौजों में मुकाबला. पंडित नेहरू की सफारत में कांग्रेस का खुला इजलास.

19. मिस्र सत्याग्रह करेगा—अंगरेजी चीजों का बहिष्कार शुरू. कांग्रेस का इजलास खत्म. 24 बरस पुरानी आल इंडिया स्टेटस पीपुल कान्फ्रेंस ने अपना संगठन खत्म किया.

20. दिल्ली में भारती जन संघ का डाक्टर शायमा प्रसाद मुखर्जी की सफारत में पहला जलसा. गुजरात से लेकर पंजाब तक 1000 मील लम्बे इलाके में कसल को भारी नुकसान.

21. कोरिया में अमरीकी और कम्युनिस्ट अफसर मुलाह की बात चीत करने को तैयार. बर्मा के बड़े बच्चीर नई दिल्ली पहुंचे.

22. स्वेज नहर की जहाजरानी पर अंगरेजों का कब्जा. चीनी नेता माओ-त्से-तुंग की अमरीका से ईमानदारी के लिये अपील. फारमूसा में जलजला.

23. मिस्र अपने हक के लिये लड़ने को तैयार—नहासपाशा का प्लान. कम्युनिस्टों ने तेलंगाना (हैदराबाद) में आन्दोलन बन्द किया. तालीम का ढंग बदलने के लिये बम्बई के बड़े बच्चीर बाला साहब की अपील.

24. यूनो डे दुनिया में जगह जगह मनाया गया. मिस्र में अंगरेजों के खिलाफ जगह जगह जुलूस व मीटिंग. सूबा सरहद में आजाद चुनाव के लिये पक्षतुनों की मांग.

25. ब्रिटेन में आम चुनाव. पन-मन-जू. (कोरिया) में मुलाह की बात चीत शुरू. हिमाचल प्रदेश में चुनाव शुरू.

दیش و دیش کی ڈائری

(16 اکتوبر 1951 سے 15 نومبر 1951 تک)

اکتوبر

16. قاہرہ اور سکندریہ میں انگریزوں کے خلاف سرگرمیاں. کشمیر کے بارے میں ڈاکٹر گراہم نے اپنی رپورٹ سیکورٹی کونسل میں پیش کی. پاکستان کے بڑے وزیر نواب زادہ لیاقت علی خاں راول پلڈی میں گولی سے مار دیے گئے.

17. خواجہ ناظم الدین پاکستان کے بڑے وزیر اور سید غلام محمد گورنر جنرل مقرر کیے گئے. ستھ وئی نگر (نئی دہلی) میں ہند کانگریس کا 57 واں اجلاس شروع.

18. مصر میں سوئز نہر کے علاقے میں انگریزی اور مصری فوجوں میں مقابلہ. پلڈت نہرو کی صدارت میں کانگریس کا کھلا اجلاس.

19. مصر سٹھائیر کریکا—انگریزی چیزوں کا بائی بکٹ شروع. کانگریس کا اجلاس ختم. 24 برس پرانی آل انڈیا اسٹیتس پیپول کانفرنس نے اپنا سڈکھتن ختم کیا.

20. دہلی میں بھارتی جن سنگھ کا ڈاکٹر شایما پرشاد مکرچی کی صدارت میں پہلا جلسہ. کھرات سے لیکر پنجاب تک 1000 میل لمبے علاقے میں فصل کو بھاری نقصان.

21. کوریا میں امریکی اور کمیونسٹ افسر صلح کی بات چیت کرنے کو تیار. برما کے بڑے وزیر نئی دہلی پہنچے.

22. سوئز نہر کی جہاز رانی پر انگریزوں کا قبضہ. چینی لیٹا ماوتسے تنگ کی امریکہ سے ایمان داری کے لئے اپیل. فارموسا میں زلزلہ.

23. مصر اپنے حق کے لئے لڑنے کو تیار—نصاح پاشا کا اعلان. کمیونسٹوں نے تھلنگانہ (حیدرآباد) میں آندولن بند کیا. تعلیم کا قلمک بدلنے کے لئے بھوکی کے بڑے وزیر بالا صاحب کی اپیل.

24. یونو ڈے دنیا میں جگہ جگہ ملایا گیا. مصر میں انگریزوں کے خلاف جگہ جگہ جلوس و مہلنگ. صوبہ سرحد میں آزاد چٹاؤ کے لئے پختونوں کی مانگ.

25. برٹین میں عام چٹاؤ. پن. من. جو. (کوریا) میں صلح کی بات چیت شروع. ہماچل پردیش میں چٹاؤ شروع.

فیر سے دوستی کا نام۔

اب ہم اپنے چینی دوستوں سے بیوا مانگتے ہیں۔ سیرک اپنے مہربانوں سے ہی نہیں بلکہ چین کی جنیتا سے بیوا مانگتے ہیں۔ جنیتا کی طرف سے سوائت اور شبہ کا مذاق جہاں بھی ہم گئے ہر جگہ ہمیں ملتی رہی۔ پوکنگ یا ٹیلسن، نانکن یا شنگھائی، کھنٹن یا مکدن، گاؤں یا کارخانے، یونیورسٹی یا اسکول، عدالتوں یا تھوٹر، سچ یہ ہے کہ سوکوں گلہوں تک میں اجنبی لوگوں نے بھائی چارے و دوستی کی مسکن کے ساتھ ہمارا سوائت کیا۔

اب ہم واپس جا رہے ہیں۔ اسے وقت اپنی احسان مندی دیکھانے کا ہمارے پاس سیرک ایک ہی چیز ہے۔ وہ یہ کہ اپنے لوگوں کے پاس—جن کے پرانی ندھی بن کر ہم یہاں آئے—جا کر ہم وہ شبہ کا مذاق نہیں پہنچا دیں جو نئے چین کی چلتا اور نہتاؤں سے ہمیں ملے۔ اور اس اچڑ بھڑی ہر پہلو ترقی کی بھی جانکاری انہیں دیں جو آپ کے دو برسوں میں کی ہے۔ اس طرح ہم کو آپ کو ملے والے پریم اور دوستی کے—جو سبیلدھ دو ہزار برس سے چلے آتے ہیں—بلندن میں باندھنے والے پھانے کو پھر سے چور کر ہم مضبوط اور پکا کریں گے۔

سندر لال (صدر)

آر. کے. کرنجیا.

ٹی. چکرورتی.

(بھن) ہنا سہن.

جے. سی. کمارپا.

خواجہ احمد عباس.

وی. کے. آر. وی. راہ.

جی. پی. ہتھیوہ.

نرمال بھٹاچاریہ.

ایم. بھگوریا.

وی. کلہانم.

اور پرشوتم پرشاد.

سندر لال (صدر)

آر. کے. کرنجیا.

ٹی. چکرورتی.

(بھن) ہنا سہن.

جے. سی. کمارپا.

خواجہ احمد عباس.

وی. کے. آر. وی. راہ.

جی. پی. ہتھیوہ.

نرمال بھٹاچاریہ.

ایم. بھگوریا.

وی. کلہانم.

اور پرشوتم پرشاد.

پونرجنم ہو رہا ہے۔ ہمارے چینی भाईयों کے پاس یوں کا 'انوبھو' اور جانکاری ہے۔ ان کے اندر صدیوں پورانی انسانانی کلچر کے سنسکار ہیں۔ سیکڑوں برسوں کی 'داری'، غلامی اور سامراج 'شاہی' شوشن کے ان کی ہمت اور نیکی میں رتی بھر بھی فرق آیا ہے۔ اب ہمارے ان بھائیوں کو پریرنا اور شکتی نہ سوتا مل گیا ہے جو انہوں ہمیشہ مست رکھتا رہا ہے۔ چھٹی کی نئی سرکار اور اس کے نیچے میں ماؤتسے تلگ جو جی جان سے اپنے لوگوں کو بڑا نہیں لگے ہوئے ہیں۔

آجادی کے بعد دو برس کے اندر کلاسی فیر-بناو کے کام کے سبھی دایروں میں جو ترکتی انہوں نے کی ہے اس سے ان کے سبھی نیشوں کو پریرنا ملتی ہے۔

جو نئی ہوئی تبدیلیاں ہم نے یہاں دیکھیں ان سے صرف دو کی طرف ہم اشارہ کر سکتے ہیں۔ ایک ہے چین کا زمین سوچار جس کی بدولت تیس کروڑ کسان صدیوں کی غلامی سے مکت ہو گئے۔ یہ ایسا قدم ہے جو دنیا کے انہاس میں کبھی نہیں ملتا۔ اے یہاں کا نیا شادی قانون جس نے چین کی کو آزادی اور برابری کا درجہ دیا ہے۔ اس چھو بہت دور گامی اثر ساری دنیا کی خاصکر ایشیا کی پر پڑنے والا ہے۔

لوگوں کی اونچی بھارنا۔

یہاں کے مزدور اور کسان پیداوار کے بڑے بھاری کام میں لگے ہیں۔ ان کے دیس پریم کی آہا اور ایک بو کر لکھن سے کام کرنے کی عادت دیکھ کر ہم دنگ رہ گئے۔ چھٹی کے نوجوانوں کی اونچی بھارنا اور ان کا جذبہ دیکھ کر بھی ہم پر بہت اثر پڑا۔ ہم نے اے کہ اپنے دیس کی آنے والی بہتری کی خاطر یہ مرد عورت خوشی خوشی تکلیفیں سہہ رہے ہیں۔ جس آتم وشواس کے ساتھ اپنے ننھے گلہروں پر بھاری سے بوجھ اٹھا رہے ہیں وہ تو کمال کی بات ہے۔

مزدور طبقہ کے یا جنگ آزادی کے بہادر مرد عورتوں کو ہمارے سامنے ایک نئی دنیا ہی پیش کر دی۔ انہوں نے اندر کی رچاناک بھادری میں نچی کامیابی اور نری کی شان عظمت کے ساتھ ساتھ کل دیس کے کا ہت بہت ہی سندر ڈھلگ سے پہنستا ہے۔ اور چھٹی کے بچوں کو دیکھ کر تو ہمارا من ہی موہتا ہے۔ ان کے چمکتے ہلکے منہ اور پرسن چہروں میں چھٹی کے انہاس کے نئے سوہرے کی آہا نئی پڑی۔

یہاں کے مزدور اور کسان پیداوار کے بڑے بھاری کام میں لگے ہیں۔ ان کے دیس پریم کی آہا اور ایک بو کر لکھن سے کام کرنے کی عادت دیکھ کر ہم دنگ رہ گئے۔ چھٹی کے نوجوانوں کی اونچی بھارنا اور ان کا جذبہ دیکھ کر بھی ہم پر بہت اثر پڑا۔ ہم نے اے کہ اپنے دیس کی آنے والی بہتری کی خاطر یہ مرد عورت خوشی خوشی تکلیفیں سہہ رہے ہیں۔ جس آتم وشواس کے ساتھ اپنے ننھے گلہروں پر بھاری سے بوجھ اٹھا رہے ہیں وہ تو کمال کی بات ہے۔

مزدور طبقہ کے یا جنگ آزادی کے بہادر مرد عورتوں کو ہمارے سامنے ایک نئی دنیا ہی پیش کر دی۔ انہوں نے اندر کی رچاناک بھادری میں نچی کامیابی اور نری کی شان عظمت کے ساتھ ساتھ کل دیس کے کا ہت بہت ہی سندر ڈھلگ سے پہنستا ہے۔ اور چھٹی کے بچوں کو دیکھ کر تو ہمارا من ہی موہتا ہے۔ ان کے چمکتے ہلکے منہ اور پرسن چہروں میں چھٹی کے انہاس کے نئے سوہرے کی آہا نئی پڑی۔

یہاں کے مزدور اور کسان پیداوار کے بڑے بھاری کام میں لگے ہیں۔ ان کے دیس پریم کی آہا اور ایک بو کر لکھن سے کام کرنے کی عادت دیکھ کر ہم دنگ رہ گئے۔ چھٹی کے نوجوانوں کی اونچی بھارنا اور ان کا جذبہ دیکھ کر بھی ہم پر بہت اثر پڑا۔ ہم نے اے کہ اپنے دیس کی آنے والی بہتری کی خاطر یہ مرد عورت خوشی خوشی تکلیفیں سہہ رہے ہیں۔ جس آتم وشواس کے ساتھ اپنے ننھے گلہروں پر بھاری سے بوجھ اٹھا رہے ہیں وہ تو کمال کی بات ہے۔

لوگوں کی اونچی بھارنا۔

یہاں کے مزدور اور کسان پیداوار کے بڑے بھاری کام میں لگے ہیں۔ ان کے دیس پریم کی آہا اور ایک بو کر لکھن سے کام کرنے کی عادت دیکھ کر ہم دنگ رہ گئے۔ چھٹی کے نوجوانوں کی اونچی بھارنا اور ان کا جذبہ دیکھ کر بھی ہم پر بہت اثر پڑا۔ ہم نے اے کہ اپنے دیس کی آنے والی بہتری کی خاطر یہ مرد عورت خوشی خوشی تکلیفیں سہہ رہے ہیں۔ جس آتم وشواس کے ساتھ اپنے ننھے گلہروں پر بھاری سے بوجھ اٹھا رہے ہیں وہ تو کمال کی بات ہے۔

مزدور طبقہ کے یا جنگ آزادی کے بہادر مرد عورتوں کو ہمارے سامنے ایک نئی دنیا ہی پیش کر دی۔ انہوں نے اندر کی رچاناک بھادری میں نچی کامیابی اور نری کی شان عظمت کے ساتھ ساتھ کل دیس کے کا ہت بہت ہی سندر ڈھلگ سے پہنستا ہے۔ اور چھٹی کے بچوں کو دیکھ کر تو ہمارا من ہی موہتا ہے۔ ان کے چمکتے ہلکے منہ اور پرسن چہروں میں چھٹی کے انہاس کے نئے سوہرے کی آہا نئی پڑی۔

اس کام کو انجام دینے کے لیے دس لاکھ نئے ماسٹر بھرتی کیے جا رہے ہیں۔ انکو ٹریننگ دی جا رہی ہے اور کچھ دنوں بعد لوگ شہر کی کالجوں کی کلاسز کی تاداد میں کم سے کم بیس لاکھ جوان مرد بھرتی ہوں گے۔

تالیف کی مینسٹری اپنے اس عظیم کام کو پورا کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ پہلا قدم اٹھا لیا گیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اپنے کام میں ہم کامیابی حاصل کریں گے۔ اس کامیابی کی گارنٹی مارکس واد-لینن واد کے اصول ہیں، مائو-تسے-توں کے ہدایت ہیں اور چینی کمیونسٹ پارٹی کی رہنمائی ہے۔

('شہنشاہی نوجوان' سے)

اس کام کو انجام دینے کے لیے دس لاکھ نئے ماسٹر بھرتی کیے جا رہے ہیں، ان کو ٹریننگ دی جا رہی ہے اور کچھ دنوں بعد لوگ شہر کی کالجوں کی کلاسز کی تاداد میں کم سے کم بیس لاکھ جوان مرد بھرتی ہوں گے۔

تعلیم کی مینسٹری اپنے اس اہم کام کو پورا کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ پہلا قدم اٹھا لیا گیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اپنے کام میں ہم کامیابی حاصل کریں گے۔ اس کامیابی کی گارنٹی مارکس واد-لینن واد کے اصول ہیں، مائو-تسے-توں کے ہدایت ہیں اور چینی کمیونسٹ پارٹی کی رہنمائی ہے۔

('شہنشاہی نوجوان' سے)

چین کی جیت

(ہندو گوبندل میشن کا بیان)

چین میں ہم لوگ چار ہفتے رہے۔ اسکی یاد ہمیں ہمیشہ بنی رہے گی۔ اس عرصے میں ہم نے جو بہت سے اچھے دوست عزیز بنائے ان سے اب ہمیں جدا ہونا پڑ رہا ہے۔ ہم اپنے دیس واپس جا رہے ہیں۔ لیکن اپنے اس سفر کی لہجہ بازی یاد بھلائے نہ بھولے گی۔ یہاں پر جو صحبت، دوستی، سوانح، آؤ بہت ہماری کی گئی ان کے ہوجہ سے ہم دیے جاتے ہیں اور نہ ہم انہیں کبھی بھول سکتے ہیں۔

چین کی جیت لوگ سلسلہ میں نے بڑے پریم کے ساتھ ہمیں بلایا تھا — چھوٹے چین میں کھیتی، کل چین فیکٹریشن آف لیبر، کل چین فیکٹریشن آف ڈیموکریٹک ریمن، کل چین اسوشیشن آف وائٹس اینڈ آرٹسٹس اور نچو ڈیموکریٹک یوتھ لیگ — ان کے ہم کلمے احسان ملد ہیں ہم کہ نہیں سکتے۔ چھٹی لوگ واپس کی دوسرے سال کر کے موقع پر ہمارے ان میزبانوں نے ہماری جو خاطر کی وہ بہان سے باہر ہے۔ انہوں نے بے حد تکلیفوں برداشت کر کے ہمیں ہر طرح کا آرام پہنچانے کی کوشش کی۔ یہی نہیں، انہوں نے ہمیں موقع دیا کہ نئے چین کے جہوں کے جدا جدا پہلوؤں کو اچھی طرح دیکھیں اور سمجھیں۔

چین کی انقلابی ترقی۔

چین کی انقلابی ترقی۔

اس موقع کے لئے خاص طور سے احسان ملد ہیں کیونکہ ہمیں یہ دیکھنے کی خوش قسمتی حاصل ہوئی کہ کس طرح ایک پراچین اور مہان دیس کا شاندار

اس موقع کے لئے خاص طور سے احسان ملد ہیں کیونکہ ہمیں یہ دیکھنے کی خوش قسمتی حاصل ہوئی کہ کس طرح ایک پراچین اور مہان دیس کا شاندار

उपदेशों की मदद से चीन के तालीमी कार्यक्रमों की सफलता के साथ अपने आदर्शवाद को फिर से नई शक्त देने का काम कर रहे हैं।

चीन में धीरे धीरे खेती सुधार का प्रोग्राम पूरा हो रहा है, खेती और दस्तकारी-कारखानों का विकास हो रहा है और वह अपने रंग में आ रहे हैं, जनता के रहन सहन का दर्जा ऊँचा उठ रहा है और क्रांती रचना के लिये बड़े पैमाने वाली योजनाएँ भी अमल में आ रही हैं। इनकी वजह से हमारे तालीमी निजाम पर बड़ी जिम्मेदारी आ पड़ी है—राष्ट्रीय पुनर्रचना के काम के लिए काफ़ी तादाद में जवानों को तैयार करना और साथ ही साथ देश के बच्चों की तालीमी की मांग पूरी करना। पिछले दो बरस का काम हमारे आगे के काम के मुकाबले में, जैसा चेयरमैन माओ-त्से-तुंग ने एक बार कहा था, “दस हजार कोस के सफ़र का सिर्फ़ पहला क़दम” जैसा है।

इन नई बढ़ती हुई मांगों को पूरा करने के लिये चीनी सरकार की इन्तज़ामिया कौन्सिल ने 10 अगस्त 1951 को पुराने स्कूली तरीक़े के सुधार के लिये ठहराव पास किए और चीनी लोकराज की मंज़िल के पहले क़दम के लिये नया स्कूली तरीक़ा जारी किया। यह नया तरीक़ा इस बात की गारंटी होगा कि सब काम करने वालों और उनके बच्चों को तालीमी आसानियों का आनन्द लूटने का पूरा मौक़ा मिले। इसकी बढ़ती जनता में का हर मर्द-औरत—जिसमें जो तासीर है—उसके मुताबिक़ सच्चे और पक्के तौर पर देश निर्माण के काम में हाथ बंटा सकेगा।

दस लाख नए मास्टर्स की ट्रेनिंग.

लोक तालीमी के चीनी कार्यकर्ता अपने अन्दर के एन्कलावी जज़बे का सही इस्तेमाल कर रहे हैं। इसकी बदौलत वह अपनी आरज़ी अइच्चनों और कमियों का मुकाबला आसानी से कर लेते हैं। आने वाले कुछ बरसों में उन्हें एक डेढ़ लाख के करीब ट्रेन्ड जवान मर्द औरत तैयार करना है जो देश निर्माण में जोरदार हिस्सा ले सकें और पाँच लाख मामूली जवान तैयार करना है। इनका काम है कि सारे चीन के किसान और मजदूर बुनियादी लिखरी तालीमी पा जाएं। उनका यह भी काम है कि कारख़ानों में लगे सभी आदमियों को राजकाजी तालीमी मिल जाए और उनके बीच से ज़हालत एक दम ख़त्म हो जाए। राजकाजी तालीमी हर किसान को देनी है और लिखना देना भी उनमें से बहुत से जवानों को सिखाना है। हमारे इमने दूसरा फ़ौरी मक़सद यह है कि स्कूल जाने वाली घर के बच्चों में से 80 फ़ी सदी के ऊपर बच्चों को तालीमी पाने की आसानी मिले और देश के जितने जवान इन सबको तालीमी के लिये पूरे पूरे साधन होने चाहियें।

अधिकांशों की मदद से चीन के तालीमी कार्यकर्ता भी लगे हैं। साथ ही आदमी को भी नई शक्ति देने का काम कर रहे हैं।

चीन में दस लाख नए मास्टर्स की ट्रेनिंग का प्रोग्राम पूरा हो रहा है। कौन्सिल और दस्तकारी-कारख़ानों का विकास हो रहा है और वह अपने रंग में आ रहे हैं, जनता के रहन सहन का दर्जा ऊँचा उठ रहा है और क्रांती रचना के लिये बड़े पैमाने वाली योजनाएँ भी अमल में आ रही हैं। इनकी वजह से हमारे तालीमी निजाम पर बड़ी जिम्मेदारी आ पड़ी है—राष्ट्रीय पुनर्रचना के काम के लिए काफ़ी तादाद में जवानों को तैयार करना और साथ ही साथ देश के बच्चों की तालीमी की मांग पूरी करना। पिछले दो बरस का काम हमारे आगे के काम के मुकाबले में, जैसा चेयरमैन माओ-त्से-तुंग ने एक बार कहा था, “दस हजार कोस के सफ़र का सिर्फ़ पहला क़दम” जैसा है।

इन नई बढ़ती हुई मांगों को पूरा करने के लिये चीनी सरकार की इन्तज़ामिया कौन्सिल ने 10 अगस्त 1951 को पुराने स्कूली तरीक़े के सुधार के लिये ठहराव पास किए और चीनी लोकराज की मंज़िल के पहले क़दम के लिये नया स्कूली तरीक़ा जारी किया। यह नया तरीक़ा इस बात की गारंटी होगा कि सब काम करने वालों और उनके बच्चों को तालीमी आसानियों का आनन्द लूटने का पूरा मौक़ा मिले। इसकी बदौलत वह अपनी आरज़ी अइच्चनों और कमियों का मुकाबला आसानी से कर लेते हैं। आने वाले कुछ बरसों में उन्हें एक डेढ़ लाख के करीब ट्रेन्ड जवान मर्द औरत तैयार करना है जो देश निर्माण में जोरदार हिस्सा ले सकें और पाँच लाख मामूली जवान तैयार करना है। इनका काम है कि सारे चीन के किसान और मजदूर बुनियादी लिखरी तालीमी पा जाएं। उनका यह भी काम है कि कारख़ानों में लगे सभी आदमियों को राजकाजी तालीमी मिल जाए और उनके बीच से ज़हालत एक दम ख़त्म हो जाए। राजकाजी तालीमी हर किसान को देनी है और लिखना देना भी उनमें से बहुत से जवानों को सिखाना है। हमारे इमने दूसरा फ़ौरी मक़सद यह है कि स्कूल जाने वाली घर के बच्चों में से 80 फ़ी सदी के ऊपर बच्चों को तालीमी पाने की आसानी मिले और देश के जितने जवान इन सबको तालीमी के लिये पूरे पूरे साधन होने चाहियें।

दस लाख नए मास्टर्स की ट्रेनिंग.

लोक तालीमी के चीनी कार्यकर्ता अपने अन्दर के एन्कलावी जज़बे का सही इस्तेमाल कर रहे हैं। इसकी बदौलत वह अपनी आरज़ी अइच्चनों और कमियों का मुकाबला आसानी से कर लेते हैं। आने वाले कुछ बरसों में उन्हें एक डेढ़ लाख के करीब ट्रेन्ड जवान मर्द औरत तैयार करना है जो देश निर्माण में जोरदार हिस्सा ले सकें और पाँच लाख मामूली जवान तैयार करना है। इनका काम है कि सारे चीन के किसान और मजदूर बुनियादी लिखरी तालीमी पा जाएं। उनका यह भी काम है कि कारख़ानों में लगे सभी आदमियों को राजकाजी तालीमी मिल जाए और उनके बीच से ज़हालत एक दम ख़त्म हो जाए। राजकाजी तालीमी हर किसान को देनी है और लिखना देना भी उनमें से बहुत से जवानों को सिखाना है। हमारे इमने दूसरा फ़ौरी मक़सद यह है कि स्कूल जाने वाली घर के बच्चों में से 80 फ़ी सदी के ऊपर बच्चों को तालीमी पाने की आसानी मिले और देश के जितने जवान इन सबको तालीमी के लिये पूरे पूरे साधन होने चाहियें।

رہنما کے کام میں سب سے زیادہ فائدہ مند ثابت ہو سکتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ آج ہمارے کالجوں کو دونا دھنسا ہے کہ پوری تعداد میں ودیارتھی نہیں ملتے کیونکہ سرکاری اسکول میں تعلیم لینے کے بعد وہ باہر کام پر نکل جاتے ہیں۔ زمین کے بتوارے کے بعد کسان ماں باپ اُن کی آنکھیں شان سے چمکتی ہوتی ہیں۔ اپنے بچوں کو لے کر اسکول چلتے چلے آتے ہیں اور اُن کے داخلے کی مانگ کرتے ہیں۔ بہت سے پرائمری اسکول تو ایک دم بھر گئے ہیں اور سب اُسٹڈنٹوں کو بھرتی کرنے سے مجبور ہیں۔ کچھ کسان جو اوپر کے بوجھوں سے محنت ہو کر خود مختار بن گئے ہیں۔ اپنے ہی بل پر بڑی تعداد میں نئے نئے اسکول کھول دیئے ہیں۔ لوگوں کی اس تعلیمی پیاس سے شکشکوں یا ماسٹروں کے اندر شدت کی آگ بھڑک اُٹھتی ہے۔ وہ سوچتے ہیں کہ ہماری لوک شکشا کا بہوشہ کتنا سندر ہونے جارہا ہے اور لوگ شکشک ہونا کتنے گورو کی بات ہے۔

آج چینی جہوں کے ہر پہلو میں نئے و پرانے میں کشمکش ہو رہی ہے۔ اس وجہ سے سماج کے ہر دائرے میں بڑی بڑی تبدیلیاں زوروں سے ہو رہی ہیں۔ ہمارے لہلوں آندوللوں سے امریکی حملے کا مقابلہ اور کوریا کو امداد، کھیتی سداہار اور غیر انقلابی لوگوں کو دہانا۔ چلتا کی تعلیم سچھلتا سے آپ سے آپ ہوتی ہے۔ چوں کے ساتھ 47 کروڑ بھائی بھلوں میں دیش پریم کے ساتھ انٹر قومی بھارتی اچھی طرح بڑھ رہی ہے۔ اتھاس کا یہ تقاضہ ہے کہ جب دوسرے بڑھ چلے جارہے ہوں تو ایک آدمی کھانا نہیں دے سکتا۔ چوں کی کھری سماجی تبدیلیوں کا اثر وہاں کی تعلیم پر بھی پڑا ہے۔ آپ سے آپ اُس میں سداہار ہو رہا ہے اور یہ اونچے درجے کی طرف جا رہی ہے۔

ابھی حال میں ایک تحریک چلائی گئی۔ اُس میں تعلیم کے اندر "سداہار واد" پر جو پرانے خیال تھے اُن پر چرچا اور بحث کی گئی۔ یہ سداہار واد انقلابی آندولن کے راستے میں رکاوٹ پیدا کر دیتا ہے۔ اِس تحریک میں ہمارے سبھی کارکن شریک ہوئے اور پرانے آدرش واد کے اثر کے خلاف آندولن نے زور پکڑا۔ اِس طرح کی گھبھور بحثوں سے طرح طرح کے تعلیمی سداہاروں کے لئے خاصا دماغی مسالہ ملتا ہے۔ اور ویش کو کریکولم کے اور پرمائی کا کورس بدلنے میں۔ جو تعلیمی انقلاب میں سب سے زیادہ اہمیت رکھنے والی چیزیں ہیں۔ اِس کے اندر یہ لامی تھا کہ دنیا یا وشو کے بارے میں جو دو الگ الگ رائے ہیں اُن میں مقابلہ ہو۔ یعنی آدرش واد اور بھونک واد میں مقابلہ۔ مارکس واد، لہلوں واد اور ماؤتسے تلک کے

ابھی حال میں ایک تھریک چلائی گئی۔ اُس میں تعلیم کے اندر "سداہار واد" پر جو پرانے خیال تھے اُن پر چرچا اور بحث کی گئی۔ یہ سداہار واد انقلابی آندولن کے راستے میں رکاوٹ پیدا کر دیتا ہے۔ اِس تحریک میں ہمارے سبھی کارکن شریک ہوئے اور پرانے آدرش واد کے اثر کے خلاف آندولن نے زور پکڑا۔ اِس طرح کی گھبھور بحثوں سے طرح طرح کے تعلیمی سداہاروں کے لئے خاصا دماغی مسالہ ملتا ہے۔ اور ویش کو کریکولم کے اور پرمائی کا کورس بدلنے میں۔ جو تعلیمی انقلاب میں سب سے زیادہ اہمیت رکھنے والی چیزیں ہیں۔ اِس کے اندر یہ لامی تھا کہ دنیا یا وشو کے بارے میں جو دو الگ الگ رائے ہیں اُن میں مقابلہ ہو۔ یعنی آدرش واد اور بھونک واد میں مقابلہ۔ مارکس واد، لہلوں واد اور ماؤتسے تلک کے

کے لیے پانچ بڑے بڑے انقلابی کالج کھولے گئے ہیں۔ ان میں سے ہزاروں لاکھوں مرد و عورت اب تک راج کاجی لایم پنا بھی چکے ہیں۔

1951 کے پہلے دور تک چین کے 5100 سے کم اسکولوں میں پڑنے والوں کی تعداد 15,70,000 تھی۔ ان کی تالیف 201 تنظیمیں تھیں (یونیورسٹی، کالج، کلاس ٹریننگ کے اسکول) جن میں 1951 کے شروع میں 1,28,000 طلبہ تھے۔ ان سے کم اسکولوں اور ان کی تنظیموں میں رہتی لڑائی کے پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔

ان کامیابیوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی دھیان دینے کی بات ہے کہ سارے دیہات کے ویدان بڑی لگان کے ساتھ تالیف لے رہے ہیں اور اپنے آدرش اور خیالات کو یہاں سے فعال ہیں۔ آزادی کے بعد والے پہلے سال میں، تعلیمی یہ کڑاؤں میں سے ہی، چار لاکھ سے اوپر لوگ شریک بنے جہاں انہیں "ساجی وکس کا انہاس" ماؤتسے بک کا "نہا لوک راج" اور چھٹی کرائی پر دوسری م کتابوں کے ذریعے تعلیم دی گئی۔ آج کل سارے دیہات میں تعلیمی جوان، کمونسٹ پارٹی کے جوانوں کی طرح، دکار میں، فوج میں، لوک تنظیموں میں، روز "گھنٹے" ہتے ہیں۔ پڑھنے والے و شہوں میں سرکاری تعلیمی ج کاجی اصول اور دستکاری کے ہنر پتائے جاتے ہیں۔ ارے دیہات کے چھٹی ودوان مارکس واد، لہن واد اور اوتسے تلک کے ایدیش پڑھ رہے ہیں۔ چین کے ماسٹروں نے اپنے سامنے یہ مقصد رکھا ہے — "جنتا کے ماسٹروں کے ساتھ ساتھ وادی ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے ماسٹر ہونا ناہئے۔"

لوک شیکا کے دائرے میں کام کرنے والوں نے 'ایجوکیشنل ورکس ٹریڈ یونین' نام کا ایک سنگٹن کھڑا کیا ہے۔ اس کے آج دس لاکھ ممبر ہیں۔

ہر گریجویٹ کو ملازمت۔

چین کے تالیف کارکنوں کو ناچ ہے کہ اپنے دیہات وادیوں کی سوا میں وہ کچھ کر سکیں۔ پچھلے پچاس سال میں کسی کو سنے میں بھی خیال نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ باتیں ممکن ہیں۔ آج وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ تعلیم — جہاں یہ ایک بار انقلاب اور دمی پلر دچھا نے انداز میں تھک بیٹھی — جنتا کی وک شاہی کو پکی شکل دینے میں زبردست مدد کرتی ہے۔ صرف دو سال کے اندر پرانی حالت کانور ہو گئی۔ الیج یا سیکندری اسکول میں تعلیم پائے کسی بھی گریجویٹ کو اب بے روزگاری کا سامنا نہیں کرنا پوتا۔ گریجویٹ بڑی خوشی کے ساتھ ان کاموں پر جاتے ہیں جو سرکار ان کے لیے طے کرتی ہے اور جن کے اندر وہ

لے پانچ بڑے بڑے انقلابی کالج کھولے گئے ہیں۔ ان میں سے ہزاروں لاکھوں مرد و عورت اب تک راج کاجی لایم پنا بھی چکے ہیں۔

1951 کے پہلے دور تک چین کے 5100 سے کم اسکولوں میں پڑنے والوں کی تعداد 15,70,000 تھی۔ ان کی تعلیم کی 201 تنظیمیں تھیں (یونیورسٹی، کالج، کلاس ٹریننگ کے اسکول) جن میں 1951 کے شروع میں 1,28,000 طلبہ تھے۔ ان سے کم اسکولوں اور ان کی تنظیموں میں رہتی لڑائی کے پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔

ان کامیابیوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی دھیان دینے کی بات ہے کہ سارے دیہات کے ویدان بڑی لگان کے ساتھ تالیف لے رہے ہیں اور اپنے آدرش اور خیالات کو یہاں سے فعال ہیں۔ آزادی کے بعد والے پہلے سال میں، تعلیمی یہ کڑاؤں میں سے ہی، چار لاکھ سے اوپر لوگ شریک بنے جہاں انہیں "ساجی وکس کا انہاس" ماؤتسے بک کا "نہا لوک راج" اور چھٹی کرائی پر دوسری م کتابوں کے ذریعے تعلیم دی گئی۔ آج کل سارے دیہات میں تعلیمی جوان، کمونسٹ پارٹی کے جوانوں کی طرح، دکار میں، فوج میں، لوک تنظیموں میں، روز "گھنٹے" ہتے ہیں۔ پڑھنے والے و شہوں میں سرکاری تعلیمی ج کاجی اصول اور دستکاری کے ہنر پتائے جاتے ہیں۔ ارے دیہات کے چھٹی ودوان مارکس واد، لہن واد اور اوتسے تلک کے ایدیش پڑھ رہے ہیں۔ چین کے ماسٹروں نے اپنے سامنے یہ مقصد رکھا ہے — "جنتا کے ماسٹروں کے ساتھ ساتھ وادی ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے ماسٹر ہونا ناہئے۔"

لوک شیکا کے دائرے میں کام کرنے والوں نے 'ایجوکیشنل ورکس ٹریڈ یونین' نام کا ایک سنگٹن کھڑا کیا ہے۔ اس کے آج دس لاکھ ممبر ہیں۔

ہر گریجویٹ کو ملازمت۔

چین کے تعلیمی کارکن کو ناچ ہے کہ اپنے دیہات وادیوں کی سوا میں وہ کچھ کر سکیں۔ پچھلے پچاس سال میں کسی کو سنے میں بھی خیال نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ باتیں ممکن ہیں۔ آج وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ تعلیم — جہاں یہ ایک بار انقلاب اور دمی پلر دچھا نے انداز میں تھک بیٹھی — جنتا کی وک شاہی کو پکی شکل دینے میں زبردست مدد کرتی ہے۔ صرف دو سال کے اندر پرانی حالت کانور ہو گئی۔ الیج یا سیکندری اسکول میں تعلیم پائے کسی بھی گریجویٹ کو اب بے روزگاری کا سامنا نہیں کرنا پوتا۔ گریجویٹ بڑی خوشی کے ساتھ ان کاموں پر جاتے ہیں جو سرکار ان کے لیے طے کرتی ہے اور جن کے اندر وہ

ان کانفرنسوں میں ہماری قومی تعلیم کے نئے تہذیبوں کے مطابق تہذیبی پاس کئے گئے جن میں جدا درجوں اور قسموں کی تعلیم کے طریقے اور اصول دیے گئے۔ اس کی مدد سے سارے اسکول قدم بہ قدم ایک ساتھ وکس اور پھر ہذا کے راستے پر چل سکتے تھے۔ ان کانفرنسوں میں تعلیم کی مستوری نے دیہی طرح طرح کے شہروں کے ماحول اور شہر میں شہر کو بلایا۔ وہ لوگ بہت زور شور سے ساتھ ان میں شریک ہوئے اور سبھی اہم و پوزیشن مسئلوں پر تہذیبی پاس کئے گئے۔ آج نئے چہرے میں مختلف جگہوں پر دس سال سے اوپر کار کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی تعلیم کی مستوری کے آدھوں کی پابندی کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

اس سال پہلی اکتوبر کو تالیف کی مینسٹری اپنی مہمان جنم بھوم کی جب سالگیرہ مناتی ہے تو وہ کارنامے پیش کرتی ہے۔

کل مل کر چار لاکھ چالیس ہزار سے اوپر پرائمری اسکول ہیں جن میں تین کروڑ ستر لاکھ سے اوپر لڑکے لڑکی پڑھتے ہیں۔ ہیس برس کے کونستانتی راج میں پرائمری اسکولوں میں سب سے زیادہ پڑھنے والوں کی تعداد 1946 میں پہنچی تھی۔ لیکن ہماری یہ تعداد اس کے مقابلے 45 فی صدی زیادہ ہے۔

جہاں تک مزدوروں کسانوں کی تعلیم کی بات ہے اس کا تو پرانے چہرے میں کچھ نام نشان بھی نہیں تھا۔ لیکن 1951 کے پہلے دور میں ملازم پڑھنے مزدوروں فالتو سے کے اسکولوں میں پندرہ لاکھ کسان مزدوروں نے تعلیم لی۔

پچھلے چاروں میں 'شارٹ ٹرم ونگر اسٹڈی' والے پروگرام میں ڈھائی کروڑ سے زیادہ کسان شریک ہوئے تھے۔ 1951 کے پہلے دور میں باقاعدہ اسکولوں میں پڑھنے والے کسانوں کی تعداد کل دیہی میں ایک کروڑ کے اوپر تھی۔

1951 کے شروع کے چھ مہینوں میں کچھ خاص اسکولوں میں، جہاں کثیری تعلیم دی جاتی تھی، ایک لاکھ پینتیس ہزار سے اوپر کسان مزدور بھرتی ہوئے۔ اس تربیت کے انہوں نے اپنی تعلیم میں جو کمی پیش تھی وہ پوری کر لی۔

ہمارے دیہی میں چھوٹے کورس والے 37 سیکنڈری اسکول ہیں جہاں مزدوروں اور کسانوں کو خاص اونچی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان اسکولوں میں ویدیاتھوں کی تعداد سات ہزار تھی۔ چھٹی لوک یونیورسٹی نئے طریقے پر قائم کی گئی ہے۔ اس میں بڑی تعداد میں مزدوروں کسانوں کے چھ آئے ہیں۔ وہاں پر مزدوروں یا کسانوں کے خاندان کے بچوں کو اونچی تعلیم ملنے کی سہی سنو دھاتیں دھتی ہیں۔

پرائی تعلیم پائے دونوں کو "پھر سے تعلیم دیئے"

ہمارے دیہی میں چھوٹے کورس والے 37 سیکنڈری اسکول ہیں جہاں مزدوروں اور کسانوں کو خاص اونچی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان اسکولوں میں ویدیاتھوں کی تعداد سات ہزار تھی۔ چھٹی لوک یونیورسٹی نئے طریقے پر قائم کی گئی ہے۔ اس میں بڑی تعداد میں مزدوروں کسانوں کے چھ آئے ہیں۔ وہاں پر مزدوروں یا کسانوں کے خاندان کے بچوں کو اونچی تعلیم ملنے کی سہی سنو دھاتیں دھتی ہیں۔

پرائی تعلیم پائے دونوں کو "پھر سے تعلیم دیئے"

پچھلے چاروں میں 'شارٹ ٹرم ونگر اسٹڈی' والے پروگرام میں ڈھائی کروڑ سے زیادہ کسان شریک ہوئے تھے۔ 1951 کے پہلے دور میں باقاعدہ اسکولوں میں پڑھنے والے کسانوں کی تعداد کل دیہی میں ایک کروڑ کے اوپر تھی۔

1951 کے شروع کے چھ مہینوں میں کچھ خاص اسکولوں میں، جہاں کثیری تعلیم دی جاتی تھی، ایک لاکھ پینتیس ہزار سے اوپر کسان مزدور بھرتی ہوئے۔ اس تربیت کے انہوں نے اپنی تعلیم میں جو کمی پیش تھی وہ پوری کر لی۔

ہمارے دیہی میں چھوٹے کورس والے 37 سیکنڈری اسکول ہیں جہاں مزدوروں اور کسانوں کو خاص اونچی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان اسکولوں میں ویدیاتھوں کی تعداد سات ہزار تھی۔ چھٹی لوک یونیورسٹی نئے طریقے پر قائم کی گئی ہے۔ اس میں بڑی تعداد میں مزدوروں کسانوں کے چھ آئے ہیں۔ وہاں پر مزدوروں یا کسانوں کے خاندان کے بچوں کو اونچی تعلیم ملنے کی سہی سنو دھاتیں دھتی ہیں۔

پرائی تعلیم پائے دونوں کو "پھر سے تعلیم دیئے"

پچھلے چاروں میں 'شارٹ ٹرم ونگر اسٹڈی' والے پروگرام میں ڈھائی کروڑ سے زیادہ کسان شریک ہوئے تھے۔ 1951 کے پہلے دور میں باقاعدہ اسکولوں میں پڑھنے والے کسانوں کی تعداد کل دیہی میں ایک کروڑ کے اوپر تھی۔

پرائی تعلیم پائے دونوں کو "پھر سے تعلیم دیئے"

انکی ایک دم کا یا پلٹنے اور نپ سیرے سے تامل کرنے کی ضرورت تھی۔ ساتھ ہی ساتھ انقلابی لڑائی کے (جنہوں کے) آزاد علاقہ کہا جاتا ہے (اسکولوں کو بھی بدلنے کی ضرورت تھی کیونکہ لڑائی کے وقت کی تعلیم کو ایک بالادہ پر ہمیشہ کام آنے والی شکل دینا تھی۔ نئے چین کو جسے کروڑوں مزدوروں کی سطح ضرورت تھی جن میں تعمیری مادہ ہو۔ کام کرنے والے مزدور کسان بھی۔ انہوں نے نئی نئی راج کچی اور آرتھک آزادی ملی تھی۔ ملٹی آسانہاں چاہتے تھے۔ اس چیز کی ضرورت ان کے بقیے ہیئتوں کو تھی۔ پرانے قہنگ کے بدھی جیویوں پر سے تعلیم دینے کی ضرورت تھی۔ چین کے نئے لوگ آج کی مانگ تھی کہ تعلیم کے دائرے میں سولہ آنے انقلاب کہا جائے۔ نئی سرکار کے قائم ہونے پر سمجھتا اور تعلیم کے دائرے کا یہ زبردست کام تعلیم کی مستوری کے پردہ کیا گیا۔

‘جن-شیلہ کا سلسلہ’ فیلانے کے لیے جو پروگرام بنا اس کی شری کی باتیں پیللے دو برس میں پوری کر لی گئی ہیں۔ اس پروگرام کے بناتے وقت ہمارے سامنے مائو-تسے-تنگ کے اصول رہبر کا کام کرتے تھے اور اس میں چینی پولیٹیکل کانسلیٹوٹو کانفرس کے کامن پروگرام کا بھی دھیان رکھا گیا۔ یہ تامل کا کام نہایت پھیلا اور پھیلا ہے۔ لیکن مارٹسے تلگ نے جو راستہ بتایا ہے، انقلابی اس میں جو بیس سال سے زیادہ کا ہمیں گڑھا تجربہ ہے، روس کے جو اونچے تعلیمی تجربے ہیں، روسی کشکوں سے جو مدد ہمیں مل رہی ہے، ان کے آدھار پر م بڑے زوروں سے ترقی کر رہے ہیں۔

تاملی مینسٹری کے کام ہونے کے دو مہینے کے اندر، دسمبر 1949 میں پہلی کلاسی تاملی کانفرس کی گئی۔ اس میں راشٹری پیمانے پر تامل کے بارے میں نیی تہی تہی۔ اور اس بات پر دیا گیا کہ نئی تامل چین کی تاملی ضرورتوں کو پورا کرے۔ دوسرے، اس پر دیا گیا کہ ہمارے اسکول کسانوں مزدوروں سب لگے کھلے ہوں۔ پرانی تامل کے بارے میں بھی راشٹر نرمان کے کام سے الگ تھی اور بلادی طور پر ان کے ہتوں کے خلاف جانی نہیں سنائی ہدانتوں اس فرنس میں کی گئیں۔ یہ تبدیلی بہت ہی بلادی بہت رکھنے والی ہے۔ پرانے تعلیمی قہنگ کو سدھارنے لگے بھی نہیں اس میں طے پائی اور یہ فوصلہ کیا کہ آگے کس طریقے سے کھسے قدم آتے ہیں۔

پیللے دو برس میں چینی لوکراج کی تاملی مینسٹری نے اور بھی کئی بڑی کانفرسوں سے بولا ہے جیسے کسانوں مزدوروں کی تامل، سیکنڈی تامل، بونیاوی اور نامل تامل، کلاسی اکلیات کی تامل وغیرہ۔

ن کی ایک دم کا یا پلٹنے اور نپ سیرے سے تامل کرنے کی ضرورت تھی۔ ساتھ ہی ساتھ انقلابی لڑائی کے (جنہوں کے) آزاد علاقہ کہا جاتا ہے (اسکولوں کو بھی بدلنے کی ضرورت تھی کیونکہ لڑائی کے وقت کی تعلیم کو ایک بالادہ پر ہمیشہ کام آنے والی شکل دینا تھی۔ نئے چین کو جسے کروڑوں مزدوروں کی سطح ضرورت تھی جن میں تعمیری مادہ ہو۔ کام کرنے والے مزدور کسان بھی۔ انہوں نے نئی نئی راج کچی اور آرتھک آزادی ملی تھی۔ ملٹی آسانہاں چاہتے تھے۔ اس چیز کی ضرورت ان کے بقیے ہیئتوں کو تھی۔ پرانے قہنگ کے بدھی جیویوں پر سے تعلیم دینے کی ضرورت تھی۔ چین کے نئے لوگ آج کی مانگ تھی کہ تعلیم کے دائرے میں سولہ آنے انقلاب کہا جائے۔ نئی سرکار کے قائم ہونے پر سمجھتا اور تعلیم کے دائرے کا یہ زبردست کام تعلیم کی مستوری کے پردہ کیا گیا۔

جن شکشا کا سلسلہ پھیلائے کے لئے جو پروگرام بنا اس کی شری کی باتیں پیللے دو برس میں پوری کر لی گئی ہیں۔ اس پروگرام کے بناتے وقت ہمارے سامنے مائو-تسے-تنگ کے اصول رہبر کا کام کرتے تھے اور اس میں چینی پولیٹیکل کانسلیٹوٹو کانفرس کے کامن پروگرام کا بھی دھیان رکھا گیا۔ یہ تامل کا کام نہایت پھیلا اور پھیلا ہے۔ لیکن مارٹسے تلگ نے جو راستہ بتایا ہے، انقلابی اس میں جو بیس سال سے زیادہ کا ہمیں گڑھا تجربہ ہے، روس کے جو اونچے تعلیمی تجربے ہیں، روسی کشکوں سے جو مدد ہمیں مل رہی ہے، ان کے آدھار پر م بڑے زوروں سے ترقی کر رہے ہیں۔

تاملی مینسٹری کے قائم ہونے کے دو مہینے کے اندر، دسمبر 1949 میں پہلی قومی تعلیمی کانفرس کی گئی۔ اس میں راشٹری پیمانے پر تعلیم کے بارے میں نیی تہی تہی۔ اور اس بات پر دیا گیا کہ نئی تعلیم چین کی تعمیری ضرورتوں کو پورا کرے۔ دوسرے، اس پر دیا گیا کہ ہمارے اسکول کسانوں مزدوروں سب لگے کھلے ہوں۔ پرانی تعلیم کے بارے میں بھی راشٹر نرمان کے کام سے الگ تھی اور بلادی طور پر ان کے ہتوں کے خلاف جانی نہیں سنائی ہدانتوں اس فرنس میں کی گئیں۔ یہ تبدیلی بہت ہی بلادی بہت رکھنے والی ہے۔ پرانے تعلیمی قہنگ کو سدھارنے لگے بھی نہیں اس میں طے پائی اور یہ فوصلہ کیا کہ آگے کس طریقے سے کھسے قدم آتے ہیں۔

پیللے دو برس میں چینی لوکراج کی تاملی مینسٹری نے اور بھی کئی بڑی کانفرسوں سے بولا ہے جیسے کسانوں مزدوروں کی تامل، سیکنڈی تامل، بونیاوی اور نامل تامل، کلاسی اکلیات کی تامل وغیرہ۔

مالدار کھیتوں کے لڑکے-لڑکیاں بیہوش جاتے تھے، جب وہ بول کر آتے تھے تو جو تعلیم انہیں ملی ہوئی تھی اس سے جلتا کر بہت کم فائدہ پہونچایا جاسکتا تھا۔ اس تعلیم کے بل پر وہ صرف حاکم بن سکتے تھے۔ سیکولری اسکول کے اوپر کی سلسلہ انہیں بہت تھوڑی تھی۔ پھر بھی گریجویٹ پر روزگار دھتے تھے۔ کھلے کی ضرورت نہیں کہ پچھلے سیکولر کومینٹانگ راج میں ساری تعلیم جائیداد شاعی اور تانا شاعی تھانگ کی تھی۔ ان اسکولوں میں چھن کے بچوں اور جوانوں کو کوئی آزادی حاصل نہیں تھی۔

جہاں تک جن شکشا کی بات ہے اسکی اصلی چیزیں 1927 والے انقلاب میں قائم ہوئی تھیں۔ کسانوں نے اپنے الگ اسکول کھول دیئے تھے۔ سن 1927 سے لیکر 1949 یعنی آزادی کے زمانے تک چین میں دو چین تھے—ایک وہ جس میں کومینٹانگ کا راج تھا، دوسرا وہ جس میں جلتا کا راج تھا۔ یہ جلتا کا راج انہیں انقلابی آدوں پر تھا جہاں سے جلتا نے الگ الگ سے بغاوت کی تھی۔ اسی طرح تعلیم بھی دو طرح کی تھی—جائیداد شاعی یا سامراج شاعی دوسری لوگ شاعی۔

پچھلے بیس برس میں انقلابی آدوں میں کافی م کر ڈالا گیا۔ بابا آدم کے زمانے کے دیت راج اور چھٹی تعلیم کے پرانے تھانگ بدل دیئے گئے اور وہ نئی تعلیم جاری کی گئی جو لڑائی کی حالت سے مول کھاتی تھی اور چھٹی گرائی میں مدد دیتی تھی۔ اس نئی تعلیم کی خاص خوبی یہ تھی کہ یہ جلتا کے دل کو پیاری تھی اور ان کے ہمتوں کو فائدہ پہونچاتی تھی۔ تعلیم کا یہ وہ طریقہ تھا جسے کامریڈ مارتسے تلک اپنے نئے لوک راج میں ”قومی“ ویکھانک اور سب کو پھارا“ کہتے تھے۔ ان بیس برس سے اوپر کے عرصے میں جب چھن میں لڑائی کی لہتیں چل رہی تھیں تو یہ طریقہ پہونچتا پھرتا گیا۔ انقلابی کام کے لئے اس نے ہزاروں لاکھوں جوان لڑکے لڑکیاں تیار کئے۔ اس تعلیم سے کروڑوں لوگوں کی راج کا جی چھلتا اوپر اٹھی۔ دھیرے دھیرے اچھے اچھے انویہو اس تعلیم میں ہوئے اور یہ ترقی کرتی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے اپنی جگہ بنا لی اور کومینٹانگ حلقوں کی ہرائی اور سبکی گئی تعلیم کے مقابلے میں جو لوگوں کے ہمت کے خلاف جاتی تھی اس نے اپنی طرف لوگوں کا دھیان کھینچا۔

مگر پورے واشتر میں یہ تعلیمی انقلاب تبھی لایا جا سکتا تھا جب کل دیہی آزاد ہو، اور عوامی آزادی کے بعد ان استواں میں—شہر کے چاہے دیہات کے—ہاتھ لگایا گیا جو کومینٹانگ کے کنٹرول میں تھے۔

جہاں تک جن شکشا کی بات ہے اسکی اصلی چیزیں 1927 والے انقلاب میں قائم ہوئی تھیں۔ کسانوں نے اپنے الگ اسکول کھول دیئے تھے۔ سن 1927 سے لیکر 1949 یعنی آزادی کے زمانے تک چین میں دو چین تھے—ایک وہ جس میں کومینٹانگ کا راج تھا، دوسرا وہ جس میں جلتا کا راج تھا۔ یہ جلتا کا راج انہیں انقلابی آدوں پر تھا جہاں سے جلتا نے الگ الگ سے بغاوت کی تھی۔ اسی طرح تعلیم بھی دو طرح کی تھی—جائیداد شاعی یا سامراج شاعی دوسری لوگ شاعی۔

پچھلے بیس برس میں انقلابی آدوں میں کافی م کر ڈالا گیا۔ بابا آدم کے زمانے کے دیت راج اور چھٹی تعلیم کے پرانے تھانگ بدل دیئے گئے اور وہ نئی تعلیم جاری کی گئی جو لڑائی کی حالت سے مول کھاتی تھی اور چھٹی گرائی میں مدد دیتی تھی۔ اس نئی تعلیم کی خاص خوبی یہ تھی کہ یہ جلتا کے دل کو پیاری تھی اور ان کے ہمتوں کو فائدہ پہونچاتی تھی۔ تعلیم کا یہ وہ طریقہ تھا جسے کامریڈ مارتسے تلک اپنے نئے لوک راج میں ”قومی“ ویکھانک اور سب کو پھارا“ کہتے تھے۔ ان بیس برس سے اوپر کے عرصے میں جب چھن میں لڑائی کی لہتیں چل رہی تھیں تو یہ طریقہ پہونچتا پھرتا گیا۔ انقلابی کام کے لئے اس نے ہزاروں لاکھوں جوان لڑکے لڑکیاں تیار کئے۔ اس تعلیم سے کروڑوں لوگوں کی راج کا جی چھلتا اوپر اٹھی۔ دھیرے دھیرے اچھے اچھے انویہو اس تعلیم میں ہوئے اور یہ ترقی کرتی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے اپنی جگہ بنا لی اور کومینٹانگ حلقوں کی ہرائی اور سبکی گئی تعلیم کے مقابلے میں جو لوگوں کے ہمت کے خلاف جاتی تھی اس نے اپنی طرف لوگوں کا دھیان کھینچا۔

مگر پورے واشتر میں یہ تعلیمی انقلاب تبھی لایا جا سکتا تھا جب کل دیہی آزاد ہو، اور عوامی آزادی کے بعد ان استواں میں—شہر کے چاہے دیہات کے—ہاتھ لگایا گیا جو کومینٹانگ کے کنٹرول میں تھے۔

مگر پورے واشتر میں یہ تعلیمی انقلاب تبھی لایا جا سکتا تھا جب کل دیہی آزاد ہو، اور عوامی آزادی کے بعد ان استواں میں—شہر کے چاہے دیہات کے—ہاتھ لگایا گیا جو کومینٹانگ کے کنٹرول میں تھے۔

پونجی باہی وادی اور سامراج وادی لوگ ایسا کہا کرتے تھے کہ چین ایک پچھوا ہوا دیس ہے جسکی کوئی سبھتہا نہیں ہے۔ ایک صدی سے اوپر تک چین کے مزدور کسان ونجی وادی، سامراج وادی اور جاگرواداری وغیرہ نے تلے سے گئے۔ انکی سبھتہا اور تعلیم تباہ کردی گئی۔ ہی نہیں، انکے زندہ دھلے تک کا حق خطرے میں تھا۔ ملیم کا جو پرانا دستور تھا وہ امیری اور سامراج شاہی ملک پر دچا گیا تھا۔ اسکا کوئی واسطہ کام کرنے والی ملتا ہی وہاں کے لاکھوں کروڑوں لوگوں سے نہیں تھا۔ وہ بعض زمینداروں اور پونجی پتھوں وغیرہ کے فائدے کے لئے تھی۔ زیادہ تر آدمی جو اس تعلیم کو نہیں پاسکتے تھے اور ان اسکول کالجوں کے دروازے جدمکے لئے بند تھے انہیں نفرت اور غصے کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور انہیں ویلنگ میں ”ودیا کے ودیشی گھر“ کہا تے تھے۔

”ودیا کے ودیشی گھر“ نام سے پرانے چین کی تعلیم سامراج شاہی تائور کا صاف صاف پتہ چل جاتا ہے۔ ی تائور ہمارے دیس کے راج کاجی اور مالی جھون تھی۔ اس کی وجہ سے چین نے ادیوک دھندے اور کوشل سہوں بڑھ سکتے تھے۔ سامراج شاہی اور جاگرو باہی پردھان دیس میں جس چھڑ کی ضرورت رھتی تھی وہ میں کچھ ایجنٹ یا دلال، جو لوگوں پر قابو رکھ ان پر حکومت کرسکھیں۔ باقاعدہ تعلیم پائے ہوئے رچناتمک عقل والے لوگوں کی وہاں نہ ضرورت رھتی تھی۔ نہ گنجائش۔ اصل بات یہ ہے کہ پچھ گھسٹو راج چاہتا ہی نہیں تھا کہ لوگوں کی تہذیب یا درجہ بچا اٹھے کیونکہ یہ پھر ایک ہوجہ بن جاتا اور اس راج کے لئے خطرہ ثابت ہوتا۔

نتیجہ یہ ہے کہ آزادی کے پہلے چین میں جن شکشا پچھلے پچاس برس سے چرچا چلی آتی تھی لیکن 8 فی صدی سے زیادہ آدمی ہذا پڑھے لکھے تھے اور پڑھنے لی صبر کے 40 فی صدی سے کم اسکولوں میں جاتے تھے۔ جنوں اور یونیورسٹیوں کی تعداد پرائمری اسکولوں سے ادہ تھی لیکن وہ چمڈ یا تھوڑے سے لوگوں کے فائدے کے تے ہی تھے۔ پرانے چین کے سامراج شاہی پسند سماج میں یہاں کے کالج اور یونیورسٹیاں صرف شروعاتی اسکولوں طرح تھے جن میں بھرنی ہونے کے بعد لوگ بریٹن بریکہ وغیرہ پڑھنے جاتے تھے۔ سامراج شاہی دیسوں کے انڈیوں نے بھی اپنے اسکول کالج یہاں پر کھول رکھے تھے۔ اسی مقصد سے کہ چین کے خلاف اپنا تہذیبی حملہ جابھی سے کرسکھیں۔

چین کے کالج سے گریجویت کی کڈری لے کر بہت سے

پونجی باہی اور سامراج باہی لوگ ایسا کہا کرتے تھے کہ چین ایک پچھوا ہوا دیس ہے جسکی کوئی سبھتہا نہیں ہے۔ ایک صدی سے اوپر تک چین کے مزدور کسان ونجی وادی، سامراج وادی اور جاگرواداری وغیرہ نے تلے سے گئے۔ انکی سبھتہا اور تعلیم تباہ کردی گئی۔ ہی نہیں، انکے زندہ دھلے تک کا حق خطرے میں تھا۔ ملیم کا جو پرانا دستور تھا وہ امیری اور سامراج شاہی ملک پر دچا گیا تھا۔ اسکا کوئی واسطہ کام کرنے والی ملتا ہی وہاں کے لاکھوں کروڑوں لوگوں سے نہیں تھا۔ وہ بعض زمینداروں اور پونجی پتھوں وغیرہ کے فائدے کے لئے تھی۔ زیادہ تر آدمی جو اس تعلیم کو نہیں پاسکتے تھے اور ان اسکول کالجوں کے دروازے جدمکے لئے بند تھے انہیں نفرت اور غصے کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور انہیں ویلنگ میں ”ودیا کے ودیشی گھر“ کہا تے تھے۔

”ودیا کے ودیشی گھر“ نام سے پرانے چین کی تعلیم سامراج شاہی تائور کا صاف صاف پتہ چل جاتا ہے۔ ی تائور ہمارے دیس کے راج کاجی اور مالی جھون تھی۔ اس کی وجہ سے چین نے ادیوک دھندے اور کوشل سہوں بڑھ سکتے تھے۔ سامراج شاہی اور جاگرو باہی پردھان دیس میں جس چھڑ کی ضرورت رھتی تھی وہ میں کچھ ایجنٹ یا دلال، جو لوگوں پر قابو رکھ ان پر حکومت کرسکھیں۔ باقاعدہ تعلیم پائے ہوئے رچناتمک عقل والے لوگوں کی وہاں نہ ضرورت رھتی تھی۔ نہ گنجائش۔ اصل بات یہ ہے کہ پچھ گھسٹو راج چاہتا ہی نہیں تھا کہ لوگوں کی تہذیب یا درجہ بچا اٹھے کیونکہ یہ پھر ایک ہوجہ بن جاتا اور اس راج کے لئے خطرہ ثابت ہوتا۔

نتیجہ یہ ہے کہ آزادی کے پہلے چین میں جن شکشا پچھلے پچاس برس سے چرچا چلی آتی تھی لیکن 8 فی صدی سے زیادہ آدمی ہذا پڑھے لکھے تھے اور پڑھنے لی صبر کے 40 فی صدی سے کم اسکولوں میں جاتے تھے۔ جنوں اور یونیورسٹیوں کی تعداد پرائمری اسکولوں سے ادہ تھی لیکن وہ چمڈ یا تھوڑے سے لوگوں کے فائدے کے تے ہی تھے۔ پرانے چین کے سامراج شاہی پسند سماج میں یہاں کے کالج اور یونیورسٹیاں صرف شروعاتی اسکولوں طرح تھے جن میں بھرنی ہونے کے بعد لوگ بریٹن بریکہ وغیرہ پڑھنے جاتے تھے۔ سامراج شاہی دیسوں کے انڈیوں نے بھی اپنے اسکول کالج یہاں پر کھول رکھے تھے۔ اسی مقصد سے کہ چین کے خلاف اپنا تہذیبی حملہ جابھی سے کرسکھیں۔

چین کے کالج سے گریجویت کی کڈری لے کر بہت سے

میں کس طرح شامیت سے رہ سکتی ہوں۔" تان-کی کے ان شہدوں کو سن کر میں اپنے آپ کو من ہی من کو سنے لگا۔

میں پہلے جان لینا چاہیے تھا کہ اس کے دل میں کیا توفان اٹھا ہوا ہے۔ کوریا اس کی ماں بھوم ہے۔ کوریا کے گاؤں، اس کی گلیاں، وہاں کے لوگ، وہاں کے لہجہ، وہاں کے پہاڑ، وہاں کا پانی، وہاں کی ہوا اس کے لیے کیا اہمیت رکھتی ہے؟ کوریا کی تباہی اس کے دل پر کیا کیا بڑی چوٹ پہنچاتی ہوگی!

اسے وقت میں جب کہ امریکی ہوائی جہاز ساری کوریا کو تباہ کرنے پر نکلے ہوئے ہوں، امریکی سپاہی بچوں، مردوں اور بوڑھوں تک کی پروا نہ کرتے بلکہ کوریا کو شمسان بنا رہے ہوں، تان-کی چپ چاپ کس طرح بھٹکتی ہے۔

اب مجھے تان-کی کی طرف دیکھنے کا سامنا نہیں ہو رہا تھا۔

یہ سچ ہے کہ میں تان-کی سے پریم کرتا ہوں، مجھے اپنا سبھی چھوڑ دینا پڑتا ہے۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ جس وقت تک اس دنیا میں ایسے لوگ موجود ہوں جو اپنے نجی فائدے کے لئے سمجھی دنیا کو اپنی ہی بھانجی آگ میں چھونک دیتے ہوں، ہمارے چھوٹے بچوں کے چھوٹوں کو ہم سے چھوٹے لگتے ہوں، جو ہمیں چاہتے ہیں کہ ہم انسانوں کی ایسی زندگی بسر کر سکیں، ہم اپنے بچوں سے ملنے جا سکیں۔ وہ حملہ آور یلو کے قریب تک آجھونچے ہوں۔

اسے وقت میں جب کہ امریکی ہوائی جہاز ساری کوریا کو تباہ کرنے پر نکلے ہوئے ہوں، امریکی سپاہی بچوں، مردوں اور بوڑھوں تک کی پروا نہ کرتے بلکہ کوریا کو شمسان بنا رہے ہوں، تان-کی چپ چاپ کس طرح بھٹکتی ہے۔

اب مجھے تان-کی کی طرف دیکھنے کا سامنا نہیں ہو رہا تھا۔

یہ سچ ہے کہ میں تان-کی سے پریم کرتا ہوں، مجھے اپنا سبھی چھوڑ دینا پڑتا ہے۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ جس وقت تک اس دنیا میں ایسے لوگ موجود ہوں جو اپنے نجی فائدے کے لئے سمجھی دنیا کو اپنی ہی بھانجی آگ میں چھونک دیتے ہوں، ہمارے چھوٹے بچوں کے چھوٹوں کو ہم سے چھوٹے لگتے ہوں، جو ہمیں چاہتے ہیں کہ ہم انسانوں کی ایسی زندگی بسر کر سکیں، ہم اپنے بچوں سے ملنے جا سکیں۔ وہ حملہ آور یلو کے قریب تک آجھونچے ہوں۔

یہ سچ ہے کہ میں تان-کی سے پریم کرتا ہوں، مجھے اپنا سبھی چھوڑ دینا پڑتا ہے۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ جس وقت تک اس دنیا میں ایسے لوگ موجود ہوں جو اپنے نجی فائدے کے لئے سمجھی دنیا کو اپنی ہی بھانجی آگ میں چھونک دیتے ہوں، ہمارے چھوٹے بچوں کے چھوٹوں کو ہم سے چھوٹے لگتے ہوں، جو ہمیں چاہتے ہیں کہ ہم انسانوں کی ایسی زندگی بسر کر سکیں، ہم اپنے بچوں سے ملنے جا سکیں۔ وہ حملہ آور یلو کے قریب تک آجھونچے ہوں۔

میرے دماغ میں اٹھنے والے وچاروں کے گارن چہرے پر ہونے والی تبدیلی کو سمجھ کر تان-کی ایک بار مسکرا دی۔

نئے چین میں تالیف کے دو سال

(بائیں لکھ سید)

پچھلے دو برس میں ہمارے اور ہمارے لوگوں نے بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کی ہیں اور کافی ترقی کی ہے۔ چین کی نئی کوانٹی نے ہماری سماجی اور آرٹیک زندگی میں بڑی تبدیلیاں پیدا کر دی ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ تعلیم کے دائرے میں بھی بڑی مثال ترقی ہوئی ہے۔ سچ یہ ہے کہ چین کے ساتھ ساتھ سائنس اور انسان ایک زبردست تعلیمی انقلاب میں سے گزر رہے ہیں۔

نئے چین میں تعلیم کے دو سال

(بائیں لکھ سید)

پچھلے دو برس میں ہمارے اور ہمارے لوگوں نے بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کی ہیں اور کافی ترقی کی ہے۔ چین کی نئی کوانٹی نے ہماری سماجی اور آرٹیک زندگی میں بڑی تبدیلیاں پیدا کر دی ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ تعلیم کے دائرے میں بھی بڑی مثال ترقی ہوئی ہے۔ سچ یہ ہے کہ چین کے ساتھ ساتھ سائنس اور انسان ایک زبردست تعلیمی انقلاب میں سے گزر رہے ہیں۔

آگے بڑھتے ہوئے اس نے پوچھا — ”اسکا نام کیا ہے؟“

”کیم لیاؤنگ چھو۔“

نام سننے ہی اسکا چہرہ مسست ہو گیا۔ اس نے اسے زمیں پر رکھ دیا اور فور سے پہچاننے کی کوشش کرنے لگی۔ میں پریشان تھا کہ آخر اس بات نے اسے چونکا کھوں دیا۔ کچھ چھن بعد اس نے دیاسلائی جلائی اور کھیل کے چہرے کو دھیان سے دیکھا اور پھر ایسا معلوم ہوا کہ وہ کچھ کہہ رہی ہے جو میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔

وہ سیدھی کھڑی ہو گئی۔ میں نے دیکھا اسکی آنکھوں میں آنسو تھے۔ بھرائے گلے سے وہ بولی — ”یہ میرا بھائی ہے۔“

یہ تانکی سے میری پہلی ملاقات تھی۔

× × × ×

اس وقت لیمپ کی دھیمی روشنی میں بیٹھی اپنی پہلی تانکی کو دیکھ کر مجھے بارہ برس پہلے کی زندگی کی یاد ہو آئی۔ جاپان وروندہ لوائی کی کھٹناؤں میں جان سی ہو گئی۔

لیکن اب تو تان-کی آٹھ برس کے ایک لڑکے کی ماں تھی۔ اسکا جیون سوخ سے بھرا پورا تھا۔ ہمیں اپنے کام میں آمانند آتا تھا۔ ہمیں کام کرنے کے لیے ایک ساہس تھا، ایک لگن تھی۔ مجھے خیال آیا کہ اپنے فرض کو بھلی بہانت سمجھنے اور اس پر سختی سے قائم رہنے کے کارن ہی تانکی آنکھت کھٹناؤں کے بچ سپل رہ سکی۔ اسی کے ساہس، فرض شناسی اور وشواس کے کارن ہی مجھے کتنی بار پریرنا ملی اور میں کامیابی سے اپنے راستے پر آگے بڑھنے میں کامیاب ہوا۔

مجھے یاد ہو گیا کہ 1942 میں جب ہم لوگ لڑھ کر کام کر رہے تھے، جاپانیوں نے تان-کی کو پکڑ لیا۔ ترہ ترہ کی مہانک تکلیفیں دے کر بھی وہ تان-کی سے ایک شہد بھی نہ جان پائے۔

جیتنا ہی میں پھللی باتوں پر سوچتا گیا اتنا ہی جیتنا ہی میں پچھلی باتوں پر سوچتا گیا اتنا ہی مجھے اپنے بیوہار کے لئے نفرت سی ہونے لگی۔

اس دو سال کے سکھی جیون نے مجھے میرا فرض بھلا دیا ہو۔ میں کیر بن رہا تھا۔

میں سوچ رہا تھا جیون کے بارے میں میرا بیچارہ کون کر بددل گیا۔ کون میں وہ اب نہیں رہا جو مجھے چاہیے۔ جیون سے سدا سہارے میں ہی آند آنا چاہیے۔

کیا تان-کی سے ایک بار پھر بچھڑنے کا ساہس میں نہیں رہ گیا؟

× + × + ×

”اپنے دیس پر اس بھانک سہکت کے زمانے میں

آگے بڑھتے ہوئے اس نے پوچھا — ”اسکا نام کیا ہے؟“

نام سننے ہی اسکا چہرہ مسست ہو گیا۔ اس نے اسے زمیں پر رکھ دیا اور فور سے پہچاننے کی کوشش کرنے لگی۔ میں پریشان تھا کہ آخر اس بات نے اسے چونکا کھوں دیا۔ کچھ چھن بعد اس نے دیاسلائی جلائی اور کھیل کے چہرے کو دھیان سے دیکھا اور پھر ایسا معلوم ہوا کہ وہ کچھ کہہ رہی ہے جو میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔

وہ سیدھی کھڑی ہو گئی۔ میں نے دیکھا اسکی آنکھوں میں آنسو تھے۔ بھرائے گلے سے وہ بولی — ”یہ میرا بھائی ہے۔“

یہ تانکی سے میری پہلی ملاقات تھی۔

× × × ×

اس وقت لیمپ کی دھیمی روشنی میں بیٹھی اپنی پہلی تانکی کو دیکھ کر مجھے بارہ برس پہلے کی زندگی کی یاد ہو آئی۔ جاپان وروندہ لوائی کی کھٹناؤں میں جان سی ہو گئی۔

لیکن اب تو تانکی آٹھ برس کے ایک لڑکے کی ماں تھی۔ اس کا جیون سکھ سے بھرا پورا تھا۔ ہمیں اپنے کام میں آند آنا تھا۔ ہم میں کام کرنے کے لئے ایک ساہس تھا، ایک لگن تھی۔ مجھے خیال آیا کہ اپنے فرض کو بھلی بہانت سمجھنے اور اس پر سختی سے قائم رہنے کے کارن ہی تانکی آنکھت کھٹناؤں کے بچ سپل رہ سکی۔ اسی کے ساہس، فرض شناسی اور وشواس کے کارن ہی مجھے کتنی بار پریرنا ملی اور میں کامیابی سے اپنے راستے پر آگے بڑھنے میں کامیاب ہوا۔

مجھے یاد ہو گیا کہ 1942 میں جب ہم لوگ چھپ کر کام کر رہے تھے، جاپانیوں نے تانکی کو پکڑ لیا۔ طرح طرح کی بھانک تکلیفیں دے کر بھی وہ تانکی سے ایک شہد بھی نہ جان پائے۔

جیتنا ہی میں پچھلی باتوں پر سوچتا گیا اتنا ہی مجھے اپنے بیوہار کے لئے نفرت سی ہونے لگی۔ اس دو سال کے سکھی جیون نے مجھے میرا فرض بھلا دیا ہو۔ میں کیر بن رہا تھا۔

میں سوچ رہا تھا جیون کے بارے میں میرا بھار کون کر بدل گیا۔ کون میں وہ اب نہیں رہا جو مجھے چاہیے۔ جیون سے سدا سہارے میں ہی آند آنا چاہیے۔

کیا تانکی سے ایک بار پھر بچھڑنے کا ساہس میں نہیں رہ گیا؟

× + × + ×

”اپنے دیس پر اس بھانک سہکت کے زمانے میں

دو برس بڑی ایک بھین ایک بھروسے کے دوست کے ساتھ یلو ندری کے پار جاپان کے خیلاک لڑنے والے ایک جاپانی مار دستے میں شامل ہو گئے تھے۔

کیم کو پیچھے جانے والے دل کے ساتھ جانے کا حکم ملا۔ پر جاپانیوں سے اپنی نافرمانی اور پیتا کی موت کے بدلے کی پربل ہرجائی کے کارن وہ چپ چاپ واپس لوٹ آیا اور تھک اس جگہ پہنچا جہاں بھینک گولہ باری ہو رہی تھی۔ گولہ باری کے بیچ رہ کر وہ کھائل ساتھوں کو اپنی کمر پر رکھ کر سرکشت جگہوں پر پہنچانے میں لگ گیا۔ اس کی ہر کم تھی اسلئے اسکو رائفل نہیں دی گئی تھی۔ اسی بھج دشمن کے ایک گولے سے کم بری طرح گھائل ہو گیا۔ گھاؤ اس کے سر میں لگا تھا۔ بہت زیادہ خون نکل جانے کی وجہ سے بے ہوش ہو کر وہ گر پڑا۔

اسے فوراً پہنچے ہتھانے کا حکم ہوا۔ اسکو اپنی پیٹھ پر لائے میں جلدی جلدی چل کر پہنچے کی طرف جانے والے دستے تک پہنچ جانا چاہتا تھا۔ سارا راستہ جھٹکل سے ہو کر تھا اور ایک بھینک اندھیرا چھایا تھا۔ ہرٹ گرنا بند تھی لیکن پیڑوں پر جمی ہرٹ ابھی تک گر رہی تھی جو مڑے آگے بڑھنے میں رکاوٹ پیدا کر رہی تھی۔

میں نے کم کے گھاؤ کو ایک کپڑے سے باندھنے کی کوشش کی لیکن خون بہتا بند نہیں ہوا۔ سردی کے کارن اس کے ہونٹ نیلے پڑ گئے تھے۔ تھلے سے بچانے کے لئے میں نے اسے اپنے کمر میں لپیٹ لیا اور تیزی سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔ کٹناہیاں منہ مالوم ہی نہیں ہو رہی تھیں۔ چلتے چلتے صبح ہو گئی۔ اب مہرا بدن تھکوت سے چور چور ہو گیا تھا۔

میں نے کم کے گھاؤ کو ایک کپڑے سے باندھنے کی کوشش کی لیکن خون بہتا بند نہیں ہوا۔ سردی کے کارن اس کے ہونٹ نیلے پڑ گئے تھے۔ تھلے سے بچانے کے لئے میں نے اسے اپنے کمر میں لپیٹ لیا اور تیزی سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔ کٹناہیاں منہ مالوم ہی نہیں ہو رہی تھیں۔ چلتے چلتے صبح ہو گئی۔ اب مہرا بدن تھکوت سے چور چور ہو گیا تھا۔

ہم اب ہیڈ کوارٹرس کے قریب ہی تھے۔ ایک کامریڈ نے گھائل کو لے چلنے میں مہری سہائتا کرنے کو کہا۔ ہم دونوں سنبھال کر اسے اٹھا کر لئے جا رہے تھے۔ اب میں جان گیا تھا کہ مہری سہائتا کرنے والی عورت تھی۔ کچھ دور چلنے کے بعد اس نے اپنی رائفل مجھے دیتے ہوئے کم کو اپنے کندھے پر رکھ لیا۔ اس کے پاؤں کچھ کچھ تھکے گئے۔ وہ بولی — ”ہمارا ساتھی لڑکا ہی جان پوتا ہے۔“

”ہاں“ اسکی ہر کل ابھی سولہ برس کی ہی تھی۔ ”میں نے جواب دیا۔

میں نے کہا تھا کہ کہیں اس کے پاؤں نہ لوکھوا جائیں اور دونوں ہی گر پڑیں۔ اس وجہ سے میں سیدھا کھوا رہنے میں اسے سہائتا دیتا رہا جب تک اس نے ہمارے تھک نہیں کر لیا۔

”ہاں“ اسکی ہر کل ابھی سولہ برس کی ہی تھی۔ ”میں نے جواب دیا۔

میں نے کہا تھا کہ کہیں اس کے پاؤں نہ لوکھوا جائیں اور دونوں ہی گر پڑیں۔ اس وجہ سے میں سیدھا کھوا رہنے میں اسے سہائتا دیتا رہا جب تک اس نے ہمارے تھک نہیں کر لیا۔

میں نے کہا تھا کہ کہیں اس کے پاؤں نہ لوکھوا جائیں اور دونوں ہی گر پڑیں۔ اس وجہ سے میں سیدھا کھوا رہنے میں اسے سہائتا دیتا رہا جب تک اس نے ہمارے تھک نہیں کر لیا۔

میں نے کہا تھا کہ کہیں اس کے پاؤں نہ لوکھوا جائیں اور دونوں ہی گر پڑیں۔ اس وجہ سے میں سیدھا کھوا رہنے میں اسے سہائتا دیتا رہا جب تک اس نے ہمارے تھک نہیں کر لیا۔

میں نے کہا تھا کہ کہیں اس کے پاؤں نہ لوکھوا جائیں اور دونوں ہی گر پڑیں۔ اس وجہ سے میں سیدھا کھوا رہنے میں اسے سہائتا دیتا رہا جب تک اس نے ہمارے تھک نہیں کر لیا۔

میں نے کہا تھا کہ کہیں اس کے پاؤں نہ لوکھوا جائیں اور دونوں ہی گر پڑیں۔ اس وجہ سے میں سیدھا کھوا رہنے میں اسے سہائتا دیتا رہا جب تک اس نے ہمارے تھک نہیں کر لیا۔

میں نے کہا تھا کہ کہیں اس کے پاؤں نہ لوکھوا جائیں اور دونوں ہی گر پڑیں۔ اس وجہ سے میں سیدھا کھوا رہنے میں اسے سہائتا دیتا رہا جب تک اس نے ہمارے تھک نہیں کر لیا۔

ہو کر کوریانہ جانے والے ساتھیوں کے بارے میں سب کچھ پتا تھا۔ پر مجھے ایک شخص کو بھی یہ خیال نہ آیا تھا کہ تانہ-کائی بھی کوریانہ جانا چاہے گی۔ کیا نرس کا کام اسے پسند نہیں ہے یا ریلوے اسپتال میں اس کا کام ضروری نہیں ہے؟ اگر وہ چلی گئی تو ایک بار پھر ہمارے جہوں پر دیکھ ہی دکھ چھا جائے گا۔ اس سے بچھڑنے کا ارمان کر کے دماغی الجھن سے پریشان ہو کر میں تھپکنے لگا۔

میری آنکھیں اس کے کمریہ رکھے گاڑن پر گئی جو وہ لٹیاں لے کر لے کر رہی تھی۔ مجھے اپنی سانس رکھتی سانس جان پڑی۔ یہاں تک کہ میں نے کہا: "لٹیاں کا کیا ہوگا، اس کے لئے بالکل کون کون کرے گا؟"

اس نے اپنی آنکھوں پر سے دو سال ہٹاتے ہوئے اپنا سر اُپر اُٹھایا اور میری طرف دیکھتے ہوئے کچھ کہنے کی کوشش کی، پر شہد اس کے منہ سے نہ نکل سکے۔ اس نے اپنا سر پھر پھینک کر لیا۔

اس کی چھٹی دیکھ کر مجھے اپنا دل پھٹتا سا جان پڑا۔ ایک طرف مجھے تانہ کی بات پر دیکھ ہو رہا تھا اور دوسری طرف خود اپنے وہوہار نے لٹے اپنے سے ایک نفرت میں اُٹھ کر اس کے قریب پہنچا اور تھپک اس کے سامنے کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ میں کوریانہ کی اس عورت کو تھپک تھپک سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ میں نے اپنے جہوں کے دس برس بتائے تھے اور پورا جہوں بتانے کی پرتگیا کی تھی۔

ہر جہوں ہم ساتھ رہے۔ ہم نے دیکھ ساتھ ساتھ سہے، سکھ میں ساتھ ساتھ خوشیاں ملائیں۔ پچھلی باتیں مہرے دماغ میں چکر لگتے رہی تھیں۔ میں اپنی تانہ کی بارہ برس پہلے کی بھینٹ کے بارے میں سوچنے لگا۔

1937 کے سہی کے موسم کی بات ہے چاروں طرف پہاڑیوں پر اور میدانوں میں برف کی موٹا چادر سی بچھی ہوئی جان پڑتی تھی۔ میں اس وقت ایک کوریانہ دستے کے ساتھ تھا۔ ہونہار کے قریب ہماری مٹہ بھڑ جاپانیوں کے جنگل میں گھومنے والے ایک پٹرول سے ہوئی۔ اچانک ایک ہم بیٹھا جس نے بیٹھنے سے اس پاس کے پتھر بھی گر پڑے۔ اسے وقت میں ایک دم فیصلہ کرنا ضروری تھا۔ یہ طے ہوا کہ ہماری ٹکڑی کا ایک حصہ تو پاس ہی میں تھپدی ہوئی ہماری فوج سے جا ملے اور دوسرا وہیں ٹھہر کر جاپانیوں کو آگے بڑھنے سے روکے۔ میں اسی گروپ میں تھا جو دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے رک گیا تھا۔ ایک کوریانہ سانہ کی لٹیاں چھو جس کی عمر صرف سولہ برس کی تھی ہمارے ساتھ رکنا چاہتا تھا۔ اس کے پتا کو جاپانیوں نے مار ڈالا تھا۔ اس کو طرح طرح کی تکلیفوں دی گئی تھیں۔ کم کی ماں بھی چھوٹ چکی تھی۔ وہ اور اس سے

ہو کر کوریانہ جانے والے ساتھیوں کے بارے میں سب کچھ پتا تھا۔ پر مجھے ایک جہوں کو بھی یہ خیال نہ آیا تھا کہ تانہ-کائی بھی کوریانہ جانا چاہے گی۔ کیا نرس کا کام اسے پسند نہیں ہے یا ریلوے اسپتال میں اس کا کام ضروری نہیں ہے؟ اگر وہ چلی گئی تو ایک بار پھر ہمارے جہوں پر دیکھ ہی دکھ چھا جائے گا۔ اس سے بچھڑنے کا ارمان کر کے دماغی الجھن سے پریشان ہو کر میں تھپکنے لگا۔

میری آنکھیں اس کے قریب رکھے گاڑن پر گئیں جو وہ لٹیاں لے کر لے کر رہی تھی۔ مجھے اپنی سانس رکھتی سانس جان پڑی۔ یہاں تک کہ میں نے کہا: "لٹیاں کا کیا ہوگا، اس کے لئے بالکل کون کون کرے گا؟"

اس نے اپنی آنکھوں پر سے دو سال ہٹاتے ہوئے اپنا سر اُپر اُٹھایا اور میری طرف دیکھتے ہوئے کچھ کہنے کی کوشش کی، پر شہد اس کے منہ سے نہ نکل سکے۔ اس نے اپنا سر پھر پھینک کر لیا۔

اس کی چھٹی دیکھ کر مجھے اپنا دل پھٹتا سا جان پڑا۔ ایک طرف مجھے تانہ کی بات پر دیکھ ہو رہا تھا اور دوسری طرف خود اپنے وہوہار نے لٹے اپنے سے ایک نفرت میں اُٹھ کر اس کے قریب پہنچا اور تھپک اس کے سامنے کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ میں کوریانہ کی اس عورت کو تھپک تھپک سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ میں نے اپنے جہوں کے دس برس بتائے تھے اور پورا جہوں بتانے کی پرتگیا کی تھی۔

ہر جہوں ہم ساتھ رہے۔ ہم نے دیکھ ساتھ ساتھ سہے، سکھ میں ساتھ ساتھ خوشیاں ملائیں۔ پچھلی باتیں مہرے دماغ میں چکر لگتے رہی تھیں۔ میں اپنی تانہ کی بارہ برس پہلے کی بھینٹ کے بارے میں سوچنے لگا۔

1937 کے سہی کے موسم کی بات ہے چاروں طرف پہاڑیوں پر اور میدانوں میں برف کی موٹی چادر سی بچھی ہوئی جان پڑتی تھی۔ میں اس وقت ایک کوریانہ دستے کے ساتھ تھا۔ ہونہار کے قریب ہماری مٹہ بھڑ جاپانیوں کے جنگل میں گھومنے والے ایک پٹرول سے ہوئی۔ اچانک ایک ہم بیٹھا جس نے بیٹھنے سے اس پاس کے پتھر بھی گر پڑے۔ اسے وقت میں ایک دم فیصلہ کرنا ضروری تھا۔ یہ طے ہوا کہ ہماری ٹکڑی کا ایک حصہ تو پاس ہی میں تھپدی ہوئی ہماری فوج سے جا ملے اور دوسرا وہیں ٹھہر کر جاپانیوں کو آگے بڑھنے سے روکے۔ میں اسی گروپ میں تھا جو دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے رک گیا تھا۔ ایک کوریانہ سانہ کی لٹیاں چھو جس کی عمر صرف سولہ برس کی تھی ہمارے ساتھ رکنا چاہتا تھا۔ اس کے پتا کو جاپانیوں نے مار ڈالا تھا۔ اس کو طرح طرح کی تکلیفوں دی گئی تھیں۔ کم کی ماں بھی چھوٹ چکی تھی۔ وہ اور اس سے

ہم نے اپنے بچے لیانگ کو اسکول بھیج دیا تھا اور چھٹیاں آنے پر ہم دونوں ہی اسے باپس لےنے گئے تھے۔ تان-کی اور مجھے اب اپنے کاموں سے تھوڑی فرصت بھی مل جاتی تھی۔ ہم دونوں بازار جاتے، اپنی ضرورت کی چیزیں ایک دوسرے کی رائے سے ہی خریدتے۔ کسی دن فرصت کے سبب کوئی دوسرا کام نہ ہونے پر ہم لوگ یلوندی کے کداریں تھیلے چلے جاتے اور کھیتوں پچھلی کھیتوں اور بھوشہ کی پوچھاؤں پر باتیں کرتے رہتے۔ اب ہمارا کام بھی مقرر تھا اور اس میں ہمیں آند آنا تھا۔ ہم میں ایک تھا آتساہ، ایک تھا جوش پھدا ہورہا تھا اور ہم بے حد سکھی تھے۔ ایسی حالت میں میں تانکی کے شہدوں کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔

”تو کھانا کھانا چاہتی ہو؟“ میں نے پوچھا۔

”میں بہت سوچتی رہی ہوں۔“ اتنا کہ کر وہ چپ ہو گئی۔ اس کے چہرے پر کچھ پریشانی کی دیکھا نہیں ابھر آئی۔ پھر کچھ چہن بعد وہ بولی—”میں کچھ دن پہلے ہی تم سے کھانا چاہتی تھی.....میں کوریا جانا چاہتی ہوں۔“

اس کے منہ سے یہ شہد سلنے کی آشا میں نہیں دیکھتا تھا۔ میں نے اپنی پھالی میز پر رکھ دی۔ میں سوچنے لگا—تان-کی مجھے छोड़ کر جانا چاہتی ہے—میری پत्नी، میری जीवन साथی، میری सब कुछ मुझे छोड़ कर.....अपने प्यारे बच्चे को छोड़ कर जانا चाहती है। मैं बहुत अधीर हो उठा। एक गहरी पीड़ा से मेरा मन भर गया۔

”تان-کی! کیا سب کچھ ہی تم جانا چاہتی ہو؟“ میں نے ایک ہی سانس میں کھ گیا۔ اس نے اپنا سر ہلایا۔

”نہیں، نہیں! تم نہیں جاسکتیں۔ میں تمہیں نہیں جانے دوں گا۔“ میں نے جوش میں یہ کہہ کر اسے چلا آٹھا۔

کچھ چہن ہم دونوں کے بیچ ایک اُلجھن پیدا کرنے والی خاموشی چھا گئی تھی۔ تانکی کی آنکھیں کھل کر چڑی ہو گئی تھیں اور ان میں پریشانی صاف چمک رہی تھی۔ اس نے اپنے آپ کو صنبھالتے ہوئے کہا—”تمہارا مطلب ہے، کیا تم مجھے نہیں جانے دو گے؟“

میں نے اپنے شہد دھرا دیئے۔

اس پر اس نے بہت ہی میٹھ شہدوں میں کہا—”مجھے وشواس ہے تم مجھے جانے سے نہیں روکے گے۔ جو کچھ تم کہہ رہے ہو جوش اور مجھ کو نہ سمجھ سکتے گے۔ کارن کہہ رہے ہو۔ تم جانتے ہو، میں جانے کے لئے کتنی بے چہن ہوں؟ نہ جا کر کہا میں اپنے دماغ کو قابو میں رکھ سکتی ہوں؟“

کچھ نہ سمجھ پا سکتے والے بالک نے سمان میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ مجھے اپنے نگر سے والٹھیر

”تانکی! کیا سچ سچ ہی تم جانا چاہتی ہو؟“ میں نے ایک ہی سانس میں کہہ گیا۔ اس نے اپنا سر ہلایا۔

”نہیں، نہیں! تم نہیں جاسکتیں۔ میں تمہیں نہیں جانے دوں گا۔“ میں نے جوش میں یہ کہہ کر اسے چلا آٹھا۔

کچھ چہن ہم دونوں کے بیچ ایک اُلجھن پیدا کرنے والی خاموشی چھا گئی تھی۔ تانکی کی آنکھیں کھل کر چڑی ہو گئی تھیں اور ان میں پریشانی صاف چمک رہی تھی۔ اس نے اپنے آپ کو صنبھالتے ہوئے کہا—”تمہارا مطلب ہے، کیا تم مجھے نہیں جانے دو گے؟“

میں نے اپنے شہد دھرا دیئے۔

اس پر اس نے بہت ہی میٹھ شہدوں میں کہا—”مجھے وشواس ہے تم مجھے جانے سے نہیں روکے گے۔ جو کچھ تم کہہ رہے ہو جوش اور مجھ کو نہ سمجھ سکتے گے۔ کارن کہہ رہے ہو۔ تم جانتے ہو، میں جانے کے لئے کتنی بے چہن ہوں؟ نہ جا کر کہا میں اپنے دماغ کو قابو میں رکھ سکتی ہوں؟“

کچھ نہ سمجھ پا سکتے والے بالک نے سمان میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ مجھے اپنے نگر سے والٹھیر

آج سبھی چیजें नियम में बंध गई थीं. सब एक घुरे से चल रही थीं. हमारे लिये भविष्य में आने वाले शुभ-दिनों का यह सन्देश था. हमें अपनी हर बाधा की रक्षा करनी पड़ेगी. जो हाथ इन्हें तबाह करना चाहते हैं उनसे मुकाबला करना पड़ेगा. हम यह नवजीवन पाकर उसे अब खो नहीं सकते! मैं उन्हीं विचारों में खोया, कल्पनाओं में गुमसुम धीमे धीमे वर्क शाप से लौट रहा था.

X X X
काफ़ी अन्धेरा होने पर ही मैं तान-की के पास पहुंच सका. दरबाजा खोल कर मैं अन्दर गया. तान-की बच्चों का सूती गाउन ठीक कर रही थी. लैम्प की रोशनी उसके चेहरे और खुले बालों पर पड़ रही थी. इस समय उसके मुखड़े पर छई चमक को मैं एक टुक घूरता हुआ उसके करीब बैठ गया.

“यह मेरे बिलकुल ठीक आता है.” एपटर की तरफ इशारा करते हुए मैंने कहा.

वसने हाथ की सुई एक तरफ रख दी और गाउन को तह करती हुई बोली—“अब ठन्ड पड़ने लगी है. अब की बार जब तुम जाना तो ल्यांग के लिये यह गाउन और दूसरे गर्म कपड़े ले जाना न भूलना.” ल्यांग हमारे आठ बरस के बच्चे का नाम है. हमने यह नाम उसके मामा किम-ल्यांग-च्यू की याद सदा अमर रखने के लिये रखा है. तान-की का भाई किम-ल्यांग-च्यू जापानियों के हाथों अपने देश की रक्षा करता हुआ शहीद हुआ था.

मैंने दो ग्यालों में गरम पानी ढाला और एक तान-की की तरफ बढ़ा कर दूसरा खुद चठा लिया. वह उस ग्याले को दोनों हाथों से पकड़ते हुए गंभीर निगाहों से मेरी तरफ देखने लगी.

उसे कुछ बोलते न देख कर मैंने खुद ही पूछा—
“तुम मुझसे क्या कहना चाहती थी?”

तान-की ने जवाब नहीं दिया. वह उसी तरह मौन बैठी रही. मैंने आशंका से पूछा—“क्या बात है?”

अपने ग्याले से एक घूंट लेकर वसने धीमी आवाज में कहा—“संसार का हर आदमी सुखी रहना चाहता है.” मेरी तरफ से आंखें बिना हटाए ही वह कहती गई—“पर वह आदमी सुखी नहीं रह सकता जो अपनी ज़िम्मेदारी को भुला दे.”

यह शब्द मैंने अपने दस बरस के बिवाहित जीवन में तान-की के मुँह से कई बार सुने थे. पर पिछले कुछ बरस में जो तबदीलियां हुई थीं वह हमारे पुराने अरमानों को पूरा कर रही थी. तान-की खुद भी बहुत खुश थी, उसमें एक फुरती आ गई थी.....लेकिन फिर.....?

सबھی چیزیں نظم میں بندھ گئی تھیں . سب سے چل رہی تھیں . ہمارے لئے ہوشیہ میں شبہ دنوں کا یہ سندیہ تھا . ہمیں اپنی ہر رکشا کرنی پڑے گی . جو ہاتھ انہیں تباہ کرنا میں اُن سے مقابلہ کرنا پڑے گا . ہم یہ نوجوان پاکر کہو نہیں سکتے ! میں انہیں وچاروں میں کھویا میں کم سم دھویے دھویے روک شاپ سے لوٹ

+ X X
اندمہوا ہونے پر ہی میں تانکی کے پاس پہونچ دروازہ کھول کر میں اندر گیا . تانکی بچوں کا سوئی یک کر رہی تھی . لیمپ کی روشنی اُس کے اور کھلے بالوں پر پڑ رہی تھی . اُس سے اُس کے پر چھائی چمک کو میں ایک تک کھڑتا ہوا . قریب بیٹھ گیا .
2 میرے بالکل ٹھیک آتا ہے . “سوپٹر کی طرف رتے ہوئے میں نے کہا .

3 نے ہاتھ کی سوئی ایک طرف رکھ دی اور گاؤں رتی ہوئی ہوئی—“اب تھنڈ پونے لگی ہے . اب جب تم جانا تو لہانگ کے لئے یہ گاؤں اور دوسرے رے لے جانا نہ بھولنا .“ لہانگ ہمارے آٹھ برس کا نام ہے . ہم نے یہ نام اُس کے ماما کم لہانگ لی یاد سدا اسر رکھنے کے لئے رکھا ہے . تانکی کا کم لہانگ چھو چاپانہوں کے ہاتھوں اپنے دیہے کی بتا ہوا شہید ہوا تھا . میں نے دو بھانوں میں گرم نالا اور ایک تانکی کی طرف بڑھاکر دوسرا خود 4 . وہ اُس بھالے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑتے ہوئے نکالوں سے موری طرف دیکھنے لگی .

5 کچھ بولتے نہ دیکھ کر میں نے خود ہی پوچھا—
6 سے کہا کہنا چاہتی تھیں ؟

7 کی نے جواب نہیں دیا . وہ اُسی طرح سون بیٹھی میں نے اُشکا سے پوچھا—“کہا بات ہے ؟”

8 بھالے سے ایک گھونٹ لے کر اُس نے دھیمی آواز کہا—“سلسار کا ہر آدمی سکھی رہنا چاہتا ہے .“ طرف سے آنکھیں بندا ہٹائے ہی وہ کہتی گئی—
9 آدمی سکھی نہیں وہ سکتا جو اپنی ذمے داری دے .

10 شہد میں نے اپنے دس برس کے وراعت چھون تانکی کے منہ سے کئی بار سنے تھے . پر پچھلے کچھ میں جو تبدیلیاں ہوئی تھیں وہ ہمارے پرانے کو پورا کر رہی تھیں . تانکی خود بھی بہت تھی . اُس میں ایک پھرتی آگئی تھی.....
11.....؟

میں उसकी तरफ بہت بڑی آؤں سے دیکھ رہا تھا !
من میں तरہ तरہ کے ساندے بڑے لگے—بہت اس وقت
ک्यों آ رہی ہے ؟ کیا کڑی کام ہو سکتا ہے ؟ اُس کے
کڑی آ جانے پر میں نے بڑا کرکھا کیا 'کامرہ کا کیا
ہال ہے ؟' میرا मतलब एक राख पڑے समर' की गोले मे
जलमी होकर अस्पताल में भरती होन वाले एक कामरह
से था .

उसने अपना सर हिला कर मानो मुझे बताया कि
कामरह की हालत ठीक है .

मेरे बिलकुल कड़ीब आ कर उसने एक ऊनी मोयटर
मेरे हाथों में थमा दिया. पास पड़े हुए डिव्हों पर गोलियों
के गदों को ध्यान से देखते हुए उसने कहा—“सियाल
से मेरी मां की चिट्ठी आई है. उममें उमने लिखा है कि
अमरीकी हवाई जहाज कारखाने, स्कूल, मकान, दुकान
सारी चीजें बरबाद कर रहे हैं, वह कुछ भी नहीं छोड़
रहे हैं.”

मैंने उसके चेहरे के भाव पढ़ने की कोशिश की, पर
वह मुझे शान्त जान पड़े, उनमें उचाल नहीं था.

मेरे कारियन बालने के मुकाबले मेरी पत्नी कहीं अच्छी
तरह चानी भाशा बोल सकता है. इसका खास बजह यह
है कि वह कोरियन हाते हुए और यलो नदी के उस पार
पैदा होकर भी. छुटपन से ही यलो नदी के इस पार रह
कर परवान चढ़ी थी.

अपनी चिन्ता को अधिक न दबा कर मैंने उससे
सवाल किया—“आज इस समय कैसे आ घमकीं, तुम्हारी
छुट्टी है क्या ?”

उस वक्त वह उन गदों में अपनी उंगलियां डाल कर
उनकी गहराई देख रही थी. मेरा सवाल सुनकर वह
मुस्कराई. आगे बढ़ कर उमने मेरे हाथ से सोपटर ले लिया
और फिर बोली—“आज रात अस्पताल के आराम घर
में मैं तुम्हारा इन्तजार करूंगी, मुझे तुमसे कुछ कहना
है.” यह कह कर वह लाइन पार करती हुई दूसरी तरफ
खड़े डिव्हों की आड़ में आंखों से ओझल हो गई.

X X X

शाम के वक्त सूरज की किरनें चारों तरफ फैल रही
थीं. दिन भर के बाद इस समय आममान साफ चमक
रहा था.

चारों तरफ—रेलवे लाइन, कोयना गोदाम, पानी की
टंका, बर्क शाप, ऊंची ऊंची वम नयाँ और मजदूरों के
आराम घर—दख कर नए निमान की एक भावना
उमड़ता जान पड़ती थी. पच्छिम 61 तरफ जात सूरज की
लाज करन नई बनी इमारत का लात इंदो पर एक चमक
पैदा कर रही थी.

میں اُس کی طرف بہت بڑی آنکھوں سے دیکھ رہا
تھا ! من میں مہر طرح طرح کے ساندے آٹھ لگے—وہ اس
وقت کہوں آرہی ہے ؟ یہ ہروئی کام ہو سکتا ہے ؟ اُس کے
قریب آ جانے پر میں نے سوال کیا—“کامریٹ کا کیا حال
ہے ؟” مہرا مطالب ایک روز پہلے امریکی گولے سے زخمی
ہوکر اسپتال میں بھرتی ہونے والے ایک کامریٹ سے تھا .

اُس نے اپنا سر ہلا کر مانو مجھے بتایا کہ کامریٹ کی
حالت ٹھیک ہے .

مہرے ہانکل قریب آ کر اُس نے ایک اونی سویٹر
مہرے ہاتھوں میں تھما دیا . پاس پڑے ہوئے قبروں پر
گولوں کے گدھوں کو دھیان سے دیکھتے ہوئے اُس نے کہا—
“سہول سے مہری ماں کی چٹھی آئی ہے . اُس میں
اُس نے لکھا ہے کہ امریکی ہوائی جہاز کارخانے، اسکول،
مکان، دوکان، ساری چیزیں برباد کر رہے ہیں، وہ کچھ
بھی نہیں چھوڑ رہے ہیں.”

میں نے اُس کے چہرے کے بھاؤ پڑھنے کی کوشش
کی، پر وہ مجھے شانت جان پڑے، اُن میں ابال نہیں
تھا .

مہرے کورین بولنے کے مقابلے مہری یعلی کہیں
اچھی طرح چھٹی بوشا بول سکتی ہے . اس کی خاص
وجہ یہ ہے کہ وہ کورین ہوتے ہوئے اور یلوندی کے اُس پار
پیدا ہو کر بھی، چھٹین سے ہی یلوندی کے اُس پار وہ کر
پروان چڑھتی تھی .

اپنی چلتا کو ادھک نہ دبا کر میں نے اُس سے سوال
کیا—“آج اس سے کسے آدمکھیں، تمہاری چھٹی ہے
کیا ؟”

اُس وقت وہ اُن گدھوں میں اپنی انگلیاں ڈال کر
اُن کی گہرائی دیکھ رہی تھی . مہرا سوال سن کر وہ
مسکرائی . آٹھ ہونے پر اُس نے مہرے ہاتھ سے سویٹر لے
لیا اور پھر بولی—“آج رات اسپتال کے آرام گھر میں
میں تمہارا انتظار کرونگی، مجھے تم سے کچھ کہنا ہے.”
یہ کہ کر وہ لائن پार کرتی ہوئی دوسری طرف ہونے
کی آڑ میں آنکھوں سے اوجھل ہو گئی .

X X X X

شام کے وقت سورج کی کرنیں چاروں طرف پھیل
رہی تھیں . دن بھر کے بعد اُس سے آسمان صاف چمک
رہا تھا .

چاروں طرف—ریلوے لائن، ڈوئلہ گودام، پانی کی
ٹنکی، ورک شاپ، اونچے اونچے چمبھوں اور مزدوروں کے
آرام گھر—دیکھ کر نئے نیمان کی ایک بھاؤنا آمونی
جان پڑتی تھی . بچھم کی طرف جاتے سورج کی لال
کرنیں نئی نئی عمارتوں کی لال اینٹوں پر ایک چمک
پیدا کر رہی تھیں .

لیئے ہزاروں اکشر ہوتے ہیں۔ اگر ہماری لکھاوت کی طرح اس میں بھی 40-42 اکشر ہوتے تو شاید چین نے ٹائیپوں کی بھی ایجاد کر لی ہوتی۔

بارہویں صدی کے آغاز میں تو ہمارے بھارت میں بودھ دھرم کا بھی سیتارا بڑھنے لگا، اسلئے ہمارے لوگوں کے چین جانے کی سہولت نہ رہ گئی تھی۔ چنگیز خاں حالانکہ بودھ نہیں تھا، لیکن اس کی ہمدردی بودھوں کے ساتھ ضرور تھی۔ چنگیز نے اپنے پوتے قبلی خاں وغیرہ کی تعلیم کی ذمہ داری ایک بودھ بھکشو کو دی تھی۔

آگے چل کر قبلی (1260-94 عیسوی) نے بودھ دھرم کو سیکڑا کر لیا۔ گھومنگو ملکوں کے کنگز و فرمان میں بودھ دھرم نے اتنی مدد کی کہ چنگیز چل کر وہ ملکوں کا جانی دھرم بن گیا۔ اب بھارت میں بودھ دھرم نہیں تھا، لیکن ملکوں میں دھرم پرچار کا کام تہتی آجادیوں نے کیا۔ ملکوں کے تریٹک کا ادھک بھاگ تہتی تریٹک (کنجور، کنجور) کا انواد ہے۔

باہر کے جیادہ تر دیشوں سے بھارت کا سہلہ بودھ دھرم کے ذریعے ہوا تھا۔ وہ سہلہ بودھ دھرم کے ختم ہونے سے جہاں کمزور ہونے لگا، وہاں دیش کی غلامی نے بھی کنگز و مل کو بھانے میں ہاتھ بٹایا۔ صدیوں بعد بھارت اس حالت میں ہے کہ وہ اس پرانے کنگز سہلہ کو پھر سے زندہ کرے۔

بارہویں صدی کے آخر میں تو بھارت میں بودھ دھرم کا بھی سیتارا بڑھنے لگا، اسلئے ہمارے لوگوں کے چین جانے کی سہولت نہ رہ گئی تھی۔ چنگیز خاں حالانکہ بودھ نہیں تھا، لیکن اس کی ہمدردی بودھوں کے ساتھ ضرور تھی۔ چنگیز نے اپنے پوتے قبلی خاں وغیرہ کی تعلیم کی ذمہ داری ایک بودھ بھکشو کو دی تھی۔

آگے چل کر قبلی (1260-94 عیسوی) نے بودھ دھرم کو سیکڑا کر لیا۔ گھومنگو ملکوں کے کنگز و فرمان میں بودھ دھرم نے اتنی مدد کی کہ چنگیز چل کر وہ ملکوں کا جانی دھرم بن گیا۔ اب بھارت میں بودھ دھرم نہیں تھا، لیکن ملکوں میں دھرم پرچار کا کام تہتی آجادیوں نے کیا۔ ملکوں کے تریٹک کا ادھک بھاگ تہتی تریٹک (کنجور، کنجور) کا انواد ہے۔

باہر کے زیادہ تر دیشوں سے بھارت کا سہلہ بودھ دھرم کے ذریعے ہوا تھا۔ وہ سہلہ بودھ دھرم کے ختم ہونے سے جہاں کمزور ہونے لگا، وہاں دیش کی غلامی نے بھی کنگز و مل کو بھانے میں ہاتھ بٹایا۔ صدیوں بعد بھارت اس حالت میں ہے کہ وہ اس پرانے کنگز سہلہ کو پھر سے زندہ کرے۔

ایک چینی کہانی

پیار کی ٹکر

(بائی یا بھنگ)

یہاں کے بھاری کینارے پر ایک ریلوے سٹیشن ہے۔ یہی سٹیشن کی مشین شاپ کا وارڈن ہے۔

ایک روز میں امریکی بھاریوں کے ہاتھوں تباہ کیے ہوئے ہائلز اور ڈبوں پر بھاریوں کی چوٹ سے پھاڑنے والے ڈبوں کی دیکھ بھال کر رہا تھا۔ ہائلز اور ڈبے تکر بکر ادھر ادھر ہوتے تھے۔ اسی سے میں نے تانکی کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ مجھے بہت تعجب ہوا۔ ریلوے اسٹیشن کے بالکل قریب ہی ایک اسپتال ہے اور تانکی اسی میں ہیڈ نرس ہے۔ اس وقت اس کا آنا مجھے اچھ میں ڈالے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ کھونکہ بہت ہی ضروری کام ہونے پر وہ اسپتال کی قہرٹی چھوڑتی ہے۔

ایک چینی کہانی

پیار کی ٹکر

(بائی یا بھنگ)

یہاں کے بھاری کینارے پر ایک ریلوے اسٹیشن ہے۔ یہی سٹیشن کی مشین شاپ کا وارڈن ہے۔

پانچویں صدی کے آخر میں بھی دیکھی جاتی ہیں۔ ایک راجکمار نے کچھ گہمت بدائی۔ اس دنش کے اتھاس میں لکھا ہے کہ 487 عیسوی میں راجکمار نے ”دھرم کی گتھاؤں کے گانے کے لئے راگ تیار کرنے کے واسطے کتلے ہی بھکشوؤں کو اکٹھا کیا۔“ انہوں نے جو گیت تیار کئے تھے، ان سے تین صدی بعد جاپان سے آنے والے تیرتھ یاتریوں پر بہت اثر ہوا۔

جیوتیش:

بھارتی آچاریوں کی پریرنا اور سہا یات سے چین میں جیوتیش اور ہسٹری میں نئی تر کثی ہوئی۔ 618 عیسوی میں ایک بھارتی ودان نے پہلے تھانگ سمراٹ کے لئے ایک نیا کلندر بدایا۔ اس سے ایک صدی پہلے بھارتی ہندت شہار سنگھ اور وجر بودھی کے شاگرد چینی بھکشو اوی شنگ (683-747 عیسوی) نے حساب کر کے بتلایا کہ سورج کے سال میں 365-244 دن اور چاند مہینے میں 29-53 دن ہوتے ہیں۔ 721 عیسوی میں سرکار نے اس سدرے ہوئے کلندر کو مان لیا۔

بیدک:

دوا-ہلاک کی بیذا میں بیدکوں کا بہت بڑا ہا ی تھا۔ انکے بیہار میں سبھی جگہ ایک عام ڈسپنسری ر ہتی تھی۔ بیہاروں سے چن کر نوجوان بھکشو بیدک سیکھنے کے لئے چانگ آن بھیجے جاتے تھے۔

چھاپائی:

چھاپائی کا پھارا دھرم ہونے کے کارن سب سے پہلے بیدک دھرم نے چین میں چھاپے کا ہستمال کیا۔ بیدکوں کے کوئی کوئی پرنٹ پچاسوں ہزار کی تا دا د میں دوسرے پاٹکوں کے لئے لکھے جاتے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ جس کی مھر بنا کر کا گز پر چھاپا جا سکتا ہے، اسی طرح ہم چھوٹی موٹی کتابوں کو بھی چھاپ سکتے ہیں۔ نویں صدی کے آخر تک چانگ تو اس طرح کی چھاپائی کا مرکز بن گیا۔ 929 عیسوی میں لوپانگ کے راج ونش نے جے چوان پر قبضہ کر لیا اور پانچ برس تک راج کیا۔ یہاں ان کو چھاپے خالے کا پتہ لگا۔ 971-83 عیسوی میں چینی بودھوں نے پانچ ہزار جلدوں میں سارے ”دریتک“ چھاپ دیئے، جس کی کاپیاں 985 عیسوی میں کوپا اور 986 میں جاپان پہونچیں۔

اس طرح دسویں صدی کے ختم ہوتے ہوتے چین میں چھاپے خالے کا بھاری پرچار ہو گیا تھا۔ ہاں وہ اس زمانے کے دھرم کی چھاپائی نہیں تھی۔ انک الگ الگ دھرم کے اکشروں کو کموز کر کے چھاپے کا کام یورپ نے کیا۔ ایسا نہ کرنے کا کارن یہ بھی تھا کہ چینی لکھات میں آچھان (تلفظ) کا نہیں مطلب کا اشارہ ہوتا ہے۔ اس

پانچویں صدی کے آخر میں بھی دیکھی جاتی ہیں۔ ایک راجکمار نے کچھ گہمت بدائی۔ اس دنش کے اتھاس میں لکھا ہے کہ 487 عیسوی میں راجکمار نے ”دھرم کی گتھاؤں کے گانے کے لئے راگ تیار کرنے کے واسطے کتلے ہی بھکشوؤں کو اکٹھا کیا۔“ انہوں نے جو گیت تیار کئے تھے، ان سے تین صدی بعد جاپان سے آنے والے تیرتھ یاتریوں پر بہت اثر ہوا۔

چھاپائی:

بھارتی آچاریوں کی پریرنا اور سہا یات سے چین میں جیوتیش اور حساب میں نئی تر کثی ہوئی۔ 618 عیسوی میں ایک بھارتی ودان نے پہلے تھانگ سمراٹ کے لئے ایک نیا کلندر بدایا۔ اس سے ایک صدی پہلے بھارتی ہندت شہار سنگھ اور وجر بودھی کے شاگرد چینی بھکشو اوی شنگ (683-747 عیسوی) نے حساب کر کے بتلایا کہ سورج کے سال میں 365-244 دن اور چاند مہینے میں 29-53 دن ہوتے ہیں۔ 721 عیسوی میں سرکار نے اس سدرے ہوئے کلندر کو مان لیا۔

بیدک:

دوا-ہلاک کی ودیا میں بیدکوں کا بہت بڑا ہا تھ تھا۔ ان کے دھار میں سبھی جگہ ایک عام ڈسپنسری دھتی تھی۔ دھاروں سے چن کر نوجوان بھکشو بیدک سیکھنے کے لئے چانگ آن بھیجے جاتے تھے۔

چھاپائی:

چھاپائی کا پھارا دھرم ہونے کے کارن سب سے پہلے بودھ دھرم نے چین میں چھاپے کا استعمال کیا۔ بودھوں کے کوئی کوئی گرتھ پچاسوں ہزار کی تعداد میں دوسرے ہاتھوں کے لئے لکھے جاتے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ جس طرح آٹھ اکشروں کی مھر ہذا کر گفڈ پر چھاپا جا سکتا ہے، اسی طرح ہم چھوٹی موٹی کتابوں کو بھی چھاپ سکتے ہیں۔ نویں صدی کے آخر تک چانگ تو اس طرح کی چھاپائی کا مرکز بن گیا۔ 929 عیسوی میں لوپانگ کے راج ونش نے جے چوان پر قبضہ کر لیا اور پانچ برس تک راج کیا۔ یہاں ان کو چھاپے خالے کا پتہ لگا۔ 971-83 عیسوی میں چینی بودھوں نے پانچ ہزار جلدوں میں سارے ”دریتک“ چھاپ دیئے، جس کی کاپیاں 985 عیسوی میں کوپا اور 986 میں جاپان پہونچیں۔

اس طرح دسویں صدی کے ختم ہوتے ہوتے چین میں چھاپے خالے کا بھاری پرچار ہو گیا تھا۔ ہاں وہ اس زمانے کے دھرم کی چھاپائی نہیں تھی۔ انک الگ الگ دھرم کے اکشروں کو کموز کر کے چھاپے کا کام یورپ نے کیا۔ ایسا نہ کرنے کا کارن یہ بھی تھا کہ چینی لکھات میں آچھان (تلفظ) کا نہیں مطلب کا اشارہ ہوتا ہے۔ اس

में तुन ह्वांग गुफा बिहार खास महत्व रखते हैं। यहाँ की कला पर गंधार (तक्षशिला पेशावर) और मथुरा कला का बहुत असर पड़ा है। यह बहुत मुमकिन है कि जैसे साहित्य के निर्माण में भारती पंडितों ने चीन में जाकर काम किया, वसी तरह भारती कलाकारों ने इन कला की महान यादगारों को तैयार करने में हाथ बटाया हो।

1913-14 ईसवी में कुछ पच्छिमी खोज करने वालों की टोलियां बीच एशिया और चीन के कई भागों में गई थीं। उस समय जर्मन टोली का नेता लेलाक, ब्रिटिश टोली का स्टाइन, फ्रेंच टोली का वासी था। रूसी एकेडेमी का भी एक दल आया था, फ्रानसीसी दल अपने काम के लिये बदता सेचुवान में पहुंचा, जहाँ सातवीं सदी से पहले की कई अहम चीजें मिलीं। वहां के गुफा बिहार तुन्ह-वांग से कम अहमियत नहीं रखते। यहाँ के सबसे जियादा अहम खंडहर यू-कान (बुद्ध पवित्र स्थान) और क्यान-यू, यन (बुद्ध की चोटी) हैं। ह्यान पू एन का गुफा बिहार किवाड़ यू यन नगर के पास एक पहाड़ पर है, जिनमें सात आठ सौ गुफायें हैं। इसे एक चीनी सरकारी ओहदेदार वई-कांग ने बनवाया था। पवित्र स्थानों में से कितने ही बोधी सत्तुओं और भिक्षुओं की मूर्तियां हैं। इन गुफाओं में बहुत से शिला लेख (पत्थर के खम्भे जिन पर इबारत खुदी हैं), जिन में कितने ही संग युवान, मंग और चंग (मंचू) काल के भी हैं। इस स्थान से कुछ मील दूर हट कर ह्वांग चे-से में कितनी ही गुफाएँ हैं, जिनमें बहुत से सुन्दर चित्र हैं। इसी पहाड़ में 16 फीट लम्बी एक ध्यान किये हुए बुद्ध की मूर्ति है।

संगीत.

चीन का अपना एक आजाद संगीत है, जिसका दूसरे देशों से बहुत कम मेल है। भारत में संगीत बीना और वेनू जैसे साजों के सहारे गाया जाता है, पर चीन में जैसा कि आज भी अकसर देखा जाता है, हाथ से बजाने वाले बाजों से मदद ली जाती है। छठी सदी में इन गुफाओं में जो हरय दिखाए गए हैं, उनसे पता चलता है कि बीना और वेनू जैसे बाजों का उस समय कुछ कुछ प्रचार होने लगा था, जो पीछे बन्द हो गया। शुरु में बौद्ध धर्म का प्रचार करने वालों के लिये यह बड़ी कठिनाई थी कि कैसे बौद्ध स्तुतियों और प्रार्थनाओं को चीनी संगीत में ढाला जाए। चीनी शब्द एक सलेबली होते थे, जब कि संस्कृत शब्द अधिक सलेबली होते हैं। वहाँ एक ऐसे संगीत की जरूरत थी, जिसे विदेशी और स्वदेशी दोनों ही भक्त एक साथ इकट्ठा गा सकें। कहा जाता है एक विई (192-232 ईस्वी) राजकुमार चाव-ची ने ऐसे 42 गीत बनाए थे, जिनमें बहुत से छठी और सातवीं सदी में भी मौजूद थे।

मैन नन ह्वान्ग केहा वहार खास महत्व रखते हैं। यहाँ की कला पर गंधार (तक्षशिला पेशावर) और मथुरा कला का बहुत असर पड़ा है। यह बहुत मुमकिन है कि जैसे साहित्य के निर्माण में भारती पंडितों ने चीन में जाकर काम किया, वसी तरह भारती कलाकारों ने इन कला की महान यादगारों को तैयार करने में हाथ बटाया हो। 1913-14 ईसवी में कुछ पच्छिमी खोज करने वालों की टोलियां बीच एशिया और चीन के कई भागों में गई थीं। उस समय जर्मन टोली का नेता लेलाक, ब्रिटिश टोली का स्टाइन, फ्रेंच टोली का वासी था। रूसी एकेडेमी का भी एक दल आया था, फ्रानसीसी दल अपने काम के लिये बदता सेचुवान में पहुंचा, जहाँ सातवीं सदी से पहले की कई अहम चीजें मिलीं। वहां के गुफा बिहार तुन्ह-वांग से कम अहमियत नहीं रखते। यहाँ के सबसे जियादा अहम खंडहर यू-कान (बुद्ध पवित्र स्थान) और क्यान-यू, यन (बुद्ध की चोटी) हैं। ह्यान पू एन का गुफा बिहार किवाड़ यू यन नगर के पास एक पहाड़ पर है, जिनमें सात आठ सौ गुफायें हैं। इसे एक चीनी सरकारी ओहदेदार वई-कांग ने बनवाया था। पवित्र स्थानों में से कितने ही बोधी सत्तुओं और भिक्षुओं की मूर्तियां हैं। इन गुफाओं में बहुत से शिला लेख (पत्थर के खम्भे जिन पर इबारत खुदी हैं), जिन में कितने ही संग युवान, मंग और चंग (मंचू) काल के भी हैं। इस स्थान से कुछ मील दूर हट कर ह्वांग चे-से में कितनी ही गुफाएँ हैं, जिनमें बहुत से सुन्दर चित्र हैं। इसी पहाड़ में 16 फीट लम्बी एक ध्यान किये हुए बुद्ध की मूर्ति है।

संस्कृत.

चीन का अपना एक आजाद संगीत है, जिसका दूसरे देशों से बहुत कम मेल है। भारत में संगीत बीना और वेनू जैसे साजों के सहारे गाया जाता है, पर चीन में जैसा कि आज भी अकसर देखा जाता है, हाथ से बजाने वाले बाजों से मदद ली जाती है। छठी सदी में इन गुफाओं में जो हरय दिखाए गए हैं, उनसे पता चलता है कि बीना और वेनू जैसे बाजों का उस समय कुछ कुछ प्रचार होने लगा था, जो पीछे बन्द हो गया। शुरु में बौद्ध धर्म का प्रचार करने वालों के लिये यह बड़ी कठिनाई थी कि कैसे बौद्ध स्तुतियों और प्रार्थनाओं को चीनी संगीत में ढाला जाए। चीनी शब्द एक सलेबली होते थे, जब कि संस्कृत शब्द अधिक सलेबली होते हैं। वहाँ एक ऐसे संगीत की जरूरत थी, जिसे विदेशी और स्वदेशी दोनों ही भक्त एक साथ इकट्ठा गा सकें। कहा जाता है एक विई (192-232 ईस्वी) राजकुमार चाव-ची ने ऐसे 42 गीत बनाए थे, जिनमें बहुत से छठी और सातवीं सदी में भी मौजूद थे।

ہمیں کے بیچاروں کے خلاف نہیں ہے۔ دونوں کے وچار ایک ہی ہیں۔ ایک آدمی دونوں کا پالنے کر سکتا ہے۔ ہمارے یہاں کے اونچے وچاروں کے ساتھ ساتھ بونہ وچاروں کو مان لیا جائے تو اچھا ہے۔ بدھیمان آدمی جہاں بھی چھڑیں پاتا ہے، اُن کو جمع کر لیتا ہے، وہ دوسروں سے سیکھ لیتے لگتے تھارت دھما ہے۔“

بھارتی بیڈوانوں میں بھرم راج کا چین میں بھرم بھان ہے۔ یہ بھماوی بھان بھان وڈوان اصل میں بھج لیشما کے شک و نشی تھ اور بھومتی بھرتی بھارت آئے۔ یہ 36 بھاشائیں بھانتے تھ۔ بھارتی کلچر کے بھولے کی اُن کو زبردست لگن تھی۔ 294 عیسوی میں یہ چین کی ایک راج دھانی چانگ اُن میں بھونچے، جہاں 29 سال (313-284 عیسوی) وہ کر اُنہوں نے اپنا کام کیا۔ ہزاروں چھلی و دیار تھوں نے اُن سے شکشالی، اُن سے بھی زیادہ لوگوں نے اُن کے اُپدیشوں سے فائدہ اُٹھایا۔ اُنہوں نے 211 بھارتی گونہوں کا چھلی بھاشا میں انرواد کیا تھا، جن میں سے 92 ابھی تک ملتے ہیں۔ کمار جھو کا نام چین کے بھان انرواد کرنے والے کی شکل میں ہی نہیں، بلکہ بھان سائیک (ادیب) کے طور پر بھی لیا جاتا ہے۔ کمار جھو 385 عیسوی میں چین پہونچے اور 16 برس تک وہ کر وہاں اونچے ساھتھ کے نرسان میں لگے رہے۔

مورتی کلا اور بھرتی کلا۔

بونہ دھرم نے چھلی ساھتھ کی انمول سہوا کی۔ چھلی کلا کو بھی اس کی دین اسر ہے۔ اُس سہ سے بھلے ہوئے بھرتی میں بھیا ہو چکے ہیں، لیکن تن ہوانگ (بھج لیشما) کی کہناؤں میں جو بونہ چھرت ملے ہیں، اُن سے بھتہ لگتا ہے کہ چھرت کلا میں بھی اُنہوں نے چین کی شان اُسی طرح بھوائی جیسے مورتی کلا میں شہنسی، بھو، شائنگ، ہوان، شہنسی اور کٹسی صوبوں میں اُس سے کی مورتی کلا کے سندر بھندر ہیں۔ سلسار میں شاید ہی کوئی ایسا بڑا مھوزیم ہو، جہاں اُن صوبوں سے ملی ہوئی کوئی نہ کوئی مورتی نہ رکھی ہو۔ اُتری سموات، تو پاچھو، لے اور اُس کے اُترادھکاریوں نے اُس سے کی مورتی کلا کی دیکھ دیکھ کا کلا اچھا انتظام کیا، کہ ملے کی توڑ بھوڑ کے بعد بھی اُن میں سے کٹلی ہی ہو۔ بھتہاں بھج گٹھوں۔ 414-520 عیسوی کے بھج توپا سموات نے بھلے دی۔ اُی راجدھانی کے پاس پھر آدمونک تھا۔ تلگ (شائسی) کے پاس کٹلی ہی وہار بھاروں کو بھوڑ کر بھوائے۔ یہ وہی سہ تھا، جبکہ اُچلتا کے وہار بن رہے تھ۔ اُن گھما وہاروں کو سندر مورتیوں سے سجایا گیا تھا۔ توپا اور بھومرے راج و نشوں نے اور کئی جگہ گھما وہار بھوائے، جن میں شہنسی میں تے بن، شان تن، لی چنگ، لوپانگ کے پاس لو من اور بھج لیشما

ہمیں کے بیچاروں کے خلاف نہیں ہے۔ دونوں کے وچار ایک ہی ہیں۔ ایک آدمی دونوں کا پالنے کر سکتا ہے۔ ہمارے یہاں کے اونچے وچاروں کے ساتھ ساتھ بونہ وچاروں کو مان لیا جائے تو اچھا ہے۔ بدھیمان آدمی جہاں بھی چھڑیں پاتا ہے، اُن کو جمع کر لیتا ہے، وہ دوسروں سے سیکھ لیتے لگتے تھارت دھما ہے۔“

بھارتی وڈوانوں میں بھرم راج کا چین میں بھرم بھان ہے۔ یہ بھماوی بھان بھان وڈوان اصل میں بھج لیشما کے شک و نشی تھ اور بھومتی بھرتی بھارت آئے۔ یہ 36 بھاشائیں بھانتے تھ۔ بھارتی کلچر کے بھولے کی اُن کو زبردست لگن تھی۔ 294 عیسوی میں یہ چین کی ایک راج دھانی چانگ اُن میں بھونچے، جہاں 29 سال (313-284 عیسوی) وہ کر اُنہوں نے اپنا کام کیا۔ ہزاروں چھلی و دیار تھوں نے اُن سے شکشالی، اُن سے بھی زیادہ لوگوں نے اُن کے اُپدیشوں سے فائدہ اُٹھایا۔ اُنہوں نے 211 بھارتی گونہوں کا چھلی بھاشا میں انرواد کیا تھا، جن میں سے 92 ابھی تک ملتے ہیں۔ کمار جھو کا نام چین کے بھان انرواد کرنے والے کی شکل میں ہی نہیں، بلکہ بھان سائیک (ادیب) کے طور پر بھی لیا جاتا ہے۔ کمار جھو 385 عیسوی میں چین پہونچے اور 16 برس تک وہ کر وہاں اونچے ساھتھ کے نرسان میں لگے رہے۔

مورتی کلا اور بھرتی کلا۔

بونہ دھرم نے چھلی ساھتھ کی انمول سہوا کی۔ چھلی کلا کو بھی اس کی دین اسر ہے۔ اُس سہ سے بھلے ہوئے بھرتی میں بھیا ہو چکے ہیں، لیکن تن ہوانگ (بھج لیشما) کی کہناؤں میں جو بونہ چھرت ملے ہیں، اُن سے بھتہ لگتا ہے کہ چھرت کلا میں بھی اُنہوں نے چین کی شان اُسی طرح بھوائی جیسے مورتی کلا میں شہنسی، بھو، شائنگ، ہوان، شہنسی اور کٹسی صوبوں میں اُس سے کی مورتی کلا کے سندر بھندر ہیں۔ سلسار میں شاید ہی کوئی ایسا بڑا مھوزیم ہو، جہاں اُن صوبوں سے ملی ہوئی کوئی نہ کوئی مورتی نہ رکھی ہو۔ اُتری سموات، تو پاچھو، لے اور اُس کے اُترادھکاریوں نے اُس سے کی مورتی کلا کی دیکھ دیکھ کا کلا اچھا انتظام کیا، کہ ملے کی توڑ بھوڑ کے بعد بھی اُن میں سے کٹلی ہی ہو۔ بھتہاں بھج گٹھوں۔ 414-520 عیسوی کے بھج توپا سموات نے بھلے دی۔ اُی راجدھانی کے پاس پھر آدمونک تھا۔ تلگ (شائسی) کے پاس کٹلی ہی وہار بھاروں کو بھوڑ کر بھوائے۔ یہ وہی سہ تھا، جبکہ اُچلتا کے وہار بن رہے تھ۔ اُن گھما وہاروں کو سندر مورتیوں سے سجایا گیا تھا۔ توپا اور بھومرے راج و نشوں نے اور کئی جگہ گھما وہار بھوائے، جن میں شہنسی میں تے بن، شان تن، لی چنگ، لوپانگ کے پاس لو من اور بھج لیشما

81 سال بعد شروع ہوا، جبکہ پارٹھون ودوان آن سی۔ (76-149 عیسوی میں) چھن پھونچے۔ اُس سے ان پر پارٹھون ونہس کا راج تھا۔ شک اور پارٹھون دونوں اُسی پرانے شک جن سے سمبندھ رکھتے تھے، جن سے یورپی یورپ کی سلاطین جانتیاں نکلیں۔ اُن یا اُن سی ملی بھاشا میں پارٹھون کو کہتے ہیں۔ سی۔ کاؤ کے میں کہا جاتا ہے کہ اُنہوں نے راج چھوڑ کر بھکشو لیا تھا۔ کشمیر کی طرح بڑے ایشیا کے راستے وہ 1 عیسوی میں چین کی راج دھانی لویانگ میں نیچے اور وہاں کے سفید گھوڑے ومار میں دھلے لگے۔ اچھے سال کے چھن کے جہون میں انہوں نے بھارتی امداد سے چھٹی ودوانوں کو پرچیت کرانے کے لئے ایک مصلحت کی۔ اُن سی۔ کاؤ کے سر اگر چین میں دھرم کی نیو مضبوط کرنے کا سہرا ہے، تو ساتھ ہی ساتھ میں دیشوں کے کلچری سمبندھ کو مضبوط کرنے کا سہرا اُنہوں کے سر باندھنا پڑے گا۔ اُن کے 95 اڈ کئے گزرتے ہیں 55 اب بھی ملتے ہیں۔ اُن میں چھن نے سبھی مہدائوں میں بڑی کی تھی۔ راج کچی اور کلچری دونوں طرح سے سے چھن کا بہت درر تک پھیلاؤ ہوا۔ ساتھ ساتھ نئی نئی ایجادیں سبھی طرف چین نے اُس کال ترقی کی تھی اُسی ترقی میں بھارتی بودھ دھرم بھی پھونچ کر ہاتھ بٹایا تھا۔ اُس کال کے دوسرے اڈ کرنے والے اور پرچار کرنے والے چو۔ اُن سی (بھارتی بل) اور نن کو۔ او۔ بھارتی تھے، کھانک کے اور گ۔ مونگ سنگ تاجک تھے۔ چین میں اُس ت بھارتی وچار دھارا اور کچر کا اندا سوانت ہوا کہ اس کام میں ہاتھ بٹانے کے لئے ختن تاجکستان بھارت سنگھل سے کتھے ہی ودوان وہاں پھونچے۔ میں چین آئے کی سہانتا سے سب سے آئے نن۔ فو سی کی ہم کا بہت پرچار تھا جس کا ادھیا تمکنا (روحانیت) گہرا تعاقب نہیں تھا۔ ناز کی تعلیم میں دھرم وچار تھا۔ پر اُس میں دنیا سے انکار اُن تک تھا۔ بودھ دھرم طرف وہاں کے سرچنے وچارنے والوں کا دھیان کس لئے تھا، کے بارے میں اُس سے لے ایک چھٹی ودوان کی رائے تھی—

”نن فوسی تعلیم حکومت کے زیادہ کمبھیر سوانوں کا اثر نہیں دے سکتی۔ وہ نہ جہون سنگرام میں کے لئے آدمی کو شکتی دے سکتی ہے اور نہ موت سے تسلی ہی۔“ چھن کی وچار دھارا کے ساتھ ملنے سمجھوتا کرنے کے لئے ہمارے بھارتی نمائندے برابر رکھے تھے۔ دوسری صدی میں دکھلی ن میں مو۔ چو ایک مشہور بودھ ودوان تھے۔ اُن کی تھی—کنگ فلگ، چے دھرم راج دھرم ہو سکتا ہے، لیکن دھرم چلتا کا دھرم ہے۔ بدھ کی تعلیم چھن کے پرانے

81 سال بعد شروع ہوا، جبکہ پارٹھون ودوان آن سی۔ (76-149 عیسوی میں) چھن پھونچے۔ اُس سے ان پر پارٹھون ونہس کا راج تھا۔ شک اور پارٹھون دونوں اُسی پرانے شک جن سے سمبندھ رکھتے تھے، جن سے یورپی یورپ کی سلاطین جانتیاں نکلیں۔ اُن یا اُن سی ملی بھاشا میں پارٹھون کو کہتے ہیں۔ سی۔ کاؤ کے میں کہا جاتا ہے کہ اُنہوں نے راج چھوڑ کر بھکشو لیا تھا۔ کشمیر کی طرح بڑے ایشیا کے راستے وہ 1 عیسوی میں چین کی راج دھانی لویانگ میں نیچے اور وہاں کے سفید گھوڑے ومار میں دھلے لگے۔ اچھے سال کے چھن کے جہون میں انہوں نے بھارتی امداد سے چھٹی ودوانوں کو پرچیت کرانے کے لئے ایک مصلحت کی۔ اُن سی۔ کاؤ کے سر اگر چین میں دھرم کی نیو مضبوط کرنے کا سہرا ہے، تو ساتھ ہی ساتھ میں دیشوں کے کلچری سمبندھ کو مضبوط کرنے کا سہرا اُنہوں کے سر باندھنا پڑے گا۔ اُن کے 95 اڈ کئے گزرتے ہیں 55 اب بھی ملتے ہیں۔ اُن میں چھن نے سبھی مہدائوں میں بڑی کی تھی۔ راج کچی اور کلچری دونوں طرح سے سے چھن کا بہت درر تک پھیلاؤ ہوا۔ ساتھ ساتھ نئی نئی ایجادیں سبھی طرف چین نے اُس کال ترقی کی تھی اُسی ترقی میں بھارتی بودھ دھرم بھی پھونچ کر ہاتھ بٹایا تھا۔ اُس کال کے دوسرے اڈ کرنے والے اور پرچار کرنے والے چو۔ اُن سی (بھارتی بل) اور نن کو۔ او۔ بھارتی تھے، کھانک کے اور گ۔ مونگ سنگ تاجک تھے۔ چین میں اُس ت بھارتی وچار دھارا اور کچر کا اندا سوانت ہوا کہ اس کام میں ہاتھ بٹانے کے لئے ختن تاجکستان بھارت سنگھل سے کتھے ہی ودوان وہاں پھونچے۔ میں چین آئے کی سہانتا سے سب سے آئے نن۔ فو سی کی ہم کا بہت پرچار تھا جس کا ادھیا تمکنا (روحانیت) گہرا تعاقب نہیں تھا۔ ناز کی تعلیم میں دھرم وچار تھا۔ پر اُس میں دنیا سے انکار اُن تک تھا۔ بودھ دھرم طرف وہاں کے سرچنے وچارنے والوں کا دھیان کس لئے تھا، کے بارے میں اُس سے لے ایک چھٹی ودوان کی رائے تھی—

”نن فوسی تعلیم حکومت کے زیادہ کمبھیر سوانوں کا اثر نہیں دے سکتی۔ وہ نہ جہون سنگرام میں کے لئے آدمی کو شکتی دے سکتی ہے اور نہ موت سے تسلی ہی۔“ چھن کی وچار دھارا کے ساتھ ملنے سمجھوتا کرنے کے لئے ہمارے بھارتی نمائندے برابر رکھے تھے۔ دوسری صدی میں دکھلی ن میں مو۔ چو ایک مشہور بودھ ودوان تھے۔ اُن کی تھی—کنگ فلگ، چے دھرم راج دھرم ہو سکتا ہے، لیکن دھرم چلتا کا دھرم ہے۔ بدھ کی تعلیم چھن کے پرانے

چین پر بوجدھ دھرم کا اثر

(مہا پندت راجل سانکر تھائن)

چین میں ایسی پرستشیں ملتی ہیں جو عیسوی سے دو صدی پہلے وہاں بوجدھ دھرم کے جانے کو ثابت کرنا چاہتی ہیں، لیکن ان کا ادھار ٹھوس نہیں ہے تو بھی اگر نئے چینی جن راج کی سیما کو لے لیں تو سڈھانگ میں بوجدھ دھرم کے عیسوی سے پہلے تیسری صدی میں پہونچنے کو ناممکن نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن ہان ونس (220-25 عیسوی) کے سے تو ضرور ہی چھن میں بوجدھ دھرم پہونچ چکا تھا۔ اسی ونس کا راجہ ملنگ تی (53-76 عیسوی) کو بوجدھ دھرم کا پرچارک مانا جاتا ہے۔ راجاؤں کی پردھانتا نے زمانے میں ہر چھڑ کا راجہ کے ساتھ لانا جوڑنا ضروری سمجھا جاتا تھا۔

اگر ترک سمرات 'توبا' (568-809) اور اُسکی پرچا پر ایک چنگی ٹھنڈی بوجھ بھکشو اثر ڈال سکتا تھا، تو لاکھوں کی تعداد میں جو بوجدھ، شک، ہن، چنگی ٹھنڈی ہوکر چھن میں جاتے تھے، ان سے بوجدھ دھرم کا پہونچنے چینی چنگی ملنگ تی کو نہیں ملا، یہ نہیں مانا جا سکتا۔ ملنگ تی کے بوجدھ دھرم کو اپنے آپ کا یہی مطلب سمجھنا چاہئے کہ اب وہ چینی رجوارے میں بھی مان کے قابل ہو چکا۔ ملنگ تی نے بوجدھ دھرم کی کتابوں اور بھکشوؤں کو لانے کے لئے اپنے دوت باہر بھیجے۔ انہوں نے ساتھ دھرمی کتابیں لائے 67 عیسوی میں کشمپ متلگا اور دھرم رتن دو بھارتی بھکشو چھن پہونچے۔ بھارتی گرتھ کا سب سے پرانا انوراد کشمپ ہی کا ہے، جو اب بھی ملتا ہے۔ ملنگ تی نے سفید گھوڑوں پر چڑھکر راجدھانی لویانگ پہونچنے والے ان بھکشوؤں کا ہوا سواگت کیا اور ان کے لئے وہاں سفید گھوڑا دھار (پے - ما - سے) بلوایا۔ کشمپ بھچ ملنگ کے نواسی تھے۔ بوجدھ گرتھوں میں کرکشتر سے ملنگھال پرگنہ اور ملنگھ سے وندھیاچل کے بھچ کی بھومی یعنی آجکل کا تر پردیس اور بہار کو بھچ ملنگ کہا جاتا ہے۔ کشمپ میں ساتھ کے پندت تھے۔ وہ دکن بھارت میں دھوم پرچار کے لئے گئے تھے۔ ان کے ساتھی دھرم رتن بھی بھچ ملنگ کے دھمے والے وندوان تھے۔ اگرچہ کشمپ اور دھرم رتن نے اور بھی گرتھوں کا انوراد کیا تھا، لیکن وہ اب ملتے نہیں ہیں، تو بھی انہوں نے اپنے پرتے پرتے، بھت اور ست ملنگ کے ذریعے جو کام کیا، وہ چھن کو بھارت کے نزدیک لانے میں ہوا سہانک ہوا، اس میں شک نہیں۔

اگر ترک سمرات 'توبا' (568-809) اور اُسکی پرچا پر ایک چنگی ٹھنڈی بوجھ بھکشو اثر ڈال سکتا تھا، تو لاکھوں کی تعداد میں جو بوجدھ، شک، ہن، چنگی ٹھنڈی ہوکر چھن میں جاتے تھے، ان سے بوجدھ دھرم کا پہونچنے چینی چنگی ملنگ تی کو نہیں ملا، یہ نہیں مانا جا سکتا۔ ملنگ تی کے بوجدھ دھرم کو اپنے آپ کا یہی مطلب سمجھنا چاہئے کہ اب وہ چینی رجوارے میں بھی مان کے قابل ہو چکا۔ ملنگ تی نے بوجدھ دھرم کی کتابوں اور بھکشوؤں کو لانے کے لئے اپنے دوت باہر بھیجے۔ انہوں نے ساتھ دھرمی کتابیں لائے 67 عیسوی میں کشمپ متلگا اور دھرم رتن دو بھارتی بھکشو چھن پہونچے۔ بھارتی گرتھ کا سب سے پرانا انوراد کشمپ ہی کا ہے، جو اب بھی ملتا ہے۔ ملنگ تی نے سفید گھوڑوں پر چڑھکر راجدھانی لویانگ پہونچنے والے ان بھکشوؤں کا ہوا سواگت کیا اور ان کے لئے وہاں سفید گھوڑا دھار (پے - ما - سے) بلوایا۔ کشمپ بھچ ملنگ کے نواسی تھے۔ بوجدھ گرتھوں میں کرکشتر سے ملنگھال پرگنہ اور ملنگھ سے وندھیاچل کے بھچ کی بھومی یعنی آجکل کا تر پردیس اور بہار کو بھچ ملنگ کہا جاتا ہے۔ کشمپ میں ساتھ کے پندت تھے۔ وہ دکن بھارت میں دھوم پرچار کے لئے گئے تھے۔ ان کے ساتھی دھرم رتن بھی بھچ ملنگ کے دھمے والے وندوان تھے۔ اگرچہ کشمپ اور دھرم رتن نے اور بھی گرتھوں کا انوراد کیا تھا، لیکن وہ اب ملتے نہیں ہیں، تو بھی انہوں نے اپنے پرتے پرتے، بھت اور ست ملنگ کے ذریعے جو کام کیا، وہ چھن کو بھارت کے نزدیک لانے میں ہوا سہانک ہوا، اس میں شک نہیں۔

اگر ترک سمرات 'توبا' (568-809) اور اُسکی پرچا پر ایک چنگی ٹھنڈی بوجھ بھکشو اثر ڈال سکتا تھا، تو لاکھوں کی تعداد میں جو بوجدھ، شک، ہن، چنگی ٹھنڈی ہوکر چھن میں جاتے تھے، ان سے بوجدھ دھرم کا پہونچنے چینی چنگی ملنگ تی کو نہیں ملا، یہ نہیں مانا جا سکتا۔ ملنگ تی کے بوجدھ دھرم کو اپنے آپ کا یہی مطلب سمجھنا چاہئے کہ اب وہ چینی رجوارے میں بھی مان کے قابل ہو چکا۔ ملنگ تی نے بوجدھ دھرم کی کتابوں اور بھکشوؤں کو لانے کے لئے اپنے دوت باہر بھیجے۔ انہوں نے ساتھ دھرمی کتابیں لائے 67 عیسوی میں کشمپ متلگا اور دھرم رتن دو بھارتی بھکشو چھن پہونچے۔ بھارتی گرتھ کا سب سے پرانا انوراد کشمپ ہی کا ہے، جو اب بھی ملتا ہے۔ ملنگ تی نے سفید گھوڑوں پر چڑھکر راجدھانی لویانگ پہونچنے والے ان بھکشوؤں کا ہوا سواگت کیا اور ان کے لئے وہاں سفید گھوڑا دھار (پے - ما - سے) بلوایا۔ کشمپ بھچ ملنگ کے نواسی تھے۔ بوجدھ گرتھوں میں کرکشتر سے ملنگھال پرگنہ اور ملنگھ سے وندھیاچل کے بھچ کی بھومی یعنی آجکل کا تر پردیس اور بہار کو بھچ ملنگ کہا جاتا ہے۔ کشمپ میں ساتھ کے پندت تھے۔ وہ دکن بھارت میں دھوم پرچار کے لئے گئے تھے۔ ان کے ساتھی دھرم رتن بھی بھچ ملنگ کے دھمے والے وندوان تھے۔ اگرچہ کشمپ اور دھرم رتن نے اور بھی گرتھوں کا انوراد کیا تھا، لیکن وہ اب ملتے نہیں ہیں، تو بھی انہوں نے اپنے پرتے پرتے، بھت اور ست ملنگ کے ذریعے جو کام کیا، وہ چھن کو بھارت کے نزدیک لانے میں ہوا سہانک ہوا، اس میں شک نہیں۔

ساتھ کے میدان میں سب سے ٹھوس کام کشمپ کے

ساتھ کے میدان میں سب سے ٹھوس کام کشمپ کے

اس موسم میں گٹھ کی کٹب پھیلک دو !
 گرمی کی دھوپہر سونے کے لیے ہے۔
 جاڑے کے برقیلے تھکائیوں میں،
 پداڑی نہیں ہو سکتی—
 کچھل-کیتا بے رخصنے سے کیا فرایدا—
 انہیں فک دو !

ہاں کرائی کے پہلے وہاں کی سرمایہ دار
 سرکار انکی گاڑی کماڑی کس طرح چھوڑ لیتی تھی ! اسکا
 ذہن نیچے لکھ گھٹ میں کیا گیا ہے ۔ ذرا غور فرمائیے—

سنگھت کے میٹھے سروں سے
 ہم نے دھان کھیتوں میں روٹی ۔
 ہماری آشاؤں کے ساتھ
 ہمارے ہاں بڑھے ۔
 کڑی مہنت کے بعد ہمارے جانور غاس چر رہے ہیں،
 پر سرکاری بکسر، نپے چاقلوں کے،
 پکوان کھا رہے ہیں۔
 اور ہم کسانوں، مہنت کشوں، دھرتی کے لالوں کو،
 دھان کے چھلکوں پر سلتوش کرنا پڑتا ہے ۔
 سرکاری دفتر میں جا کر ہمیں اپنی ساری کماڑی،
 زبردستی چھوڑ دی گئی پڑتی ہے ۔

چین اور ہند کے یہ دیہاتی گھٹ کٹے ملتے جلتے
 ہیں۔ آج چین میں پوری سماجی آزادی ہے اور کسانوں
 مزدوروں کے سروں سے دھوپ اور نکالنے کے کالے بادل
 چھٹ رہے ہیں ۔ وہاں کی یونجی وادی سرکار کی طرح
 اب وہ لوگ گھٹ بھی بدل جائیں گے جن میں اپنی
 تکلیفوں کا کارن بھاگتے اور بھگوان کی اچھا کو سمجھکر
 سلتوش کر لیا جاتا تھا ۔ کیونکہ عوامی انقلاب نے جلتا
 کی ذہنیت کو بھی بدل دیا ہے ۔ چینی کسان اور
 مزدور اب اپنے ہاتھوں اپنی قسمت بدل چکے ہیں اور
 یونجی واد اور سامراج واد کے ظالم ہاتھوں کچلی ہوئی
 انکی آتماؤں میں آزادی کی چمک اگنی ہے اور ان
 میں ایک نیا جوش پیدا ہو گیا ہے ۔ انکے دل آتموہواس
 اور خود اعتمادی سے بھر گئے ہیں ۔

چین کی مہان کرائی کے پہلے وہاں کی سرمایہ دار
 سرکار انکی گاڑی کماڑی کس طرح چھوڑ لیتی تھی ! اسکا
 ذہن نیچے لکھ گھٹ میں کیا گیا ہے ۔ ذرا غور فرمائیے—

سنگھت کے میٹھے سروں سے
 ہم نے دھان کھیتوں میں روٹی ۔
 ہماری آشاؤں کے ساتھ
 ہمارے ہاں بڑھے ۔
 کڑی مہنت کے بعد ہمارے جانور غاس چر رہے ہیں،
 پر سرکاری بکسر، نپے چاقلوں کے،
 پکوان کھا رہے ہیں۔
 اور ہم کسانوں، مہنت کشوں، دھرتی کے لالوں کو،
 دھان کے چھلکوں پر سلتوش کرنا پڑتا ہے ۔
 سرکاری دفتر میں جا کر ہمیں اپنی ساری کماڑی،
 زبردستی چھوڑ دی گئی پڑتی ہے ۔

چین اور ہند کے یہ دیہاتی گھٹ کٹے ملتے جلتے
 ہیں۔ آج چین میں پوری سماجی آزادی ہے اور کسانوں
 مزدوروں کے سروں سے دھوپ اور نکالنے کے کالے بادل
 چھٹ رہے ہیں ۔ وہاں کی یونجی وادی سرکار کی طرح
 اب وہ لوگ گھٹ بھی بدل جائیں گے جن میں اپنی
 تکلیفوں کا کارن بھاگتے اور بھگوان کی اچھا کو سمجھکر
 سلتوش کر لیا جاتا تھا ۔ کیونکہ عوامی انقلاب نے جلتا
 کی ذہنیت کو بھی بدل دیا ہے ۔ چینی کسان اور
 مزدور اب اپنے ہاتھوں اپنی قسمت بدل چکے ہیں اور
 یونجی واد اور سامراج واد کے ظالم ہاتھوں کچلی ہوئی
 انکی آتماؤں میں آزادی کی چمک اگنی ہے اور ان
 میں ایک نیا جوش پیدا ہو گیا ہے ۔ انکے دل آتموہواس
 اور خود اعتمادی سے بھر گئے ہیں ۔

لڑکی—میرے پاس بےک نہیں ہے۔

سکھی—تو کھانا کھوں نہیں کھاتی ؟

لڑکی—کوئی ساتھی نہیں ہے۔

سکھی—اچھا ! بٹ دیا تو جلا۔

لڑکی—چوپ بھی رہ ! دیکھ، تھکان بٹ رہا ہے۔

لڑکی کی سکھی خیر بٹتی ہے اور بالآخر میں کہتی ہے—’اچھا دیکھی نہ ہو! تیرا پریم شام تک ضرور آ جائے گا‘۔

افیم چین کی چیخ نہیں ہے۔ ویدیشیوں نے اسکا پرچار چین میں کرکے چین کو بڑا نیکسان پہنچایا ہے۔ افیم کے بارے میں بھی ایک کہت ہے—

افیم کسی دوسرے دیش سے یہاں آئی،

چاروں آور سے وہ ہماری ہتھیا کر رہی ہے۔

موت سے پہلے ہم موت کے منہ میں سمارے ہیں،

افیمچیوں کا دیا تھوک ایسا لگتا ہے

جیسا کہ قبر کے پاس جلا کرتا ہے۔

دھن آور طاقت کا ناہی ہوگیا،

ہمارے پاس، ہائے ! اُن تک نہ بچا۔

کپڑے نہ رہے،

اور نہ کوئی سچا سانہی ہی رہا۔

ایک بڑھا چینی اپنا جیندگی کی آخری چھلی اپنی زندگی کی آخری ملزلیں طے کر رہا ہے۔ اپنی بوٹی ہوئی زندگی کی اور وہ کھوم کر دیکھتا ہے۔ نراشا سے اس کا دل فسوس کرنے لگتا ہے۔ زندگی کا بہت سا سہمے اگلے بوڑھی میں ہی بننا دیا۔ وہ کہتا ہے—

سوچا تھا بچپن میں، نگاڑا بجاؤں گا،

پر یہ کام کٹھن لگا۔

فیر سوچا کی توپیاں ہی بونوں،

پر میں ایک بھی توپی نہ بن سکا۔

فیر سوچا جڈاڑی کا کام ہی کرکے،

پر ایک ٹوٹی کھٹلی بھی نہ جوڑ سکا۔

اے بھگوان ! تونے مجھے آور کچوں نہ بنا دیا ؟

ہائے ! میں سونے پرورے کا کام بھی تو نہیں کر سکا۔

اسی سوچ میں بڑھا ہو گیا ہوں،

جیندگی کی آخری ملزل پر کھوا ہوں۔

چین میں کچھ بچھے پڈاڑی سے جی چراتے ہیں۔ ایک ایسے ہی چھلی لڑکے کا کہت ہے—

بسمت، قدرت کی کتاب پڑنے کا সময় ہے،

لوکی—میرے پاس بےک نہیں ہے۔

سکھی—تو کھانا کھوں نہیں کھاتی ؟

لڑکی—کوئی ساتھی نہیں ہے۔

سکھی—اچھا ! اٹھ دیا تو جلا۔

لڑکی—چوپ بھی رہ ! دیکھ، تھکان بٹ رہا ہے۔

لڑکی کی سکھی کھینچ اُٹھتی ہے اور آخر میں کہتی ہے—’اچھا دیکھی نہ ہو! تیرا پریم شام تک ضرور آ جائے گا‘۔

افیم چین کی چیخ نہیں ہے۔ ویدیشیوں نے اس کا پرچار چین میں کرکے چین کو بڑا نیکسان پہنچایا ہے۔ افیم کے بارے میں بھی ایک کہت ہے—

افیم کسی دوسرے دیش سے یہاں آئی،

چاروں آور سے وہ ہماری ہتھیا کر رہی ہے۔

موت سے پہلے ہم موت کے منہ میں سمارے ہیں،

افیمچیوں کا دیا تھوک ایسا لگتا ہے

جیسا کہ قبر کے پاس جلا کرتا ہے۔

دھن آور طاقت کا ناہی ہوگیا،

ہمارے پاس، ہائے ! اُن تک نہ بچا۔

کپڑے نہ رہے،

اور نہ کوئی سچا سانہی ہی رہا۔

ایک بڑھا چینی اپنی زندگی کی آخری چھلی اپنی زندگی کی آخری ملزلیں طے کر رہا ہے۔ اپنی بوٹی ہوئی زندگی کی اور وہ کھوم کر دیکھتا ہے۔ نراشا سے اس کا دل فسوس کرنے لگتا ہے۔ زندگی کا بہت سا سہمے اگلے بوڑھی میں ہی بننا دیا۔ وہ کہتا ہے—

سوچا تھا بچپن میں، نگاڑا بجاؤں گا،

پر یہ کام کٹھن لگا۔

پھر سوچا کہ توپیاں ہی بونوں،

پر میں ایک بھی توپی نہ بن سکا۔

پھر سوچا جوڑائی کا کام ہی کروں،

پر ایک ٹوٹی کھٹلی بھی نہ جوڑ سکا۔

اے بھگوان ! تونے مجھے عورت کیوں نہ بدایا ؟

ہائے ! میں سونے پرورے کا کام بھی تو نہیں کر سکا۔

اسی سوچ میں بڑھا ہوگیا ہوں،

زندگی کی آخری ملزل پر کھوا ہوں۔

چین میں کچھ بچھے پڈاڑی سے جی چراتے ہیں۔ ایک ایسے ہی چھلی لڑکے کا کہت ہے—

بسمت، قدرت کی کتاب پڑنے کا سہم ہے،

451-1-100

تو نے دلہے کو کبھی دیکھا ہے ؟
 پہاڑ کی طرح پہرے والے،
 جس کے घर میں جان تک نہیں ہے۔
 اُسے دلہے کو کبھی دیکھا ہے ؟
 جسے ہنسنا تک نہیں آتا،
 آوے نہ دیکھنے!
 تو نے تو اُرد بیلان کے ساتھ،
 بیاہ دیا جاوے گا۔

لے کین شادی کی رسمیں پوری ہوتے ہی ساری چھل پھل
 گھٹ جاتی ہے، دلہن کی بیاہ کے সময় اس کی
 ساری ساری سببیں چھل جاتی ہیں، پیاری ساری
 بیاہ میں اس کی ساری سببیں گھٹ جاتی ہیں۔ بھری
 گلی سے بھری کھیتی ہے۔

آٹھ آدمی پل پر سے تیری پالکی اٹھائیں، تو نے
 سسرا ل جانا ہی پڑے گا۔
 بیاہ اپنی بھانجی کو پالکی میں بیٹھا دے گا، بھانجی
 آٹھ آدمی میں سے ایک آدمی کو بیاہ کرے گی۔
 بیاہ کی خوشی میں، گھٹے بچ رہے ہیں، آٹھ
 بھائی ہیں،

پر ساری تیرے بھائیوں میں،
 ہم سب ساریوں کو رہیں گے۔

سب سب سب سال پہلے چین میں کبھی کبھی بڑی بڑی
 بھائیوں کی شادی ہوتی ہے، ان سے کر دی جاتی ہے۔
 ان لوگوں کو اپنے بھائی کے گھر رہنا پڑتا ہے اور ان کی
 ساری سببیں ان سے ہٹا دیا گیا کرتی ہیں۔ اس
 طرح کی ایک بھائی کی چھٹی بھائی ہے۔
 بھائی بھائی، تیرا سترہواں سال پورا ہو گیا،
 دو چار سال میں تو اس کی بیاہ ہو جائے گی؛
 پر تیرا دلہا تو صرف دس سال کا ہی رہے گا۔

× × × ×

ایک دن دونوں ساتھ ساتھ پنگھٹ جائیں گے،

میری بھانجی سے کتنی اُچی لگے گی۔

میری بھانجی کہے گی۔ "اگر تیری ماں مجھے سنا دے
 تو یہ بھانجی! میں تجھے اسی گلیوں میں
 دھکیل دوں گی۔"

چینی ماٹاں بھی ہندوستانی ماٹاں کی طرح اپنے
 بھائی کو قرا کر ساری کی کوشش کرتی ہیں۔ وہ اپنے بھائیوں
 کو "ماں" نام کے ساتھ ساتھ نام لے کر دیا کرتی

لے کین شادی کی رسمیں پوری ہوتے ہی ساری چھل پھل
 گھٹ جاتی ہے، دلہن کی بیاہ کے সময় اس کی
 ساری ساری سببیں چھل جاتی ہیں، پیاری ساری
 بیاہ میں اس کی ساری سببیں گھٹ جاتی ہیں۔ بھری
 گلی سے بھری کھیتی ہے۔

آٹھ آدمی پل پر سے تیری پالکی اٹھائیں گے، تجھے
 سسرا ل جانا ہی پڑے گا۔
 بھائی اپنی بھانجی کو پالکی میں بیٹھا دے گا، بھانجی
 آٹھ آدمی میں سے ایک آدمی کو بیاہ کرے گی۔
 بیاہ کی خوشی میں، گھٹے بچ رہے ہیں، آٹھ
 بھائی ہیں،

پر ساری تیرے بھائیوں میں،
 ہم سب ساریوں کو رہیں گے۔

سب سب سب سال پہلے چین میں کبھی کبھی بڑی بڑی
 بھائیوں کی شادی ہوتی ہے، ان سے کر دی جاتی ہے۔
 ان لوگوں کو اپنے بھائی کے گھر رہنا پڑتا ہے اور ان کی
 ساری سببیں ان سے ہٹا دیا گیا کرتی ہیں۔ اس
 طرح کی ایک بھائی کی چھٹی بھائی ہے۔
 بھائی بھائی، تیرا سترہواں سال پورا ہو گیا،
 دو چار سال میں تو اس کی بیاہ ہو جائے گی؛
 پر تیرا دلہا تو صرف دس سال کا ہی رہے گا۔

× × × ×

ایک دن دونوں ساتھ ساتھ پنگھٹ جائیں گے،

میری بھانجی سے کتنی اُچی لگے گی۔

میری بھانجی کہے گی۔ "اگر تیری ماں مجھے سنا دے
 تو یہ بھانجی! میں تجھے اسی گلیوں میں
 دھکیل دوں گی۔"

چینی ماٹاں بھی ہندوستانی ماٹاں کی طرح اپنے
 بھائی کو قرا کر ساری کی کوشش کرتی ہیں۔ وہ اپنے بھائیوں
 کو "ماں" نام کے ساتھ ساتھ نام لے کر دیا کرتی

تو تم ہمارے پرستار ہو۔

تمہارے ہاتھ میں سال ہے۔

تو تم بوجھ پر سوار ہو۔

تو تم کی طرح اُڑ کر تم 'سورگ' میں 'تم'

یو-ہو-آگ سے ملنے جاتے ہو۔

تو تم پاپیوں کو سزا اور پلہم آتماؤں کو انعام دلاتے ہو۔

تو تم مہمان ہو۔

اور دوسرے ہی دن جسے ہی سورج کی نئی کرنوں
پہلے ہی پڑتی ہیں، چھٹی بجے خوشی کے مارے ناچ
تے ہیں، نئے سال کی خوشی میں وہ گاتے ہیں—

سو اٹ اٹنے سال،

سو اٹ اٹنے سال،

تمہارے آنے کی خوشی میں،

ہم اپنے سب دکھوں کو بھول چکے ہیں۔

(آج) بھائی خوشی سے جھول رہا ہے،

(اور) بہن خوشی سے کود رہی ہے،

(کیونکہ) ماں باپ نے ہمیں نئے نئے انعام دیئے ہیں !

اور—بڑوں نے مٹھی بھر پیسے دیئے ہیں۔

سال کے پہلے دن دیئے گئے یہ پیسے "پاسوئی چٹھن"
تے ہیں۔ بچے انہیں اپنی مرضی کے مطابق خرچ
کے لئے آزاد ہوتے ہیں۔

چین میں بھی ہندوستان کی طرح بھواؤں کی زندگی
ہوئی ہے۔ چٹھن کے سونگ راجاؤں
سے وہاں ودھواواہ پاپ سمجھا جاتا تھا۔ بھلک
میں اگر کوئی ودھوا زندگی بھر پھر سے وراہ نہیں
ن تھی تو بڑے آدر سے دیکھی جاتی تھی۔ راج کی
ف سے اُسکی عزت ہوتی تھی اور اُسکے نام کی تختیاں
پہلے پر تانگ دی جاتی تھیں۔ راہگیر آدر سے اپنا
انکے سامنے جھکاتے تھے۔ "نوانگ" دیوی کے تھوہار
سے ایک بھوہ کے آسروں میں توبہ ہوئے گھٹ کو
سلئے—

نیاگ دیوی کا تھوہار آگیا،

سندھواؤں دیوی کی پوجا کر رہی ہیں۔

سلطان کے لئے پراثر تھا کر رہی ہیں،

ہر میں بھوہ پوجا اور بھلکی کر کے کیا بردان مانگوں؟

ہمارے دیش کی طرح چین میں بھی شادی بیاہ
ن دعوم دھام سے ہوتے ہیں۔ نئی دلہن کی سکھیاں
کسے چھوڑتی ہیں، یہ اس گیت میں دیکھئے۔

بہن کہتی ہیں—

اور وہ نئی دلہن !

تو تم ہمارے پرستار ہو۔

تمہارے ہاتھ میں سال ہے۔

تو تم بوجھ پر سوار ہو۔

تو تم کی طرح اُڑ کر تم 'سورگ' میں 'تم'

یو-ہو-آگ سے ملنے جاتے ہو۔

تو تم پاپیوں کو سزا اور پلہم آتماؤں کو انعام دلاتے ہو۔

تو تم مہمان ہو۔

اور دوسرے ہی دن جسے ہی سورج کی نئی کرنوں
پہلے ہی پڑتی ہیں، چھٹی بجے خوشی کے مارے ناچ
تے ہیں، نئے سال کی خوشی میں وہ گاتے ہیں—

سو اٹ اٹنے سال،

سو اٹ اٹنے سال،

تمہارے آنے کی خوشی میں،

ہم اپنے سب دکھوں کو بھول چکے ہیں۔

(آج) بھائی خوشی سے جھول رہا ہے،

(اور) بہن خوشی سے کود رہی ہے،

(کیونکہ) ماں باپ نے ہمیں نئے نئے انعام دیئے ہیں !

اور—بڑوں نے مٹھی بھر پیسے دیئے ہیں۔

سال کے پہلے دن دیئے گئے یہ پیسے "پاسوئی چٹھن"
تے ہیں۔ بچے انہیں اپنی مرضی کے مطابق خرچ
کے لئے آزاد ہوتے ہیں۔

چین میں بھی ہندوستان کی طرح بھواؤں کی زندگی
ہوئی ہے۔ چٹھن کے سونگ راجاؤں
سے وہاں ودھواواہ پاپ سمجھا جاتا تھا۔ بھلک
میں اگر کوئی ودھوا زندگی بھر پھر سے وراہ نہیں
ن تھی تو بڑے آدر سے دیکھی جاتی تھی۔ راج کی
ف سے اُسکی عزت ہوتی تھی اور اُسکے نام کی تختیاں
پہلے پر تانگ دی جاتی تھیں۔ راہگیر آدر سے اپنا
انکے سامنے جھکاتے تھے۔ "نوانگ" دیوی کے تھوہار
سے ایک بھوہ کے آسروں میں توبہ ہوئے گھٹ کو
سلئے—

نیاگ دیوی کا تھوہار آگیا،

سندھواؤں دیوی کی پوجا کر رہی ہیں۔

سلطان کے لئے پراثر تھا کر رہی ہیں،

ہر میں بھوہ پوجا اور بھلکی کر کے کیا بردان مانگوں؟

ہمارے دیش کی طرح چین میں بھی شادی بیاہ
ن دعوم دھام سے ہوتے ہیں۔ نئی دلہن کی سکھیاں
کسے چھوڑتی ہیں، یہ اس گیت میں دیکھئے۔

بہن کہتی ہیں—

اور وہ نئی دلہن !

چین کے دیہاتی گیت

(بائے ابرن کمار پچوری)

ہر ایک خلیتھر دیش کی اسلی جناتا تو وھاں کے گاواں مں ہی رھتی ہ۔ دہاتاؤں کی جیندگی سے سمبندھ رلھنے والے گیتوں سے ہمیں اس دیش کی کلچر کو سمفنے مں سب سے جیاوا مدد ملتی ہ۔ سیاسی نیاتی اور اینکلاواؤں کا ابرن ان پر اسر پڑتا ہی ہ، تو ہی وھ اینھوں بدلے مں سہل نہوں ہو پاتے۔ ویاکراں (گرامر) اور چھندوں مں بندھا ہوا ساہتیہ (لٹریچر) ہوں چلتا کے ایک خاص پڑے لکھ شہری آدمیوں کی زندگی ور کچر کے بارے مں ہی بتاتا ہ۔ چلتا کی اصلی حالت تو وھاں کے دیہاتی ساہتیہ سے ہی معلوم ہو سکتی ہ۔ دیہاتی گیتوں مں ہمیں وھاں کی عام چلتا کے سکھ دکھ، پریم ہرے اور روزمیں سے ہرے ہوئے ریت رواجوں کا اچھی طرح سے پتہ چلتا ہ۔ ایلئے کہ کسی بھی ملک کی اصلی کچر مں وھاں کے دیہاتی گیتوں کا بہت ہوا ہوتا ہ۔ ہندستان کی طرح چھن بھی ایک کھیتھر دیش ہ۔ چھلی چلتا پورے سال کھیتوں مں فصلوں کڑی کرلے کے کام مں مشغول رھتی ہ۔ وھاں کی زمین پتھر پٹی ہ اور تھلے کے موسم مں کرن سردی پڑنے کے کارن انھوں اپنے کام کو پورا کرلے مں بہت سی کھیتاں کا سامنا کرنا پوتا ہ۔ ان کے تھوار ان کی روزانہ کی زندگی مں نہا پن اور تازگی لاکر، انھیں مصہبتوں سے لڑنے کے لئے نہا بل اور نہا جوش دے جاتے ہوں۔ اس لئے چھلی چلتا تھواروں کا انتظار ہوی ہوتا ہی سے کرنی ہ۔ ان موقعوں پر بچے، ہرے اور نوجوان سہی اپنے گئے کی زندگی مں آئے والی مصہبتوں کا سامنا کرلے کے لکے خود کو تھار کرتے ہوں۔ سال کے آخری دن چین مں ہوی خوشیاں منائی جاتی ہوں۔ اس دن چھلی لوگ اپنے دیوی دیوتاؤں کی پوجا کرتے ہوں۔ اور ان مصہبتوں کو کم کرلے کی پراہتا کرتے ہوں۔ ایک چھلی کہاتی ہ کہ اس دن ان کے کل دیوتا "تساو وانگ یہہ" سورگ کے مالک "یوہو انگ" دیوتا کے پاس جاتے ہوں۔ اپنے ساتھ وہ در گھرے، جن مں دنیا کے ہر انسان کے پپ اور پلہ بند رھتے ہوں، لے جاتے ہوں۔ یوہو انگ ان گھروں کو کھولتے ہوں اور ہر انسان کے پاپوں کے حساب سے سزا اور پلہوں کے حساب سے انعام کا لکھا کرتے ہوں۔ "تساو وانگ یہہ" کی تعریف مں

ایک دیہاتی گیت ہ —

تساو وانگ یہہ

تم مہلن ہو۔

تساو-وانگ-یہہ،

تو مہلن ہو۔

گلیوں تک میں چڑھا ہے اور اپنی سب سے اعلیٰ سے اس نے
ن کو دیکھا ہے، اس مینار کے صدر پلنگت سندر لال
کے بیان سے اوپر کی باتوں کا ثبوت ملتا ہے۔

چینی فلموں کی تکنیک پر لکھنے کے لیے دوسرا
لوک چارلی ہوگا۔ ہمیں تو یہاں ان فلموں کے سداچار
پہلو سے متعلق ہے۔ تکنیک اور کیمروں کا جہاں تک تعلق ہے
سب، چوں نے روس سے لیا ہے۔ امریکی یا امریکہ کی
مل ہندستانی فلموں کی طرح چینی فلموں کی دھرمی
لڑکی لڑکے کا پریم "ہی نہیں ہوتی — پریم اور پریم
تی کا ایسا ایک مہکتا ہے، لیکن ہر چہ ضرورت کے مطابق
رٹھک وقت اور ٹھیک جگہ پر اچھی معلوم ہوتی ہے :

چین میں پریم کی سادہ سے اوپر اٹھ کر دوسرے انسانی
ذہن کی طرف دھیان دیا گیا ہے۔ چین کو دیکھ
ہکت پیدا کرنے میں وہاں دچھا کرنی ہے، اُسکے لئے
م کرتا پیدا کرتے ہیں۔ ان "انسانوں" کو پیدا
رنا ہے جو انسانیت کو ایک سمجھ سکتے ہیں اور انسانوں
لئے وہ سب کچھ کر سکیں جو کوئی اپنے بہنوئی کے
لئے کرتا آیا ہے۔ چوں والے ان باتوں کے لئے فلم کا صحیح
بہوگ کرتے ہیں۔ یہ ہے چین کا فلمی سداچار جس
و تعریف کئے ہلا وہ لوگ بھی نہیں دے سکے جو فلموں
لے سخت خلاف ہیں۔ آج آپ ہندستانی یا امریکی
فلموں کو اپنے گھر والوں کے ساتھ بیٹھ کر بلا سکوچ انویو
کے نہیں دیکھ سکتے، لیکن چوں میں آپ ہر چہ بڑے
کے ساتھ بیٹھ کر فلم دیکھ سکتے ہیں۔ یقیناً ماننے آپ کو
سی سے بھی لجا نہیں آئے گی۔ آپ جب حال سے
باہر آئیں گے تو آپ میں ترمان کرنے کا ایک جوش ہوگا
آپ چوں کا ایک آدرش لے کر نکلیں گے، آپ تباہ کی
ہاؤنا آپ میں محسوس کریں گے۔ یہی حال چوں کی
دوسری کلاؤں کا بھی ہے۔

یہ ہے سداچار کی وہ اونچائی جہاں آج وہ نیا چوں
کہتا ہے جو سداچار کی ہوش چوہ کر باتوں نہیں کرتا
پر ہم اُس کے کارنامے کا کچھ اندازہ کر سکتے ہیں۔

یہ ہے سداچار کی وہ اُچائی جہاں آج وہ نیا چوں
کہتا ہے جو سداچار کی ہوش چوہ کر باتوں نہیں کرتا
پر ہم اُس کے کارنامے کا کچھ اندازہ کر سکتے ہیں۔

ہمسایوں کا اس میدان میں نہ تو کچھ کر سکتا تھا۔ کزنون بنانا سداچار کا کام نہیں ہو سکتا۔ سداچار کو جنرل کے لئے بنانا ہے۔ چینیوں کا یہ خیال ہے کہ جنرل کا نیکو ستارہ اچھا کیا جائے۔ چین میں روٹی روٹی کاروبار کی کمی نہیں رہ گئی اور لوگ پوت کی مصروفیت سے آزاد ہو گئے ہیں۔ اب انہیں سوچنا پڑا ہے کہ ان کے لئے سداچار کو اچھا کرنے کا کام کیا ہے۔ یہی کارن ہے کہ ان کا سداچار اچھا ہونا چاہتا ہے۔

چین کی دوسری گڈ بکلیوں کو دھکیلنے میں چین میں کزنون سے کچھ کم اور شہر سماجی دباؤ سے کچھ زیادہ کام لیا گیا ہے۔ اس طرح کا جرم کرنے والوں کو جیل بھیجنا چاہیے۔ چین میں گپ دینا کزنون کو جیل پر بھیج دیا گیا ہے۔

ایک نوجوان آدمی کسی سرکاری کام سے پھٹک کر دوسرے شہر کو بھاگ گیا۔ وہاں اس نے اپنا سرکاری فرض پورا کیا۔ لیکن رات کو کبھی کسی اور کے پاس چلا گیا۔ جاکر دیکھا کہ کزنون یہ جرم نہیں کرتا، پھر بھی جب پھٹک کر دوسرے شہر کو بھاگ گیا، تو اس محکمہ کے سارے لوگوں کو اکٹھا کیا گیا، جس محکمہ میں وہ نوجوان ایک افسر تھا۔ پھٹک کر دوسرے شہر سے لے کر اچھے سے اچھے افسر تک سب جمع ہوئے۔ بڑے افسر نے کھڑے ہو کر سارا قصہ لوگوں کو بتایا اور کہا — ”ہم اپنے راجہ کا سداچار اچھا کرنا چاہتے ہیں اور ہمارا یہ نوجوان یہ حرکت کر کے آیا ہے۔“ وہ نوجوان شرم سے روئے لگا اور چھلکتے آنسوؤں کے ساتھ اس نے سب سے معافی مانگی اور یقین دلایا کہ اس سے وہ ایسا کام کرے گا۔ یہ وہی وہ طریقہ ہے جن سے چین کی سرکار اپنے جرم چاروں کو سداچار بناتی ہے۔

کسی دیکھنے کے ساتھ اور سلیمہ میں اس دیکھنے کے چھوٹی دیکھائی پڑتی ہے۔ ان کا انداز دیکھائی پڑتا ہے۔ ان کے ریت اور رنگ دھنگ سے پتہ چلتا ہے۔ جب ہم چھوٹی سلیمہ اور چھوٹی کلا کو سامنے رکھتے ہیں تو ہمیں پوری طرح معلوم ہوتا ہے کہ ان میں انہیں بھی ملکی سداچار کا بہت زیادہ خیال رکھا جاتا ہے۔ ”ہمسایوں کی سداچار کے دھنگ سے“ میں ملکی تصویریں کی بھرمار ہوتی ہے۔ انہیں ان کے اچھے تصویروں سے بھر دیتے ہیں۔ سداچار کو پورے سامنے دیکھنے والے دیکھنے پر طرف دیکھائی پڑتی ہے۔ لیکن چین میں اس طرح کی اچھے باتوں کا کہیں گھر بھی نہیں ہے۔ یہ صرف پورے پورے ہاتھ نہیں ہیں یا چھلکے کا اندھا دھند دھواں نہیں ہے۔ ہندوستان سے لے کر گڈول مشن چین کی

ایک نوجوان آدمی کسی سرکاری کام سے پھٹک کر دوسرے شہر کو بھاگ گیا۔ وہاں اس نے اپنا سرکاری فرض پورا کیا۔ لیکن رات کو کبھی کسی اور کے پاس چلا گیا۔ جاکر دیکھا کہ کزنون یہ جرم نہیں کرتا، پھر بھی جب پھٹک کر دوسرے شہر کو بھاگ گیا، تو اس محکمہ کے سارے لوگوں کو اکٹھا کیا گیا، جس محکمہ میں وہ نوجوان ایک افسر تھا۔ پھٹک کر دوسرے شہر سے لے کر اچھے سے اچھے افسر تک سب جمع ہوئے۔ بڑے افسر نے کھڑے ہو کر سارا قصہ لوگوں کو بتایا اور کہا — ”ہم اپنے راجہ کا سداچار اچھا کرنا چاہتے ہیں اور ہمارا یہ نوجوان یہ حرکت کر کے آیا ہے۔“ وہ نوجوان شرم سے روئے لگا اور چھلکتے آنسوؤں کے ساتھ اس نے سب سے معافی مانگی اور یقین دلایا کہ اس سے وہ ایسا کام کرے گا۔ یہ وہی وہ طریقہ ہے جن سے چین کی سرکار اپنے جرم چاروں کو سداچار بناتی ہے۔

کسی دیکھنے کے ساتھ اور سلیمہ میں اس دیکھنے کے چھوٹی دیکھائی پڑتی ہے۔ ان کا انداز دیکھائی پڑتا ہے۔ ان کے ریت اور رنگ دھنگ سے پتہ چلتا ہے۔ جب ہم چھوٹی سلیمہ اور چھوٹی کلا کو سامنے رکھتے ہیں تو ہمیں پوری طرح معلوم ہوتا ہے کہ ان میں انہیں بھی ملکی سداچار کا بہت زیادہ خیال رکھا جاتا ہے۔ ”ہمسایوں کی سداچار کے دھنگ سے“ میں ملکی تصویریں کی بھرمار ہوتی ہے۔ انہیں ان کے اچھے تصویروں سے بھر دیتے ہیں۔ سداچار کو پورے سامنے دیکھنے والے دیکھنے پر طرف دیکھائی پڑتی ہے۔ لیکن چین میں اس طرح کی اچھے باتوں کا کہیں گھر بھی نہیں ہے۔ یہ صرف پورے پورے ہاتھ نہیں ہیں یا چھلکے کا اندھا دھند دھواں نہیں ہے۔ ہندوستان سے لے کر گڈول مشن چین کی

کسی دیکھنے کے ساتھ اور سلیمہ میں اس دیکھنے کے چھوٹی دیکھائی پڑتی ہے۔ ان کا انداز دیکھائی پڑتا ہے۔ ان کے ریت اور رنگ دھنگ سے پتہ چلتا ہے۔ جب ہم چھوٹی سلیمہ اور چھوٹی کلا کو سامنے رکھتے ہیں تو ہمیں پوری طرح معلوم ہوتا ہے کہ ان میں انہیں بھی ملکی سداچار کا بہت زیادہ خیال رکھا جاتا ہے۔ ”ہمسایوں کی سداچار کے دھنگ سے“ میں ملکی تصویریں کی بھرمار ہوتی ہے۔ انہیں ان کے اچھے تصویروں سے بھر دیتے ہیں۔ سداچار کو پورے سامنے دیکھنے والے دیکھنے پر طرف دیکھائی پڑتی ہے۔ لیکن چین میں اس طرح کی اچھے باتوں کا کہیں گھر بھی نہیں ہے۔ یہ صرف پورے پورے ہاتھ نہیں ہیں یا چھلکے کا اندھا دھند دھواں نہیں ہے۔ ہندوستان سے لے کر گڈول مشن چین کی

کسی دیکھنے کے ساتھ اور سلیمہ میں اس دیکھنے کے چھوٹی دیکھائی پڑتی ہے۔ ان کا انداز دیکھائی پڑتا ہے۔ ان کے ریت اور رنگ دھنگ سے پتہ چلتا ہے۔ جب ہم چھوٹی سلیمہ اور چھوٹی کلا کو سامنے رکھتے ہیں تو ہمیں پوری طرح معلوم ہوتا ہے کہ ان میں انہیں بھی ملکی سداچار کا بہت زیادہ خیال رکھا جاتا ہے۔ ”ہمسایوں کی سداچار کے دھنگ سے“ میں ملکی تصویریں کی بھرمار ہوتی ہے۔ انہیں ان کے اچھے تصویروں سے بھر دیتے ہیں۔ سداچار کو پورے سامنے دیکھنے والے دیکھنے پر طرف دیکھائی پڑتی ہے۔ لیکن چین میں اس طرح کی اچھے باتوں کا کہیں گھر بھی نہیں ہے۔ یہ صرف پورے پورے ہاتھ نہیں ہیں یا چھلکے کا اندھا دھند دھواں نہیں ہے۔ ہندوستان سے لے کر گڈول مشن چین کی

کے لیے، اس کی سہولت اور ترقی کے لیے کیا کرنا سیکھ رہا ہے۔ آج چینی جلتا کو کسی سرکار سے لہرا رہے ہیں۔ ان کے لئے دنیا کی جلتا ایک ہے — یہ ہے سداچار کی وہ اونچائی جو دھرم پرستوں میں بلند ضرور ہے لیکن دھرم کا تہمتہ مورا پھٹنے والوں نے کبھی اسے اس طرح عمل میں نہیں اٹھایا۔

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ چوری کرنا کچھ انسانوں کی عادت ہوتی ہے۔ لیکن یہ بات سچائی سے بہت دور ہے۔ انسان کو اگر چہ جہنم بچانے کی سہولتیں ہوں اور سماج کی اس طرح روپ دیکھتا ہو جس میں وہ ایمانداری سے جہنم بچاسکے اور اللہ سے بچا رہے تو وہ ہرگز ہرگز چوری یا بے ایمانی نہیں کرے گا۔ چہن میں ایسا سماج قائم نہ ہو تو وہی عمل میں بھی پودا کودیا گیا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہاں لوگوں کی ایمانداری چمک اٹھی ہے۔ چوری کے کارن ہی موجود نہیں رہ گئے تو چوری کرنے کی کس کو ضرورت!

جنسی سداچار کی چرچا بہت کی جاتی ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کمیونسٹ تو اس سداچار کے وردھی ہیں۔ لیکن عجیب بات ہے کہ کیوں وہی دیش آج جنسی جہنم کا آدرش سامنے لگے ہیں جو کہ اچے کو کمیونزم کا ماننے والا کہتے ہیں۔ چہن بھی انہیں دیش میں سے ایک ہے۔ آج چہن میں کوئی بھی دیشیا بائی نہیں رہ گئی۔ ان بہنوں کو چھٹی سرکار نے پتہ سمجھ کر یا بہنے آدمیوں کے سماج کو شدہ رکھنے کے لئے ضروری جان کر جن آدمیوں سے باہر رکھنے کی کوشش نہیں کی۔ قانون پاس کر کے نمائشی طریقے سے دیشیاہن کے خاتمے کا تہمتہ مورا بھی نہیں پھٹا۔ چھٹی سرکار کے آدمی ان بہنوں کے بچے میں گئے اور سب کو اکٹھا کر کے ان میں ایک نیا جوش بھر دیا، ایک نیا آدرش ان کے سامنے کھڑا کر دیا۔ کوئی بھی دیشیا اچے پھٹے سے خوش نہیں ہوتی، وہ خوش ہو بھی نہیں سکتی۔ لیکن اپنی مجبوریوں کو کہا کرے۔ نئے چہن نے ان مجبوریوں کو ختم کر دیا جو کسی استری کو دیشیاہن کے گتھے میں ڈھکھلتی ہوں۔ ان دیشیاہن کو کم سکھا کر فیکٹریوں میں بھرتی کر دیا گیا یا کسی دوسرے کام میں لگادیا گیا تاکہ وہ ایمانداری اور عزت سے اپنی روزی کما سکیں۔ بہت بڑی تعداد نے شادیاں بھی کر لیں اور سکھ پڑھناں بن گئیں۔

دیشیاہن کے ختم کرنے یا دوسرے ایسے موئے سداچار کے آدمیوں کو زندہ کرنے میں چھٹیوں نے دوسروں سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ طریقے بھی اشتعال کئے ہیں لیکن ان غلطیوں سے بچ گئے ہیں جو دوسروں میں ہو چکی تھیں کیونکہ

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ چوری کرنا کچھ انسانوں کی عادت ہوتی ہے۔ لیکن یہ بات سچائی سے بہت دور ہے۔ انسان کو اگر چہ جہنم بچانے کی سہولتیں ہوں اور سماج کی اس طرح روپ دیکھتا ہو جس میں وہ ایمانداری سے جہنم بچاسکے اور اللہ سے بچا رہے تو وہ ہرگز ہرگز چوری یا بے ایمانی نہیں کرے گا۔ چہن میں ایسا سماج قائم نہ ہو تو وہی عمل میں بھی پودا کودیا گیا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہاں لوگوں کی ایمانداری چمک اٹھی ہے۔ چوری کے کارن ہی موجود نہیں رہ گئے تو چوری کرنے کی کس کو ضرورت!

جنسی سداچار کی چرچا بہت کی جاتی ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کمیونسٹ تو اس سداچار کے وردھی ہیں۔ لیکن عجیب بات ہے کہ کیوں وہی دیش آج جنسی جہنم کا آدرش سامنے لگے ہیں جو کہ اچے کو کمیونزم کا ماننے والا کہتے ہیں۔ چہن بھی انہیں دیش میں سے ایک ہے۔ آج چہن میں کوئی بھی دیشیا بائی نہیں رہ گئی۔ ان بہنوں کو چھٹی سرکار نے پتہ سمجھ کر یا بہنے آدمیوں کے سماج کو شدہ رکھنے کے لئے ضروری جان کر جن آدمیوں سے باہر رکھنے کی کوشش نہیں کی۔ قانون پاس کر کے نمائشی طریقے سے دیشیاہن کے خاتمے کا تہمتہ مورا بھی نہیں پھٹا۔ چھٹی سرکار کے آدمی ان بہنوں کے بچے میں گئے اور سب کو اکٹھا کر کے ان میں ایک نیا جوش بھر دیا، ایک نیا آدرش ان کے سامنے کھڑا کر دیا۔ کوئی بھی دیشیا اچے پھٹے سے خوش نہیں ہوتی، وہ خوش ہو بھی نہیں سکتی۔ لیکن اپنی مجبوریوں کو کہا کرے۔ نئے چہن نے ان مجبوریوں کو ختم کر دیا جو کسی استری کو دیشیاہن کے گتھے میں ڈھکھلتی ہوں۔ ان دیشیاہن کو کم سکھا کر فیکٹریوں میں بھرتی کر دیا گیا یا کسی دوسرے کام میں لگادیا گیا تاکہ وہ ایمانداری اور عزت سے اپنی روزی کما سکیں۔ بہت بڑی تعداد نے شادیاں بھی کر لیں اور سکھ پڑھناں بن گئیں۔

دیشیاہن کے ختم کرنے یا دوسرے ایسے موئے سداچار کے آدمیوں کو زندہ کرنے میں چھٹیوں نے دوسروں سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ طریقے بھی اشتعال کئے ہیں لیکن ان غلطیوں سے بچ گئے ہیں جو دوسروں میں ہو چکی تھیں کیونکہ

دیشیاہن کے ختم کرنے یا دوسرے ایسے موئے سداچار کے آدمیوں کو زندہ کرنے میں چھٹیوں نے دوسروں سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ طریقے بھی اشتعال کئے ہیں لیکن ان غلطیوں سے بچ گئے ہیں جو دوسروں میں ہو چکی تھیں کیونکہ

گنہگار کی جگہ پر۔ انسانی جینے ہیں، جو کچھ بھی پورانے
 چین میں ان کے لیے کیا جاتا تھا وہاں میں بھی وہ
 ان کے لیے نہیں ہے۔ چین میں یہاں ان کے لیے
 کی تعداد بھی خوب بڑھ رہی ہے۔

سب سے پہلی ہمارے عورتوں کے لیے شادی کی سزا
 والی شادی کی رسموں سے چھٹکارا یا کٹھن ہیں۔ پچھلے
 سال سنٹرل سرکار نے شادی کا ایک نیا قانون بنایا ہے
 جس نے ایک اچھا اور سمجھداری کا شادی کا طریقہ قائم
 کر دیا ہے۔ اس قانون نے طلاق کی آزادی دی ہے، عورتوں
 کو دوسری شادی کرنے کا حق دیا ہے، عورت کو اس قانون
 نے جائیداد میں حصہ دیا ہے اور اس کو جائیداد کی
 وراثت کا بھی حق مل گیا ہے۔ قانون نے عورتوں کو
 نہ صرف گھر پر یہ حق دیا ہے بلکہ اس حق کی رکشا بھی
 کرتا ہے۔ چین میں بال بچوں کی شادی سے ختم
 کر دی گئی ہے۔ بھارتی ہودی کے علاوہ دیکھل دیکھلے کا
 رواج قانوناً ختم کر دیا گیا ہے۔ ویشہابین اب گذرے زمانے
 کی چیز ہے۔ اس قانون نے چینی گھروں میں خوشحالی
 کی لگ بھگ بھائی ہے۔

چین میں سداچار

(مائے مونیہ ریڈی)

دنیا میں دو طرح کے گروہ ہیں—ایک وہ جو سداچار
 کا بھول خوب پہنچتے ہیں لیکن خود سداچار سے پرے
 رہتے ہیں۔ دوسرے وہ جو سداچار کی بڑ بڑ کر باتیں نہیں
 کرتے لیکن ان کے ہر کام میں سداچار کی کڑی نگرانی
 رہتی ہے۔ نیا چین آج دوسرے گروہ میں ہے۔ وہ سداچار
 کی پرکھا کم اور اس پر عمل زیادہ کر رہا ہے۔ سداچار
 پر پابندی بڑھانے سے نہ اب تک کوئی
 نیکوئی نکلا ہے اور نہ نیکوئی نکلا ہے۔ یہاں ہم بار بار
 کو چھوڑ کر قبول ہوئے ہوئے انہوں میں سداچار
 کا استعمال کرتے ہیں۔

ماں کی سرکار سے پہلے یہاں کوئی جرم نہیں تھا جو
 چین میں نہ ہوتا تھا۔ لوٹ مار، رشوت خوری، آپس
 کی چٹائی، چوری چماری، خون خرابی، دھوکا دھری،
 بھائی چارے کی سرے سے ناہیدگی۔ لیکن نئے چین
 میں آج یہ ساری چیزیں گئے گزرے زمانے کی باتیں
 ہو گئیں ہیں۔ وہاں آپس ایک ہے۔ بھائی چارے کی بھائی
 ہر چٹائی کے دل میں ضروریں لے رہی ہے۔ وہاں اب
 ایک دوسرے کی مدد کرنے اور فائدہ پہنچانے کی بات
 لوگ سوچتے ہیں، ایک دوسرے کی جڑ کاٹنے کی باتوں
 میں بیکو طاقت نہیں کھاتے۔ چینیوں نے 'انسان'۔

چین میں سداچار

(بھائی محبوب ریڈی)

دنیا میں دو طرح کے گروہ ہیں—ایک وہ جو سداچار
 کا بھول خوب پہنچتے ہیں لیکن خود سداچار سے پرے
 رہتے ہیں۔ دوسرے وہ جو سداچار کی بڑ بڑ کر باتیں نہیں
 کرتے لیکن ان کے ہر کام میں سداچار کی کڑی نگرانی
 رہتی ہے۔ نیا چین آج دوسرے گروہ میں ہے۔ وہ سداچار
 کی پرکھا کم اور اس پر عمل زیادہ کر رہا ہے۔ سداچار
 پر پابندی بڑھانے سے نہ اب تک کوئی
 نیکوئی نکلا ہے اور نہ نیکوئی نکلا ہے۔ یہاں ہم بار بار
 کو چھوڑ کر قبول ہوئے ہوئے انہوں میں سداچار
 کا استعمال کرتے ہیں۔

ماں کی سرکار سے پہلے یہاں کوئی جرم نہیں تھا جو
 چین میں نہ ہوتا تھا۔ لوٹ مار، رشوت خوری، آپس
 کی چٹائی، چوری چماری، خون خرابی، دھوکا دھری،
 بھائی چارے کی سرے سے ناہیدگی۔ لیکن نئے چین
 میں آج یہ ساری چیزیں گئے گزرے زمانے کی باتیں
 ہو گئیں ہیں۔ وہاں آپس ایک ہے۔ بھائی چارے کی بھائی
 ہر چٹائی کے دل میں ضروریں لے رہی ہے۔ وہاں اب
 ایک دوسرے کی مدد کرنے اور فائدہ پہنچانے کی بات
 لوگ سوچتے ہیں، ایک دوسرے کی جڑ کاٹنے کی باتوں
 میں بیکو طاقت نہیں کھاتے۔ چینیوں نے 'انسان'۔

نئے چین کی نئی مائیں

نئے چین کی نئی مائیں

(مہتمم نائی فی جن)

(مہتمم نائی فی جن)

[ہندوستان میں آج ہونے والی چھٹی مہین کی مہتمم نائی فی جن ایک ممبر ہیں۔ آپ پبلنگ سرکار کے اس وہاب کی اسسٹنٹ سیکرٹری ہیں جس کی مہتمم سن یات سن ہیں — ایڈیٹر]

[ہندوستان میں آج ہونے والی چھٹی مہین کی مہتمم نائی فی جن ایک ممبر ہیں۔ آپ پبلنگ سرکار کے اس وہاب کی اسسٹنٹ سیکرٹری ہیں جس کی مہتمم سن یات سن ہیں — ایڈیٹر]

نئے چین میں ہر چیز پر نیا پن لگا رہا ہے۔ وہاں کی عورتیں بھی نئی ہوتی جا رہی ہیں۔ میرا मतलब یہ نہیں ہے کہ وہ نئے طریقے سے کڑی ہو گئی ہیں بلکہ وہ اب چھٹی عورتوں کی حالت میں تبدیلی آگئی ہے کہ وہ بالکل نئی معلوم ہوتی ہیں۔ نئے چین کی عورتوں کو مردوں کے برابر ہی سارے کام کی ادھیکار ہیں۔ وہ کسی میدان میں بھی مردوں سے پیچھے نہیں ہیں۔ گاؤں میں عورتیں اہم سرکاری کاموں پر قبضہ جمانے لگی ہیں اور جن جگہ کے کاموں میں ان کے ساتھ لگی ہوئی ہیں۔ زمیندار شاہی میں ان کی حالت جانوروں سے بھی کڑی گزری ہے۔ آج عورتوں کو آزادی مل سکی، ان کو برابر کا حق مل گیا اس کا کارن یہ ہے کہ چین میں زمین کا سدھار کر لیا گیا ہے جس نے زمیندار شاہی کو ختم کر دیا اسی کے ساتھ اس سے پیدا ہونے والے دیہاتی رواج، آج کل کے سب کو دفن کر دیا ہے۔

آج تمام چھٹی جن سماجوں میں قریب قریب ایک نئی تعداد عورتوں کی ہے۔ بہت سی عورتیں پارلیمنٹ میں بیٹھی ہوئی ہیں۔ دنوں دن انتظامی محکموں کی نوکریوں میں عورتوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ ان میں عورتیں مکھیا ہیں، فلموں میں طبع انسر، شہروں میں ممبر ہیں۔ ہر جگہ ان کے لئے ہے اور ہر جگہ پہنچ رہی ہیں۔ منگول سرکار میں عورتیں بھی ہیں۔ اس سے پہلے عورتوں کی تعداد محدود تھی۔ اب لوگوں نے جن سماج کا بہت اچھا بچہ دیا ہے۔ اب عورت مرد کی مصدقہ اور کام میں لگتی ہے۔ ایک عورت کا کام ایک مرد کے کام کے برابر ہی سمجھا جاتا ہے اور دونوں کو برابر مزدوری بھی ملتی ہے۔ اس کے علاوہ چھٹی بچہ پیدا ہونے کی حالت میں رادارو اور اسی طرح کی دوسری حالتیں بھی ملتی ہیں۔

آج تمام چھٹی جن سماجوں میں قریب قریب ایک نئی تعداد عورتوں کی ہے۔ بہت سی عورتیں پارلیمنٹ میں بیٹھی ہوئی ہیں۔ دنوں دن انتظامی محکموں کی نوکریوں میں عورتوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ ان میں عورتیں مکھیا ہیں، فلموں میں طبع انسر، شہروں میں ممبر ہیں۔ ہر جگہ ان کے لئے ہے اور ہر جگہ پہنچ رہی ہیں۔ منگول سرکار میں عورتیں بھی ہیں۔ اس سے پہلے عورتوں کی تعداد محدود تھی۔ اب لوگوں نے جن سماج کا بہت اچھا بچہ دیا ہے۔ اب عورت مرد کی مصدقہ اور کام میں لگتی ہے۔ ایک عورت کا کام ایک مرد کے کام کے برابر ہی سمجھا جاتا ہے اور دونوں کو برابر مزدوری بھی ملتی ہے۔ اس کے علاوہ چھٹی بچہ پیدا ہونے کی حالت میں رادارو اور اسی طرح کی دوسری حالتیں بھی ملتی ہیں۔

آج تمام چھٹی جن سماجوں میں قریب قریب ایک نئی تعداد عورتوں کی ہے۔ بہت سی عورتیں پارلیمنٹ میں بیٹھی ہوئی ہیں۔ دنوں دن انتظامی محکموں کی نوکریوں میں عورتوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ ان میں عورتیں مکھیا ہیں، فلموں میں طبع انسر، شہروں میں ممبر ہیں۔ ہر جگہ ان کے لئے ہے اور ہر جگہ پہنچ رہی ہیں۔ منگول سرکار میں عورتیں بھی ہیں۔ اس سے پہلے عورتوں کی تعداد محدود تھی۔ اب لوگوں نے جن سماج کا بہت اچھا بچہ دیا ہے۔ اب عورت مرد کی مصدقہ اور کام میں لگتی ہے۔ ایک عورت کا کام ایک مرد کے کام کے برابر ہی سمجھا جاتا ہے اور دونوں کو برابر مزدوری بھی ملتی ہے۔ اس کے علاوہ چھٹی بچہ پیدا ہونے کی حالت میں رادارو اور اسی طرح کی دوسری حالتیں بھی ملتی ہیں۔

چینی عورت کو آج کل کے سب کو دفن کر دیا ہے۔

ہندوستان کو چین سے سبک کر کے سکتا ہے وہ یہ نہیں ہے کہ اپنا مالی سنگتوں یا آرٹیک پالیسی کو ہٹا کر یہ کہ کسی آرٹیک پالیسی کے لئے عام جلتا کا بھوک کس طرح حاصل کیا جاتا ہے، کہہ ساری جلتا و اس میں شریک کر لیا جاتا ہے۔

پچھم کے देशوں نے چین پر جو پابندیاں لگائی ہیں ان کا کچھ اثر تو لازمی طور پر اس پر پڑا ہے۔ لیکن وہ سب تکلیفیں اور دقتیں جو اس سے پیدا ہوئی تھیں اب ایک دم کانور ہو گئی ہیں۔ یہی نہیں، لوگوں کا اس طرف دھیان بھی نہیں جاتا ہے۔ اس کی وجہ ہے کہ قوم کا یہ ارادہ کر لیا کہ اس پابندی کا تھوس غریبوں سے ہم مقابلہ کر کے ہی رہیں گے۔ اس ارادے نے ان کے اندر انوکھی طاقت پیدا کر دی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چین میں پیداوار خوب بڑھی ہے، ہر چیز جو چھٹی دیکھوں سے ملنا پڑتی تھی اس کے بدلے کی چیزیں نکال لی گئیں ہیں اور دستکاری کا سامان جگائے و کام بنائے میں چھٹیوں نے جو مہارت حاصل کی ہے اس کا تو خیال ہی اچرج میں آتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ روس اور اس کے دوست دیکھوں کے ساتھ بددیاری تعلقات بھی زیادہ بڑھے ہیں۔

کوریاء کی لڑائی کا اثر چینوں کے عام زندگی پر کچھ نہیں پڑا۔ سرکار نے کالا باजार ختم کر دیا اور چیچوں کی کیمتوں کو بڑھنے سے روک لیا۔ اس کے علاوہ پھیلاوا پھیلاوا پھیلاوا کر کے کوریاء کی لڑائی کی ضروری مانگوں بھی انہوں نے پوری کر لیں۔

ہر آرٹیک دائرے میں عورتوں ایک اہم حصہ لے رہی ہیں۔ راج کچی کاسوں اور کسان سنگتوں میں تو وہ اونچی جگہ پر ہیں ہی، کارخانوں وغیرہ میں بھی اثر داو جگہ لئے ہوئے ہیں۔

جہاں تک روسی امداد کی بات ہے، روس سے چین کو تھامی گئی گھان کے علاوہ ضروری مشینری سامان بھی مل رہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ کارخانوں اور ٹرانسپورٹ کے دائروں میں روس بلا کسی ہچکچاہٹ کے چین کی مدد کر رہا ہے۔ اچرج کی بات تو یہ ہے کہ چین میں کام کرنے والے روسی ماہر کوئی اونچی نوکریوں پر نہیں ہیں۔ وہ چھٹی انیسویں کے بچے کام کرتے ہیں، وہی تھاموں لئے ہیں جو چھٹیوں کو ملتی ہیں اور ویسی ہی تھاموں برداشت کرتے ہیں۔ اسی سبب سے یہ نتیجہ ہے کہ چھٹی لوگ موٹر اور ریل، تاریخ میں پہلی بار آپ بٹانے لگ گئے ہیں۔ اب تو وہ چھٹی کار بھی بنا رہے ہیں۔

چین کو باہر کے تیار مال کی ضرورت اب بھی ہے۔ اگر ہندوستان سے یہ مال ملے تو بدلے میں کافی اناج و پھل بھیج سکتا ہے۔

ہندوستان کو چین سے سبک کر کے سکتا ہے وہ یہ نہیں ہے کہ اپنا مالی سنگتوں یا آرٹیک پالیسی کو ہٹا کر یہ کہ کسی آرٹیک پالیسی کے لئے عام جلتا کا بھوک کس طرح حاصل کیا جاتا ہے، کہہ ساری جلتا و اس میں شریک کر لیا جاتا ہے۔

پچھم کے देशوں نے چین پر جو پابندیاں لگائی ہیں ان کا کچھ اثر تو لازمی طور پر اس پر پڑا ہے۔ لیکن وہ سب تکلیفیں اور دقتیں جو اس سے پیدا ہوئی تھیں اب ایک دم کانور ہو گئی ہیں۔ یہی نہیں، لوگوں کا اس طرف دھیان بھی نہیں جاتا ہے۔ اس کی وجہ ہے کہ قوم کا یہ ارادہ کر لیا کہ اس پابندی کا تھوس غریبوں سے ہم مقابلہ کر کے ہی رہیں گے۔ اس ارادے نے ان کے اندر انوکھی طاقت پیدا کر دی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چین میں پیداوار خوب بڑھی ہے، ہر چیز جو چھٹی دیکھوں سے ملنا پڑتی تھی اس کے بدلے کی چیزیں نکال لی گئیں ہیں اور دستکاری کا سامان جگائے و کام بنائے میں چھٹیوں نے جو مہارت حاصل کی ہے اس کا تو خیال ہی اچرج میں آتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ روس اور اس کے دوست دیکھوں کے ساتھ بددیاری تعلقات بھی زیادہ بڑھے ہیں۔

کوریاء کی لڑائی کا اثر چینوں کے عام زندگی پر کچھ نہیں پڑا۔ سرکار نے کالا باजार ختم کر دیا اور چیچوں کی کیمتوں کو بڑھنے سے روک لیا۔ اس کے علاوہ پھیلاوا پھیلاوا پھیلاوا کر کے کوریاء کی لڑائی کی ضروری مانگوں بھی انہوں نے پوری کر لیں۔

ہر آرٹیک دائرے میں عورتوں ایک اہم حصہ لے رہی ہیں۔ راج کچی کاسوں اور کسان سنگتوں میں تو وہ اونچی جگہ پر ہیں ہی، کارخانوں وغیرہ میں بھی اثر داو جگہ لئے ہوئے ہیں۔

جہاں تک روسی امداد کی بات ہے، روس سے چین کو تھامی گئی گھان کے علاوہ ضروری مشینری سامان بھی مل رہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ کارخانوں اور ٹرانسپورٹ کے دائروں میں روس بلا کسی ہچکچاہٹ کے چین کی مدد کر رہا ہے۔ اچرج کی بات تو یہ ہے کہ چین میں کام کرنے والے روسی ماہر کوئی اونچی نوکریوں پر نہیں ہیں۔ وہ چھٹی انیسویں کے بچے کام کرتے ہیں، وہی تھاموں لئے ہیں جو چھٹیوں کو ملتی ہیں اور ویسی ہی تھاموں برداشت کرتے ہیں۔ اسی سبب سے یہ نتیجہ ہے کہ چھٹی لوگ موٹر اور ریل، تاریخ میں پہلی بار آپ بٹانے لگ گئے ہیں۔ اب تو وہ چھٹی کار بھی بنا رہے ہیں۔

سینما کا ججہا دیکھا ہے۔ کتا یا۔ کتا یہ ہے کہ جہاں ہندوستان میں راجنیت کے اندر جن اور جن آندولن کا ججہا ججہا کے بعد کافی مرچھا معام ہوتا ہے۔ وہاں جہاں جہاں لوک راج کے مہجائے کے بعد یہ ججہا زیادہ ہوتا ہے۔ مہجوت ہے اور تکرر ہوتا ہے۔

ایک خاص بات یہ ہے کہ ہر ایک کے اندر کام کرنے دھن ہے۔ اُن سب کا ایک مقصد دیکھتا ہے۔ زیادہ اوار۔ لوگ ایک دوسرے سے رشتہ اُس بات میں ہوں کہ ہمارے دائرے میں ہوتا ہے دوسرے اُن سے ہوتا ہے۔ بہادر مزدوروں اور آندولن کارکنوں کی آج کے ن میں سب سے زیادہ عزت ہے۔ ہر لوگوں چھٹی لڑکی کو یہ اچھا دھتی ہے کہ میں بہادر مزدور یا ہر کارکن بن جاؤں۔

چھٹے کے اندر کمونسٹ پارٹی کا جلتا پر اثر کچھ ہن صورتوں سے پیدا ہوا جن سے مہاتما گاندھی اور اُن ساتھ ہوں نے ہندوستان کی جلتا پر اثر قائم کیا تھا۔ اُن کی کمونسٹ پارٹی کو چھٹوں کے اوپر کوئی حکم ن لانا پوتا۔ لوگ اُس پارٹی کی نکتہ کی اُس وجہ منظور کر لیتے ہیں کہونکہ اُس پارٹی کی طرح دوسری ن پارٹی نے مصلحت سے کام نہیں کیا ہے اور نہ جلتا سہوا کے لئے اتنی لکن دکھائی ہے۔

چھٹے سرکار کی کامیابی کی کاجی یہ ہے کہ اُسکی ی یا پالیسی کو جلتا کا زبردست سہیوگ ملے ہے۔ اسی وجہ تھی عام جلتا کے اندر کھس کر دیس کے بڑے سوالوں پر چرچا و بحث کرنا۔ یہی وجہ ہے ہاں کی سرکار کئی پارٹی حکومت کامیابی کے ساتھ سکی ہے۔

چھٹی یہ جانتے ہیں کہ ہندوستان کی سرکار اُن سے اذہنگ کی ہے۔ لیکن اُس میں اُن کو کوئی پریشانی ن ہوتی کہونکہ اُن کو معلوم ہے کہ دنیا کے ہر ونسٹ دیسوں میں ہندوستان ہی صرف ایسا ملک ہے ن لے جہاں کے ساتھ اپنی بھلاگ دوستی کا رشتہ رکھا ہے ہمیشہ اُس کا اعلان کیا ہے۔ یہ صرف زبان سے ہی ن بلکہ اصلی شکل میں کو دکھایا ہے۔ بلکہ جواہر نہرو کی دور اندیشی ہے۔ انہوں نے سہن فرانسیسکو ونس میں شریک ہونے سے انکار کر دیا اور دنیا سے ہی آواز میں کہا کہ لکے چھٹی لوگ راج کو چھٹے اصلی سرکار ملنا چاہئے۔ چھٹوں کو یہ اطمینان با ہے کہ اُن کے اور ہندوستان کے بیچ جو نامتی ملکہ چلا آتا ہے وہ ہر سے جاری ہی نہیں ہوگا بلکہ زیادہ نکتہ اور مہجوت ہوتا چارہا ہے۔

ایک خاص بات یہ ہے کہ ہر ایک کے اندر کام کرنے دھن ہے۔ اُن سب کا ایک مقصد دیکھتا ہے۔ زیادہ اوار۔ لوگ ایک دوسرے سے رشتہ اُس بات میں ہوں کہ ہمارے دائرے میں ہوتا ہے دوسرے اُن سے ہوتا ہے۔ بہادر مزدوروں اور آندولن کارکنوں کی آج کے ن میں سب سے زیادہ عزت ہے۔ ہر لوگوں چھٹی لڑکی کو یہ اچھا دھتی ہے کہ میں بہادر مزدور یا ہر کارکن بن جاؤں۔

چھٹے کے اندر کمونسٹ پارٹی کا جلتا پر اثر کچھ ہن صورتوں سے پیدا ہوا جن سے مہاتما گاندھی اور اُن ساتھ ہوں نے ہندوستان کی جلتا پر اثر قائم کیا تھا۔ اُن کی کمونسٹ پارٹی کو چھٹوں کے اوپر کوئی حکم ن لانا پوتا۔ لوگ اُس پارٹی کی نکتہ کی اُس وجہ منظور کر لیتے ہیں کہونکہ اُس پارٹی کی طرح دوسری ن پارٹی نے مصلحت سے کام نہیں کیا ہے اور نہ جلتا سہوا کے لئے اتنی لکن دکھائی ہے۔

چھٹے سرکار کی کامیابی کی کاجی یہ ہے کہ اُسکی ی یا پالیسی کو جلتا کا زبردست سہیوگ ملے ہے۔ اسی وجہ تھی عام جلتا کے اندر کھس کر دیس کے بڑے سوالوں پر چرچا و بحث کرنا۔ یہی وجہ ہے ہاں کی سرکار کئی پارٹی حکومت کامیابی کے ساتھ سکی ہے۔

چھٹی یہ جانتے ہیں کہ ہندوستان کی سرکار اُن سے اذہنگ کی ہے۔ لیکن اُس میں اُن کو کوئی پریشانی ن ہوتی کہونکہ اُن کو معلوم ہے کہ دنیا کے ہر ونسٹ دیسوں میں ہندوستان ہی صرف ایسا ملک ہے ن لے جہاں کے ساتھ اپنی بھلاگ دوستی کا رشتہ رکھا ہے ہمیشہ اُس کا اعلان کیا ہے۔ یہ صرف زبان سے ہی ن بلکہ اصلی شکل میں کو دکھایا ہے۔ بلکہ جواہر نہرو کی دور اندیشی ہے۔ انہوں نے سہن فرانسیسکو ونس میں شریک ہونے سے انکار کر دیا اور دنیا سے ہی آواز میں کہا کہ لکے چھٹی لوگ راج کو چھٹے اصلی سرکار ملنا چاہئے۔ چھٹوں کو یہ اطمینان با ہے کہ اُن کے اور ہندوستان کے بیچ جو نامتی ملکہ چلا آتا ہے وہ ہر سے جاری ہی نہیں ہوگا بلکہ زیادہ نکتہ اور مہجوت ہوتا چارہا ہے۔

چھٹی یہ جانتے ہیں کہ ہندوستان کی سرکار اُن سے اذہنگ کی ہے۔ لیکن اُس میں اُن کو کوئی پریشانی ن ہوتی کہونکہ اُن کو معلوم ہے کہ دنیا کے ہر ونسٹ دیسوں میں ہندوستان ہی صرف ایسا ملک ہے ن لے جہاں کے ساتھ اپنی بھلاگ دوستی کا رشتہ رکھا ہے ہمیشہ اُس کا اعلان کیا ہے۔ یہ صرف زبان سے ہی ن بلکہ اصلی شکل میں کو دکھایا ہے۔ بلکہ جواہر نہرو کی دور اندیشی ہے۔ انہوں نے سہن فرانسیسکو ونس میں شریک ہونے سے انکار کر دیا اور دنیا سے ہی آواز میں کہا کہ لکے چھٹی لوگ راج کو چھٹے اصلی سرکار ملنا چاہئے۔ چھٹوں کو یہ اطمینان با ہے کہ اُن کے اور ہندوستان کے بیچ جو نامتی ملکہ چلا آتا ہے وہ ہر سے جاری ہی نہیں ہوگا بلکہ زیادہ نکتہ اور مہجوت ہوتا چارہا ہے۔

دی کو ختم کر دیا گیا لیکن کارخانے داروں کے ساتھ کام کرنے دیا جاتا ہے۔ چینی لوگ اس وقت کو بہت سمجھداری سے حل کرتے ہیں۔ اسے سدھاروں میں عام جلتا کو ساتھ لے چلنے کی ان کی کوشش ہوتی ہے۔ وہاں کے لوگ کمال کے کام کرنے والے ہیں۔“

(6)

نٹن نے انہوں نے اس وقت فروری کو بھارت میں آ کر دیا اور ان سب عورتوں کو قومی چھداؤ کے کاموں میں لگا دیا۔ بارہ کے وقت جو جذبہ عام لوگوں میں تھا اس سے انہوں نے فائدہ اٹھایا۔ اس کی وجہ سے وہ بہت سی آفتوں سے بچ گئے۔ لیکن ہمارے یہیں میں گاندھی جی جو واتاؤں تیار کر گئے تھے اُسے ہم نے تھوڑا پڑ جانے دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔“

(6)

”کیونکہ میں انہوں نے عصمت فروشی کو چھلکے میں ہی ختم کر دیا اور ان سب عورتوں کو قومی چھداؤ کے کاموں میں لگا دیا۔ بارہ کے وقت جو جذبہ عام لوگوں میں تھا اس سے انہوں نے فائدہ اٹھایا۔ اس کی وجہ سے وہ بہت سی آفتوں سے بچ گئے۔ لیکن ہمارے یہیں میں گاندھی جی جو واتاؤں تیار کر گئے تھے اُسے ہم نے تھوڑا پڑ جانے دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔“

نپ چین کی طاقت

(ڈاکٹر بی. کے. آر. بی. راب)

پنجاب میں لال کی صدارت میں ستمبر کے 1 جو ہندو گورنمنٹ مینشن میں گیا تھا اس کے بار ڈاکٹر بی. کے. آر. بی. راب بھی تھے۔ آپ اس وقت ایک ایکونامکس کے ڈائریکٹر ہیں۔ ہندو-راپس آفیسر پر آپ نے پریس والوں سے ایک بیان دیا جس میں کہا کہ اس کا خلاصہ ہم نیچے دے رہے ہیں۔

نپ چین کی طاقت کے بارے میں والوں نے جو کمال کی بات کی ہے وہ ایسی اچھی بات ہے کہ اگر میں نے اپنی آنکھوں سے اسے نہ دیکھا ہوتا، اور صرف کسی کے منہ سے اسے سنا ہی ہوتا تو میں اس پر قطعی یقین نہیں کر سکتا تھا۔

میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے کہ انہوں نے کارخانے چلانے کی وہ سب جانکاری حاصل ہو جائیگی جسکی بنا پر وہ دنیا کے کسی بھی کارخانے دار ملک سے ٹکر لے سکتے ہیں۔

میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے کہ انہوں نے کارخانے چلانے کی وہ سب جانکاری حاصل ہو جائیگی جسکی بنا پر وہ دنیا کے کسی بھی کارخانے دار ملک سے ٹکر لے سکتے ہیں۔

نپ چین کی طاقت کے بارے میں والوں نے جو کمال کی بات کی ہے وہ ایسی اچھی بات ہے کہ اگر میں نے اپنی آنکھوں سے اسے نہ دیکھا ہوتا، اور صرف کسی کے منہ سے اسے سنا ہی ہوتا تو میں اس پر قطعی یقین نہیں کر سکتا تھا۔

میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے کہ انہوں نے کارخانے چلانے کی وہ سب جانکاری حاصل ہو جائیگی جسکی بنا پر وہ دنیا کے کسی بھی کارخانے دار ملک سے ٹکر لے سکتے ہیں۔

میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے کہ انہوں نے کارخانے چلانے کی وہ سب جانکاری حاصل ہو جائیگی جسکی بنا پر وہ دنیا کے کسی بھی کارخانے دار ملک سے ٹکر لے سکتے ہیں۔

دیتانے کی کوشش ہم نہیں چاہتے۔ ہم رکھتے ہیں اس طرح سے ہیں کہ لوگوں میں اور پھر ہاتھ اٹھا کر لیسٹر الٹے سے دیکھتے ہیں کہ لڑائی اور بربادی سے ہمیں بچا۔ یہ مذاقی نہیں تو کیا ہے؟ شانتی کے لئے جلدی والا راستہ ہم اپنا سکتے ہیں لیکن اسکی پیمتہ پر لمبی مدت والی پوجنا ضرور ہونی چاہئے۔ وہ پوجنا ہی ہمارے چین کو اس طرح بدل سکے گی کہ شانتی پیدا ہو۔“

(5)

”آپ نے مجھ سے چین کے کھیتی سدھار کے بارے میں پوچھا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ چینوں نے اس بارے میں بہت ہی صحیح اور مضبوط قدم اٹھایا ہے۔ انہوں نے آنکھ موند کر روس کی نقل نہیں کی ہے بلکہ وہاں کے تجربے سے قیمتی سبق لیا ہے۔ چین کے اندر زمین پر سماجی ملکیت نہیں ہے۔ نجی ملکیت یہاں کا قانون ہے لیکن اس ملکیت کے استعمال پر راج کا پورا قابو ہے۔ نجی ملازم کا حالانکہ اس کی حد بنا دی گئی ہے، بول بالا ہے اور دھکی پریک شکتی ہے۔ زمینداری -- جس میں کسان کا خون چوسا جاتا تھا -- ختم کر دی گئی ہے لیکن ان مالدار کسانوں کو جو خود کاشت کرتے تھے چھوٹا ٹک نہیں کھا۔ اب تک کسانوں کو اپنی زمیندار کا آٹھ آٹے سے لے کر سولہ آٹے تک حصہ زمیندار کو دے دینا پڑتا تھا۔ لیکن یہ چیز ختم کر دی گئی اور اب جوٹلے والے کو اپنی مصلحت کا پورا پھل ملتا ہے۔“

لگان زمیندار کا قریب قریب 13 فی صدی ہے اور اناج کی شکل میں وصول کیا جاتا ہے۔ اس طرح کرنے سے انہیں چھڑوں کی چھوٹی قیمتوں کو روکنے میں بڑی مدد ملی ہے۔ سپاہیوں اور ماسٹروں کو اناج کی شکل میں تلافی ملتی ہے۔ آئٹک کا کہیں نام نہیں — لیکن ہاں، جن زمینداروں نے ویرانہ کی کوشش کی انہیں ضرور دیا دیا گیا۔ ان کی زمینوں ضبط کر لی گئیں۔ لیکن جن زمینداروں کی زمین جوٹنا قبول تھا ان کو دوسروں کے جیسی سبھی سہولتیں پہنچائی گئیں۔

روسی انقلاب کا آدھار مل مزدور تھے لیکن چینی انقلاب کا آدھار کھیتی سدھار ہے۔ دونوں میں بھوک بھوک تعداد کا نہیں بلکہ قسم کا ہے۔ نتیجتاً یہ ہے کہ چین میں ویسا کمیونزم نہیں ہے جو ہم روس کے ساتھ نکلی کرتے ہیں۔ روس کا چین کی نہتی کو تھالے میں اتنا ہاتھ نہیں ہے جتنا ہم سمجھا کرتے ہیں۔

کئی طرح سے چینی انقلاب ہمارے لئے سبق داتا ہے۔ دستکاری کارخانوں کے معاملے میں بھی خون چوسنے والے

لگان زمیندار کا قریب قریب 13 فی صدی ہے اور اناج کی شکل میں وصول کیا جاتا ہے۔ اس طرح کرنے سے انہیں چھڑوں کی چھوٹی قیمتوں کو روکنے میں بڑی مدد ملی ہے۔ سپاہیوں اور ماسٹروں کو اناج کی شکل میں تلافی ملتی ہے۔ آئٹک کا کہیں نام نہیں — لیکن ہاں، جن زمینداروں نے ویرانہ کی کوشش کی انہیں ضرور دیا دیا گیا۔ ان کی زمینوں ضبط کر لی گئیں۔ لیکن جن زمینداروں کی زمین جوٹنا قبول تھا ان کو دوسروں کے جیسی سبھی سہولتیں پہنچائی گئیں۔

روسی انقلاب کا آدھار مل مزدور تھے لیکن چینی انقلاب کا آدھار کھیتی سدھار ہے۔ دونوں میں بھوک بھوک تعداد کا نہیں بلکہ قسم کا ہے۔ نتیجتاً یہ ہے کہ چین میں ویسا کمیونزم نہیں ہے جو ہم روس کے ساتھ نکلی کرتے ہیں۔ روس کا چین کی نہتی کو تھالے میں اتنا ہاتھ نہیں ہے جتنا ہم سمجھا کرتے ہیں۔

کئی طرح سے چینی انقلاب ہمارے لئے سبق داتا ہے۔ دستکاری کارخانوں کے معاملے میں بھی خون چوسنے والے

बाखीर में दुनिया व्यापी लड़ाई की शकल ले लेती है। इसलिये सिर्फ लड़ाई का इलाज करना अलामत का इलाज करना है न कि असली बीमारी का। हथियार बन्दी और मुलहों से यह सवाल पूरा हल होने वाला नहीं है। हम यह महसूस करते हैं कि जब अपनी जरूरतों के बनावटी नाम हम खड़े करेंगे और फिर केन्द्री पैदावार के जरिये उन जरूरतों को पूरा करने के बखर में पड़ेंगे तो लड़ाइयों का होना लाजमी है। हम यह भी महसूस करते हैं कि ऐसे बनावटी नामों से क्रुद्धती खालज और ईर्शा बढ़ते हैं और नफरत पैदा होती है जिसका नतीजा लड़ाई है। इसलिये हिन्दुस्तान का तरीका, ख़ास कर वह जिसके रहबर महात्मा गांधी हैं, मुस्तक़िल शान्ति कायम करने का तरीका है। लेकिन इतनी बात जरूर है कि यह लम्बी मुद्दत का प्रोग्राम है।

“भाई एहरन बर्ग ने कहा, ‘अगर कोई डाकू बच्चे को मारने घर में घुस आए तो क्या बच्चे को बचाना गांधी वादी तरीके के खिलाफ होगा?’ मैंने जवाब दिया, ‘माफ़ किजिये, आप की मिछाल ठीक नहीं बैठती है. हमको जड़ पकड़नी चाहिये. अगर बच्चे के बदन पर कोई ऐसी बीज है—जैसे जेवर—जिससे डाकू का मन बेजा हरकत करने को होता है तो हम एक डाकू से उसे बचाएंगे तो दूसरा आएगा, तीसरा आएगा. इस तरह सवाल हल नहीं होने वाला है. लड़ाइयां बाढ़ों की तरह होती हैं. और बाढ़ नाम है बरसात के पानी के जमा हो जाने का. बहुत पैसा मेहनत खर्च करके बाढ़ रोकने के लिये हम डाम बना सकते हैं. लेकिन जहां यह डाम फूटे कि तबाही फिर से आई. इस लिये बाढ़ रोकने का मुनासिब तरीका यही है कि हम बरसात के पानी से काम शुरू करें. अगर हम जमीन जोत लें तो वह पानी सोख कर उपजाऊ बनती है. अगर जंगल बना दें तब भी बारिश का पानी बेकार न जाकर जमीन में चला जाता है और आगे सोते के पानी की तरह काम में आ जाता है. जमीन खुद एक बड़े होज या तालाब का काम कर लेती है और पानी को भयानक बाढ़ का रूप नहीं लेने देती. छोटे छोटे डामों से भी यह काम चलता है. यह चीजें देखने में तो मामूली सी लगती हैं लेकिन इनकी अहमियत से कौन इनकार कर सकता है?’

“गांधी जी का तरीका यही है कि बरसात की बूँदों को रोक कर उनको मुकारज से लगा दिया जाए, न कि उनको जमा होने दे कर बाढ़ की शक्त में मुसीबत पैदा करने दें। जो रचनात्मक प्रोग्राम उन्होंने छोड़ा है वह दुनिया की शान्ति के लिये बहुत बड़ी हमदाद है। आपके शान्ति-सम्मेलनों की पहुँच या अपील इस प्रोग्राम के सामने नहीं के बराबर है, मुसीबत असली यह है कि सादा जीवन

آخر میں دیکھا یہاں لڑائی کی شکل نے لیتی ہے۔ اس لئے صرف لڑائی کا علاج کرنا علامت کا علاج کرنا ہے نہ کہ اصلی بیماری کا۔ ہتھیار بندی اور صلحوں سے یہ سوال پورا حل ہونے والا نہیں ہے۔ ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ جب ایسی ضرورتوں کے بغاوتی نام ہم کھڑے کریں گے اور پھر کھلدی پیداوار کے ذریعے ان ضرورتوں کو پورا کرنے کے چکر میں پڑیں گے تو اوائیوں کا ہونا لازمی ہے۔ ہم یہ بھی محسوس کرتے ہیں کہ ایسے بغاوتی ناموں سے قدرتی لالچ اور پریشاں ہوتے ہیں اور نفرت پیدا ہوتی ہے جس کا نتیجہ لڑائی ہے۔ اس لئے ہندوستان کا طریقہ خاص کر وہ جس کے دھرم مہاتما گاندھی ہیں، مستقل شانتی قائم کرنے کا طریقہ ہے۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ یہ لمبی مدت کا پروگرام ہے۔

”بھائی! اہرن برگ نے کہا، ‘اگر کوئی ڈاکو بچے کو مارنے گھر میں ٹھس آئے تو کہا بچے کو بچانا گاندھی واپسی طریقے کے خلاف ہوگا؟‘ میں نے جواب دیا، ‘معاف کہہ دیجئے، آپ کی مثال ٹھوہک نہیں بدلتی ہے۔ ہم کو چور پکڑنی چاہئے۔ اگر بچے کے بدن پر کوئی ایسی چوڑ ہے—جس سے ڈیر—جس سے ڈاکو کا من بوجھا حرکت کرنے کو ہوتا ہے تو ہم ایک ڈاکو سے اسے بچائیں گے تو دوسرا آئے گا، دوسرا آئے گا۔ اس طرح سوال حل نہیں ہونے والا ہے۔ لہذا ہماروں کی طرح ہوتی ہیں۔ اگر ہمارے نام ہے ہوسٹ کے پانی کے جمع ہو جائے گا۔ ہم سے پوسٹ۔ محضات خرچ کر کے ہمارے روکنے کے لئے ہم قدام بنا سکتے ہیں۔ لیکن جہاں یہ قدام پھوٹے کہ تباہی پھر سے آئی۔ اس لئے ہمارے روکنے کا مناسب طریقہ یہ ہے کہ ہم ہوسٹ کے پانی سے کام شروع کریں۔ اگر ہم زمون جوت لیں تو وہ پانی سوکھ کر ایتھاؤ بنتی ہے۔ اگر جنگل بلانیں تب بھی ہمارے پانی بھکار نہ جانو زمون میں چلا جاتا ہے اور آئے۔ سوتے کے پانی کی طرح کام میں آجاتا ہے۔ زمون خود ایک بڑے حوض یا تالاب کا کام کر لیتی ہے اور پانی کو بھانک ہمارے کارپ نہیں لہئے دیتو۔ چھوٹے چھوٹے ڈاموں سے بھی یہ کام چلتا ہے۔ یہ چھوڑیں دیکھئے میں تو معمولی سی لکٹی ہوں لیکن ان کی اہمیت سے کون انکار کر سکتا ہے؟

”گندھی جی کا طریقہ یہی ہے کہ ہر سات کی ہوندوں کو روک کر ان کو سکارچ سے لگا دیا جائے نہ کہ ان کو جمع ہونے دیکر بارہ کی شکل میں مصہبت پیدا کرتے ہیں۔ جو رجحانات پر وگرام انہوں نے چھوڑا ہے وہ فنڈا کی شانتی کے لئے بہت بڑی امداد ہے۔ آپ کے شانتی سہیلوں کی پہنچ یا ایہل اس پروگرام کے سامنے نہیں کے برابر ہے۔ مصہبت اصلی یہ ہے کہ سادہ جہوں

ہے۔ یہاں کی سرکاری مہینہ سب سے زیادہ ہے اور سب لوگ دین سے اس کے ساتھ ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ سب ملازم ملتا ہے مل مل گئے ہیں۔ سب ایک ہی طرح کے کپڑے لٹے اور ایک ہی طرح کے کپڑے ہیں۔ اونچے اور نیچے ہیں کوئی ہوا فرق نہیں ہے۔ چھ مہینے ماؤ کو ہر مہینے 2,800 کٹنگی مکا ملتی ہے (ایک کٹنگی = 10 پینٹ) ساتھ میں ایک مکان اور ایک موٹر ہمارے حساب ہے چھ مہینے ماؤ کی قسطوں 600 روپے مہینہ ہوتی ہے۔ اس دو کھلیت مہینوں سے ملے جو قریب قریب 450 روپے کے برابر پاتے تھے۔ جو سوئم سہوکار ہمارے ساتھ تھے۔ اس قریب 150 روپے ملتا ہے۔ اس سے آپ دیکھ سکتے ہیں کہ چھ مہینے میں اس طرح کے نوٹا ہوں جو چلتا سا جوتن بتاتے ہیں۔

”یہاں پر ویسی ہی ایک جان معلوم ہوتی ہے جیسی ہمارے یہاں 1931 میں تھی۔ روس کا جتنا جیواں بکسر نہیں ہے جتنا ہم سمجھتے ہیں۔ روس کا اتنا زیادہ اثر ہے جتنا ہم سمجھتے ہیں۔ روسی کمونزم کا آدھار شری کرن اور بڑے پیمانے کی تہاری ہے۔ لیکن چھ مہینے یا نجی جائداد نہیں — چاہے وہ کچھ سہمت ہے — یقین کرتا ہے۔ چھوٹے پیمانے کی تہاری ہے کارخانے یہاں خوب ہیں۔ یہاں کا آدھار ہے — ہا کہتی قانون اور کہتی سندھار۔ اس بلندی فرق ہے وجہ سے چھ مہینے بلدی کر کے روس کی نقل نہیں سکتا۔

”مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ یہاں دین کا آدھار دین قریب وہی ہے جو میں نے اپنے بے آئرم‘ سہلہ (یہ دہما ہے ہوس مہل کے فاصلے پر ہے)۔ میں دیکھا ہے۔ ہوں میں کھانا کھوا‘ مکان مفت اور چھوٹے خرچ کے لئے اس بلدی روپے ہر مہینے۔ ہمارا حساب زیادہ سائنٹفک ہے۔ کیونکہ سہولتی خوراک کی بنا پر قائم کیا گیا ہے۔ لیکن دونوں کا مہل تعجب کی بات ہے۔“

(4)

”چھ مہینے مہری ملاقات بھائی الہا مہرن برگ سے ہوئی جو روس کے نا ی لکھک اور ایلہاس کار ہیں۔ اس سرکار کے ایک اونچے پروپیگنڈا افسر بھی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ ہندوستان تو سچے سچے شانتی سند دیتی ہے لیکن یہ بھی شانتی وادی یا ہوسولست سہولتوں کی اکثر قومی شانتی سہولتوں میں وہ کوئی خاص حصہ کہیں نہیں لیتا؟ میں نے جواب دیا :

”ہمارا نظریہ ہی آپ کے نظریے سے جدا ہے۔ ہماری لسانی اور قومی کلچر کی نگاہ یہ ہے کہ ہم انسان کی نجی زندگی کے سدھار کی طرف دھیان دیتے ہیں۔ ہم لوگوں کو ایک سماجی ہماری مانتے ہیں جو آدمیوں کے اندر کی ہمت کا نتیجہ ہے اور یہی

”یہاں پر ویسی ہی ایک جان معلوم ہوتی ہے جیسی ہمارے یہاں 1931 میں تھی۔ روس کا جتنا جیواں بکسر نہیں ہے جتنا ہم سمجھتے ہیں۔ روسی کمونزم کا آدھار شری کرن اور بڑے پیمانے کی تہاری ہے۔ لیکن چھ مہینے یا نجی جائداد نہیں — چاہے وہ کچھ سہمت ہے — یقین کرتا ہے۔ چھوٹے پیمانے کی تہاری ہے کارخانے یہاں خوب ہیں۔ یہاں کا آدھار ہے — ہا کہتی قانون اور کہتی سندھار۔ اس بلندی فرق ہے وجہ سے چھ مہینے بلدی کر کے روس کی نقل نہیں سکتا۔

”مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ یہاں دین کا آدھار دین قریب وہی ہے جو میں نے اپنے بے آئرم‘ سہلہ (یہ دہما ہے ہوس مہل کے فاصلے پر ہے)۔ میں دیکھا ہے۔ ہوں میں کھانا کھوا‘ مکان مفت اور چھوٹے خرچ کے لئے اس بلدی روپے ہر مہینے۔ ہمارا حساب زیادہ سائنٹفک ہے۔ کیونکہ سہولتی خوراک کی بنا پر قائم کیا گیا ہے۔ لیکن دونوں کا مہل تعجب کی بات ہے۔“

(4)

”چھ مہینے مہری ملاقات بھائی الہا مہرن برگ سے ہوئی جو روس کے نا ی لکھک اور ایلہاس کار ہیں۔ اس سرکار کے ایک اونچے پروپیگنڈا افسر بھی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ ہندوستان تو سچے سچے شانتی سند دیتی ہے لیکن یہ بھی شانتی وادی یا ہوسولست سہولتوں کی اکثر قومی شانتی سہولتوں میں وہ کوئی خاص حصہ کہیں نہیں لیتا؟ میں نے جواب دیا :

”ہمارا نظریہ ہی آپ کے نظریے سے جدا ہے۔ ہماری لسانی اور قومی کلچر کی نگاہ یہ ہے کہ ہم انسان کی نجی زندگی کے سدھار کی طرف دھیان دیتے ہیں۔ ہم لوگوں کو ایک سماجی ہماری مانتے ہیں جو آدمیوں کے اندر کی ہمت کا نتیجہ ہے اور یہی

(2)

“چین کو جیتنا چاہا میں دیکھتا ہوں اتنا ہی میں اس پر موہیت ہوتا جاتا ہوں۔ کینٹن جب ہم پہنچے تو اس کا ہانگ کانگ کے مقابلے وہ قریب شہر ہے لیکن صدائی میں کوئی کمی نہیں تھی۔ وہاں نہ ہوکھلے تھے نہ مکھی نہ کوئے اور نہ کتے۔ سڑکوں ایک دم صاف تھیں۔ پورے والے سپاہیوں کے ناک ملے اسی طرح بلند تھے جیسے آپریشن کرنے والے ڈاکٹروں کے۔ سڑکوں پر عام طور سے سائیکلوں، سائیکل ریکشے اور بس چل رہے تھے۔ کچھ موٹر سائیکل تھیں لیکن وہ زیادہ تر سڑکی تھیں۔ ٹیکسی یا نجی کار نہیں دیکھائی پڑتی تھی۔ ہوائی اڈے جہازوں کی طرح تھے اور جہاز چڑھنے اترنے کے واسطے ہرگز نہیں ملتے تھے۔ ان پر محض کولتار تھا۔ سبھی جگہ سادگی تھی۔ نہ ایسے آدمی دیکھتے تھے جو دوسروں کے مقابلے بڑے رئیس ہوں‘ سب قریب قریب ایک سے تھے۔

“کینٹن کی دکانوں کے ساؤن بورڈ اتنے خوشنما اور رنگ برنگے معلوم ہو رہے تھے مابو کسی تھومار کی تھادی ہو۔ کھلتن کھلتے جیسا ہوا شہر ہے۔ لیکن کہیں بھی فالتو یا بیکار زمین نہیں ملے گی۔ شہر تک کے اندر جو زمین خالی ہے وہاں کھیتی کر لی گئی ہے۔ ہم لوگوں کے مقابلے وہاں کے آدمی بہت ہی مہلتی ہیں۔ جب میں صبح کے وقت گلیوں میں گھومنے لگا تو دیکھا کہ ماٹوں کے بچوں کو لپٹا رہی ہیں۔“

(3)

“پکنگ میں پہلی اکتوبر کا جشن ہم نے دیکھا۔ پورے مہینے کے پاس سے دس لاکھ آدمی اس دن نکلتے ہوئے۔ ہم لوگ صبح کے ساڑھے نو بجے سے شام کے چار بجے تک کھڑے ہی رہے۔ فوج، سمنداری بڑے اور ہوائی جہاز کا مارچ کوئی تیرہ گھنٹہ تک ہوا۔ اس کے بعد ریلوے اور کارخانوں کے مزدور آئے — تب پھر کسان، گاؤں والے، اسکول کالج کے بچے، لوگ لڑکھان وغیرہ۔ سب سلامی دیتے نکل گئے۔ ایک دم شامی اور ڈسپلن تھا۔ ان کے اندر سے جوش مابو اُٹھتا ہوا تھا۔ ایسی بہاؤ نے لوگ کبھی غلام نہیں رہ سکتے۔ اس کے مقابلے ہلدستان کیا لڑا ہے۔ ہم گال پھٹ کر یہ سمجھتے ہیں کہ پورب کے اکوا ہم ہی ہیں‘ لیکن چین ہم سے کوسوں آگے ہے۔ چوں والے اپنے مقصد پر ایک سو ہو کر چل رہے ہیں اور ان نے اندر ارادہ معلوم پڑتا ہے۔ انہیں کوئی نہیں روک سکتا۔ ہمارے سامنے نہ کوئی مقصد ہے نہ کوئی منزل‘ اس لئے ہم میں جوش نہیں ہے۔

“کھانا ہر جگہ بھرتا ہے۔ ضرورت کی دوسری چیزیں بھی پھرتی ہیں جتنی ملتی ہیں۔ ہاں، انٹیلیجنس ضرور ہے‘ لیکن سرکار نے اسے دور کرنے کا راستہ نکال لیا

(2)

“چین کو جیتنا زیادہ میں دیکھتا ہوں اتنا ہی میں اس پر موہیت ہوتا جاتا ہوں۔ کینٹن جب ہم پہنچے تو دیکھا کہ ہانگ کانگ کے مقابلے وہ قریب شہر ہے لیکن صدائی میں کوئی کمی نہیں تھی۔ وہاں نہ ہوکھلے تھے نہ مکھی نہ کوئے اور نہ کتے۔ سڑکوں ایک دم صاف تھیں۔ پورے والے سپاہیوں کے ناک ملے اسی طرح بلند تھے جیسے آپریشن کرنے والے ڈاکٹروں کے۔ سڑکوں پر عام طور سے سائیکلوں، سائیکل ریکشے اور بس چل رہے تھے۔ کچھ موٹر سائیکل تھیں لیکن وہ زیادہ تر سڑکی تھیں۔ ٹیکسی یا نجی کار نہیں دیکھائی پڑتی تھی۔ ہوائی اڈے جہازوں کی طرح تھے اور جہاز چڑھنے اترنے کے واسطے ہرگز نہیں ملتے تھے۔ ان پر محض کولتار تھا۔ سبھی جگہ سادگی تھی۔ نہ ایسے آدمی دیکھتے تھے جو دوسروں کے مقابلے بڑے رئیس ہوں‘ سب قریب قریب ایک سے تھے۔

“کینٹن کی دکانوں کے ساؤن بورڈ اتنے خوشنما اور رنگ برنگے معلوم ہو رہے تھے مابو کسی تھومار کی تھادی ہو۔ کھلتن کھلتے جیسا ہوا شہر ہے۔ لیکن کہیں بھی فالتو یا بیکار زمین نہیں ملے گی۔ شہر تک کے اندر جو زمین خالی ہے وہاں کھیتی کر لی گئی ہے۔ ہم لوگوں کے مقابلے وہاں کے آدمی بہت ہی مہلتی ہیں۔ جب میں صبح کے وقت گلیوں میں گھومنے لگا تو دیکھا کہ ماٹوں کے بچوں کو لپٹا رہی ہیں۔“

(3)

“پکنگ میں پہلی اکتوبر کا جشن ہم نے دیکھا۔ پورے مہینے کے پاس سے دس لاکھ آدمی اس دن نکلتے ہوئے۔ ہم لوگ صبح کے ساڑھے نو بجے سے شام کے چار بجے تک کھڑے ہی رہے۔ فوج، سمنداری بڑے اور ہوائی جہاز کا مارچ کوئی تیرہ گھنٹہ تک ہوا۔ اس کے بعد ریلوے اور کارخانوں کے مزدور آئے — تب پھر کسان، گاؤں والے، اسکول کالج کے بچے، لوگ لڑکھان وغیرہ۔ سب سلامی دیتے نکل گئے۔ ایک دم شامی اور ڈسپلن تھا۔ ان کے اندر سے جوش مابو اُٹھتا ہوا تھا۔ ایسی بہاؤ نے لوگ کبھی غلام نہیں رہ سکتے۔ اس کے مقابلے ہلدستان کیا لڑا ہے۔ ہم گال پھٹ کر یہ سمجھتے ہیں کہ پورب کے اکوا ہم ہی ہیں‘ لیکن چین ہم سے کوسوں آگے ہے۔ چوں والے اپنے مقصد پر ایک سو ہو کر چل رہے ہیں اور ان نے اندر ارادہ معلوم پڑتا ہے۔ انہیں کوئی نہیں روک سکتا۔ ہمارے سامنے نہ کوئی مقصد ہے نہ کوئی منزل‘ اس لئے ہم میں جوش نہیں ہے۔

“کھانا ہر جگہ بھرتا ہے۔ ضرورت کی دوسری چیزیں بھی پھرتی ہیں جتنی ملتی ہیں۔ ہاں، انٹیلیجنس ضرور ہے‘ لیکن سرکار نے اسے دور کرنے کا راستہ نکال لیا

نئے چین کی جھلک

(ڈاکٹر جے. سی. कुमारپا)

نئے چین کی جھلک

(ڈاکٹر جے. سی. کمارپا)

[ڈاکٹر جے. سی. कुमारپا کولہ ہندو برام وشیوگ
سبھ، مگنواڈی، وشیو، کے سدر ہئے۔ آپ ہندو
گوبھیل میشن کے ممبر کی ہئسیات سے چین گپ یو۔
آپنے دیرے میں وئہنے جو کھت آپنی سبھ کے مंत्री کو
آپنے وہ وئہ کے ماہواری پر وے "برام وشیوگ پتریکا"
میں کھپے ہئے۔ ہن کھتوں سے نپ چین کی اک کھاسی کھلک
میلکئی ہئ۔ ہم وئہ کھتوں میں سے کھک کو یھآں دے رھے ہئے۔

—ایڈیٹر]

(1)

"ہم لوگ ہاگ کانگ شام کو پھوئے۔ سٹیمنگ ہاوس
ہوٹل میں ہمیں ٹھرا یا گیا۔ اس ہوٹل کے بئروں میں ہندو-
ستانی ہوٹلوں کے بئروں سے بڈا کھک دیکھتا یو۔ ہمارے یھآں
کے بئروں گھن کھکاپ ہنام یا بکھاشی کے مونتھیر رھتے
ہئے۔ لکھن ہاگ کانگ میں وینی بئروں کے وےہرے پر کھری کھائی
ہئی یو، وہ مسکرا رھے یو اور سر کھچا کر کے آپنا
کام کرتے یو۔ وئہ دیکھ کر ہیرت ہوئی یو۔ وئہ آپنے
نپ چین کا ناظ یو۔ وئہنے ہمارا سواگت کیا اور
اس وڑھ پشا آپ مانو وھی ہمارے مپھان ہئ۔

"دوسرے دین سبھرے میں یو دیکھنے نیکل گیا کی ہاگ
کانگ کی ساریب بستییاں کئسی ہئے۔ میں کئسی جگھ گیا جہآں
میں کھمپیڈ یو کی بڈو اور گندگی ہوگی—ماکس مکھلی
بازار اور سبکھی مڈھی۔ لکھن میں تو دنگ رھ گیا۔ ن
میں مکھلی دیکھی، ن کوی ن کھل—جو پورب میں گندگی
کے مشاہر سبھے سامنے جاتے ہئے۔ سبک ساک یو، ہالاکھ
کھوگ ساریب یو کھک لوگ تو سبک کے پاس پٹری پر
پڈ بے۔ ن کھری کھک دیکھا یو وتا یو ن اور کھری گندگی۔
ن کھری کھک یو—سبک سبکھی مکھلی کی کھدرتا گند
آر رھئی یو۔ پکھم کو کھک کر کئسا ساک نگر میں
کھری نہی دیکھا۔ نہی، نہی، لکھن کے کھک بھی یھآں
کے سبک لے سکتے ہئے۔ اس جگھ راج انگریزوں کے مگر
آپنی سبک کھلک یو۔ ان کی کھلت ہمارے
شہر میں پٹری پر وھلے والوں سے زیادہ مختلف نہیں
ہے۔ ہمارے شہروں کا کھتھام بھی انگریز لوگ ایک زمانے
میں کرتے تھے مگر بھوت زمانے آسمان کا معلوم پوتا ہے۔
اس کی وجہ کھلکوں کا سبک یو ہو سکتا ہے۔ ہم کو
ہم جہاز سے کھلک کے لکھے روانہ ہونے۔ اس جہاز پر کھوب دو
دن کے بعد ہم نے کھلے وقت دو مکھیاں دیکھیں۔ سبھرے
سانھی فوراً بول آئے "دیکھو! دیکھو! دو مکھیاں ہیں!"

تھان کی مہاشیہ میں ہائیڈرو یونٹ تنخواہ لے رہی تھی، فیکٹری کے ڈائریکٹر کی تنخواہ ساڑھے تین سو یونٹ تھی، سرکاری محکمہ میں کم سے کم تنخواہ ڈیڑھ سو یونٹ اور جیواہر سے جیواہر تنخواہ ساڑھے تین سو یونٹ ہے۔ اسی طرح کا کرک ایک یونیورسٹی کے پروفیسر اور ایک چپراسی میں ہے۔ چیرمین مائیکرو-سوسائٹی کی تنخواہ ہمارے کے راج-پتی کی تنخواہ کے مقابلے میں سو گنا زیادہ ہے۔ اس لحاظ سے ہم چین کے اندر ہر قسم کی کارخانوں کے مزدور اور مینےجرز میں، ایک یونیورسٹی کے پروفیسر اور ایک چپراسی میں پورے کے لحاظ سے کوئی تمیز نہیں کر سکتے۔

چینی حکومت نے بھی انسانی حقوق کی ہمت بڑھاتے ہیں۔ پہلی میں ہم نے ایک پورا بازار دیکھا جہاں ہاتھ کا بنا ہوا کپڑا بیکتا ہے۔ کچھ دکانوں میں ہم نے دیکھا کہ لوگ ہاتھ کا کپڑا بن رہے ہیں اور ان کی صورتیں پرانے طریقے پر گت رہی ہیں۔ ہم نے ایک بڑی نمائش دیکھی جہاں ہاتھ سے بننے والی چیزیں دکھائی گئی تھیں۔

مزدوری آزادی

چین میں پوری مزدوری آزادی حاصل ہے۔ ہم نے مسجیدیں دیکھی ہیں جہاں باقاعدہ نماز ادا کی جاتی ہے۔ ہم نے سکھوں کے گرودرارے بھی دیکھے جہاں گرتھ صاحب رکھا ہوا تھا اور اُسے اُسی طرح پڑھا جاتا تھا جیسے ہندوستان میں۔ ہم نے بڑے بڑے بونڈ مین بھی دیکھے جہاں بڑی بڑی موڑتھیں دکھائی گئی تھیں۔ ہانگ چو میں ایسے ہی ایک ملدر کی چیمبر گھر تھی۔ ہم نے دیکھا کہ حکومت کے پاس سے اُسے نئے سرے سے بنایا جا رہا ہے۔

میں یہ اثر لے کر اور سائنسٹ ہو کر چین سے واپس آیا ہوں کہ کیا چین اور دیگر ممالک کے لوگوں کی ہر قوم کے ساتھ پورا امن طور پر رہنا چاہتے ہیں۔ چین کا زیادہ دھیان صرف جنگی سامان بنانے کی طرف ہی نہیں ہے بلکہ ایسے سامان کی طرف بھی دھیان دیا جا رہا ہے جو روز کے استعمال میں آتے ہیں۔ اس کا کارن یہ ہے کہ چین میں کوئی جنگ کو پسند نہیں کرتا۔

میں یقین رکھتا ہوں کہ چین ہندوستان کے مقابلے میں ان اصولوں کے زیادہ قریب ہے جن کا پرچار مہاتما گاندھی کرتے تھے۔ آج جو ہم اپنے ملک میں دیکھتے ہیں ان میں سے بہت سی باتیں آج سے دو سال پہلے چین میں بھی دیکھنے میں آتی تھیں۔ مجھے اس بارے میں ذرا بھی شک نہیں کہ اگر ہندوستان میں ہم ان باتوں کو دور کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں تو ہم نئے چین سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔

چینی حکومت نے بھی انسانی حقوق کی ہمت بڑھاتے ہیں۔ پہلی میں ہم نے ایک پورا بازار دیکھا جہاں ہاتھ کا بنا ہوا کپڑا بیکتا ہے۔ کچھ دکانوں میں ہم نے دیکھا کہ لوگ ہاتھ کا کپڑا بن رہے ہیں اور ان کی صورتیں پرانے طریقے پر گت رہی ہیں۔ ہم نے ایک بڑی نمائش دیکھی جہاں ہاتھ سے بننے والی چیزیں دکھائی گئی تھیں۔

چینی حکومت نے بھی انسانی حقوق کی ہمت بڑھاتے ہیں۔ پہلی میں ہم نے ایک پورا بازار دیکھا جہاں ہاتھ کا بنا ہوا کپڑا بیکتا ہے۔ کچھ دکانوں میں ہم نے دیکھا کہ لوگ ہاتھ کا کپڑا بن رہے ہیں اور ان کی صورتیں پرانے طریقے پر گت رہی ہیں۔ ہم نے ایک بڑی نمائش دیکھی جہاں ہاتھ سے بننے والی چیزیں دکھائی گئی تھیں۔

چین میں پوری مزدوری آزادی حاصل ہے۔ ہم نے مسجیدیں دیکھی ہیں جہاں باقاعدہ نماز ادا کی جاتی ہے۔ ہم نے سکھوں کے گرودرارے بھی دیکھے جہاں گرتھ صاحب رکھا ہوا تھا اور اُسے اُسی طرح پڑھا جاتا تھا جیسے ہندوستان میں۔ ہم نے بڑے بڑے بونڈ مین بھی دیکھے جہاں بڑی بڑی موڑتھیں دکھائی گئی تھیں۔ ہانگ چو میں ایسے ہی ایک ملدر کی چیمبر گھر تھی۔ ہم نے دیکھا کہ حکومت کے پاس سے اُسے نئے سرے سے بنایا جا رہا ہے۔

میں یہ اثر لے کر اور سائنسٹ ہو کر چین سے واپس آیا ہوں کہ کیا چین اور دیگر ممالک کے لوگوں کی ہر قوم کے ساتھ پورا امن طور پر رہنا چاہتے ہیں۔ چین کا زیادہ دھیان صرف جنگی سامان بنانے کی طرف ہی نہیں ہے بلکہ ایسے سامان کی طرف بھی دھیان دیا جا رہا ہے جو روز کے استعمال میں آتے ہیں۔ اس کا کارن یہ ہے کہ چین میں کوئی جنگ کو پسند نہیں کرتا۔

میں یقین رکھتا ہوں کہ چین ہندوستان کے مقابلے میں ان اصولوں کے زیادہ قریب ہے جن کا پرچار مہاتما گاندھی کرتے تھے۔ آج جو ہم اپنے ملک میں دیکھتے ہیں ان میں سے بہت سی باتیں آج سے دو سال پہلے چین میں بھی دیکھنے میں آتی تھیں۔ مجھے اس بارے میں ذرا بھی شک نہیں کہ اگر ہندوستان میں ہم ان باتوں کو دور کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں تو ہم نئے چین سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔

دیکھنا چاہتے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ یوں ملک میں نجی ملکیتوں اور نجی ملکیت والے کارخانوں کی ہمت بڑھائی جاتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ سرکار ان نجی کارخانوں کو کچھا مال بھی مہیا کرتی ہے اور اس بات کی ضمانت دیتی ہے کہ ان کا تیار کیا ہوا مال بوجھا جائے گا۔ ویدیشی پونجی لگانے کے لئے بھی کافی گنجائش ہے۔ ہم نے ٹنگسن، شنگھائی اور دوسری بہت سی دیکھیں پر انگریز فرموں کو کام کرتے دیکھا۔ ہم نے خاص طور سے چھان بین کی اور ہمیں بتایا گیا کہ چین کے اندر ایسا کوئی ایک بھی کارخانہ یا زمین نہیں جو ساج وادی دھمک کی ملکیت ہو۔ نئے چین کی حکومت کوئی کمیونسٹ حکومت نہیں ہے اور نہ وہ ایک پارٹی کی سرکار ہے بلکہ وہ کھول ایک ملی جلی پارٹی کی سرکار ہے جس میں دیہی کی تمام پارٹیوں کے مائندے شامل ہیں۔ سرکار میں ایسے ممبروں کی کتنی صرف ایک تہائی ہے جنکے بارے میں دعوے سے کہا جاسکے کہ وہ کمیونسٹ ہیں۔ لیکن اگر اسکے بعد بھی یہ کہا جائے کہ چین ایک کمیونسٹ ملک ہے تو میں ہوں گا کہ چین کا کمیونزم 'چینی کمیونزم' ہے جس میں چلتا کی پرانی پرہیزوں کو بدلنے دیکھا گیا ہے۔

قانونی عدالتوں

چین نے اپنی قانونی عدالتوں میں انقلابی تبدیلی لی ہے اور وکالت کے پچھمی طریقے کو ایک دم بدل دیا ہے۔ کسی زمانے میں کھول شنگھائی شہر میں بارہ سو کھل رہا کرتے تھے۔ لیکن آج وہاں ایک بھی وکیل نہیں ہے۔ ان سب کو دوسرے محکموں میں لے لیا گیا ہے اور صرف پانچ بہت قابل وکلوں کو سرکار نے خود نوکر رکھا ہے جن سے پچھلے معاملوں میں صلاح لی جاتی ہے۔ اس طرح نہ صرف یہ کہ چین سے مقدمے بازی کی بھاری دور ہوگئی ہے بلکہ اب مقدموں کے فیصلے بھی بہت جلد ہو جاتے ہیں اور انصاف سستا ہو گیا ہے۔ چینی سرکار مجرموں کا سدھار ٹرییننگ دے کر بھی کرتی ہے اور سزا دینے کے مقابلے میں ان کو سدھار کی شکشا بھی دیتی ہے۔ نئی چینی سرکار نے ان لوگوں تک کو معاف کر دیا ہے جنہوں نے کومینٹانگ سرکار سے ہتھیار لے کر نئی سرکار سے جنگ کی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ کہ وہ نئی سرکار کے سب سے بڑے وفادار بن گئے ہیں۔

تعلیمات

چین میں تعلیمات میں سیکھے کی بنیاد پر نہیں بلکہ اس کے کی بنیاد پر دی جاتی ہے۔ جن کارخانوں میں اس لوگ گئے، ہم نے دیکھا کہ عام مزدوروں اور مہاجر یا ڈائریکٹر کی تعلیمات میں ترقی اور آگے کا انویسٹ (تلاش) تھا۔ ایک ہسکت ٹیکسٹری میں جہاں ایک مزدور

جانے جانے، پڑنے پڑنے پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ ہم اہاں جاہے جاسکتے تھے اور جو دیکھنا چاہتے تھے دیکھ سکتے تھے۔ چھٹی چلتا اور چھٹی حاکم بھی ہم سے کہیں کہیں نہ رہتے تھے۔ ہم نے جو کچھ بھی چاہنا حاصل کرنا چاہی اس میں انہوں نے ہر دوری پوری سہولت دی۔

دو سال کی ترقی

پچھلے دو سال کے اندر چین نے جو کچھ کیا اسکا ہم پر بے حد असर پڑا۔ جاپانی کڑی کے बीच اور باد میں کمیونٹاں گ راج میں देश की समाजी और आर्थिक जिन्दगी का ढांचा बिल्कुल टुकड़े टुकड़े हो गया था, चीन के नेताओं को बिल्कुल नए सिरे से अपने देश को बनाना पड़ा। इन दो बरसों के अन्दर वह अपने बरबाद हुए उद्योग धंधों को बहाल करने और मुलक के आर्थिक निजाम को संवारने में सफल हो गए हैं। रिवत खोरी बन्द कर दी गई है और अब वही अफसर जो दो साल पहले तक दुनिया के सब मुलकों से ज्यादा घूम खोर थे, पारसा बन गए हैं। यही नहीं, सब मिला कर जनता का सदाचार भी बहुत ऊंचा हो गया है। इसका सबूत इस बात से मिलता है कि इतने लम्बे चौड़े और महान देश से वेश्याओं और भिकमंगों का बिल्कुल ख़ात्मा हो चुका है। खेती में सुधार किया गया है और जिन लोगों के पास ज़मीनें नहीं थीं उन्हें ज़मीनें दे दी गई हैं और अब देश की पैदावार इतनी बढ़ गई है कि जो देश सिर्फ चन्द साल पहले तक दूसरे देशों से ग़ल्ला मंगाता था अब लाखों टन ग़ल्ला दूसरे देशों को भेजता है। उद्योग धंधों के मैदान में भी उसने इतनी तरक्की की है कि अब वह जिन्दगी के हर क्षेत्र में अपनी ख़रत आप पूरी कर लेता है।

समाजी सुधार

चीन में समाजी सुधार भी हुए हैं। खास तौर पर औरतों के सिलसिले में बहुत सुधार हुआ है। चीनी औरत को, जो किसी ज़माने में एक जागीर समझी जाती थी, बराबर के हक़ दिये गए हैं। शादी के बारे में नया क़ानून बनाया गया है और एक से ज्यादा पत्नी घर में रखने की मनाही कर दी गई है। बेरोज़गारी को ख़त्म करने की कोशिश की जा रही है और जीवन के हर मैदान में मालदारों और शरीकों, माखियों और नीकरो, आक्का और गुलामों के क़र्क़ को मिटाया जा रहा है। क़ीमतों को एक सतह पर लिखाया जा रहा है और पैदावार बढ़ा कर सिके की बढ़ती के मसले पर क़ाबू पाने की कोशिश की जा रही है।

चीन कम्युनिस्ट देश नहीं है

यहां हिन्दुस्तान में हम से कहा जाता है कि चीन एक कम्युनिस्ट देश है। हम इस बात को ऐन मौक़े पर पहुँच कर

अपने जाने को हमें बेतुकी पर क़ौमी पाबंदी नहीं है। हम जहाँ चाहें जा सकते हैं और जो दیکھना चाहें दیکھ सकते हैं। चھٹی چلتا اور چھٹی حاکم بھی ہم سے کہیں کہیں نہ رہتے تھے۔ ہم نے جو کچھ بھی چاہنا حاصل کرنا چاہی اس میں انہوں نے ہر دوری پوری سہولت دی۔

دو سال کی ترقی

پچھلے دو سال کے اندر چین نے جو کچھ کیا اسکا ہم پر بے حد असर پڑا۔ جاپانی کڑی کے बीच اور باد میں देश की समाजी और आर्थिक जिन्दगी का ढांचा बिल्कुल टुकड़े टुकड़े हो गया था, चीन के नेताओं को बिल्कुल नए सिरे से अपने देश को बनाना पड़ा। इन दो बरसों के अन्दर वह अपने बरबाद हुए उद्योग धंधों को बहाल करने और मुलक के आर्थिक निजाम को संवारने में सफल हो गए हैं। रिवत खोरी बन्द कर दी गई है और अब वही अफसर जो दो साल पहले तक दुनिया के सब मुलकों से ज्यादा घूम खोर थे, पारसा बन गए हैं। यही नहीं, सब मिला कर जनता का सदाचार भी बहुत ऊंचा हो गया है। इसका सबूत इस बात से मिलता है कि इतने लम्बे चौड़े और महान देश से वेश्याओं और भिकमंगों का बिल्कुल ख़ात्मा हो चुका है। खेती में सुधार किया गया है और जिन लोगों के पास ज़मीनें नहीं थीं उन्हें ज़मीनें दे दी गई हैं और अब देश की पैदावार इतनी बढ़ गई है कि जो देश सिर्फ चन्द साल पहले तक दूसरे देशों से ग़ल्ला मंगाता था अब लाखों टन ग़ल्ला दूसरे देशों को भेजता है। उद्योग धंधों के मैदान में भी उसने इतनी तरक्की की है कि अब वह जिन्दगी के हर क्षेत्र में अपनी ख़रत आप पूरी कर लेता है۔

سماجی سدھار

چین میں سماجی سدھار بھی ہوئے ہیں۔ خاص طور پر عورتوں کے سلسلے میں بہت سدھار ہوا ہے۔ چھٹی عورت کو، جو کسی زمانے میں ایک جائیداد سمجھی جاتی تھی، برابر کے حق دیئے گئے ہیں۔ شادی کے بارے میں نیا قانون بنایا گیا ہے اور ایک سے زیادہ پتلی گھر میں رکھنے کی مذمت کی گئی ہے۔ بے روزگاری کو ختم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور جیون کے ہر میدان میں مالداروں اور غریبوں، مالکوں اور نوکروں، آقا اور غلاموں کے فرق کو مٹایا جا رہا ہے۔ قیمتوں کو ایک سطح پر یکساں جا رہا ہے اور پیداوار بڑھانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

چین کمونیسٹ دیس نہیں ہے

یہاں ہندوستان میں ہم سے کہا جاتا ہے کہ چین ایک کمونیسٹ دیس ہے۔ ہم اس بات کو عین موقع پر پہنچ کر

چین کی سیر

پچھلے مئی مہینے میں ہم نے نئی دہلی میں چینی دوتवास کی مارکت چین کی بڑے لوک سنسٹھاؤ کی طرف سے دوات نامے ميلة کي هم चीनी लोक राज की दूसरी सालगिरह के मौके पर होने वाले जलसों में शरीक हों. यह दावत नामे हमने मंजूर कर लिये लेकिन हमारे पास समय बहुत कम था. फिर भी अलग अलग सूबों से सम्बन्ध रखने वाले अलग अलग लोगों को चीन जाने वाले गुडविल मिशन में शामिल करने की कोशिश की गई. मिशन के अकसर मेम्बर जैसे डाक्टर जे. सी. कुमारप्पा, सदर कुल हिन्दू ग्राम उद्योग संघ, वर्धा, डाक्टर बी. के. आर. बी. राव, डायरेक्टर देहली स्कूल आफ एकोनामिक्स और श्रीमती हमा सेन, सदर कुल हिन्दू बीमन्स कान्फरेन्स आजाद तबके और खयाल से सम्बन्ध रखने वाले थे. मिशन में किसी कम्युनिस्ट मेम्बर को शामिल नहीं किया गया था. यह इसलिये किया गया कि खयाल यह था कि कुछ निशपक्ष था और-जानिबदार हिन्दुस्तानी चीन देख कर आएँ और खुद वहाँ के हालात को देखें. सरकार और चीन की अलग अलग संस्थाओं की तरफ से हमारा बहुत शानदार स्वागत किया गया. जहाँ कहीं हम गए, चीनियों ने अपनी मेहमाँ नबाजी की हद कर दी और इस बात का उन्होंने खास तौर से ध्यान रखा कि हमें कोई तकलीफ न होने पाए.

हम चीन के सात बड़े बड़े शहरों में गए—(1) कैन्टन (2) पेकिंग, (3) मुक्दन, (4) टैन्टसन, (5) नानकिंग, (6) शंघाई और (7) हांग-चू. हमने चीन की यूनि वर्सिटियां देखीं, वहाँ के स्कूलों और कालिजों में गए, कारखानों में गए—उनमें भी जो सरकारी मिल्कियत थे और उनमें भी जो निजी मिल्कियत थे. हम वहाँ के बाजारों में भी घूमे, हमने चीन की अदालतें भी देखीं और यह देखा कि वहाँ मुकदमों के फ़ैसले किस तरह किये जाते हैं. हमने चीन की अलग अलग संस्थाओं को देखा और उन संस्थाओं से ताल्लुक रखने वाले लोगों और दूसरे असर-दार चीनियों से बातचीत की. हमने चीन के सिनेमा भी देखे, उनके थेट्रों में भी गए और उनकी खेती बाड़ी और दस्तकारी की नुमाइशों को भी देखा, जिनमें देहावी दस्तकारियों की नुमाइशें भी शामिल थीं. मुख्यतः यह कि हमने यह सब कुछ देखा जो हम अपने थाड़े से दिनों के दौर में देख सकते थे. हम चीन में चालीस दिन ठहरे और सब यह है कि इस अरसे में बेहद मसरूफ रहे. हमारे कहीं

चीन की सیر

पचहत्ते सितंबर में हमें नई दिल्ली में चीनी दूतवास की मारफत चीन की बड़े लोक संस्थाओं की तरफ से दावत नामे मिले की हम चीनी लोक राज की दूसरी सालगिरह के मौके पर होने वाले जलसों में शरीक हों. यह दावत नामे हमने मंजूर कर लिये लेकिन हमारे पास समय बहुत कम था. फिर भी अलग अलग सूबों से सम्बन्ध रखने वाले अलग अलग लोगों को चीन जाने वाले गुडविल मिशन में शामिल करने की कोशिश की गई. मिशन के अकसर मेम्बर जैसे डाक्टर जे. सी. कुमारप्पा, सदर कुल हिन्दू ग्राम उद्योग संघ, वर्धा, डाक्टर बी. के. आर. बी. राव, डायरेक्टर देहली स्कूल आफ एकोनामिक्स और श्रीमती हमा सेन, सदर कुल हिन्दू बीमन्स कान्फरेन्स आजाद तबके और खयाल से सम्बन्ध रखने वाले थे. मिशन में किसी कम्युनिस्ट मेम्बर को शामिल नहीं किया गया था. यह इसलिये किया गया कि खयाल यह था कि कुछ निशपक्ष था और-जानिबदार हिन्दुस्तानी चीन देख कर आएँ और खुद वहाँ के हालात को देखें. सरकार और चीन की अलग अलग संस्थाओं की तरफ से हमारा बहुत शानदार स्वागत किया गया. जहाँ कहीं हम गए, चीनियों ने अपनी मेहमाँ नबाजी की हद कर दी और इस बात का उन्होंने खास तौर से ध्यान रखा कि हमें कोई तकलीफ न होने पाए.

हम चीन के सात बड़े बड़े शहरों में गए—(1) कैन्टन (2) पेकिंग, (3) मुक्दन, (4) टैन्टसन, (5) नानकिंग, (6) शंघाई और (7) हांग-चू. हमने चीन की यूनि वर्सिटियां देखीं, वहाँ के स्कूलों और कालिजों में गए, कारखानों में गए—उनमें भी जो सरकारी मिल्कियत थे और उनमें भी जो निजी मिल्कियत थे. हम वहाँ के बाजारों में भी घूमे, हमने चीन की अदालतें भी देखीं और यह देखा कि वहाँ मुकदमों के फ़ैसले किस तरह किये जाते हैं. हमने चीन की अलग अलग संस्थाओं को देखा और उन संस्थाओं से ताल्लुक रखने वाले लोगों और दूसरे असर-दार चीनियों से बातचीत की. हमने चीन के सिनेमा भी देखे, उनके थेट्रों में भी गए और उनकी खेती बाड़ी और दस्तकारी की नुमाइशों को भी देखा, जिनमें देहावी दस्तकारियों की नुमाइशें भी शामिल थीं. मुख्यतः यह कि हमने यह सब कुछ देखा जो हम अपने थाड़े से दिनों के दौर में देख सकते थे. हम चीन में चालीस दिन ठहरे और सब यह है कि इस अरसे में बेहद मसरूफ रहे. हमारे कहीं

اسلئے، سدر صاحب! میں آپکو پھر سے یقین دلاتا ہوں کہ اس شانتی اور ایکٹائیو کرنے کی آپ کی کوششوں میں ہمدستان آپ کے ساتھ ہے۔ اس کے پہلے کہ میں ختم کروں ایک چوڑ اور کہتا چاہتا ہوں، لیکن وہ خاصگی یا نجی بات ہے۔ میں اس کے لئے آپ کی معافی چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ ان پانچ ہفتوں میں ہم جو چین میں رہے تو جن چھٹی بھائی بھنوں سے مجھے واسطہ پڑا ان سے مجھے اپنے کٹمب جوہی محبت پیدا ہوگئی ہے۔ میں اپنی ہی نہیں بلکہ اپنے مشن کے ہر بھائی بھن کے دل کی بہاونا ظاہر کرتا ہوں جب میں یہ کہتا ہوں کہ اپنے اس سفر میں جن لوگوں سے ہمیں واسطہ پڑا ہے ان میں سے کچھ کو تو ہم کبھی نہیں بھول سکتے۔

آپ جس پیار سے ہمیں یہاں پر رکھا وہ ہم کبھی نہیں بھول سکتے۔ یقین مانگے کہ یہاں سے جانے میں ہمیں تکلیف ہی ہو رہی ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے مانو پھر اپنے اس بھائی سے جدا ہونا پڑ رہا ہے جس سے ہمسوں کے بعد ملاقات ہو پائی تھی۔

سدر صاحب! ہم—چین اور ہندوستان—کے دل در دیس ہی نہیں ہیں جن میں ایکتا ہے، بلکہ ہم ایک ہی خاندان کے بھائی بھن ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ہمارا رشتہ محض راج گاجی رشتے کے مقابلے نہیں زیادہ گہرا اور سچا ہے۔ جن نوجوان لڑکے لڑکیوں سے میں یہاں ملا انہیں میں اپنے بیٹے اور بیٹی ماننے لگ گیا ہوں۔ میں ان پیارے بیٹوں اور بیٹیوں نے مسکراتے چہروں کو کبھی نہیں بھول سکتا، جو ہر استہش پر ہموں بھولوں کی مالائیں دیا کرتے تھے۔ کیسی انوکھی محبت! کوسا انوکھا پیار! اس کے علاوہ بڑی عمر کے جو لوگ ہمارے پاس آئے اور جن سے ہمارا زیادہ نزدیک کا تعلق رہا، وہ بھی ہمارے ساتھ ایسے ہی بیہواہ کرتے تھے جیسے سب سے بھائی بھنوں کے ساتھ کہا جاتا ہے۔ ان میٹھی اور لہوانی یادوں کو لے کر ہم ہندوستان واپس جا رہے ہیں۔ یہ یاد ہمیشہ ہی ہمارے دل میں بلی رہے گی۔

ہماری پرانی کتابوں میں لکھا ہے کہ سارا انسانی سماج ایک کٹمب ہے۔ میں مانتا ہوں کہ اس دھرتی پر رہنے والے دو سو کروڑ پرانی سچے سچے ایک کٹمب ہیں۔ میں مانتا ہوں وہ دن جلد آنے والا ہے جب ہم سب ایک کٹمب کی طرح رہنا شروع کر دیں گے۔ اگر اس میں کوئی آرجن ہے تو اُسے در کر وہ دن نزدیک لانے کی کوشش کریں گے۔ یہی اصلی مطلب ہے ایشیا کی ایکٹائیو کا، پھر اصلی مطلب ہے ہندوستان اور چین کی ایکٹائیو کا۔

ہماری پرانی کتابوں میں لکھا ہے کہ سارا انسانی سماج ایک کٹمب ہے۔ میں مانتا ہوں کہ اس دھرتی پر رہنے والے دو سو کروڑ پرانی سچے سچے ایک کٹمب ہیں۔ میں مانتا ہوں وہ دن جلد آنے والا ہے جب ہم سب ایک کٹمب کی طرح رہنا شروع کر دیں گے۔ اگر اس میں کوئی آرجن ہے تو اُسے در کر وہ دن نزدیک لانے کی کوشش کریں گے۔ یہی اصلی مطلب ہے ایشیا کی ایکٹائیو کا، پھر اصلی مطلب ہے ہندوستان اور چین کی ایکٹائیو کا۔

29. 10. '51

کھنگن

کینٹن

29. 10. '51

بڑی ہے۔ دہی دھڑ کڑی ہونے نہ ہونے کا کوئی سبب ہی نہیں ہے۔ آج کل دنیا کی بڑی سے بڑی اور کچی سے کچی طاقتوں میں سے ہے۔ اور چین کی بات چھوڑ کر ہم ایشیا کا ذکر کرتے ہیں تو ہمیں پوچھنا ہوں کیا ریا کے چند لاکھ آدمیوں نے ہی پچھم کو ایک زبردست حق نہیں سکھا دیا ہے؟ یہ وہ سبق نہیں ہے جسے کوئی بچہ نہیں بھول جائے۔ کوریا نے اپنی ہمت دکھائی ہے۔ یوں نے اپنی طاقت دکھائی ہے۔ انگریزی سامراج واد کے مکتبے کو توڑ کر ہندوستان آزاد ہوا ہے۔ ایشیا کی دوسری میں بھی یا تو آزاد ہوئی ہوئی یا آزاد ہونے جارہی ہیں۔

یہاں پر اس جلسے میں جن چار پانچ دیشوں کے نمائندے موجود ہیں ان دیشوں کی کل آبادی سو کروڑ قریب ہوتی ہے۔ یہ آبادی دنیا کی آبادی کا تھہک رہا حصہ ہے۔ اور میں آپ کو اطمینان دلانا ہوں کہ اگر دنیا کی یہ آدھی آبادی ایک ساتھ قدم اٹھاتی ہے تو اپنی طاقت ایسی نہیں ہے جو اس کے آگے ٹھہر سکے۔ ایشیا نے ارادہ کر لیا ہے کہ وہ آزاد ہوگا اور پھر سے بڑی چھڑھوگا۔ سامراج شاہی پونجی شاہی اور جاگیر شاہی کا زمانہ لہ با ہمیشہ کے لئے لہ گیا۔ جب تک یہ چھڑیں رھتی ہیں تب تک دنیا میں اصلی شانتی قائم ہی نہیں ہو سکتی۔ اور میں آپ سے کہتا ہوں کہ ایشیا نے دیشوں کو ان شاہیوں کو ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس لئے میں آپ کو پھر سے یقین دلانا ہوں کہ سامراج شاہی، پونجی شاہی اور جاگیر شاہی کے خلاف آپ جو لوائی کر رہے ہیں اُس میں ہندوستان آپ کے کلدے سے کلدے مل کر ساتھ دے گا۔

ایشیا کی ایکٹا اس خاطر نہیں ہے، اُس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی دوسرے دیش پر حملہ—چڑھائی ہی جائے۔ اُس میں کوئی شک نہیں کہ یورپ یا امریکہ نے کسی دیش پر ہمیں دغاوا نہیں کرنا ہے۔ ہماری طاقت ایک زبردست اور دردناک ضرورت کا نتیجہ ہے۔ سو برس سے اوپر ہوا ہم پچھمی سامراج شاہی کا شکار بنے رہے مصیبتیں اٹھائیں۔ ہم میں سے کچھ تو آج بھی 'بھی بھی' اٹھا رہے ہیں۔ یہی وہ خطرہ ہے، یہی وہ بدقسمتی ہے جس نے ہم سب کو ایک کر دیا۔ کافی بڑے پیمانے تک ہم اُس چنگل میں نکل آئے ہیں اور جو کچھ ہائی بچھا ہے اُس سے بھی جلد نکل آئیں گے۔

اس لئے یورپ یا امریکہ یا اور کہیں کسی بھی دیش کو ایشیا کی ایکٹا سے خوف کھانے کی ضرورت نہیں ہے! ہماری ایکٹا کا مقصد ہے دنیا میں شانتی قائم کرنا ہماری ایکٹا کا مقصد ہے دنیا کے سب رملے والے ایک ہو جائیں۔

یہاں پر اس جلسے میں جن چار پانچ دیشوں کے نمائندے موجود ہیں ان دیشوں کی کل آبادی سو کروڑ قریب ہوتی ہے۔ یہ آبادی دنیا کی آبادی کا تھہک رہا حصہ ہے۔ اور میں آپ کو اطمینان دلانا ہوں کہ اگر دنیا کی یہ آدھی آبادی ایک ساتھ قدم اٹھاتی ہے تو اپنی طاقت ایسی نہیں ہے جو اس کے آگے ٹھہر سکے۔ ایشیا نے ارادہ کر لیا ہے کہ وہ آزاد ہوگا اور پھر سے بڑی چھڑھوگا۔ سامراج شاہی پونجی شاہی اور جاگیر شاہی کا زمانہ لہ با ہمیشہ کے لئے لہ گیا۔ جب تک یہ چھڑیں رھتی ہیں تب تک دنیا میں اصلی شانتی قائم ہی نہیں ہو سکتی۔ اور میں آپ سے کہتا ہوں کہ ایشیا نے دیشوں کو ان شاہیوں کو ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس لئے میں آپ کو پھر سے یقین دلانا ہوں کہ سامراج شاہی، پونجی شاہی اور جاگیر شاہی کے خلاف آپ جو لوائی کر رہے ہیں اُس میں ہندوستان آپ کے کلدے سے کلدے مل کر ساتھ دے گا۔

ایشیا کی ایکٹا اس خاطر نہیں ہے، اُس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی دوسرے دیش پر حملہ—چڑھائی ہی جائے۔ اُس میں کوئی شک نہیں کہ یورپ یا امریکہ نے کسی دیش پر ہمیں دغاوا نہیں کرنا ہے۔ ہماری طاقت ایک زبردست اور دردناک ضرورت کا نتیجہ ہے۔ سو برس سے اوپر ہوا ہم پچھمی سامراج شاہی کا شکار بنے رہے مصیبتیں اٹھائیں۔ ہم میں سے کچھ تو آج بھی 'بھی بھی' اٹھا رہے ہیں۔ یہی وہ خطرہ ہے، یہی وہ بدقسمتی ہے جس نے ہم سب کو ایک کر دیا۔ کافی بڑے پیمانے تک ہم اُس چنگل میں نکل آئے ہیں اور جو کچھ ہائی بچھا ہے اُس سے بھی جلد نکل آئیں گے۔

ایشیا کی ایکٹا اس خاطر نہیں ہے، اُس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی دوسرے دیش پر حملہ—چڑھائی ہی جائے۔ اُس میں کوئی شک نہیں کہ یورپ یا امریکہ نے کسی دیش پر ہمیں دغاوا نہیں کرنا ہے۔ ہماری طاقت ایک زبردست اور دردناک ضرورت کا نتیجہ ہے۔ سو برس سے اوپر ہوا ہم پچھمی سامراج شاہی کا شکار بنے رہے مصیبتیں اٹھائیں۔ ہم میں سے کچھ تو آج بھی 'بھی بھی' اٹھا رہے ہیں۔ یہی وہ خطرہ ہے، یہی وہ بدقسمتی ہے جس نے ہم سب کو ایک کر دیا۔ کافی بڑے پیمانے تک ہم اُس چنگل میں نکل آئے ہیں اور جو کچھ ہائی بچھا ہے اُس سے بھی جلد نکل آئیں گے۔

ایشیا کی ایکٹا اس خاطر نہیں ہے، اُس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی دوسرے دیش پر حملہ—چڑھائی ہی جائے۔ اُس میں کوئی شک نہیں کہ یورپ یا امریکہ نے کسی دیش پر ہمیں دغاوا نہیں کرنا ہے۔ ہماری طاقت ایک زبردست اور دردناک ضرورت کا نتیجہ ہے۔ سو برس سے اوپر ہوا ہم پچھمی سامراج شاہی کا شکار بنے رہے مصیبتیں اٹھائیں۔ ہم میں سے کچھ تو آج بھی 'بھی بھی' اٹھا رہے ہیں۔ یہی وہ خطرہ ہے، یہی وہ بدقسمتی ہے جس نے ہم سب کو ایک کر دیا۔ کافی بڑے پیمانے تک ہم اُس چنگل میں نکل آئے ہیں اور جو کچھ ہائی بچھا ہے اُس سے بھی جلد نکل آئیں گے۔

دوہرے سے ہمارا آپکا دو ہزار برس کا پुरانا رشتہ
 فیر سے ہرا ہو گیا ہے۔ ہندوستان اور چین میں جو
 دوستی تھی وہ پہلے کے مقابلے کہیں زیادہ گہری اور نزدیک ہو گئی ہے۔
 آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اب یہ دوستی پکی اور ٹکلی والی
 بن گئی ہے۔ میں اپنی طرف سے 'اپنے مشن کی طرف سے
 اور ہندوستان کے لوگوں کی طرف سے آپکو یقین دلاتا
 ہوں کہ ہمارے اس دورے کے بعد دنیا میں کوئی چھڑ
 ایسی نہیں ہے جو ہمارے آپکے پیارے اور دوستانہ تعلقات
 میں کوئی خلل ڈال سکے۔ صدر صاحب! چین کی جلتا
 نے پچھلے دو برس میں جو کمال حاصل کیا ہے وہ ہم
 نے دیکھا۔ ہم نے دیکھا کہ آپ نے مزدوروں، آپنے کسانوں، اپنی
 عورتوں اور اپنی عام جلتا کے لئے آپ کتنا کچھ اس عرصے
 میں کرسکے ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ سماجی، آرتھک اور
 دستکاری—کارخانوں کے معاملے میں آپ نے کتنی حیرت انگیز
 ترقی کی ہے۔ اس سب کا ہم پر گہرا اثر پڑا ہے۔ میں
 آپے اتھاس کا ویدیارتھی مانتا ہوں اور مجھے یقین ہے
 کہ دنیا نے شاید ہی کسی ملک نے صرف دو برس کی
 مدت میں اتنی ترقی کی ہوگی جتنی چین نے کی ہے۔

اپنی طرف سے، اپنے مشن کی طرف سے اور ہندوستان
 کی جلتا کی طرف سے میں چوٹی جلتا کے آگے سر جھکتا
 ہوں، جس نے کمال کے کارنامے دیئے ہیں۔ آپ کے مہان
 نہتا چھرمون ماؤتسے تلگ کے آگے سر جھکتا ہوں۔ جب
 ذرا خاموشی کے ساتھ میں یہ سوچتا ہوں کہ آپ کے دیش
 میں اس بار گھوم کر ہم نے دیا کیا—دیکھا تو میں اس
 نتیجے پر پہنچتا ہوں کہ چھرمون ماؤ صرف چین کے
 ہی نہتا نہیں ہوں بلکہ ایک طرح سے دیکھا جائے تو
 ایشیا کے لیڈر ہیں جس میں ہندوستان بھی شامل
 ہے۔ جیسا میں نے ابھی عرض کیا، یہاں پر ہم نے جو
 کچھ دیکھا، اس سے ہم نے اپنے دیش کی ترقی اور بہتری
 کے لئے کافی سبق لیا ہے۔ ہم نے آپ کے کارخانے دیکھے،
 یونیورسٹیاں دیکھیں، گاؤں دیکھے، بازار دیکھے، سلکھٹن
 سبھاؤں دیکھیں۔ ہم نے آپ کے یہاں کی غذائیں
 کچھ دیاں دیکھیں۔ ان سب سے ہم اسی نتیجے پر پہنچے
 کہ ہمارے دیش ہندوستان کو چین سے بہت کچھ
 سیکھتا ہے۔

جہاں تک راج نہتی کا سؤل ہے اس دائرے میں
 میں چھرمون نے پچھلے چند برسوں میں جو فتح حاصل
 لی ہے وہ کوئی چھوٹی چیز نہیں ہے۔ مہرا خیال ہے کہ
 چین کے سامراج وادیوں کو یہ سبق اچھی طرح مل گیا
 ہوگا کہ چین اچھے، اسے کوئی نہیں جیت سکتا۔
 صدر صاحب! آپ اپنی اسوجھ میں کہا کہ چین اب
 ہی ہوئی قوم نہیں رہ گئی ہے۔ لیکن ہماری رائے کچھ

دوہرے سے ہمارا آپ کا دو ہزار برس کا پورانا رشتہ
 فیر سے ہرا ہو گیا ہے۔ ہندوستان اور چین میں جو
 دوستی تھی وہ پہلے کے مقابلے کہیں زیادہ گہری اور نزدیک ہو گئی ہے۔
 آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اب یہ دوستی پکی اور ٹکلی والی
 بن گئی ہے۔ میں اپنی طرف سے 'اپنے مشن کی طرف سے
 اور ہندوستان کے لوگوں کی طرف سے آپکو یقین دلاتا
 ہوں کہ ہمارے اس دورے کے بعد دنیا میں کوئی چھڑ
 ایسی نہیں ہے جو ہمارے آپکے پیارے اور دوستانہ تعلقات
 میں کوئی خلل ڈال سکے۔ صدر صاحب! چین کی جلتا
 نے پچھلے دو برس میں جو کمال حاصل کیا ہے وہ ہم
 نے دیکھا۔ ہم نے دیکھا کہ آپ نے مزدوروں، آپنے کسانوں، اپنی
 عورتوں اور اپنی عام جلتا کے لئے آپ کتنا کچھ اس عرصے
 میں کرسکے ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ سماجی، آرتھک اور
 دستکاری—کارخانوں کے معاملے میں آپ نے کتنی حیرت انگیز
 ترقی کی ہے۔ اس سب کا ہم پر گہرا اثر پڑا ہے۔ میں
 آپے اتھاس کا ویدیارتھی مانتا ہوں اور مجھے یقین ہے
 کہ دنیا نے شاید ہی کسی ملک نے صرف دو برس کی
 مدت میں اتنی ترقی کی ہوگی جتنی چین نے کی ہے۔

اپنی طرف سے، اپنے مشن کی طرف سے اور ہندوستان
 کی جلتا کی طرف سے میں چوٹی جلتا کے آگے سر جھکتا
 ہوں، جس نے کمال کے کارنامے دیئے ہیں۔ آپ کے مہان
 نہتا چھرمون ماؤتسے تلگ کے آگے سر جھکتا ہوں۔ جب
 ذرا خاموشی کے ساتھ میں یہ سوچتا ہوں کہ آپ کے دیش
 میں اس بار گھوم کر ہم نے دیا کیا—دیکھا تو میں اس
 نتیجے پر پہنچتا ہوں کہ چھرمون ماؤ صرف چین کے
 ہی نہتا نہیں ہوں بلکہ ایک طرح سے دیکھا جائے تو
 ایشیا کے لیڈر ہیں جس میں ہندوستان بھی شامل
 ہے۔ جیسا میں نے ابھی عرض کیا، یہاں پر ہم نے جو
 کچھ دیکھا، اس سے ہم نے اپنے دیش کی ترقی اور بہتری
 کے لئے کافی سبق لیا ہے۔ ہم نے آپ کے کارخانے دیکھے،
 یونیورسٹیاں دیکھیں، گاؤں دیکھے، بازار دیکھے، سلکھٹن
 سبھاؤں دیکھیں۔ ہم نے آپ کے یہاں کی غذائیں
 کچھ دیاں دیکھیں۔ ان سب سے ہم اسی نتیجے پر پہنچے
 کہ ہمارے دیش ہندوستان کو چین سے بہت کچھ
 سیکھتا ہے۔

جہاں تک راج نہتی کا سؤل ہے اس دائرے میں
 میں چھرمون نے پچھلے چند برسوں میں جو فتح حاصل
 لی ہے وہ کوئی چھوٹی چیز نہیں ہے۔ مہرا خیال ہے کہ
 چین کے سامراج وادیوں کو یہ سبق اچھی طرح مل گیا
 ہوگا کہ چین اچھے، اسے کوئی نہیں جیت سکتا۔
 صدر صاحب! آپ اپنی اسوجھ میں کہا کہ چین اب
 ہی ہوئی قوم نہیں رہ گئی ہے۔ لیکن ہماری رائے کچھ

करते।" हिन्दुस्तान यह चाहता है कि इंग्लैन्ड हो या हि
अमरीका, या कोई और देश हो, पच्छिम का हो या पूर्व
का, वह सब के साथ इन्तहाई दोस्ती के ताल्लुक रखे। मुझे
यक़ीन है कि यही इच्छा चीन की है और यही रूस की
भी। हमारा आखिरी मक़सद 'एक नई दुनिया' बनाना
है, ऐसी दुनिया जिसमें लड़ाई की कोई गुंजायश न हो,
जिसमें सब मुल्कों के लोग अपना भला बुरा एक सा
देखते हों, जिसमें कोई किसी को चूस न सके, जिसमें किसी
देश का दूसरे पर राज न हो और जिसमें सब, सब की
भलाई के लिये काम करते हों।

हिन्दुस्तान और चीन इस मक़सद के हासिल करने के
लिये एक दूसरे के हर तरह साथ हैं। हमें उम्मीद है कि
दूसरे सभी देश और राष्ट्र इस नेक काम में हमारा पूरी
तरह साथ दायेंगे।

(अंगरेज़ी अख़बार 'शंघाई न्यूज़' से)

चीन को अलविदा

मेरे प्यारे चीनी भाइयो और बहनो!

आलीस दिन हुए हम आपके इस कैन्टन शहर में
हिन्दुस्तान से आए थे। उस वक़्त जिस मुहब्बत और उदारता
के साथ आपने हमारा स्वागत किया था और जो प्यार
भरी आतिश तबाज़े आपने हमारी की वससे हमारे दिमाग़ों
पर बहुत काफ़ी असर पड़ा था। इसके बाद हम पेकिंग
पहुँचे और फिर चीन के दूसरे शहर देखे। मेरा ख़याल है
आप यह उम्मीद करते होंगे कि इस अरसे में हमने जो
देखा और उसका जो असर हम पर हुआ उसकी कुछ
अलक आप को दें। मैं वह काम बहुत खुशी से करता हूँ।

सब बात यह है कि जब आपने हमें बुलाया तो हम
दोस्त और हमदर्द बनकर आए। लेकिन हमारे दिमाग़
में कोई लगाव बिपकाव नहीं था। हमने हिन्दुस्तान में
आपके देश की वास्तव बहुत कुछ सुना था, यहां की वास्तव
बहुत कुछ पढ़ा था। आप के लिये हमारे दिल में काफ़ी
इज्जत और प्यार था। फिर भी, हमें बड़ी खुशी इस बात
से हुई कि आप के साक्षात् दर्शन करने का मौक़ा हमें
मिलेगा। और वह मौक़ा हमें मिला। इसके लिये हम आपके
बहुत एहसान मन्द हैं।

अब मैं इस चीज़ पर आऊँ कि हम पर क्या असर
पड़ा। बहुत बोझ से मैं आपको मैं बताऊँ कि हमारे इस

"हिन्दुस्तान में चाहता है कि इंग्लैन्ड हो या हि
अमरीका, या कोई और देश हो, पच्छिम का हो या पूर्व
का, वह सब के साथ इन्तहाई दोस्ती के ताल्लुक रखे। मुझे
यक़ीन है कि यही इच्छा चीन की है और यही रूस की
भी। हमारा आखिरी मक़सद 'एक नई दुनिया' बनाना
है, ऐसी दुनिया जिसमें लड़ाई की कोई गुंजायश न हो,
जिसमें सब मुल्कों के लोग अपना भला बुरा एक सा
देखते हों, जिसमें कोई किसी को चूस न सके, जिसमें किसी
देश का दूसरे पर राज न हो और जिसमें सब, सब की
भलाई के लिये काम करते हों।

हिन्दुस्तान और चीन इस मक़सद के हासिल करने के
लिये एक दूसरे के हर तरह साथ हैं। हमें उम्मीद है कि
दूसरे सभी देश और राष्ट्र इस नेक काम में हमारा पूरी
तरह साथ दायेंगे।

(अंगरेज़ी अख़बार 'शंघाई न्यूज़' से)

चीन को الوداع

मेरे प्यारे चीनी भाइयो और बहनो!

आलीस दिन हुए हम आपके इस कैन्टन शहर में
हिन्दुस्तान से आए थे। उस वक़्त जिस मुहब्बत और उदारता
के साथ आपने हमारा स्वागत किया था और जो प्यार
भरी आतिश तबाज़े आपने हमारी की वससे हमारे दिमाग़ों
पर बहुत काफ़ी असर पड़ा था। इसके बाद हम पेकिंग
पहुँचे और फिर चीन के दूसरे शहर देखे। मेरा ख़याल है
आप यह उम्मीद करते होंगे कि इस अरसे में हमने जो
देखा और उसका जो असर हम पर हुआ उसकी कुछ
अलक आप को दें। मैं वह काम बहुत खुशी से करता हूँ।

सब बात यह है कि जब आपने हमें बुलाया तो हम
दोस्त और हमदर्द बनकर आए। लेकिन हमारे दिमाग़
में कोई लगाव बिपकाव नहीं था। हमने हिन्दुस्तान में
आपके देश की वास्तव बहुत कुछ सुना था, यहां की वास्तव
बहुत कुछ पढ़ा था। आप के लिये हमारे दिल में काफ़ी
इज्जत और प्यार था। फिर भी, हमें बड़ी खुशी इस बात
से हुई कि आप के साक्षात् दर्शन करने का मौक़ा हमें
मिलेगा। और वह मौक़ा हमें मिला। इसके लिये हम आपके
बहुत एहसान मन्द हैं।

अब मैं इस चीज़ पर आऊँ कि हम पर क्या असर
पड़ा। बहुत बोझ से मैं आपको मैं बताऊँ कि हमारे इस

इसी तरह से हिन्दुस्तान भी—जिसे महात्मा गांधी से प्रेरना मिली है—अमन शान्ति से रहना चाहता है और दुनिया की हर क्रीम के साथ भाई चारे का सम्बन्ध रखना चाहता है. हिन्दुस्तान की सरकार ने अपने बड़े वकीर पंडित जवाहर लाल नेहरू की रहनुमाई में राष्ट्रों के बीच अमन शान्ति बढ़ाने के लिये जो कुछ किया जा सकता था किया है. जापानी सुनहनामे जैसी निकम्मी चोख को हिन्द सरकार ने हाथ भी नहीं लगाया. यूनो में चीन को इज्जतदार जगह मिले, इसके लिये हिन्दुस्तान ने जो हो सका वह किया और कर रहा है. वह कर रहा है इस वजह से क्योंकि हिन्दुस्तान मानता है कि यूनो सब राष्ट्रों का संगठन तब तक नहीं कहला सकती जब तक उसमें चीन पूरी तरह शरीक न हो.

सोशलिज्म या कम्युनिज्म की इल्मी बहस में मैं इस वक़्त नहीं जाऊंगा. लेकिन मुझे यकीन है कि शायद ही दुनिया में कोई ऐसा विचारक होगा जो चरा आगे की साक्षता हो और यह न मानता हो कि दुनिया की आर्थिक बेहतरी तभी हो सकती है जब यहां किसी न किसी तरह का सोशलिस्ट या कम्युनिस्ट निजाम कायम हो. इस बारे में जो मत भेद हैं वह आखिरी मंजिल के बारे में उतने नहीं हैं जितने इस बात की बाबत कि इस मंजिल तक पहुंचने के लिये जुदा जुदा देशों में इसकी शकल क्या हो और वह कौन तरीके इस्तमाल किये जाएं. चीन कम्युनिस्ट कहा जाता है और चीनी लोग इस बात से इन्कार नहीं करते. लेकिन हमने देखा कि चीन में हर कारखाना, जमीन का हर टुकड़ा और हर रोजगार या तो किसी की निजी मिल-कियत है या सरकारी मिलकियत है. निजी मिलकियत का हक चीन में माना जाता है और उसकी कद्र की जाती है. निजी कारखाने चलाने के लिये भी लोगों का हासला बढ़ाया जाता है. हां, इस सबके ऊपर सरकार की निगरानी बरूर रहती है. जनता की सरकार यहां तक करती है कि निजी कारखाने वालों को कच्चा माल दिलाती है, इनके तैयार माल की बिक्री का जिम्मा लेती है और उन के मालिकों को मुनासिब (20 फीसदी तक) मुनाफा भी खाने देती है. यही नहीं, विदेशी पूँजी, विदेशी कारखानों और विदेशी कम्पनियों को भी बढ़ने फैलने का काफी मौका नए चीन में दिया जाता है.

चीन की सरकार और पारटी और सब पारटियों की मिली हुई सरकार है. चीन के नेता सोचते हैं कि अगर कम्युनिस्ट आदर्श पर वह कभी पहुँचे भी तो कम से कम तीस साल वहाँ लग जाएंगे. अपने देश के माजरी बन्दोबस्त को वह कम्युनिस्ट न कह 'नया लोकराज' (New Democracy) कहते हैं. अगर चीन कम्युनिस्ट है तो उसका कम्युनिज्म

इसी तरह से हिन्दुस्तान भी — जिसे महात्मा गांधी से प्रेरना मिली है — अमन शान्ति से रहना चाहता है और दुनिया की हर क्रीम के साथ भाई चारे का सम्बन्ध रखना चाहता है. हिन्दुस्तान की सरकार ने अपने बड़े वकीर पंडित जवाहर लाल नेहरू की रहनुमाई में राष्ट्रों के बीच अमन शान्ति बढ़ाने के लिये जो कुछ किया जा सकता था किया है. जापानी सुनहनामे जैसी निकम्मी चोख को हिन्द सरकार ने हाथ भी नहीं लगाया. यूनो में चीन को इज्जतदार जगह मिले, इसके लिये हिन्दुस्तान ने जो हो सका वह किया और कर रहा है. वह कर रहा है इस वजह से क्योंकि हिन्दुस्तान मानता है कि यूनो सब राष्ट्रों का संगठन तब तक नहीं कहला सकती जब तक उसमें चीन पूरी तरह शरीक न हो.

सोशल्लम या कम्युनिज्म की علمی بحث میں اس وقت نہیں جاؤں گا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ شاید ہی دنیا میں کوئی ایسا وچارف ہوگا جو ذرا آگے کی سوچتا ہو اور یہ نہ مانتا ہو کہ دنیا کی آرتھک بہتری تھی ہو سکتی ہے جب یہاں کسی نہ کسی طرح کا سوشلسٹ یا کمونیسٹ نظام قائم ہو۔ اس بارے میں جو मत بہت ہیں وہ آخری منزل کے بارے میں اٹلے نہیں ہوں جتنے اس بات کی بابت کہ اس منزل تک پہنچنے کے لئے جدا جدا دیشوں میں اس کی شکل کیا ہو اور وہ کون طریقے استعمال کئے جائیں۔ چین کمونیسٹ کہا جاتا ہے اور چھٹی لوگ اس بات سے انکار نہیں کرتے۔ لیکن ہم نے دیکھا کہ چین میں ہر کارخانہ زمین کا ہر ٹکڑا اور ہر روزگار یا تو کسی کی نجی ملکیت ہے یا سرکاری ملکیت ہے۔ نجی ملکیت کا حق چین میں مانا جاتا ہے اور اس کی قدر کی جاتی ہے۔ نجی کارخانے چلانے کے لئے بھی لوگوں کا حوصلہ بڑھایا جاتا ہے۔ ہاں اس سب کے اوپر سرکار کی نگرانی ضرور رہتی ہے۔ چلتا کی سرکار یہاں تک کرتی ہے کہ نجی کارخانے والوں کو کچا مال دلاتی ہے، اُن کے تیار مال کی بکری کا ذمہ لیتی ہے اور اُن کے مالکوں کو مناسب (20 فیصدی تک) منافع بھی کھانے دیتی ہے۔ یہی نہیں، وڈیشی پونجی، وڈیشی کارخانوں اور وڈیشی کمپنیوں کو بھی بڑھنے پھیلنے کا کافی موقعہ نئے چین میں دیا جاتا ہے۔

چین کی سرکار پارتی اور سب پارتیوں کی ملی ہوئی سرکار ہے۔ چین کے نیتا سوچتے ہیں کہ اگر کمونیسٹ آدرش پر وہ کبھی پہنچے بھی تو کم سے کم تیس سال انہیں لگ جائیں گے۔ اپنے دیش کے مالی بندوبست کو وہ کمونیسٹ نہ کہ 'نیا لوکراج' (New Democracy) کہتے ہیں۔ اگر چین کمونیسٹ ہے تو اس کا کمونیزم

दबलनियों को खत्म कर दिया, उसने इतने लम्बे-चौड़े देश में भीक मांगने और रंझियों के पेशे को मिटा दिया, सारी जनता का नैतिक स्तर ऊँचा उठा दिया, सब बेजमीन वाले किसानों को जमीन दे कर अपनी खेती की पैदावार इस तक बढ़ा ली कि जहाँ तीन बरस पहले उसे दूसरों से लाखों टन अनाज की भीक मांगनी पड़ती थी आज वहाँ बड़े-बड़े लाखों टन अनाज दूसरे देशों को भेज सकता है। उसने अपने कारखानों में पक्का माल इस तरह और ज़रूरी तादाद में तैयार कर लिया कि आज वह अपनी रोज़ की ज़रूरत की हर चीज़ खुद पैदा कर लेता है। नए चीन ने कर्क मिटा दिया मालिक और मुलाज़िम का, गरीब और धनी का, आक्रा और गुलाम का, उसने चीज़ों के भाव ठेकाने पर लगा दिये और मंहगाई के सवाल को—जहाँ भीमतें आसमान पर चढ़ती चली जाती थीं—ठीक ठीक कर दिया। उसने सारी जनता में एक ऐसी जान डाल दी कि वह जी-जान से काम में जुट गई और देश की स्यातिर और कुरबानी करने को तैयार हो गई, अगर जनता में कुरबानी का यह जज़बा पैदा न हुआ होता तो इतना सब होता नामुमकिन था। इस सब की खास वजह है चेयरमैन माओ त्से-तुंग की अच्छी और रचनात्मक रहनुमाई, और उनके बेलाग और मच्छे साथियों का जत्था, चीन का यह एक ऐसा कमाल है जिस पर बिना आँखों देखे यक़ीन करना मुश्किल है। हम अपने देश वापस जा रहे हैं पर पिछले दो बरस के चीनी इतिहास के ख़बरदस्त कारनामों का जो असर हम पर पड़ा है उसे कभी नहीं भूल सकते।

یہ چلتا ہوں گو ختم کر دیا۔ اُسے اُن سے لمحہ
چوڑے دیش سے بھوک مانگی اور رنتھوں کے پھسے
کو متادیا، ساری چلتا کا نیتک استر اونچا اُٹھا
دیا، سب بے زمین والے کسانوں کو زمین دے کر اپنی
گھڑتی کی پیداوار اس حد تک بڑھائی کہ جہاں
تین برس پہلے اُسے دوسرے ملکوں سے لاکھوں
ٹن اناج کی بھوک مانگی پوتی تھی آج وہاں وہ
لاکھوں ٹن اناج دوسرے دیشوں کو بھیج سکتا ہے۔ اُس
نے اچے کارخانوں میں بکا مال اس طرح اور اتنی تعداد
میں تیار کر لیا کہ آج وہ اپنی روز کی ضرورت کی ہر
چیز خود پیدا کر لیتا ہے۔ نئے چین نے فرق مٹا دیا
مالک اور ملازم کا، غریب اور امیر کا، آقا اور غلام کا۔ اُس
نے چوڑوں کے بہاؤ تھکانے پر لگا دیئے اور مہنگائی کے سوال
کو — جہاں تھمتھیں آسمان پر چڑھتی چلی جاتی تھیں —
تھپک تھپک حل کر دیا۔ اُس نے ساری چلتا میں ایک
ایسی جان ڈال دی کہ وہ جی جان سے کام میں جت
گئی اور دیش کی خاطر ہو قربانی کرنے کو تیار ہو گئی۔
اگر چلتا میں قربانی کا یہ جذبہ پیدا نہ ہوا ہوتا تو اتنا
سب ہونا ناممکن تھا۔ اُس سب کی خاص وجہ ہے چہر مہن
موت سے تلک کی اچوک اور چلتا تک دہمائی اور اُن کے بے
لاگ اور سچے ساتھ ہوں کا جتھا۔ چین کا یہ ایک ایسا کمال
ہے جس پر بلما آنکھوں دیکھ پتھن کرنا مشکل ہے۔ ہم
اچے دیش وہاں جا رہے ہیں پر پچھلے دو برس کے چوہلی
اُنہاں کے زبردست کرنا سے کا جو اثر ہم پر ہوا ہے اُسے کبھی
نہیں بھول سکتے۔

था, जैसे सर के लिये टोप, जांचिया था पायजामा, कपड़े के टाईप, कुतबनुमा, आतिशबाजी और बारूद। इसी तरह हिन्दुस्तान ने जो दुनिया को बहुत सी चीजें दी हैं उनमें से खास हैं हिन्दुसे—जो योरप में बरबी हिन्दुसे कहलाते हैं, और दशमल तरीका जो सारे हिसाब किताब, ज्योतिष और अर्थशास्त्र की बुनियाद हैं। आज से दो हजार साल पहले इन दोनों महान और पुराने देशों में काफ़ी नज़दीकी रिश्ता था। इस रिश्ते पर ब्योपार, कलचर और धर्म की छाप थी, यह दोस्ताना रिश्ता था, भाई चारे का रिश्ता था जिससे दोनों देशों को फायदा पहुँचता था और जो दोनों की शान को बढ़ाता था। समय बीतता गया, दोनों देशों में लेन-देन कम होता गया। यह रिश्ता भी वसी चाल से हलका पड़ता गया। बाद में जब पच्छिम के देश हम दोनों पर हावी हो गए और हमारी अपनी अपनी घरेलू आफतें बढ़ गईं तब इस रिश्ते का चिरारा एकदम गुल हो गया। हिन्दुस्तान अंगरेज़ी साम्राज्य शाही के शिकंजे में फँस गया और चीन लगभग नौ योरपी ताकतों के चक्कर में पड़ कर काफ़ी मुसीबतों का शिकार बना। हिन्दुस्तान में विदेशी राज सौ बरस से ऊपर रहा, क़रीब इतने ही बरसे चीन परेशान रहा।

खुश किसमती से दोनों देशों ने करबट बदली। महात्मा गांधी की अनमोल रहनुमाई में हिन्दुस्तान ने चार साल हुए आजादी हासिल की। चीन भी बहादुरी के साथ विदेशी साम्राजशाहियों और घरेलू पिछ घसीट ताकतों से लड़ता रहा—लड़ता रहा उस प्रेरना के उभार से जो उसे डाक्टर सन यात सेन से मिली और उस अनमोल रहनुमाई में जो बेयर मैन माओ-त्से-तुंग से चीन को मिली। इसका नतीजा है कि आज से दो बरस पहले चीन ने सच्ची आजादी हासिल की। हम इस वक़्त चीन में जनता की इस लोक-शाही की दूसरी सालगिरह को ही देखने आए थे। और हम आए थे चीन के लोगों को उनके इस महान कारनामे पर बधाई देने।

क़रीब एक महीना हम यहां रह चुके। हमें बेहद अचरज और खुशी यह देख कर हुई कि इतने छोटे से बरसे में चीन किस तरह इतनी तरक्की कर गया और उसने अपनी समाजी और आर्थिक (अर्थव्यवस्था) को—जो क़रीब क़रीब बरबाद हो चुकी थी—कैसे फिर से बना डाला। हमें तो बह आद-सा लगता है कि कैसे दो बरस के अन्दर चीन ने इतना कमाल कर डाला। उसने अपने उन उद्योग बंदों और कारख़ानों को फिर से खड़ा कर लिया जो चकनाचूर हो चुके थे, और बेहद बढ़ा लिया। उसने अपना सारा माली निज़ाम मानो फिर से रच डाला, उसने अपने यहां के हाकिमों और आम जनता की तरह तरह की बेईमानियों और

जैसे सर के लिये टोप, जांचिया या पायजामा, कपड़े के टाईप, कुतबनुमा, आतिशबाजी और बारूद। इसी तरह हिन्दुस्तान ने जो दुनिया को बहुत सी चीजें दी हैं उनमें से खास हैं हिन्दुसे—जो योरप में बरबी हिन्दुसे कहलाते हैं, और दशमल तरीका जो सारे हिसाब किताब, ज्योतिष और अर्थशास्त्र की बुनियाद हैं। आज से दो हजार साल पहले इन दोनों महान और पुराने देशों में काफ़ी नज़दीकी रिश्ता था। इस रिश्ते पर ब्योपार, कलचर और धर्म की छाप थी, यह दोस्ताना रिश्ता था, भाई चारे का रिश्ता था जिससे दोनों देशों को फायदा पहुँचता था और जो दोनों की शान को बढ़ाता था। समय बीतता गया, दोनों देशों में लेन-देन कम होता गया। यह रिश्ता भी वसी चाल से हलका पड़ता गया। बाद में जब पच्छिम के देश हम दोनों पर हावी हो गए और हमारी अपनी अपनी घरेलू आफतें बढ़ गईं तब इस रिश्ते का चिरारा एकदम गुल हो गया। हिन्दुस्तान अंगरेज़ी साम्राज्य शाही के शिकंजे में फँस गया और चीन लगभग नौ योरपी ताकतों के चक्कर में पड़ कर काफ़ी मुसीबतों का शिकार बना। हिन्दुस्तान में विदेशी राज सौ बरस से ऊपर रहा, क़रीब इतने ही बरसे चीन परेशान रहा।

खुश قسمती से दोनों देशों ने करबट बदली। महात्मा गांधी की अनमोल रहनुमाई में हिन्दुस्तान ने चार साल हुए आजादी हासिल की। चीन भी बहादुरी के साथ विदेशी साम्राजशाहियों और घरेलू पिछ घसीट ताकतों से लड़ता रहा—लड़ता रहा उस प्रेरना के उभार से जो उसे डाक्टर सन यात सेन से मिली और उस अनमोल रहनुमाई में जो बेयर मैन माओ-त्से-तुंग से चीन को मिली। इसका नतीजा है कि आज से दो बरस पहले चीन ने सच्ची आजादी हासिल की। हम इस वक़्त चीन में जनता की इस लोक-शाही की दूसरी सालगिरह को ही देखने आए थे। और हम आए थे चीन के लोगों को उनके इस महान कारनामे पर बधाई देने।

क़रीब एक महीना हम यहां रह चुके। हमें बेहद अचरज और खुशी यह देख कर हुई कि इतने छोटे से बरसे में चीन किस तरह इतनी तरक्की कर गया और उसने अपनी समाजी और आर्थिक (अर्थव्यवस्था) को—जो क़रीब क़रीब बरबाद हो चुकी थी—कैसे फिर से बना डाला। हमें तो बह आद-सा लगता है कि कैसे दो बरस के अन्दर चीन ने इतना कमाल कर डाला। उसने अपने उन उद्योग बंदों और कारख़ानों को फिर से खड़ा कर लिया जो चकनाचूर हो चुके थे, और बेहद बढ़ा लिया। उसने अपना सारा माली निज़ाम मानो फिर से रच डाला, उसने अपने यहां के हाकिमों और आम जनता की तरह तरह की बेईमानियों और

میں کارخانوں میں ہم نے دیکھا کہ ساموئی مچھڑ اور مینےجر کی تانکھاہوں میں کوئی بڑا کام نہیں ہے۔ کینڈن میں جو بڑی भारی پپرر میل ہے وہاں پر سب سے کم اور سب سے جیواوا تانکھاہوں میں تین و آٹ کی نیربب آئی۔ پیکنگ کی ایک فیکٹری میں ہم نے دیکھا کہ ایک مچھڑ لڑکی کو جہاں ڈاई سئی کڑا آناج ہر مہینے ملتا تھا، ڈایرکٹر کا سیکر سادے تین سئی۔ ہم نے یہ جان کر خوراکی دیکھی کہ نپ چین میں آٹے سے لے کر بڑے تک، جیواوا تر سرکاری ملانامیوں کو تانکھا رہنیا یا سیکر کے بجاپ آناج کی شکل میں ملتی ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ایک کھیلٹ منسٹر یا یونہررستی کے رائس چانسلر کے کھڑوں میں اور معمولی کلرک یا فیکٹری مزدور کے کھڑوں میں قریب قریب کوئی فرق نہیں رہتا۔ محض دیکھنے سے ایک دوسرے میں تمیز کرنا مشکل تھا۔ اگر مزدوروں یا کسانوں کی بوہو میں چھڑوں ساو کھڑے ہوں تو انہوں کھڑوں کے بل پر تو بھجنا بھی نہیں جاسکتا۔ ہم نے دیکھا کہ نیا چین ایک عملی لوک راج اور صحیح معنوں میں لوک راج ہے۔

چینی لوکراج کی سالگیرہ کے دن ہم نے دیکھا کہ کلاکوں-ہروکوں لوگوں میں اپنے نئے لوک راج اور اس کے جہرمیں کے لئے کتنا آسہا ہے۔ اس دن ہم نے دیکھا فوجوں فواہد کر رہی ہوں، گولہ توپ سامان چل رہا ہے، ہوائی جہاز دور دے رہے ہیں اور لوگوں کے لئے چورے جلوس چپ چاپ تالی بجاتے ہوئے نکل رہے ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ ان سب میں کتنی ایکٹا ہے، کتنی ہمت ہے اور ان کے اندر کتنی کمال کی جان ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ نیا چین آجئے ہے، اسے کوئی نہیں جہت سکتا۔ ہمیں یہ سمجھایا گیا اور ہم نے احتیاط سے سمجھا کہ ان دو برسوں میں نئے چین نے کس طرح اپنی پیداوار بوجا لی، دام ڈرا لئے، مہنگائی کے سوال کو حل کر لیا، اپنے آئے جانے کے چکر چور سادھوں کو، جن میں دیلوے بھی شامل ہے، کس طرح پھر سے بنا لیا اور ان میں ترقی بھی کی، اپنے اندر آئے والے اور باہر جانے والے بوجار کا مسئلہ ٹھیک کر لیا، اور سب سے خاص بات جو کہ یہ کہ اپنے یہاں کے بے زمین والوں کو زمینیں دیں۔ اس سب سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں کے لوگوں میں تعمیر کا کتنا ماددا ہے اور لوگوں میں کس قدر مستقل مزاجی ہے، جس پر کسی بھی ملک کو ناز ہو سکتا ہے۔ جو کچھ ہم نے دیکھا اس سے ہمارا یہ پتہ یقین ہو گیا ہے کہ نئے چین میں نہ تو دوسروں پر حملہ کرنے کی اچھا ہے نہ ہو سکتی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ نیا چین شانتی کے لئے ایک بہت بوجا ہے اور ساری دنیا کے لوگوں سے مل کر بہت محبت کے ساتھ رہنا چاہتا ہے۔

چینی لوکراج کی سالگیرہ کے دن ہم نے دیکھا کہ کلاکوں-ہروکوں لوگوں میں اپنے نئے لوک راج اور اس کے جہرمیں کے لئے کتنا آسہا ہے۔ اس دن ہم نے دیکھا فوجوں فواہد کر رہی ہوں، گولہ توپ سامان چل رہا ہے، ہوائی جہاز دور دے رہے ہیں اور لوگوں کے لئے چورے جلوس چپ چاپ تالی بجاتے ہوئے نکل رہے ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ ان سب میں کتنی ایکٹا ہے، کتنی ہمت ہے اور ان کے اندر کتنی کمال کی جان ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ نیا چین آجئے ہے، اسے کوئی نہیں جہت سکتا۔ ہمیں یہ سمجھایا گیا اور ہم نے احتیاط سے سمجھا کہ ان دو برسوں میں نئے چین نے کس طرح اپنی پیداوار بوجا لی، دام ڈرا لئے، مہنگائی کے سوال کو حل کر لیا، اپنے آئے جانے کے چکر چور سادھوں کو، جن میں دیلوے بھی شامل ہے، کس طرح پھر سے بنا لیا اور ان میں ترقی بھی کی، اپنے اندر آئے والے اور باہر جانے والے بوجار کا مسئلہ ٹھیک کر لیا، اور سب سے خاص بات جو کہ یہ کہ اپنے یہاں کے بے زمین والوں کو زمینیں دیں۔ اس سب سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں کے لوگوں میں تعمیر کا کتنا ماددا ہے اور لوگوں میں کس قدر مستقل مزاجی ہے، جس پر کسی بھی ملک کو ناز ہو سکتا ہے۔ جو کچھ ہم نے دیکھا اس سے ہمارا یہ پتہ یقین ہو گیا ہے کہ نئے چین میں نہ تو دوسروں پر حملہ کرنے کی اچھا ہے نہ ہو سکتی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ نیا چین شانتی کے لئے ایک بہت بوجا ہے اور ساری دنیا کے لوگوں سے مل کر بہت محبت کے ساتھ رہنا چاہتا ہے۔

کے گا کہ میں ایک انسان کا حصہ ہوں اور اسی طرح کام کرے گا۔

ہندوستان میں جو شانتی آন্দोलن چل رہا ہے اسکا یہی مقصد ہے۔ دوسرے پروگرام بھی اُس کی ماتحتی میں پورے کئے جا رہے ہیں۔ جیسے شانتی اہل پر دستخط، پلچ طاقت صلاحیت پر اصرار، وغیرہ۔ ہمیں یقین ہے کہ دن دن ہندوستان اور چین میں سچی دوستی اور بھائی چارہ بڑھتا۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کے بل پر دنیا میں سچے اور مستقل طور پر شانتی قائم ہو سکتی ہے۔

[People's Daily میں 7. 10. '51 کا چھپا لیکھ]

ہندوستان میں جو شانتی آন্দولن چل رہا ہے اُس کا یہی مقصد ہے۔ دوسرے پروگرام بھی اُس کی ماتحتی میں پورے کئے جا رہے ہیں۔ جیسے شانتی اہل پر دستخط، پلچ طاقت صلاحیت پر اصرار، وغیرہ۔ ہمیں یقین ہے کہ دن دن ہندوستان اور چین میں سچی دوستی اور بھائی چارہ بڑھتا۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کے بل پر دنیا میں سچے اور مستقل طور پر شانتی قائم ہو سکتی ہے۔

[People's Daily میں 7. 10. '51 کو छपा लेख]

پیکنگ ریڈیو سے براڈکاسٹ

22 ستمبر کی صبح کو جب ہمارا جہاز ہانگ کانگ سے چل کر نپ چین کی سرکاری کے نچوڑی پہنچ رہا تھا تو ہم نے توپیں چوڑی کی آواز سنی، کینٹن کے بندرگاہ کی سجاوٹ کو دور سے دیکھا اور ملٹری ہولڈ کی مدد پر آواز ہمارے کان میں پڑا۔ اس سے ہم سمجھ گئے کہ ہمارے سوانت کی کوئی زبردست تہاریاں ہیں۔ اُس وقت سے لے کر اب تک — اس وقت تک — جو مصیبت جو اُدارنا، جو مہربانی چھلی سرکار اور چھلی بھائیوں نے ہمارے اوپر برساتی ہے اور جس جوش اور خوشی نے ساتھ ہمارا سوانت کیا ہے، اُس سے ہمارے ہلد مشن کے ہر ممبر کا دل پہلا نہیں سماتا۔ ہم اپنے دیسی واپس جا رہے ہیں مگر یہاں کی مہتمی یاد ہمیں ہمیشہ ہی ملی رہے گی۔

ہم نے نئے چین کے — نجی اور سرکاری — دونوں طرح کے کارخانے دیکھے۔ یہاں کی یونیورسٹیاں دیکھیں۔ ہم نے یہاں کے مؤدروں کے، نوجوانوں کے، عورتوں کے اور طرح طرح کے سلکٹھوں کو ملکی روپ میں دیکھا۔ ہم نے یہاں کی مہربانی سوانتھیں دیکھیں، نائک دیکھے، سلووا دیکھے۔ ہم نے چین کے بازاروں میں، گلی کوچوں میں اور گاؤں میں گھومے۔ ہر جگہ ہمیں محسوس ہوا کہ نئے لوگ راج میں سبھی جماعتوں لوگوں کے دلوں میں کتنا آسائے اور اچھے نیتا چہرہ ہون مارنے تلک کے لئے کتنا بھا رہے۔ ان دو برسوں میں نئے چین نے وہ پہچیدہ سوال حل کو لئے جو بہت سے دیہوں کے نیتوں اور سرکاروں کو پریشان کئے ہوئے ہیں۔ چین کی سرکار نے اتنے بڑے ملک میں سے یکملگی اور مصمت قروٹی کو بالکل ختم کر دیا۔ اُس نے وہ بے ایمانی اور دھوکہ خوری ختم کر دی جس کے لئے چین کے حاکم دو برس پہلے ساری دنیا میں بدنام

پیکنگ ریڈیو سے براڈکاسٹ

22 ستمبر کی صبح کو جب ہمارا جہاز ہانگ کانگ سے چل کر نئے چین کی سرکاری کے نچوڑی پہنچ رہا تھا تو ہم نے توپیں چوڑی کی آواز سنی، کینٹن کے بندرگاہ کی سجاوٹ کو دور سے دیکھا اور ملٹری ہولڈ کی مدد پر آواز ہمارے کان میں پڑا۔ اس سے ہم سمجھ گئے کہ ہمارے سوانت کی کوئی زبردست تہاریاں ہیں۔ اُس وقت سے لے کر اب تک — اس وقت تک — جو مصیبت جو اُدارنا، جو مہربانی چھلی سرکار اور چھلی بھائیوں نے ہمارے اوپر برساتی ہے اور جس جوش اور خوشی نے ساتھ ہمارا سوانت کیا ہے، اُس سے ہمارے ہلد مشن کے ہر ممبر کا دل پہلا نہیں سماتا۔ ہم اپنے دیسی واپس جا رہے ہیں مگر یہاں کی مہتمی یاد ہمیں ہمیشہ ہی ملی رہے گی۔

ہم نے نئے چین کے — نجی اور سرکاری — دونوں طرح کے کارخانے دیکھے۔ یہاں کی یونیورسٹیاں دیکھیں۔ ہم نے یہاں کے مؤدروں کے، نوجوانوں کے، عورتوں کے اور طرح طرح کے سلکٹھوں کو ملکی روپ میں دیکھا۔ ہم نے یہاں کی مہربانی سوانتھیں دیکھیں، نائک دیکھے، سلووا دیکھے۔ ہم نے چین کے بازاروں میں، گلی کوچوں میں اور گاؤں میں گھومے۔ ہر جگہ ہمیں محسوس ہوا کہ نئے لوگ راج میں سبھی جماعتوں لوگوں کے دلوں میں کتنا آسائے اور اچھے نیتا چہرہ ہون مارنے تلک کے لئے کتنا بھا رہے۔ ان دو برسوں میں نئے چین نے وہ پہچیدہ سوال حل کو لئے جو بہت سے دیہوں کے نیتوں اور سرکاروں کو پریشان کئے ہوئے ہیں۔ چین کی سرکار نے اتنے بڑے ملک میں سے یکملگی اور مصمت قروٹی کو بالکل ختم کر دیا۔ اُس نے وہ بے ایمانی اور دھوکہ خوری ختم کر دی جس کے لئے چین کے حاکم دو برس پہلے ساری دنیا میں بدنام

इधर चन्द बरस में अमरीका की विलचस्पी पूरब के देशों में बढ़ती जा रही है. अमरीका की जो पालिसी है और जो कारनामे हैं उन पर हिन्दुस्तान की पूरी निगाह है. [में यह देखकर दुख हुआ कि आज कल की सभ्य या प्रीक कही जाने वाली सरकारें किस हद तक आपे से गहर बढ़ती चली जाती हैं. और यह किस लिये है ? सिर्फ [सलिये कि दूसरे देशों पर उनका फौजी और आर्थिक प्रसर कायम हो जाए. इस अरसे में कोरिया वालों को तो सुसीबतें ठानी पड़ी हैं और जिन आकतों का सामना करना पड़ा उसमें हमारी दिली हमदर्दी उनके साथ है. नारे हिन्दुस्तान की यह इच्छा है कि कोरिया एक हो, [हां पर एक राज हो जिसमें किसी बाहर वाले का कोई प्रसर न हो और अपने सब पड़ोसियों से, खास कर चीनी गोकुल से, भाई-चारे का उसका ताल्लुक हो.

जहां तक विश्व शान्ति आन्दोलन की बात है, उसमें तो कल चीन ने लिया है हम उसकी तारीफ करते हैं. हमने कुछ देखा कि चीन के महान नेता, चेयरमैन माओ-त्से-तुंग [कितने बड़े रचनात्मक काम किये हैं. पिछले दो बरस [उनकी रहनुमाई में चीन ने जो गौर मामूली तरक्की [ी है उसे देखकर जहां हमें अचरज होता है वहां बेहद [शी भी हाजी है. ऐसा रचनात्मक आदमी अगर अमन [न बचाया न होगा तो कौन होगा ? अपने देश वापस [ाने पर हम अपने भाइयों को अपनी निजी जानकारी [बल पर बताएंगे कि चेयरमैन माओ शान्ति के बड़े से [े खम्भों में हैं. हम जानते हैं कि कोरिया के मामले [चीन ने अभी हाथ डाला जब उसकी अपनी सरहद [वरे में पड़ गई थी. लेकिन यह हाथ जो डाला सो महज [पने बचाव की खातिर डाला. आप जानते होंगे कि [न्द सरकार ने यूनो और अमरीका को होशियार कर [ा था कि 38 वीं पड़ी लकीर के आगे न बढ़ना. महात्मा [ी से हमें जो प्रेरना मिली है उसकी वजह से हिन्दुस्तान [ियों के बीच किसी भी तरह की लड़ाई के खिलाफ है. [वियत रुस ने जो सुझाव इस सिलसिले में पेश किया है [की हम बहुत क्रूर करते हैं. रुस का सुझाव है कि [निया के सभी देश धीरे धीरे मगर एक साथ हथियार [ी शुरू कर दें. इस के अलावा रुस का यह भी कहना है [सभी एटामिक हथियार एक साथ खत्म कर दिये जाएं. [इस बात का अफसोस है कि दूसरे बड़े मुल्कों को यह [ाव मंजूर न हुए. हिन्दुस्तान दिल से उस दिन का [प्कार कर रहा है जब सारे देश अपनी मरजी से [थियार छोड़ देंगे, मुल्क के कुल हथियारों को तोड़ कर हल- [ड़े की शकल दे दी जाएगी, जब इस धरती पर रहने [े एक हो जाएंगे और जब हर इन्सान यह महसूस

इधर चन्द बरस में अमरीका की विलचस्पी पूरब के देशों में बढ़ती जा रही है. अमरीका की जो पालिसी है और जो कारनामे हैं उन पर हिन्दुस्तान की पूरी निगाह है. [में यह देखकर दुख हुआ कि आज कल की सभ्य या प्रीक कही जाने वाली सरकारें किस हद तक आपे से गहर बढ़ती चली जाती हैं. और यह किस लिये है ? सिर्फ [सलिये कि दूसरे देशों पर उनका फौजी और आर्थिक प्रसर कायम हो जाए. इस अरसे में कोरिया वालों को तो सुसीबतें ठानी पड़ी हैं और जिन आकतों का सामना करना पड़ा उसमें हमारी दिली हमदर्दी उनके साथ है. नारे हिन्दुस्तान की यह इच्छा है कि कोरिया एक हो, [हां पर एक राज हो जिसमें किसी बाहर वाले का कोई प्रसर न हो और अपने सब पड़ोसियों से, खास कर चीनी गोकुल से, भाई-चारे का उसका ताल्लुक हो.

जहां तक विश्व शान्ति आन्दोलन की बात है, उसमें तो कल चीन ने लिया है हम उसकी तारीफ करते हैं. हमने कुछ देखा कि चीन के महान नेता, चेयरमैन माओ-त्से-तुंग [कितने बड़े रचनात्मक काम किये हैं. पिछले दो बरस [उनकी रहनुमाई में चीन ने जो गौर मामूली तरक्की [ी है उसे देखकर जहां हमें अचरज होता है वहां बेहद [शी भी हाजी है. ऐसा रचनात्मक आदमी अगर अमन [न बचाया न होगा तो कौन होगा ? अपने देश वापस [ाने पर हम अपने भाइयों को अपनी निजी जानकारी [बल पर बताएंगे कि चेयरमैन माओ शान्ति के बड़े से [े खम्भों में हैं. हम जानते हैं कि कोरिया के मामले [चीन ने अभी हाथ डाला जब उसकी अपनी सरहद [वरे में पड़ गई थी. लेकिन यह हाथ जो डाला सो महज [पने बचाव की खातिर डाला. आप जानते होंगे कि [न्द सरकार ने यूनो और अमरीका को होशियार कर [ा था कि 38 वीं पड़ी लकीर के आगे न बढ़ना. महात्मा [ी से हमें जो प्रेरना मिली है उसकी वजह से हिन्दुस्तान [ियों के बीच किसी भी तरह की लड़ाई के खिलाफ है. [वियत रुस ने जो सुझाव इस सिलसिले में पेश किया है [की हम बहुत क्रूर करते हैं. रुस का सुझाव है कि [निया के सभी देश धीरे धीरे मगर एक साथ हथियार [ी शुरू कर दें. इस के अलावा रुस का यह भी कहना है [सभी एटामिक हथियार एक साथ खत्म कर दिये जाएं. [इस बात का अफसोस है कि दूसरे बड़े मुल्कों को यह [ाव मंजूर न हुए. हिन्दुस्तान दिल से उस दिन का [प्कार कर रहा है जब सारे देश अपनी मरजी से [थियार छोड़ देंगे, मुल्क के कुल हथियारों को तोड़ कर हल- [ड़े की शकल दे दी जाएगी, जब इस धरती पर रहने [े एक हो जाएंगे और जब हर इन्सान यह महसूस

شانتي کا آندولن

شانتي کا آندولن

میں سے کہا گیا ہے کہ چین میں 'امریکی ہمارے کا
مکافہ کر دو' اور 'کوریہ کی مدد کر دو' والا جو آندولن چل
رہا ہے اور شانتی کے لئے ہندوستان اور چین میں جو
تجربہ چل رہی ہے اُن پر اپنی رائے ظاہر کروں۔ میں
خوشی سے "پوبلس ڈیلی" کے لئے یہ لکھ لکھ کر یہ
کام کر رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ جو خیال میں
ظاہر کر رہا ہوں وہی ہندوستان کے زیادہ تر لوگوں کا
خیال ہے۔

انٹر قومی میدان میں ہندوستان ہمیشہ شانتی کا
پروکار رہا ہے۔ آج بھی وہ پورے دل کے ساتھ شانتی کا
پروکار ہے۔ تھوڑا عرصہ پہلے ہم انگریزی حکامی اور یونجی
وانی سامراج شاہی کے پانچے میں بھاسے تھے اور ہندوستان
میں ویدیشی حکومت کا رہنا ہر ہندوستانی کے لئے شرم
اور دکھ کی بات تھی۔ ہم تعداد میں تو بہت تھے لیکن
تہمت تھی۔ پر چار سال ہوئے انگریزی سامراج شاہی کے
شکل میں سے ہم نکل آئے اور آزاد ہوئے۔ ہماری آزادی
کی لڑائی کے دھڑ مہاتما گاندھی تھے جن کی یاد حال
ہی میں ساتھی کو۔ مو۔ جو نے "شانتي کے لئے شہود"
کے نام سے کی تھی۔ سچ مچ مہاتما گاندھی شانتی کے
پورے سے پورے علمبرداروں میں تھے۔ کسی بھی صورت یا
شکل سے کوئی دہش اگر دوسرے پر چڑھائی کرے تو وہ
ہمیں نفرت کی بات لگتی ہے۔ ہمارا رشواس ہے کہ آزادی
پسند ہر مرد صورت کا فرض ہے کہ ایسی چڑھائی یا
حملے کا مقابلہ کرنے کے لئے جو کچھ اُس سے ہن سکے
کرے۔ چڑھائی یا حملے کا اہلسانمک تہلک سے مقابلہ
کرنے کا طریقہ ہمیں مہاتما گاندھی نے بتایا۔ ہم
ہندوستانہوں نے اُن کے طریقوں کو اپنایا اور کمال کی
کامیابی حاصل کی۔ ساتھ ہی ساتھ مہاتما گاندھی کی
صاف رائے تھی کہ جہاں جہاں اہلسانمک طریقے کی
والفہمت لوگوں کو نہیں ہے یا کسی وجہ سے وہ عمل میں
نہیں لایا جا سکتا تو اُس دہش کے لوگوں کا یہ پاک فرض ہو
جاتا ہے کہ چڑھائی کا مقابلہ ہتھیار کے بل سے ہی کرے۔
انہوں نے ہمیں سکھایا کہ حملے کے آگے ہاتھ پر ہاتھ دھر
کو ہتھ جانا کڑتا ہی نہیں جرم ہے۔ اِس لئے ہم
ہندوستانی کے لوگوں کی اپنے چھٹی بہانوں کے ساتھ پوری
مہذبہ ہے۔ بہتری اور باہری حملے کے مقابلے میں
انہوں نے جو مورچہ لیا اُس کا ہم ہر طرح سدرتھ کرتے
ہیں اور اُن کی سہلچا پر انہیں بدعائی دیکھتے ہیں۔

बैठती है और दूसरी कोई नहीं बैठाती. पूरब या पच्छिम के सभी क्रान्तुवादों का यह खयाल है. हिन्दुस्तान की यह कोशिश हमेशा रहेगी कि चीनी लोक राज को दुनिया की एक बड़ी ताकत समझा जाए. हम यहाँ पर आपके नए राज को अपनी तरफ से सलामी देने आए हैं. आपने जो काम अब तक किये हैं और जो आगे करने का वादा करते हैं वह ताजुब जैसे लगते हैं. पिछले दो दिन में आपकी सरकार के प्रोग्राम के कुछ पहलुओं से जानकारी हासिल करने का मौका हमें मिला. हम आपकी कामयाबी चाहते हैं."

जब यह पूछा गया कि चीन के बारे में हिन्दुस्तान में जानकारी कितनी है तो पंडित सुन्दरलाल ने जवाब दिया:

"चीन के बारे में हमारे अखबारों में खबरें आती तो लगातार हैं मगर दूरन्देशी उनमें कम रहती है. इसके मुकाबले पेकिंग का विदेशी भाषा प्रेस कमाल का काम कर रहा है. चेयरमैन माओ की किताबें हिन्दुस्तान में छपी हैं और उनके कई कई एडिशन निकल गए हैं. हिन्दुस्तान में ऐसी किताबों की मांग बढ़ती जाती है जिनसे नए चीन के सब हालात मालूम हों. यह मांग पूरी करनी होगी.

"चीनी लोकराज के बड़े बड़े नेताओं के नाम—चेयरमैन माओ—त्सुंग, जनरल चू-तेह, बड़े वज़ीर चू-आंगे, मायब-चेयरमैन लिऊ-शाओ-ची—बच्चा बच्चा जानता है. हिन्दुस्तान के लोग चीनियों और उनके नेताओं के बारे में विवादा से प्रियादा जानकारी हासिल करना चाहते हैं. आजकल आपका सुन्दर अखबार "पीपुल्स वायना" जो कबकी नहीं मिला पाता है. पेकिंग के विदेशी-भाषा प्रेस का काम और बढ़ा देना चाहिये."

पंडित सुन्दरलाल से जब यह पूछा गया कि आपको कबकी कोई तकलीफ तो नहीं हुई तो उन्होंने मुस्करा कर जवाब दिया:

"जब आपके महान यात्री ह्वेन-सांग हमारे देश में आए थे तो राजा ह्वेन ने उनको ऐसे तोहफे दिये थे जो एक राजा ही दे सकता था. अब तेरह सौ साल बाद आप एक हिन्दुस्तानी मिशन का स्वागत कर रहे हैं—ऐसे जोर और शोर के साथ, ऐसे खुले दिल के साथ, ऐसी मुहब्बत और हस्नत के साथ—जो जनता का लोकराज ही कर सकता है, जो वही सरकार कर सकती है जो अपनी जनता के काम के अलावा उनके दिल की भी आईना हो."

मैं तो हूँ और दूसरी कौन नहीं चली. पूरब या पच्छिम के सभी क्रान्तुवादों का यह खयाल है. हिन्दुस्तान की यह कोशिश हमेशा रहेगी कि चीनी लोक राज को दुनिया की एक बड़ी ताकत समझा जाए. हम यहाँ पर आपके नए राज को अपनी तरफ से सलामी देने आए हैं. आपने जो काम अब तक किये हैं और जो आगे करने का वादा करते हैं वह ताजुब जैसे लगते हैं. पिछले दो दिन में आपकी सरकार के प्रोग्राम के कुछ पहलुओं से जानकारी हासिल करने का मौका हमें मिला. हम आपकी कामयाबी चाहते हैं."

जब यह पूछा गया कि चीन के बारे में हिन्दुस्तान में जानकारी कितनी है तो पंडित सुन्दरलाल ने जवाब दिया:

"चीन के बारे में हमारे अखबारों में खबरें आती तो लगातार हैं मगर दूरन्देशी उनमें कम रहती है. इसके मुकाबले पेकिंग का विदेशी भाषा प्रेस कमाल का काम कर रहा है. चेयरमैन माओ की किताबें हिन्दुस्तान में छपी हैं और उनके कई कई एडिशन निकल गए हैं. हिन्दुस्तान में ऐसी किताबों की मांग बढ़ती जाती है जिनसे नए चीन के सब हालात मालूम हों. यह मांग पूरी करनी होगी.

"चीनी लोकराज के बड़े बड़े नेताओं के नाम—चेयरमैन माओ—त्सुंग, जनरल चू-तेह, बड़े वज़ीर चू-आंगे, मायब-चेयरमैन लिऊ-शाओ-ची—बच्चा बच्चा जानता है. हिन्दुस्तान के लोग चीनियों और उनके नेताओं के बारे में विवादा से प्रियादा जानकारी हासिल करना चाहते हैं. आजकल आपका सुन्दर अखबार "पीपुल्स वायना" जो कबकी नहीं मिला पाता है. पेकिंग के विदेशी-भाषा प्रेस का काम और बढ़ा देना चाहिये."

पंडित सुन्दरलाल से जब यह पूछा गया कि आपको कबकी कोई तकलीफ तो नहीं हुई तो उन्होंने मुस्करा कर जवाब दिया:

"जब आपके महान यात्री ह्वेन-सांग हमारे देश में आए थे तो राजा ह्वेन ने उनको ऐसे तोहफे दिये थे जो एक राजा ही दे सकता था. अब तेरह सौ साल बाद आप एक हिन्दुस्तानी मिशन का स्वागत कर रहे हैं—ऐसे जोर और शोर के साथ, ऐसे खुले दिल के साथ, ऐसी मुहब्बत और हस्नत के साथ—जो जनता का लोकराज ही कर सकता है, जो वही सरकार कर सकती है जो अपनी जनता के काम के अलावा उनके दिल की भी आईना हो."

ان کے اس حق میں کوئی بھی دخل نہیں دے گا۔ میں جاننا ہوں کہ دوسرے دیشوں کی طرح ہندوستان میں بھی کچھ لوگ ایسے ہیں۔ جو ایسے کدی سے ہٹائے گئے و جدازے پوچھتی ہتی وغیرہ۔ جو امریکی یا انگریزی پونجی بکوں کے ساتھ ملکر چلتا کو اب بھی چوسنا چاہتے ہیں اور یہ سوچتے ہیں کہ اگر دنیا بھر میں لوائی جہز جائے تو اس سے انہیں فائدہ ہوگا۔ لیکن ایسے لوگوں کا اثر عام چلتا میں رتی بھر بھی نہیں ہے اور نہ ہمیں ایسے کوئی اہمیت دینی چاہئے۔ آپ اطمینان رکھئے کہ ہندوستان ہمیشہ شانتی کا علمبردار رہے گا۔ ہندوستان مانع ہے کہ "لوائی" سے جو سہا کہ ہمارے بڑے وزیر پلڈت جواہر لال نہرو کہا کرتے ہیں "کوئی سوال حل نہیں ہوا کرتے۔"

جب یہ پوچھا گیا کہ چوہی لوک راج کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے تو پلڈت جی نے جواب دیا :

"میرا کیا سبھی ہندو باسیوں کا خیال دو موٹے موٹے اصولوں کے आधार پر بنا کرتا ہے۔ پہلے یہ کہ چین میں کبھی سرکار قائم ہو اس کا فیصلہ صرف چوہی ہی کر سکتے ہیں۔ وہی اور صرف وہی یہ فیصلہ کرنے کے لیے سب سے بڑھ کر اور آلتا مونسک ہے۔ کسی دوسرے کو اس معاملے میں نہیں ہونا چاہئے۔ آپ نے اپنے دیش میں ایک بہت بڑی کرائتی کی اور دنیا کو جتا دیا کہ آپ چوہیوں سے ملنے کے بتلائے گئے لوک راج کے اصولوں میں آپ کا وشواس ہے۔ ہندوستان دل کھول کر چوہی لوک راج کا سواکت کرتا ہے۔ ہم ماننے میں کہ چوہی دنیا کی ایک بڑی طاقت بن گئی ہے جو شانتی اور ترقی کی پھرکار ہے اور ہمارے دعا ہے کہ آپ کو دن بھر کی رات چوہی خدشی اور کامیابی حاصل ہو اور آپ صدیوں پہلے پہلے رہیں۔"

"دوسرے، ہم دونوں دیشوں کے آپسی بھائی چارے اور پارٹی بازی کی یا سوارتھی و دیشی طاقتوں کی دخل اندازی کے ہوا کے چھونکوں کا کوئی اثر نہیں ہونا چاہئے۔ ہندوستان سے جو بن سکا وہ اس نے کہا تاکہ سب ملک چوہی کی نئی سرکار کو چوہی کی اصلی سرکار مان لیں۔ فارموسا یا دیوان کے حاکموں کو کل چوہی کی سرکار کا نمائندہ ماننے کے خلاف ہندوستان نے ہمیشہ ہی آواز اٹھائی ہے۔ انگریزی قانون دان، پروفیسر اریں ہائم کا کہنا ہے کہ کسی نئی انٹر قومی شکتی کو ماننا یا نہ ماننا آپ کے من کی بات نہیں ہے اور نہ سودے یا چور بازی کی چیز ہے۔ انٹر قومی قانون یا رواج کے مطابق کسی سرکار کو 'ماننے' کا مطلب ہے کہ ہم اس سرکار کی قابضیت کا اقرار کرتے ہیں، کہ ہم یہ قبول کرتے ہیں کہ اس علاقے میں وہ سرکار اور صرف وہی سرکار سچ ہے۔"

ان کے اس حق میں کوئی بھی دخل نہیں دے گا۔ میں جاننا ہوں کہ دوسرے دیشوں کی طرح ہندوستان میں بھی کچھ لوگ ایسے ہیں۔ جو ایسے کدی سے ہٹائے گئے و جدازے پوچھتی ہتی وغیرہ۔ جو امریکی یا انگریزی پونجی بکوں کے ساتھ ملکر چلتا کو اب بھی چوسنا چاہتے ہیں اور یہ سوچتے ہیں کہ اگر دنیا بھر میں لوائی جہز جائے تو اس سے انہیں فائدہ ہوگا۔ لیکن ایسے لوگوں کا اثر عام چلتا میں رتی بھر بھی نہیں ہے اور نہ ہمیں ایسے کوئی اہمیت دینی چاہئے۔ آپ اطمینان رکھئے کہ ہندوستان ہمیشہ شانتی کا علمبردار رہے گا۔ ہندوستان مانع ہے کہ "لوائی" سے جو سہا کہ ہمارے بڑے وزیر پلڈت جواہر لال نہرو کہا کرتے ہیں "کوئی سوال حل نہیں ہوا کرتے۔"

جب یہ پوچھا گیا کہ چوہی لوک راج کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے تو پلڈت جی نے جواب دیا :

"میرا کیا سبھی ہندو باسیوں کا خیال دو موٹے موٹے اصولوں کے आधार پر بنا کرتا ہے۔ پہلے یہ کہ چین میں کبھی سرکار قائم ہو اس کا فیصلہ صرف چوہی ہی کر سکتے ہیں۔ وہی اور صرف وہی یہ فیصلہ کرنے کے لیے سب سے بڑھ کر اور آلتا مونسک ہے۔ کسی دوسرے کو اس معاملے میں نہیں ہونا چاہئے۔ آپ نے اپنے دیش میں ایک بہت بڑی کرائتی کی اور دنیا کو جتا دیا کہ آپ چوہیوں سے ملنے کے بتلائے گئے لوک راج کے اصولوں میں آپ کا وشواس ہے۔ ہندوستان دل کھول کر چوہی لوک راج کا سواکت کرتا ہے۔ ہم ماننے میں کہ چوہی دنیا کی ایک بڑی طاقت بن گئی ہے جو شانتی اور ترقی کی پھرکار ہے اور ہمارے دعا ہے کہ آپ کو دن بھر کی رات چوہی خدشی اور کامیابی حاصل ہو اور آپ صدیوں پہلے پہلے رہیں۔"

"دوسرے، ہم دونوں دیشوں کے آپسی بھائی چارے اور پارٹی بازی کی یا سوارتھی و دیشی طاقتوں کی دخل اندازی کے ہوا کے چھونکوں کا کوئی اثر نہیں ہونا چاہئے۔ ہندوستان سے جو بن سکا وہ اس نے کہا تاکہ سب ملک چوہی کی نئی سرکار کو چوہی کی اصلی سرکار مان لیں۔ فارموسا یا دیوان کے حاکموں کو کل چوہی کی سرکار کا نمائندہ ماننے کے خلاف ہندوستان نے ہمیشہ ہی آواز اٹھائی ہے۔ انگریزی قانون دان، پروفیسر اریں ہائم کا کہنا ہے کہ کسی نئی انٹر قومی شکتی کو ماننا یا نہ ماننا آپ کے من کی بات نہیں ہے اور نہ سودے یا چور بازی کی چیز ہے۔ انٹر قومی قانون یا رواج کے مطابق کسی سرکار کو 'ماننے' کا مطلب ہے کہ ہم اس سرکار کی قابضیت کا اقرار کرتے ہیں، کہ ہم یہ قبول کرتے ہیں کہ اس علاقے میں وہ سرکار اور صرف وہی سرکار سچ ہے۔"

“बारہویں صدی کے آتے آتے ہندوستانیوں کی دیرینہ غم نے کی آفات بڑھ سکی گئی۔ ترکی راج کے زمانے میں سین-کینگ میں ہو کر جانے والا کھڑکی کا راستا بند ہو گیا۔ اس بارے میں کچھ زیادہ جانکاری مشہور آگرہ کے سربراہ، مرہٹہ سر آریئل ہلائن کی کتابوں سے ملتی ہے۔ ساہن-ہندیا نام سے انہوں نے کئی جگہ کتابیں لکھی ہیں۔ تھلا مکن کے ریگستان میں بھی انہوں نے کھوجیں کیں۔ ان سے پتا چلتا ہے کہ اس زمانے میں دونوں دیشوں میں کتنا گہرا کلچری تعلق تھا۔

“میرا مشن ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے لوگ یہ تھے کہ یہ تعلق پھر سے پیدا کیا جائے۔ لیکن سماجی اور کلچری دائرے میں ہی نہیں، آج کل دنیا کے مطابق راج کچی اور آرتھک دائروں میں یہ تعلق پیدا کیا جائے۔ میں جانتا ہوں کہ دونوںوں کی بہانہ الگ الگ ہونا اس میں ایک بڑی تباہی ہوتی ہے لیکن اس رکاوٹ پر ہم حاوی ہو چکے۔ وہ دن دور نہیں جب چھٹی زبان اور سماعتی محکمے ہماری سبھی یونیورسٹیوں میں کھل جائیں گے۔ سہلہ میں شانتی نیکیتن یونیورسٹی نے جسے گ اسی ڈاکٹر ویلڈر نے تھکڑے کر کے قائم کیا تھا قدم لیا ہو ہی ہے۔

“جہاں تک شانتی کا اور تیسری دنیا ویاپی لڑائی خطرے کا سوال ہے، ہم ہندوستان کے لوگ سولہ آئی کے حامی ہیں۔ ہمارے دیش کے وہاں نہ تھا تہا گاندھی نے جو پاتہ پڑھایا ہے اس سے ہمیں یہی نا ملتی ہے۔ اس کے علاوہ ہندو سرکار کی علانیہ نکتی انٹر قومی شانتی ہے اور یہی چھٹی لوک راج کی علانیہ نکتی ہے۔ لیکن شانتی کی وکالت کے یہ لی ہرگز نہیں لگائے جاسکتے کہ اگر کسی روپ یا ل میں ہم دونوں لوگوں کے ملک پر ہمارے کوئی مائی یا حسلہ کرے تو ہم اس کا مقابلہ کرنے کے ارادے ل ہی کمزور پوجائیں گے۔ چھٹی لوک راج کے مکہما لیا پتی جنرل جو تہ صاف صاف کہہ چکے ہیں کہ ان کے پچھلے سبھی علاقوں کو ہم ایک کر کے رکھیں گے اس بڑے کام میں ہم ہندوستان والوں کی شہ لائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ دنیا میں شانتی کا مطلب کہ بہائی چارے کی بنا پر ساری دنیا کے دھنے والوں سنگھٹن کھوا کیا جائے، انٹر قومی جھگڑے طے کرنے لئے لوائی کے سادھن کو خارج کر دیا جائے، سب طرح شامیوں کو جیسے جاکھر شامی، ہملک شامی، سامراج ای، چاہے وہ پونجی کے زور پر چلتی ہوں یا حکومت زور پر ختم کر دیا جائے، اور سب دیشوں کو یہ حق مل ہو کہ وہ چھٹی چاہیں سرکار بنائیں۔

“جہاں تک شانتی کا اور تیسری دنیا ویاپی لڑائی خطرے کا سوال ہے، ہم ہندوستان کے لوگ سولہ آئی کے حامی ہیں۔ ہمارے دیش کے وہاں نہ تھا تہا گاندھی نے جو پاتہ پڑھایا ہے اس سے ہمیں یہی نا ملتی ہے۔ اس کے علاوہ ہندو سرکار کی علانیہ نکتی انٹر قومی شانتی ہے اور یہی چھٹی لوک راج کی علانیہ نکتی ہے۔ لیکن شانتی کی وکالت کے یہ لی ہرگز نہیں لگائے جاسکتے کہ اگر کسی روپ یا ل میں ہم دونوں لوگوں کے ملک پر ہمارے کوئی مائی یا حسلہ کرے تو ہم اس کا مقابلہ کرنے کے ارادے ل ہی کمزور پوجائیں گے۔ چھٹی لوک راج کے مکہما لیا پتی جنرل جو تہ صاف صاف کہہ چکے ہیں کہ ان کے پچھلے سبھی علاقوں کو ہم ایک کر کے رکھیں گے اس بڑے کام میں ہم ہندوستان والوں کی شہ لائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ دنیا میں شانتی کا مطلب کہ بہائی چارے کی بنا پر ساری دنیا کے دھنے والوں سنگھٹن کھوا کیا جائے، انٹر قومی جھگڑے طے کرنے لئے لوائی کے سادھن کو خارج کر دیا جائے، سب طرح شامیوں کو جیسے جاکھر شامی، ہملک شامی، سامراج ای، چاہے وہ پونجی کے زور پر چلتی ہوں یا حکومت زور پر ختم کر دیا جائے، اور سب دیشوں کو یہ حق مل ہو کہ وہ چھٹی چاہیں سرکار بنائیں۔

“جہاں تک شانتی کا اور تیسری دنیا ویاپی لڑائی خطرے کا سوال ہے، ہم ہندوستان کے لوگ سولہ آئی کے حامی ہیں۔ ہمارے دیش کے وہاں نہ تھا تہا گاندھی نے جو پاتہ پڑھایا ہے اس سے ہمیں یہی نا ملتی ہے۔ اس کے علاوہ ہندو سرکار کی علانیہ نکتی انٹر قومی شانتی ہے اور یہی چھٹی لوک راج کی علانیہ نکتی ہے۔ لیکن شانتی کی وکالت کے یہ لی ہرگز نہیں لگائے جاسکتے کہ اگر کسی روپ یا ل میں ہم دونوں لوگوں کے ملک پر ہمارے کوئی مائی یا حسلہ کرے تو ہم اس کا مقابلہ کرنے کے ارادے ل ہی کمزور پوجائیں گے۔ چھٹی لوک راج کے مکہما لیا پتی جنرل جو تہ صاف صاف کہہ چکے ہیں کہ ان کے پچھلے سبھی علاقوں کو ہم ایک کر کے رکھیں گے اس بڑے کام میں ہم ہندوستان والوں کی شہ لائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ دنیا میں شانتی کا مطلب کہ بہائی چارے کی بنا پر ساری دنیا کے دھنے والوں سنگھٹن کھوا کیا جائے، انٹر قومی جھگڑے طے کرنے لئے لوائی کے سادھن کو خارج کر دیا جائے، سب طرح شامیوں کو جیسے جاکھر شامی، ہملک شامی، سامراج ای، چاہے وہ پونجی کے زور پر چلتی ہوں یا حکومت زور پر ختم کر دیا جائے، اور سب دیشوں کو یہ حق مل ہو کہ وہ چھٹی چاہیں سرکار بنائیں۔

“جہاں تک شانتی کا اور تیسری دنیا ویاپی لڑائی خطرے کا سوال ہے، ہم ہندوستان کے لوگ سولہ آئی کے حامی ہیں۔ ہمارے دیش کے وہاں نہ تھا تہا گاندھی نے جو پاتہ پڑھایا ہے اس سے ہمیں یہی نا ملتی ہے۔ اس کے علاوہ ہندو سرکار کی علانیہ نکتی انٹر قومی شانتی ہے اور یہی چھٹی لوک راج کی علانیہ نکتی ہے۔ لیکن شانتی کی وکالت کے یہ لی ہرگز نہیں لگائے جاسکتے کہ اگر کسی روپ یا ل میں ہم دونوں لوگوں کے ملک پر ہمارے کوئی مائی یا حسلہ کرے تو ہم اس کا مقابلہ کرنے کے ارادے ل ہی کمزور پوجائیں گے۔ چھٹی لوک راج کے مکہما لیا پتی جنرل جو تہ صاف صاف کہہ چکے ہیں کہ ان کے پچھلے سبھی علاقوں کو ہم ایک کر کے رکھیں گے اس بڑے کام میں ہم ہندوستان والوں کی شہ لائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ دنیا میں شانتی کا مطلب کہ بہائی چارے کی بنا پر ساری دنیا کے دھنے والوں سنگھٹن کھوا کیا جائے، انٹر قومی جھگڑے طے کرنے لئے لوائی کے سادھن کو خارج کر دیا جائے، سب طرح شامیوں کو جیسے جاکھر شامی، ہملک شامی، سامراج ای، چاہے وہ پونجی کے زور پر چلتی ہوں یا حکومت زور پر ختم کر دیا جائے، اور سب دیشوں کو یہ حق مل ہو کہ وہ چھٹی چاہیں سرکار بنائیں۔

چین میں ہند گڈویل مشن

[20 ستمبر 1951 کو پंडित سుन्दर लाल की सटारत में हिन्दुस्तान से एक गुडविल मिशन चीन गया था जिसमें तेरह मेम्बर और दो सेक्रेटरी थे. इस मिशन का चीन में बहुत जोरदार स्वागत किया गया. मिशन ने चीन के काफी हिस्से का दौरा किया. मिशन के सदर पंडित सुन्दर लाल ने इस दौरे में जो खास खास बयान या भाशन दिये वह यहां तारीख वार दिये जाते हैं.

— एडीटर]

कैन्टन में भाशन

(22 सितम्बर 1951 को)

“पहली अक्टूबर 1951 को हमारे पड़ोसी देश, चीन के नए लोकराज की दूसरी सालगिरह है. इस मौके पर अपने चीनी भाइयों को हिन्दुस्तान की जनता की तरफ से बधाई देने के लिये यह मिशन चीन आ रहा है. हमारे मिशन में हिन्दुस्तान के सब हिस्सों के लोग हैं और जुदा जुदा राजगार या काम करने वाले हैं. आपके महान देश में हम इस वजह से आए क्योंकि हम इससे प्रेम करते हैं और हमारे दिल में इसकी इच्छा है. हम दोनों में रिश्ता आज का नहीं बीस सदी या दो हजार बरस से ऊपर का है. यह रिश्ता बड़े प्रेम और भाई चारे का करीबी रिश्ता है. सच यह है कि हिन्दुस्तान के पुराने इतिहास का काफी हिस्सा उन बयानों के आधार पर तैयार किया गया है जो आपके सरनाम सफ़ीर, हान सांग और फाहियान लिख कर छोड़ गए हैं. हमारे देश के एक विद्वान प्रोफ़ेसर डाक्टर पी. सी. बागची ने “हिन्दुस्तान और चीन” नाम की एक किताब लिखी है. उसके लिये बरसों वह आपके देश में रहे और खोज करके जानकारी हासिल की. दुर्भाग्य से उनकी तबियत आजकल अच्छी नहीं है, इस लिये वह हमारे साथ न आ सके.

“चीनी के बरतन हिन्दुस्तान क्या, दुनिया भर में मशहूर हैं. इसी तरह से आप के यहां का रेशम लासानी है. चीनी कलाकारों और दस्तकारों के काम की तारीफ हमेशा से ही दुनिया भर में होती रही है. चित्रकारी में भी चीन का मुक़ाबला कोई नहीं कर सकता है. लेकिन शायद सारे पूरब को जो चीन की सबसे बड़ी देन थी वह है काराख बनाना—यह काम हिन्दुस्तान ने दसवीं सदी में आप से सीखा था.

चीन में हन्द गडवल मिशन

[20 सितम्बर 1951 को पंडित सुन्दर लाल की

सटारत میں ہندوستان سے ایک گڈویل مشن چوں گیا تھا جس میں تیرہ ممبر اور دو سیکریٹری تھے. اس مشن کا چوں میں بہت زوردار سواتم کھا گیا. مشن نے چین کے کافی حصے کا دورہ کیا. مشن کے صدر پندت سندر لال نے اس دورے میں جو خاص خاص بھان یا بھاشن دیئے وہ یہاں تاریخ وار دیئے جاتے ہیں.

— ایڈیٹر —

کینٹن میں بھاشن

(22 ستمبر 1951 کو)

“پہلی اکتوبر 1951 کو ہمارے پڑوسی دیس، چین کے نئے لوک راج کی دوسری سالگرہ ہے. اس موقع پر اپنے چینی بھائیوں کو ہندوستان کی جنتا کی طرف سے بدمائی دینے کے لئے یہ مشن چین آ رہا ہے. ہمارے مشن میں ہندوستان کے سب حصوں کے لوگ ہیں اور جدا جدا روزگار یا کام کرنے والے ہیں. آپ کے مہان دیس میں ہم اس وجہ سے آئے کیونکہ ہم اس سے پریم کرتے ہیں اور ہمارے دل میں اسکی عزت ہے. ہم دونوں میں رشتہ آج کا نہیں بھس صدی یا دو ہزار برس سے اوپر کا ہے. یہ رشتہ بڑے پریم اور بھائی چارے کا کریمبی رشتہ ہے. سچ یہ ہے کہ ہندوستان کے پرانے ایتھاس کا کافی حصہ ان بھائیوں کے آدمار پر تیار کیا گیا ہے جو آپ کے سرنام سفیر ہوان سانگ اور فامہان لیکھر چھوڑ گئے ہیں. ہمارے دیس کے ایک وڈران پروفیسر ڈاکٹر پی. سی. باگچی نے “ہندوستان اور چین” نام کی ایک کتاب لکھی ہے. اُسکے لئے برسوں وہ آپ کے دیس میں رہے اور کھوج کرکے جاکاری حاصل کی. درہماتھ سے اُنکی طبیعت آج کل اچھی نہیں ہے، اس لئے وہ ہمارے ساتھ نہ آسکے.

“چینی کے برتن ہندوستان کھا، دنیا بھر میں مشہور ہیں. اسی طرح سے آپ کے یہاں کا ریشم لائنی ہے. چینی کلا کاروں اور دستکاروں کے کام کی تعریف دنیا بھر میں ہوتی رہی ہے. چترکاری میں بھی چین کا مقابلہ کسی دیس کر سکا ہے. لیکن شاید سارے یورپ کو جو چین کی دیس سے بڑی دیس تھی وہ ہے کافہ بلانا—یہ کام ہندوستان نے دسویں صدی میں آپ سے سیکھا تھا.

اور وہ یہ جان گئے ہیں کہ دنیا میں شانتی کس طرح قائم رکھی جاسکتی ہے اور حملوں کا مقابلہ کوسے کیا جاسکتا ہے۔

اور وہ یہ جان گئے ہیں کہ دنیا میں شانتی کس طرح قائم رکھی جاسکتی ہے اور حملوں کا مقابلہ کوسے کیا جاسکتا ہے۔

برما

برما

(भाई थाकिन कोदा मांग)

(بهائی تهاکین کودا مانگ)

آسام जनता लड़ाई से नफरत करती है, लड़ाई तो केवल मुठ्ठी भर लोग चाहते हैं, जो साम्राजशाही पसंद हैं, पूँजी पति हैं और गोला-बारूद का व्योपार करते हैं, उन्होंने ही कोरिया में लड़ाई छेड़ रखी है।

مقام چلتا لڑائی سے نفرت کرتی ہے۔ لڑائی تو کھول مٹھی بہر لوگ چاہتے ہیں۔ جو سامراج شاہی پسند ہیں، پونجی پتی ہیں اور گولہ بارود کا بھوپار کرتے ہیں، انہوں نے ہی کوریا میں لڑائی چھڑا رکھی ہے۔

دुनिया में शान्ति कायम रखने के लिये बरमा के हम सब लोग जो लड़ाई से नफरत करते हैं, सारी दुनिया के अमन-पसंद लोगों के साथ कंधे से कंधा मिला कर चलने को तैयार हैं।

دنیا میں شانتی قائم رکھنے کے لئے برما کے ہم سب لوگ جو لڑائی سے نفرت کرتے ہیں، ساری دنیا کے امن پسند لوگوں کے ساتھ کلدھ سے کلدھا ملا کر چلنے کو تیار ہیں۔

हिन्दुस्तान

هندستان

(पंडित मुन्दरलाल)

(پندت سندر لال)

हमें हमले-चढ़ाई से, चाहे वह किसी तरह या शकल की क्यों न हो, बड़ी नफरत है। हम मानते हैं कि ऐसे हमले-चढ़ाई का मुकाबला करने के लिये जो कुछ किसी आजादी-पसंद इन्सान से बन सके वह करना उसका पूरा फर्ज है। हमले-चढ़ाई का मुकाबला करने का एक अहिंसात्मक तरीका महात्मा गांधी ने हमें बताया। साथ ही साथ उनकी साफ राय थी कि जहाँ अहिंसात्मक तरीके की जानकारी नहीं है या किसी वजह से उसे अमल में नहीं लाया जा सकता तो उस देश का जिस पर हमला किया जाए यह पाक फर्ज है कि हथियारों की मदद से मुकाबला करे। महात्मा गांधी ने हमें सिखाया, कि हमले-चढ़ाई के आगे घुटने टेक देना कायरता ही नहीं, बल्कि एक जुर्म है। इसलिये हम हिन्दुस्तान के लोग अपने चीनी भाइयों का पूरी तरह समर्थन करते हैं और अन्दरूनी व बाहरी दुशमनों का मुकाबला करने में जो कामयाबियाँ उन्हें मिली हैं उस पर उन्हें बधाई देते हैं हमें पूरा विश्वास है कि हिन्दुस्तान और चीन के बीच सच्चा भाई बारा और दोस्ती दिन दिन कायम होगी, हमें पूरा विश्वास है कि इस भाई बारे से दुनिया में अमन-शान्ति ठोस और मुक्तकिल तरीके से कायम हो सकेगी।

ہمیں حملے چڑھائی سے، چاہے وہ کسی طرح یا شکل کی کہوں نہ ہو، بڑی نفرت ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ ایسے حملے چڑھائی کا مقابلہ کرنے کے لئے جو کچھ کسی آزادی پسند انسان سے بن سکے وہ کرنا اس کا پورا فرض ہے۔ حملے چڑھائی کا مقابلہ کرنے کا ایک اہلسانمک طریقہ مہاتما گاندھی نے ہمیں بتایا۔ ساتھ ہی ساتھ ان کی صاف رائے تھی کہ جہاں اہلسانمک طریقہ کی جان کاری نہیں ہے یا کسی وجہ سے اسے عمل میں نہیں لایا جاسکتا تو اس دیش کا جس پر حملہ کیا جائے یہ ہاک فرض ہے کہ ہتھیاروں کی مدد سے مقابلہ کرے۔ مہاتما گاندھی نے ہمیں سکھایا، کہ حملے چڑھائی کے آگے گھٹنے ٹیک دنیا کاڑتا ہی نہیں، بلکہ ایک جرم ہے۔ اس لئے ہم هندستان کے لوگ اپنے چینی بھائیوں کا پوری طرح سمرٹھن کرتے ہیں اور اندرونی و باہری دشمنوں کا مقابلہ کرنے میں جو کامیابیاں انہوں ملی ہیں اس پر انہیں بڑھائی دیتے ہیں ہمیں پورا وشواس ہے کہ هندستان اور چین کے بیچ سچا بھائی چارہ اور دوستی دن دن قائم ہوگی۔ ہمیں پورا وشواس ہے کہ اس بھائی چارے سے دنیا میں امن شانتی تھوس اور مستقل طریقے سے قائم ہو سکے گی۔

تھوڑا۔ اسی طرح سے ہم کوویڈا والوں کی مدد کو تیار
رہے۔ جاپان کی ہتھیار بندی کے خلاف رہے اور اُس
سین چلے۔ معاملہ کو ہم نے نہیں مانا جو جاپان کے ساتھ
گیا تھا۔

سرپرست روس نے امن اور لوک راج کا جو جھنڈا اٹھایا ہے اُس کے نیچے اپنے بدوسوہدنت ہو چی مہم کی دھمائی میں کام کرنا ہم فرض سمجھتے ہیں۔ ہم دل و جان سے مارشل اسٹالن کے ساتھ ہیں جو دنیا میں امن کے اول درجے کے علم بردار ہیں اور چورمیں ماروتے ملک کے ساتھ ہیں جو ایٹشیا کے سب سے بڑے نمونہ ہیں۔ ہم ویت نام والوں کا یہ پکا ارادہ ہے کہ سارے ایشیائی بھائیوں کے ساتھ ہی نہیں دنیا بھر کے لوگوں کے ساتھ ملکر رہیں گے اور بھارتی کے ساتھ امن شانتی کی زور دار لڑائی میں شرکت کریں گے۔

افت و نیشیا

(بھائی محمد تھرانی)

ہم اندرونہشیا کے لوگ امن پسند ہیں اور ہر طرح کی لڑائی کے مخالف ہیں۔ چین کی لوک شاہی سرکار کی طرح اندرونہشیا کا بھی یہی مقصد ہے — شانتی قائم کرنا اور حملوں کا مقابلہ کرنا۔

یہ سچ بات ہے۔۔ ہم بڑھ بڑھکر باتیں نہیں کر رہے ہیں۔۔۔ چوں کی لوک شاہی سرکار ہمارے سامنے مثال پیش کر رہی ہے کہ کس طرح حملے کا مقابلہ کر کے اپنے ملک میں شاعری کا راج قائم کیا جائے۔ پورے دل میں ہم سے زیادہ عزت اس روحانی اور مادی مدد کی ہے جو کوریا کو امریکی سامراج شاہی کے خلاف اُس کی لڑائی میں چھین نے دی۔ چھٹی مدد چھٹی لوک شاہی سرکار نے کوریا والوں کو دی ہے وہ مدد ایک ایسا ہتھیار ہے جس سے کوریا کو سچ سچ بڑا ہے اور جس کے نتیجے میں سچ بڑے زیادہ ہیں۔

کوریا کو چھٹی مدد ملنے سے امریکی حملہ ناکام واپس
 رہ گیا۔ اس کی وجہ سے امریکی رجعت پسندوں کو بڑے
 بڑے نقصان ہی نہیں اُٹھانے پڑے بلکہ امریکہ کے نام کو بھی
 ہٹا لگا۔ دن پر دن امریکہ کی پوزیشن گرتی جا رہی ہے
 اور چین کے لوگ شاہی راج کی پوزیشن اُٹھتی جا رہی
 ہے۔ چین کی اس انتر قومی پوزیشن کے تباہی سے نہ
 صرف چین کو بلکہ ایشیا کے سب دیشوں کو فائدہ پہونچ
 رہا ہے اور ساتھ ہی ساتھ دنیا کے ان سبھی دیشوں
 کو جو شانتی چاہتے ہیں اور اقوامی کے خلاف
 ہیں، یہی وجہ ہے کہ چین کی لوگ شاہی سرکار
 ایشیا کے دیشوں کے لئے ایک مثال بن گئی ہے

منگولیا

(भाई دامدین سوری)

آج دنیا میں شانتی اور آزادی کے سوشلسٹ پرواؤ کا رہبر روس دیس ہی ہے۔ چھائی چلتا لے ایلی وجہ کے ذریعے اس پرواؤ کو اور بھی مضبوط بنا دیا ہے۔ ایشیا کے اندر شانتی کی حفاظت کرنے کا ہماری کم چھون والوں نے ہی اچھے کدھوں پر اٹھا لیا ہے۔

ہم منگول والے چھائی بھائیوں کی شاندار کامیابیوں پر بھولے نہیں سماتے۔ انہوں نے ایشیا کے سب دیسوں کے آگے یہ مثال ہمیشہ کے لئے قائم کر دی کہ آزادی اور سوراخ کی لڑائی میں سامراج شاہی قہمروں کا کس طرح مقابلہ کیا جائے۔ ہم منگول والے ساتھ ہوں چھائی بھائیوں کے کوریوں بھائیوں کے اور امن چاہنے والے سب بھائیوں کے۔ اور جب تک ہمارے اندر زبان باقی ہے ہم مقابلہ کرینگے۔ جاپان کے ساتھ الگ صلحنامے کا جاپان کو دوبارہ ہتھیار بند کرنے کا اور کوریہ میں چڑھائی کرنے کا۔

ویت نام

(भाई दीन थाम)

ہم ویت نام والے یہ مانتے ہیں کہ امریکی سامراج شاہی نے حال میں جو کارنامے دکھائے ہیں—ویت نام میں داخل دیلا، کوریہ پر چڑھائی کرنا اور تھوان پر قابو جما لہنا، جاپان کو ہتھیار بند کرنا اور اس کے ساتھ الگ سے 'صلحنامہ' کرنا—وہ اس کی ایک یوجنا کا حصہ ہے۔ یہ یوجنا ہے ایشیا پر حاوی ہونے کی اور ایک نئی آزادی دنیا میں چھوڑ دینے کی۔ ہم ویت نامیوں کا وشواس ہے کہ ہم خود جو آج مقابلہ کر رہے ہیں، جو مقابلہ ہمارے کوریوں بھائی کر رہے ہوں اور جو مقابلہ ہمارے چھائی بھائی کر رہے ہوں وہ ایشیا میں کہا ساری دنیا میں ہی شانتی قائم رکھنے کا سب سے اثر دار سادھن ہے۔

ساتھ ہی ساتھ ہم ویت نام والوں نے بڑے جوش اور شان کے ساتھ ہر ایسے آندولن کا स्वागत کیا ہے جو دنیا میں شانتی لانے میں مددگار ثابت ہو۔ ہم نے اٹلانٹک پیکٹ کا विरोध किया, पच्छिमी जर्मनी की हथियार बंदी के हम हमेशा खिलाफ रहे. यही नहीं शान्ति की हिकाजत के लिये जो बड़े बड़े कदम उठाए गए उनमें भी हमने दिल जोलकर शिरकत की, जैसे स्टारहाम की अमन कांकरेख का एटासिक हथियारों को रोकने का ठहराव या बलिन बीस कौन्सिल का पांच-शक्तों-की मुलह का

منگولیا

(بھائی دام دین سورین)

آج دنیا میں شانتی اور آزادی کے سوشلسٹ پرواؤ کا رہبر روس دیس ہی ہے۔ چھائی چلتا لے ایلی وجہ کے ذریعے اس پرواؤ کو اور بھی مضبوط بنا دیا ہے۔ ایشیا کے اندر شانتی کی حفاظت کرنے کا ہماری کم چھون والوں نے ہی اچھے کدھوں پر اٹھا لیا ہے۔

ہم منگول والے چھائی بھائیوں کی شاندار کامیابیوں پر بھولے نہیں سماتے۔ انہوں نے ایشیا کے سب دیسوں کے آگے یہ مثال ہمیشہ کے لئے قائم کر دی کہ آزادی اور سوراخ کی لڑائی میں سامراج شاہی قہمروں کا کس طرح مقابلہ کیا جائے۔ ہم منگول والے ساتھ ہوں چھائی بھائیوں کے کوریوں بھائیوں کے اور امن چاہنے والے سب بھائیوں کے۔ اور جب تک ہمارے اندر زبان باقی ہے ہم مقابلہ کرینگے۔ جاپان کے ساتھ الگ صلحنامے کا جاپان کو دوبارہ ہتھیار بند کرنے کا اور کوریہ میں چڑھائی کرنے کا۔

ویت نام

(بھائی دین تھام)

ہم ویت نام والے یہ مانتے ہیں کہ امریکی سامراج شاہی نے حال میں جو کارنامے دکھائے ہیں—ویت نام میں داخل دیلا، کوریہ پر چڑھائی کرنا اور تھوان پر قابو جما لہنا، جاپان کو ہتھیار بند کرنا اور اس کے ساتھ الگ سے 'صلحنامہ' کرنا—وہ اس کی ایک یوجنا کا حصہ ہے۔ یہ یوجنا ہے ایشیا پر حاوی ہونے کی اور ایک نئی آزادی دنیا میں چھوڑ دینے کی۔ ہم ویت نامیوں کا وشواس ہے کہ ہم خود جو آج مقابلہ کر رہے ہیں، جو مقابلہ ہمارے کوریوں بھائی کر رہے ہوں اور جو مقابلہ ہمارے چھائی بھائی کر رہے ہوں وہ ایشیا میں کہا ساری دنیا میں ہی شانتی قائم رکھنے کا سب سے اثر دار سادھن ہے۔

ساتھ ہی ساتھ ہم ویت نام والوں نے بڑے جوش اور شان کے ساتھ ہر ایسے آندولن کا स्वागत کیا ہے جو دنیا میں شانتی لانے میں مددگار ثابت ہو۔ ہم نے اٹلانٹک پیکٹ کا विरोध किया, पच्छिमी जर्मनी की हथियार बंदी के हम हमेशा खिलाफ रहे. यही नहीं शान्ति की हिकाजत के लिये जो बड़े बड़े कदम उठाए गए उनमें भी हमने दिल जोलकर शिरकत की, जैसे स्टारहाम की अमन कांकरेख का एटासिक हथियारों को रोकने का ठहराव या बलिन बीस कौन्सिल का पांच-शक्तों-की मुलह का

ایشیا کی آواز — شانتی

[پہلی اکتوبر سن '51 کو چین کے نئے لوکاراج کی سالگرہ کے جلسہ میں یورپ اور ایشیا کے چودہ ملکوں کے گزول مشن نے شرکت کی تھی۔ جلسہ کی خوشی میں چودہ مہینے ملاوٹے تلک کی طرف سے سب کو دعوت دی گئی تھی۔ اس دعوت میں ایشیا کے ملکوں سے گئے لوگوں نے چھوٹی چھوٹی تقریبیں کیں۔ عجیب بات ہے کہ ہر ایک ایشیائی ملک کی طرف سے دو ہی باتیں پر زور دیا گیا — ایشیا کی ایکتا اور شانتی۔

پچھلے دنوں بھانوں کو یہ فکر ایسا لگتا ہے کہ سارے ایشیا کی زبان ایک ہوگئی ہو، دل ایک ہوگیا ہو، دماغ ایک ہوگیا ہو اور ایک ساتھ آواز نکل رہی ہو — ایشیا ایک ہو، شانتی قائم ہو — ایڈیٹر]

کورییا

(ہائیڈروجن)

چین کے لوگ ہمارے پڑوسی ہیں، بڑے بڑے ہیں۔ یہی نہیں، ہم دونوں نے ایک لمبی مدت سے ویدیشی سامراج کے خلاف ایک دوسرے کے کلمے سے کلمہ ملا کر مورچا لیا ہے اور اس نتیجے میں تپاہی مل رہی ہے۔ آج بھی امریکی حملوں کا سامنا کرتے اور کورییا کو مدد پہنچانے کے ارادے سے ہم ساڑھے سئالیس کروڑ چینی بھائیوں نے اپنی جہلم بھومی کی شان اور اپنے گھروں کی آبرو قائم رکھنے کے لئے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہے۔ اب اس دورے میں ہم نے ان زبردست کوششوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ہم پر سب سے زیادہ اثر اس چن آندوان کا ہوا جو دیش سہوا کے عہد ناموں پر دستخطوں کے لئے کہا جا رہا ہے۔ یہ بہترین وقت ہے یہاں کے لوگوں کی اونچی دیش بہکتی کا اور ان کے صحیح اندر قومی پریم کا۔

ہمارا اور چین کا چولی دامن کا ساتھ ہے جسے نہ کوئی توڑ سکتا ہے اور نہ مٹا سکتا ہے۔ جو لڑائی ہم اس وقت لڑ رہے ہیں وہ ایمان اور انصاف کی لڑائی ہے۔ یہ لڑائی کسی طرف لے جانے والی ہے۔ اس کھمبازان میں ہم دونوں کا خون ایک ساتھ بہ کر جو ایک ہم کو قائم ہوگیا ہے اس کے آدھار پر ہم بلا کسی شک کے کہہ سکتے ہیں کہ سامراج شامی کے خلاف آخر میں ہم جیتنے والے ہیں اور ہوگی۔

ایشیا کی آواز — شانتی

[پہلی اکتوبر سن '51 کو چین کے نئے لوکاراج کی سالگرہ کے جلسہ میں یورپ اور ایشیا کے چودہ ملکوں کے گزول مشن نے شرکت کی تھی۔ جلسہ کی خوشی میں چودہ مہینے ملاوٹے تلک کی طرف سے سب کو دعوت دی گئی تھی۔ اس دعوت میں ایشیا کے ملکوں سے گئے لوگوں نے چھوٹی چھوٹی تقریبیں کیں۔ عجیب بات ہے کہ ہر ایک ایشیائی ملک کی طرف سے دو ہی باتیں پر زور دیا گیا — ایشیا کی ایکتا اور شانتی۔

پچھلے دنوں بھانوں کو یہ فکر ایسا لگتا ہے کہ سارے ایشیا کی زبان ایک ہوگئی ہو، دل ایک ہوگیا ہو، دماغ ایک ہوگیا ہو اور ایک ساتھ آواز نکل رہی ہو — ایشیا ایک ہو، شانتی قائم ہو — ایڈیٹر]

کورییا

(بھائی بھائی)

چین کے لوگ ہمارے پڑوسی ہیں، بڑے بڑے ہیں۔ یہی نہیں، ہم دونوں نے ایک لمبی مدت سے ویدیشی سامراج کے خلاف ایک دوسرے کے کلمے سے کلمہ ملا کر مورچہ لیا ہے اور اس نتیجے میں تپاہی مل رہی ہے۔ آج بھی امریکی حملوں کا سامنا کرتے اور کورییا کو مدد پہنچانے کے ارادے سے ہم ساڑھے سئالیس کروڑ چینی بھائیوں نے اپنی جہلم بھومی کی شان اور اپنے گھروں کی آبرو قائم رکھنے کے لئے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہے۔ اب اس دورے میں ہم نے ان زبردست کوششوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ہم پر سب سے زیادہ اثر اس چن آندوان کا ہوا جو دیش سہوا کے عہد ناموں پر دستخطوں کے لئے کہا جا رہا ہے۔ یہ بہترین وقت ہے یہاں کے لوگوں کی اونچی دیش بہکتی کا اور ان کے صحیح اندر قومی پریم کا۔

ہمارا اور چین کا چولی دامن کا ساتھ ہے جسے نہ کوئی توڑ سکتا ہے اور نہ مٹا سکتا ہے۔ جو لڑائی ہم اس وقت لڑ رہے ہیں وہ ایمان اور انصاف کی لڑائی ہے۔ یہ لڑائی کسی طرف لے جانے والی ہے۔ اس کھمبازان میں ہم دونوں کا خون ایک ساتھ بہ کر جو ایک ہم کو قائم ہوگیا ہے اس کے آدھار پر ہم بلا کسی شک کے کہہ سکتے ہیں کہ سامراج شامی کے خلاف آخر میں ہم جیتنے والے ہیں اور ہوگی۔

नए चीन का क्रांती गीत

उठो ! उठो !
 वह सब उठो
 जिन्हें नहीं कुबूल है
 साम्राज्यी दीन दासता
 खड़ी खड़ी !
 हां, हो खड़ी
 हमारे हाड़ मांस की
 दीवार एक बहुत बड़ी
 कि इस घड़ी
 है आ पड़ी
 हमारी चीनी क्रांति पर
 बला बहुत बड़ी कड़ी
 हर एक दिल से
 जोर से
 उठे आवाज एक साथ
 उठो उठो !
 उठो उठो !
 दसियों लाखों हों पर एक
 एक दिल हों एक जान
 खोल छातियां जवान
 चले चलो चले चलो
 दुशमनों की गोलियां
 हां, छातियों पे फेलते
 बदे चलो बदे चलो !
 बदे चलो बदे चलो !

نئے چین کا قومی گیت

اُٹھو ! اُٹھو !
 وہ سب اُٹھو
 جنہیں نہیں قبول ہے
 غلامی و دین داسیتا
 کھڑی کھڑی !
 ہاں، ہو کھڑی
 ہمارے ہاڑ ماس کی
 دیوار ایک بہت بڑی
 کہ اس گھڑی
 ہے آ پڑی
 ہماری چھٹی قوم پر
 بلا بہت بڑی کڑی
 ہر ایک دل سے
 زور سے
 اُٹھے آواز ایک ساتھ
 اُٹھو اُٹھو !
 اُٹھو اُٹھو !
 دسہوں لاکھوں ہوں پر ایک
 ایک دل ہوں ایک جان
 کھول چھانہاں جوان
 چلے چلو چلے چلو
 دشمنوں کی گولیاں
 ہاں، چھانہوں پہ جھمکتے
 بڑے چلو بڑے چلو !
 بڑے چلو بڑے چلو !

नया हिन्द



نیا ہند

चीन नम्बर

چین نمبر

جلد 11

دسمبر، سن '51

نمبر 6

نمبر 6

دسمبر، سن '51

جلد 11

जात आदमी, प्रेम धर्म है, हिन्दुस्तानी बोली,
'नया हिन्द' पहुँचेगा घर घर लिये प्रेम की झोली.

جانت آدمی، پریم دھرم ہے، ہندوستانی بولی،
'نیا ہند' پہنچے گا کھر کھر لئے پریم کی جھولی.

नए चीन का क्राँमी गीत

[नए चीन ने अभी कोई क्राँमी गीत तैयार नहीं किया. नीचे दिये गीत को ही उन्होंने ने क्राँमी गीत की जगह दे रखी है. अगले सफे पर इसका हिंदुस्तानी रूप दिया जा रहा है.—एडीटर]

نئے چین کا قومی گیت

[نئے چین نے ابھی کوئی قومی گیت تیار نہیں کیا. نیچے دیئے گیت کو ہی انہوں نے قومی گیت کی جگہ دے رکھی ہے. اگلے صفحے پر اس کا ہندوستانی روپ دیا جا رہا ہے۔ ایڈیٹر]

中華人民共和國國歌

chung hua jen min kung ho kuo kuo ko

起 來! 不 願 做 奴 隸 的 人 們! 把 我 們 的 血 肉, 築 成 我 們
ch' lai pu yüan to nu li ti jen men pa wo men ti hsueh jou chu ch'eng wo men

新 的 長 城! 中 華 民 族 到 了 最 危 險 的 時
hsin ti ch'ang ch'eng chung hua min tsu tao lia tsui wei hsien ti shih

候, 每 個 人 被 迫 着 發 出 最 後 的 吼 聲。起 來! 起
hou mei ko jen pei p'o cho fa ch'u tsui hou ti hou sheng ch' lai ch'i

來! 起 來! 我 們 萬 眾 一 心, 冒 着 敵 人 的 砲 火
lai ch' lai wo men wan chung i hsin mao cho ti jen ti p'ao huo

前 進! 冒 着 敵 人 的 砲 火 前 進! 前 進! 前 進! 進!
ch'ien chin mao cho ti jen ti p'ao huo ch'ien chin ch'ien chin ch'ien chin chin

100

100

100

100

100

100

100

100

100

100

100

100

100

100

100

100

100

100

100

प्राहिद

پرائد

एडीटर—ताराचंद, भगवानदीन, मुजफ्फर हसन, विशम्भर नाथ, सुन्दरलाल

अडिटर—तारा चंद, बेगवान दीन, मظهر حسن, بشیر ناتھ, सन्दुर लाल

नायव एडीटर—सुरेश रामभाई, महमूद अहमद 'हुनर'

सह अडिटर—सरोज राय, बहानी, معصود احمد 'هنر'

Ratan Lal



पंडित सुन्दरलाल और चेयरमैन माधो-सेतुंग

چورسین مارنے تلک اور ہلکت سندورال

कलचर सोसाइटी, इलाहाबाद



سوسائٹی الایار

दिसम्बर 1951

دسمبر

چھٹکار

نہ سمدادک—شرعی دیکھو پتی سہائے 'فراق'

بچہ بے پردہ برس سے آج تک کی اردو کی چلی
 ہوئی کویتاؤں کا یہ سنگر، دھڑکیاں معلوم ہوگا کہ اردو
 کویتا نے کس طرح کھالی دنیا کو چھوڑ کر زندگی کی
 سچائیوں سے اپنا نانا جوڑ لیا ہے۔ آج کی اردو شاعری
 آل و بلبل اور وصل و فراق تک ہی سمیت نہیں ہے۔
 اب آپ کو اردو کویتا میں کسانوں اور مزدوروں کے دلوں
 کی دھڑکیاں سنائی دینگیں۔ غلامی، انہماے اور لوٹ
 ہوسٹ کے خلاف آپ ایک ایسی آواز سنائیگی جو آپ نے
 دل کو جوش سے بھر دیگی۔

اس سنگدہ میں جن شاعروں کی رچائیں اکتھ کی
 نئی تھیں انہوں سے کچھ کے نام :-

‘جوش’، ‘ملہم آبادی’، ‘فراق’، ‘گورکھپوری’، ‘مطلمی’،
‘فرید آبادی’، ‘اسرار الحق’، ‘ممتاز’، ‘علی سردار جعفری’، ‘ساحر’،
‘لکھنوی’، ‘احمد ندیم قاسمی’، ‘کشی اعظمی’، ‘حنفظ ہوشیار
پوری’، ‘وامق’، ‘جونپوری’، ‘متجروح’، ‘ساطان پوری’، ‘جان نثار’،
‘اختر’، ‘مسعود اختر’، ‘جمال’، ‘سالم’، ‘مچھلی شہی’، ‘وجد’،
‘چندر آبادی’، ‘مخمور’، ‘جالندھری’، ‘قتیل’، ‘شفائی’،
‘ادا’، ‘بداونی’، ‘کملو پرساد’، ‘کنول’، ‘میرا جی’، ‘مختار’،
‘صدیقی’، ‘نخست سنگھ’، ‘شمیم’، ‘گرہاسی’، ‘جمیل الدین’، ‘عالی’،
‘غلام ربانی’، ‘ناہاں’، ‘مسعود علی’، ‘ذوقی’، ‘یدیم دھون’،
‘محمد صدور’، ‘ظہور نظر’، ‘احمد ریاض’، ‘اندر جیت شرما’،
‘وشو مندر عادل’، ‘حبیب تلویور’، ‘ناچور’، ‘سامبی’، ‘اشمر’،
‘قندرج آبادی’، ‘مظفر’، ‘شاہجہا پوری’، ‘بریش کمار’، ‘شاد’،
‘سوامی’، ‘مارش پوری’، ‘سودا فرحت’، ‘افسر’، ‘آزبی’، ‘پروفیسر’،
‘شور’، ‘راہی’، ‘معصوم رضا’، ‘یوسف ظفر’، وغیرہ۔

ناڌري لهڪاوت مٿس ايسا بهرپور اُڏو، ڏيٿا سڏڳهه آڄ
نڪت ٿيڻ نڪلا. سندر جلد. ٻوڙها ڪاڏ. عجب ڇههائي.
دامت ڏهائي ڏيٿه.

نوٹ:- کتاب چہیتے چہیتے اس میں کچھ اور نئی
کوئی باتیں بھی جوڑ دی گئی ہوں اور اس کے صفحے دو سو
بھی زیادہ ہو گئے ہوں اس لئے اب اس کتاب کا نام
توں دروہہ رکھ دیا گیا ہے۔ میندر

—۵۲۵ کا پتہ

مولانا محمد 'نیا ہند' 145، مئی، گلبرگ، الہ آباد۔

ہندوستانی کلچر سوسائٹی

मक़सद

(1) एक ऐसी हिन्दुस्तानी कलचर का बढ़ाना, फैलाना और प्रचार करना जिसमें सब हिन्दुस्तानी शामिल हों .

(2) एकता फैलाने के लिये किताबों, अखबारों, रिसालों वगैरा का छापना .

(3) पढ़ाई घरों, किताब घरों, सभाओं, कानक्रेन्सों, लेक्चरों से सब धर्मों, जातों, विरादरियों और किर्कों में आपस का मेल बढ़ाना .

—: 0 :—

सोसाइटी के प्रेसीडेंट—मि० अब्दुल मजीद खवाजा;
वाइस प्रेसीडेंट—डा० भगवानदास और डा० अब्दुल
हक़; गवर्निंग बाडी के प्रेसीडेंट—डा० भगवानदास;
सेक्रेटरी—पं० सुन्दरलाल.

गवरनिंग बाडी के और मेम्बर—

डा० सैयद महमूद, डा० ताराचन्द, मौलवी सैयद मुलेमान नदवी, मि० मंजूर अली सांखता, श्री बी० जी० खेर, मि० एस० के० रुद्रा, पं० विशम्भर नाथ, महात्मा भगवानदीन, सेठ पूनम चन्द रांका, काजी मोहम्मद अब्दुल गफ्फार और श्री आंम प्रकाश पालीवाल .

मेम्बरी के क्रायदों के लिये लिखिये -

सुन्दरलाल

सेक्रेटरी, हिंदुस्तानी कलचर सोसाइटी

145, मुट्ठी गंज, इलाहाबाद .

नोट—सोसाइटी के नये क्रायड़े के अनुसार मेम्बरी की फीस सिर्फ एक रुपया कर दी गई है. “नया हिन्दू” के जो गाहक मेम्बर बनना चाहें उनको सिर्फ छे रुपया चुन्दा देने पर ही मेम्बर बना लिया जायगा. अलग से मेम्बरी की फीस देने वाले सोसाइटी की निकली हुई कोई किताब जो एक रुपया दाम की होगी मुफ्त ले सकेंगे या ज्यादा दाम की किताबें लेने पर एक बार एक रुपया कम करा सकेंगे.

النصي

(1) ایک ایسی ہندوستانی کلچر کا پوہانا، پوہانا
 پر چار کرنا جس میں سب ہندوستانی شامل ہوں۔

(۲) ایکٹا پھلانے کے لئے کتابوں، اخباروں، رسالوں، پتھر کا چھاپنا۔

(3) پڑھائی گھروں، کتاب گھروں، سبھاؤں، کانفرنسوں، لچدروں سے سب دھرموں، چاتوں، برادریوں اور فرقوں میں جس کا مہل پڑھانا۔

—: 0 :—

سوسائٹی کے پریسڈنٹ — مسٹر عبدالجہد خواجہ،
 ٹس پریسڈنٹ — ڈاکٹر بھگوان داس اور ڈاکٹر عبدالحق،
 رولنگ ہائی کے پریسڈنٹ — ڈاکٹر بھگوان داس،
 کمیٹری — بلذت سلدرال۔

گورننگ باقی کے اور ممبر —

ڈاکٹر سید محمود، ڈاکٹر نارا چلند، مولوی سید
 لہمان ندوی، مسٹر منظر علی سوختہ، شری بی جی۔
 ہر، مسٹر ایس۔ کے۔ رودرا، یقذت بشمبہر ناتھ، مہاتما
 ہنگوان دین، سیٹھ پونم چندرانکا، قاضی محمد عبدالغفار
 رد شری اوم پرکاش پالیوال۔

مسیری کے قاعدوں کے لئے لکھتے۔

سندبرال

سکرپٹری: ہلدستانی کلچر سوسائٹی۔
145، منہی گنج، الہ آباد۔

نوٹ:—سوسائٹی کے نئے قاعدے کے انوسار ممبری کی فیس صرف ایک روپیہ کر دی گئی ہے۔ ”نیا ہند“ کے جو لکھک ممبر بننا چاہوں اُن کو صرف چھ روپیہ چلندہ لینے پر ہی ممبر بنا لیا جائیگا۔ الگ سے ممبری کی فیس دینے والے سوسائٹی کی نئی ہوئی کوئی کتاب جو ایک روپیہ دام کی ہوگی مفت لے سکیں گے یا زیادہ دام کی کتابوں لینے پر ایک بار ایک روپیہ کم کرا سکیں گے۔

'نیا ہند' کے পরিবার میں سے کئی کا تعلق انگریزوں کے ساتھ ہے۔ ان کے ساتھ کافی رشتہ مضبوط تھا۔ اور اس لیے اس نئے ہی ہم ان کے خاندان سے عام طور سے اور ان کے دوستوں سے خاص طور سے ہمدردی ظاہر کرتے ہیں اور ایشور سے پرانہ ہوتا کرتے ہیں کہ ہمدردی کی روح کو شانتی ملے۔

—بھگواندین

'نیا ہند' کے پرچم میں سے کئی کا تعلق انگریزوں کے ساتھ ہے۔ ان کے ساتھ کافی رشتہ مضبوط تھا۔ اور اس لیے اس نئے ہی ہم ان کے خاندان سے عام طور سے اور ان کے دوستوں سے خاص طور سے ہمدردی ظاہر کرتے ہیں اور ایشور سے پرانہ ہوتا کرتے ہیں کہ ہمدردی کی روح کو شانتی ملے۔

—بھگواندین

'نیا ہند' کا چین نمبر

'نیا ہند' کے پرمیوں کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ پंडित सुन्दर लाल जी की सदात में जो हिन्दू गुडविल मिशन चीन गया था दूसरी नवम्बर को दिल्ली वापस आ गया है.

मिशन ने चीन में जो देखा और समझा उसकी कुछ कुछ बर्चा अखबारों में पाई है लेकिन 'नया हिन्द' के पत्रों से पूरी पूरी जानकारी की आशा करेंगे. इसी लिये 'नया हिन्द' का दिसम्बर नम्बर 'चीन नम्बर' के नाम से निकलेगा.

इस नम्बर में पंडित सुन्दर लाल जी के आलावा मिशन के दूसरे मेम्बरों का लेख भी होगा. हमारी कोशिश होगी कि इस नम्बर में हमारे महान पड़ोसी देश के हर पक्ष पर राशनी पड़े और पाठकों को चीन के बारे में और जानिवदार और सजरबेकार आंखों का देखा हाल पढ़ने को मिल जाय और उनके सामने नए चीन की सच्ची तस्वीर आ जाय.

यह नम्बर पहली दिसम्बर तक निकल जायगा और इसका नाम सिर्फ दस आने होगा.

—मैनेजर

'नया हन्द' का चीन नम्बर

'नया हन्द' के प्रेमियों को یہ جان کر خوشی ہوگی کہ پंडित सुन्दर लाल जी की सदात में जो हिन्दू गुडविल मिशन चीन गया था दूसरी नवम्बर को दिल्ली वापस आ गया है.

मिशन ने चीन में जो देखा और समझा उसकी कुछ कुछ बर्चा अखबारों में पाई है लेकिन 'नया हन्द' के पत्रों से पूरी पूरी जानकारी की आशा करेंगे. इसी लिये 'नया हिन्द' का दिसम्बर नम्बर 'चीन नम्बर' के नाम से निकलेगा.

इस नम्बर में पंडित सुन्दर लाल जी के आलावा मिशन के दूसरे मेम्बरों का लेख भी होगा. हमारी कोशिश होगी कि इस नम्बर में हमारे महान पड़ोसी देश के हर पक्ष पर राशनी पड़े और पाठकों को चीन के बारे में और जानिवदार और सजरबेकार आंखों का देखा हाल पढ़ने को मिल जाय और उनके सामने नए चीन की सच्ची तस्वीर आ जाय.

यह नम्बर पहली दिसम्बर तक निकल जायगा और इसका नाम सिर्फ दस आने होगा.

—मैनेजर

اسی لڑائی کا تو یہ اثر ہے کہ اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ قتل راج کاجی قتل تھا اور اس ذرا سی بھول اور بے پرواہی کا یہ نتیجہ ہو سکتا ہے کہ اور دو چار بے گناہیں اور اسی طرح اپنی جان سے ماتہ دے رہے۔

نہ جانے کبھی ہجرت ایسا، حسین اور مہاتما گاندھی کی شہادتیں ان قاتلوں کو یہ سبق نہیں دیتیں کہ اس طرح کے قتل اس اصول کو کڑی دھڑک نہیں پہنچا سکتے جس اصول کی حق کاتلے کے خیال سے یہ قاتل اتنا ہوا گناہ کر بیٹھتے ہیں؟ یہ کہوں ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ انسانی خون سے اصول کی جڑیں سلجھتی ہیں کتنی نہیں اور جس انسان کا خون ہوتا ہے وہ انسان شہیدوں میں شامل ہو کر اسی اصول کے پودے میں ایک شاخ کا اور اضافہ کر دیتا ہے۔

کہا قاتل اور قتل کے مددگار اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ رہے کہ ایک مذمت بھی مقتول کی گدی خالی نہیں رہی۔ فوراً ہی تو انہوں جتنے مضبوط ناظم افسران صاحب نے گورنور جنرلی کو لات مار کر وزارت کی اس گدی کو سلجھال لیا، جس پر ابھی ایک شہید ہو چکا تھا۔

قاتل کے مددگار یہ اچھی طرح سمجھ لیں کہ ہندوستان اور ہندوستانی سرکار لیاقت علی خاں نے جیتے جی بولے ہی ان کے کچھ کاموں کو شک کی نظر سے دیکھتی ہوں پر ان کی شہادت کے بعد تو ہندوستان اور اس کی سرکار اس کے ہر کام کا وہ مطلب نکالتی ہے جسکی وجہ سے شہید پر نئی شک نہیں رہ جاتا۔

شہید کی زندگی میں ہندوستان پر حملے کا شور مچا ہوا تھا کہ کاشمیر پر بھی جو حملہ ہوا تھا اس کے بارے میں یہ کہنا ذرا مشکل ہے کہ اس میں ان کا ہاتھ تھا۔ اصل میں راج کاجی مہدان میں کود کر کہیں کہیں کچھ ایسے کام کرتے پڑتے ہیں جو دیکھنے میں بڑے اور بے پرواہ معلوم ہوتے ہیں پر ان کے پیچھے جو منشا رہتی ہے وہ بڑی نیک اور سمجھداری کی ہو سکتی ہے۔ اس لیے ان بڑے اور بے پرواہ کاموں کا نتیجہ ہونے سے پہلے کوئی نتیجہ نکال بیٹھنا خطرے سے خالی نہیں ہوتا اور جبھی تو ملکوں کی سرکاریں عام آدمیوں کی طرح سے نہ جلدی بیڑکتی ہیں اور نہ جلدی کچھ کر بیٹھتی ہیں۔ آج ہی ہندوستان میں دیکھ لیجئے آئے والے چٹاؤ کی خاطر کیا کیا شگوفے نہیں کھلائے جا رہے ہیں۔

قتل کی تحققات پاکستان میں جاری ہے۔ افغانستان نے قاتل کو افغانی ماننے سے انکار کر دیا ہے اور میں ہی نہیں انکار کر دیا اس کے پاس انکار کا پکا ثبوت ہی ہے۔

اسی لڑائی کا تو یہ اثر ہے کہ اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ قتل راج کاجی قتل تھا اور اس ذرا سی بھول اور بے پرواہی کا یہ نتیجہ ہو سکتا ہے کہ اور دو چار بے گناہیں اور اسی طرح اپنی جان سے ماتہ دے رہے۔

نہ جانے کبھی ہجرت ایسا، حسین اور مہاتما گاندھی کی شہادتیں ان قاتلوں کو یہ سبق نہیں دیتیں کہ اس طرح کے قتل اس اصول کو کڑی دھڑک نہیں پہنچا سکتے جس اصول کی حق کاتلے کے خیال سے یہ قاتل اتنا ہوا گناہ کر بیٹھتے ہیں؟ یہ کہوں ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ انسانی خون سے اصول کی جڑیں سلجھتی ہیں کتنی نہیں اور جس انسان کا خون ہوتا ہے وہ انسان شہیدوں میں شامل ہو کر اسی اصول کے پودے میں ایک شاخ کا اور اضافہ کر دیتا ہے۔

کہا قاتل اور قتل کے مددگار اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ رہے کہ ایک مذمت بھی مقتول کی گدی خالی نہیں رہی۔ فوراً ہی تو انہوں جتنے مضبوط ناظم افسران صاحب نے گورنور جنرلی کو لات مار کر وزارت کی اس گدی کو سلجھال لیا، جس پر ابھی ایک شہید ہو چکا تھا۔

قاتل کے مددگار یہ اچھی طرح سمجھ لیں کہ ہندوستان اور ہندوستانی سرکار لیاقت علی خاں نے جیتے جی بولے ہی ان کے کچھ کاموں کو شک کی نظر سے دیکھتی ہوں پر ان کی شہادت کے بعد تو ہندوستان اور اس کی سرکار اس کے ہر کام کا وہ مطلب نکالتی ہے جسکی وجہ سے شہید پر نئی شک نہیں رہ جاتا۔

شہید کی زندگی میں ہندوستان پر حملے کا شور مچا ہوا تھا کہ کاشمیر پر بھی جو حملہ ہوا تھا اس کے بارے میں یہ کہنا ذرا مشکل ہے کہ اس میں ان کا ہاتھ تھا۔ اصل میں راج کاجی مہدان میں کود کر کہیں کہیں کچھ ایسے کام کرتے پڑتے ہیں جو دیکھنے میں بڑے اور بے پرواہ معلوم ہوتے ہیں پر ان کے پیچھے جو منشا رہتی ہے وہ بڑی نیک اور سمجھداری کی ہو سکتی ہے۔ اس لیے ان بڑے اور بے پرواہ کاموں کا نتیجہ ہونے سے پہلے کوئی نتیجہ نکال بیٹھنا خطرے سے خالی نہیں ہوتا اور جبھی تو ملکوں کی سرکاریں عام آدمیوں کی طرح سے نہ جلدی بیڑکتی ہیں اور نہ جلدی کچھ کر بیٹھتی ہیں۔ آج ہی ہندوستان میں دیکھ لیجئے آئے والے چٹاؤ کی خاطر کیا کیا شگوفے نہیں کھلائے جا رہے ہیں۔

قتل کی تحققات پاکستان میں جاری ہے۔ افغانستان نے قاتل کو افغانی ماننے سے انکار کر دیا ہے اور میں ہی نہیں انکار کر دیا اس کے پاس انکار کا پکا ثبوت ہی ہے۔

امریکی اور روسی ملک کے مابین ایک بڑا مسئلہ ہے۔
 یہ یا اور ایسی طرح کے کلمے بندھنوں سے ہو۔ این۔ او۔
 کی شان نہیں بڑھتی، طاقت تو بڑھ ہی گئی ہے۔
 جب تک ہو۔ این۔ او۔ ان ملکوں اور بینکوں کو آگے
 اور کلنگ کا دھبہ نہیں مانتے کی تب تک ایسے اگڑھن
 ہوتے ہی رہیں گے جیسا آج سوئز پر ہو رہا ہے۔

یو۔ این۔ او۔ کے جلم لہنے کے دن سے اور کئی
 معلوم مہین بھی طاقت میں آنے کے بعد سے کبھی کوئی
 ایسا اگڑھن ہوا ہے جسکو سب ملکوں نے اگڑھن مانا
 ہو۔ یو۔ این۔ او۔ مہین گت بلندی کے دھتے اگڑھن
 آگ لکھے کی طرح مورکے سے مورکے آدمی کے لئے اگڑھن
 رہے گا۔ پر گت مہین بندھے سبجہدار ملکوں کی نظر میں
 وہ بچاؤ کی لڑائی یا ایسا ہی کچھ نام پائے گا۔

یہ سب کچھ ہم مصر کو بھی صلاح دیتے ہیں کہ وہ
 یو۔ این۔ او۔ کی طرف آنکھ نہ اٹھا کر اپنے دل کو جانچے
 اور اللہ پر پورے ایمانداری کے ساتھ اہلساتمک
 لڑائی چاہے۔ یہی ایک ایسی لڑائی ہے جس کی
 مار کو دنیا کے لوگ جہت کے نام سے پکارتے ہیں۔
 27. 10. '51 — بھگوان دین

لیاقت علی خان۔

16 اکتوبر کو راول پٹی میں جیسے ہی نواب زادہ
 لیاقت علی خان ہولنے کے لئے کھڑے ہوئے کہ کسی نے
 ان پر گولی داغ دی اور وہ تھوڑی دیر کے بعد ہی اسہتال
 میں اس دنیا کو چھوڑ کر چل دیے۔

جیسے ہی یہ خبر ریڈیو سے دلی پہونچی تو دلی
 کی سرکار کے اندر سب باتیں ہول کر شہید کے ساتھ جو
 پرانی ہم وطنیت تھی وہ جاگ اٹھی اور انہیں ویسا
 ہی افسوس ہوا جیسا کسی اور مشہور ہم وطن کے ہارے
 میں ہوتا۔ اور پھر ہندوستانی سرکار نے اسی خیال کے
 مطابق اظہار بھی کیا۔ یہ بہت تھوک تھا۔

موت ایک دن سب کو آتی ہے اور کسی نہ کسی کو
 آنے دن آتی ہی دھتی ہے، پر اس طرح پستول کی گولی
 پر سوار ہو کر آئی ہوئی موت دل یا دلوں پر گہرا نشان
 چھوڑے بغیر نہیں جاتی۔ اور ان نشانوں سے معذور ہو کر
 ہی دل کو زبان اور قلم کے ذریعے سامنے آنا ہی پوتا ہے۔

راج گاجی قتل آج کل زوروں پر ہیں اور ہوسکتا ہے
 یہ قتل بھی اسی زنجیر کی ایک کڑی ہو۔ پر مشکل
 تو یہ ہے کہ پاکستان کی جلتا کچھ اس طرح کی تعلیم
 پائے ہوئے ہے کہ وہ ایسے نازک موقعوں پر اپنا ستم
 (توازن) کچھ بڑھتی ہے اور قانون کو اپنے ماتحت
 میں لے کر قانونی مستحکات کو ہتھ پر باندھتی ہے۔

یو۔ این۔ او۔ کے جنم لینے کے دن سے اور کینہی
 مانیوں میں مہی تاکت میں آنے کے باء سے کبھی کوئی ایسا
 اگڑھن دھکا ہے جسکو سب ملکوں نے اگڑھن مانا ہو۔
 یو۔ این۔ او۔ میں گودبندی کے رکھتے اگڑھن آگ لگانے
 کی तरह مूर्ख سے مूर्ख آدمی کے لियے اگڑھن رہے گا۔ پر
 گود میں بंधे समझदार मुर्खों की नजर में वह बचाव की
 लड़ाई या ऐसा ही कुछ नाम पायगा۔

یہ سب کچھ کر ہم میں کو یہی سلاہ دیتے ہیں
 کہ وہ یو۔ این۔ او۔ کی तरह آواز نہ بٹا کر اپنے
 دیکھ کو جانے اور اگڑھن پر بھروسہ کر کے ایماندار
 کے साथ اہلساتمک لڑاई لے دے۔ یہی ایک ایسی لڑاई
 ہے جسکی دھار کو دنیسا کے لوگ جت کے نام سے
 پکارتے ہیں۔

27. 10. '51

— باواندین

لیاقت علی خان۔

16 اکتوبر کو راول پٹی میں جیسے ہی نواب زادہ
 لیاقت علی خان بولنے کے لیے کھڑے ہوئے کہ کسی نے
 ان پر گولی داغ دی اور وہ تھوڑی دیر کے بعد ہی
 اسپتال میں اس دنیا کو چھوڑ کر چل دیے۔

جیسے ہی یہ خبر ریڈیو سے دلی پہونچی تو دلی
 کی سرکار کے اندر سب باتیں ہول کر شہید کے ساتھ جو
 پرانی ہم وطنیت تھی وہ جاگ اٹھی اور انہیں ویسا
 ہی افسوس ہوا جیسا کسی اور مشہور ہم وطن کے ہارے
 میں ہوتا۔ اور پھر ہندوستانی سرکار نے اسی خیال کے
 مطابق اظہار بھی کیا۔ یہ بہت تھوک تھا۔

موت ایک دن سب کو آتی ہے اور کسی نہ کسی کو
 آنے دن آتی ہی دھتی ہے، پر اس طرح پستول کی گولی
 پر سوار ہو کر آئی ہوئی موت دل یا دلوں پر گہرا نشان
 چھوڑے بغیر نہیں جاتی۔ اور ان نشانوں سے معذور ہو کر
 ہی دل کو زبان اور قلم کے ذریعے سامنے آنا ہی پوتا ہے۔

راج گاجی قتل آج کل زوروں پر ہیں اور ہوسکتا ہے
 یہ قتل بھی اسی زنجیر کی ایک کڑی ہو۔ پر مشکل
 تو یہ ہے کہ پاکستان کی جلتا کچھ اس طرح کی تعلیم
 پائے ہوئے ہے کہ وہ ایسے نازک موقعوں پر اپنا ستم
 (توازن) کچھ بڑھتی ہے اور قانون کو اپنے ماتحت
 میں لے کر قانونی مستحکات کو ہتھ پر باندھتی ہے۔

बरतानिया के अखिरन का मुलाक़ा हमले से नहीं करेगा, वह बाईकट के इधियार से करेगा. पर यह हमारी समझ में बिलकुल नहीं आता कि वह शान्ति भक्त कानी असन कोर खासियेत बाली और यू. एन. ओ. की सुरक्षा कौंसिल नाम बोली संस्था के पास क्या मांगन जा रहा है. वहां उसे हाथ आपगम बरसों का झमेला, और जब तक स्वेज के मैदान में बरतानिया के हर तरह के अड्डे तैयार हो चुकेंगे और क्या अजब कि उस सुरक्षा कौंसिल के कोई दो टुक फ़ैसला मिलने से पहले तीसरी लड़ाई खड़ी हो जाय और फिर अग्रेशन का खवाल ही न रह जाय.

مطابق کے آئینہ کی مثال سے کہیں کہیں وہ
کونسل کے ممبران پر یہ ہمارے سچے نہیں بالکل
سچے آقا نہ وہ شانتی بھکشک یعنی امن خور خاصیت
والی اور ہو۔ این۔ او۔ کی سرورشا کونسل قائم والی سلسلہ کے
پیش کیا مانگئے جا رہا ہے۔ وہاں اسے ہاتھ آئے گا برسوں کا
جسمہ۔ اور جب تک سوئز کے میدان میں برطانیہ کے
ہر طرح کے اڈے تیار ہو چکیں گے اور کہا عجب کہ اس
سرورشا کونسل کے کوئی دو توک فیصلہ ملنے سے پہلے
تیسری لڑائی کہی ہو جائے اور پھر کریشن کا سوال ہی
نہ رہ جائے۔

مصر کون کم ہے ! اُس نے بھی موقع سے موقع کسی نہ کسی وقت مہر ملکر ایسے قدم اٹھائے ہوں جن سے برطانیہ کو مدد ملی ہے اور آج برطانیہ اسی مدد سے فائدہ اٹھا کر اپنے مدد فیملے والے مصر پر زہر دستی کر رہا ہے ۔

چرچل کے ہاتھ میں اس وقت برطانیہ کی طاقت کی
ہاگ تیز آجانا کچھ کم معرکے کی بات نہیں ہے۔ اب یہ اُمید
کڑا مشکل ہے کہ سوئز کے میدان سے برطانیہ کی فوجوں
جلدی ہی لوٹ جائیں گی۔

اُس وجہ سے نہیں کہ مصر کمزور ہے بلکہ اُس وجہ سے کہ اہلسکاتھمار کبھی نہ چوکنے والا ہتھیار ہے۔ ہم مصر کو یہی صلاح دیں گے کہ وہ سوئز کے معاملے میں ذرا بھی قدم پیچھے نہ ہٹائے اور اُس یکہ میں شکستی بہر آہوتیاں دے قالے۔ اُس کی جہت ہوگی کہونکہ اُس کے اہلسکاتھمار پر سچائی کا پانی چڑھا ہوا ہے۔ پرانے مصلحتانے غلامی کے پتے ہوں، ان پتوں کو ٹھوک مانڈا لٹا ہے، ان پر عمل درآمد کرنا ستون کو پاؤں سے کچلنا ہے، ان کی عزت کرنا ایسور سے مکہ ہونا ہے۔ ان پتوں کو غلط مانڈا دھرم ہے، ان پتوں پر عمل نہ کرنا سچائی کو سر پر بٹھانا ہے۔ ان پتوں کو ٹھکرانا اور بے عزتی کی نظر سے دیکھنا ایسور اور اللہ پر وشواس کرنا ہے۔

اُن چھوٹے چھوٹے ملکوں کو جو بے سندھ ہو چکے
کسی بھی کٹ میں شامل ہو گئے ہوں مصر کے اِس سوڈ
نور کے معاملے سے سبق لینا چاہئے اور یہ اچھی طرح
سمجھ رکھنا چاہئے کہ کسی بھی دن اُن کو ایسے یہاں
جہازوں اور ہوائی اڈوں کے لئے مجبور کیا جاسکتا ہے ۔
چھوٹے چھوٹے ملک اب بھی کٹ سے نکل کر ایک بہت
بڑی طاقت بن سکتے ہوں اور اپنی اخلاقی آواز اُٹھا کر
اسی کے اور دوس دھنوں کو ہی تھپک راہ ہر آلے کے لئے
مجبور کر سکتے ہیں اور ہو ۔ آئیں ۔ او ۔ کو سچے معنی
میں اُسی کی سندھ میں تبدیل کر سکتے ہیں ۔

چین کی بے परवाہی سے کھڑے۔ اس طرح دیکھا گیا کہ اے گئے
 گینے ہی کھڑے آدھی جان پائے۔ اس دہانے کا نتیجہ یہ ہوا
 کہ دیکھنی کوریا کی طرف سے چھوڑ چھوڑ بڑھتی رہی اور
 آخر ایک دن آخری کوریا کو اس چھوڑ چھوڑ سے تلک آکر
 اپنے بچاؤ کے لئے دیکھنی کوریا پر باقاعدہ حملہ کرنا پڑا۔ اس
 جنگ ظاہر سنجائی کی ہو ہوا مچا کر کہیں جانچ نہ
 ہونے دی گئی۔ بس اس وجہ سے کوریا کا حملہ آکریشن
 بن گیا اور چٹ پٹ امریکہ کی چالاک سے امن کی سلسلہ
 ہو۔ این۔ او۔ کوئی کی سلسلہ میں تبدیل ہوگئی اور
 اس نے اپنی فوجوں کو امریکی جنرل کی ماتحتی میں
 کوریا لوٹنے کے لئے بھیج دیا۔ آخری اور دیکھنی کوریا آج ابتدا
 مت چکا ہے کہ اگر ویدیشی فوجوں وہاں سے ہٹ جائیں
 تو کوریا میں اٹو والی شانتی اور امن کا راج ہی دکھائی
 دے۔ اگر ایسی ہی شانتی اور امن ہو۔ این۔ او۔ کا
 آدرش ہے تو ہو۔ این۔ او۔ ضرور سہل ہوئی ہے اور ایسی
 سہلکتا تو وہ آسانی سے سوئز کے میدان میں بھی حاصل
 کر سکتی ہے۔

برطانیہ سے فوجوں چاہی آرہی ہیں، سوئز کے میدان
 پر انتہی ہو رہی ہیں مانو وہاں کوئی کٹھ پتلی کا تماشا
 تھا جسے دیکھنے کے لئے وہ آئی تھیں۔ برطانیہ سے جہاں
 ہوا چلا آ رہا ہے، اُن کپتوں کا دستہ چلا آ رہا ہے مانو
 سوئز کے میدان میں فٹ بال کا مہج ہو رہا ہو۔ یہ
 کاروائی سارے ملک دیکھ رہے ہیں اور مصر کو چھوڑ دے
 51 ملک بھی دیکھ رہے ہیں جو یہ۔ این۔ او۔ میں
 شامل ہیں پر اسے وہ آکریشن نہیں کہہ سکتے کہونکہ
 امریکہ نے کہیں اسے آکریشن نہیں کہا۔ اور اگر دوسرے یا
 اور کوئی ملک اسے آکریشن کہہ بھی دے تو اس کی سلسلہ
 ہی کون ہے کہونکہ ہو۔ این۔ او۔ میں اسکی ٹٹ کی
 گلتی بہت تھوڑی ہے۔ آجکل کے نئے قانون کے مطابق
 آدھی مرنے پر ہی مرنا ہوا نہیں مانا جاسکتا، اگر کوئی
 قاتل اسے مارنے کی سلسلہ نہ دے۔ برطانیہ اگر مصر کو
 تھیں نہیں بھی کر دے تو وہ جب تک آکریشن نہیں
 سمجھا جا سکتا جب تک ہو۔ این۔ او۔ کا ملٹری لی
 اسے آکریشن نہ کہ دے، یہ آج کی دنیا کا قانون ہے۔ ہندستان
 میں جب انگریزی راج تھا تو قانون کی اس طرح کی
 انوکھی انوکھی باتیں سلسلہ میں آیا کرتی تھیں۔ مرنے
 والا ابھی زندہ ہے پر اس کے مارنے والے کو پھانسی کی سزا
 ہوگئی اور پھانسی پر چڑھا بھی دیا گیا اور اسکی لہی کی
 آخری کرپا بھی کر دی گئی۔ آج ہو۔ این۔ او۔ کے فیصلے
 بھی کچھ ایسے انوکھے ہوتے ہیں۔ بے دل کی سلسلہ ہے اور
 امید بھی کیا کی جا سکتی ہے۔

مصر نے لیمک ہی سوچا ہے کہ وہ ابھی کچھ نہیں

برطانیہ سے کویں چلی جا رہی ہیں، سب کے میدان
 پر ایکڑی ہو رہی ہیں مانو جہاں کوئی کٹھ پتلی کا تماشا
 تھا جسے دیکھنے کے لیے وہ آئی تھیں۔ برطانیہ سے جہاں
 ہوا چلا آ رہا ہے، اُن کپتوں کا دستہ چلا آ رہا ہے مانو
 سوئز کے میدان میں فٹ بال کا مہج ہو رہا ہو۔ یہ
 کاروائی سارے ملک دیکھ رہے ہیں اور مصر کو چھوڑ دے
 51 ملک بھی دیکھ رہے ہیں جو یہ۔ این۔ او۔ میں
 شامل ہیں پر اسے وہ آکریشن نہیں کہہ سکتے کہونکہ
 امریکہ نے کہیں اسے آکریشن نہیں کہا۔ اور اگر دوسرے یا
 اور کوئی ملک اسے آکریشن کہہ بھی دے تو اس کی سلسلہ
 ہی کون ہے کہونکہ ہو۔ این۔ او۔ میں اسکی ٹٹ کی
 گلتی بہت تھوڑی ہے۔ آجکل کے نئے قانون کے مطابق
 آدھی مرنے پر ہی مرنا ہوا نہیں مانا جاسکتا، اگر کوئی
 قاتل اسے مارنے کی سلسلہ نہ دے۔ برطانیہ اگر مصر کو
 تھیں نہیں بھی کر دے تو وہ جب تک آکریشن نہیں
 سمجھا جا سکتا جب تک ہو۔ این۔ او۔ کا ملٹری لی
 اسے آکریشن نہ کہ دے، یہ آج کی دنیا کا قانون ہے۔ ہندستان
 میں جب انگریزی راج تھا تو قانون کی اس طرح کی
 انوکھی انوکھی باتیں سلسلہ میں آیا کرتی تھیں۔ مرنے
 والا ابھی زندہ ہے پر اس کے مارنے والے کو پھانسی کی سزا
 ہوگئی اور پھانسی پر چڑھا بھی دیا گیا اور اسکی لہی کی
 آخری کرپا بھی کر دی گئی۔ آج ہو۔ این۔ او۔ کے فیصلے
 بھی کچھ ایسے انوکھے ہوتے ہیں۔ بے دل کی سلسلہ ہے اور
 امید بھی کیا کی جا سکتی ہے۔

میں نے ایک ہی سوچا ہے کہ وہ ابھی کچھ نہیں

سویڈن نگر اور میسل

سویڈن کی نگر جو میسل سے جڑی ہوئی ہے اور جس پر میسل کی مالکیت سے راجہ ہی کسی کو انکار ہو، اب تک برطانیہ کی دوکان بلی ہوئی تھی، دو چار دن سے چھوڑی ہوئی ہے اور کیا عجیب کچھ دنوں میں نوآبادی کا روپ لے لے۔

یورپ کے छोटे छोटे ملک نہ جانے کب سے کسی तरह سے ایشیا اور افریقا کے بڑے بڑے ملکوں کے छोटे छोटे हिस्सों के مالिक बन बैठे हैं और हमेशा के लिये उसके مالिक बने रहना चाहते हैं. यह बात अपने आप में तो बुरी है ही पर इस में एक बुराई और है और वह यह कि योरप के जिन मुल्कों के हाथ में एशिया और अफ्रीका के ऐसे हिस्से नहीं हैं उनकी ऐसे हिस्से पाने के लिये राल टपकती रहती है. और अगर वह अमरीका जितने ताकतवर या चालाक बन जायें तो जरूर ही एशिया या अफ्रीका के किसी न किसी हिस्से पर कब्जा कर बैठें और क्या अब दो ही दिन में वह उस हिस्से को ऐसा समझने लगे मानों उन्हें मीरास में ही मिला हो.

हाल ही में जापान के दो दक्खिनी टापुओं पर देख रेख के बहाने अमरीका डट गया है और सिर्फ इस वजह से कि वह ताकतवर और चालाक है. अमरीका के मुकाबले का चालाक अगर रुस होता तो उन टापुओं का मालिक अमरीका हरगिज नहीं होता. या तो फिर रुस खुद होता या अपने गुट के किसी और को वहां बिठा देता. जापान के इन दक्खिनी टापुओं पर अमरीका किसी नाते भी डटा सही डट जरूर गया है. और रुस इस मामले में चुप रहा इसकी वजह यह है कि जापान के दो उत्तरी टापुओं पर वह खुद आसन जमाए हुए है.

इस तरह का बेतुका पन सारी दुनिया में छाया हुआ है. और फिर भी यू. एन. ओ. नाम की संस्था न मालूम किस हवाई की चादर ओढ़ कर यह कह रही है कि वह दुनिया भर की पंचायत है, दुनिया भर का भला चाहती है और दुनिया भर में अमन फैलाना चाहती है.

सुईडन पर ब्रिटानिया की गोली से मित्र के आदमी का मरना और आदमियों का बायल होना सुनकर हमें कोरिया की याद आ जाती है. वहां भी शुरू में खुद अमरीकियों ने या अमरीका के इशारे पर दक्खिनी कोरिया के लोगों ने उत्तरी कोरिया के खिलाफ छेड़ छाड़ शुरू की थी पर उन दिनों दूसरी बड़ी लड़ाई का नशा लोगों के दिल से इतना न उतर पाया था कि दुनिया के और मुल्क उस दक्खिनी कोरिया की छेड़ छाड़ की तरफ निगाह डालते, इसलिये वह लड़ाई अमरीका की मदद से और रुस और

सुईडन नगर और मेसूर

सुईडन नगर जो मेसूर से लगी होती है और जिस पर मेसूर की मालिकी से शान्द ही किसी को अन्कार हो, अब तक ब्रिटानिया की दुकान बली होती थी, दो चार दिन से छोड़ दी है और क्या عجیب कुछ दिनों में नुआबदी का रूप ले ले.

योरप के छोटे छोटे मुल्क ने जाने कब से किसी तरह से अیشिया और अफ्रीके के बड़े बड़े मुल्कों के छोटे छोटे हिस्सों के मालिक बन बैठे हैं. यह बात अपने आप में तो बुरी है ही पर इस में एक बुराई और है और वह यह कि योरप के जिन मुल्कों के हाथ में अیشिया और अफ्रीके के ऐसे हिस्से नहीं हैं उनकी ऐसे हिस्से पाने के लिये राल टपकती रहती है. और अगर वह अमरीका जितने ताकतवर या चालाक बन जायें तो जरूर ही एशिया या अफ्रीका के किसी न किसी हिस्से पर कब्जा कर बैठें और क्या अब दो ही दिन में वह उस हिस्से को ऐसा समझने लगे मानों उन्हें मीरास में ही मिला हो.

हाल ही में जापान के दो दक्खिनी टापुओं पर देख रेख के बहाने अमरीका डट गया है और सिर्फ इस वजह से कि वह ताकतवर और चालाक है. अमरीका के मुकाबले का चालाक अगर रुस होता तो उन टापुओं का मालिक अमरीका हरगिज नहीं होता. या तो फिर रुस खुद होता या अपने गुट के किसी और को वहां बिठा देता. जापान के इन दक्खिनी टापुओं पर अमरीका किसी नाते भी डटा सही डट जरूर गया है. और रुस इस मामले में चुप रहा इसकी वजह यह है कि जापान के दो उत्तरी टापुओं पर वह खुद आसन जमाए हुए है.

इस तरह का बेतुका पन सारी दुनिया में छाया हुआ है. और फिर भी यू. एन. ओ. नाम की संस्था न मालूम किस हवाई की चादर ओढ़ कर यह कह रही है कि वह दुनिया भर की पंचायत है, दुनिया भर का भला चाहती है और दुनिया भर में अमन फैलाना चाहती है.

सुईडन पर ब्रिटानिया की गोली से मित्र के आदमी का मरना और आदमियों का बायल होना सुनकर हमें कोरिया की याद आ जाती है. वहां भी शुरू में खुद अमरीकियों ने या अमरीका के इशारे पर दक्खिनी कोरिया के लोगों ने उत्तरी कोरिया के खिलाफ छेड़ छाड़ शुरू की थी पर उन दिनों दूसरी बड़ी लड़ाई का नशा लोगों के दिल से इतना न उतर पाया था कि दुनिया के और मुल्क उस दक्खिनी कोरिया की छेड़ छाड़ की तरफ निगाह डालते, इसलिये वह लड़ाई अमरीका की मदद से और रुस और

نहीं रह गई कि वह दुनिया की कोई मलाई कर सकती है। इसे ऐटम युग में वह संस्था ऐटम बम से मिट भर सकती है, ऐटम की ताकत से कोई ऐसी करामات नहीं दिखा सकती जिससे दुनिया के सब मुल्कों के खुराक, कपड़े और مکان کا سवाल حل ہو سکے۔ اور ان کا اس طرح سوچنا ٹھوک ہی ہے کہ اگر یہ سوال پوری طرح حل ہو جائے اور آسانی سے حل ہو جائے تو پھر کہوں امریکہ کو ریا میں لڑنے کے لئے جائے اور کہوں روس پرطانیہ کو آنگہ دکھائے اور کہوں جاپان چین سے ٹھمرائے اور کہوں آسٹریلیا جاپان سے بچ نہ پائے اور کہوں ایک ملک دوسرے ملک میں آئے ہوئی اقدے بڈانے کی سوچے اور کہوں ایک ملک دوسرے ملک کے پائی میں اپنے جہازی ہونے کے لئے اقا بڈانے کی بات چیت کرے۔

یو۔ این۔ او۔ اگر زندہ رہنا چاہتی ہے تو اسے سچے معذوں میں امن کی سلسلہ بنانا ہوگا اور ان ہوی ہوی طاقتوں کے ایسی جھگڑوں میں پڑ کر ایسے معاملوں میں پڑنے سے بچنا ہوگا جو ان سے تعلق نہیں رکھتے۔ ان ملکوں کو بہت جلدی اپنے میں شامل کرنا ہوگا جو اس میں ملنا چاہتے ہیں اور جو ملک کسی وجہ سے اس میں ملنا نہیں چاہتے ان کے امن کی ذمہ داری اُسکو اپنے اوپر اور عملی ہوگی۔ اسکا یہ مطلب ہوگا نہ سمجھا جائے کہ ان ملکوں کے اندرونی جھگڑوں میں اسے پڑنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے کہنے کا مدد یہی مطلب ہے کہ یو۔ این۔ او۔ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے ملکوں پر جو اس میں شامل نہیں ہیں کسی دوسرے ملک کا حملہ نہ ہونے دے اور اگر کسی وجہ سے یہ اس کے بس کے باہر کی بات ہو تو وہ اخلاقی ہتھیار سے کام لے اور حملہ روکنے کے لئے ایسی ہوی پلچاوت کا یہ ہتھیار ہونے کا ثابت ہوگا۔

لال چین پھر چاہے وہ کسی بھی وجہ سے کہوں نہ ہو اگر یو۔ این۔ او۔ میں شامل نہیں ہے تب یو۔ این۔ او۔ کی یہ سب سے ہوی ذمہ داری ہے کہ وہ روس، جاپان، هندستان، برطانیہ، امریکہ یا دنیا کے کسی ملک کا بھی چین پر حملہ نہ ہونے دے اور اگر کوئی حملہ کر ہی دے تو اسے اخلاقی مدد نہ دے۔ پھر چین کو کیا پڑی کہ وہ یو۔ این۔ او۔ کو ہوی نظر سے دیکھے۔ پر یو۔ این۔ او۔ ایسی پہلی سلسلہ بنائے سے پہلے چین کو اپنے میں ملے ہی لے گی کیونکہ چین تو ملنا چاہتا ہے۔

پرمانہ کرے لئے برس میں قدم رکھتے یو۔ این۔ او۔ کے مالکوں کو سچی سمجھ آئے اور ہمیشہ کے لئے نہ سہی دس برس برسوں کے لئے ہی ہانتی کی بہار ساری دنیا میں پھیل جائے اور دنیا ایک بھائی بھارے کے رشتے میں بندہ جائے۔

बरतानिया में इस सभी साक्ष्यों के मिल बैठने के समय और यू. एन. जो. नास लेवे समय बरतानिया में राजा था और आज भी है. वहां की सरकार पारलिमेन्टरी सरकार थी और आज भी है. इसी तरह अमरीका में अपने ढंग की जमहूरियत थी और आज भी है, फ्रान्स में कुछ और ही ढंग की सरकार थी और आज भी है, चीन में अपने ढंग की सरकार थी और आज भी किसी ढंग की है, रूस में किसी और ही ढंग की सरकार थी और आज भी है. यही सब तरह की सरकारें मिलकर एक अजब गुलस्ता बना था और फिर सबको भला लगना ही था पर अब एक फूल को न जाने क्या सूझ बैठी है जो चाहता है कि सब मेरे रंग के हो जायें या कम से कम एक रंग तो मेरा रंग अपना ही ले. यह झगड़े की जड़ नहीं है तो क्या है, और ऐसे झगड़े का इस दुनिया भर की पंचायत में क्या काम है और इसके लिये बीटो और वोट को क्या जरूरत ! ऐसा समझौते की सनद (Charter) में कहाँ जिक्र है.

برطانیہ میں ان ہی طاقتوں کے مل بیٹھنے کے نتیجے
اور یورپ، افریقہ، اسیا، اور آسٹریلیا کے نام لیتے سے برطانیہ میں راجہ تھا
اور آج بھی ہے۔ وہاں کی سرکار پارلیمنٹری سرکار تھی اور
آج بھی ہے۔ اسی طرح امریکہ میں اپنے قہلک کی
جمہوریت تھی اور آج بھی ہے، فرانس میں کچھ اور ہی
قہلک کی سرکار تھی اور آج بھی ہے، چین میں اپنے
قہلک کی سرکار تھی اور آج بھی کسی قہلک کی ہے،
روس میں کسی اور ہی قہلک کی سرکار تھی اور آج
بھی ہے۔ یہی سب طرح کی سرکاریں مل کر ایک عجیب
فل دبستہ بناتا تھا اور پھر سب کو بھلا لگتا ہی تھا پر
اب ایک پہول کو نہ جانے کیا سوچہ بچتی ہے جو چاہتا
ہے کہ سب پورے رنگ کے ہو جائیں یا کم سے کم ایک
رنگ تو سورا رنگ اپنا ہی لے۔ یہ جھکڑے کی جڑ نہیں
ہے تو کہا ہے، اور ایسے جھکڑے کا اس دنیا بھر کی پختچائیت
میں کیا کام ہے اور اس کے لئے ویٹو اور ووٹ کی کیا ضرورت!
ایسا سمجھوتے کی سند (Charter) میں کہاں ذکر ہے۔

कर लाक हुए जा रहे हैं, इनकी चीन में आग लगी हुई है, ईरान और मिस्र में न जाने क्या क्या हो जाय, काराची को ले कर हिन्दुस्तान और पाकिस्तान में भी कोई नया शगूना खिलाया जा सकता है, पूरबी और पच्छिमी जर्मनी दोनों मिलकर न जाने क्या क्या कर बैठें, मतलब यह कि दुनिया के हर हिस्से में अमन की जगह अशान्ति का ही राज है, और इस अशान्ति की जिम्मेदार कौन है— अमन की देवी के नाम से पैदा हुई यू. एन. ओ.

किसी पत्थर की मूर्त के दो आंख की जगह चार आंख भी हो सकती हैं पर क्या वह देख सकती है? हां, वह देख सकता है जो उस मूर्त का मालिक है, पत्थर की मूर्त के दो कान की जगह चार कान हो सकते हैं, पर क्या वह मूर्त सुन सकती है? हां, वह सुन सकता है जो उस मूर्त का मालिक है, अब मूर्त का मालिक जो देखे या सुने वही मूर्त देखे और सुनेगी, यही हाल यू. एन. ओ. का है, उसके दो नहीं दसियों आंखें हैं पर उसे यह दिखाई नहीं देता कि चीन की सरकार कौन है, उसके दो कान नहीं दसियों कान हैं पर उसे यह नहीं सुनाई देता कि हिन्दुस्तान जितना बड़ा मुल्क यह कह रहा है कि चीन का मालिक चीन की लाल सरकार, उस मूर्त बनी यू. एन. ओ. का मालिक तो यह देख रहा है कि चीन का मालिक चांग-काई शेक है और वह यही सुन रहा है, इसलिये यू. एन. ओ. यही देख सुन रही है.

दसियों आंखों और दसियों कानों वाली यू. एन. ओ. न कोरिया की बरबादी देख सकती है और न वहां की माओं और बच्चों की कराह सुन सकती है, वह अपने बिलकुल पास के बीटो और वोटों को भी न देख सकती है और न सुन सकती है, अब बताइये ऐसी संस्था की बरस मोठ के मोठे पर हम उसे क्या बधाई दें.

मिल बैठ कर बात करने के वायदे से यू. एन. ओ. के नाम से जमा हुए ये बरतानिया, अमरीका, फ्रांस, चीन और रूस, पर भूल बैठे अपना वायदा और अब जब भी मिल बैठने को इकट्ठा होते हैं तो बीटो और वोटों के हथि-बारों से लड़ बैठते हैं, और इस लड़ाई का नाम चल पड़ा है ठन्डी लड़ाई, इस ठन्डी लड़ाई में एक न एक दिन यू. एन. ओ. ऐसी अकड़ कर रह जागी जैसे लकवे की मार से आदमी का जिस्म, और फिर न जाने, किधर को उसका मुंह होगा और किधर को होगी आंखों की पुतली, वह मूर्त तो उस बल्लत भी रहेगी पर इतनी बदसूरत कि कोई उसे देखना पसन्द न करेगा, हां, तो इन पांच ताकतों में से चीन नाम की एक ताकत जो अब सच्चे मानों में एक ताकत बन गई है उसे उस गुट ने जिस के हाथ का यू. एन. ओ. खिलौना बनी हुई है दूब में बड़ी मक्खनी की तरह जिकल बाहर कर दिया, यह अच्छा मिल बैठना हुआ!

ख़ाक़ कहते हैं: 'مَنْ لَمْ يَخْرُجْ مِنْ أَهْلِهِ لَمْ يَخْرُجْ مِنْ أَهْلِهِ' (जो अपने लोगों से नहीं निकलता, वह अपने लोगों से नहीं निकलता)।
 ان اور مصر میں نہ جانے کب کیا ہو جائے، کاشمیر اور ہندوستان اور پاکستان میں بھی کوئی نیا شگوفہ ایا جاسکتا ہے، پوربی اور پچھمی جرمنی دونوں مل نہ جانے کب کیا کر سکتے ہیں، مطلب یہ کہ دنیا کے حصے میں امن کی جگہ امانتی کا ہی راج ہے، اور امانتی کی ذمہ دار کون ہے—امن کی دیوی کے نام پیدا ہوئی یو. این. او.

کسی پتھر کی صورت کے دو آنکھ کی جگہ چار آنکھ ہو سکتی ہیں پر کیا وہ دیکھ سکتی ہے؟ 'ہاں' وہ ہو سکتا ہے جو اس صورت کا مالک ہے، پتھر کی صورت کے دو کان کی جگہ چار کان ہو سکتے ہیں پر کیا صورت سن سکتی ہے؟ 'ہاں' وہ سن سکتا ہے جو اس کا مالک ہے، اب صورت کا مالک جو دیکھے یا سنے، صورت دیکھے اور سنیگی، یہی حال یو. این. او. ہے، اس کے دو نہیں دسیوں آنکھیں ہیں پر اسے یہ اتنی نہیں دیتا کہ چین کی سرکار کون ہے، اس کے دو نہیں دسیوں کان ہیں پر اسے یہ نہیں سنائی کہ ہندوستان جتنا بڑا ملک ہے کہ رہا ہے کہ چین مالک چین کی لال سرکار، اس صورت بلی یو. این. او. مالک تو یہ دیکھ رہا ہے کہ چین کا مالک چانگ شیک ہے اور وہ یہی سن رہا ہے، اس لئے یو. این. او. دیکھ سن رہی ہے.

دسیوں آنکھوں اور دسیوں کانوں والی یو. این. او. ورپا کی بربادی دیکھ سکتی ہے اور نہ وہاں کی ماؤں بچوں کی کراہ سن سکتی ہے، وہ اپنے بالکل پاس کے اور دوٹوں کو بھی نہ دیکھ سکتی ہے اور نہ سن سکتی ہے، اب بتائیے ایسی سندھیا کی برس گانٹھ کے ہے پر ہم اسے کیا بددعائی دیں.

مل بھٹہ کر بات کرنے کے وعدے سے یو. این. او. کے سے جمع ہوئے تھے برطانویہ، امریکہ، فرانس، چین اور یو. ایس. پر بھول بھٹے اپنا وعدہ اور اب جب بھی مل ملنے کو اکٹھا ہوتے ہیں تو دھتور اور دوٹوں کے ہتھماروں لڑ بھٹتے ہیں، اور اس لڑائی کا نام چل پڑا ہے لڑائی، اس تھلندی لڑائی میں ایک نہ ایک یو. این. او. ایسی اڑ کر رہ جائیگی جسے بقولے مار سے آدمی کا جسم، اور پھر نہ جانے کدھر کو اس ملے ہوگا اور کدھر ہونگی آنکھوں کی پتلی، وہ صورت اس وقت بھی دھنکی پر اتلی بدصورت کہ کوئی اسے ملنا پسند نہ کرے گا، 'ہاں' تو ان پانچ طاقتوں میں چین نام کی ایک طاقت جو اب سچے معمول میں طاقت بن گئی ہے اسے اس وقت کے جس کے ہاتھ کا این. او. کھلونا بنی ہوئی ہے، دودھ میں پڑی اس کی طرح نکال باہر کر دیا، یہ اچھا مل بھٹتا ہوا!

یہ کہہ کر اس نے لوہے کی پونچھ کے ہاتھ میں لہٹی ہوئی
 آگ کو سواٹھا کر جھوٹے لہٹی دھتی ھ . خود گھٹ گئے
 ہو گئے یہ چاہتی ھ کہ دوسرے اس کے گھٹ گائیں . اسے
 یہ تک نہیں معلوم کہ گھٹ گائے یا تعریف کے گھٹ سلنے
 سے آدرش کی منزل تک نہیں پہنچا جانا اور نہ کوئی
 پہنچا ھ . یہ کچھ ملک میں جو آئے دن بہانہ بنکر اس
 کے گھٹ گاتے رہے ہیں .

یو امین . او . یہ خوب سمجھ لے کہ جو ملک اُس کے گھٹ گاتے ہوں وہ اُس کے بہکت بھی ہوں ایسی بات نہیں ہے . اُن کی بہکتی گھٹ گاتے تک ہی محدود ہے . موقع پونے پر وہ اُسے اس طرح چھوڑ کر بھاگنے جس طرح آدمی کے ساتھ ہمیشہ چلنے والی پرچھائوں اندھیرے میں اُسے چھوڑ کر بھاگ جاتی ہے .

لیگ آف نیشنلس جس طرح جان ہل کے ہاتھ میں
 پہنچتی تھی تھیک اسی طرح یو۔ این۔ او۔ سام کا کا کے
 ہاتھ کا کھلونا ہے۔ جان ہل کی لیگ اگر کچھ بھلا نہ کر
 پائی تو کم سے کم ہوا تو نہ کرسکی۔ اتنا ہی کہوں؟ پچھلی
 لوائی کے موقع پر لیگ کے سروے سرور برطانیہ کے پردھان
 وزیر ہالڈین نے تو لوائی نہ ہونے کے لئے کوئی کوشش اٹھا
 تھ رہی مگر مغربی جرمنی اور جاپان ان دونوں کو تو
 اپنے اپنے دیش میں پاؤں پھیلانے کے لئے جگہ ہی نہ تھی
 اس لئے ان دونوں نے جان ہل کی لیگ کی رتی بھر
 پرواہ نہ کی اور یوں لیگ آف نیشنلس کراہ کراہ کر سرگئی۔
 سام کا کا کے یو۔ این۔ او۔ زوردار ہے۔ وہ جہاں چاہے
 ٹانگ اڑا کر رکھتی ہے اور ٹانگ اڑانے میں اتنی جلد
 بازی کرتی ہے کہ اسے یہ دھیان ہی نہیں رہ جاتا کہ دنیا
 کے ملکوں نے اسے امن پہنچانے کے لئے ہودا کیا ہے نہ کہ
 ٹانگ اڑا کر لوائی یا لوائیاں شروع کرنے کے لئے۔

لوگ آف نوڈنس دنیا کو ایک کرنے میں ناکامیاب
 رہی یہی سب ملکوں کو نہ ملا پائی . پر یو . این . او .
 تو دنیا کے دو تکرے کرنے میں کامیاب ہوئی . پر وہ ایسے
 ہی دو تکرے ہیں جیسے منسل اور پوٹاس . جس وقت
 بھی کسی کھدائی کے ساتھ مٹی کو یہ منسل اور پوٹاس ٹھوکر
 کھارے گی تو ساری دنیا اسی طرح انکھٹ ٹنگڑوں میں
 بکھر جائیگی جس طرح منسل اور پوٹاس سے ہلکا ہوا
 پتھر دیوار سے تکر کھا کر ایک زور کی آواز نکالتا ہوا
 چھوٹے ٹنگڑوں میں چھترا جاتا ہے .

یہ ہو۔ این۔ او۔ ہ یا ہوی ہوی طاقوں کے کشتی
لوٹے کا آواز۔ روٹ اور دھتو کے ہتھکڑوں سے آئے ہیں لوانی
ہاری اور چھتی جانی ہ۔ ان ہوی طاقوں کی
لوانی کے ہتھ میں آکر گوروا چھوٹے ملک جل



یو. این. آئی. کا نیا برس—

یو. این. آئی. نئے برس میں داخل ہو رہا ہے۔ کیا رواج کے مطابق اسکو بدھائی دی جائے؟ یو. این. آئی. ایک سندھیا ہے، سندھیا جاندار نہیں ہوا کرتی۔ اسکو دعائی دینا اتنا بھی ٹھیک نہیں ہے جتنا بھٹس کے لئے بھن بھنا۔ بھٹس کے کان ہوتے ہیں، وہ سنتی ہے۔ وہ ہو سکتا ہے بھٹس بھن کی آواز سن کر اپنے پگورالے میں کچھ فرق کرلے پر یو. این. آئی. تو اتنا بھی نہیں دے گی کہونکہ نہ وہ جاندار ہے، نہ اس کے کان ہوں اور نہ وہ سنتی ہے۔

یہ بالکل ٹھیک ہے کہ یو. این. آئی. جانداروں کی نمائی ہوئی اور جانداروں کی بلنگی ہوئی ہے۔ اس میں سب جاندار ہی کام کرتے ہیں اور وہ جاندار معمولی جاندار نہیں سمجھ دار اور خوب سمجھ دار ہیں۔ ہر سمجھ داروں کی اس سندھیا کی بوجہ تعریف کس لئے۔ یہی ٹھیک ہوگا کہ اس کی برس گنتی کے دن اسکی ان پرانہوں سے اسے آگاہ کیا جائے جو اس میں جگہ پانگنی ہوں اور پانی چارہ ہیں۔

یو. این. آئی. سمجھ لے کہ وہ اپنے قلعہ کی نئی سندھیا نہیں ہے۔ اس سے پہلے اسی 'جھسی لہگ آف نیشلس' نام کی ایک سندھیا رہ چکی ہے جو نکمی نام سے بدنام ہوکر عین اس وقت مر گئی جب اسے اپنے کرب دیکھانے کے لئے موقع ملا تھا۔ کہیں اسی طرح کی موت اس یو. این. آئی. کو بھی حاصل نہ ہو۔

لیگ آف نیشلس جبکہ اپنے فکے پن کے لئے بدنام ہوئی تو یو. این. آئی. نے حد سکے پن کے لئے بدنام ہوتی چلی جاوے گی۔ لیگ آف نیشلس جج بن کر جلسی بنی، پنجابیت بن کر ہوئی اور تماشے کی چوڑ بن کر مر گئی۔ یو. این. آئی. اس قافلہ گرد کے لئے پیدا ہوئی، لوگوں کو بڑی ہو رہی ہے، جلد آزادی کے لئے مشہور ہے۔ آوازوں کو باؤلی کی کہارت کے انوار بدنام تو ہو رہی ہیں، کہیں ایسی ٹھوکر بھی کھانگی جب چاروں کانے چست لڑکی

۱۴۔ حضور مہوں انگریزوں کو جہنم بھیج دیں گی۔
انگریزوں کو سزا کا فیصلہ۔ کسان کو دھوکہ دینا پارتی پہلے
کی طرح کام کرتی وہ دھوکہ۔ آچاریہ کو پانی کا فیصلہ۔
فلانے مہوں بیوی زہ دست آگ لگ گئی۔ 14 آدمی
جل کر خاک۔

10. قائد کو اجمود کو نے سندس ری سے استعفا دیدیا .

11. سینو نہر میں برتھن ایلی فوجیں بھاگے
دکھ ۴. کمونسٹ اور امریکی افسروں میں صلح بات
خدمت کے لئے چرچا شروع .

12. ایوان کا تول معاملہ طے کرنے کے لئے امریکہ کی فوجوں، ہمسائی سرکار نے بھلی کم خرچ کرنے کا حکم دیا۔ پارلیامنٹ میں انڈسٹریز ہل پاس۔

13. مڈل ایسٹ کمان مہم آنے کے لئے ہر تین 'امریکہ'، فرانس اور ترکی کی مصر سے اپہل . ایران کے انگریزی ٹھہراؤ کے تھل بات چیت پور سے شروع کی جائے' انکار کر دیا . لٹکا کے چھن کو رہر بھجئے پر امریکہ کی لٹکا کو مدد نہ دینے کی دھمکی .

14. چار طاقتوں کا قہر اور مصر کو نامعلوم . یان
میں جو میں ملے بات چیت شروع .

15. جاپان کے طوفان میں 385 آدمی مرے،
ہزاروں گھبراہٹ، 30,000 گھر برباد۔ پارلیمنٹ میں
پنچ سالہ پرچہ پر بحث۔ دلی میں کانگریس ورکنگ
کمیٹی کی ہفتہ۔

”...بھارے سامنے جو کچھ ہو رہا ہے“ اُسے ہم دیکھ رہے تھے۔ اُسے کی چوہوتی چوہوتی مٹوں مٹوں کی چکھوں کو، نپل کی مٹوں گاؤں کی ڈھیلکی کو اور ہیکر کی مٹوں گڑبڈانے کے دیہاتی سادھنوں و مہرہ کو مٹاتی جا رہی تھیں۔ دیہاتی مزدوری کے اِس طرح اُتے جانے سے دیہات والے کدکال ہو رہے تھے اور دھلی لوگ سال دار بن رہے تھے۔ اور کافی لمبے عرصے تک یہی سلسلہ چلتا رہا تو اور کسی جتن کے بغیر ہی دیہاتوں کا ناہی ہو جائے گا۔

—سہانا گاندھی

‘ग्रुसल्लिम’ यूनिवर्सिटी बिल पास. यू. पी. जसेन्वली ने ‘हिन्दी’ के लिये बिल पास किया.

28. अर्जन्टाइन में क्रौज का विद्रोह ब्रिटेन ईरान तेल का मामला यू. एन. प्रो. की सुरक्षा कौन्सिल में ले जायगा. लन्दन में कामनवेल्थ के सपलाई मानिस्ट्रों की बैठक.

29. ईरान की खाड़ी में अपने जहाजों को "तैयार" रहने के लिये अंगरेजी सरकार का हुक्म. एक बड़े अमरीकी जनरल फौजी मामलों पर बात करने जापान पहुँचे.

30. कांग्रेस की तरफ से पंडित नेहरू ने लुधियाने में चुनाव का पहला भाशन दिया.

अथ तूषर

1. अंगरेजी सरकार ने अंगरेज माहिरो को ईरान से हटाना तै कर लिया. चीन में आजादी की सालगिरह मनाई गई. तेज़ के मामले पर सुरक्षा कौन्सिल में बहस होने पर रूस का एतराज.

2. स्वीडिन में राजा गुस्टव ने नया मंत्री मंडल बनाया।
हिन्दुस्तान भर में महात्मा गांधी की सालागिरह मनाई
गई, एक हजार लड़कों की हड़ताल पर सागर यूनिवर्सिटी एक माह के लिये बन्द।

3. हिन्दुस्तान में विदेशी दकूमतों के अड़े खत्म होने चाहियें—लन्दन टाइम्स की अपील. फिरक्काबन्दी का पूरी शक्ति से मुकाबला करने का पंडित नेहरू का एतान.

4. बादशाह जार्ज ने पार्लियामेन्ट को बरखास्त किया। श्री रफी अहमद क़िदवाई कांग्रेस में फिर वापस।

5. जमींदारी खत्म करने के सिलसिले में विधान सभा का कानून जायज—सुप्रीम कोर्ट का फैसला, अक्तूबर में अमरीका से दो लाख टन गेहूँ हिन्दुस्तान भेजा जायेगा.

४. रूस के पास ऐटम बम होने का स्टालिन का एतान और ऐसे हथियारों की पूरी रोक के लिये रूस तैयार. पार्लियामेन्ट ने प्रेस बिल दो साल के लिये पास किया. नागपुर में 'भारती लोक कांग्रेस' नई पार्टी का जन्म.

7. सुलह बात चीत फिर से शुरू करने के लिये कम्यूनिस्टों का जनरल रिजवे को खत. ईरानी बड़े बखीर डाक्टर मुस्तादिक वेल् मालले पर यू. एन. आ. में बहस करने के लिये अमरीका को रवाना.

8. अंगरेजों के साथ 1986 वाला मुल्तहनामा मिस्त्र ने रद्द कर दिया—मिस्त्रो बड़े वज्जीर नहास पाशा का एलान. मुल्तह बात बांस के लिये बान-मुन-जो नाम की जगह तय हुई।

اسلام، یوں کہہ سکتی ہیں کہ اس کے لئے اس کے لئے

28. اگر چلتائیں مہینہ فوج کا وڈورو۔ ہر تھن ایران
ہل کا معاملہ ہو۔ این او۔ کی سرکھا کونسل میں لے
جائے گا، لندن میں کامن ویلتھ کے سولائی ممبروں کی
ی ہونگ۔

29. ایوان کی کھابڑی مہن لپھ جہازوں کو ”پیار“
 ہنے کے لئے انگریزی سرکار کا حکم . ایک بڑے امریکی
 جنرل فوجی محاسلوں پر بات کرنے جاہان پہنچے .

80. کانگریس کی طرف سے بلذت نہرو نے لکھا ہے
میں چناؤ کا پہلا بہانہ دیا۔

٥٩٢

1. انگریزی سرکار نے انگریز ماسٹروں کو ایوان سے ہٹانا طے کر لیا۔ چھن میں آزادی کی سال گزرا مڈائی کٹی۔ نپل کے معاملہ پر سورکشا کونسل میں بحث ہوئے پر روس کا اعتراض۔

2. نوٹندن میں راجہ گستو نے نیا مذہبی مندر بنایا۔ ہندوستان بھر میں مہاتما گاندھی کی ساگرہ منائی گئی ایک ہزار لوگوں کی ہڑتال پر ساگرہ یونیورسٹی ایک ماہ کے لئے بند۔

3. ہندوستان میں ویدیشی حکومتوں کے آدے ختم ہونے چاہئیں۔ — لندن ٹائمز کی ایپل، فرقہ بندی کا پورے طاقت سے مقابلہ کرنے کا یقین نہرو کا اعلان۔

4. بادشاہ جارج نے پارلیامنت کو برخاست کیا۔
شہر ریچموند احمد قذوائی کانگریس میں پھر واپس۔

5. زہمداری ختم کرنے کے سلسلے میں ودھان سبھا کا قانون چارٹر — سپریم کورٹ کا فیصلہ . اکتوبر میں امریکہ سے دو لاکھ تین کھربوں ہندوستان بھجوا جائے گا .

6 روس کے پاس ایٹم بم ہونے کا اعلان کا اعلان
اور ایسے ہتھیاروں کی پوری روک کے لئے روس
تیار پارلیمانٹ نے پریس بل دو سال کے لئے پاس کیا
میں 'بھارتی لوگ کانگریس' نئی پارٹی کا جنم .

7. صلح و ایت جیت پھر سے شروع کرنے کے لئے
کمونسٹوں کا جنرل رجوے کو خطا۔ ایرانی بڑے وزیر
ذاتکفو مصادیق قبل معاملے پر یو۔ این۔ او۔ میں بحث
کرنے کے لئے امریکہ کو روانہ۔

8. انگریزوں کے سالہ 1936ء والا صلحنامہ مصر نے رد کر دیا۔ — مصری ہرے وزیر فتاح پاشا کا اعلان صلح نامہ چھوٹ کے لئے بیان من جو نام کی جگہ طے پائی۔

देश विदेश की डायरी

(16 सितम्बर से 15 अक्टूबर तक)

सितम्बर

16. ईरान और अफगानिस्तान के बीच तेल खरीदने के लिये समझौता हुआ।

17. कम्युनिस्टों से दोबारा बात करने के लिये जनरल रिजवे की खाद्दिश मंत्रि ईरान तेल के मामले में कोई समझौता नहीं कर सकता—डॉक्टर मुस्तादिक, पार्लियामेन्ट में हिन्दू कोड बिल पर बहस।

18. पंच साला योजना चलाने के लिये हिन्दू सरकार का सूबा सरकारों को हुक्म।

19. ब्रिटेन में आम चुनाव के लिये 25 अक्टूबर की तारीख तय हुई। विनोबा जी को अपने नए दौर में दो हजार एकड़ जमीन दान में मिली।

20. ईरानी कैबिनेट ने ब्रिटेन को 25 दिन का अल्टीमेटम देना तय किया। स्वामी सीता राम शास्त्री ने अनशन तोड़ा। पंडित सुन्दरलाल की लीबरी में एक सौर सरकारों हिन्दू गुडविल मिशन चीन के लिये रवाना।

21. उत्तर पेटलांटिक सुरक्षा सुलहनामे में यूनान और तुर्की भी लिये जाएँगे। हज को जान वाले तीस हजार में से तान हजार यात्री इस साल गरमी लू से मर गए।

22. ब्रिटेन का तेल मामले पर बात करने से इनकार। हिन्दुस्तान की मिर्जों का 25 फासदी कपड़ा विदेश भेजा जाएगा। इलाहाबाद में हिन्दी साहित्य सम्मेलन के दफ्तर में सरकार ने ताज्जा बन्द कर दिया।

23. कम्युनिस्टों पर पाबन्दी लगाने के लिये आस्ट्रेलियन सरकार को इजाजत नहीं—आस्ट्रेलियन जनता के बहुमत का फैसला।

24. कोलम्बो योजना के मातहत आस्ट्रेलिया इस साल हिन्दुस्तान को साढ़े चार करोड़ रुपए की मदद देगा। जनरल रिजवे ने सुजह बात चीत के लिये नई जगह की सिफारिश की। हिन्दू कोड बिल पार्लियामेन्ट के इस इजलास में नहीं पास किया जाएगा।

25. नौ दिन के अन्दर ईरान छोड़ देने के लिये ईरान सरकार अमरजा तेल भादियों को हुक्म। बम्बई के सूने में अकाल जैसी हालत।

26. ब्रिटेन की ईरान की चेतावनी।

27. अबादान का तेल कारखाना पूरी तरह ईरानियों के कब्जे में। पार्लियामेन्ट में बनारस 'हिन्दू' और अलीगढ़

दیش و دیش کی ڈائری

(16 ستمبر سے 15 اکتوبر تک)

ستمبر

16. ایران اور افغانستان کے بیچ تیل خریدنے کے لئے سمجھوتہ ہوا۔

17. کمیونسٹوں سے دوبارہ بات کرنے کے لئے جنرل ریجیو کی خواہش منظر پر۔ ایران تیل کے معاملے میں کوئی سمجھوتہ نہیں کر سکتا—ڈاکٹر مستادیک، پارلیامینٹ میں ہندو کوڈ بیل پر بحث۔

18. پانچ سالہ پروجیکٹ چلانے کے لئے ہندو سرکار کا صوبہ سرکاروں کو حکم۔

19. برطین میں عام چناؤ کے لئے 25 اکتوبر کی تاریخ طے ہوئی۔ ونوبا جی کو اپنے نئے دورے میں دو ہزار ایکڑ زمین دان میں ملی۔

20. ایرانی کابینہ نے برطین کو 25 دن کا الٹیمٹم دینا طے کیا۔ سوامی سینڈرام شاستری نے انش توڑا۔ پلڈت سندھ لال کی لہذری میں ایک غیر سرکاری ہندو گڈویل میشن چین کے لئے روانہ۔

21. آئرلینڈ سرکشا مصلحتاً میں ہونان اور ترکی بھی لئے جائیں گے۔ حج کو جانے والے تیس ہزار میں سے تین ہزار یا تری اس سال گرمی لڑ سے مر گئے۔

22. برطین کا تیل معاملے پر بات کرنے سے انکار۔ ہندوستان کی ملوں کا 25 فی صدی کپڑا ویش بہوکتا جائے گا۔ الہ آباد میں ہندی سائنس سوسائٹی نے دفتر میں سرکار کے تالہ بند کر دیا۔

23. کمیونسٹوں پر پابندی لگانے کے لئے آسٹریلیون سرکار کو اجازت نہیں—آسٹریلیون چلنے کے بہومت کا فیصلہ۔

24. کولمبو پروجیکٹ کے ماتحت آسٹریلیا اس سال ہندوستان کو ساڑھے چار کروڑ روپے کی مدد دے گا۔ جنرل ریجیو نے صلح بات چیت کے لئے نئی جگہ کی سفارش کی۔ ہندو کوڈ بیل پارلیامینٹ کے اس اجلاس میں نہیں پاس کیا جائیگا۔

25. نو دن کے اندر ایران چھوڑ دینے کے لئے ایران سرکار کا انگریزی تیل ماہروں کو حکم۔ بمبئی کے صوبہ میں اگل چھٹی حالت۔

26. برطین کی ایران کو چھتاوئی۔

27. ابدان کا تیل کارخانہ پوری طرح ایرانیوں کے قبضے میں۔ پارلیامینٹ میں ہندو 'ہندو' اور علی گڑھ

پانچویں جگہ اس لئے یہ ہے کہ لکھنے کا جو طریقہ کام میں لایا گیا ہے وہ ایسا ہے کہ اگر کسی کو گیتا ج्ञान سے پورا آبی شوق ہو تو پڑھنے والے کا دل اس टीका کو پڑھنے سے جلدی نہیں دکھاتا۔ دُشمن جیسے کُسلے विशय को भी मन लगतो भाशा में लिखना आसान काम नहीं है. और यह आसानो इस टीका में मौजूद है.

जिन के पास और बड़ी बड़ी टीकाएं हैं उनको भी इस टीका पर एक बार नजर डालजाना चाहिये. हमारा है उन्हें कुछ नफा ही होगा.

— भगवानदीन

राजनीति विज्ञान

लेखक—श्री विनयेन्द्रनाथ बन्धोपाध्याय एम. ए. और श्री देशरी कान्त शर्मा, एम. ए.; बी. एल.; लिखावट—नागरी; सफे 134; वाम हो रूप; निकालने वाले—विरवभारती, 6/8 द्वारकानाथ टैगोर लेन, कलकत्ता 7.

इस किताब को देखते ही यह लगता है कि यह किसी अंगरेजी किताब का अनुवाद है या अंगरेजी किताब को सामने रखकर लिखी गई है. लेकिन यह कहीं बताया नहीं गया है. इस किताब की भाशा इतनी अधिक संस्कृत भरी है कि कान खड़े हो जाते हैं. नमूने के लिये सफा 72 पर भारत के विधान के बारे में लिखा है—“इसमें शासन-संसार की अशेषा लिखित व्यवस्थाएँ सम्यक् रूप से सम्मिश्रित हैं.” इसके माने काजिज का विचार्यो या कोई दूसरा क्या लगायेगा ?

जहां तक विशय की बात है, किताब में राजनीति के वसूल समझाए गए हैं, लेकिन उन पर अंगरेजियत बुरी तरह छाई हुई है. भूमिका के अन्दर लेखकों ने जो एक बात कही है उससे हमें बहुत तकलीफ हुई. उनका कहना है कि हिन्दुस्तान की राजनीति के वसूल हमेशा पच्छिम की बुनियाद पर खड़े रहेंगे. हमारा तो खयाल है कि भारत के मौजूदा विधान के इसी बुनियाद पर खड़े होने की वजह से वह केवल काराज पर लिखा रह गया है और जनता पर उसका रत्ता भर भी असर नहीं पड़ा है. इस किताब के खोलह आना अंगरेजी होने का सबसे बड़ा सबूत यह है कि आखिर में जो राजनेताओं के परिचय इसमें दिये हैं उनमें पेरें पेरें सीस नाम गिनाए हैं लेकिन हिन्दुस्तानी एक भी नहीं. मानो हिन्दुस्तान में अब तक एक भी राजनेता नहीं पैदा हुआ.

विश्व भारती (शान्ति निकेतन) जैसी राष्ट्रीय संस्था से ऐसे पैर-राष्ट्रीय मसाले से भरी और ऐसी पैर-राष्ट्रीय भाशा में निकलने वाली किताब देखकर हम अपने देश के भविष्य पर दुख व चिन्ता से सोचने लग जाते हैं.

— सुरेश रामभाई

نچیں بھائی اس میں یہ ہے کہ لکھنے کا جو طریقہ میں لایا گیا ہے وہ ایسا ہے کہ اگر کسی کو گیتا ج्ञान سے پورا آبی شوق ہو تو پڑھنے والے کا دل اس टीका کو پڑھنے سے جلدی نہیں دکھاتا۔ دُشمن جیسے کُسلے विशय को भी मन लगतो भाशा में लिखना आसान काम नहीं है. और यह आसानो इस टीका में मौजूद है.

जिन के पास और बड़ी बड़ी टीकाएं हैं उनको भी इस टीका पर एक बार नजर डाल जाना चाहिये. हमारा है उन्हें कुछ नफा ही होगा.

— भगवानदीन

नیتی و گیان

یکہک—شہری ونہندرنانہ ہندوہیادہائے ایم . اے . بری کوشہری کانت شرمہ ایم . اے . بی . ایل ؛ —ناگری؛ صفحے 134؛ دام دو روپے؛ نکالنے والے—بھارتی، 6/3 دوارکا نانہ ٹیگور لہن، کلکتہ—7.

اس کتاب کو دیکھتے ہی یہ لگتا ہے کہ یہ کسی کی کتاب کا انوواد ہے یا انگریزی کتاب کو سامنے رکھی گئی ہے. لیکن یہ کہیں بتایا نہیں گیا ہے. کتاب کی بھاشا انہی ادھک سلسلہ پر مبنی ہے کہ بڑے ہو جاتے ہیں. نمونے کے لئے صفحہ 72 پر بھارت دھان کے بارے میں لکھا ہے—“اس میں شاسن کی اشدھش لکھت دیوستھانوں سمیک روپ سے شک میں.” اس کے معنی کالج کا دیہاتھی یا کوئی کہا لگائے گا ؟

یہاں تک وہ کی بات ہے کتاب میں آج نہی بول سمجھائے گئے ہوں، لیکن ان پر انگریزیت بری سے چھائی ہوئی ہے. بھوشک کے اندر لکھکوں نے جو بات کہی ہے اس سے ہمیں بہت تکلیف ہوئی. کہتا ہے کہ ہندستان کی راج نہتی کے اصول ہمیشہ کی بلیاد پر کھڑے رہیں گے. ہمارا تو خیال ہے اہت کے موجودہ دھان کے اسی بلیاد پر کھڑے ہونے بچہ سے وہ کھول کافڈ پر لکھا رہ گیا ہے اور جلدیا پر رانی بھر بھی اثر نہیں پڑا ہے. اس کتاب کے سولہ آہ ای ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ آخر میں ج نہتاؤں کے پرچم اس میں دیئے ہیں ان میں غورہ کھس نام لگائے ہیں لیکن ہندستانی ایک نہیں. مانو ہندستان میں اب تک ایک ہی راج نہیں پیدا ہوا.

بشو بھارتی (شانتی نیکیتن) جھسی واشتری تھا سے ایسے غور واشتری مسالے سے بھری اور ایسی غور کی بھاشا میں نکالنے والی کتاب دیکھکر ہم اپر دیہی ہوشیہ پر دگر و چلتاے سوچنے لگ جاتے ہیں.

— سربھی رام بھائی

کچھ کتابیں



گیتا جیان

टीका लिखने वाले—श्री दीना नाथ दिनेश;
मिलने का पता—मानव धर्म कार्यालय, पीपल महा-
देव, दिल्ली.

भगवत गीता के पहले तीन अध्यायों की यह टीका है। इसमें मूल श्लोकों के साथ साथ पद छेद और फिर शब्दार्थ भी दिया गया है और उसके नीचे श्लोक का हिन्दी पद्य में अनुवाद है। व्याख्या काफ़ी आसान शब्दों में की गई है। फिर भी इतनी आसान नहीं हो पाई कि मामूली पढ़े लिखे समझ लें। हाँ सकता है पंडित जी का यह खयाल रहा हो कि गीता मामूली लोगों के लिये है ही नहीं।

इस टीका में यह बड़ी भारी खूबी है कि यह इस इरादे से नहीं लिखी गई कि लिखने वाले को क्या साबित करना है। बल्कि इस इरादे से लिखी गई मालूम होती है कि गीता क पढ़ने वाले के दिल में यह बात समा जाए कि यह उस लड़ाई की चीज नहीं है जो तलवारों से लड़ी जाती है। उस लड़ाई की भी चीज है जो आए दिन हमारे अन्दर होती रहती है। इसलिये दिनेश जी ने उन लक्ष्यों को जिन पर बड़े बड़े पंडित घंटों बहस करते हैं पढ़ने वालों का यं समझा दिया है मानो वह लक्ष्य इतने मामूली हैं कि उन पर वक्त खोना बेकार है। उनके कुछ भी माने करने पर आगे बढ़ा जा सकता है। यह खूबी कोई कम खूबी नहीं है। दूसरी खूबी इस टीका में यह है कि जहां जो बात कही गई है अगर उसका इवाला किसी उपनिषद् में मौजूद है या किसी और पुराने ग्रंथ में उसका शिक है तो वह वहां जरूर दर्ज कर दिया गया है। और पढ़ने वालों की हर तरह सल्लो करने की कोशिश की गई है। तीसरी खूबी इस टीका में यह है कि किसी श्लोक को पढ़कर जो जिज्ञासा कुछ और जानने की पढ़ने वाले के दिल में उठती है उसको पूरा करने के लिये इस सिलसिले की और बातें भी वहां दर्ज कर दी गई हैं।

चौथी खूबी इसमें यह है कि जगह जगह पर यह समझाने की कोशिश की गई है कि हमारे अन्दर भीरु मन है, श्रेय मन है, अर्जुन मन है वगैरा वगैरा।

गिता ग्यान

लेखक लेखक—श्री दीना नाथ दिनेश;

मिलने का पता—मानव धर्म कार्यालय, पीपल महादेव, दिल्ली.
बहुत कठिन के पहले तीन अध्यायों की यह टीका है। इसमें मूल श्लोकों के साथ साथ पद छेद और फिर शब्दार्थ भी दिया गया है और उसके नीचे श्लोक का हिन्दी पद्य में अनुवाद है। व्याख्या काफ़ी आसान शब्दों में की गई है। फिर भी इतनी आसान नहीं हो पाई कि मामूली पढ़े लिखे समझ लें। हाँ सकता है पंडित जी का यह खयाल रहा हो कि गीता मामूली लोगों के लिये है ही नहीं।

इस टीका में यह बड़ी भारी खूबी है कि यह इस इरादे से नहीं लिखी गई कि लिखने वाले को क्या साबित करना है। बल्कि इस इरादे से लिखी गई मालूम होती है कि गीता क पढ़ने वाले के दिल में यह बात समा जाए कि यह उस लड़ाई की चीज नहीं है जो तलवारों से लड़ी जाती है। उस लड़ाई की भी चीज है जो आए दिन हमारे अन्दर होती रहती है। इसलिये दिनेश जी ने उन लक्ष्यों को जिन पर बड़े बड़े पंडित घंटों बहस करते हैं पढ़ने वालों का यं समझा दिया है मानो वह लक्ष्य इतने मामूली हैं कि उन पर वक्त खोना बेकार है। उनके कुछ भी माने करने पर आगे बढ़ा जा सकता है। यह खूबी कोई कम खूबी नहीं है। दूसरी खूबी इस टीका में यह है कि जहां जो बात कही गई है अगर उसका इवाला किसी उपनिषद् में मौजूद है या किसी और पुराने ग्रंथ में उसका शिक है तो वह वहां जरूर दर्ज कर दिया गया है। और पढ़ने वालों की हर तरह सल्लो करने की कोशिश की गई है। तीसरी खूबी इस टीका में यह है कि किसी श्लोक को पढ़कर जो जिज्ञासा कुछ और जानने की पढ़ने वाले के दिल में उठती है उसको पूरा करने के लिये इस सिलसिले की और बातें भी वहां दर्ज कर दी गई हैं।

चौथी खूबी इसमें यह है कि जगह जगह पर यह समझाने की कोशिश की गई है कि हमारे अन्दर भीरु मन है, श्रेय मन है, अर्जुन मन है वगैरा वगैरा।

جاہو تب تک بھی اس وقت تک کہ واسطے شروع کر دوں
چاہئے۔ دوسرے روز بھی روز شروع کرنی چاہئے۔ خبر
تم نے وہ نئی طرح کی ورزش کرنی شروع کی یا
جو تمہیں میں نے پچھانی دفعہ بتائی تھی اور کبھی
بھئی تھی۔ اگر اب تک نہ شروع کی ہو تو اب شروع
اگر تم کھلے کی چھت پر جانو ایک درمی پچھا کر دوں
ہی نئی اور پرانی دونوں ورزشیں کرو اور ورزش کرنے
و کھلے بعد روز چھٹا زیادہ دودھ پیا جاسکے اتنا
تو جو چکر و پھرہ تمہیں آئے ہیں سب دور ہو
اور خون بھی بڑھنے لگے اور طاقت بھی آتی
ہو جائے۔ اس واسطے تم فرداً ورزش کرنی ضرور
کرو اور ہر ایک روز صبح کھانا کھو اور لکھو کہ تمہیں
کرتے میں کھا دقت معلوم ہوتی ہے۔

ادھے، جاپان کا تو تم نے حال بہت سا سنا ہوا اور
پر یہ بھی دیکھ لیا ہوا کہ جاپان کہاں ہے اور
بتان سے کس طرف ہے۔ اگر اب تک نہ دیکھا ہو
دیکھ لیتا۔ جاپان کی سب عورتوں مردوں کی
برابر ورزش کرتی ہیں اور جو ورزش اس ملک
کرائی جاتی ہے وہ بہت ہی اچھی ہوتی ہے۔ اس
جب ورزش کرتے کرتے طاقت اچھی طرح آ جاتی ہے
ایسے ایسے داؤں پہنچ سکھائے جاتے ہیں کہ ان کے ذریعے
دونوں بڑے بڑے پہلوانوں کو اٹھا کر زمین پر پھینک
دیتے ہیں۔ میں نے ایک کتاب اس جاپان کی ورزشوں
اور داؤں پہنچوں کی سنائی ہے۔ اس کا نام جھو
و ہے۔ تم جلدی جلدی ورزش کرتے اپنے بدن میں
ن پودا کرو تو اب کی دفعہ جب میں دھلی آؤں
اس کتاب کو دیکھنا اور پھر جو داؤں پہنچ اس
لکھ میں انکی بھی مشق کرنا۔

ادھے، تمہارا باہر اور شہروں اور ملکوں میں پھر نے
ہاں طرح طرح کے آدمیوں اور چھڑوں کو دیکھئے اور
ی اچھی اچھی باتیں معلوم کرنے کو من چاہے ہے
ہیں۔ اب سے تقریباً دو برس میں میں دو برس کی
لڑنا اس وقت اگر تمہارا من ہوا تو تمہیں جاپان
ہن لے چلیں گے۔ مگر اس وقت تک تمہیں انگریزی
اچھی طرح پڑھ لھلی چاہئے۔ کھونکہ ان ملکوں
مہدستانی تو کوئی بھی نہیں جانتا اس واسطے
زی میں سب سے باتیں کرنی پڑیں گی۔ رادھے، تم
ستانی سے روز پڑھو ہو یا نہیں۔ اس کا جواب ضرور
اور جب یہ چٹھی پہنچے، اسی وقت جواب لکھ

ادھے، تمہارا باہر اور شہروں اور ملکوں میں پھر نے
ہاں طرح طرح کے آدمیوں اور چھڑوں کو دیکھئے اور
ی اچھی اچھی باتیں معلوم کرنے کو من چاہے ہے
ہیں۔ اب سے تقریباً دو برس میں میں دو برس کی
لڑنا اس وقت اگر تمہارا من ہوا تو تمہیں جاپان
ہن لے چلیں گے۔ مگر اس وقت تک تمہیں انگریزی
اچھی طرح پڑھ لھلی چاہئے۔ کھونکہ ان ملکوں
مہدستانی تو کوئی بھی نہیں جانتا اس واسطے
زی میں سب سے باتیں کرنی پڑیں گی۔ رادھے، تم
ستانی سے روز پڑھو ہو یا نہیں۔ اس کا جواب ضرور
اور جب یہ چٹھی پہنچے، اسی وقت جواب لکھ

راہے، جاپان کا تو تم نے حال बहुत سا سنا ہوگا
اور گلاب پر یہ بھی دیکھ لیا ہوگا کہ جاپان کہاں ہے
اور ہندوستان سے کس طرف ہے۔ اگر اب تک نہ دیکھا
ہو تو اب دیکھ لیتا۔ جاپان کی سب عورتوں مردوں کی
برابر ورزش کرتی ہیں اور جو ورزش اس ملک
کرائی جاتی ہے وہ بہت ہی اچھی ہوتی ہے۔ اس
جب ورزش کرتے کرتے طاقت اچھی طرح آ جاتی ہے
ایسے ایسے داؤں پہنچ سکھائے جاتے ہیں کہ ان کے ذریعے
دونوں بڑے بڑے پہلوانوں کو اٹھا کر زمین پر پھینک
دیتے ہیں۔ میں نے ایک کتاب اس جاپان کی ورزشوں
اور داؤں پہنچوں کی سنائی ہے۔ اس کا نام جھو
و ہے۔ تم جلدی جلدی ورزش کرتے اپنے بدن میں
ن پودا کرو تو اب کی دفعہ جب میں دھلی آؤں
اس کتاب کو دیکھنا اور پھر جو داؤں پہنچ اس
لکھ میں انکی بھی مشق کرنا۔

راہے، تمہارا باہر اور شہروں اور ملکوں میں پھر نے
ہاں طرح طرح کے آدمیوں اور چھڑوں کو دیکھئے اور
ی اچھی اچھی باتیں معلوم کرنے کو من چاہے ہے
ہیں۔ اب سے تقریباً دو برس میں میں دو برس کی
لڑنا اس وقت اگر تمہارا من ہوا تو تمہیں جاپان
ہن لے چلیں گے۔ مگر اس وقت تک تمہیں انگریزی
اچھی طرح پڑھ لھلی چاہئے۔ کھونکہ ان ملکوں
مہدستانی تو کوئی بھی نہیں جانتا اس واسطے
زی میں سب سے باتیں کرنی پڑیں گی۔ رادھے، تم
ستانی سے روز پڑھو ہو یا نہیں۔ اس کا جواب ضرور
اور جب یہ چٹھی پہنچے، اسی وقت جواب لکھ

اساتھی چٹھی

اساتھی چٹھی

बनते हैं और फिर कुछ रहता है अगर तुम बर्जिशा बराबर रोज़ ज़्यादा ही ज़्यादा करती जाओ और किसी बात का रंज किफ़ न करो तो सब बीमारी तुम्हारी बककर आने की, सिर दुखाने की, बापटे आने की, सब की सब हवा हो जावे। अगर साथ ही यह भी याद रखना चाहिये कि बर्जिश करने के थोड़ी देर बाद दूध जरूर पीना चाहिये और अगर बुरा मालूम न हो तो मक्खन भी जरूर खाना चाहिये। एक बात और तुम्हें करनी चाहिये कि रोज़ चाचा के साथ बगी में बैठ कर हवाखोरी करने और भागने दौड़ने के वास्ते जरूर जाना चाहिये। बाबटे के पास खुली हवा में दौड़ने से भी बड़ा फ़ायदा होता है। खबर नहीं कि तुम अब रोज़ हवाखोरी करते जाओ हो या नहीं। इसके अलावा अब की मैंने तुम्हारे चाचा को लिखा था कि अब की जो उन्हें छुट्टियाँ हों तो सब को लेकर किसी पहाड़ पर चले जायं, पहाड़ पर जाकर दो महीने रहो और वहाँ खूब भागो दौड़ो और खेलो और उड़लो और कूदो, तुम चाचा से बराबर कहती रहो ताकि वह जरूर तुम सब को ले जायं।

مہمانی

मेल्सी
14-6-08

राधे,

कल की चिट्ठी में मैंने लिखा था कि तुम एक तो अपना दिन हर वक़्त खुश रखा करो, दूसरे वर्जिश रोज़ ज़रूर किया करो, तीसरे हवा खोरी को ज़रूर जाया करो, चौथे अब जो तुम्हारे चाचा की छुट्टियां हों तो पहाड़ पर ज़रूर जाना. अब तुम लिखो कि तुमने इन बातों के करने के वास्तव क्या कोशिश की.

मेरुसी
16-6-06

राधे,

तुम ने कभी पहाड़ देखे भी हैं या नहीं. हरिद्वार में तो दो चार छोटी पहाड़ियां हैं वह तो तुम ने देखी ही होगी, खबर नहीं तुम किसी पहाड़ी पर चढ़ी या नहीं. अब जो तुम चाचा के साथ पहाड़ पर जाओ तो वहां खूब चलना फिरना और बर्जिश करना ताकि खून ठीक हो जाय और ज्यादा हो जाय. असल में खून के साक और ज्यादा होने ही से आदमी तन्दुरुस्त रहता है और ताकत आती है. और खून साफ खुली ताजी हवा में फिरने और बर्जिश करने से होता है और बढ़ता है. इस बास्ते जब तक पहाड़ पर न

*यह दिल्ली शहर के उत्तर में पहाड़ी के ऊपर एक खुली जगह है, जहाँ अकसर शहर के लोग सबेरे शाम सैर करने आकर रुक जाते हैं।

बच्चों की दुनिया

बादल और चांद

(भाई हमिदुल्ला 'अकसर')

नीले सागर वाले चांद ! मुझको पास बुलाते चांद !
बरखा में जाता है कहाँ तू लेकर शाल दुशाले चांद !
तारे हैं ये आस लगाये मुँह परदे से निकाले चांद !
बादल का एक हलका हलका मुँह पर आँचल डाले चांद !
गंगा के धारे में उतर कर फिर कुछ सोते खाले चांद !
ले आया है कहाँ से यह तू रुई के इतने गाले चांद !
कांप रहे हैं तारे, इनको तू कम्बल में छिपाले चांद !

बादल के फन्दे में न फँसना

सुन ए भोले भाले चांद !

(उर्दू 'आजकल' से)

بچوں کی دنیا

بادل اور چاند

(بھائی حامد اللہ 'اکسر')

سے ساگر والے چاند ! مجھکو پاس بلا لے چاند !
رکھا میں جاتا ہے کہاں تو لہکر شال دوشالے چاند !
میں یہ آس لگائے منہ پردے سے نکالے چاند !
اک ہلکا ہلکا منہ پر آنچل ڈالے چاند !
نکے دھارے میں اتر کر پھر کچھ غوطے کھالے چاند !
آیا ہے کہاں سے یہ تو روئی کے اتلے گالے چاند !
پارہ میں تارے انکو تو کبل میں چھپالے چاند !

بادل کے پھندے میں نہ پھنسنے

سن لے بھولے بھالے چاند

(اردو 'آجکل' سے)

किष्की बंगला

13-6-'06

نکوی ہنگہ

13-6-'06

राधे,

मैंने सब से पहली चिट्ठियों में तुम्हें लिखा था कि अपने दिल को हमेशा खुश रखना चाहिये और कोई बात रंजीदा या उदास या सुस्त रहने की हो भी जाय तब भी फौरन उसको अपने मन से अलग कर देना चाहिये, और ऐसी ऐसी बातों की बाबत सोचना चाहिये जिनसे दिल खुश रहे. जो आदमी दिल को हमेशा खुश रखता है वह बीमार बहुत ही कम होता है. दिल खुश रखने के सिवाय हर एक आदमी को बर्खिश भी जरूर करनी चाहिये. खबर नहीं कि आज कल तुम बर्खिश भी रोज करो हो या नहीं. बर्खिश करनी तो हरगिज नहीं छोड़नी चाहिये बल्कि रोज बरोज ज्यादा बर्खिश करते जाना चाहिये. बर्खिश करने से ही कून बढ़ता है, बदन में ताकत आती है, रंग पट्टे मजबूत

मैंने सब से پہلی چٹھیوں میں تمہیں لکھا کہ اپنے دل کو ہمیشہ خوش رکھنا چاہئے اور کوئی ت رنجیدہ یا اُداس یا مست رہنے کی ہو بھی جائے ب بھی فوراً اُس کو اپنے من سے الگ کر دینا چاہئے اور سی ایسی باتوں کی بابت سوچنا چاہئے جن سے دل ر ہن رہے . جو آدمی دل کو ہمیشہ خوش رکھتا ہے وہ نار بہت ہی کم ہوتا ہے . دل خوش رکھنے کے سوائے ایک آدمی کو ورزش بھی ضرور کرنی چاہئے . خبر میں کہ آج کل تم ورزش بھی روز کرو ہو یا نہیں . ورزش سے تو ہرگز نہیں چھوڑنی چاہئے بلکہ روز بروز زیادہ تر کرتے جانا چاہئے . ورزش کرنے سے ہی خون بہتا بدن میں طاقت آتی ہے رگ پتے مضبوط

شاہی میں ایک کھانا، اس دیکھاؤ سے کھانے والے کو بے بسی کی بات بتائی جائے گی۔ جہاں کھانا کھانا ہوتا ہے، وہاں کی بات الگ ہے۔ لیکن اکثر زمین میں پانی ہوتا ہے، یہ زمین کے نیچے چھپی ہوئی ہے۔ سرسوتی پرکرت ہونی چاہئے۔

اس لئے جن کے پاس زمینیں زیادہ ہیں، ان سے لے کر جو جو زمین مانگتے ہیں اور جن کے پاس نہ زمین ہے اور نہ کوئی دوسرا ہی دھندہ، انہیں وہ بانٹ دی جائے۔

گاؤں کے لوگ کم سے کم درجے تک روپے کے آسروں میں اور ان کی ضرورتوں کاؤں میں ہی پوری ہوں، اس کا اصرار اور رکنا جائے تو سب کو کام دینا ناممکن نہیں ہے۔ لیکن گاؤں والے روپے پیسے کے آسروں نہ رہیں، اس کے لئے ہم کہتے آئے ہیں کہ لگان غلے کے روپ میں وصول کیا جائے۔ آپ ایسا نہیں کرتے؟

گورو مانک کی بانی

اے سادھو، یہ سارا سلسلہ رام نے ہی بنایا ہے۔ کوئی تو اس سلسلے کو ناکام بنانے والی مانتا ہے اور کوئی اسے سدا بلی دھن دھن والی سمجھتا ہے یہ بڑے اچھے کی بات ہے، کچھ سمجھ میں نہیں آتا! کام، کرودھ اور مود وغیرہ کے پس میں ہو کر آدمی نے پرماں کی سورتی کو بھلا دیا ہے۔ رات کو دکھائی دینے والے سہلے کی طرح چھوٹے شہر کو وہ سمجھتا ہے۔ سلسلہ میں جو چھوٹے ہیں دکھائی دیتے ہیں وہ سب بادل کی چھایا کی طرح ناکام ہو جانے والی ہیں۔ نانک کہتے ہیں کہ اس سلسلہ کو چھوٹا سمجھو اور رام کی شرن میں رہو۔

اے سادھو، من کا بھنگ ڈھو۔ کام، کرودھ اور دُور آدمیوں کی سنگت سے رات دن دور ہی رہو۔ سیکھو، سیکھو اور مان آپمان کو ایک سا ہی سمجھنا چاہئے۔ جو آدمی سکھ اور دیکھ دونوں سے اُپر اُٹھتا رہتا ہے وہی اس سلسلہ کے تلو کو پہچان سکتا ہے۔ تعریف اور چٹائی دلوں کو چھوڑ کر ہی مکتی کی کھوج کرنی چاہئے۔ نانک کہتے ہیں کہ یہ سب کام کرنا بڑا کٹھن ہے۔ کسی نے ہی گورو کے مکہ سے یہ بھید جانا ہے۔

گورو نانک کی بانی

اے سادھو، من کا بھنگ ڈھو۔ کام، کرودھ اور دُور آدمیوں کی سنگت سے رات دن دور ہی رہو۔ سیکھو، سیکھو اور مان آپمان کو ایک سا ہی سمجھنا چاہئے۔ جو آدمی سکھ اور دیکھ دونوں سے اُپر اُٹھتا رہتا ہے وہی اس سلسلہ کے تلو کو پہچان سکتا ہے۔ تعریف اور چٹائی دلوں کو چھوڑ کر ہی مکتی کی کھوج کرنی چاہئے۔ نانک کہتے ہیں کہ یہ سب کام کرنا بڑا کٹھن ہے۔ کسی نے ہی گورو کے مکہ سے یہ بھید جانا ہے۔

सहयोगी खेती की शर्त पर ही वहाँ के लोगों में जमीन बाँटी, लेकिन बाद में मेरे ध्यान में आया कि इस तरीके से काम नहीं होगा। मैंने देखा कि सरकार के करिये बलाय जाने वाले सहयोगी खेती के जमल को देखकर वह लोग हँस रहे हैं, क्योंकि वह नाकामयाब साबित हुआ है। गरीब लोगों को जिस-कितना बड़ा ज्ञान नहीं होता, सहयोगी खेती के लिये यह ज्ञान चाहिये, नहीं तो देहात के लोग घबराते हैं। इसलिये मैंने सहयोगी खेती की शर्त छोड़ दी और निजी खेती के लिये ही जमीन बाँटनी शुरू कर दी, जिन लोगों ने मुझे सहयोगी खेती की शर्त पर जमीन देने की इच्छा बाहिर की, उनसे मैंने कहा, "पहले आप बड़े बड़े आदमी इस तरह का जमल कर के दिखाइये।" सहकारी खेती में यह लोग अपना खास हिस्सा रखकर अपना असर कायम रखना चाहते थे। मैंने उनसे कहा, "आप जमीन दे डालिये, जमीन के बदले में मालिक की भावना से मुक्त हो जाइये। गरीबों को इसके मालिक बनने दीजिये।"

बहस करने वालों ने अनैकानामिक होल्डिंग (माली बिचार से नाकामी) और इकानामिक होल्डिंग (माली बिचार से काफ़ी) की बलीलें भी पेश कीं। लेकिन यह माली काफ़ी और नाकामी का सवाल बैलों की बजह से ही खड़ा होता है, क्योंकि बैल कहता है कि मैं बीस एकड़ से छोटी इकाई पर काम नहीं कर सकता। मैं कहता हूँ कि चार कुटुम्ब मिलकर बैल जोड़ी रखेंगे और उस हद तक सहयोग करेंगे और भी जिन जिन बातों में सहयोग कर सकेंगे, करेंगे, लेकिन जो-जो खेती करना चाहता है और जो-जो खेत मांगता है, उसे खेत मिलना चाहिये। वहाँ माली बिचार से काफ़ी और नाकामी होने का सवाल खड़ा नहीं होना चाहिये।

लोग कहते हैं कि बड़ी बड़ी जमीनें चाहियें। लेकिन मेरे पास पौन एकड़ जमीन थी। शुरू शुरू में खाद और बीज का खर्च आया, अब आगे वह भी खर्च नहीं आया। इस पौन एकड़ जमीन में से हमने दस हजार पौंड साग भाँजी निकाली, दो आना पौंड का हिसाब लगायें, तो भी 1250 रुपए की साग भाजी हुई।

हम ने बहुत भी हाथ से ही बलायान-बरसात की भी कुछ खेती। हम ने की है, लेकिन बारिश के भरोसे रहने से काम नहीं चलेगा, इसीलिये नारद ने धर्म राज से पूछा था, "तेरे राज में खेती सिर्फ देवता, के भरोसे तो नहीं होती?" देवता से मतलब है बारिश। अगर हम जमीन के नीचे छिपी हुई गुप्त गंगा प्रकट कर सकें, तो हिन्दुस्तान की जमीन की क्षमालियत पाँच गुनी बढ़ेगी। इसलिये हम ने तेलंगाना की यात्रा में लोगों को सब जगह जमीन में कुएं खोदने का प्रोग्राम ही बतलाया। हर एक

जमीन की शर्त पर ही वहाँ के लोगों में जमीन बाँटी, लेकिन बाद में मेरे ध्यान में आया कि इस तरीके से काम नहीं होगा। मैंने देखा कि सरकार के करिये बलाय जाने वाले सहयोगी खेती के जमल को देखकर वह लोग हँस रहे हैं, क्योंकि वह नाकामयाब साबित हुआ है। गरीब लोगों को जिस-कितना बड़ा ज्ञान नहीं होता, सहयोगी खेती के लिये यह ज्ञान चाहिये, नहीं तो देहात के लोग घबराते हैं। इसलिये मैंने सहयोगी खेती की शर्त छोड़ दी और निजी खेती के लिये ही जमीन बाँटनी शुरू कर दी, जिन लोगों ने मुझे सहयोगी खेती की शर्त पर जमीन देने की इच्छा बाहिर की, उनसे मैंने कहा, "पहले आप बड़े बड़े आदमी इस तरह का जमल कर के दिखाइये।" सहकारी खेती में यह लोग अपना खास हिस्सा रखकर अपना असर कायम रखना चाहते थे। मैंने उनसे कहा, "आप जमीन दे डालिये, जमीन के बदले में मालिक की भावना से मुक्त हो जाइये। गरीबों को इसके मालिक बनने दीजिये।"

बहस करने वालों ने अनैकानामिक होल्डिंग (माली बिचार से नाकामी) और इकानामिक होल्डिंग (माली बिचार से काफ़ी) की बलीलें भी पेश कीं। लेकिन यह माली काफ़ी और नाकामी का सवाल बैलों की बजह से ही खड़ा होता है, क्योंकि बैल कहता है कि मैं बीस एकड़ से छोटी इकाई पर काम नहीं कर सकता। मैं कहता हूँ कि चार कुटुम्ब मिलकर बैल जोड़ी रखेंगे और उस हद तक सहयोग करेंगे और भी जिन जिन बातों में सहयोग कर सकेंगे, करेंगे, लेकिन जो-जो खेती करना चाहता है, उसे खेत मिलना चाहिये। वहाँ माली बिचार से काफ़ी और नाकामी होने का सवाल खड़ा नहीं होना चाहिये।

लोग कहते हैं कि बड़ी बड़ी जमीनें चाहियें। लेकिन मेरे पास पौन एकड़ जमीन थी। शुरू शुरू में खाद और बीज का खर्च आया, अब आगे वह भी खर्च नहीं आया। इस पौन एकड़ जमीन में से हमने दस हजार पौंड साग भाँजी निकाली, दो आना पौंड का हिसाब लगायें, तो भी 1250 रुपए की साग भाजी हुई।

हम ने बहुत भी हाथ से ही बलायान-बरसात की भी कुछ खेती। हम ने की है, लेकिन बारिश के भरोसे रहने से काम नहीं चलेगा, इसीलिये नारद ने धर्म राज से पूछा था, "तेरे राज में खेती सिर्फ देवता, के भरोसे तो नहीं होती?" देवता से मतलब है बारिश। अगर हम जमीन के नीचे छिपी हुई गुप्त गंगा प्रकट कर सकें, तो हिन्दुस्तान की जमीन की क्षमालियत पाँच गुनी बढ़ेगी। इसलिये हम ने तेलंगाना की यात्रा में लोगों को सब जगह जमीन में कुएं खोदने का प्रोग्राम ही बतलाया। हर एक

کوئی ایک کتب خانہ نیکال دے اور گوہتھا بلدی ہو جائے، یہ گہمک نہیں۔“ ان کا کہنا ٹھیک ہے۔ کوئی ایک مغل سمرات دلی کے تخت پر سے گوہتھا بلدی کا حکم جاری کر دے، اس طرح کا یہ سوال ہی نہیں ہے۔ لیکن پردھان ملتوی سراج میں لوگ، مت کا نمائندہ ہے۔ اگر وہی یہ بات نہ کرے تو پھر کون کرے؟

7. بنیادی تالیف

صرف اتنا کہ دینے سے کہ ہوسک طریقہ منظور ہے، کام نہیں چلے گا۔ یہ دکھانا ہوگا کہ موجودہ تعلیم کے مقابلے میں بنیادی تعلیم کا خرچ زیادہ ہے یا کم۔ بنیادی تعلیم کے کارن لوگوں کے من میں ایکٹا کا خیال گھر پکوتا ہے، اس لئے شروع سے چاہے بنیادی اسکول یا شالا سواولمبی بہلے ہی نہ معلوم ہوتی ہو، تو بھی آخر وہ متخص سواولمبی ہی نہیں، بلکہ امن کن بھی ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے آپ کو کہنا چاہئے کہ وہ شالا چل سکتی ہے، اور پلاننگ رپورٹ میں بنیادی شالا کی پوجنا دیملی چاہئے۔ شالا کے پاس دو ایکو زمین ہونی چاہئے اور لوگوں کو اپنی مصلحت سے شالا کے بغیرچے میں ساگ، ترکاریاں اور کھڑے کے لئے ضروری کھاس پیدا کر لینی چاہئے۔ ماسٹر کو اُس زمین میں سے اپنی گذر کے لائق ساگ پہاچی اور کھاس ملتی رہنی چاہئے۔ گاؤں کے گرد جی کو ایک ایک پائلی (100 تولہ) غلہ ملنا چاہئے۔ اتنا سب کرنے پر بھی اور جو پھتھر خرچ آئے گا، وہ اس پوجنا میں بٹلانا چاہئے۔

ہرین لڑکوں کے لیے جاترا لای یا اسٹل یا آشرموں کی پوجنا آپ نے سچائی ہے۔ ہمارے مت سے اب آئے چلکر ہریچاروں کے لئے انگ چھاترا لای یا آشرم نہیں ہونے چاہئیں۔ ہرین لوگوں کے بارے میں صرف اتنا ہی دیکھنا کافی نہیں ہے کہ ان کی تعلیم کسے بڑھ گئی، بلکہ یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ چھوٹے بچے کسے بڑھ گئے، تعلیم کسے بڑھ گئی؟ اس لئے انگ چھاترا لای کھولنے کے بدلے انہیں سب کے لئے چائے والے چھاترا لایوں میں ہی جگہ دلانی چاہئے۔

8. زمین کے بارے میں سرکار کی نیتی

آپ کہتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے پیداوار کم ہوتی ہے۔ اپنی یہ بات آپکو ثابت کرنا پڑے گی۔ پہلوی کہتی کی تعلیم سب کو دینے کے بعد ہی آئندہ اس طرح کی کہتی کی جا سکتی۔ لیکن جب تک اپنی جداجدا کہتی کی طرف لوگوں کا جھکاؤ ہے، تب تک زمین کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کے کارن پیداوار میں کمی ہوگی، ایسا ماننے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ تہلکانہ میں شروع میں میں نے

صرف اتنا کہ دینے سے کہ ہوسک طریقہ منظور ہے، کام نہیں چلے گا۔ یہ دکھانا ہوگا کہ موجودہ تعلیم کے مقابلے میں بنیادی تعلیم کا خرچ زیادہ ہے یا کم۔ بنیادی تعلیم کے کارن لوگوں کے من میں ایکٹا کا خیال گھر پکوتا ہے، اس لئے شروع سے چاہے بنیادی اسکول یا شالا سواولمبی بہلے ہی نہ معلوم ہوتی ہو، تو بھی آخر وہ متخص سواولمبی ہی نہیں، بلکہ امن کن بھی ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے آپ کو کہنا چاہئے کہ وہ شالا چل سکتی ہے، اور پلاننگ رپورٹ میں بنیادی شالا کی پوجنا دیملی چاہئے۔ شالا کے پاس دو ایکو زمین ہونی چاہئے اور لوگوں کو اپنی مصلحت سے شالا کے بغیرچے میں ساگ، ترکاریاں اور کھڑے کے لئے ضروری کھاس پیدا کر لینی چاہئے۔ ماسٹر کو اُس زمین میں سے اپنی گذر کے لائق ساگ پہاچی اور کھاس ملتی رہنی چاہئے۔ گاؤں کے گرد جی کو ایک ایک پائلی (100 تولہ) غلہ ملنا چاہئے۔ اتنا سب کرنے پر بھی اور جو پھتھر خرچ آئے گا، وہ اس پوجنا میں بٹلانا چاہئے۔

7. بنیادی تعلیم

ہرین لوگوں کے لئے چھاترا لای یا ہوسٹل یا آشرموں کی پوجنا آپ نے سچائی ہے۔ ہمارے مت سے اب آئے چلکر ہریچاروں کے لئے انگ چھاترا لای یا آشرم نہیں ہونے چاہئیں۔ ہرین لوگوں کے بارے میں صرف اتنا ہی دیکھنا کافی نہیں ہے کہ ان کی تعلیم کسے بڑھ گئی، بلکہ یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ چھوٹے بچے کسے بڑھ گئے، تعلیم کسے بڑھ گئی؟ اس لئے انگ چھاترا لای کھولنے کے بدلے انہیں سب کے لئے چائے والے چھاترا لایوں میں ہی جگہ دلانی چاہئے۔

آپ کہتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے پیداوار کم ہوتی ہے۔ اپنی یہ بات آپکو ثابت کرنا پڑے گی۔ پہلوی کہتی کی تعلیم سب کو دینے کے بعد ہی آئندہ اس طرح کی کہتی کی جا سکتی۔ لیکن جب تک اپنی جداجدا کہتی کی طرف لوگوں کا جھکاؤ ہے، تب تک زمین کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کے کارن پیداوار میں کمی ہوگی، ایسا ماننے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ تہلکانہ میں شروع میں میں نے

8. زمین کے بارے میں سرکار کی نیتی

آپ کہتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے پیداوار کم ہوتی ہے۔ اپنی یہ بات آپکو ثابت کرنا پڑے گی۔ پہلوی کہتی کی تعلیم سب کو دینے کے بعد ہی آئندہ اس طرح کی کہتی کی جا سکتی۔ لیکن جب تک اپنی جداجدا کہتی کی طرف لوگوں کا جھکاؤ ہے، تب تک زمین کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کے کارن پیداوار میں کمی ہوگی، ایسا ماننے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ تہلکانہ میں شروع میں میں نے

کی हिम्मत نہیں دکھائی دیتی۔ ہتھیار بندوقیں نہ کرو، کھڑے کی हिम्मत نہیں ہے، مशीن بندوقیں نہ کرو، کھڑے کی भी हिम्मत नहीं है. गो हत्या बन्द करने की जरूरत नहीं है, यह कहने की भी हिम्मत नहीं है. लेकिन आपको यह पहचान लेना चाहिये कि इस मुल्क में गोहत्या चल नहीं सकती. गाय-बैल हमारे समाज में दाखिल हो गये हैं और इसलिये यह हमारा समाजवाद है. लोग मुझसे पूछते हैं कि, "क्या दूसरे जानवरों की तुम्हें दया नहीं आती?" मैं कहता हूँ, "नहीं. पहले मुझे गाय पर दया कर लेने दो. उसको अगर मैं बचा सका, तो फिर बची हुई दया दूसरों के लिये बरतूंगा. गाय को बचा कर ही मैं दूसरों को बचा सकूँगा." सवाल सीधा है कि आपको अपने देश की हिकायत करना है या नहीं? अगर करना है तो गोषध हिन्दुस्तानी कलचर के मुवाफिक नहीं बैठता, इसका आपको ध्यान रखना चाहिये. गो हत्या जारी रही, तो हिन्दुस्तान में बद्राजत होगी. इसलिये 'गो हत्या जारी रहे' कहने की हिम्मत आपकी नहीं होती. 'औलाद रोको' के बारे में आप साफ बोलते हैं. शराब बन्दी के बारे में 'धीरे चलो' का इस्तरार करते हैं. इसी तरह यह भी कह डालिये कि गाय मारने में कोई हर्ज नहीं। लेकिन राष्ट्र की हालत देखकर आप वैसा नहीं कर सकते. हमारा कहना यह है कि गो हत्या-बन्दी करना ही मुनासिब है. राष्ट्र की माली हालत इस बोझ को उठा सकती है. गो खर्च में रहने वाले दोरों के मल मूत्र और हड्डियों की खाद का अच्छी तरह से अगर हम उपयोग कर सकें, तो गो-पालन का बोझ नहीं होगा. और मुसलमानों की तरफ से अगर आप इतमीनान चाहते हों, तो मैं लिख कर देता हूँ कि उन्हें गो हत्या नहीं चाहिये.

मेव लोगों से मैंने मस्जिदों में जाकर कहा कि "अल्लाह अगर मांस का भूका होता और मांस से खुश होने वाला होता, तो उसे यह कसाई ही खुश कर लेते. उसका सन्देश सुनाने के लिये पैगम्बर की जरूरत न रही होती. लेकिन वह मांस का भूका नहीं है, भक्ति भाव का भूका है." मेरी यह बात उनकी समझ में आ गई. उस वक़्त सरकार ने वहां गो हत्या-बन्दी का एलान नहीं किया था. मौलवी लोग मेव लोगों से कहते ही थे कि गो-हत्या नहीं होनी चाहिये. लेकिन एक गांव में दो गायें मारी गईं और इस पर वहां तूफान मचने की नौबत आई, तब मैंने लोगों को समझाया और मामला बदने नहीं दिया.

क्या आप ऐसा नहीं मानते कि गो हत्या बन्दी हिन्दु धर्म के लोगों का मैंडेट (फरमान) है? आप को दो-दूक कहना चाहिये कि हम गो हत्या बन्दी करेंगे. वैसे, इस मामले पर जवाहरलाल जी का बंगलोर का भाशन मुझे बहुत पसन्द आया. उन्होंने कहा, "दिल्ली में बैठ कर

हमें हमें नहीं دکھائی دیتی. ہتھیار بندوقیں نہ کرو، کھڑے کی हिम्मत نہیں ہے، مशीن بندوقیں نہ کرو، کھڑے کی भी हिम्मत नहीं है. गो हत्या बन्द करने की जरूरत नहीं है, यह कहने की भी हिम्मत नहीं है. लेकिन आपको यह पहचान लेना चाहिये कि इस मुल्क में गोहत्या चल नहीं सकती. गाय-बैल हमारे समाज में दाखिल हो गये हैं और इसलिये यह हमारा समाजवाद है. लोग मुझसे पूछते हैं कि, "क्या दूसरे जानवरों की तुम्हें दया नहीं आती?" मैं कहता हूँ, "नहीं. पहले मुझे गाय पर दया कर लेने दो. उसको अगर मैं बचा सका, तो फिर बची हुई दया दूसरों के लिये बरतूंगा. गाय को बचा कर ही मैं दूसरों को बचा सकूँगा." सवाल सीधा है कि आपको अपने देश की हिकायत करना है या नहीं? अगर करना है तो गोषध हिन्दुस्तानी कलचर के मुवाफिक नहीं बैठता, इसका आपको ध्यान रखना चाहिये. गो हत्या जारी रही, तो हिन्दुस्तान में बद्राजत होगी. इसलिये 'गो हत्या जारी रहे' कहने की हिम्मत आपकी नहीं होती. 'औलाद रोको' के बारे में आप साफ बोलते हैं. शराब बन्दी के बारे में 'धीरे चलो' का इस्तरार करते हैं. इसी तरह यह भी कह डालिये कि गाय मारने में कोई हर्ज नहीं। लेकिन राष्ट्र की हालत देखकर आप वैसा नहीं कर सकते. हमारा कहना यह है कि गो हत्या-बन्दी करना ही मुनासिब है. राष्ट्र की माली हालत इस बोझ को उठा सकती है. गो खर्च में रहने वाले दोरों के मल मूत्र और हड्डियों की खाद का अच्छी तरह से अगर हम उपयोग कर सकें, तो गो-पालन का बोझ नहीं होगा. और मुसलमानों की तरफ से अगर आप इतमीनान चाहते हों, तो मैं लिख कर देता हूँ कि उन्हें गो हत्या नहीं चाहिये.

मेव لوگوں سے میں نے مسجدوں میں جا کر کہا کہ اللہ اگر مانس کا بھوکا ہوتا اور مانس سے خوش ہوتا ہوتا تو اُسے یہ قصائی ہی خوش کر لیتے. اُس کا دلہیں سدائے کے لئے پیغمبر کی ضرورت نہ رہی ہوتی. میں وہ مانس کا بھوکا نہیں ہے، بھکتی بھاؤ کا بھوکا ہے." یہ بات اُن کی سمجھ میں آگئی. اُس وقت سرکار وہاں گوشتیا باندی کا اعلان نہیں کیا تھا. مولوی لکھو لوگوں سے کہتے ہی تھے کہ گوشتیا نہیں ہونی اہئے. لیکن ایک گاؤں میں دو گاؤں ماری گئیں اور پھر وہاں طوفان مچنے کی نو بت آئی، تب میں لوگوں کو سمجھایا اور معاملہ بڑھنے نہیں دیا.

کہا آپ ایسا نہیں ماننے کہ گوشتیا باندی ہندوستان لوگوں کا مہندست (فرمان) ہے؟ ایک دو ٹوک کہا اہئے کہ ہم گوشتیا باندی کریں گے. ویسے، اس معاملے پر جواہر لال جی کا بنگلور کا بھاشن مجھے بہت پسند آیا. انہوں نے کہا، "دلی میں بیٹھ کر

اس سے تو بہتر ہوتا کہ آپ کہہ دیتے کہ میں ملانگے ہوں۔
 چاہئے! ہائے! ہائے! کسی تباہی ہے یہ!

5: ہمیشہ بھیک مانگنے کا پلان

آپ نے پرکھا کی کہ سن 51 کے بعد ہم باہر سے
 اناج نہیں مل سکتے۔ اتنی بڑی پرکھا کرنے کے بعد آپ
 جب یہ دکھائی دینے لگا کہ وہ پوری نہیں ہو سکتی
 تب آپ ایک پلاننگ کمیشن قائم کرتے ہیں۔ وہ پلاننگ
 کمیشن کہتا ہے کہ ابھی کچھ دوس کے لئے ہمارا ملک
 اناج کے معاملے میں سولوسٹی نہیں ہو سکتا ہے۔ اور
 اسکے بعد سرکار کو ساری لچ چھوڑ کر کہنا پڑے گا کہ
 پلاننگ کمیشن کہتا ہے کہ اناج کے معاملے میں دیس
 سولوسٹی نہیں ہو سکتا، اسلئے ہم باہر سے اناج
 منگائیں گے!

ہم لگاتار لکھتے آئے ہیں کہ پہلے اناج سولوسٹی
 جاریہ ہو جائے۔ لیکن کدھر دھواں نہ دے تو آج آپ کہتے
 ہیں کہ 30 لاکھ ٹن اناج باہر سے ملنا پڑے گا۔ باہر کوئی
 ہمارے باپ کی جائیداد رکھتی ہے؟ باہر سے ملانے کا
 فیصلہ کرنے پر باہر والوں کی مرضی کے مطابق یہاں پر
 فصل پیدا کرنی ہوگی۔ اس طرح یہ ہمیشہ کے لئے
 بھیک مانگنے کا پلان ہوئے والا ہے۔ آپ نے یہ بھی لکھ دیا
 ہے کہ شاید زیادہ بھی ملنا پڑے گا۔ کیا آپ دراصل کہہ
 رہے ہیں کہ پاکستان کی حفاظت کا رچار کرتے ہیں؟ اگر کرتے ہیں
 تو کیا کہہ رہے ہیں وہ رچار آپ کے من میں آتا ہے کہ اناج کی
 اڑچوں آئے پر آپ کہا کریٹکے؟ کل اگر پاکستان سے آپ
 کی لوائی ہوگئی تو صاف ہے کہ وہ آپ کو اناج دینے سے
 انکار کرے گا۔ پھر امریکہ وغیرہ جو کوئی آپ کو اناج دینگے
 وہ آپ کے لئے پیریم کے کارن دینگے یا آپ کو ایٹم بلدھوں
 میں باندھنے کے لئے دینگے؟ اس لئے آپ کم سے کم انڈیا
 کہیں نہیں کہتے کہ اناج اور کپڑے کے بارے میں ہمیں
 سولو ٹیمین پہلے سادھنا ہے۔ پلاننگ کمیشن کی رپورٹ
 پوچھکر آج دیہات کے لوگوں کو زیادہ اناج اچالنے کا حوصلہ
 نہیں ہو سکتا۔ سلکٹ کے سب دیس کے لئے کچھ تباہ
 کر کے کا چوٹیں اُنہیں یہ رپورٹ پوچھکر نہیں پیدا ہوتا۔

6. گولڈن-بندی

آپ نے اپنی رپورٹ میں ایک جگہ لکھا ہے کہ کسانوں
 کا بھی جانوروں کی تعداد پر کوئی اثر نہیں ہوا
 ہے۔ کمزور قوموں کو مارچالہ سے اترتے شاستر کی نگاہ سے
 بہت ہی زور دار پوجنا پڑے گی۔ اس میں کوئی شک
 نہیں۔ لیکن دوسرا کورا یہ کہہ کی آپ کی ہمت نہیں
 ہے کہ میں بھی معاملے میں صاف دھمائی کرتے کی آپ

5. ہمیشہ بھیک مانگنے کا پلان

آپ نے پرکھا کی کہ سن 51 کے بعد ہم باہر سے
 اناج نہیں مل سکتے۔ اتنی بڑی پرکھا کرنے کے بعد آپ
 جب یہ دکھائی دینے لگا کہ وہ پوری نہیں ہو سکتی
 تب آپ ایک پلاننگ کمیشن قائم کرتے ہیں۔ وہ پلاننگ
 کمیشن کہتا ہے کہ ابھی کچھ دوس کے لئے ہمارا ملک
 اناج کے معاملے میں سولوسٹی نہیں ہو سکتا ہے۔ اور
 اسکے بعد سرکار کو ساری لچ چھوڑ کر کہنا پڑے گا کہ
 پلاننگ کمیشن کہتا ہے کہ اناج کے معاملے میں دیس
 سولوسٹی نہیں ہو سکتا، اسلئے ہم باہر سے اناج
 منگائیں گے!

ہم لگاتار لکھتے آئے ہیں کہ پہلے اناج سولوسٹی
 جاریہ ہو جائے۔ لیکن کدھر دھواں نہ دے تو آج آپ کہتے
 ہیں کہ 30 لاکھ ٹن اناج باہر سے ملنا پڑے گا۔ باہر کوئی
 ہمارے باپ کی جائیداد رکھتی ہے؟ باہر سے ملانے کا
 فیصلہ کرنے پر باہر والوں کی مرضی کے مطابق یہاں پر
 فصل پیدا کرنی ہوگی۔ اس طرح یہ ہمیشہ کے لئے
 بھیک مانگنے کا پلان ہوئے والا ہے۔ آپ نے یہ بھی لکھ دیا
 ہے کہ شاید زیادہ بھی ملنا پڑے گا۔ کیا آپ دراصل کہہ
 رہے ہیں کہ پاکستان کی حفاظت کا رچار کرتے ہیں؟ اگر کرتے ہیں
 تو کیا کہہ رہے ہیں وہ رچار آپ کے من میں آتا ہے کہ اناج کی
 اڑچوں آئے پر آپ کہا کریٹکے؟ کل اگر پاکستان سے آپ
 کی لوائی ہوگئی تو صاف ہے کہ وہ آپ کو اناج دینے سے
 انکار کرے گا۔ پھر امریکہ وغیرہ جو کوئی آپ کو اناج دینگے
 وہ آپ کے لئے پیریم کے کارن دینگے یا آپ کو ایٹم بلدھوں
 میں باندھنے کے لئے دینگے؟ اس لئے آپ کم سے کم انڈیا
 کہیں نہیں کہتے کہ اناج اور کپڑے کے بارے میں ہمیں
 سولو ٹیمین پہلے سادھنا ہے۔ پلاننگ کمیشن کی رپورٹ
 پوچھکر آج دیہات کے لوگوں کو زیادہ اناج اچالنے کا حوصلہ
 نہیں ہو سکتا۔ سلکٹ کے سب دیس کے لئے کچھ تباہ
 کر کے کا چوٹیں اُنہیں یہ رپورٹ پوچھکر نہیں پیدا ہوتا۔

6. گولڈن-بندی

آپ نے اپنی رپورٹ میں ایک جگہ کہا ہے کہ کسانوں
 کا بھی جانوروں کی تعداد پر کوئی اثر نہیں ہوا
 ہے۔ کمزور قوموں کو مارچالہ سے اترتے شاستر کی نگاہ سے
 بہت ہی زور دار پوجنا پڑے گی۔ اس میں کوئی شک
 نہیں۔ لیکن دوسرا کورا یہ کہہ کی آپ کی ہمت نہیں
 ہے کہ میں بھی معاملے میں صاف دھمائی کرتے کی آپ

ہوں، تو फिर आप देहात में से लगान वसूल करके बाहर क्यों ले जाते हैं ? आपका काम सिर्फ सिकारिश कराना नहीं है. उन पर भ्रमल कराने के लिये मुनासिब रास्ते सुझाने की साकत आप में होनी चाहिये. मिल बाजों की कोशिशों से सत्तरह गज की आदमी कपड़े की निकासी जो भी बह बारह गज क्यों रह गई ? कहते हैं कि मिल बाजों को काफी कपास नहीं मिली, इसलिये कपड़ा कम बना. कारन के बिना काम नहीं होता; यह तो चसूल ही है. लेकिन उन्हें कपास नहीं मिली, इसका मतलब यही है कि उन्हें जो कपास चाहिये, वैसी कपास यहां पैदा नहीं होती; और यहां जो कपास होती है, वह उनके काम की नहीं. अपना बच्चा माचता नहीं, इसलिये दूसरे का बच्चा नहीं सिखा जाता !

इस पर कमीशन के मेम्बर ने कहा: पहले भी यहां की कपास से कपड़ा होता था, पर वह मोटा व खुरदरा होता था. बाहर से महीन कपड़ा आने लगा, इसलिये यहां का मोटा कपड़ा बन्द हो गया और बाद में बाहर से कपास मंगा कर यहीं महीन कपड़ा बनना शुरू हो गया.

विनोबा: विदेशी कपड़ा जब आने लगता है, तो उसके मुकाबले में आप स्वदेशी मिलों की हिकायत करते हैं न ? फिर वही तरह मिलों के मुकाबले में खादी की हिकायत क्यों नहीं करते ?

देहात के जो धन्दे आपने छीन लिये हैं, वह आप देहातियों को वापस नहीं देते. आपकी जो कुछ बुद्धि चलती है, वह अपने बच्चों को मारने के लिये दिमारा चलाने वाले बाप की तरह चलती है. आपने देहातियों से कपड़े का धन्दा छीन लिया और मिलें खोलीं, तेल का धन्दा छीन लिया और तेल की मिलें खोलीं, गुड़ का धन्दा छीन कर शक्कर के कारखाने खोले. इस तरह देहातों को कंगाल बनाने पर अगर आपने उन पर बढ़ाई की, तो वह उस बढ़ाई के सामने कैसे ठहर सकेंगे ? शहर वालों का बचाव तब आप कैसे कर सकेंगे ? इसलिये ऐसा कुछ भी नहीं होना चाहिये, जिससे आमोद्योगों को नुकसान हो. इस मामले में हमारा चसूल यही है कि जिन धन्दों का कच्चा माल देहातों में पैदा होता है और जिनके पक्के माल की देहात के लोगों को जरूरत होती है, वह धन्दे देहातियों के लिये 'रिजर्वर्ड' बानी महफूज रखने चाहियें. 'रिजर्वर्ड' फारेस्ट—महफूज जंगलों—की तरह कुछ धन्दे देहातियों के लिये महफूज क्यों नहीं रखे जा सकते ? जवाब में कहा जाता है कि फिर जीवन में कोई मजा नहीं रह जायगा. मौज शौक के जीवन के लिये इन्हें गांव-गांवों का नाच-गाना चाहिये. बंगलोर में कुछ हिन्दू कांग्रेस कमेटी की उस बैठक के गंभीर भावधरन में आपने इसके लिये ठहराव पास करा लिया.

ونہیں کہیں دیہات میں سے لگان وصول کرتے ہر کہیں لگاتے ہوں ؟ آپ کا کام صرف سیکاریش کرانا نہیں ہے۔ انہیں عمل کرائے کے لئے مناسب راستے چھاننے کی طاقت آپ میں ہونی چاہئے۔ ملوں کی کوششوں سے سترہ گز کی آدمی کپڑے کی نکاسی وہ بھی بارہ گز کہیں رہ گئی ؟ کہتے ہیں کہ مل والوں کا کافی کپاس نہیں ملی، اس لئے کپڑا کم بنا۔ کارن کے بنا کام نہیں ہوتا، یہ تو اصول ہی ہے۔ لیکن انہیں اس کپاس نہیں ملی، اسکا مطلب یہی ہے کہ انہیں جو اس 'چاہئے' وہی کپاس یہاں پیدا نہیں ہوتی؛ اور ہاں جو کپاس ہوتی ہے، وہ انکے کام کی نہیں۔ ایسا کچھ ناچھنا نہیں، اس لئے دوسرے کا بچہ نہیں لیا جاتا !

اس پر کمیشن کے ممبر نے کہا: پہلے بھی یہاں کی اس سے کپڑا ہوتا تھا، پر وہ موٹا و کھردرا ہوتا تھا۔ ہر سے مہین کپڑا آئے۔ لگا، اسلئے یہاں کا موٹا کپڑا بند کیا اور بعد میں باہر سے کپاس ملنا کو یہاں مہین واپس شروع ہو گیا۔

ونہیں کہیں دیہات میں سے لگان وصول کرتے ہوں ؟ آپ سوچیں، ملوں کی حفاظت کرتے ہوں نا ؟ اسی طرح ملوں کے مقابلے میں کھادی کی حفاظت ہوں نہیں کرتے ؟

دیہات کے جو دھندے آپ نے چھین لئے ہیں، وہ یہ دیہاتوں کو واپس نہیں دیتے۔ آپ کئی جو کچھ دھن چلتی ہے، وہ آپ بچوں کو مارنے کے لئے دماغ تلے والے باپ کی طرح چلتی ہے۔ آپ نے دیہاتوں سے روٹے کا دھندہ چھین لیا اور ملوں کو ملوں، تیل کا دھندہ چھین لیا اور تیل کی ملوں کو ملوں، گڑ کا دھندہ چھین لیا اور گڑ کے کارخانے کھولے۔ اس طرح دیہاتوں کو ایٹان ہلانے پر اب آپ نے ان پر چوہائی کی، تو وہ اس چوہائی کے سامنے کھیسے پھیر سکیں گے؟ شہر والوں کا پناہ آپ کھسے کوسکیں گے ؟ اس لئے لگسا بگچہ ہی نہیں ہونا چاہئے، جس سے گرام آدمیوں کو نقصان نہ ہو۔ اس معاملہ میں جمارا اصول یہی ہے کہ جن دھندوں کا کچھ مال دیہاتوں میں پیدا ہوتا ہے اور جن دھندوں کی دیہات کے لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے، وہ دھندے دیہاتوں کے لئے 'ریزروڈ' یعنی محفوظ رکھ لئے جائیں۔ 'ریزروڈ' — خاصہ محفوظ جنگلوں کی طرح یہ دھندے دیہاتوں کے لئے محفوظ رکھیں نہیں گئے۔ اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ یہ رزروڈ میں ہی ہونا چاہئے، موج شوق کے چھون کے لئے یہاں گوں گوں لوگوں میں ناچ گانا چاہئے۔ بنگلور میں 'سٹوڈنٹ کونگریس کمیٹی' کی اس ہمتیہ کے کچھ ممبروں میں آپ نے اس کے لئے تھپراؤ پاس کرا لیا۔

پراموٹیوگوں سے آپ کہتے ہیں کہ وہ اپنے آپ پر لکھ رہے ہیں۔ آپ میری باتیں تو دیتے ہیں اور پھر اپنی باتیں پر لکھ رہے ہیں! تیس پر میں نے اپنے ہاتھوں کے بل بوتے پر لکھا ہے، اس کے لیے آپ کو مجھے شہادت دینی چاہیے۔ آپ کو یہ خیال کرنا چاہیے کہ سرکار جب ویشی تھی، تب اس کی سرکاری پالیسی کے خلاف گاندھی جی نے کھادی اور گرام ادیوگ چلا کر دکھائے۔ لیکن اس کی قدر کرنے کے بدلے آپ ہم سے کہتے ہیں کہ گاندھی جی جیسے آدمی کے پیچھے پیچھے برسوں کی کوشش کرنے پر بھی جو نہیں ہو سکا وہ آج کیسے ممکن ہے؟ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ میں آج جو سوچا رہا ہے، اس میں میں کھادی کا کوئی دس فیصد حصہ ہی دیکھتا ہوں؟ میں کہتا ہوں، 'بیٹا' میں نے آج تک مصالحت کر کے تجھے سنبھالا ہے۔ اب تو مجھے سنبھال لے۔ لیکن اسے سنبھالنے کے بدلے آپ اسے نصیحت کرنے لگے ہیں! گاندھی جی نے جو کیا وہ کہہ کر کیا، اس کا مجھے اچراغ ہوتا ہے۔ انہوں نے ایک چمکدار ہی کر کے دکھایا۔

آپ کو سوچنا یہ چاہئے کہ گاندھی جی کتنا اکیلا آدمی اکثر مشکل حالت میں اتنا کرسکا تو آج جبکہ اپنی سرکار کے کتنا ادھک ہونا چاہئے؟ یہ 'اچھے حساب' (انویس پرپوزیشن) کی مثال ہے، لیکن آپ اسے 'سہل حساب' (ڈیریکٹ پرپوزیشن) کی مثال بنا کر حل کرنا چاہتے ہیں۔ حساب کے نہ جاننے کا یہ نتیجہ ہے۔

آپ کو حال ہی کے دورے میں میں نے گاؤں گاؤں سے پوچھا، 'ساج وادیوں سے بھی پوچھا کہ "بھیا، یہاں کھادی کے سوا اور کوئی ادیوگ تم سچھا سکتے ہو؟" وہ بھی مانتے ہیں کہ کھادی کے سوا دوسرا کوئی ادیوگ ہم سچھا نہیں سکتے اور نہ دے ہی سکتے ہیں۔ کھادی کے لئے تیلنگانہ میں گالی موزوں والا درون ہے۔ سو سو اکڑیاں توں تین میل سے آگے سر پر چرخے لے کر مجھ سے ملنے آتی تھیں اور بڑی آسانی سے دو دو ڈھائی ڈھائی کھلتے ڈھائی تھیں۔ ایک تار بھی نہیں ٹوٹتا تھا۔ پھر بھی وہاں کی سرکار اس کا وچار بھی نہیں کرتی ہے۔ اس کا رن لٹا ہی ہے کہ آپ لوگوں نے اپنی کچھ باتیں لائبرٹ مان رکھی ہیں۔ اپنی ان لائبرٹ باتوں کو اب آپ چھوڑو۔ آپ یہ قبول کیجئے کہ ہم سب کو کام دینا ہے۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ گرام ادیوگوں کے سوا راستہ ہی نہیں ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ دیہات کے سب لوگوں کو کام دینے کی یوجنا حکومت دیہاتوں کو ہی کرنی چاہئے۔ ہم تو ہر جگہ یہی بتاتے آئے ہیں۔ لیکن اگر آپ ہی بتانے والے

آپ کو سوچنا یہ چاہیے کہ گاندھی جی کتنا اکیلا آدمی اکثر مشکل حالت میں اتنا کرسکا تو آج جبکہ اپنی سرکار کے کتنا ادھک ہونا چاہئے؟ یہ 'اچھے حساب' (انویس پرپوزیشن) کی مثال ہے، لیکن آپ اسے 'سہل حساب' (ڈیریکٹ پرپوزیشن) کی مثال بنا کر حل کرنا چاہتے ہیں۔ حساب کے نہ جاننے کا یہ نتیجہ ہے۔

آپ کو حال ہی کے دورے میں میں نے گاؤں گاؤں سے پوچھا، 'ساج وادیوں سے بھی پوچھا کہ "بھیا، یہاں کھادی کے سوا اور کوئی ادیوگ تم سچھا سکتے ہو؟" وہ بھی مانتے ہیں کہ کھادی کے سوا دوسرا کوئی ادیوگ ہم سچھا نہیں سکتے اور نہ دے ہی سکتے ہیں۔ کھادی کے لئے تیلنگانہ میں گالی موزوں والا درون ہے۔ سو سو اکڑیاں توں تین میل سے آگے سر پر چرخے لے کر مجھ سے ملنے آتی تھیں اور بڑی آسانی سے دو دو ڈھائی ڈھائی کھلتے ڈھائی تھیں۔ ایک تار بھی نہیں ٹوٹتا تھا۔ پھر بھی وہاں کی سرکار اس کا وچار بھی نہیں کرتی ہے۔ اس کا رن لٹا ہی ہے کہ آپ لوگوں نے اپنی کچھ باتیں لائبرٹ مان رکھی ہیں۔ اپنی ان لائبرٹ باتوں کو اب آپ چھوڑو۔ آپ یہ قبول کیجئے کہ ہم سب کو کام دینا ہے۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ گرام ادیوگوں کے سوا راستہ ہی نہیں ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ دیہات کے سب لوگوں کو کام دینے کی یوجنا حکومت دیہاتوں کو ہی کرنی چاہئے۔ ہم تو ہر جگہ یہی بتاتے آئے ہیں۔ لیکن اگر آپ ہی بتانے والے

آپ کو حال ہی کے دورے میں میں نے گاؤں گاؤں سے پوچھا، 'ساج وادیوں سے بھی پوچھا کہ "بھیا، یہاں کھادی کے سوا اور کوئی ادیوگ تم سچھا سکتے ہو؟" وہ بھی مانتے ہیں کہ کھادی کے سوا دوسرا کوئی ادیوگ ہم سچھا نہیں سکتے اور نہ دے ہی سکتے ہیں۔ کھادی کے لئے تیلنگانہ میں گالی موزوں والا درون ہے۔ سو سو اکڑیاں توں تین میل سے آگے سر پر چرخے لے کر مجھ سے ملنے آتی تھیں اور بڑی آسانی سے دو دو ڈھائی ڈھائی کھلتے ڈھائی تھیں۔ ایک تار بھی نہیں ٹوٹتا تھا۔ پھر بھی وہاں کی سرکار اس کا وچار بھی نہیں کرتی ہے۔ اس کا رن لٹا ہی ہے کہ آپ لوگوں نے اپنی کچھ باتیں لائبرٹ مان رکھی ہیں۔ اپنی ان لائبرٹ باتوں کو اب آپ چھوڑو۔ آپ یہ قبول کیجئے کہ ہم سب کو کام دینا ہے۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ گرام ادیوگوں کے سوا راستہ ہی نہیں ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ دیہات کے سب لوگوں کو کام دینے کی یوجنا حکومت دیہاتوں کو ہی کرنی چاہئے۔ ہم تو ہر جگہ یہی بتاتے آئے ہیں۔ لیکن اگر آپ ہی بتانے والے

2. शराब खोरी

अभी मैं सारे तेलंगाना में घूमकर आया हूँ। बर्हिंसा में मेरा विश्वास है, इसलिये मैं अपना काम करता रहा। लेकिन बैसा न होता तो मैं कम्युनिस्टों में दाखिल हुआ दिखाई देता, ऐसी वहाँ की हालत है। इन पांच-पचास या सौ घरों में लोग वहाँ बराबर शराब पीते आए हैं। रास्ते के रास्ते ऊपर उठे, लेकिन उनमें कहीं जायति नहीं। लेकिन इस बात की प्लानिंग कमीशन की रिपोर्ट में कहीं चर्चा नहीं है। इस बात की तरफ उनका कहीं ध्यान नहीं गया है। तेलंगाना के वेहात का जीवन मैं देखकर आया हूँ। जिस तरह आश्रम में शाम को प्रार्थना होती हुई दिखाई देती है, उसी तरह वहाँ रोष मगड़े होते हुए दिखाई देंगे। मैंने खुद लोगों को इस तरह लड़ते हुए देखा है। उनका जीवन कैसे सुधर सकेगा, इसकी फ्रिक इस कमीशन को बिल्कुल नहीं है।

3. आवसीदी पर रोक

परिवार बढ़ने के बारे आप कहते हैं—बाल-बच्चे कम पैदा कीजिये, मैं कहता हूँ—आप हमारे सेवक हैं या गुरु ? आपका काम हमें खिलाने का है, हिन्दुस्तान में प्रजा जियादा है, ऐसा मैं नहीं मानता, क्या आपका पैदायश-कन्ट्रोल के सम्बन्ध में अनुभव है ? प्रजा अधिक क्यों बढ़ती है, इस पर क्या आपने कभी विचार किया है ? सिंह के औलाद कम होती है, बकरी के जियादा होती है, आपके इस 'औलाद रोक' प्रचार से बच्चे किसके कम होंगे ? देहात में बच्चे कम होने की जरूरत है, और आज तो देहात में ही किसान के बच्चे जियादा होते हैं, गिरी हुई समाप्ती हालात की बदौलत यह सब हो रहा है, उसका हलाल औलाद-कन्ट्रोल नहीं है, बल्कि जीवन को ठीक दिशा में मोड़ना है, मैं सन्तान बढ़ने देने वाला हूँ, लेकिन साथ साथ यह भी कहने वाला हूँ कि जीवन की रीति ही ऐसी हो, जिससे 'सन्तान अपने आप ही कम हो और अच्छी हो, सन्तान अच्छी होने के लिये जिन बातों की जरूरत होती है, वहाँ बातों की जरूरत सन्तान कम होने के लिये होती है, यह सबाल औलाद-कन्ट्रोल का नहीं है, बल्कि जीवन बदलने का और उसके मुताबिक हालात पैदा करने का है।

اب ایسی پریشانی تھی کہ وہ چاہے جیسے بڑا بنگلہ بنا دے
 چاہے جیسے مہل بنائے، مگر اعتراض نہیں ہے۔ پر آپ
 اُنہ کہتے ہیں کہ سب کو کام دینا ممکن نہیں ہے۔ سارے
 راشتہ کو کام دینے کی جن پر ذمہ داری ہے، انہیں اگر یہ ممکن
 نہیں معلوم ہوتا، تو انہوں نے استعفیوں دے دینا چاہئے !

2. شراب خودی

ابھی میں سارے تھلکانے میں ٹھوم کر آیا ہوں ۔
 اہلسا میں مہرا وشواس ہے ، اِس لئے میں اپنا کام کرتا
 رہا ۔ لیکن ویسا نہ ہوتا تو میں کمہونستوں میں داخل ہوا
 دکھائی دیتا ، ایسی وہاں کی حالت ہے ۔ اِن پانچ ، پچاس یا
 سو برسوں میں لوگ وہاں برابر شراب پیتے آئے ہیں ۔ راشتر
 ے راشتر اویز آٹھ ، لیکن اُن میں کہیں جاگرتی نہیں ۔ لیکن
 اِس بات کی پتلنگ کمہشوں کی (دور) میں کہیں چرچا
 نہیں ہے ۔ اِس بات کی طرف اُن کا کہیں دھیان نہیں
 گیا ہے ۔ تھلکانے کے دیہات کا جیون میں دیکھو آیا ہوں ۔
 جس طرح آشرم میں شام کو پوارتھا ہوتی ہوئی دکھائی
 دیتی ہے ، اُسی طرح وہاں روز چھکڑے ہوتے ہوئے دکھائی
 دینگے ۔ میں نے خود لوگوں کو اِس طرح لڑتے ہوئے دیکھا
 ہے ۔ اُن کا جیون کہسے سدھر سکے گا ، اِس کی فکر اِس
 کمہش کو بالکل نہیں ہے ۔

3. آبائی پروک

پروار بڑھنے کے بارے میں آپ کہتے ہیں — بال
 بچے کم پیدا کیجئے۔ میں کہتا ہوں — آپ ہمارے
 سیوک ہیں یا گرو؟ آپ کا نام ہمیں کہلانے کا ہے۔
 ہندستان میں پرچا زیادہ ہے، ایسا میں نہیں مانتا۔
 کیا آپ کا پیدائیش کنٹرول کے سہندہ میں انہوہو ہے؟
 پرچا ادھک کیوں بھرتی ہے، اس پر کیا آپ نے کبھی
 وچار کیا ہے؟ سنگھ کے اولاد کم ہوتی ہے، بکری کے زیادہ
 ہوتی ہے۔ آپ کے اس 'اولاد روکو' پرچار سے بچے کسی کے
 کم ہونگے؟ دیہات میں بچے کم ہونے کی ضرورت ہے۔
 اور آج دیہات میں ہی کسان کے بچے زیادہ ہوتے ہیں۔
 گری ہوئی سماجی حالات کی بدولت یہ سب ہو رہا
 ہے۔ اس کا علاج اولاد کنٹرول نہیں ہے، بلکہ جنون کو
 تھپک دشا میں روکنا ہے۔ میں سنگھان بڑھانے والے
 ہوں، لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی کہنے والا ہوں کہ جنون کی
 دیت ہی ایسی ہو، جس سے سنگھان اپنے آپ ہی کم ہو
 اور اچھی ہو۔ سنگھان اچھی ہونے کے لئے جن باتوں کی
 ضرورت ہوتی ہے، انہیں باتوں کی ضرورت سنگھان کم ہونے
 کے لئے ہوتی ہے۔ یہ سوال اولاد کنٹرول کا نہیں ہے، بلکہ
 جنون بدلنے کا اور اُسکے مطابق حالات پیدا کرنے کا ہے۔

ताल्लुक कायम करने के लिये उसकी सब्बी खिदमत की जाये जिसकी खातिर एक नई कौज—जो पुराने आना चाहें उन्हें मुबारक—खड़ी की जाय. हम रह रह कर सोचते हैं कि जवाहर लाल जी इस नेक काम में देरी क्यों कर रहे हैं और देश का दुखड़ा क्यों नहीं दूर करते जब कि वह सहज में दूर कर सकते हैं.

—सुरेश रामभाई

مطلق قائم کرنے کے لئے اُس کی سچی خدمت کی جائے جس کی خاطر ایک نئی فوج—جو پرانے آنا چاہیں انہیں مبارک—کھڑی کی جائے. ہم رہ رہ کر سوچتے ہیں کہ جواہر لال جی اس نیک کام میں دیر کیوں کر رہے ہیں اور ہمیشہ کا دکھوا کہیں نہیں دور کرتے جب کہ وہ سہج میں دور کر سکتے ہیں.

— سریش دام بھائی

‘सर्वोदय’ से

‘سرودے’ سے

हिन्दू सरकार का पंच साला प्लान

[प्लानिंग कमीशन के एक मेम्बर भाई राम कुरन पाटिल, 10 अगस्त 1951 को आचार्य विनोबा जी के आश्रम पौनार में हिन्दू सरकार के पंच साला प्लान पर उनकी राय जानने के लिये आए थे. विनोबा जी ने वर्दभरे लहजे में जो अपनी राय जाहिर की वह सितम्बर के ‘सर्वोदय’ में छपी है. उसका एक हिस्सा हम नीचे दे रहे हैं.—एडीटर]

1. सब को काम

आपकी सारी योजना में यह बात नहीं है कि हर एक को काम और खाना मिलेगा ही. भारत के विधान में आपने यह उसूल मान लिया है, फिर भी आपकी योजना में यह प्रतिज्ञा नहीं है. घर का मालिक हमेशा यह मानता है कि सारे कुन्बे को खाना और काम अभी इसी वक्त मिलना चाहिये. वही तरह से सारे समाज का विचार करने के लिये सरकार की जरूरत होती है. यह उसूल मान कर जब आप योजना बनायेंगे तो सारी दृष्टि ही बदल जायेगी. इस दृष्टि से हमें क्या करना मुमकिन है, इसका विचार करना चाहिये. लेकिन इस दृष्टि से विचार नहीं किया जाता. उन्हें कौज चाहिये, बड़े पैमाने पर उद्योग चाहिये. यह सब मानकर ही यह योजना बनाई गई है, और फिर कहते हैं कि सब को काम देना मुमकिन नहीं है. मैं कहता हूँ कि मैं पहले सब को काम और अनाज दूंगा, सारी योजना इस दृष्टि से तैयार करूंगा.

सब को काम देने के बारे में आपको ऐसी प्रतिज्ञा करनी चाहिये कि कलौ तारीख से हम सब को काम देंगे.

ہندو سرکار کا پنج سالہ پلان

[پلاننگ کمیشن کے ایک ممبر بھائی دام کورن پاتل، 10 اگست 1951 کو آچاریہ ونوبا جی کے آشرم پونار میں ہندو سرکار کے پنج سالہ پلان پر ان کی رائے جاننے کے لئے آئے تھے. ونوبا جی نے درد بھرے لہجے میں جو اپنی رائے ظاہر کی وہ ستمبر کے ‘سرودے’ میں چھپی ہے. اسکا ایک حصہ ہم نیچے دے رہے ہیں. — اڈیٹر]

1. سب کو کام

آپ کی ساری پوجنا میں یہ بات نہیں ہے کہ ہر ایک کو کام اور کھانا ملے گا ہی. بھارت کے ودھان میں آپ نے یہ اصول مان لیا ہے، پھر بھی آپ کی پوجنا میں وہ پروتکھا نہیں ہے. گھر کا مالک ہمیشہ یہ مانتا ہے کہ ہمارے گھنہ کو کھانا اور کام ابھی اسی وقت ملنا چاہئے. اسی طرح سے سارے سماج کا وچار کرنے کے لئے سرکار کی ضرورت ہوتی ہے. یہ اصول مان کر جب آپ پوجنا بلاتوں گے تو ساری درشتی ہی بدل جائیگی. اس درشتی سے ہمیں کیا کرنا ممکن ہے، اس کا وچار کرنا چاہئے. لیکن اس درشتی سے وچار نہیں کیا جاتا. انہیں فوج چاہئے، بڑے پیمانے پر اڈیٹر چاہئے. یہ سب مان کر ہی یہ پوجنا بلاتی گئی ہے، اور پھر کہتے ہیں کہ سب کو کام دینا ممکن نہیں ہے. میں کہتا ہوں کہ میں پہلے سب کو کام اور اناج دوں گا، ساری پوجنا اس درشتی سے تیار کروں گا.

سب کو کام دینے کے بارے میں آپ کو ایسی پروتکھا کرنی چاہئے کہ فلاں تاریخ سے ہم سب کو کام دیں گے.

لے کر دوں گا۔ جاتے تو ہمارے ہی کام تھا، لیکن اس وقت
 جیتے تھی ہوگی—جیسا کہ پہلے ہوئی رہی ہے—جب ہم
 اپنی اذیت اور آج-جان اس کیلئے لیا ہے
 جو کسی قدر کے لائق ہے اور ہم سے بلندی پر ہے۔”

اس خیال کی ہم ہر طرح سے تائید کرتے ہیں لیکن
 دیکھنا یہ ہے کہ کانگریس اس 'اصلی جوت' کے لئے کیا
 قدم اور کس طرح اٹھاتی ہے۔

صدر کے پڑوس کے باوجود ٹھہراؤ شروع ہوا۔ دو ٹھہراؤ
 سبجکٹ کمیٹی میں جیسا ہوا تھا صدر کی طرف سے
 پیش کئے گئے۔ پھر ہدیشی نہتی اور فری بلدی والے ٹھہراؤ
 اعلیٰ اسپیکر کے ساتھ رکھے گئے۔ دوسرے دن 19 تاریخ
 کی شام کو آرٹھک پروگرام والا ٹھہراؤ آیا جس پر کچھ
 چرچا چلی۔ لیکن سبجکٹ کمیٹی کی اس ٹھہراؤ
 والی چرچا کے مقابلہ یہ چرچا بے جان اور کم پرجوش
 معلوم ہوتی تھی۔ چرچا کا جواب تو حکامی لہجے میں
 ہی دیا گیا۔ اس کے بعد اجلاس کو ختم کرتے ہوئے
 پلٹتے جواہر لال کی تقریر ہوئی اور پھر رابطے کے شکریہ
 معافی کے بعد قومی کھت کے ساتھ کانگریس نے 57 ویں
 جلسے کی کاروائی ختم ہوئی۔

دلی کانگریس کے دھڑا جواہر لال جی نے، اس کے
 سب کچھ وہی تھا۔ سارا جلسہ ان کے چاروں طرف مانو
 ناچ رہا تھا۔ کانگریس کے نمائندوں کی نگاہ جواہر لال
 جی پر تھی اور جواہر لال جی کی نگاہ
 انماہیوں پر۔ جواہر لال جی کے ہاں ہاں سے یہ
 مانو جواہر لال جی سے پوچھتے ہیں، "پندت جی! ٹیکٹ
 ہمیں دیجیے گا یا نہیں؟" اور پندت جی کا جواب تھا،
 "بھ سب کچھ باہیہات ہے؟ ملک میں جات پات یا مہ
 باہ کھلانے اور تباہی مہانے والی طاقتوں کے خلاف کمر کس کر آپ تیار ہیں یا نہیں؟"

دلی کانگریس کے دھڑا جواہر لال جی نے، اس کے
 سب کچھ وہی تھا۔ سارا جلسہ ان کے چاروں طرف مانو
 ناچ رہا تھا۔ کانگریس کے نمائندوں کی نگاہ جواہر لال
 جی پر تھی اور جواہر لال جی کی نگاہ
 انماہیوں پر۔ جواہر لال جی کے ہاں ہاں سے یہ
 مانو جواہر لال جی سے پوچھتے ہیں، "پندت جی! ٹیکٹ
 ہمیں دیجیے گا یا نہیں؟" اور پندت جی کا جواب تھا،
 "بھ سب کچھ باہیہات ہے؟ ملک میں جات پات یا مہ
 باہ کھلانے اور تباہی مہانے والی طاقتوں کے خلاف کمر کس کر آپ تیار ہیں یا نہیں؟"

دلی کانگریس کے دھڑا جواہر لال جی نے، اس کے
 سب کچھ وہی تھا۔ سارا جلسہ ان کے چاروں طرف مانو
 ناچ رہا تھا۔ کانگریس کے نمائندوں کی نگاہ جواہر لال
 جی پر تھی اور جواہر لال جی کی نگاہ
 انماہیوں پر۔ جواہر لال جی کے ہاں ہاں سے یہ
 مانو جواہر لال جی سے پوچھتے ہیں، "پندت جی! ٹیکٹ
 ہمیں دیجیے گا یا نہیں؟" اور پندت جی کا جواب تھا،
 "بھ سب کچھ باہیہات ہے؟ ملک میں جات پات یا مہ
 باہ کھلانے اور تباہی مہانے والی طاقتوں کے خلاف کمر کس کر آپ تیار ہیں یا نہیں؟"

دلی کانگریس کے دھڑا جواہر لال جی نے، اس کے
 سب کچھ وہی تھا۔ سارا جلسہ ان کے چاروں طرف مانو
 ناچ رہا تھا۔ کانگریس کے نمائندوں کی نگاہ جواہر لال
 جی پر تھی اور جواہر لال جی کی نگاہ
 انماہیوں پر۔ جواہر لال جی کے ہاں ہاں سے یہ
 مانو جواہر لال جی سے پوچھتے ہیں، "پندت جی! ٹیکٹ
 ہمیں دیجیے گا یا نہیں؟" اور پندت جی کا جواب تھا،
 "بھ سب کچھ باہیہات ہے؟ ملک میں جات پات یا مہ
 باہ کھلانے اور تباہی مہانے والی طاقتوں کے خلاف کمر کس کر آپ تیار ہیں یا نہیں؟"

دلی کانگریس کے دھڑا جواہر لال جی نے، اس کے
 سب کچھ وہی تھا۔ سارا جلسہ ان کے چاروں طرف مانو
 ناچ رہا تھا۔ کانگریس کے نمائندوں کی نگاہ جواہر لال
 جی پر تھی اور جواہر لال جی کی نگاہ
 انماہیوں پر۔ جواہر لال جی کے ہاں ہاں سے یہ
 مانو جواہر لال جی سے پوچھتے ہیں، "پندت جی! ٹیکٹ
 ہمیں دیجیے گا یا نہیں؟" اور پندت جی کا جواب تھا،
 "بھ سب کچھ باہیہات ہے؟ ملک میں جات پات یا مہ
 باہ کھلانے اور تباہی مہانے والی طاقتوں کے خلاف کمر کس کر آپ تیار ہیں یا نہیں؟"

دلی کانگریس کے دھڑا جواہر لال جی نے، اس کے
 سب کچھ وہی تھا۔ سارا جلسہ ان کے چاروں طرف مانو
 ناچ رہا تھا۔ کانگریس کے نمائندوں کی نگاہ جواہر لال
 جی پر تھی اور جواہر لال جی کی نگاہ
 انماہیوں پر۔ جواہر لال جی کے ہاں ہاں سے یہ
 مانو جواہر لال جی سے پوچھتے ہیں، "پندت جی! ٹیکٹ
 ہمیں دیجیے گا یا نہیں؟" اور پندت جی کا جواب تھا،
 "بھ سب کچھ باہیہات ہے؟ ملک میں جات پات یا مہ
 باہ کھلانے اور تباہی مہانے والی طاقتوں کے خلاف کمر کس کر آپ تیار ہیں یا نہیں؟"

دلی کانگریس کے دھڑا جواہر لال جی نے، اس کے
 سب کچھ وہی تھا۔ سارا جلسہ ان کے چاروں طرف مانو
 ناچ رہا تھا۔ کانگریس کے نمائندوں کی نگاہ جواہر لال
 جی پر تھی اور جواہر لال جی کی نگاہ
 انماہیوں پر۔ جواہر لال جی کے ہاں ہاں سے یہ
 مانو جواہر لال جی سے پوچھتے ہیں، "پندت جی! ٹیکٹ
 ہمیں دیجیے گا یا نہیں؟" اور پندت جی کا جواب تھا،
 "بھ سب کچھ باہیہات ہے؟ ملک میں جات پات یا مہ
 باہ کھلانے اور تباہی مہانے والی طاقتوں کے خلاف کمر کس کر آپ تیار ہیں یا نہیں؟"

لایا ہوا ہے۔ چاہے میں جی کے ہم حلقہ میں ہوں۔
فرمانی ہو۔

چہرہ ہوئے ایڈریس کے بارے میں تو کہتا ہی کیا ؟
 پلکت جواہر لال کی کلتی دنیا کے اچھے سے اچھے لکھنے
 والوں میں ہے ۔ انہوں نے اس میں کہا ہے کہ ہم
 یہاں پر اُصلحت کا سامنا کرنے اور آگے کا پروگرام طے کرنے
 کے لئے جمع ہوئے ہیں ۔ ہم نے جو هندستان کی سہوا کی
 وہ محض اس وجہ سے نہیں کی کہ یہاں ہم پیدا ہوئے
 بلکہ اس وجہ سے کی کہ ہم نے سوچا کہ ہمارا هندستان
 کچھ اصولوں اور مقصدوں کا نمائندہ ہے اور علم بردار ہے
 انسان کی مادی اور روحانی ترقی کا اور انسانی سماج کی
 تعمیر کا ۔ دنیا کی کشمکش پر روشنی ڈالتے ہوئے انہوں نے
 بتایا کہ آج بہت کافی برائی پھیلی ہوئی ہے جس کا ہمیں
 مقابلہ کرنا ہے لیکن اسکا مقابلہ اُنہوں طریقوں سے نہیں
 کرنا چاہئے جو خود برائی سے لبالب ہیں اور نہ نفرت یا
 ہراس سے یہ کام کامیابی کے ساتھ کیا جاسکتا ہے ۔

لہتی اچھ دیہی کے سوالوں پر انہوں نے جو وچار ظاہر کئے
 ہیں وہ ایک پردہان ملتوی کے ہیں نہ کہ لوگ نہتے کے .
 مثلاً زمین کے بارے میں انہوں نے کہا وہ ایک گول مول
 بات ہے جس سے نہ زمیندار کو شکایت ہوگی نہ کسی
 حاکم کو، لیکن کسان کو کوئی شکوہ نہ ہوگا . اسی طرح
 خوراک کے معاملے میں سوالوں میں کو ضروری بتایا
 ہے مگر اب تک یہ کہیں نہ ہو سکا اور کہیں کوڑوں من اناج
 ہمارے ملکا کر ملک بھیج دیا جا رہا ہے اس کا کوئی جواب
 نہیں دیا . اس کے علاوہ پلاننگ کی دھائی دیتے ہوئے
 پلاننگ کمیشن کے کارنامے کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ
 ” کچھ لوگوں کی رائے جو بھی ہو، میرا خیال ہے کہ
 آگے چل کر سوچ و چار یا پلاننگ زیادہ تر اسی پلچ سالا
 پوجنا کے آدھار پر کیا جائیگا . “ کہنے کی ضرورت نہیں کہ
 جیہڑیہ پلان بن گیا ویسے کافی پلان ہموارے ملتے رہیں گے
 لیکن ملک کے اندر ارد کے اوپر سٹھدی برابر بھی فرق
 نہیں ہوا کہونکہ پلان بنانے والے یعنی حکام لوگ ارد آن کے
 سانجھی دار یا جی حضوری کرنے والے ایک دنہا میں دھتے
 ہیں اور معصوم دیہی جلتا دسری دنہا میں . دونوں
 کے بھیج کی جو کھائی ہے وہ دن دن چوڑی ہی ہوتی جا
 رہی ہے .

پہلے بندھی کے ہر خیال کو — جو جائے انجانے ہمارے
 گھر کر لیتے تھے — انہوں نے جو سے اکھاڑ پھینکتے
 کی پہلی کی، اور آخر میں کہا ہے —

”ایک چناؤ جیتنے یا ہارنے کو زیادہ مہم نہیں
 نہیں دینا چاہئے۔ اگر ہم اچے اندر کی لڑائی جیت

میں 'کھڑا' کو جگہ 'بھڑا' لکھ کر دیا)، کسی میں پروگرام کا، جیسے بیس کا ہی سہی، راشنوں کو نہیں کیا گیا ہے۔ دوسرے بھائی نے کہا کہ زمین کے بارے میں ہمیں اس بھراؤ میں صاف صاف کہنا چاہئے کہ وہ ہوا پانی کی طرح سب کی ہے، غریبوں کو ایسے دے دینا چاہئے اور اس سلسلے میں آجاریہ و نربا بھارے جو قدم اٹھا رہے ہیں ان کی ہم تائید کرتے ہیں۔ اسی طرح سے ایک بھائی نے کہا کہ ہمارے یہاں کی جو ٹیکس سسٹم بھی نیتی ہے اس میں 'جانچلنا' ہی نہیں 'بدلنا' چاہئے مگر ایسا ممکن تھا کہ تھہراؤ والے لوگ کانگریس پلیمت فارم سے نہیں حکومت ہند کے منہج سے بول رہے تھے جو — جوہا مر حکومت کا ڈھنگ ہوتا ہے — ایک چمکے گھڑے کی طرح ہے جو رتی بھر تیس سے مس نہیں ہونا چاہتی۔ اس بحث کا جواب ورکنگ کمیٹی کے نئے ممبر نے جو دلی پلیمت کے نئے ممبر ہیں دیا وہ عجیب غریب تھا۔ انہوں نے کہا کہ بیسے کا راشنوں کو نہیں منظور ہے مگر آدمی کہاں زمین پر سب کا حق ہمیں منظور ہے، مگر جن کے پاس ہے ان سے لیکر باقیوں کو کھسے، اور دوسری زمینیں منظور تو ہیں مگر ان پر عمل ابھی شکل ہے۔ ہمیں محسوس ہوا کہ آرٹھک پروگرام پر کوئی بھراؤ کانگریس کے لئے پاس کرنا ناممکن ہے کیونکہ وہ اس دائرے میں کچھ نہیں کر سکتی۔ اگر کر سکتی ہے صرف حکومت کی جی ضروری اور اس لئے اگر نام واسطے کرنا ہی تھا تو یہ تھہراؤ پاس کر دیتی۔

کانگریس حکومت ہند کے آرٹھک پروگرام کی پوری طرح تائید کرتی ہے اور جلد سے اپیل کرتی ہے کہ وہ دن رات چوکھے سرکار کے اشارے پر چلتی ہی رہے۔

لکھنؤ میں ایک دم کھلے میں ہوا کیونکہ 17 تاریخ کی شام کو سب سے بڑی کمیٹی والا پینڈال بجلی کی فٹنگ کی کاروباری سے جلا گیا تھا۔ جس فٹنگ سے स्वागत समिति ने लुले इजलास का इन्तظام किया वह वाकई बधाई की चीज है. लेकिन धूप की वजह से यह इजलास शाम को साडे पांच बजे ही शुरू किया जा सका. पहले दिन सदर कांग्रेस पंडित जवाहर लाल नेहरू का एड्रेस हुआ. लेकिन जवाहर लाल जी ने जो एड्रेस पहले से लिख रखा था और जो छप कर तकसीम भी हो गया था उसके बजाय उन्होंने एक नया एड्रेस दिया. अपनी स्पीच में उन्होंने मौजूदा हालात पर रोशनी डालते हुए कांग्रेस वालों से अपील की कि जमाने की नई रफ्तार को देख कर काम करें. उन्होंने कहा कि हमें लड़ने में लुत्क आता है और इसलिये हम चुनाव लड़ेंगे, हमें इस बात की परवाह नहीं कि हम जीतते हैं या हारते हैं. लेकिन हम उन चीजों को

نے 'کچھ' کی جگہ 'بھٹ' لکھ کر دیا) کسی میں پروگرام کا ہی سہی، راشنوں کو نہیں کیا گیا ہے۔ دوسرے بھائی نے کہا کہ زمین کے بارے میں ہمیں اس بھراؤ میں صاف صاف کہنا چاہئے کہ وہ ہوا پانی کی طرح سب کی ہے، غریبوں کو ایسے دے دینا چاہئے اور اس سلسلے میں آجاریہ و نربا بھارے جو قدم اٹھا رہے ہیں ان کی ہم تائید کرتے ہیں۔ اسی طرح سے ایک بھائی نے کہا کہ ہمارے یہاں کی جو ٹیکس سسٹم بھی نیتی ہے اس میں 'جانچلنا' ہی نہیں 'بدلنا' چاہئے مگر ایسا ممکن تھا کہ تھہراؤ والے لوگ کانگریس پلیمت فارم سے نہیں حکومت ہند کے منہج سے بول رہے تھے جو — جوہا مر حکومت کا ڈھنگ ہوتا ہے — ایک چمکے گھڑے کی طرح ہے جو رتی بھر تیس سے مس نہیں ہونا چاہتی۔ اس بحث کا جواب ورکنگ کمیٹی کے نئے ممبر نے جو دلی پلیمت کے نئے ممبر ہیں دیا وہ عجیب غریب تھا۔ انہوں نے کہا کہ بیسے کا راشنوں کو نہیں منظور ہے مگر آدمی کہاں زمین پر سب کا حق ہمیں منظور ہے، مگر جن کے پاس ہے ان سے لیکر باقیوں کو کھسے، اور دوسری زمینیں منظور تو ہیں مگر ان پر عمل ابھی شکل ہے۔ ہمیں محسوس ہوا کہ آرٹھک پروگرام پر کوئی بھراؤ کانگریس کے لئے پاس کرنا ناممکن ہے کیونکہ وہ اس دائرے میں کچھ نہیں کر سکتی۔ اگر کر سکتی ہے صرف حکومت کی جی ضروری اور اس لئے اگر نام واسطے کرنا ہی تھا تو یہ تھہراؤ پاس کر دیتی۔

کانگریس حکومت ہند کے آرٹھک پروگرام کی پوری طرح تائید کرتی ہے اور جلد سے اپیل کرتی ہے کہ وہ دن رات چوکھے سرکار کے اشارے پر چلتی ہی رہے۔

کہا اجلاس ایک دم کھلے میں ہوا کیونکہ 17 تاریخ کی شام کو سب سے بڑی کمیٹی والا پینڈال بجلی کی فٹنگ کی کاروباری سے جلا گیا تھا۔ جس فٹنگ سے स्वागत समिति ने लुले इजलास का इन्तظام किया वह वाकई बधाई की चीज है. लेकिन धूप की वजह से यह इजलास शाम को साडे पांच बजे ही शुरू किया जा सका. पहले दिन सदर कांग्रेस पंडित जवाहर लाल नेहरू का एड्रेस हुआ. लेकिन जवाहर लाल जी ने जो एड्रेस पहले से लिख रखा था और जो छप कर तकसीम भी हो गया था उसके बजाय उन्होंने एक नया एड्रेस दिया. अपनी स्पीच में उन्होंने मौजूदा हालात पर रोशनी डालते हुए कांग्रेस वालों से अपील की कि जमाने की नई रफ्तार को देख कर काम करें. उन्होंने कहा कि हमें लड़ने में लुत्क आता है और इसलिये हम चुनाव लड़ेंगे, हमें इस बात की परवाह नहीं कि हम जीतते हैं या हारते हैं. लेकिन हम उन चीजों को

اگر سربراہ کو اس غلطی میں کہ چلاؤ میں اپنی جگہ پکی یا مضبوط کر لیں۔ یہی وجہ ہے کہ سبجکٹ کمیٹی کی بحثیں پھمکی اور بے جان تھیں۔ صدر کی طرف سے دو تہہراؤ ہونے کے بعد — پہلے برس میں گذرے ہوئے کانگریس کے سہو کوں پر شوک اور کانگریس ودھان میں تبدیلی کے لئے کل ہند کانگریس کمیٹی کو اختیار — تین تہہراؤ پیش کئے گئے — ودیشی نہتی پر فرمے بلدی پر (یہ دونوں 17 تاریخ کو) اور آرٹیک پروگرام پر جو 18 تاریخ کو پیش ہوا۔ جہاں تک ودیشی نہتی والے تہہراؤ کی بات ہے اس میں حکومت ہند کی نہتی کی سولہ آنے ٹائید کرتے ہوئے کانگریس نے یونو میں ایذا وشواس ظاہر کیا اور پاکستان سے واسطہ رکھنے والے معاملوں کا شانتی سے فہصلہ کرنے کی اپیل کی۔ فرمے بلدی والے تہہراؤ میں کانگریس نے بتایا کہ دھرم یا جات پات یا سلسلہ کرتی تہذیب کسی بھی شکل میں فرمے بلدی اسے منظور نہیں ہے اور اسے وہ ملک کے لئے گھانگ سمجھتی ہے۔

آرٹیک پروگرام والے تہہراؤ کو پوچھکر ہمیں کچھ شرم سی آتی ہے۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ کانگریس طاقت ور اور دواٹ ملندوں کی جماعت ہے نہ کہ فریدیوں اور بے کسوں کی۔ اس تہہراؤ کو جب ہم پوچھتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ یہ ایک نرالے دماغ کی پیداوار ہے۔ اس میں الٹ ٹپ باتوں تک یا بے تک رکھدی گئی ہیں۔ خاص طور سے لچر بات زمین کے بارے میں ہے۔ اس میں کہا گیا ہے —

’ہندوستان کی آرتیک بنیاد زمین ہی ہے۔ یہاں کے خیتی تریکے کا اس طرح سے سنگٹن ہونا چاہئے تاکہ جو صنعت کرے اسے اس کا پھل مل سکے اور زمین کا آہوگ ساج کے لئے ایک دولت کے روپ میں کیا جائے۔‘

کہنے کو تو کچھ ضرور کہا ہے مگر ظاہر ہے کہ اصلی بات نہیں کہی گئی ہے — وہ یہ ہے کہ زمین اسی کی سمجھی جائے جو اس پر خود صنعت کرے نہ کہ اس کی جو کہتا کچھ ہے اور کرنا کچھ ہے۔ اسی طرح دیہاتی دھندوں کے بارے میں کہا ہے کہ ’انہوں اونچی سے اونچی تکنیکی لائق کے ساتھ کیا جانا چاہئے۔‘ شاید تہہراؤ لکھنے والے کے دماغ میں جاپان کا خیال آ رہا تھا۔ اس تہہراؤ میں ایک آدھ بات جو سمجھ ہے وہ معض ایک ایدیش کے طور پر ہے جس کا عمل سے کوئی واسطہ نہیں معلوم پوتا۔ ہمارا یہ خیال اس بحث کو سنکر اور بھی پکا ہو گیا جو اس تہہراؤ کے سلسلہ میں ہوئی۔

بحث کے دوران میں ایک بھائی نے کہا کہ سرکار نے چلتا کے ہمت میں کچھ بھی نہیں کہا ہے (جس پر صدر صاحب خفا ہو گئے اور پھر ان کے اصرار پر ان بھائی

اگر سربراہ کو اس غلطی میں کہ چلاؤ میں اپنی جگہ پکی یا مضبوط کر لیں۔ یہی وجہ ہے کہ سبجکٹ کمیٹی کی بحثیں پھمکی اور بے جان تھیں۔ صدر کی طرف سے دو تہہراؤ ہونے کے بعد — پہلے برس میں گذرے ہوئے کانگریس کے سہو کوں پر شوک اور کانگریس ودھان میں تبدیلی کے لئے کل ہند کانگریس کمیٹی کو اختیار — تین تہہراؤ پیش کئے گئے — ودیشی نہتی پر فرمے بلدی پر (یہ دونوں 17 تاریخ کو) اور آرٹیک پروگرام پر جو 18 تاریخ کو پیش ہوا۔ جہاں تک ودیشی نہتی والے تہہراؤ کی بات ہے اس میں حکومت ہند کی نہتی کی سولہ آنے ٹائید کرتے ہوئے کانگریس نے یونو میں ایذا وشواس ظاہر کیا اور پاکستان سے واسطہ رکھنے والے معاملوں کا شانتی سے فہصلہ کرنے کی اپیل کی۔ فرمے بلدی والے تہہراؤ میں کانگریس نے بتایا کہ دھرم یا جات پات یا سلسلہ کرتی تہذیب کسی بھی شکل میں فرمے بلدی اسے منظور نہیں ہے اور اسے وہ ملک کے لئے گھانگ سمجھتی ہے۔

آرٹیک پروگرام والے تہہراؤ کو پوچھکر ہمیں کچھ شرم سی آتی ہے۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ کانگریس طاقت ور اور دواٹ ملندوں کی جماعت ہے نہ کہ فریدیوں اور بے کسوں کی۔ اس تہہراؤ کو جب ہم پوچھتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ یہ ایک نرالے دماغ کی پیداوار ہے۔ اس میں الٹ ٹپ باتوں تک یا بے تک رکھدی گئی ہیں۔ خاص طور سے لچر بات زمین کے بارے میں ہے۔ اس میں کہا گیا ہے —

’ہندستان کی آرتیک بنیاد زمین ہی ہے۔ یہاں کے خیتی طریقے کا اس طرح سے سنگٹن ہونا چاہئے تاکہ جو صنعت کرے اسے اس کا پھل مل سکے اور زمین کا آہوگ ساج کے لئے ایک دولت کے روپ میں کیا جائے۔‘

کہنے کو تو کچھ ضرور کہا ہے مگر ظاہر ہے کہ اصلی بات نہیں کہی گئی ہے — وہ یہ ہے کہ زمین اسی کی سمجھی جائے جو اس پر خود صنعت کرے نہ کہ اس کی جو کہتا کچھ ہے اور کرنا کچھ ہے۔ اسی طرح دیہاتی دھندوں کے بارے میں کہا ہے کہ ’انہوں اونچی سے اونچی تکنیکی لائق کے ساتھ کیا جانا چاہئے۔‘ شاید تہہراؤ لکھنے والے کے دماغ میں جاپان کا خیال آ رہا تھا۔ اس تہہراؤ میں ایک آدھ بات جو سمجھ ہے وہ معض ایک ایدیش کے طور پر ہے جس کا عمل سے کوئی واسطہ نہیں معلوم پوتا۔ ہمارا یہ خیال اس بحث کو سنکر اور بھی پکا ہو گیا جو اس تہہراؤ کے سلسلہ میں ہوئی۔

بحث کے دوران میں ایک بھائی نے کہا کہ سرکار نے چلتا کے ہمت میں کچھ بھی نہیں کہا ہے (جس پر صدر صاحب خفا ہو گئے اور پھر ان کے اصرار پر ان بھائی

بائیں ساؤن بورڈ کوکا-کولا جیسی نرہیلی بوج کا با جو اب نہی نہی فیشن میں آ رہی ہے۔ ہمیں نہی مالوم کی ان ہریتہاروں سے سواگت کمپنی نے کیتنا پوسہ کما لیا یا یہ ریس کے نئے انداز کا—جسے پلڈت جواہر لال نہرو کے میں 'Approach' سمجھنا چاہئے — نمونہ تہ۔

کانگریس ویسے تو 66 برس کی ہے لیکن آجادی کی لڑائی کے دوران میں کئی بار ہجلااس نہ ہو سکے کی وجہ سے یہ 57 واں ہجلااس ہی آا۔ اس کے کرنے کا کسلا پیللے سیتمبر کے مہینے میں ہی کیا گیا آا جب کل ہند کانگریس ی کی ایک بیتھک میں پلڈت جواہر لال نہرو یس کے صدر چلے گئے۔ ہمیں وہ دیکھ بھری کہانی کی ضرورت نہیں کہ کہیں پلڈت جواہر لال نے ک کمپنی سے استعفیٰ دیا، کسطرح پچھلے صدر بابو نم داس ٹنڈن نے اپنی ورکنگ کمپنی کو بدلنے سے کیا، اور پھر کسطرح ٹنڈن جی نے استعفیٰ دیا۔ یہ ضرور کہیں کہ کانگریس والوں نے محسوس ہ اسکی خستہ حالت میں جواہر لال کے ملاوہ کوئی ا چارہ اُن کے پاس نہیں ہے اور اسلئے وہ یہ جاننا نے تہ کہ اس موقع پر پلڈت جی کا ہمارے لئے کیا ہا یا حکم ہے۔

کانگریس ہجلااس کا دستور ہے کہ شرو میں سبجکٹ کمپنی کی बैठک ہوتی ہے جو ورکنگ کمپنی کے تیار شوا ٹھراواں پر رور بھس کرکے وئے خولے ہجلااس کے لیے مکنمل بنااتی ہے۔ سبجکٹ کمپنی کی یہ बैठک 17,18 تاریک کو سوبھ کے وقت ڈی۔ 17 کی سوبھ جب बैठک شرو ڈی تو پیللی رات کی دہمیری بٹنا—راولپنڈی میں ایک پاگل کا پاکستان کے بڈے بڈیر نوابشاہ لیاکرت اہلی خاں کو مار دینا—کا اسر سب کے دل پر آا اور لاس کر پڈت جواہر لال کے دل پر جو ہر کئی مہینوں سے ایسی فرقے وارنہ اور جنگلی اس کے خلاف لوٹے کا بیوا اٹھائے ہوئے میں۔

پڈت جواہر لال نے اپنی شرو کی سپیچ میں ہی دنییا کی بدلتی حالات کی بچا کی، بٹایا کہ اس میں ہندوستان بیا پارٹ खेल رہا ہے اور اس کے اندر کانگریس کا بیا فرقہ ہے۔ وئے نے کہا کہ کانگریس کے سامنے ہال میں ہونے والے بوناہ ہی سب کچھ نہیں ہیں، وہ بعض اس کاموں میں سے ایک کام ہے، باقی کام میں جلتا کے میں جانا اور اس کے دل میں طرح طرح کی سے گھر بلانا۔ لیکن ہمیں یہ تسلیم کرنا چاہئے ک کمپنی کے ممبر ہائی لوگ کمپنی کی کاروائی باہر نہ دے کر الگ الگ گروپوں میں بیتھکر آپس میں ک کر دے تہ اور چٹاؤ کا بہوت اُن پر سوار تہ۔ شاید

کانگریس ویسے تو 66 برس کی ہے کہ لیکن آزادی کی کے دوران میں کئی بار ہجلااس نہ ہو سکے کی وجہ سے 57 واں ہجلااس ہی تھا۔ اس کے کرنے کا فیصلہ پچھلے ہر کے مہینے میں ہی کیا گیا تھا جب کل ہند کانگریس ی کی ایک بیتھک میں پلڈت جواہر لال نہرو یس کے صدر چلے گئے۔ ہمیں وہ دیکھ بھری کہانی کی ضرورت نہیں کہ کہیں پلڈت جواہر لال نے ک کمپنی سے استعفیٰ دیا، کسطرح پچھلے صدر بابو نم داس ٹنڈن نے اپنی ورکنگ کمپنی کو بدلنے سے کیا، اور پھر کسطرح ٹنڈن جی نے استعفیٰ دیا۔ یہ ضرور کہیں کہ کانگریس والوں نے محسوس ہ اسکی خستہ حالت میں جواہر لال کے ملاوہ کوئی ا چارہ اُن کے پاس نہیں ہے اور اسلئے وہ یہ جاننا نے تہ کہ اس موقع پر پلڈت جی کا ہمارے لئے کیا ہا یا حکم ہے۔

کانگریس ہجلااس کا دستور ہے، شروع میں سبجکٹ ی کی بیتھک ہوتی ہے جو ورکنگ کمپنی کے تیار تھراواں پر فور بحث کر کے اُنہیں کھلے ہجلااس کے مکمل بناتی ہے۔ سبجکٹ کمپنی کی یہ بیتھک 17 تاریخ کو صبح کے وقت ہوتی۔ 17 کی صبح بیتھک شروع ہوتی تو پچھلی رات کی درد بھری — راولپنڈی میں ایک پاگل کا پاکستان کے بڑے نواب زادہ لہالت علی خاں کو مار دینا — کا اثر کے دل پر تھا اور خاص کر پلڈت جواہر لال کے دل پر۔ اندر کئی مہینوں سے ایسی فرقے وارنہ اور جنگلی اس کے خلاف لوٹے کا بیوا اٹھائے ہوئے میں۔

پلڈت جواہر لال نے اپنی شروع کی اسپیچ میں ہی بدلتی حالت کی چرچا کی، بتایا کہ اس میں بٹان کیا پارٹ کھیل رہا ہے اور اس کے اندر کانگریس فرہس ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ کانگریس کے سامنے حال ہونے والے چٹاؤ میں سب کچھ نہیں ہیں، وہ بعض اس کاموں میں سے ایک کام ہے، باقی کام میں جلتا کے میں جانا اور اس کے دل میں طرح طرح کی سے گھر بلانا۔ لیکن ہمیں یہ تسلیم کرنا چاہئے ک کمپنی کے ممبر ہائی لوگ کمپنی کی کاروائی باہر نہ دے کر الگ الگ گروپوں میں بیتھکر آپس میں ک کر دے تہ اور چٹاؤ کا بہوت اُن پر سوار تہ۔ شاید

ہمارے جاکیر، میں अपना गिलास ठठाता हूँ और अब वह गिलास मेरे बाएं हाथ में है और बाएं हाथ से अब मैं लिख रहा हूँ.

लेखक—भ. दी.

तुम्हारा अपनाही
नन्द किशोर मेहरा

ہمارے ڈاکر، میں اپنا گلاس اٹھاتا ہوں اور اب وہ گلاس میرے بائیں ہاتھ میں ہے اور دائیں ہاتھ سے اب میں لکھ رہا ہوں.

تمہارا اپنا ہی
نند کھور مہرا

لیکھک — ب. د.

دिल्ली कांग्रेस

کانگریس کے دوست ہوں یا مخالف، اکثر لوگوں کو شکایت ہے کہ اس وقت جب کانگریس کے پاس کوئی نئی بات کہنے کو نہیں تھی تب انکا بڑا جلسہ کر کے لاکھوں روپے بہانے کی کیا ضرورت تھی۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ کانگریس جب تک زندہ ہے تب تک اسے اپنا سالانہ اجلاس کرنے کی ضرورت قائم رکھنی چاہئے۔ مگر احمدآباد میں کل ہند کانگریس کمیٹی کی 29,30 جنوری والی ہنگامہ میں جو کانگریس کا نیا ودھان بنا ہے اس میں کانگریس اجلاس اور چناؤ ہر دوسرے سال کرنے کا طے پایا جو ایک بدقسمتی کا فیصلہ ہے، خاص کر آجکل کے زمانے میں جب دنیا کے حالات تیزی سے بدل رہے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر سال در سال کا طریقہ جاری رہتا تو نہ بلنگت جواہر لال نہرو کو ورکنگ کمیٹی سے استعفیٰ دینے کی ضرورت پڑتی اور نہ کانگریس کے اندر اتنی بے لطفی پیدا ہوتی جو پچھلے دو مہینوں میں ہوئی۔ لیکن اگر ہر اجلاس کے موقع پر کانگریس کے پاس نئی چیز ایسی نہیں ہے جو وہ ملک کے آگے پیش کرے تو یہ کانگریس کے بڑھاپے کی علامت ہے۔

دिल्ली कांग्रेस नई दिल्ली में बड़े बज्जिर के बंगले से चन्द फरलांग की दूरी पर 17, 18, 19 अक्टूबर को हुई— उस जगह का नाम दिल्ली की एक बहादुर और जानिसार बेटी के नाम पर सत्यवती नगर रखा गया था. वैसे इस जगह पर विदेशी राज दूतों की बस्तियां बसने वाली हैं. देखते ही जो इस कांग्रेस की खास बात मालूम पड़ती थी वह यह कि नुमायश नाम की चीज का इस मरतबा कहीं पता ही नहीं है. इधर कई बरस से नुमायश कांग्रेस इजलास का खास हिस्सा समझी जाती थी. शाब्द समय की कमी की वजह से स्वागत कमेटी उसका बन्दोबस्त नहीं कर सकी. लेकिन हमें यह देखकर हैरत हुई कि सत्यवती नगर में बसते ही जो बड़े बड़े साइन-बोर्ड दिसते थे वह दिल्ली के सिनेमाओं के इशितहार थे और एक बड़ा लम्बा

دلی کانگریس

دلی کانگریس نئی دلی میں بڑے وزیر کے ہنگامے سے چاند فرلانگ کی دوری پر 17, 18, 19 اکتوبر کو ہوئی— اس جگہ کا نام دلی کی ایک بہادر اور جان نثار بھٹی کے نام پر سत्यवती نگر رکھا گیا تھا. ویسے اس جگہ پر ویدیشی دلچ دوتوں کی بستیاں بسنے والی ہیں. دیکھتے ہی جو اس کانگریس کی خاص بات معلوم ہوتی تھی وہ یہ کہ نمائش نام کی چیز کا اس مرتبہ کہیں پتہ ہی نہیں ہے. ادھر کئی برس سے نمائش کانگریس اجلاس کا خاص حصہ سمجھی جاتی تھی. شاید سب سے کم کی وجہ سے ہواکت کمیٹی اس کا بندوبست نہیں کر سکی. لیکن ہمیں یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ سत्यवती نگر میں بکھرتے ہی جو بڑے بڑے سائین بورڈ دیکھتے تھے وہ دلی کے سلیمائوں کے اشتہار تھے اور ایک بڑا لمبا

بکھرنا ڈायری، اب تو مجھے کچھ دکھ رہی ہے۔ تو میں میرے
 سارے ان پلکھوں کو بچے لیتا ہوں جو کمبھٹ اتنا
 اڑنا نہیں جانتے کہ موقعے کے موقعے بھول کر تجھے
 لے آئوں اور مجھے کبھی کوئی ضروری بات کی یاد دلا
 ۔ جب یہ پلکھ اتنا بھی کام نہیں کر سکتے تو ان کا
 نہ ہونا بیکار۔ لو! میں تمہیں چور چور کر بکھیرتا
 اور ابھی تو کہا! ابھی تو میں تمہیں آگ کے سورد
 ۔ میں دنیا میں تمہارا کوئی بھی نشان نہ دھلے
 ۔ تم نے مجھے رمضانی کی نظر میں گرا دیا! اتنا ہی
 تم نے مجھے شہلا شکر اور ان کی ماں کی نظروں
 بھی گرا دیا۔

پے یاد، تو یہ کھڑک بچ نہیں سکتی کہ تو میری
 ڈायری خیر کر لے گئی تھی، یہ دلتال میری ہے۔ اب تو
 میری دلتال لے کر میرا سکا بھلا نہیں کر سکتی۔ میرے
 دیماس میں رہنے کے لیے وہ کیرا پ کی کوٹری سرف
 ہسا کام کے لیے تو مینا ہے کہ تو بکرت بکرت میرے
 کام آئے اور مجھ سے ایسی بے انصافی نہ ہونے دے جیسی آج
 ہی۔ میں یہ ہو کر ماننے کو تیار نہیں کہ تو غیر حاضر
 تو غیر حاضر ہونا تو جانتی ہی نہیں۔ ہاں! تو اپنی اور
 لمبوں سے باتوں میں لگ جانے میں ہوشیار ہے۔ اور جب
 ان سہیلوں سے باتوں کرنے لگے تب تو جھٹ آ کوئی
 میں جانتا ہوں آج تو ضرور کسی سہیلی یا سہیلوں
 ساتھ رنگ دھان ملنا رہی ہوگی تبھی تو ذرا سی بھول
 و نے میری عزت کو خاک میں ملا دیا اور سب کی
 میں نہیں بچے گرا دیا۔ ڈائری بے جان ہے اسے معاف
 جا سکتا تھا ہر تو تو جان دار ہے! تجھے معاف نہیں
 جا سکتا۔ ہاں! مجھے معلوم ہے کہ تیری اور میری
 جان ہے پر میں آج تیری جان لینے کے لئے اس
 دھیمان ہی نہ دوں گا بلکہ تیری جان لے کر میں اپنی
 بھی لے لوں گا۔ جان سے بھی زیادہ پیاری چیز ہے
 ۔ ابرو گئی تو جان کا ہونا نہ ہونا بیکار۔ آدمیت
 آدمی کہسا! انسانیت بغیر انسان کہسا اور آبرو بغیر
 کہسی۔

پے یاد، بس اب تو تیار ہوجا اور اپنے مرنے سے پہلے
 کو تجھے یاد کرنا ہو یاد کر لے۔ پر کیا تو اس قابل
 کی ہے کہ کسی کو یاد کر سکے۔

میں ڈायری اور یاد کو کوسنے میں اتنی ہی طرح لگا
 ہوں رمضانی کے بارے میں کچھ سوچ ہی نہ پایا۔
 میرے من نے یہ مان لیا کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا
 جیتے جی اب یہ چہرہ اس قابل نہیں ہے کہ اسے
 پائی تو کہا اس کے بچے اور ان بچوں کی ماں بھی
 نہ سکے۔

میں ڈائری اور یاد کو کوسنے میں اتنی ہی طرح لگا
 ہوں رمضانی کے بارے میں کچھ سوچ ہی نہ پایا۔
 میرے من نے یہ مان لیا کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا
 جیتے جی اب یہ چہرہ اس قابل نہیں ہے کہ اسے
 پائی تو کہا اس کے بچے اور ان بچوں کی ماں بھی
 نہ سکے۔

میں ڈائری اور یاد کو کوسنے میں اتنی ہی طرح لگا
 ہوں رمضانی کے بارے میں کچھ سوچ ہی نہ پایا۔
 میرے من نے یہ مان لیا کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا
 جیتے جی اب یہ چہرہ اس قابل نہیں ہے کہ اسے
 پائی تو کہا اس کے بچے اور ان بچوں کی ماں بھی
 نہ سکے۔

میں ڈائری اور یاد کو کوسنے میں اتنی ہی طرح لگا
 ہوں رمضانی کے بارے میں کچھ سوچ ہی نہ پایا۔
 میرے من نے یہ مان لیا کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا
 جیتے جی اب یہ چہرہ اس قابل نہیں ہے کہ اسے
 پائی تو کہا اس کے بچے اور ان بچوں کی ماں بھی
 نہ سکے۔

میں ڈائری اور یاد کو کوسنے میں اتنی ہی طرح لگا
 ہوں رمضانی کے بارے میں کچھ سوچ ہی نہ پایا۔
 میرے من نے یہ مان لیا کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا
 جیتے جی اب یہ چہرہ اس قابل نہیں ہے کہ اسے
 پائی تو کہا اس کے بچے اور ان بچوں کی ماں بھی
 نہ سکے۔

ہیجان کا اس سے بڑھ کر ہوا تھا کہ اسامی رستمجانی
 ہے۔ اور اسی سلسلے میں یہ بھی پتہ لگ گیا کہ
 اس کے پاس اور بھی کون کون چاندی کی چوڑیاں
 پر آمد ہوئی ہوں اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ رمضان
 چوڑیاں چوڑی کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ فون بلند کرنے کے بعد
 تین منٹ تک یہر میں اہلی یاد سے کشتی لڑتا رہا۔
 مگر مہربی یاد نے جس فحش بھی ممد نہ کی کہ میں
 یہ مان سکوں کہ میں نے وہ چاقو رمضان کو یادگار کے
 طور پر دینا تھا۔ میں سوچ ہی رہا تھا کہ دروازے پر یہر
 تھاپ پڑی اور شہد باہر سے چلائی کہ بابو جی آپ کی
 دائری میں سب کچھ لکھا مل گیا۔ میں نے فوراً کھولا
 اور لکھی دائری پڑھی۔ اب یاد ایک دم تازہ ہو گئی اور
 رمضان کی وادی کا سارا میں مہربی آنکھوں کے سامنے
 آ گیا۔ اب شک کے لئے ذرا سی بھی جگہ نہ رہ گئی۔ شہد
 کے لئے دوبارہ یہر مہربا حکم ہوا کہ تم جاؤ۔ وہ فوراً
 چل دی۔ اس بار پہلے کی طرح وہ اداس نہیں تھی۔
 اس کے چہرے پر سچائی کی کھوج کی خوشی لہریں
 سارے ہی تھیں۔ میں نے دوبارہ یہر بلند کر لیا۔

دائری لکھنا گناہ ہے گناہ۔ دائری لکھنا یادداشت
 کو کتاب میں بلند کر دینا ہے۔ سب تصور اس دائری کا
 ہے۔ اگر میں نے دائری نہ لکھی ہوتی تو یہ باتیں میں
 کبھی نہ بھولتا۔ اور آج اتنا ہوا ظلم میرے ہاتھوں نہ
 ہوا ہوتا جو میں کر رہا تھا ہوں۔ جہون لال میرا دوست
 ہے پر وہ مہربی طرح مسلمانوں کا دوست تو نہیں ہے۔
 رمضان مجھے بھٹے چھٹا پھار ہے پر جہون لال تو رمضان
 کو سائب سمجھتا ہے۔ اور یہر وہ یوادمس کا امسر ہے۔ اے
 اے مقدس کی جوت سے کام سچائی سے کہا سرورگار۔ اور
 میں جہون لال کو کچھ بھی کہہ دینے کا حقدار بھی کہوں؟
 میں نے جو بیان دیا ہے کسی دہائی سے نہیں دیا۔ خوشی
 سے دیا ہے۔ غلط بیانی میں مہربا تصور ہے اور یہر سب سے
 پہلے تصور ہے اس دائری کا۔ یہ کمبخت دائری مہربی
 بہاد کو اپنے ورثوں میں چھوڑا رہتی اور یہر مجھے بتائے
 آئی شہد کی معرفت۔ اور بتائے بھی آئی تو اس وقت
 جب میں اپنے ہاتھ لٹا چکا اور اپنا دستخطی بیان پولیس
 انسپکٹر کے ہاتھ سونپ چکا۔ جب یہ دائری نے جان
 لی تو یہ کمبخت نے جان ہی کہوں نہ بلی دی۔
 اور نگارہ بولی ہی تھی تو شہد سے کہوں بولی۔ مجھ سے
 بولتی مہربی دائری تھی۔ شہد دائری نہیں دیکھی اس
 لئے اسکی یاد دائری کا کام دیتی ہے اور وہ زندہ
 دائری ہے۔ اس نے مہربی دائری کی یاد شہد کو دل دی
 اور میں اپنی دائری کی یاد بھول رہا تھا کہونکہ یہ کمبخت
 دائری مہربی یاد مجھ سے چھٹن چکی تھی۔ اے

ڈायری لکھنا گناہ ہے گناہ۔ ڈायری لکھنا
 کھارٹ کو کتاب میں باندھ کر دینا ہے۔ سب کھسور اس
 پری کا ہے۔ اگر میں نے ڈायری نہ لکھی ہوتی تو یہ
 ہوں میں نہ بھولتا اور آج اتنا ہوا ظلم میرے ہاتھوں نہ
 ہوا ہوتا جو میں کر رہا تھا ہوں۔ جہون لال میرا دوست
 ہے پر وہ مہربی طرح مسلمانوں کا دوست تو نہیں ہے۔
 رمضان مجھے بھٹے چھٹا پھار ہے پر جہون لال تو رمضان
 کو سائب سمجھتا ہے۔ اور یہر وہ یوادمس کا امسر ہے۔ اے
 اے مقدس کی جوت سے کام سچائی سے کہا سرورگار۔ اور
 میں جہون لال کو کچھ بھی کہہ دینے کا حقدار بھی کہوں؟
 میں نے جو بیان دیا ہے کسی دہائی سے نہیں دیا۔ خوشی
 سے دیا ہے۔ غلط بیانی میں مہربا تصور ہے اور یہر سب سے
 پہلے تصور ہے اس دائری کا۔ یہ کمبخت دائری مہربی
 بہاد کو اپنے ورثوں میں چھوڑا رہتی اور یہر مجھے بتائے
 آئی شہد کی معرفت۔ اور بتائے بھی آئی تو اس وقت
 جب میں اپنے ہاتھ لٹا چکا اور اپنا دستخطی بیان پولیس
 انسپکٹر کے ہاتھ سونپ چکا۔ جب یہ دائری نے جان
 لی تو یہ کمبخت نے جان ہی کہوں نہ بلی دی۔
 اور نگارہ بولی ہی تھی تو شہد سے کہوں بولی۔ مجھ سے
 بولتی مہربی دائری تھی۔ شہد دائری نہیں دیکھی اس
 لئے اسکی یاد دائری کا کام دیتی ہے اور وہ زندہ
 دائری ہے۔ اس نے مہربی دائری کی یاد شہد کو دل دی
 اور میں اپنی دائری کی یاد بھول رہا تھا کہونکہ یہ کمبخت
 دائری مہربی یاد مجھ سے چھٹن چکی تھی۔ اے

ڈायری لکھنا گناہ ہے گناہ۔ ڈायری لکھنا
 کھارٹ کو کتاب میں باندھ کر دینا ہے۔ سب کھسور اس
 پری کا ہے۔ اگر میں نے ڈायری نہ لکھی ہوتی تو یہ
 ہوں میں نہ بھولتا اور آج اتنا ہوا ظلم میرے ہاتھوں نہ
 ہوا ہوتا جو میں کر رہا تھا ہوں۔ جہون لال میرا دوست
 ہے پر وہ مہربی طرح مسلمانوں کا دوست تو نہیں ہے۔
 رمضان مجھے بھٹے چھٹا پھار ہے پر جہون لال تو رمضان
 کو سائب سمجھتا ہے۔ اور یہر وہ یوادمس کا امسر ہے۔ اے
 اے مقدس کی جوت سے کام سچائی سے کہا سرورگار۔ اور
 میں جہون لال کو کچھ بھی کہہ دینے کا حقدار بھی کہوں؟
 میں نے جو بیان دیا ہے کسی دہائی سے نہیں دیا۔ خوشی
 سے دیا ہے۔ غلط بیانی میں مہربا تصور ہے اور یہر سب سے
 پہلے تصور ہے اس دائری کا۔ یہ کمبخت دائری مہربی
 بہاد کو اپنے ورثوں میں چھوڑا رہتی اور یہر مجھے بتائے
 آئی شہد کی معرفت۔ اور بتائے بھی آئی تو اس وقت
 جب میں اپنے ہاتھ لٹا چکا اور اپنا دستخطی بیان پولیس
 انسپکٹر کے ہاتھ سونپ چکا۔ جب یہ دائری نے جان
 لی تو یہ کمبخت نے جان ہی کہوں نہ بلی دی۔
 اور نگارہ بولی ہی تھی تو شہد سے کہوں بولی۔ مجھ سے
 بولتی مہربی دائری تھی۔ شہد دائری نہیں دیکھی اس
 لئے اسکی یاد دائری کا کام دیتی ہے اور وہ زندہ
 دائری ہے۔ اس نے مہربی دائری کی یاد شہد کو دل دی
 اور میں اپنی دائری کی یاد بھول رہا تھا کہونکہ یہ کمبخت
 دائری مہربی یاد مجھ سے چھٹن چکی تھی۔ اے

میں اپنی سبکی بھی بھ کات چلا کر سنا رہ تھا۔
میں اس کے جواب میں کڑھ نہ کہہ کر شہلا سے کہی کہ
کی بچھا۔ اب تم جاؤ۔ اور اس مہری آواز میں حکم کی اتلی
دعی موجدہ تھی کہ وہ فوراً اٹھ کر چل دی۔ اس کے
نے کے بعد میں نے کمرے کا دروازہ بند کر لیا۔

سبکی کے اس بیان سے میری یاد کڑھ رہی تو دھڑ
پر بھی یہ تھ ن کر پایا کی سبکی میں یہ باک
رمانی کو پاکستان چلتے وقت انعام یا یادگار کے روپ
ن دے دیا تھا۔ اب مہری دل کا یہ حال تھا کہ وہ
ہی یہ کہتا تھا کہ ہاں دیا تو تھا اور کبھی یہ کہتا
ا کہ نہیں بالکل نہیں دیا تھا۔ انعام میں ملا چاقو
میں اس طرح دیا جا سکتا ہے۔ ہاں ایک بات ضرور
کہ اس چاقو کو میں نے شہلا کو دیا تھا اور نہ شہلا
۔ یہاں تک کہ شہلا کی ماں کو بھی اس چاقو کو
جئے ہوئے میں چھپھکتا تھا۔ پر نہ جانے کہوں رمضان
، عاتق میں دیتے مجھ نہ کوئی چھپھک ہوئی اور
، میں کچھ سوچ میں پڑتا تھا۔ شاید اسکی یہ وجہ
ہی ہو کہ رمضان اسکو تھیک طرح سے دکھتا تھا
ر اس کا تھیک تھیک استعمال بھی جانتا تھا۔
پر یہ سب باتیں اس بات کا ثبوت نہیں ہیں کہ
میں اس انعامی چاقو کو رمضان کو دے ڈالوں۔
یسی بیماری چیز کسی دوسرے کو نہیں دی جا سکتی
جب تک کہ اس سے زیادہ بیماری بات مہری سامنے نہ
ہو۔ اسی طرح سوچتے سوچتے مجھ یہ بھی یاد آگیا کہ
رمضان کی جدائی کے وقت مہری آنکھوں پر ہونٹیں
نہیں پر چاقو دینے کی یہ بھی کوئی زوردار دلیل نہیں
تھی۔ بھ چاقو بھی کوئی چیز ہے جو ایسے موقع پر دیا
جائے۔ میں جتنا بھی سوچتا تھا اسی نتیجے پر پہنچتا
تھا کہ وہ چاقو میں نے رمضان کو نہیں دیا۔ بہت
سوچنے پر اندازہ ہوا تھا کہ رمضان کے چلتے وقت میں نے
قرار کھولا تھا اور اس میں سے رمضان کو دینے کے لئے
پانچ روپے نکالے تھے۔ روپے نوٹ نہیں۔ لب چاقو دار میں
تھا اور روپے چاقو کے نیچے تھے۔ چاقو ہٹا کر روپے نکالے
تھے۔ پر چاقو دینے کی بات یاد کے کسی کونے میں
دھونڈتے نہیں ملتی تھی۔ بہت سوچنے پر بھی میں
یہ طے نہ کر پایا کہ میں نے چاقو رمضان کو دیا۔ شہلا
کی بات میں میں ماننے کو تھا کہ تھا کہ جس طرح مہری
اگر یہ یاد غلط ہے کہ میں نے رمضان کو چاقو نہیں دیا تو
شہلا کی یہ یاد بھی تو غلط ہو سکتی ہے کہ میں نے رمضان
کو چاقو دیا تھا۔ اور پھر یہی کہا ہے کہ اسی رمضان
ہی ہے۔ یہ بات نہ میں نے اسے کبھی صاحب سے پہچانی تھی
اور نہ شہلا ہی نے اچ بہان میں بتائی۔ یہ دعویٰ میں
نے ہی نہیں کر سکتا۔ اس کے لئے میں نے اور تھوڑی دیر میں

میں اپنی سبکی بھی بھ کات چلا کر سنا رہ تھا۔
میں اس کے جواب میں کڑھ نہ کہہ کر شہلا سے کہی کہ
کی بچھا۔ اب تم جاؤ۔ اور اس مہری آواز میں حکم کی اتلی
دعی موجدہ تھی کہ وہ فوراً اٹھ کر چل دی۔ اس کے
نے کے بعد میں نے کمرے کا دروازہ بند کر لیا۔

سبکی کے اس بیان سے میری یاد کڑھ رہی تو دھڑ
پر بھی یہ تھ ن کر پایا کی سبکی میں یہ باک
رمانی کو پاکستان چلتے وقت انعام یا یادگار کے روپ
ن دے دیا تھا۔ اب مہری دل کا یہ حال تھا کہ وہ
ہی یہ کہتا تھا کہ ہاں دیا تو تھا اور کبھی یہ کہتا
ا کہ نہیں بالکل نہیں دیا تھا۔ انعام میں ملا چاقو
میں اس طرح دیا جا سکتا ہے۔ ہاں ایک بات ضرور
کہ اس چاقو کو میں نے شہلا کو دیا تھا اور نہ شہلا
۔ یہاں تک کہ شہلا کی ماں کو بھی اس چاقو کو
جئے ہوئے میں چھپھکتا تھا۔ پر نہ جانے کہوں رمضان
، عاتق میں دیتے مجھ نہ کوئی چھپھک ہوئی اور
، میں کچھ سوچ میں پڑتا تھا۔ شاید اسکی یہ وجہ
ہی ہو کہ رمضان اسکو تھیک طرح سے دکھتا تھا
ر اس کا تھیک تھیک استعمال بھی جانتا تھا۔
پر یہ سب باتیں اس بات کا ثبوت نہیں ہیں کہ
میں اس انعامی چاقو کو رمضان کو دے ڈالوں۔
یسی بیماری چیز کسی دوسرے کو نہیں دی جا سکتی
جب تک کہ اس سے زیادہ بیماری بات مہری سامنے نہ
ہو۔ اسی طرح سوچتے سوچتے مجھ یہ بھی یاد آگیا کہ
رمضان کی جدائی کے وقت مہری آنکھوں پر ہونٹیں
نہیں پر چاقو دینے کی یہ بھی کوئی زوردار دلیل نہیں
تھی۔ بھ چاقو بھی کوئی چیز ہے جو ایسے موقع پر دیا
جائے۔ میں جتنا بھی سوچتا تھا اسی نتیجے پر پہنچتا
تھا کہ وہ چاقو میں نے رمضان کو نہیں دیا۔ بہت
سوچنے پر اندازہ ہوا تھا کہ رمضان کے چلتے وقت میں نے
قرار کھولا تھا اور اس میں سے رمضان کو دینے کے لئے
پانچ روپے نکالے تھے۔ روپے نوٹ نہیں۔ لب چاقو دار میں
تھا اور روپے چاقو کے نیچے تھے۔ چاقو ہٹا کر روپے نکالے
تھے۔ پر چاقو دینے کی بات یاد کے کسی کونے میں
دھونڈتے نہیں ملتی تھی۔ بہت سوچنے پر بھی میں
یہ طے نہ کر پایا کہ میں نے چاقو رمضان کو دیا۔ شہلا
کی بات میں میں ماننے کو تھا کہ تھا کہ جس طرح مہری
اگر یہ یاد غلط ہے کہ میں نے رمضان کو چاقو نہیں دیا تو
شہلا کی یہ یاد بھی تو غلط ہو سکتی ہے کہ میں نے رمضان
کو چاقو دیا تھا۔ اور پھر یہی کہا ہے کہ اسی رمضان
ہی ہے۔ یہ بات نہ میں نے اسے کبھی صاحب سے پہچانی تھی
اور نہ شہلا ہی نے اچ بہان میں بتائی۔ یہ دعویٰ میں
نے ہی نہیں کر سکتا۔ اس کے لئے میں نے اور تھوڑی دیر میں

”میں نے کہا نہ کہ ایک آسانی کی تلاش میں ہی رہنا ہے۔
وہ حوالہ نہیں ہے۔ میں کل ہی اسکو محسوس
کے سامنے رکھ کر لے والا ہوں۔“

”یہ ہے کون جو صرف مہرا چالو چرا لے گیا۔ مہرے
کمرے میں چالو سے زیادہ قیمتی اور زیادہ ہلکی دسویں
ایسی چیلوں میں جن میں سے کسی ایک کو بھی لے
جانا تو آسانی سے کہیں بیچ کر اچھے دام اٹھا لوں گا۔ یہ
محبوب بھوتوں چور ہے جو اٹھا کر لے گیا مہرا انعام میں
چالو۔ ہوشک اسنے مہری پہاڑی چور چرا کر مجھے
تکلیف تو دی پر خود اسکے تو کچھ ہاتھ نہ آیا۔“

”اٹا کر سونے کی چھڑیں چور کر بلندق اور کارٹوس پر
سب سے پہلے ہاتھ مارتے ہیں اور گٹھکتے اور معمولی چور
چالو قہلچئی کو آپکی کھڑی سے زیادہ قیمتی سمجھتے
ہیں۔“

”تو کیا مہرا چالو گٹرکٹوں کے کام کا ہے۔ یہ تو بھائی
قلم تراش ہے قلم تراش۔“

”تو تو ہے، جہاں تراش کا کام بھی دے سکتا ہے۔“

اس طرح توڑی دیر ٹپ شپ ہانک کر اور مہرا
مہرا لے کر جہون لال جی چل دیئے۔

ابھی اُن کو گئے مرنے آدھا گھنٹہ بھی نہ ہوتا ہوا کہ
مہری لوکی شہلا کالج سے واپس آ پہنچی اور سہمی
مہرے کرے میں آئی اور مجھ سے بولی :-

”بابو جی! وہ آپ کا چاندی کا چالو تو میں نے آج
پونیس انسپکٹر جہون لال کے ہاتھ میں دیکھا، وہ اسکو
ہمارے پروفیسر ندانی کو دے رہا ہے۔ وہ اُس کے
بھائی ہوتے ہیں نہ۔ بابو جی، جب مہری نظر اُس
چالو پر پڑی تو میں پوچھ بیٹھی کہ یہ چالو آپ کے پاس
کھسے۔ یہ چالو تو ہمارے بابو جی نے وہ بھائی کو اُس وقت
انعام میں دے دیا تھا جب وہ پاکستان کے لئے روانہ
ہو رہا تھا۔ اس چالو کو تو ہمارے بابو جی ہمارے ہاتھ
میں بھی نہیں دیتے تھے۔ اس چالو سے تو اُن کا چہرہ اسی
بھٹائی ہی اُن کی بدسل بنایا کرتا تھا۔ یہ آپ کے پاس
لہسے آگیا۔ کہا اس نے آپ کو بیچ دیا؟ اور یہ آپ کے پاس
لب سے ہے؟ بابو جی، اسکے جواب میں جہون لال جی
نے صرف اتنا ہی کہا کہ نہیں نہیں، تم غلطی پر ہو۔
ہمارے پتاجی نے کمرے سے یہ چور ہوا ہے اور ہم اُن
سے ابھی پوچھ کر آ رہے ہیں۔ وہ چالو کوئی اور ہوگا جس
کو تم ہاتھ کر رہی ہو۔ بابو جی، میں نے وہ چالو اُن
سے دیکھنے کے لئے مالٹا پر اُنہوں نے مجھے نہیں دیا۔
وہ کچھ آگے اور بچا، فوراً اُنہیں سہمی پولیس اسٹیشن
لے گیا۔“

کھاں सकا۔ وہ تو یہی رہا اور آج بھی یہی ہے۔ پر کھاں اور کس طرح سے یہ تمہیں سورے خط میں آگے چل کر معلوم ہوگا۔

11 نومبر کو نہ جانے کب تو اسے اس چاقو کی یاد آئی جو مجھے دوڑ میں لے کر آنے پر انعام میں ملا اور جس کا دستہ چاندی کا تھا اور جس پر تم نے بودھی انگریزی میں میرا نام لکھا ہے۔ یہ بھی تم جانتے ہی ہو کہ وہ چاقو مجھے کس پر پہنچا تھا۔ بس میں اس چاقو کو اپنے بکس میں رکھ کر لے کر آیا۔ بہت تلاش کیا نہ ملا۔ اپنے کمرے کی سب اداویاں کھوج ڈالیں، موز کے سب دروازے دیکھ ڈالے۔ کمرے پر شعلہ یا شکر میں سے کوئی ہوتا تو ان سے بھی چھتہ پر وہ دونوں پھر حاضر تھے۔ ان کی ماں سے ملنے میں ہی اپنی کسی سہیلی کے یہاں گئی ہوئی تھیں۔ ان کے مری پوچھ پوچھ کی خواہش میرے من میں پھر وہ گئی۔ میں تلاش کرنے سے نہ تھکا تھا نہ اُس پر اتھا۔ بواہر آئے ادھر ادھر ڈھونڈ رہا تھا۔ اگلے میں وازے پر تھاپ دی۔ چھتے ہی دروازہ کھولا تو سامنے لڑ آئے جھون لال انسپکٹر پولیس۔ میں پوچھ بیٹھا چناب اس وقت کھسے آگئے۔ وہ بولے—”بھئی،

”دیکھئے، یہ چاقو آپ کا ہے؟“ چاقو چھب سے نکال کر دے ہاتھ میں تھامے ہوئے جھون لال جی نے کہا۔

”ہے تو میرا ہی۔ مگر یہ آپ کے پاس کھسے پہنچا؟“ میں تو دیر گھنٹے سے اسی کی تلاش میں پائل بنا ہوا ہوں۔ اس کے لئے میں نے کمرے کی ساری چیزیں چھڑیں مٹ پلٹ کر ڈالیں۔ کھسے تو آپ اسے کب اُٹھا کر لے گئے؟“

”خوب! میں اُٹھا کر لے گیا تھا۔ آجے مجھے یہ ایک اسی کے پاس نکلا ہے، اُسکے پاس اور بھی کئی چاندی کے چھڑیں نکلی ہیں، پر یہ چاقو تمہارے بار کے ساتھ لے کر لے لیا اور اسی نے کہا کہ یہ چاقو د کھور میرا کا ہے۔ میں نے ان کے پاس دیکھا تھا۔ میں خوب پہچانتا ہوں اور یہ کہ یہ چاقو انہیں نام میں ملا تھا اور وہ اسکو بڑی اچھی طرح رکھتے ہیں۔ اس لئے میں اس چاقو کو لے کر آپکے پاس تحقیقات کے لئے آیا ہوں کہ اگر یہ چاقو آپکا ہی ہے تو ایک بیان لکھا دیجئے اور وقت پر ٹواہ کے طور پر امت میں حاضر ہونے کے لئے تیار رہئے۔“

11 نومبر کو نہ جانے کب تو اسے اس چاقو کی یاد آئی جو مجھے دوڑ میں لے کر آنے پر انعام میں ملا اور جس کا دستہ چاندی کا تھا اور جس پر تم نے بودھی انگریزی میں میرا نام لکھا ہے۔ یہ بھی تم جانتے ہی ہو کہ وہ چاقو مجھے کس پر پہنچا تھا۔ بس میں اس چاقو کو اپنے بکس میں رکھ کر لے کر آیا۔ بہت تلاش کیا نہ ملا۔ اپنے کمرے کی سب اداویاں کھوج ڈالیں، موز کے سب دروازے دیکھ ڈالے۔ کمرے پر شعلہ یا شکر میں سے کوئی ہوتا تو ان سے بھی چھتہ پر وہ دونوں پھر حاضر تھے۔ ان کی ماں سے ملنے میں ہی اپنی کسی سہیلی کے یہاں گئی ہوئی تھیں۔ ان کے مری پوچھ پوچھ کی خواہش میرے من میں پھر وہ گئی۔ میں تلاش کرنے سے نہ تھکا تھا نہ اُس پر اتھا۔ بواہر آئے ادھر ادھر ڈھونڈ رہا تھا۔ اگلے میں وازے پر تھاپ دی۔ چھتے ہی دروازہ کھولا تو سامنے لڑ آئے جھون لال انسپکٹر پولیس۔ میں پوچھ بیٹھا چناب اس وقت کھسے آگئے۔ وہ بولے—”بھئی،

”دیکھئے، یہ چاقو آپ کا ہے؟“ چاقو چھب سے نکال کر دے ہاتھ میں تھامے ہوئے جھون لال جی نے کہا۔

”ہے تو میرا ہی۔ مگر یہ آپ کے پاس کھسے پہنچا؟“ میں تو دیر گھنٹے سے اسی کی تلاش میں پائل بنا ہوا ہوں۔ اس کے لئے میں نے کمرے کی ساری چیزیں چھڑیں مٹ پلٹ کر ڈالیں۔ کھسے تو آپ اسے کب اُٹھا کر لے گئے؟“

”خوب! میں اُٹھا کر لے گیا تھا۔ آجے مجھے یہ ایک اسی کے پاس نکلا ہے، اُسکے پاس اور بھی کئی چاندی کے چھڑیں نکلی ہیں، پر یہ چاقو تمہارے بار کے ساتھ لے کر لے لیا اور اسی نے کہا کہ یہ چاقو د کھور میرا کا ہے۔ میں نے ان کے پاس دیکھا تھا۔ میں خوب پہچانتا ہوں اور یہ کہ یہ چاقو انہیں نام میں ملا تھا اور وہ اسکو بڑی اچھی طرح رکھتے ہیں۔ اس لئے میں اس چاقو کو لے کر آپکے پاس تحقیقات کے لئے آیا ہوں کہ اگر یہ چاقو آپکا ہی ہے تو ایک بیان لکھا دیجئے اور وقت پر ٹواہ کے طور پر امت میں حاضر ہونے کے لئے تیار رہئے۔“

میں نے کہا—”بیان تو میں لکھا دوں گا پر یہ تو کہئے یہ آپ کو ملا کھیں؟“

میں نے کہا—”بیان تو میں لکھا دوں گا پر یہ تو کہئے یہ آپ کو ملا کھیں؟“

یہ تو تم سمجھ ہی لو کہ میں یہ خود کشی کرنے میں کوئی جلد بازی نہیں کر رہا اور میں تو اپنے تجربے کی بنیاد پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ خود کشی جلد بازی میں ہو ہی نہیں سکتی۔ ہاں، یہ کسی درجے تک ٹھیک ہے کہ خود کشی کرنے سے پہلے دل و دماغ کو اور بھی زیادہ ہاتھیں کرنے کا موقع دیا جائے کہ وہ جلد ہوتا تو ہو سکتا تھا کہ خود کشی سے مرنے والوں کی تعداد کچھ کم ہو جاتی۔ پھر بھی وہ اتنی کم نہ ہوتی جسکی بنا پر یہ ثابت کیا جاسکتا کہ جلد بازی سے بھی خود کشی کی جاسکتی ہے۔ خطرے کے ایک دم سامنے آنے پر جو خود کشیاں ہوتی ہیں انہیں وقت کے لحاظ سے جلد بازی میں ہونے ہی گن لیا جائے کہ دماغ کے سوچنے کے لحاظ سے ان خود کشیوں کے موقع پر بھی دماغ اتنا ہی سوچ جاتا ہے جتنا اس نے بہت وقت لگا کر سوچا ہوتا ہے۔

میں اس بحث کو زیادہ بڑھانا نہیں چاہتا اور اب میں تھوڑے سے لفظوں میں تمکو یہ بتا دیتا چاہتا ہوں کہ میں کیوں تمہیں جاننا چاہتا ہوں۔

تم یہ خط میرے بھائی ایشور دت کو بھی دکھلا دینا۔ اور یہ لکھنے کی ضرورت نہیں کہ اگر وہ کہہ مارے لگے تو تم اسے سمجھا دینا اور تم ہر طرح اس قابل تو ہو ہی۔ اب میری سہو۔

اب میری سہو۔

میرے چہرہ اسی دمہانی کو تم اچھی طرح سے جانتے ہو گے۔ وہ کتنا چھوٹا میرے پاس آیا تھا اور کس طرح گہرے ہونے سے ایلایا تھا، شکر کی ماں اسکو شکر جیسا ہی پکار کرتی تھی اور شکر کی بیوی بہن دمہانی کو کتے پکار سے بہا کہ کر پکارتی تھی اور تہج تہوار کے موقعوں پر دمہانی کے ساتھ ایسا ہی ہتھوڑا کرتی تھی جیسا شکر کے ساتھ۔ اور دمہانی کو میں نے ہی کب چہرہ لکھنا تھا۔ میں شکر جیسا پکار سے نہ بھی دیتا ہوں پر اور ہاتھوں میں تو اسے شکر جیسا رکھتا تھا۔ خیر۔

یہ بھی شاید تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ دمہانی سن 47 کے نومبر کے مہینے میں پاکستان جانے کے لیے ہم سے نکلا تھا۔ اور اس وقت میں جب اس نے گھر چھوڑا تھا تو اس کی آنکھیں بھی دھندلی تھیں اور میری آنکھیں بھی تر ہو گئی تھیں اور شکر کی ماں نے تو اپنی ساری آنسوؤں سے بہکولی تھی اور شکر کی بہن شہناز تو ہاتھ دھو رہی تھی۔ شکر اگر اس وقت اسکول سے گیا ہوتا تو ہوسکتا ہے دمہانی نے پاکستان جانے کی بات نہ سوچی ہوتی۔ اور پھر وہ پاکستان جا ہی

یہ تو تم سمجھ ہی لو کہ میں یہ خود کشی کرنے میں کوئی جلد بازی نہیں کر رہا اور میں تو اپنے تجربے کی بنیاد پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ خود کشی جلد بازی میں ہو ہی نہیں سکتی۔ ہاں، یہ کسی درجے تک ٹھیک ہے کہ خود کشی کرنے سے پہلے دل و دماغ کو اور بھی زیادہ ہاتھیں کرنے کا موقع دیا جائے کہ وہ جلد ہوتا تو ہو سکتا تھا کہ خود کشی سے مرنے والوں کی تعداد کچھ کم ہو جاتی۔ پھر بھی وہ اتنی کم نہ ہوتی جسکی بنا پر یہ ثابت کیا جاسکتا کہ جلد بازی سے بھی خود کشی کی جاسکتی ہے۔ خطرے کے ایک دم سامنے آنے پر جو خود کشیاں ہوتی ہیں انہیں وقت کے لحاظ سے جلد بازی میں ہونے ہی گن لیا جائے کہ دماغ کے سوچنے کے لحاظ سے ان خود کشیوں کے موقع پر بھی دماغ اتنا ہی سوچ جاتا ہے جتنا اس نے بہت وقت لگا کر سوچا ہوتا ہے۔

میں اس بحث کو زیادہ بڑھانا نہیں چاہتا اور اب میں تھوڑے سے لفظوں میں تمکو یہ بتا دیتا چاہتا ہوں کہ میں کیوں تمہیں جاننا چاہتا ہوں۔

تم یہ خط میرے بھائی ایشور دت کو بھی دکھلا دینا۔ اور یہ لکھنے کی ضرورت نہیں کہ اگر وہ کہہ مارے لگے تو تم اسے سمجھا دینا اور تم ہر طرح اس قابل تو ہو ہی۔ اب میری سہو۔

میرے چہرہ اسی دمہانی کو تم اچھی طرح سے جانتے ہو گے۔ وہ کتنا چھوٹا میرے پاس آیا تھا اور کس طرح گہرے ہونے سے ایلایا تھا، شکر کی ماں اسکو شکر جیسا ہی پکار کرتی تھی اور شکر کی بیوی بہن دمہانی کو کتے پکار سے بہا کہ کر پکارتی تھی اور تہج تہوار کے موقعوں پر دمہانی کے ساتھ ایسا ہی ہتھوڑا کرتی تھی جیسا شکر کے ساتھ۔ اور دمہانی کو میں نے ہی کب چہرہ لکھنا تھا۔ میں شکر جیسا پکار سے نہ بھی دیتا ہوں پر اور ہاتھوں میں تو اسے شکر جیسا رکھتا تھا۔ خیر۔

یہ بھی شاید تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ دمہانی سن 47 کے نومبر کے مہینے میں پاکستان جانے کے لیے ہم سے نکلا تھا۔ اور اس وقت میں جب اس نے گھر چھوڑا تھا تو اس کی آنکھیں بھی دھندلی تھیں اور میری آنکھیں بھی تر ہو گئی تھیں اور شکر کی ماں نے تو اپنی ساری آنسوؤں سے بہکولی تھی اور شکر کی بہن شہناز تو ہاتھ دھو رہی تھی۔ شکر اگر اس وقت اسکول سے گیا ہوتا تو ہوسکتا ہے دمہانی نے پاکستان جانے کی بات نہ سوچی ہوتی۔ اور پھر وہ پاکستان جا ہی

جاتا ہے اور یہ سبھی کام کمزوریت اور کمزوریت کے لوگوں کو
سنانا شروع کر دیتے ہیں۔

نہ چننا ہونے والے ہیں۔ সাম্প্রدائیک جماعتوں کی
طرف سے نافرست کھیلنے والی باتیں اور راتوں رات سے
بھڑکانے والے نعرے لگانے شروع ہو گئے ہیں اور انکا
نہیجا بھی سامنے آنے لگا ہے۔ سرکار کا فرض ہے کہ وہ
ایسے نافرست بھولنے والے پرچاروں کی طرف خاص دھیان
دکھ اور ایسی باتیں نہ ہونے دیں جن سے دیہی کی
شانتی کو خطرہ ہو۔ چلتا اور دیہی کے تھکڑوں سے بھی
پریشان ہے کہ وہ ایسے پرچار سے بچیں اور یہ سمجھ لیں
کہ اگر دیہی میں لوگ شامی کو زندہ رکھتا ہے تو فرقہ بندی
کے خلاف مروجہ لہنا ہی ہوگا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو
دیہی میں تانا شامی آجائیکی اور دیہی برباد ہو جائے
گا کیونکہ تانا شامی کچھ دنوں تو چلتی ہے لیکن آنت
میں وہ دیہی کو لے ڈرتی ہے۔ جرمنی اور اٹلی کی
مثال ہمارے سامنے ہے اور ہمیں اُس سے سبق لینا
چاہئے۔

نئے چلاؤ ہونے والے ہیں۔ سامپرائیک جماعتوں
کی طرف سے نافرست بھولنے والی باتیں اور راتوں رات سے
بھڑکانے والے نعرے لگانے شروع ہو گئے ہیں اور ان کا
نتیجہ بھی سامنے آنے لگا ہے۔ سرکار کا فرض ہے کہ وہ
ایسے نافرست بھولنے والے پرچاروں کی طرف خاص دھیان
دکھ اور ایسی باتیں نہ ہونے دیں جن سے دیہی کی
شانتی کو خطرہ ہو۔ چلتا اور دیہی کے تھکڑوں سے بھی
پریشان ہے کہ وہ ایسے پرچار سے بچیں اور یہ سمجھ لیں
کہ اگر دیہی میں لوگ شامی کو زندہ رکھتا ہے تو فرقہ بندی
کے خلاف مروجہ لہنا ہی ہوگا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو
دیہی میں تانا شامی آجائیکی اور دیہی برباد ہو جائے
گا کیونکہ تانا شامی کچھ دنوں تو چلتی ہے لیکن آنت
میں وہ دیہی کو لے ڈرتی ہے۔ جرمنی اور اٹلی کی
مثال ہمارے سامنے ہے اور ہمیں اُس سے سبق لینا
چاہئے۔

نئے چلاؤ ہونے والے ہیں۔ سامپرائیک جماعتوں
کی طرف سے نافرست بھولنے والی باتیں اور راتوں رات سے
بھڑکانے والے نعرے لگانے شروع ہو گئے ہیں اور ان کا
نتیجہ بھی سامنے آنے لگا ہے۔ سرکار کا فرض ہے کہ وہ
ایسے نافرست بھولنے والے پرچاروں کی طرف خاص دھیان
دکھ اور ایسی باتیں نہ ہونے دیں جن سے دیہی کی
شانتی کو خطرہ ہو۔ چلتا اور دیہی کے تھکڑوں سے بھی
پریشان ہے کہ وہ ایسے پرچار سے بچیں اور یہ سمجھ لیں
کہ اگر دیہی میں لوگ شامی کو زندہ رکھتا ہے تو فرقہ بندی
کے خلاف مروجہ لہنا ہی ہوگا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو
دیہی میں تانا شامی آجائیکی اور دیہی برباد ہو جائے
گا کیونکہ تانا شامی کچھ دنوں تو چلتی ہے لیکن آنت
میں وہ دیہی کو لے ڈرتی ہے۔ جرمنی اور اٹلی کی
مثال ہمارے سامنے ہے اور ہمیں اُس سے سبق لینا
چاہئے۔

ہانی

پاک چٹری

پاک چٹری،

ابھی دیکھ، تم آج کے وقت میں ہمیشہ میرے کام آتی۔ تمہارے
سمجھانے کا طریقہ ہمیشہ اتنا اچھا ثابت ہوا کہ میں
ہی ہری فسطوں اور بدکاریوں سے بچ گیا۔ اور آج بھی
اگر تم میرے پاس موجود ہوتے تو میں پورٹاٹھم سائنڈ
پورے پانی کے گلاس کو اُس چٹری کے ختم ہونے کے بعد
نہ ہی پاتا۔ جو گلاس میری سہو پر میرے سامنے رکھا ہے
مجھے بہت جلدی وہاں پہنچا دیتا جہاں جانے کے میں
قابل ہوں۔ تم سبندر پار البریٹہ میں بٹکے ہو اور میں
ہندستان کے شہر دلی سے تمہیں یہ خط لکھ رہا ہوں۔

آج کی اس دنیا کا کوسا انوکھا انتظام ہے کہ میری
خود کشی کی تہاڑی کا یہ خط تمہیں اُس وقت ملے گا
جب دو ایک ہفتے پہلے تم تار کے ذریعے سے میری موت
کا حال جان چکے ہو۔ اور اگر تم میری موت کے تار سے
کہیں پگلا جاؤ اور ہوائی جہاز سے سیدھے ہندستان چلے
آؤ تو پھر تمہیں معلوم نہیں کتنے دن بعد یہ خط ملے گا
اور تم میری موت کی تھک تھک وجہ سمجھ سکو گے۔

یہ ماننا ہے کہ ہندوستان کے لوگوں میں सामپ-
 دायیک اور جات-پات سے سمبند رکھنے والے بیچاروں کا
 بہت جلد اثر ہوتا ہے۔ اسے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک لمبی
 مدت کی غلامی نے ایسی شکشا نے اور وحشی سرکار کی
 طرف سے انہیں لوگوں کو بڑھاوا ملنے نے جو سامپردایک
 ہونا رکھنے والے تھے، اس پروردہ کو پلٹنے دیا۔ یہ ضرور
 ہے کہ اگر اب اس پروردہ کو جن چیزوں سے خوراک ملتی
 ہے، اس کے خلاف پریم، محبت اور بھائی چارے نے وچاروں
 کا پرچار کیا جارے اور فرقہ وارانہ یا مذہبی نفرت
 بھولنے والوں پر روک ہو اور انہیں نفرت کی نگاہ سے دیکھا
 جاوے تو یہ پروردہ مرجھا کر دھیرے دھیرے سوکھ سکتا ہے
 اور ہوسکتا ہے کہ ہماری آنے والی سنتان اس سے بالکل
 بچ جائے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اتنی بڑی خونریزی سے
 دیہی نے کوئی سبق سیکھا ہے اور ہم میں ان اوجھ اور
 گندے خیالوں کو چھوڑنے کی سمجھ آئی ہے؟ افسوس کہ
 آج بھی ملک کی حالت دیکھنے کے بعد جواب 'نہیں'
 میں ہی ملتا ہے۔ آج سامپردایک کی بڑی ندی نے
 چھوٹی چھوٹی نالیوں کا روپ دھار کر لیا ہے اور وہ جات
 پات کے وچار اور سامپردایک سنگتوں اور سامپردایک
 نفرت کے روپ میں ظاہر ہو رہا ہے۔

میرا خیال ہے کہ اس سبلی وغیرہ کے چلاؤ جہاں
 پرچا نگر یعنی جمہوریت کے لئے ضروری ہوں، ان میں
 غلط پرچار کے لئے ضروری روک نہ ہونے سے اور
 اس پر پوری طرح نگرانی نہ رکھنے سے جلتا میں
 نفرت کا زہر پھیلنے کا ڈر ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ
 ان جگہوں کے لئے جو امیدوار ہوتے ہیں ان میں کچھ
 ہی لوگوں کو چھوڑ کر باقی سب لوگ چلاؤ میں کسی
 نہ کسی طرح جھٹلنا چاہتے ہوں۔ ہر ایک کی سہواؤں
 اور چہرے کا اتنا پرہاؤ نہیں ہوتا کہ عام لوگوں میں انکی
 طرف کچھ کہہ سکاؤ ہو، پھر سب سے زیادہ اثر کرنے والی
 سامپردایک یا جات دھرم کی باتیں ہوتی ہیں۔ انکی
 بنا پر یہ لوگ فرقہ وارانہ سنگتیں بناتے ہیں، انکے خود کو
 ملتے ہیں اور دوسرے فرقوں اور جاتیوں کے خلاف زہر
 پھلاتے ہیں۔ دیہاتوں میں جہاں لوگ زیادہ تر پڑھے
 لکھے نہیں ہوتے، ان پر یہ جادو خوب چلتا ہے۔ چلاؤ
 ہو جاتے ہوں اور پھر چلنے جانے والے سچن کے درشن
 دوسرے چلاؤ سے پہلے شاید ہی کہیں ہوتے ہوں۔ لیکن
 جن دیہاتوں میں انہوں نے یہ زہر پھیلا رکھا ہوتا ہے، وہ فرقہ
 بندی اور پارٹی بازی میں پھنس جاتے ہیں۔ اس کا
 نتیجہ بہت خطرناک ہوتا ہے۔ چھوٹی جاتیں بڑی
 جاتوں سے بڑی طرح دبی دھتی ہیں۔ گاؤں میں اکثریت
 اور اقلیت کے جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔ یہو ملک جانی

کوششوں نے ہمیں آزاد کرالیا۔ ہم سچائی، مصدقہ
انصاف کی راہ پر چل کر دنیا کو یہ دکھائیں گے
اس زمانے میں سب سے بڑی شخصیت اور ہم پر احسان
نے والے کی ہمارے دلوں میں کہ کتنی موت، مصدقہ اور
مکتی ہے۔ ہندوستان نے ہمیشہ نکلی اور پہلک زندگی
میں روحانی طاقتوں پر بہت زور دیا ہے۔

ہرگز ہمیں اچھی نصیحت اور ہمارے ارادوں میں
خلوص اور مضبوطی دے تاکہ ہم تلک نظری، خود غرضی
اور اٹھ کر وطن کی خدمت کرسکیں۔ ہم ایک نازک
مانے سے گزر رہے ہیں۔ دنیا کا راج کاج امن اور جنگ
نے ترازو میں تل رہا ہے۔ اگر ہم حالت کو نہ سمجھ
سکے، اگر ہم نے اُن لیڈروں کا ساتھ نہیں دیا جو صاف
بلی اور صاف گوئی سے وہ کمزوریاں دکھاتے ہیں جن سے
ہماری قوم کی نہی خطرے میں ہے، جن سے لوک شاعی
اور غیر فرقہ واری راج کو دھکا پہنچ رہا ہے اور ایلی
حالت سدھارنے کے لئے ہم نے اُن کی چلوٹی کو قبول
نہیں کیا تو پھر پچھتاوے کے لئے بہت تک نہ ملے گی—

“گیا بکرت فیر ہاٹ آتا نہی”

”کیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں“

فیرکا بندی کا جھر

(باری تریبونی سہاے)

بھارت میں سراج کے بعد سامہردایکتا یا فیرکا-
بندی کا بیانک روپ سامنے آیا جس سے انسان کی
گیراٹ کی ہد مالوم دئی اور پتا چلا کہ وہ گمراہ ہونے پر
جانوروں سے بھی بدتر ہوسکتا ہے۔ لیکن خیال ہوتا ہے
کہ کیا یہ چھوٹتر سراج کے ملنے نے کیا جو ایک ساتھ
پورے ملک میں دو فرقے ایک دوسرے سے لڑ گئے اور ایک
دوسرے کے خون کے پھاسے بن گئے۔ کافی سوچنے کے بعد
بھی ایسا معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ اسکی جڑیں پچھلے
چندروں کے سم کے سامہردایک ہرجار اور جھٹلے کی دھن
میں مسست نہتاؤں کی طرف سے ایک دوسرے کے خلاف
نفرت پھیلانے، پھلت فارمیں سے بلا کسی روک، تھام کے
دوسروں کو گالیاں دینے اور پاکستان و اٹھل ہندوستان کے
گلی گلی، گاؤں گاؤں نعرے لگائے جانے کے اندر دکھائی
دیتی ہیں۔ اسی فرقہ وارانہ پرچار نے لوگوں کے اندر نفرت
کی آگ بھڑک رہا ہے کہ لاکھوں گھروں کو برباد
کیا اور برباد کیا انسانوں کی نہتکتا، رحم دلی، بھائی
چارے کے چاروں کو جس سے پورا دیہی گراوت کے گدھے
میں جا گرا۔

فرقہ بندی کا زھر

(بھائی تریبونی سہاے)

بھارت میں سراج کے بعد سامہردایکتا یا فرقہ بندی
کا بھیانک روپ سامنے آیا جس سے انسان کی گراوت کی
کی حد معلوم ہوئی اور پتہ چلا کہ وہ گمراہ ہونے پر
جانوروں سے بھی بدتر ہوسکتا ہے۔ لیکن خیال ہوتا ہے
کہ کیا یہ چھوٹتر سراج کے ملنے نے کیا جو ایک ساتھ
پورے ملک میں دو فرقے ایک دوسرے سے لڑ گئے اور ایک
دوسرے کے خون کے پھاسے بن گئے۔ کافی سوچنے کے بعد
بھی ایسا معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ اسکی جڑیں پچھلے
چندروں کے سم کے سامہردایک ہرجار اور جھٹلے کی دھن
میں مسست نہتاؤں کی طرف سے ایک دوسرے کے خلاف
نفرت پھیلانے، پھلت فارمیں سے بلا کسی روک، تھام کے
دوسروں کو گالیاں دینے اور پاکستان و اٹھل ہندوستان کے
گلی گلی، گاؤں گاؤں نعرے لگائے جانے کے اندر دکھائی
دیتی ہیں۔ اسی فرقہ وارانہ پرچار نے لوگوں کے اندر نفرت
کی آگ بھڑک رہا ہے کہ لاکھوں گھروں کو برباد
کیا اور برباد کیا انسانوں کی نہتکتا، رحم دلی، بھائی
چارے کے چاروں کو جس سے پورا دیہی گراوت کے گدھے
میں جا گرا۔

نہیں کیاں بھی اور جو اب بڑی میں باہر بےرواں
 ہیں رہے ہیں۔ یہ لوگ جو سوسائٹی لوگوں کے ظلم اور
 زیادتی کا شکار ہیں، جنکی جائیدادیں چھین گئیں، جن
 کو نکسی جائداد قانون سے نقصان پہونچا، جو روک ٹوک
 رکھنے کی کوشش میں گرفتاریوں اور دوسرے در سے سہنے
 ہوئے ہیں ان کے دلوں میں یہ در بہتہ کھا ہے کہ دوسرے
 شہریوں کے برابر حق انہیں حاصل نہیں ہیں، ان کے ساتھ
 انصاف کا ہوتا نہیں کھا جاتا۔ مہری رائے میں ان سوالوں
 کی حد مسلمانوں تک ہی نہیں ہے بلکہ ان کا تعلق
 لوگ شامی سے ہے۔ یہ وہ کسوٹی ہے جس پر مہرورہ وادی
 راج کو، جس سے ہم قانونی اور اخلاقی دونوں طرح سے
 بندھ ہیں، پرکھا جائے گا۔ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ دنیا
 کی نکتہ میں ہماری عزت بڑھے تو یہ ضروری ہے کہ ہم
 لوگ شامی کے قائل بھی ہوں۔ کوئی دیکھ اپنے مالی راج
 کاچی اور سماجی مسئلوں کو کامیابی سے حل نہیں کر سکتا
 ہے جب تک کہ ہر شہری کو اس کا یقین نہ ہو جائے کہ نہ
 صرف اس کی زندگی، عزت اور جائداد محفوظ ہے بلکہ ہاتھ
 پیر چلانے کے لیے برابر کے موقعے ہیں اور اسے کسی ایسی چیز
 سے الگ نہیں رکھا گیا جو دوسروں کو حاصل ہے۔ اگر کوئی
 طبقہ بارہ چھوٹ کی ہمارائیوں یا کٹھناتھوں سے تباہ
 ہو جائے تو لوگ شامی اصول کی مانگ ہے کہ ایسے طبقے
 کا اردوں کے مقابلے میں خاص طور سے لحاظ رکھا جائے اور
 ہمدردی کی جائے۔

فرقہ واری روک کئی شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے۔
 مجھے شعلوں کے دوروں میں یہ دیکھ کر برا رنج ہوا کہ
 براہمن شہر براہمن، لنگھت شہر لنگھت، دھت شہر دھت
 کے بھی دشمنی کے جذبے لوگوں کے دلوں میں توڑی
 سے لہریں لے رہے ہیں۔ یہ فرقہ واریت کی دوسری صورت
 ہے۔ اگر اس کی روک تھام نہیں کی گئی، اس پر قابو
 نہیں پایا گیا تو ہم کٹھناتھوں میں پھنس جائیں گے،
 جنگل سے نکلتا مصال ہو جائے گا۔ ہمیں وعدہ کرنا
 ہوگا کہ کوئی قربانی نہیں نہ دیں پڑے ہم فرقہ واریت
 کے خلاف لڑیں گے اور مہانتا گندھی کی طرح اپنی جان
 کی بازی لگ لگادیں گے۔ فرقہ واریت اور جھکا ہندی کے
 رجحان حیدرآباد اور سارے ہندوستان کے لئے اہم سوال
 بن گئے ہیں۔ سوائے، الٹا اور پچھلے سہتو وچاروں کو
 بے لگام ہونے سے روکنے کے لئے ہمیں کوئی اثر واد قدم اٹھانا
 پڑے گا۔ ہم ایک آزاد ملک کے رہنے والے ہیں جس کی تاریخ
 اور جسکی تہذیب اونچي ہے۔ ہمیں ایسے تھک نکالنے
 پڑیں گے جو نہ صرف ہماری ترقی بلکہ ساری
 دنیا کی ترقی میں مددگار ثابت ہوں۔ ایکے کی
 زنجیروں کو مضبوط کرنے اور اپنی طاقتوں کے بہتر
 استعمال کے لئے دو تہہ پڑیں ہمیں کرنا ہیں؛ ایک تو یہ
 کہ ہم مالی حالت کی ملک پر زیادہ دھیان

فیرکے واری روج کئی شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ مجھے
 شعلوں کے دوروں میں یہ دیکھ کر برا رنج ہوا کہ
 براہمن شہر براہمن، لنگھت شہر لنگھت، دھت شہر دھت
 کے بھی دشمنی کے جذبے لوگوں کے دلوں میں توڑی
 سے لہریں لے رہے ہیں۔ یہ فرقہ واریت کی دوسری صورت
 ہے۔ اگر اس کی روک تھام نہیں کی گئی، اس پر قابو
 نہیں پایا گیا تو ہم کٹھناتھوں میں پھنس جائیں گے،
 جنگل سے نکلتا مصال ہو جائے گا۔ ہمیں وعدہ کرنا
 ہوگا کہ کوئی قربانی نہیں نہ دیں پڑے ہم فرقہ واریت
 کے خلاف لڑیں گے اور مہانتا گندھی کی طرح اپنی جان
 کی بازی لگ لگادیں گے۔ فرقہ واریت اور جھکا ہندی کے
 رجحان حیدرآباد اور سارے ہندوستان کے لئے اہم سوال
 بن گئے ہیں۔ سوائے، الٹا اور پچھلے سہتو وچاروں کو
 بے لگام ہونے سے روکنے کے لئے ہمیں کوئی اثر واد قدم اٹھانا
 پڑے گا۔ ہم ایک آزاد ملک کے رہنے والے ہیں جس کی تاریخ
 اور جسکی تہذیب اونچي ہے۔ ہمیں ایسے تھک نکالنے
 پڑیں گے جو نہ صرف ہماری ترقی بلکہ ساری
 دنیا کی ترقی میں مددگار ثابت ہوں۔ ایکے کی
 زنجیروں کو مضبوط کرنے اور اپنی طاقتوں کے بہتر
 استعمال کے لئے دو تہہ پڑیں ہمیں کرنا ہیں؛ ایک تو یہ
 کہ ہم مالی حالت کی ملک پر زیادہ دھیان

یہ ایک جاگیردار سماج کی مناسبت ہے، اس میں اس سماج کی تمام خرابیاں मौजूد ہیں لیکن فیرکےبارییت اور تاسوے کی پرکھائی دیکھائی نہیں پڑتی۔

دس بارہ سال سے مسلمانوں میں فیرکےباری جھڑوا بڑکنے کی وجہ یہ تھی کہ برتانوی ہند میں جو کڑیاں بڑیاں ڈیے انکی لہرے ہدراباد کو بھی بڑ گئی۔ ہمارے سرکار ساری اور ناقابل لوگوں کے ہاتھوں میں تھی وہ حالت پر قابو نہ پاسکے۔ مسلمانوں کو اپنی تلک نظری کا کافی خمیازہ بھگتنا پڑا۔ اب ہدراباد کی فرقہ واریت مرجکی ہے۔ جو دمی سہی ہے وہ آخری سانس لے رہی ہے۔ ہتھوں کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ مستقبل میں ہدراباد کے راج کاج کو کم سے کم مسلم فرقہ واریت کی طرف سے کوئی قدر نہیں ہے۔

لوکشاہی وچاروں اور لوکشاہی میں وچاروں کے ڈالنے کا جہاں تک تاللوک ہے ہمیں ابھی بڑت دور جانا ہے۔ ہندوستانی ویدان اور ہارت لوکراج کایم ہونے سے لوکشاہی کی داغ بیل پڑ چکی ہے۔ پر ہمارے وچاروں پر ہر مذہبی اور جاکہرداری اثر ابھی تک چھائے ہوں۔ ہندووں اور مسلمانوں دونوں کی وہی حالت ہے۔ تعلیم اور پروپیگنڈے سے لوک شاہی فضا پودا کرنے کی بڑی ضرورت ہے۔ لوک شاہی کی مانگ ہے کہ فرد (ویکتی) کا آدر کیا جائے نہ کہ ان پرانے جاکہرداری تھلگوں کا جو اب بھی موت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہوں۔ انسان کی سہوا کے لئے ہمیں اسی راستے پر چلنا پڑے گا جو دنیا کے دوسرے ملکوں نے چلنا کی بھلائی کے لئے اپنائے۔ یہ ایک مشکل کام اور بھاری ذمہ داری ہے۔ مہاتما گاندھی کا ہم کو احسان ماننا چاہئے کہ ان کی لہداری میں ہمیں راج کاجی آزادی مل گئی۔ پر یہ حوت ہار بن جائیگی اگر ہم مالی اور سماجی آزادی حاصل کرنے میں ناکام ہوں۔ ہمارے ساری کوششوں چلنا کو کھڑا کھانا اور دھنہ کی آسانیاں پہونچانے میں خرچ ہونی چاہئیں۔ آزاد ملک کے ہر شہری کے یہ بلہادی حق ہوں۔ ہدرابادی وطن کی خدمت میں کسی سے بڑھتے نہیں دھنہ کے۔ ہمیں ہمت کچھ کرنا ہے۔ اگر ہر شہری انسان کی خدمت کا سچا جذبہ لے کر اٹھ اور ملی جلی کوشش ہو تب ہی ہدراہی ملکوں کے دھنہ میں کی اونچائی تک پہونچنے میں کئی سال لگوں گے۔ سوچئے تو ہمارا کھانا کھانچہ ہوا اگر ہم ایک دوسرے سے انگ ہو کر معمولی باتوں اور میں مٹائی میں اپنا تھمتی سے بڑیا کر دیں۔

جو مسئلے آج مسلمانوں کو پریشان کر رہے ہیں وہ ہند روزہ ہوں۔ مثال کے طور پر ان لوگوں کو ہر سے سالے کا مسئلہ جن کی روزی کا ذریعہ صرف سرکاری

لوک شاہی وچاروں اور لوکشاہی میں وچاروں کے ڈالنے کا جہاں تک تاللوک ہے ہمیں ابھی بڑت دور جانا ہے۔ ہندوستانی ویدان اور ہارت لوکراج کایم ہونے سے لوکشاہی کی داغ بیل پڑ چکی ہے۔ پر ہمارے وچاروں پر ہر مذہبی اور جاکہرداری اثر ابھی تک چھائے ہوں۔ ہندووں اور مسلمانوں دونوں کی وہی حالت ہے۔ تعلیم اور پروپیگنڈے سے لوک شاہی فضا پودا کرنے کی بڑی ضرورت ہے۔ لوک شاہی کی مانگ ہے کہ فرد (ویکتی) کا آدر کیا جائے نہ کہ ان پرانے جاکہرداری تھلگوں کا جو اب بھی موت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہوں۔ انسان کی سہوا کے لئے ہمیں اسی راستے پر چلنا پڑے گا جو دنیا کے دوسرے ملکوں نے چلنا کی بھلائی کے لئے اپنائے۔ یہ ایک مشکل کام اور بھاری ذمہ داری ہے۔ مہاتما گاندھی کا ہم کو احسان ماننا چاہئے کہ ان کی لہداری میں ہمیں راج کاجی آزادی مل گئی۔ پر یہ حوت ہار بن جائیگی اگر ہم مالی اور سماجی آزادی حاصل کرنے میں ناکام ہوں۔ ہمارے ساری کوششوں چلنا کو کھڑا کھانا اور دھنہ کی آسانیاں پہونچانے میں خرچ ہونی چاہئیں۔ آزاد ملک کے ہر شہری کے یہ بلہادی حق ہوں۔ ہدرابادی وطن کی خدمت میں کسی سے بڑھتے نہیں دھنہ کے۔ ہمیں ہمت کچھ کرنا ہے۔ اگر ہر شہری انسان کی خدمت کا سچا جذبہ لے کر اٹھ اور ملی جلی کوشش ہو تب ہی ہدراہی ملکوں کے دھنہ میں کی اونچائی تک پہونچنے میں کئی سال لگوں گے۔ سوچئے تو ہمارا کھانا کھانچہ ہوا اگر ہم ایک دوسرے سے انگ ہو کر معمولی باتوں اور میں مٹائی میں اپنا تھمتی سے بڑیا کر دیں۔

دس بارہ سال سے مسلمانوں میں فرقہ واری جذبہ بھولنے کی وجہ یہ تھی کہ برطانوی ہند میں جو کڑیاں بڑیاں ڈیے انکی لہرے ہدراباد کو بھی بڑ گئی۔ ہمارے سرکار ساری اور ناقابل لوگوں کے ہاتھوں میں تھی وہ حالت پر قابو نہ پاسکے۔ مسلمانوں کو اپنی تلک نظری کا کافی خمیازہ بھگتنا پڑا۔ اب ہدراباد کی فرقہ واریت مرجکی ہے۔ جو دمی سہی ہے وہ آخری سانس لے رہی ہے۔ ہتھوں کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ مستقبل میں ہدراباد کے راج کاج کو کم سے کم مسلم فرقہ واریت کی طرف سے کوئی قدر نہیں ہے۔

لوک شاہی وچاروں اور لوکشاہی میں وچاروں کے ڈالنے کا جہاں تک تاللوک ہے ہمیں ابھی بڑت دور جانا ہے۔ ہندوستانی ویدان اور ہارت لوکراج کایم ہونے سے لوکشاہی کی داغ بیل پڑ چکی ہے۔ پر ہمارے وچاروں پر ہر مذہبی اور جاکہرداری اثر ابھی تک چھائے ہوں۔ ہندووں اور مسلمانوں دونوں کی وہی حالت ہے۔ تعلیم اور پروپیگنڈے سے لوک شاہی فضا پودا کرنے کی بڑی ضرورت ہے۔ لوک شاہی کی مانگ ہے کہ فرد (ویکتی) کا آدر کیا جائے نہ کہ ان پرانے جاکہرداری تھلگوں کا جو اب بھی موت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہوں۔ انسان کی سہوا کے لئے ہمیں اسی راستے پر چلنا پڑے گا جو دنیا کے دوسرے ملکوں نے چلنا کی بھلائی کے لئے اپنائے۔ یہ ایک مشکل کام اور بھاری ذمہ داری ہے۔ مہاتما گاندھی کا ہم کو احسان ماننا چاہئے کہ ان کی لہداری میں ہمیں راج کاجی آزادی مل گئی۔ پر یہ حوت ہار بن جائیگی اگر ہم مالی اور سماجی آزادی حاصل کرنے میں ناکام ہوں۔ ہمارے ساری کوششوں چلنا کو کھڑا کھانا اور دھنہ کی آسانیاں پہونچانے میں خرچ ہونی چاہئیں۔ آزاد ملک کے ہر شہری کے یہ بلہادی حق ہوں۔ ہدرابادی وطن کی خدمت میں کسی سے بڑھتے نہیں دھنہ کے۔ ہمیں ہمت کچھ کرنا ہے۔ اگر ہر شہری انسان کی خدمت کا سچا جذبہ لے کر اٹھ اور ملی جلی کوشش ہو تب ہی ہدراہی ملکوں کے دھنہ میں کی اونچائی تک پہونچنے میں کئی سال لگوں گے۔ سوچئے تو ہمارا کھانا کھانچہ ہوا اگر ہم ایک دوسرے سے انگ ہو کر معمولی باتوں اور میں مٹائی میں اپنا تھمتی سے بڑیا کر دیں۔

جو مسئلے آج مسلمانوں کو پریشان کر رہے ہیں وہ ہند روزہ ہوں۔ مثال کے طور پر ان لوگوں کو ہر سے سالے کا مسئلہ جن کی روزی کا ذریعہ صرف سرکاری

हैदराबाद में न सिर्फ हिन्दुओं और मुसलमानों के आपसी ताल्लुक अच्छे थे बल्कि बीते दिनों में सरकार भी बेहद बे तास्सुब और गैरजानिबदार थी। पिछले दस बीस बरस को छोड़ कर हैदराबाद की हकूमत ऐसी ही क़ौमी और गैरसम्प्रदाई थी जैसी कि मैसूर की सरकार. रबादारी का यह ज़माना सच्चे मानों में उस समय से ख़तम हो गया जब महाराजा किशन प्रसाद बहादुर रियासत के प्रधान मंत्री के ओहदे से अलग हो गए, जब निष्णामत जंग, राय मुरलीधर, अक़ील जंग और बेन्कट रामा रेड्डी जैसे बड़े लोग पिनशन लेने या मर जाने के कारन सरकारी ज़िम्मेदारियों से अलहदा हो गए. तारीख़ गवाह है कि पांच सौ साल की लम्बी मुदत में क़िरक़े-बाराना मेल मिलाप इतना मज़बूत था कि हिन्दू और मुसलमान प्रधान मंत्रियों की तादाद लगभग बराबर थी. हिन्दू और मुसलमान जागीरदारों और बालियाने समस्तान को जागीरें दी गईं, मन्दिरों और मस्जिदों को नक़दी और ज़मीन दोनों शक़लों में इनाम दिया गया. समाजी ज़िन्दगी में मुसलमान और हिन्दू एक दूसरे से घुल मिल गये थे. माल के सहक़मे के दफ़तर में इसका दस्तावेज़ी सबूत मौजूद है कि ईद के साथ दीवाली भी धूम धाम से मनाई जाती थी. ऐसी और भी मिसालें हैं. बाहरी हमला होता या रियासत में बगावत होती तो बिना मज़हबी फ़रक़ या किसी दूसरे फ़रक़ के मिला जुला मोरचा कायम किया जाता था. हैदराबाद से ब्रम्भरहटों की लड़ाई छिड़ी तो हैदराबादी क़ौजों के कमान्डर भरहटे ही थे. हैदराबादी चाहे वह हिन्दू हों या मुसलमान, रसाई हों या पारसी, आन्ध्र के रहने वाले हों या महा-पारद या करनाटक के, किसी को भी क़िरक़ेवारियत की हूत नहीं लगी थी. अलग अलग मज़हबों के मानने वाले, अलग अलग ज़बानें बोलने वाले, अलग अलग तहज़ीब के ब्राह्मेने वाले, एक दूसरे से दूर रह कर भी करीब थे. इस प्रसंग में भी एकता की शान थी. बेमेल होने में भी एक मेल था. तास्सुब नहीं था. पिछली पांच सदियों में न सिर्फ़ हिन्दुओं और मुसलमानों में बल्कि करनाटक, आन्ध्र और महाराष्ट्र में मेल और खल्लस था. शादी रामी की रसमों और दूसरी रसमों में फ़रक़ भी था और मेल भी. रहने सहने के तरीक़े, सोचने विचारने के ढंग पर फ़िरक़ों के कुछ असर डाला और उन्हीं अलग अलग बातों ने एकट्ठा होकर हमारी राजकाजी, माली और समाजी ज़िन्दगी में एक नई स्प्रिट पैदा कर दी और हैदराबाद और उसके रेवाजों को संभारा. मैं यह नहीं कहता हूँ कि जिस समाज की तस्वीर मैंने खींची है उसमें कालिख बिलकुल नहीं है.

102 151

सन् 664 ईसवी में कहेन-सांग इस संसार से जल
बसा.

इ-चिंग

भारत आकर वह बौद्ध धर्म की सभी मशहूर पवित्र जगहों को देखने गया. फिर वह नागनन्द विश्वविद्यालय में दस साल ठहरा. यहां उसने बहुत सी किताबों की नकल की.

काइयान, शुंग युन, व्हेन-सांग और इ-खिंग के अलावा बहुत से और भी चीनी भिक्षु चीन से भारत आए। इनके भारत आने के सात खास नतीजे हुए—

(2) चीन में भारती साहित्य काफी तादाद में पहुंचा और उसका चीनी अनुवाद किया गया.

(4) भारत में चीनी मिष्ठुओं के बरसों रहने से चीनियों को भारती खिन्वागी का अनुभव हुआ और भारतियों को चीनियों के रहन सहन का पता लगा और दोनों ने एक दूसरे की अच्छी बातों को अपनाने की कोशिश की.

ن 664 مہسوی میں وہیں سانگ اس سٹسار سے
ما .

چونکہ

ادوات آکر وہ ہودھ دھرم کی سبھی مشہور پوتر جگہوں
 کھلتے گیا۔ پھر وہ نالند وشو ودیائے مہن دس سال
 یہاں اُس نے بہت سی کتابوں کی نقل کی۔

ہیان، شلگ بن، دھین سنگ اور ای چھنگ کے
ہمت سے اور یہی چھٹی بھگشو چون سے بھارت آئے .
بھارت آنے کے سات خاص فوجیے ہوئے —

(2) چین میں بھارتی ساتھ ساتھ کافی تعداد میں اور آپ کا چینی انورڈ کیا گیا۔

(4) بھارت میں چھٹی ہیکٹروں کے برسوں دھمے
 میاںوں کو بھارتی زندگی کا شوبھو ہوا اور بھارتوں کو
 یوں کے دھن سہن کا پتہ لگا اور دونوں نے ایک دوسرے
 بھی ہاتھوں کو لپٹانے کی کوشش کی ۔

धर्म کے جانےک پन्थ کرایم ہو गए ہے جو آپس میں لڑا کرتے تھے۔ اس لیے اس نے یہ طے کیا کہ وہ بھارت جاکر بौद्ध धर्म और बौद्ध दर्शन का अध्ययन करेगा और वहां से बौद्ध किताबें लाकर उनका चीनी अनुवाद करेगा۔

سن 629 ईسوی میں وہن-ساंग چین کی राजधानी चांग-گان سے भारत کے لیے روانہ ہوا۔ اس نے بھارت جانے کے لیے چین کے سمراٹ سے اجازت نہیں لی۔ یہ ہجہ ایشیا کے راستے ہو کر وہ بھارت آیا۔

भारत में वहन-सांग सोलह साल ठहरा. इस अरसे में वह भारत की सभी मशहूर जगहों को देखने गया. उसने भारत के पवित्र बौद्ध स्थानों की भी यात्रा की और वहां जाकर अपनी श्रद्धान्जलि अर्पित की. नालन्द् विश्वविद्यालय में वह पांच साल ठहरा. यहां वह मशहूर बौद्ध शिक्षक आचार्य शीलभद्र के साथ बौद्ध धर्म की किताबों का अध्ययन करता रहा और उसने उनसे बौद्ध दर्शन की तालीम हासिल की.

भारत के राजाओं से भी वहन-सांग ने गहरी दोस्ती पैदा कर ली थी. जिस समय वह भारत आया था, सम्राट हर्ष भारत में राज कर रहा था. हर्ष बौद्ध धर्म का मानने वाला था. इसके अलावा वह महायान पन्थ का समर्थक था. वहन-सांग भी महायानी था, इसलिये हर्ष ने उसे अपने दरबार में रख लिया और उसकी बड़ी आवभगत की. वहन-सांग अपनी विद्वता के लिये भारत में भी बहुत जल्द मशहूर हो गया. सम्राट हर्ष उसकी विद्वता से इतने प्रभावित हुए कि उन्होंने वहन-सांग की बौद्ध दर्शन की व्याख्या सुनने के लिये कन्नौज में एक विशाल धार्मिक सभा का आयोजन किया जिसमें सारे हिन्दुस्तान से बौद्ध भिक्षु और प्रचारक बुलाए गए. इसके अलावा, सभी राजाओं को इस सभा में शामिल होने की दावत दी गई. आसाम के राजा भास्कर-वरमन जो सम्राट हर्ष के गहरे दोस्त थे, इस सभा में शामिल हुए थे. यह सभा कई दिन चलती रही. वहन-सांग की धर्म व्याख्या से सारी सभा पर बहुत गहरा असर पड़ा और वहन-सांग सारे भारत में मशहूर हो गया. इसी सभा में कुछ ब्राह्मणों ने सम्राट हर्ष की हत्या करने की कोशिश की थी और उस कमरे में आग लगा दी थी जहां भगवान बुद्ध की सोने की मूर्ति रखी हुई थी.

वहन-सांग سن 645 ईसवी में चीन वापस गया. सम्राट हर्ष ने बहुत से उपहार के साथ उसे अपने दूतों की देख रेख में भारत की सरحد तक पहुंचा दिया. वहां से फिर वह चीन चला गया.

चीन में वहन-सांग का शाही स्वागत किया गया. जब वह चीन के راستے में था तभी उसने सम्राट के नाम एक प्रार्थना पत्र लिख कर भेजा जिसमें उसने अपनी भारत

دھرم کے انوکھ پتہ قائم ہوئے تھے جو آپس میں لڑا کرتے تھے۔ اس لیے اس نے یہ طے کیا کہ وہ بھارت جاکر بودھ دھرم اور بودھ दर्शन का अध्ययन کرے گا اور وہاں سے بودھ کتابیں لاکر ان کا چینی انواد کرے گا۔

سن 629 عیسوی میں وہن سانگ چین کی راجدھانی چانگ کان سے بھارت کے لئے روانہ ہوا۔ اس نے بھارت جانے کے لئے چین کے سمراٹ سے اجازت نہیں لی۔ یہ ہجہ ایشیا کے راستے ہو کر وہ بھارت آیا۔

بھارت میں وہن سانگ سولہ سال ٹھہرا۔ اس عرصے میں وہ بھارت کی سبھی مشہور جگہوں کو دیکھنے آیا۔ اس نے بھارت کے پوتر بودھ استھانوں کی بھی یاترا کی اور وہاں جاکر اپنی شردھانجلی اُپت کی۔ نالندہ شروڈیالہ میں وہ پانچ سال ٹھہرا۔ یہاں وہ مشہور بودھ شکشک آچاریہ شیل بہدر کے ساتھ بودھ دھرم کی کتابوں کا ادمون کرتا رہا اور اس نے ان سے بودھ दर्शन کی تعلیم حاصل کی۔

بھارت کے راجاؤں سے بھی وہن سانگ نے گہری دوستی پیدا کر لی تھی۔ جس سے وہ بھارت آیا تھا، سمراٹ ہرش بھارت میں راج کر رہا تھا۔ ہرش بودھ دھرم کا ماننے والا تھا۔ اس کے علاوہ وہ مہاپان پتہ کا سمرتھک تھا۔ وہن سانگ بھی مہاپانی تھا، اس لئے ہرش نے اسے اپنے دربار میں رکھ لیا اور اس کی بڑی آؤ بھکت کی۔ وہن سانگ اپنی ودوتا کے لئے بھارت میں بھی بہت جلد مشہور ہو گیا۔ سمراٹ ہرش اس کی ودوتا سے اتنے د بھارت ہوئے کہ انہوں نے وہن سانگ کی بودھ दर्शन کی دیکھا سنے کے لئے قلعوں میں ایک وشال دھارمک سبھا کا ایوجن کیا جس میں سارے ہندستان سے بودھ ہکشو اور پرچارک بلانے گئے۔ اس کے علاوہ سبھی راجاؤں کو اس سبھا میں شامل ہونے کی دعوت دی گئی۔ آسام کے راجا بہاسکر ورمین جو سمراٹ ہرش کے گہرے دوست تھے، اس سبھا میں شامل ہوئے تھے۔ یہ سبھا کئی دن چلتی رہی۔ وہن سانگ کی دھرم دیکھا سے ساری سبھا پر بہت گہرا اثر پڑا اور وہن سانگ سارے بھارت میں مشہور ہو گیا۔ اسی سبھا میں کچھ براہمنوں نے سمراٹ ہرش کی ہتھیا کرنے کی کوشش کی تھی اور اس کے دے میں آگ لگا دی تھی جہاں بہکوان بدھ کی سونے کی برتنی رکھی ہوئی تھی۔

وہن سانگ سن 645 عیسوی میں چین واپس آیا۔ سمراٹ ہرش نے بہت سے اُپہار کے ساتھ اسے اپنے ہونوں کی دیکھ دیکھ میں بھارت کی سرحد تک پہنچایا۔ وہاں سے پھر وہ چین چلا گیا۔

چین میں وہن سانگ کا شاہی سواکت کیا گیا۔ جب وہ چین کے راستے میں تھا تبھی اس نے سمراٹ کے نام ایک راتھناپتر لکھ کر بھیجا جس میں اس نے اپنی بھارت

शुंग-युन चीन एशिया होकर भारत आया। भारत के उत्तर पश्चिम के सरहद्दी राज उदयन के राजा के नाम वह चीन की मलका का खत ले आया था। उसने वह खत उदयन के राजा को दिया। राजा साहब ने उस खत को बड़े आदर से स्वीकार किया और उसे पढ़वा कर सुना। जब राजा साहब को यह मालूम हुआ कि चीन की मलका बौद्ध धर्म की मानने वाली हैं तो उन्होंने कौरन पूरब की ओर (चीन की ओर) मुँह करके, हाथ जोड़ कर और ध्यान मग्न होकर अपना सिर झुका लिया। फिर उन्होंने शुंग-युन की बड़ी स्तुति की और चीन के बारे में तरह तरह के सवाल किये। चीन के बौद्ध धर्म के बारे में उन्होंने खास दिलचस्पी ली। चीन के बारे में शुंग-युन की बातें सुनकर राजा साहब बोले—

“आपने जो कुछ बताया अगर वह सब सच है तो आपका देस सचमुच भगवान बुद्ध का देस है। मैं ईश्वर से प्रार्थना करता हूँ कि इस जीवन के बाद मैं आपके देस में ही जन्म लूँ।” (“बुधिसट रेकाडर्स आफ दी वेस्टर्न वर्ल्ड”) —बील, सफा—94)

उदयन में कई साल रह कर शुंग-युन बौद्ध धर्म की किताबें इकट्ठा करता रहा, फिर वह गान्धार गया। वहाँ भी उसने बहुत सी किताबें हासिल कीं। फिर सन 522 ईसवी में वह गान्धार से चीन वापस चला गया। वह अपने साथ बौद्ध धर्म की 170 किताबें चीन ले गया।

व्हेन-सांग

जितने चीनी यात्री भारत आए उनमें व्हेन-सांग सबसे ज़ियादा विद्वान था, उसने सबसे ज़ियादा शांहरत हासिल की और भारतियों के साथ सबसे ज़ियादा मेल जोल पैदा किया।

व्हेन-सांग सन 603 ईसवी में पैदा हुआ। उसके घर में कभी कंग फूजे धर्म के मानने वाले थे। इसलिये शुरू शुरू में वह कंग फूजे धर्म की ही किताबों का अध्ययन करता रहा। फिर जब वह तेरह साल का हुआ तो उसका बड़ा भाई बौद्ध भिक्षु हो गया। अपने भाई के साथ साथ व्हेन-सांग भी बौद्ध धर्म का अनुयायी हो गया और उसने बौद्ध साहित्य का पढ़ाई शुरू की। बचपन से ही वह बड़ा होनहार और तेज था। याद करने की ताकत भी उसमें और लोगों से ज़ियादा थी। उसने बौद्ध दर्शन का इतना गहरा अध्ययन किया कि बहुत जल्दी सारे चीन में वह अपनी विद्वता के लिये मशहूर हो गया। चीन के दूर दूर हिस्सों से बौद्ध भिक्षु उसके पास तालीम हासिल करने आने लगे।

व्हेन-सांग बौद्ध किताबों के चीनी अनुबाद से बहुत अभिरुचि था। उसने यह भी देखा कि चीन में बौद्ध

शुंग-युन चीन एशिया होकर भारत आया। भारत के उत्तर पश्चिम के सरहद्दी राज उदयन के राजा के नाम वह चीन की मलका का खत ले आया था। उसने वह खत उदयन के राजा को दिया। राजा साहब ने उस खत को बड़े आदर से स्वीकार किया और उसे पढ़वा कर सुना। जब राजा साहब को यह मालूम हुआ कि चीन की मलका बौद्ध धर्म की मानने वाली हैं तो उन्होंने कौरन पूरब की ओर (चीन की ओर) मुँह करके, हाथ जोड़ कर और ध्यान मग्न होकर अपना सिर झुका लिया। फिर उन्होंने शुंग-युन की बड़ी स्तुति की और चीन के बारे में तरह तरह के सवाल किये। चीन के बौद्ध धर्म के बारे में उन्होंने खास दिलचस्पी ली। चीन के बारे में शुंग-युन की बातें सुनकर राजा साहब बोले—

“आप ने जो कुछ बताया अगर वह सब सच है तो आप के देस सचमुच भगवान बुद्ध का देस है। मैं ईश्वर से प्रार्थना करता हूँ कि इस जीवन के बाद मैं आपके देस में ही जन्म लूँ।” (“बुधिसट रेकाडर्स आफ दी वेस्टर्न वर्ल्ड”) —बील, सफा—94)

उदयन में कई साल रह कर शुंग-युन बौद्ध धर्म की किताबें इकट्ठा करता रहा, फिर वह गान्धार गया। वहाँ भी उसने बहुत सी किताबें हासिल कीं। फिर सन 522 ईसवी में वह गान्धार से चीन वापस चला गया। वह अपने साथ बौद्ध धर्म की 170 किताबें चीन ले गया।

व्हेन-सांग

जितने चीनी यात्री भारत आए उनमें व्हेन-सांग सबसे ज़ियादा विद्वान था, उसने सबसे ज़ियादा शांहरत हासिल की और भारतियों के साथ सबसे ज़ियादा मेल जोल पैदा किया।

व्हेन-सांग सन 603 ईसवी में पैदा हुआ। उसके घर में कभी कंग फूजे धर्म के मानने वाले थे। इसलिये शुरू शुरू में वह कंग फूजे धर्म की ही किताबों का अध्ययन करता रहा। फिर जब वह तेरह साल का हुआ तो उसका बड़ा भाई बौद्ध भिक्षु हो गया। अपने भाई के साथ साथ व्हेन-सांग भी बौद्ध धर्म का अनुयायी हो गया और उसने बौद्ध साहित्य का पढ़ाई शुरू की। बचपन से ही वह बड़ा होनहार और तेज था। याद करने की ताकत भी उसमें और लोगों से ज़ियादा थी। उसने बौद्ध दर्शन का इतना गहरा अध्ययन किया कि बहुत जल्दी सारे चीन में वह अपनी विद्वता के लिये मशहूर हो गया। चीन के दूर दूर हिस्सों से बौद्ध भिक्षु उसके पास तालीम हासिल करने आने लगे।

व्हेन-सांग बौद्ध किताबों के चीनी अनुबाद से बहुत अभिरुचि था। उसने यह भी देखा कि चीन में बौद्ध

جہاز پر یہ شرمین (بودھ بھکشو) سوار ہے، اس لئے ہمارے اوپر اتنی مصیبتیں آ پڑی ہیں۔ اس شرمین کو کسی پاس کے ٹاپو پر اتار دیا جائے گا جس سے اس ایک آدمی کی وجہ سے تمام دوسرے مسافروں کی جان خطرے میں نہ پڑے۔“

جب فامہان کے دھارمک گرو دن پتی نے براہمنوں کا یہ ارادہ سنا تو وہ بہت ناراض ہوئے۔ انہوں نے ان براہمنوں سے کہا — ”اگر تم اس بھکشو کو جہاز سے اتارو گے تو اس کے ساتھ تمہیں مجھے بھی اتارنا پڑے گا۔ اگر تم مجھے اس کے ساتھ نہیں اتارنا چاہتے، تو مجھے مار ڈالو، کیونکہ اگر تم اس شرمین کو جہاز سے اتار دو گے، تب میں چھن پھونچ کر سیدھا بادشاہ کے پاس جاؤں گا اور ان سے تمہاری شکایت کروں گا۔ چھن کا بادشاہ بودھ دھرم کا کٹر ماننے والا ہے اور وہ بھکشوؤں اور پنچاریوں کا بھگت اور کرتا ہے۔“ یہ سنکر وہ سب کے سب بہت گھبرائے اور انہوں نے فامہان کو جہاز سے اتار دینے کا ارادہ بالکل چھوڑ دیا۔

موسم ب بھی خراب رہا۔ مسافروں کا راشن اور پانی سب ختم ہو چکا۔ اس لئے ملاحوں نے جہاز کو چھن کے کنارے کھینچ لیا، جہاں کوئی بندرگاہ نہ تھا۔ یہیں فامہان اتر گیا۔ پاس کے کھیت اور آرتی ہوئی چڑیوں کو دیکھ کر وہ سمجھ گیا کہ یہ چھن کا ہی دیس ہے۔ یہاں سے وہ اُس ضلع کے حاکم کی مدد سے چھن کی راجدھانی چانگ گن چلا گیا۔

پندرہ سال باہر رہ کر سن 414 عیسوی میں فامہان اپنے چانگ گن کے متہ میں واپس آیا۔ فامہان نے اپنی بھارت یاترا کا ایک بیان لکھا ہے جسے ”فو، کو، کی“ یعنی ”بھگوان بدھ کے دیس کی کہانی“ کہتے ہیں۔ اس کتاب میں فامہان نے اپنے سے سے میں بھارت میں جو کچھ دیکھا اور سنا سب درج کیا ہے۔ بھارت نے اُنہاس کاوش کو بھارت کا پوراچھن اُنہاس لکھنے میں اس کتاب سے بہت مدد ملی ہے۔

پندرہ سال باہر رہ کر سن 414 عیسوی میں فامہان اپنے چانگ گن کے متہ میں واپس آیا۔ فامہان نے اپنی بھارت یاترا کا ایک بیان لکھا ہے جسے ”فو، کو، کی“ یعنی ”بھگوان بدھ کے دیس کی کہانی“ کہتے ہیں۔ اس کتاب میں فامہان نے اپنے سے سے میں بھارت میں جو کچھ دیکھا اور سنا سب درج کیا ہے۔ بھارت نے اُنہاس کاوش کو بھارت کا پوراچھن اُنہاس لکھنے میں اس کتاب سے بہت مدد ملی ہے۔

فامہان کی بھارت یاترا کا بیان چھن کے دیس کی کہانی کے نام سے مشہور ہے۔ اس سے اُنکے دل پر بہت اثر پڑا۔ فامہان کی ہمت اور نڈرتا سے پرہات ہو کر انیک بودھ بھکشو چھن سے بھارت آئے۔ سچ تو یہ ہے کہ فامہان نے ہی چھن کو بھارت آنے کا راستہ دکھایا اور ہمت دلائی۔

شنگ یین

شنگ یین چھن کا ایک بودھ بھکشو تھا۔ 517 عیسوی میں چھن کی ملکہ نے بودھ کتابیں لانے کے لیے اسے اپنا ہت ہڈا کر بھارت بھیجا تھا۔

جب فامہان کے دھارمک گرو دن پتی نے براہمنوں کا یہ ارادہ سنا تو وہ بہت ناراض ہوئے۔ انہوں نے ان براہمنوں سے کہا — ”اگر تم اس بھکشو کو جہاز سے اتارو گے تو اس کے ساتھ تمہیں مجھے بھی اتارنا پڑے گا۔ اگر تم مجھے اس کے ساتھ نہیں اتارنا چاہتے، تو مجھے مار ڈالو، کیونکہ اگر تم اس شرمین کو جہاز سے اتار دو گے، تب میں چھن پھونچ کر سیدھا بادشاہ کے پاس جاؤں گا اور ان سے تمہاری شکایت کروں گا۔ چھن کا بادشاہ بودھ دھرم کا کٹر ماننے والا ہے اور وہ بھکشوؤں اور پنچاریوں کا بھگت اور کرتا ہے۔“ یہ سنکر وہ سب کے سب بہت گھبرائے اور انہوں نے فامہان کو جہاز سے اتار دینے کا ارادہ بالکل چھوڑ دیا۔

موسم ب بھی خراب رہا۔ مسافروں کا راشن اور پانی سب ختم ہو چکا۔ اس لئے ملاحوں نے جہاز کو چھن کے کنارے کھینچ لیا، جہاں کوئی بندرگاہ نہ تھا۔ یہیں فامہان اتر گیا۔ پاس کے کھیت اور آرتی ہوئی چڑیوں کو دیکھ کر وہ سمجھ گیا کہ یہ چھن کا ہی دیس ہے۔ یہاں سے وہ اُس ضلع کے حاکم کی مدد سے چھن کی راجدھانی چانگ گن چلا گیا۔

پندرہ سال باہر رہ کر سن 414 عیسوی میں فامہان اپنے چانگ گن کے متہ میں واپس آیا۔ فامہان نے اپنی بھارت یاترا کا ایک بیان لکھا ہے جسے ”فو، کو، کی“ یعنی ”بھگوان بدھ کے دیس کی کہانی“ کہتے ہیں۔ اس کتاب میں فامہان نے اپنے سے سے میں بھارت میں جو کچھ دیکھا اور سنا سب درج کیا ہے۔ بھارت نے اُنہاس کاوش کو بھارت کا پوراچھن اُنہاس لکھنے میں اس کتاب سے بہت مدد ملی ہے۔

فامہان کی بھارت یاترا کا بیان چھن کے دیس کی کہانی کے نام سے مشہور ہے۔ اس سے اُنکے دل پر بہت اثر پڑا۔ فامہان کی ہمت اور نڈرتا سے پرہات ہو کر انیک بودھ بھکشو چھن سے بھارت آئے۔ سچ تو یہ ہے کہ فامہان نے ہی چھن کو بھارت آنے کا راستہ دکھایا اور ہمت دلائی۔

شنگ یین

شنگ یین چھن کا ایک بودھ بھکشو تھا۔ 517 عیسوی میں چھن کی ملکہ نے بودھ کتابیں لانے کے لیے اسے اپنا ہت ہڈا کر بھارت بھیجا تھا۔

وہ آواہا تھا، لےکر وہ چین کے لیے ایک بہت بڑے سوداگری جہاز پر سوار ہوا۔

کاہیان کی لٹا سے چین کی یاत्रا بہت ہی خطرناک ثابت ہوئی۔ اس بار اسے چین موسیبتوں کا سامنا کرنا پڑا وہ اس کی چین یاत्रا سے کبھی جیسا کہ وہ خواہاں تھا۔

جس جہاز پر کاہیان سوار ہوا، اس میں دو سو مسافر اور ملاح تھے۔ اس جہاز کے ساتھ ایک چھوٹا جہاز باندھا ہوا تھا جو خطے کے سمے استعمال کیا جاتا تھا۔ لٹا سے جس سے جہاز چلا، موسم بہت اچھا اور دو دن تک جہاز آسانی سے چلتا رہا۔ تیسرے روز زوروں کا طوفان آیا اور بڑے جہاز میں ایک آگ ہوگئی۔ اسی کے ذریعے جہاز میں پانی بہنے لگا اب تو وہاں کہ کہیں جہاز قریب نہ جائے۔ چھوٹے جہاز ملاح بڑے جہاز والوں کو دھوکا دے کر دس توڑ کر انکے لئے جس سے بڑے جہاز کے ملاح بڑی پریشانی میں آئے۔ انہوں نے سوداگروں کو آدھیں دیا کہ وہ اپنا سب سامان پانی میں پھینک دیں جس سے جہاز کا بوجھ ہلکا جائے۔ انہوں نے ویسا کیا۔ فاطمہ نے اپنی پانی کی جی اور ہاتھ دھونے کا برتن پانی میں پھینک دیا۔ قریب لگا کہ کہیں اس کی تمام کتابیں اور مورتیاں بھی اس میں نہ پھینک دی جائیں۔ اس لئے اس نے وہاں اولوکتہشور سے پرارتہنا کرنا شروع کی۔ ”ہے وہاں! میں ہودہ سہتہ کی کوچ میں دور دور میں گھومتا ہوں۔ آپ کرپا کر نے اپنی روحانی جی سے مجھے کسی سرکشت جگہ پر لے چلئے۔“ تھوڑے طوفان چلتا رہا۔ پھر ایک دن جہاز ایک ٹاپو کے قریب لگا۔ یہاں ملاحوں نے جہاز کو روک کر اس کے آگ کو بند کر دیا اور اب جہاز کسی طرح جاوا پہنچا۔ اس میں فاطمہ نے دوسرا جہاز کیا۔ اس جہاز پر بھی سو آدمی تھے۔

ایک مہینے سات دن تک جہاز چلنے کے بعد سمندر میں زوروں کا طوفان آیا اور طوفان کے ساتھ پانی بھی۔ اس میں بادل گھر آئے جس کی وجہ سے دشا کا پتہ لگانا مشکل ہوگیا۔ جہاز خطرے میں پڑ گیا۔ کس سے قریب جائے کچھ ٹھہک نہیں۔ سوداگر اور ملاح سبھی پریشان تھے۔ ایسے سے فاطمہ نے بھگوان اولوکتہشور پرارتہنا پھر شروع کر دی اور اسی سے جہاز کے براہمن افراد نے ایک سبھا کی جس میں یہ وچار کیا کہ جہاز پر جو مصیبت آ پڑی ہے، اس کا کارن ہے۔ بہت سوچ وچار اور بحث کے بعد یہ طے کہ ساری مصیبت کی جو ہودہ بھکشو مان ہے۔ انہوں نے اعلان کیا۔ ”چونکہ ہمارے

یہ تھا، اس لئے کہ وہ چین کے لئے ایک بہت بڑے سوداگری جہاز پر سوار ہوا۔

فاطمہ کی لٹا سے چین کی یاत्रا بہت ہی خطرناک ثابت ہوئی۔ اس بار اسے چین موسیبتوں کا سامنا کرنا پڑا وہ اس کی چین یاत्रا سے کبھی جیسا کہ وہ خواہاں تھا۔

جس جہاز پر فاطمہ سوار ہوا، اس میں دو سو مسافر اور ملاح تھے۔ اس جہاز کے ساتھ ایک چھوٹا جہاز باندھا ہوا تھا جو خطے کے سمے استعمال کیا جاتا تھا۔ لٹا سے جس سے جہاز چلا، موسم بہت اچھا اور دو دن تک جہاز آسانی سے چلتا رہا۔ تیسرے روز زوروں کا طوفان آیا اور بڑے جہاز میں ایک آگ ہوگئی۔ اسی کے ذریعے جہاز میں پانی بہنے لگا اب تو وہاں کہ کہیں جہاز قریب نہ جائے۔ چھوٹے جہاز ملاح بڑے جہاز والوں کو دھوکا دے کر دس توڑ کر انکے لئے جس سے بڑے جہاز کے ملاح بڑی پریشانی میں آئے۔ انہوں نے سوداگروں کو آدھیں دیا کہ وہ اپنا سب سامان پانی میں پھینک دیں جس سے جہاز کا بوجھ ہلکا جائے۔ انہوں نے ویسا کیا۔ فاطمہ نے اپنی پانی کی جی اور ہاتھ دھونے کا برتن پانی میں پھینک دیا۔ قریب لگا کہ کہیں اس کی تمام کتابیں اور مورتیاں بھی اس میں نہ پھینک دی جائیں۔ اس لئے اس نے وہاں اولوکتہشور سے پرارتہنا کرنا شروع کی۔ ”ہے وہاں! میں ہودہ سہتہ کی کوچ میں دور دور میں گھومتا ہوں۔ آپ کرپا کر نے اپنی روحانی جی سے مجھے کسی سرکشت جگہ پر لے چلئے۔“ تھوڑے طوفان چلتا رہا۔ پھر ایک دن جہاز ایک ٹاپو کے قریب لگا۔ یہاں ملاحوں نے جہاز کو روک کر اس کے آگ کو بند کر دیا اور اب جہاز کسی طرح جاوا پہنچا۔ اس میں فاطمہ نے دوسرا جہاز کیا۔ اس جہاز پر بھی سو آدمی تھے۔

ایک مہینے سات دن تک جہاز چلنے کے بعد سمندر میں زوروں کا طوفان آیا اور طوفان کے ساتھ پانی بھی۔ اس میں بادل گھر آئے جس کی وجہ سے دشا کا پتہ لگانا مشکل ہوگیا۔ جہاز خطرے میں پڑ گیا۔ کس سے قریب جائے کچھ ٹھہک نہیں۔ سوداگر اور ملاح سبھی پریشان تھے۔ ایسے سے فاطمہ نے بھگوان اولوکتہشور پرارتہنا پھر شروع کر دی اور اسی سے جہاز کے براہمن افراد نے ایک سبھا کی جس میں یہ وچار کیا کہ جہاز پر جو مصیبت آ پڑی ہے، اس کا کارن ہے۔ بہت سوچ وچار اور بحث کے بعد یہ طے کہ ساری مصیبت کی جو ہودہ بھکشو مان ہے۔ انہوں نے اعلان کیا۔ ”چونکہ ہمارے

فاہیان اپنے سفر کے چینی بौद्ध سادھو سے بہت متاثر تھا۔ بھارت سے آنے والے بौद्ध کتبوں کی ایک بڑی تعداد اس کے ساتھ تھی اور ان کا چینی انبیا کو کیا تھا پر وہ سب کے سب غلط تھے اور ان میں بہت نقص تھا۔ اس کے علاوہ چین میں بؤدھ درشن اور بؤدھ دھرم کے بارے میں بہت سی غلط دھارنائیں پھیل چکی تھیں۔ بؤدھ کتبوں کو صحیح طرح سے سمجھانے والا بھی چین میں اُس سے کوئی نہ تھا۔ اُس نے فاہیان نے یہ طے کیا کہ وہ بھارت جاکر بؤدھ دھرم کی کتابیں لے کر آئے گا، اُن کا انبیا کرے گا اور بھارت کے بؤدھ بھکشوؤں اور شکشکوں سے بؤدھ دھرم کی تعلیم حاصل کرے گا۔

سن 399 عیسوی میں فاہیان اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ چین سے بھارت کے لئے روانہ ہوا۔ پہلے ایشیا کے راستے ہو کر وہ بھارت آیا۔ راستے میں اُسے انہیں مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اُس کے ساتھ جو بھکشو آئے تھے، اُن میں سے بہت تو چین واپس لوٹ گئے اور کچھ راستے میں ہی مر گئے۔ اپنی بھارت یاترا کی کتاب میں اُس نے اُس سفر کا جو بیان لکھا ہے وہ بہت درد بھرا اور دکھ دہائی ہے۔ اُس سے پتہ چلتا ہے کہ اپنا سفر پورا کرنے کے لئے فاہیان اپنی جان کتنے جوکھم میں ڈال کر بھارت آیا تھا۔

سن 399 عیسوی میں فاہیان اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ چین سے بھارت کے لئے روانہ ہوا۔ پہلے ایشیا کے راستے ہو کر وہ بھارت آیا۔ راستے میں اُسے انہیں مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اُس کے ساتھ جو بھکشو آئے تھے، اُن میں سے بہت تو چین واپس لوٹ گئے اور کچھ راستے میں ہی مر گئے۔ اپنی بھارت یاترا کی کتاب میں اُس نے اُس سفر کا جو بیان لکھا ہے وہ بہت درد بھرا اور دکھ دہائی ہے۔ اُس سے پتہ چلتا ہے کہ اپنا سفر پورا کرنے کے لئے فاہیان اپنی جان کتنے جوکھم میں ڈال کر بھارت آیا تھا۔

بھارت کے لوہ رینگستان پار کرنے کے بارے میں وہ لکھتا ہے —

بھارت کے لوہ رینگستان پار کرنے کے بارے میں وہ لکھتا ہے —

”اِس رینگستان میں بہت سے شہطان رہتے تھے۔ اِن سے متہ بھڑو ہوتے، یہ سب کے سب آدمی کو مار ڈالتے تھے۔ آسمان میں نہ ایک چوہا اُڑتی دکھائی پڑتی تھی اور نہ زمین پر ایک جانور چلتا دکھائی دیتا تھا۔ راستے کا پتہ لگانا ناممکن تھا۔ کھول مردوں کی کلی ہوئی ہڈیوں سے ہی راہ کا پتہ لگتا تھا۔“ (فو۔ کواو۔ کی، لیکچر — فاہیان، انوادی — بھل، صفحہ — 24)

لوہ رینگستان پار کرنے کے بعد اُسے راستے میں جو دفعوں اُٹھانی پڑیں اُن کے بارے میں فاہیان لکھتا ہے —

”سوئیں پر نہ دھلے کے مکان تھے اور نہ دھلے والے تھے۔ سوک کی کٹھنائیں کے کارن انہیں اپنی یاترا میں جو مصیبتیں اُٹھانی پڑیں، اُن کی تلقین کرنا آدمی کی طاقت کے باہر ہے۔“ (فو۔ کواو۔ کی، لیکچر — فاہیان، انوادی — بھل، صفحہ — 25)

بھارت آکر فاہیان نے سارے دیس میں بھرم کیا اور وہ یہاں کے سبھی پوتر بؤدھ استھانوں کو دیکھنے لگا۔ اسی سلسلے میں وہ شروستی (کوشل پر دیس) کے جہتین منگ بھی پہنچا۔ جہتین منگ کو دیکھ کر فاہیان کا دل بھر آیا۔ اُس وقت کی اپنی بھائیاؤں کو ظاہر کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے —

”جب فاہیان اور تو چنگ جہتین منگ پہنچے تو

بھارت آکر فاہیان نے سارے دیس میں بھرم کیا اور وہ یہاں کے سبھی پوتر بؤدھ استھانوں کو دیکھنے لگا۔ اسی سلسلے میں وہ شروستی (کوشل پر دیس) کے جہتین منگ بھی پہنچا۔ جہتین منگ کو دیکھ کر فاہیان کا دل بھر آیا۔ اُس وقت کی اپنی بھائیاؤں کو ظاہر کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے —

”جب فاہیان اور تو چنگ جہتین منگ پہنچے تو

भारत में चीनी बौद्ध भिक्षु

(भाई भान चन्द्र वर्मा)

भारत और चीन के कलचरी मेल को बढ़ाने और मजबूत करने में उन चीनी बौद्ध यात्रियों ने भी बहुत मदद की जो चीन से समय समय पर भारत आए। यों तो चीन में बौद्ध धर्म का प्रचार सन 65 ईसवी में शुरू हो चुका था और भारत से बौद्ध प्रचारक भी चीन जाने लगे थे फिर भी चीन से चौथी सदी के अन्त तक कोई भी चीनी भिक्षु भारत नहीं आया। सन 399 ईसवी में पहला चीनी यात्री फाह्यान भारत आया। और फिर उसके बाद सैकड़ों चीनी भिक्षु समय समय पर भारत आए। भारत में इन भिक्षुओं ने खासकर चार काम किये—

(1) इन भिक्षुओं ने सारे देश में घूमकर बौद्ध धर्म के पवित्र स्थानों का दर्शन किया और वहां अपनी श्रद्धांजलि अर्पित की।

(2) यह भिक्षु प्रियादातर बौद्ध धर्म की शिक्षा हासिल करने नागन्द विरविद्यालय आते थे और यहीं रह कर अध्ययन करते थे।

(3) भारत में इन भिक्षुओं ने बहुत सी बौद्ध किताबों का अनुवाद किया और बहुतों को नकल किया।

(4) इन भिक्षुओं में से कुछ बौद्ध मूर्तियों की तस्वीरें बनाकर अपने साथ चीन लेते गए जिससे चीन में भारती कला को काफी रिबाज मिला। बहुत से भिक्षु अपने साथ मूर्तियां भी ले गए।

इन चीनी मुसाफिरों में से कुछ ने अपनी यात्रा का हाल लिख छोड़ा है। इन्हीं के आधार पर यह कहा जा सकता है कि इन बौद्ध भिक्षुओं ने कहाँ कहाँ क्या किया। पर जो चीनी भिक्षु भारत आए उन से मैं बहुतों ने इस तरह का कोई बयान नहीं लिखा है, इसलिये तकसील में बहुत कम भिक्षुओं की जिनंदगी का सच्चा बयान मिलता है। नाचे उन कुछ चीनी भिक्षुओं के बारे में लिखा जा रहा है जो चीन से भारत आए—

शिह फाह्यान

फाह्यान चीन के पिंग-याग जिले का रहने वाला था। तीन साल की उमर में उसे बौद्ध भिक्षु बना लिया गया। उसके समय में यह रिबाज था कि जिस आदमी को बौद्ध भिक्षु की दीक्षा दी जाती थी उसे 'शिह' यानी 'शाक्यपुत्र' की उपाधि मिलती थी, इसलिये फाह्यान भी 'शाक्यपुत्र' यानी 'शिह' फाह्यान कहा जाने लगा।

भारत में चीनी बौद्ध भिक्षु

(भाई भान चन्द्र वर्मा)

भारत और चीन के कलचरी मेल को बढ़ाने और मजबूत करने में उन चीनी बौद्ध यात्रियों ने भी बहुत मदद की जो चीन से समय समय पर भारत आए। यों तो चीन में बौद्ध धर्म का प्रचार सन 65 ईसवी में शुरू हो चुका था और भारत से बौद्ध प्रचारक भी चीन जाने लगे थे फिर भी चीन से चौथी सदी के अन्त तक कोई भी चीनी भिक्षु भारत नहीं आया। सन 399 ईसवी में पहला चीनी यात्री फाह्यान भारत आया। और फिर उसके बाद सैकड़ों चीनी भिक्षु समय समय पर भारत आए। भारत में इन भिक्षुओं ने खासकर चार काम किये—

(1) इन भिक्षुओं ने सारे देश में घूमकर बौद्ध धर्म के पवित्र स्थानों का दर्शन किया और वहां अपनी श्रद्धांजलि अर्पित की।

(2) यह भिक्षु प्रियादातर बौद्ध धर्म की शिक्षा हासिल करने नागन्द विरविद्यालय आते थे और यहीं रह कर अध्ययन करते थे।

(3) भारत में इन भिक्षुओं ने बहुत सी बौद्ध किताबों का अनुवाद किया और बहुतों को नकल किया।

(4) इन भिक्षुओं में से कुछ बौद्ध मूर्तियों की तस्वीरें बनाकर अपने साथ चीन लेते गए जिससे चीन में भारती कला को काफी रिबाज मिला। बहुत से भिक्षु अपने साथ मूर्तियां भी ले गए।

इन चीनी मुसाफिरों में से कुछ ने अपनी यात्रा का हाल लिख छोड़ा है। इन्हीं के आधार पर यह कहा जा सकता है कि इन बौद्ध भिक्षुओं ने कहाँ कहाँ क्या किया। पर जो चीनी भिक्षु भारत आए उन से मैं बहुतों ने इस तरह का कोई बयान नहीं लिखा है, इसलिये तकसील में बहुत कम भिक्षुओं की जिनंदगी का सच्चा बयान मिलता है। नाचे उन कुछ चीनी भिक्षुओं के बारे में लिखा जा रहा है जो चीन से भारत आए—

शिह फाह्यान

फाह्यान चीन के पिंग-याग जिले का रहने वाला था। तीन साल की उमर में उसे बौद्ध भिक्षु बना लिया गया। उसके समय में यह रिबाज था कि जिस आदमी को बौद्ध भिक्षु की दीक्षा दी जाती थी उसे 'शिह' यानी 'शाक्यपुत्र' की उपाधि मिलती थी, इसलिये फाह्यान भी 'शाक्यपुत्र' यानी 'शिह' फाह्यान कहा जाने लगा।

شام کا وقت تھا۔ ایک پہاڑی کی کھوٹی پر ایک لڑکا کے ہنسنے کے بعد گھر کے لوگ بیٹے ہوئے تھے۔ سب کی آنکھیں ڈھلتے ہوئے سڑج پر لگی ہوئی تھیں۔ جنہوں نے سڑج کو بکھڑا کر دیا، اس نے کہا: ”یہ خوشبو کہاں سے آ رہی ہے؟“ ان کا یہ سوال سن کر سارے والے ذرا حیرانی میں پڑ گئے۔ ان میں سے کسی کو بھی کسی قسم کی خوشبو نہیں محسوس ہوئی تھی۔ اس لئے ان میں سے ایک نے ہمت کر کے تھوڑی دیر کے بعد جواب دیا: ”صاحب! یہ! یہاں تو کسی قسم کی خوشبو محسوس نہیں ہو رہی۔“

”خوب رہی“۔ لڑکا کے ہنسنے کے بعد مسکراتے ہوئے کہا: ”تو کہتے ہو کسی قسم کی خوشبو تو مجھے محسوس نہیں ہو رہی اور مجھے تو قریب ایک آدمی گھلتے سے ہر ایک طرف سے گلاب کے پھولوں کی خوشبو نے سمجھو مسرت اور مہولہ کر دیا ہے۔“

”گلاب کے پھولوں کی خوشبو؟“ ایک دوسرے کی طرف نظر کرتے ہوئے ان کے آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک نے شک کے لہجے میں کہا:

”ہاں، ہاں!“۔ لڑکا کے ہنسنے کے بعد کہا: ”گلاب کے پھولوں کی خوشبو! مگر تو لوگوں نے تو صرف باہری باغ کے گلاب کے پھول ہی دیکھے ہیں۔ اس لئے تمہیں تو کسی اور قسم کے گلاب کے پھول کا خیال ہی آ سکتا ہے۔ مگر ہر ایک انسان کے اندر بھی ایک باغ ہے۔ وہاں قسم قسم کے پھول اُگتے ہیں اور ان کی خوشبو ہر ایک انسان کو کبھی نہ کبھی محسوس ہوتی ہے۔ جب وہ کسی سے سچی محبت کرتا ہے یا کسی کی سچائی سے خدمت کرتا ہے یا کسی کے لئے دل و جان سے قربانی کرتا ہے اس وقت اسے اس اندرونی باغ کے پھولوں کی خوشبو محسوس ہوتی ہے اگرچہ بہت دیر بعد اسے پہچان بھی نہیں سکتا۔ اسے ایک عجیب قسم کی خوشی معلوم ہوتی ہے۔ مگر وہ نہیں جانتا کہ اس خوشی کا مول اس کے اپنے دل کے باغ کی خوشبو ہی ہے۔ انسان کی روح کیا ہے؟ اگر وہ ایک پھول نہیں جسے خداوند تعالیٰ نے اپنے دل کے باغ میں سے اُگھا کر اس کے دل میں لگا دیا ہے، تو وہ اور کیا ہے۔ اور محبت کیا ہے؟ انسان کی روح کی خوشبو۔ اور جہاں جہاں اور جب جب جہاں اس وقت تم لوگوں اور میرے بیچ میں ہلکا سا ہوا ہے، ایک روحانی رشتہ (دنیوی رشتہ نہیں) بندھ جاتا ہے تو اس وقت اس اندرونی باغ کے پھولوں کی خوشبو لوگوں کو محسوس ہوتی ہے۔“

شام کا وقت تھا۔ ایک پہاڑی کی چوٹی پر ایک خدا کے بندے کے ارد گرد کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ سب کی آنکھیں ڈھلتے ہوئے سڑج پر لگی ہوئی تھیں۔ جنہوں نے سڑج کو بکھڑا کر دیا، اس نے کہا: ”یہ خوشبو کہاں سے آ رہی ہے؟“ ان کا یہ سوال سن کر سارے والے ذرا حیرانی میں پڑ گئے۔ ان میں سے کسی کو بھی کسی قسم کی خوشبو نہیں محسوس ہوئی تھی۔ اس لئے ان میں سے ایک نے ہمت کر کے تھوڑی دیر کے بعد جواب دیا: ”صاحب! یہ! یہاں تو کسی قسم کی خوشبو محسوس نہیں ہو رہی۔“

”خوب رہی“۔ لڑکا کے ہنسنے کے بعد مسکراتے ہوئے کہا: ”تو کہتے ہو کسی قسم کی خوشبو تو مجھے محسوس نہیں ہو رہی اور مجھے تو قریب ایک آدمی گھلتے سے ہر ایک طرف سے گلاب کے پھولوں کی خوشبو نے سمجھو مسرت اور مہولہ کر دیا ہے۔“

”گلاب کے پھولوں کی خوشبو؟“ ایک دوسرے کی طرف نظر کرتے ہوئے ان کے آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک نے شک کے لہجے میں کہا:

”ہاں، ہاں!“۔ لڑکا کے ہنسنے کے بعد کہا: ”گلاب کے پھولوں کی خوشبو! مگر تو لوگوں نے تو صرف باہری باغ کے گلاب کے پھول ہی دیکھے ہیں۔ اس لئے تمہیں تو کسی اور قسم کے گلاب کے پھول کا خیال ہی آ سکتا ہے۔ مگر ہر ایک انسان کے اندر بھی ایک باغ ہے۔ وہاں قسم قسم کے پھول اُگتے ہیں اور ان کی خوشبو ہر ایک انسان کو کبھی نہ کبھی محسوس ہوتی ہے۔ جب وہ کسی سے سچی محبت کرتا ہے یا کسی کی سچائی سے خدمت کرتا ہے یا کسی کے لئے دل و جان سے قربانی کرتا ہے اس وقت اسے اس اندرونی باغ کے پھولوں کی خوشبو محسوس ہوتی ہے اگرچہ بہت دیر بعد اسے پہچان بھی نہیں سکتا۔ اسے ایک عجیب قسم کی خوشی معلوم ہوتی ہے۔ مگر وہ نہیں جانتا کہ اس خوشی کا مول اس کے اپنے دل کے باغ کی خوشبو ہی ہے۔ انسان کی روح کیا ہے؟ اگر وہ ایک پھول نہیں جسے خداوند تعالیٰ نے اپنے دل کے باغ میں سے اُگھا کر اس کے دل میں لگا دیا ہے، تو وہ اور کیا ہے۔ اور محبت کیا ہے؟ انسان کی روح کی خوشبو۔ اور جہاں جہاں اور جب جب جہاں اس وقت تم لوگوں اور میرے بیچ میں ہلکا سا ہوا ہے، ایک روحانی رشتہ (دنیوی رشتہ نہیں) بندھ جاتا ہے تو اس وقت اس اندرونی باغ کے پھولوں کی خوشبو لوگوں کو محسوس ہوتی ہے۔“

بہد ثابت دیکھے بغیر نہیں رہتا ہے۔ فیر اسرار میں کرتا ہے اور اگر اس کے گھر پر پہنچ جاؤ تو اتنی خاطر اور مدارات کرتا ہے کہ یہاں نہیں کھا جاسکتا۔ یعنی پہلے تو وہ اپنے گھر کے تمام لوگوں سے پرہیز کرتا ہے چھوٹے بڑے، عورت مرد سب سے۔ یہ گھر کے سب لوگ مہمان کی خاطر میں جی جان سے لگ جاتے ہیں اور باری باری سے کہتے ہیں — آپ نے ہمیں سرفراز کیا ہے اور ہمارے گھر کو روشن کر دیا ہے۔ قسم خدا کی آپ کی شریف آردی سے ہم لوگوں کو بڑی برکت حاصل ہوئی ہے۔ اس کا جواب اُلٹ کر یہی ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ نہ حضرات کی ہدایت سے حاصل ہوا ہے۔ اور یہ کہ ہم سب کچھ آپ کی خوش اخلاقی، مہمان نوازی اور بندہ بردی کا کرشمہ ہے وغیرہ وغیرہ۔

مہمان کے گھر کے سب نر ناری، بالک اور لکھائیں کچھ اس طرح کھل مل جاتی ہیں کہ معلوم ہوتا ہے یہ ایسا ہی خاندان ہے۔ چھوٹے بڑے سب بے تکلفی سے باتیں کرتے لگتے ہیں اور ان لذت سوالات کرتے لگ جاتے ہیں۔ وہ بھارت کو جاننا چاہتے ہیں اور بھارت کی ہر چہز کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں۔ بھارت کتنا بڑا ملک ہے، بھارت میں کتنے لوگ ہیں، بھارت میں کتنے بڑے شہر ہیں، کتنے چھوٹے ہیں۔ بھارت میں عربی بولی جاتی ہے کہ کوئی دوسری بھاشا۔ دوسری بھاشا کونسی بھاشا ہے، ایک ہے کہ کئی بھاشاں ہیں۔ بھارت سوکار اور پاکستان کا کیا جھگڑا ہے۔ اس میں کون درشی ہے کون نردوش۔ بھارت میں مسلمان کتنے ہیں غیر مسلم کتنے۔ غیر مسلم بھارتیوں کا مسلمانوں کے ساتھ کیا ہوتا ہے، یہ لوگ آپسی جھگڑے و کھوں نہیں ختم کرتے۔ کیا ان جھگڑوں میں انگریزوں کا بھی ہاتھ ہے وغیرہ وغیرہ بے شمار سوالات ہوتے ہیں اور ان کا جواب دیتے دیتے ناطقہ بند ہو جاتا ہے۔

مہمان کے گھر کے سب نر ناری، بالک اور لکھائیں کچھ اس طرح کھل مل جاتی ہیں کہ معلوم ہوتا ہے یہ ایسا ہی خاندان ہے۔ چھوٹے بڑے سب بے تکلفی سے باتیں کرتے لگتے ہیں اور ان لذت سوالات کرتے لگ جاتے ہیں۔ وہ بھارت کو جاننا چاہتے ہیں اور بھارت کی ہر چہز کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں۔ بھارت کتنا بڑا ملک ہے، بھارت میں کتنے لوگ ہیں، بھارت میں کتنے بڑے شہر ہیں، کتنے چھوٹے ہیں۔ بھارت میں عربی بولی جاتی ہے کہ کوئی دوسری بھاشا۔ دوسری بھاشا کونسی بھاشا ہے، ایک ہے کہ کئی بھاشاں ہیں۔ بھارت سوکار اور پاکستان کا کیا جھگڑا ہے۔ اس میں کون درشی ہے کون نردوش۔ بھارت میں مسلمان کتنے ہیں غیر مسلم کتنے۔ غیر مسلم بھارتیوں کا مسلمانوں کے ساتھ کیا ہوتا ہے، یہ لوگ آپسی جھگڑے و کھوں نہیں ختم کرتے۔ کیا ان جھگڑوں میں انگریزوں کا بھی ہاتھ ہے وغیرہ وغیرہ بے شمار سوالات ہوتے ہیں اور ان کا جواب دیتے دیتے ناطقہ بند ہو جاتا ہے۔

(بالکی فیر)

(ہائی پھر)

“بہد دھن کو اس کے سینھاسن سے ہٹا کر ریشور کے لیے بڑی جگہ خالی کرے۔ میرا خیال ہے کہ بھارت کا ابھی بڑا کام ہے۔ لیکن اگر وہ دھن کی ہی پوجا کرتا رہا تو اس کا بھارتیہ اندھکار ہے، پھر لوگ چاہے جو کہیں۔ دھن آخیر تک کسی کا سکا نہیں رہا، وہ ہمیشہ بے وفا دوست ثابت ہوا ہے۔“

—مہاتما گاندھی

”وہ دھن کو اس کے سینھاسن سے ہٹا کر ریشور کے لیے بڑی جگہ خالی کرے۔ میرا خیال ہے کہ بھارت کا ابھی بڑا کام ہے۔ لیکن اگر وہ دھن کی ہی پوجا کرتا رہا تو اس کا بھارتیہ اندھکار ہے، پھر لوگ چاہے جو کہیں۔ دھن آخیر تک کسی کا سکا نہیں رہا، وہ ہمیشہ بے وفا دوست ثابت ہوا ہے۔“

—مہاتما گاندھی

ہلاک اس کے مژدھ کے حکم پر चलने में मौजूद है और क्योंकि वह मज्दह के हुक्म नहीं मानता इसलिये मुमीबतों और तकलीفों का शिकार है. मज्दह पर ठीक ठीक चलकर वह अपना मुमीबतों और तकलीफों को दूर कर सकता है और उसे हर तरह की सुख शांति भी मिल सकती है. हर मिस्री यह मानता है कि दुनिया में वसी का मज्दह सच्चा है और सब भूटे, धम के मामले में इमी तरह को तंग खयाली हिन्दुस्तान के लोगों में भी मिलती है. यह विचार कहाँ तक सही है और कहाँ तक गलत है यह एक दूसरी बात है मगर दुनिया के तमाम मज्दही लोगों में अपने धरम के मामले में इस तरह की विचार धारा जरूर पाई जाती है.

इसके बावजूद मिस्र के लोग काफी आजाद खयाल और काफी जिन्दा दिल हैं. अभी कल की बात है. मैं ट्राम पर सवार था. एक खानून (महिला) अपनी तेरह चौदह साल की लड़की के साथ ट्राम में सवार हुई. खानून को पीछे की बेंच पर जगह मिल गई. लड़की खड़ी रही. मेरे बाजू में जरा सी जगह थी. एक मिस्री ने इशारा किया और लड़की मेरे पास आकर बैठ गई. एक शेख ने कहा, जोड़ा अच्छा है. सबलोग खिल खिला कर हंस पड़े. एक दूसरे अरब ने लड़की को मुखातिब करते हुए कहा—'तू इस हिन्दी से ब्याह कर ले, बड़ा आदमी मालूम होता है. तुझे गहनों से लाद देगा'. पीछे से उसकी माँ ने कहा—'मुझे मंजूर है.' मैंने कहा—'लड़की मुझे बिलकुल पसंद है. भाली भाली भी है और खूबसूरत भी. मैं इसे हिन्दुस्तान ले जाऊंगा. खुदा के क़ज़ल से मेरे पाँच बेटे हैं. जिसको यह पसंद करेगी उससे इसका ब्याह करदूंगा.' उसकी माँ ने कहा—'नहीं जनाब, मैं तो इसका ब्याह आप ही से करूंगी.' इस बीच में पीछे की बेंच पर कुछ जगह खाली हुई. लड़की जो अबतक नीची निगाह किये हुए चुप चाप बैठी हुई थी, उठकर अपनी माँ के पहलू में जा बैठी. एक मिस्री ने कहा—'शौहर ने मुँह नहीं लगाया तो भाग खड़ी हुई.' मैंने कहा—'नहीं जनाब, यह मेरी बद किस्मत है. लड़की ने मुझे पसन्द नहीं किया. तभी तो वह मेरे पास से उठकर चली गई.' उसकी माँ ने कहा—'नहीं नहीं यह बात नहीं है. लड़की बिलकुल राजी है. आखिर कुंवारी है ना ! जरा शरमाती है.'

मिस्र के लोग निहायत सीधे सादे, निहायत मिलनसार, निहायत खुश इखलाक और मेहमाँ नबाज़ होते हैं. दिल्ली में मैं मुब्तौ रहा किसी एक मर्दे-खुदा ने मेरी दावत नहीं की, न किसी हिन्दू भाई ने न किसी मुसलमान ने. यह अलग बात है कि किसी दोस्त के यहाँ खाने के वक़्त पहुँचा तो खा लिया, लेकिन मिस्र में जिससे भी मुलाक़ात होती है

मिस्र के लोग के मज्दह के حکم پر چلنے میں مصروف ہے اور چونکہ وہ مذہب کے حکم نہیں مانتا اس لئے مصیبتوں اور تکلیفوں کا شکار ہے. مذہب پر تھیک تھیک چل کر وہ اپنی مصیبتوں اور تکلیفوں کو دور کر سکتا ہے اور اسے ہر طرح کی سکھ شانتی بھی مل سکتی ہے. ہر مصری یہ مانتا ہے کہ دنیا میں اسی کا مذہب سچا ہے اور سب جہنم. دھرم کے معاملے میں اسی طرح کی تلک خدائی ہندوستان کے لوگوں میں بھی ملتی ہے. یہ وچار کہاں تک صحیح ہے اور کہاں تک غلط ہے یہ ایک دوسری بات ہے مگر دنیا کے تمام مذہبی لوگوں میں اچے دھرم کے معاملے میں اس طرح کی وچار دھارا ضرور پائی جاتی ہے.

اس کے باوجود مصر کے لوگ کافی آزاد خیال اور کافی زندہ دل ہیں. ابھی کل کی بات ہے. میں ٹرام پر سوار تھا. ایک خاتون (مہیلا) اپنی تیرہ چودہ سال کی لڑکی کے ساتھ ٹرام میں سوار ہوئیں. خاتون کو پیچھے کی بلیچ پر جگہ مل گئی. لڑکی کھڑی رہی. میرے بازو میں ذرا سی جگہ تھی. ایک مصری نے اشارہ کیا اور لڑکی میرے پاس آکر بیٹھ گئی. ایک شہخ نے کہا 'جوزا اچھا ہے. سب لوگ کھلکھلا کر ہنس پڑے ایک دوسرے عرب نے لڑکی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا—'تو اس ہندی سے بھاہ کر لے' بڑا آدمی معلوم ہوتا ہے. تجھے گھڑوں سے لاد دے گا. ' پیچھے سے اُس کی ماں نے کہا—'مجھے منظور ہے'. میں نے کہا—'لڑکی مجھے بالکل پسند ہے. بھولی بھالی بھی ہے اور خوبصورت بھی. میں اسے ہندوستان لے جاؤنگا. خدا کے فضل سے میرے پانچ بچے ہوں. جس کو یہ پسند کرے گی اُس سے اس کا بھاہ کر دوںگا.' اس کی ماں نے کہا—'نہیں جناب' میں تو اس کا بھاہ آپ ہی سے کرونگی. ' اس بلیچ میں پیچھے کی بلیچ پر کچھ جگہ خالی ہوئی. لڑکی جو اب تک نہجی نگاہ کئے ہوئے چپ چاپ بیٹھی ہوئی تھی اٹھکر اپنی ماں کے پہلو میں جا بیٹھی. ایک مصری نے کہا—'شہر نے ملہ نہیں لکایا تو بھاگ کھڑی ہوئی.' میں نے کہا—'نہیں جناب یہ میری بدقسمتی ہے. لڑکی نے مجھے پسند نہیں کیا. تب ہی تو وہ میرے پاس سے اٹھکر چلی گئی.' اس کی ماں نے کہا—'نہیں نہیں یہ بات نہیں ہے. لڑکی بالکل راضی ہے. آخر کھلوتی ہے نا ! ذرا شرماتی ہے.'

مصر کے لوگ نہایت سادہ سادے نہایت سلسار نہایت خیر اخلاق اور مہماں نواز ہوتے ہیں. دلی میں میں مدتوں رہا کسی ایک مرد خدا نے میری دعوت نہیں کی. نہ کسی ہندو بھائی نے نہ کسی مسلمان نے. یہ ایک بات ہے کہ کسی دوست کے یہاں کھانے کے وقت پہنچا تو کہا 'لہا' لیکن مصر میں جس سے بھی ملاقات ہوتی ہے

اہنا بے آواز اور رہن سہن میں کوئی چیز بھی
ہی یا اسلامی بائبل نہیں رہی ہے۔ یہاں تک کہ رنگ
اور بیچارہ بھی پچھمی سانچے میں
قلم لکھے ہیں۔ شاعری، چترکاری، لٹریچر اور لٹریچر
بھی یورپ کے رنگ میں رنگ گیا ہے۔ لیکن غریب مزدور
کسان اور عام لوگوں میں ابھی تک پوری پن اور اسلامی
تہذیب کا رنگ نمایاں ہے، اگرچہ پچھم نے اثر سے بالکل
خالی نہیں ہے۔ خاص کر عورتوں کی دھانسی، گھریلو
لباس اور رہن سہن پر مذہب کا گہرا اثر پڑا ہے۔ یہ بھی
جب یہ عورتیں باہر نکلتی ہیں تو یورپ کا اثر بھی
ان کے رنگ ڈھنگ اور لباس سے بڑی حد تک نمایاں
ہوتا ہے۔ پردے کا رواج اُس شکل میں جو کہ ہندوستان
کی مسلم عورتوں میں پایا جاتا ہے، یہاں نہیں ہے۔ یہ
بھی یہاں جس کو پردہ کہا جاتا ہے وہ یہاں کے عام طبقے
کی عورتوں میں عام طور پر دیکھا جاتا ہے۔ اسکی شکل
یہ ہوتی ہے کہ عورتیں ایک کالی چادر تھیلے کی شکل
میں اوڑھ لیتی ہیں، جس سے جسم کا بیشتر حصہ ڈھک
جاتا ہے۔ صرف دونوں پلڈیوں کا کچھ حصہ دونوں ہاتھ
اور منہ کھلا رہتا ہے۔ بہت سی عورتوں کا منہ بالکل
کھلا رہتا ہے، بہت سی عورتیں ایک چالی منہ پر اس
طرح رکھتی ہیں کہ ناک سے اوپر کا آدھا چہرہ تو بالکل
کھلا رہتا ہے اور ناک کے سرے پر ایک پٹی ہوتی ہے جس
میں ایک چالی لٹکتی رہتی ہے جو چہرے کے نچلے
حصے کو کسی قدر ڈھانک لیتی ہے۔ اگرچہ چالی اتنی
چوڑھلی اور مہین ہوتی ہے کہ چہرہ جھلکتا رہتا ہے۔
بس یہی پردہ ہے اور یہی پچھمی یا اسلامی کلچر۔

کلچر کے سلسلے میں یہاں کچھ چیزیں ایک دوسرے
سے بہت آگے دیکھنے میں آتی ہیں۔ ایک طرف تو
مصری بے دھوک سلیمان، تھیٹر، ادب، فنکارانہ فوج گانے اور
شراب خوردی کے میدان میں ایک دوسرے سے آگے جاتے
ہوئے نظر آتے ہیں اور دوسری طرف نمازیوں کا ہجوم بھی
کچھ کم نہیں ہوتا۔ اسی طرح حج کرنے والوں کی تعداد
بھی تمام دنیا کے مسلمانوں سے زیادہ مصری مسلمانوں
کی ہوتی ہے۔ یعنی ہندوستان اور پاکستان کی ملی جلی
حاجیوں کی گنتی کے برابر۔ حالانکہ گنتی میں ہندوستان
کے مسلمانوں سے مصری آدھے سے بھی کم ہیں اور پاکستان
سے ایک چوتھائی سے بھی کم۔

اس سے زیادہ اچرچ کی چیز مصریوں کی ذہنیت
اور وچار ہیں۔ ایک شخص جس کو مذہب سے کوئی
لگاؤ نہیں وہ یہ سمجھتا ہے کہ مذہب کے بغیر
وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ نہ وہ زندہ رہ سکتا ہے
نہ اس کی قوم۔ اسکی تمام مصیبتیں اور تکلیفیں کا

اہنا بے آواز اور رہن سہن میں کوئی چیز بھی
ہی یا اسلامی بائبل نہیں رہی ہے۔ یہاں تک کہ رنگ
اور بیچارہ بھی پچھمی سانچے میں
قلم لکھے ہیں۔ شاعری، چترکاری، لٹریچر اور لٹریچر
بھی یورپ کے رنگ میں رنگ گیا ہے۔ لیکن غریب مزدور
کسان اور عام لوگوں میں ابھی تک پوری پن اور اسلامی
تہذیب کا رنگ نمایاں ہے، اگرچہ پچھم نے اثر سے بالکل
خالی نہیں ہے۔ خاص کر عورتوں کی دھانسی، گھریلو
لباس اور رہن سہن پر مذہب کا گہرا اثر پڑا ہے۔ یہ بھی
جب یہ عورتیں باہر نکلتی ہیں تو یورپ کا اثر بھی
ان کے رنگ ڈھنگ اور لباس سے بڑی حد تک نمایاں
ہوتا ہے۔ پردے کا رواج اُس شکل میں جو کہ ہندوستان
کی مسلم عورتوں میں پایا جاتا ہے، یہاں نہیں ہے۔ یہ
بھی یہاں جس کو پردہ کہا جاتا ہے وہ یہاں کے عام طبقے
کی عورتوں میں عام طور پر دیکھا جاتا ہے۔ اسکی شکل
یہ ہوتی ہے کہ عورتیں ایک کالی چادر تھیلے کی شکل
میں اوڑھ لیتی ہیں، جس سے جسم کا بیشتر حصہ ڈھک
جاتا ہے۔ صرف دونوں پلڈیوں کا کچھ حصہ دونوں ہاتھ
اور منہ کھلا رہتا ہے۔ بہت سی عورتوں کا منہ بالکل
کھلا رہتا ہے، بہت سی عورتیں ایک چالی منہ پر اس
طرح رکھتی ہیں کہ ناک سے اوپر کا آدھا چہرہ تو بالکل
کھلا رہتا ہے اور ناک کے سرے پر ایک پٹی ہوتی ہے جس
میں ایک چالی لٹکتی رہتی ہے جو چہرے کے نچلے
حصے کو کسی قدر ڈھانک لیتی ہے۔ اگرچہ چالی اتنی
چوڑھلی اور مہین ہوتی ہے کہ چہرہ جھلکتا رہتا ہے۔
بس یہی پردہ ہے اور یہی پچھمی یا اسلامی کلچر۔

کلچر کے سلسلے میں یہاں کچھ چیزیں ایک دوسرے
سے بہت آگے دیکھنے میں آتی ہیں۔ ایک طرف تو
مصری بے دھوک سلیمان، تھیٹر، ادب، فنکارانہ فوج گانے اور
شراب خوردی کے میدان میں ایک دوسرے سے آگے جاتے
ہوئے نظر آتے ہیں اور دوسری طرف نمازیوں کا ہجوم بھی
کچھ کم نہیں ہوتا۔ اسی طرح حج کرنے والوں کی تعداد
بھی تمام دنیا کے مسلمانوں سے زیادہ مصری مسلمانوں
کی ہوتی ہے۔ یعنی ہندوستان اور پاکستان کی ملی جلی
حاجیوں کی گنتی کے برابر۔ حالانکہ گنتی میں ہندوستان
کے مسلمانوں سے مصری آدھے سے بھی کم ہیں اور پاکستان
سے ایک چوتھائی سے بھی کم۔

اس سے زیادہ اچرچ کی چیز مصریوں کی ذہنیت
اور وچار ہیں۔ ایک شخص جس کو مذہب سے کوئی
لگاؤ نہیں وہ یہ سمجھتا ہے کہ مذہب کے بغیر
وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ نہ وہ زندہ رہ سکتا ہے
نہ اس کی قوم۔ اسکی تمام مصیبتیں اور تکلیفیں کا

یہاں کم گینت کاریوں کے ساتھ ہنگامہ جاتی کا برتاؤ بہت زیادہ ہے۔ کیمپ اپنی آبادی کے حساب سے نو کیمپوں میں لیکن سرکاری نوکریوں میں ان کی گنتی 30 فیصد ہے اور بقیہ کے بقیہ جگہوں پر بھی اسی حساب سے کام کرتے ہیں۔

مصر کا بجٹ 231 ملین پونڈ کا ہے جس کے 3234,000,000 روپے ہوتے ہیں۔ اس میں سے 1148,000,000 روپے درجہ دیہی بجائو پر خرچ ہوتا ہے اور 448,000,000 روپے شہر پر، 252,000,000 تندرستی پر اور باقی دوسری مددوں میں۔

مصر میں چار یونیورسٹیاں، 28 کالج اور کئی ہزار پرائمری اسکول اور ہائی اسکول ہیں۔ سرکاری کالجوں اور اسکولوں میں اس وقت 15 لاکھ طالب علم یا پڑھنے والے ہیں۔ نئی پانچ سالہ اسکیم کے ماتحت ان کی گنتی 50 لاکھ کی ہوگی۔

ان اسکولوں اور کالجوں کے علاوہ الیمنٹری اسکولوں کے ماتحت بھی کئی کالج اور بہت سے اسکول ہیں۔ بہت سے پرائیویٹ اسکول کالج بھی ہیں۔

مصر کے سرکاری اسپتالوں میں 50 ہزار مریضوں کے لیے چارپائیاں ہیں۔ 25 ہزار غیر سرکاری اسپتالوں میں ہیں۔

مصر میں تین سو سے کچھ اوپر مختلف سوسائٹیاں ہیں جن میں بہت سی سوسائٹیاں ایسی ہیں جن کی شاخیں مصر کے ہر حصے میں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ سوسائٹیاں طرح طرح کے پروگرام اور مقاصد کے لیے کام کرتی ہیں۔ 'راج کالج' سماجی، 'آرتھک'، 'میک' تجارتی، 'صنعتی' ہر قسم کے کام۔ ان سوسائٹیوں میں بہت سی سوسائٹیاں عورتوں، بچوں، بزرگوں، اندھوں، بہروں، ناداروں اور غریبوں کی امداد اور سہاگت کرتی ہیں۔ ان کے لئے کھانا کھانا بھی مہیا کرتی ہیں اور مناسب کام بھی۔ ہر غریب طبقے کے درجہ بچوں کی دیکھ بھال اور عام بچوں کی پڑھائی کے لئے بھی ان سوسائٹیوں کا انتظام قابل قدر ہے۔ طرح بہت سی سوسائٹیاں غریب خاندانوں کی مدد بھی کرتی ہیں اور کچھ مذہبی، اخلاقی اور کھلے سداکار بھی۔

مصر کا تمدن، تہذیب، سادگیاں اور کھلے بالکل لگا ہے۔ اونچے طبقے کے لوگ اور بیچ کے درجے کے سب کے سب پچھلی تہذیب، پچھلی رہن سہن بھی لباس کو اپنا چکے ہیں۔ سردوں کے لباس صرف گرمی گرمی ترکوں کے راج کے زمانے کی یاد دلاتے ہیں۔ اونچے طبقے کی اور اونچے طبقے کی عورتوں

مصر میں چار یونیورسٹیاں، 28 کالج اور کئی ہزار پرائمری اسکول اور ہائی اسکول ہیں۔ سرکاری کالجوں اور اسکولوں میں اس وقت 15 لاکھ طالب علم یا پڑھنے والے ہیں۔ نئی پانچ سالہ اسکیم کے ماتحت ان کی گنتی 50 لاکھ کی ہوگی۔

ان اسکولوں اور کالجوں کے علاوہ الیمنٹری اسکولوں کے ماتحت بھی کئی کالج اور بہت سے اسکول ہیں۔ بہت سے پرائیویٹ اسکول کالج بھی ہیں۔

مصر کے سرکاری اسپتالوں میں 50 ہزار مریضوں کے لیے چارپائیاں ہیں۔ 25 ہزار غیر سرکاری اسپتالوں میں ہیں۔

مصر میں تین سو سے کچھ اوپر مختلف سوسائٹیاں ہیں جن میں بہت سی سوسائٹیاں ایسی ہیں جن کی شاخیں مصر کے ہر حصے میں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ سوسائٹیاں طرح طرح کے پروگرام اور مقاصد کے لیے کام کرتی ہیں۔ 'راج کالج' سماجی، 'آرتھک'، 'میک' تجارتی، 'صنعتی' ہر قسم کے کام۔ ان سوسائٹیوں میں بہت سی سوسائٹیاں عورتوں، بچوں، بزرگوں، اندھوں، بہروں، ناداروں اور غریبوں کی امداد اور سہاگت کرتی ہیں۔ ان کے لئے کھانا کھانا بھی مہیا کرتی ہیں اور مناسب کام بھی۔ ہر غریب طبقے کے درجہ بچوں کی دیکھ بھال اور عام بچوں کی پڑھائی کے لئے بھی ان سوسائٹیوں کا انتظام قابل قدر ہے۔ طرح بہت سی سوسائٹیاں غریب خاندانوں کی مدد بھی کرتی ہیں اور کچھ مذہبی، اخلاقی اور کھلے سداکار بھی۔

مصر کے سرکاری اسپتالوں میں 50 ہزار مریضوں کے لیے چارپائیاں ہیں۔ 25 ہزار غیر سرکاری اسپتالوں میں ہیں۔

مصر میں تین سو سے کچھ اوپر مختلف سوسائٹیاں ہیں جن میں بہت سی سوسائٹیاں ایسی ہیں جن کی شاخیں مصر کے ہر حصے میں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ سوسائٹیاں طرح طرح کے پروگرام اور مقاصد کے لیے کام کرتی ہیں۔ 'راج کالج' سماجی، 'آرتھک'، 'میک' تجارتی، 'صنعتی' ہر قسم کے کام۔ ان سوسائٹیوں میں بہت سی سوسائٹیاں عورتوں، بچوں، بزرگوں، اندھوں، بہروں، ناداروں اور غریبوں کی امداد اور سہاگت کرتی ہیں۔ ان کے لئے کھانا کھانا بھی مہیا کرتی ہیں اور مناسب کام بھی۔ ہر غریب طبقے کے درجہ بچوں کی دیکھ بھال اور عام بچوں کی پڑھائی کے لئے بھی ان سوسائٹیوں کا انتظام قابل قدر ہے۔ طرح بہت سی سوسائٹیاں غریب خاندانوں کی مدد بھی کرتی ہیں اور کچھ مذہبی، اخلاقی اور کھلے سداکار بھی۔

مصر کا تمدن، تہذیب، سادگیاں اور کھلے بالکل لگا ہے۔ اونچے طبقے کے لوگ اور بیچ کے درجے کے سب کے سب پچھلی تہذیب، پچھلی رہن سہن بھی لباس کو اپنا چکے ہیں۔ سردوں کے لباس صرف گرمی گرمی ترکوں کے راج کے زمانے کی یاد دلاتے ہیں۔ اونچے طبقے کی اور اونچے طبقے کی عورتوں

کے ہاؤس آف لارڈس کو ہے۔ ہاؤس آف لارڈس کے بادشاہ کے अधिकार انگلینڈ کے بادشاہ کے अधिकारوں سے کچھ کم ہیں۔ لیکن ان اختیارات کا استعمال کرنے کی وہ کو نہ تو ضرورت پڑتی ہے اور نہ اس کی فرصت ہے۔

عام سदन کی बहुमत پارٹی کا لیڈر प्रधानमंत्री चुना जाता है और दूसरे सब मंत्री प्रधानमंत्री की तरफ से चुन लिये जाते हैं और उस समय तक वजिरी कुरसियों पर बटे रहते हैं जब तक कि आम सदन में उनकी पार्टी का बहुमत होता है और जब तक यह बहुमत उन पर विश्वास करता है।

इस वक्त इकमत की बागडोर वफ़द पार्टी के हाथों में है। वफ़द पार्टी की मिसल में वही हैसियत है जो हिन्दुस्तान में कांग्रेस की। वफ़द पार्टी के सब से बड़े लीडर मरहूम साद अली खान माने जाते हैं। उनकी इज्जत मिसल वालों के दिलों में वही थी और है, जो हिन्दुस्तान में मरहूम गांधी जी की थी और है। इस समय वफ़द पार्टी के लीडर मुस्तफा नहास बाशा हैं। उनकी हैसियत मिसल में वही है जो हिन्दुस्तान में पंडित जवाहर लाल नेहरू की है।

मिसल इकमत के अदालती कानून क्रियावात फ्रान्स से लिये गए हैं या फिर स्वीटजरलैंड और इंगलैंड से। हां, परसनल ला सिर्फ मुसलमानों के लिये है और इसलामी इंग से बनाया गया है। यह कानून सिर्फ मुसलमानों के निकाह, तलाक, विरासत का बंटवारा और वफ़ (ट्रस्ट) तक सीमित है। यह परसनल ला बहुत कुछ हिन्दुस्तान के मोहमडन ला से मिलता जुलता है। फर्क बस इतना है कि हिन्दुस्तान में मोहमडन ला से सम्बन्ध रखने वाले मुकदमों का फैसला भी आम अदालत में होता है लेकिन मिसल में इसके लिये खास अदालतें हैं। इन खास अदालतों में आम अजों की जगह शरियत के माहिर क्राजी होते हैं और इनके फैसले अखरी माने जाते हैं। इन क्राजियों के पास दूसरे मुकदमे जाते भी नहीं हैं। आम अदालतों का इन्तजाम वैसा ही है जैसे हिन्दुस्तान का है यानी पुलिस कोर्ट, लोअर कोर्ट, हाई कोर्ट वगैरा में भी वही तरह का काम होता है जैसे हिन्दुस्तान में होता है।

मिसल का रकबा चार लाख मुरब्बा मील के करीब है जिसमें सिर्फ चार फीसदी जमीन पर खेती बाड़ी हो सकती है। बाक़ी जमीन रेगिस्तान है। मिसल में बारिश न होने के बराबर होती है। खेती दरियाएँ नील के पानी से होती है। आबपाशी का इन्तजाम अच्छा है और इसमें और भी तरक्की हो रही है।

मिसल की कुल आबादी करीब दो करोड़ के है जिनमें 18 लाख क्रिस्ती, दो लाख विदेशी और बाक़ी मुसलमान हैं।

اس آف لارڈس کو ہیں۔ ہاؤس آف لارڈس کے بادشاہ کے अधिकार انگلینڈ کے بادشاہ کے अधिकاروں سے کچھ کم ہیں۔ لیکن ان اختیارات کا استعمال کرنے کی وہ کو نہ تو ضرورت پڑتی ہے اور نہ اس کی فرصت ہے۔

عام سदन کی بہوگنت پارٹی کا لیڈر پردھان منتری جاتا ہے اور دوسرے سب منتری پردھان منتری کی سے چن لئے جاتے ہیں اور اُس سے تک وزیری ان پر قیے رہتے ہیں جب تک کہ عام سदन میں پارٹی کا بہومت ہوتا ہے اور جب تک یہ بہومت وشواس کرتا ہے۔

اس وقت حکومت کی باگ دہر وفد پارٹی کے ہاتھوں میں ہے۔ وفد پارٹی کی مصر میں وہی حیثیت ہے جو تان میں کانگریس کی۔ وفد پارٹی کے سب سے بڑے مرحوم سعد غلول باشا مانے جاتے ہیں۔ ان کی مصر والوں کے دلوں میں وہی تھی اور ہے جو تان میں مرحوم گاندھی جی کی تھی اور ہے۔ اس وفد پارٹی کے لیڈر مصطفیٰ نکاس باشا ہیں۔ ان کی مت مصر میں وہی ہے جو ہندستان میں ہندو مت نپرو کی ہے۔

مصری حکومت کے عدالتی قانون زیادہ تر فرانس سے لئے گئے ہیں یا پھر سوئٹزرلینڈ اور انگلینڈ سے۔ ہاؤس آف لارڈس کے لاء صرف مسلمانوں کے لئے ہے اور اسلامی عدالت کا بایا گیا ہے۔ یہ قانون صرف مسلمانوں کے نکاح، طلاق، کا بتوارہ اور وقف (ٹرسٹ) تک بہمت ہے۔ یہ لا بہت کچھ ہندستان کے مسلمان لا سے ملتا ہے۔ فرق بس اتنا ہے کہ ہندستان میں مسلمان لا بہت رکھنے والے مقدموں کا فیصلہ بھی عام عدالت ہوتا ہے لیکن مصر میں اس کے لئے خاص عدالتیں ہیں۔ ان خاص عدالتوں میں عام ججوں کی جگہ مت کے ماہر قاضی ہوتے ہیں اور ان کے فیصلے آخری جاتے ہیں۔ ان قاضیوں کے پاس دوسرے مقدمے جاتے نہیں ہیں۔ عام عدالتوں کا انتظام ویسا ہی ہے ہندستان کا ہے یعنی پولیس کورٹ، لوئر کورٹ، کورٹ وغیرہ میں بھی اسی طرح کام ہوتا ہے جیسے تان میں ہوتا ہے۔

مصر کا رقبہ چار لاکھ مربع میل کے قریب ہے جس میں صرف چار فیصدی زمین پر کھیتی باڑی ہو سکتی باقی زمین ریگستان ہے۔ مصر میں بارش نہ ہونے برابر ہوتی ہے۔ کھیتی دریاؤں نہل کے پانی سے ہوتی ہے پاشی کا انتظام اچھا ہے اور اس میں اور بھی ہو رہی ہے۔

مصر کی کل آبادی قریب دو کروڑ ہے جن میں کھیتی دو لاکھ وپیشی اور باقی مسلمان ہیں۔

مولانا अबدुل्ला میخو کا خط—کاکھیرا سے

پیارے پنڈت سندرلال،

اپنے پیچھے خط میں میخو کا کچھ حال لکھ چکا ہوں۔ اس خط میں بہت کچھ حال لکھوں گا۔ یوں اکر لکھا جائے تو یہاں کے ایک ایک شے ایک ایک چیز پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے آگے چل کر میں یہاں کی چیزوں پر بہت تفصیل سے لکھوں پر ابھی تو میں بہت کچھ نہ لکھ کر بہت تھوڑے میں کچھ لکھ رہا ہوں۔

میں بآچ پورب کے دیشوں میں بہت اُنچی شہل دیش ہے۔ بآچ پورب کے دوسرے کئی دیشوں کی طرح یہ بھی ”اسلامی“ دیش کہلاتا ہے۔ یہاں کی سرکار بھی اسلامی کہی جاتی ہے۔ لیکن دراصل اسکو اسلام سے محض نام کا لگاؤ ہے۔ مصر کی سرکار کا تعانچا تین اہم چیزوں یعنی توروں سے بنا ہے۔ اس کا ودھان تو انگلینڈ کا ہے، عدالتی اور پولیس قانون فرانس اور سوئٹزرلینڈ کے ہیں اور ’پرسنل لا‘ اسلام کا ہے۔

مصر کی حکومت کا اوپری تعانچہ اس معنی میں انگلینڈ سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے کہ یہاں بھی حکومت کی سب سے اونچی گدی پر ہر مجسٹی شاہ فاروق ہر اچھے میں اور بہت اُن بان اور شان کے ساتھ ہر اچھے میں اور مصری سرکار کا سب کام کاج ہر مجسٹی کے نام سے ہوتا ہے۔ اگرچہ سب کام دوسرے لوگ ہی کرتے ہیں جیسے انگلینڈ میں ہوتا ہے۔

سوچ وچار اور قاعدے قانون بنانے کے لئے انگلینڈ کے ہاؤس آف کامنس اور ہاؤس آف لارڈس کی طرح یہاں بھی دو سدن ہیں۔ ایک عام سدن اور دوسرا خاص سدن۔ عام سدن کے ممبروں کی کلتنی 319 اور خاص سدن کے ممبروں کی کلتنی 180 ہے۔ عام سدن کے تمام ممبر چناؤ سے آئے ہیں اور خاص سدن کے آدھے ممبر چناؤ سے اور آدھے سرکار کی طرف سے نامزد ہوکر۔ چناؤ میں رائے دینے کا حق یہاں صرف بالغ مردوں کو ہے عورتوں کو نہیں۔ عورتوں کو راج کاجی معاملوں میں بھی کوئی دخل نہیں ہے اگرچہ عورتیں یہاں کافی پڑھی لکھی اور آزاد ہیں۔

عام سدن کی عمر پانچ سال کی اور خاص سدن کی عمر سال کی رکھی گئی ہے۔ عام سدن کو وہ سب آدمی ہیں جو انگلینڈ میں ہاؤس آف کامنس کو ہیں۔ مصر کے خاص سدن کو بھی وہی اختیار ہیں جو انگلینڈ

مولانا عبداللہ مصری کا خط—قاہرہ سے

پیارے پنڈت سندرلال،

اپنے پیچھے خط میں مصر کا کچھ حال لکھ چکا ہوں۔ اس خط میں بہت کچھ حال لکھوں گا۔ یوں اکر لکھا جائے تو یہاں کے ایک ایک شے ایک ایک چیز پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے آگے چل کر میں یہاں کی چیزوں پر بہت تفصیل سے لکھوں پر ابھی تو میں بہت کچھ نہ لکھ کر بہت تھوڑے میں کچھ لکھ رہا ہوں۔

مصر بآچ پورب کے دیشوں میں بہت اُنچی شہل دیش ہے۔ بآچ پورب کے دوسرے کئی دیشوں کی طرح یہ بھی ”اسلامی“ دیش کہلاتا ہے۔ یہاں کی سرکار بھی اسلامی کہی جاتی ہے۔ لیکن دراصل اسکو اسلام سے محض نام کا لگاؤ ہے۔ مصر کی سرکار کا تعانچا تین اہم چیزوں یعنی توروں سے بنا ہے۔ اس کا ودھان تو انگلینڈ کا ہے، عدالتی اور پولیس قانون فرانس اور سوئٹزرلینڈ کے ہیں اور ’پرسنل لا‘ اسلام کا ہے۔

مصر کی حکومت کا اوپری تعانچہ اس معنی میں انگلینڈ سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے کہ یہاں بھی حکومت کی سب سے اونچی گدی پر ہر مجسٹی شاہ فاروق ہر اچھے میں اور بہت اُن بان اور شان کے ساتھ ہر اچھے میں اور مصری سرکار کا سب کام کاج ہر مجسٹی کے نام سے ہوتا ہے۔ اگرچہ سب کام دوسرے لوگ ہی کرتے ہیں جیسے انگلینڈ میں ہوتا ہے۔

سوچ وچار اور قاعدے قانون بنانے کے لئے انگلینڈ کے ہاؤس آف کامنس اور ہاؤس آف لارڈس کی طرح یہاں بھی دو سدن ہیں۔ ایک عام سدن اور دوسرا خاص سدن۔ عام سدن کے ممبروں کی کلتنی 319 اور خاص سدن کے ممبروں کی کلتنی 180 ہے۔ عام سدن کے تمام ممبر چناؤ سے آئے ہیں اور خاص سدن کے آدھے ممبر چناؤ سے اور آدھے سرکار کی طرف سے نامزد ہوکر۔ چناؤ میں رائے دینے کا حق یہاں صرف بالغ مردوں کو ہے عورتوں کو نہیں۔ عورتوں کو راج کاجی معاملوں میں بھی کوئی دخل نہیں ہے اگرچہ عورتیں یہاں کافی پڑھی لکھی اور آزاد ہیں۔

عام سدن کی عمر پانچ سال کی اور خاص سدن کی عمر سال کی رکھی گئی ہے۔ عام سدن کو وہ سب آدمی ہیں جو انگلینڈ میں ہاؤس آف کامنس کو ہیں۔ مصر کے خاص سدن کو بھی وہی اختیار ہیں جو انگلینڈ

مسلک کے اندر ایک انقلاب اہلساत्मک انقلاب ہے آپ نے
آپ ہو جائیگا۔

ہمیں یقین ہے کہ اہلساत्मک انقلاب کرنا ہندوستان کی مٹی کی نائبر ہے۔ ہندوستان کے لوگوں نے اہلسا کے ذریعے دنیا کی سب سے بڑی حکومت کو ختم کر دیا۔ وہی لوگ اسی اہلسا یا ستھاکرہ نے ذریعے ورودمی سرکار یا طاقتوں کو اپنے پریم اور سہوا سے جیت کر ہندوستان کے اندر کسان مزدور کا سچا سوراچ قائم کر لیا۔ یہی وہ سلیڈ ہے جسکی تمنا آج دنیا ہمارے ہندوستان سے کر رہی ہے۔ یہ سلیڈ سہادی طور سے دنیا ہندوستان کے چہوں کا مقصد ہمیشہ سے رہا ہے اور ہمیشہ تک رہیگا۔

—سریش رام بھائی

—سریش رام بھائی

گھاس کے ایک تنکے نے کہا—

(خلیل جبران)

گھاس کے ایک تنکے نے پتھر میں چھڑے پتے سے کہا—
”تم گرتے سے شور مچاتے ہو؟ تمہارے اس شور نے میرے سندر سہلے کو توڑ دیا ہے۔“

پتھر گھاس سے بولتا—”او نہی، پستی میں رہنے والے، سنگھٹ سے بے بہرہ، جو چڑے تنکے! جب تو اونچی ہوا میں نہیں رہتا، تو راگ کی لے کو کیا جانے؟“

پتھر پتھر میں کرا ہوا پتھر زمیں پر سو گیا اور جب بہار آئی تو اُس کی آنکھ کھلی پر اب وہ گھاس کا ایک تنکا بن چکا تھا!

جب پتھر پتھر آیا اور اُس پر دوسرے پتے گرنے لگے تو اُس نے دوسرے سے کہا—

”یہ پتھر میں گرنے پتے کتنا شور مچاتے ہیں اور میری میڈی نیڈ بنگ کر دیتے ہیں۔“

انوارادک—بہلی مادھو

انوارادک—بہلی مادھو

انوارادک—بہلی مادھو

انوارادک—بہلی مادھو

انوارادک—بہلی مادھو

انوارادک—بہلی مادھو

پر اور پوری ہرمانداروں کے ساتھ نہیں اٹھایا جاتا تو کمپوزم ہندستان میں آکر ہی رہتا۔ اُس کا آنا لازمی ہے کیونکہ چلتا کے پاس کوئی دوسرا چارہ نہیں ہے۔ آج چلتا کے حال ہے، بچہ ہے، آدھی چائی ہوئی ہے، اُس کے پاس اپنا ٹیٹا نہیں ہے۔ حکومت یا لوک شامی یا بالاعدہ انتظام کے نام پر جو چھڑ چل رہی ہے اُس سے ملک کے اندر اندھور اور آفت مچھی ہوئی ہے۔ ان کو دور کرنے کے لئے چلتا کمپوزم کو کھلی دعوت دیتی ہے۔“

آج بدقسمتی یہ ہے کہ حکومت اور پڑھے لکھوں کا ملکہ ہتھم کو ہے تو چلتا کا پورب کو۔ دونوں ایک دوسرے سے ملتے ہی نہیں۔ بلذات جواہر لال تک نے قبول کیا ہے کہ ہتھم کے چار برس میں اُس کی یہ کھائی بڑھی ہے، خوب بڑھی ہے۔ اس لئے پہلی ضرورت تو اس بات کی ہے کہ چلتا کے اندر اپنا رشواس پیدا کیا جائے، اور جو کچھ بھی کھا جائے، سچے جی سے کھا جائے۔

کشمور لال بھائی چھتاوئی دیتے ہیں —

کیشور لال भाई चेतावनी देते हैं—

”ہم کم کم کم کم ملے चलें، लेकिन अगर यह क्रम ऊपरी दिल् से उठाए जाते हैं तो कम्युनिस्टों का बाद रोके नहीं रुकेगी. और चूँकि आज की हालत कुछ ऐसी नहीं है जिसे कायम रखने के लिये कोई भगवान या मालिक से दुआ करे, इसलिये यह बाद पूरी ताकत से आयेगी और अपने रास्ते में पड़ने वाली हर चीज को कहीं का कहीं उखाड़ फेंकेगी.“

یہ اصلیت ہے۔ بھوکے کو روٹی چاہئے۔ اگر کمپوزم نہ دیتا ہے تو بھوکا اُس کے ساتھ ہے، اگر سچا کرہی دیتا ہے تو اُس کے ساتھ ہے۔ اگر دونوں دیتے ہیں تب وہ ضرور کچھ سوچ وچار میں پڑے گا۔ لیکن جہاں تک موجودہ سرکار کی بات ہے اُس کے اوپر اطمینان شاید ہی کسی کو باقی ہو۔ بھوکے کا بھگوان روٹی میں ہے، نہ کمپوزم میں، نہ سرورڈے میں۔

x x x

آگے کے بارے میں کچھ بھی کہنا زیادتی ہے۔ من کے لئے سے بھی کام نہیں چلتا ہے۔ لیکن جہاں آج کی حالت سے ہمیں بے چینی ہوتی ہے وہاں خوشی یہ ہوتی ہے کہ سرورڈے کھول ایک وچار ہی نہیں ہے، اُس کے ساتھ ساتھ مہدان میں آئے ہیں۔ گاندھی جی کی زندگی ہی سرورڈے کا ایک اعلیٰ نمونہ تھی۔ لیکن اُن کے پھرکار بڑی خوبی کے ساتھ اُس طرف قدم بڑھا رہے ہیں۔ وٹوہاجی کا پیدل گھوسٹا اور بھردان یکے میں شریک ہونے کے لئے ہر فریب اس سے ایدل کرنا ایک تھوس قدم ہے۔ اُن کہنا ہے اُس سے ایک ہوا بلند جائیگی جس سے اس

”ہم قدم قدم بھلے چلیں، لیکن اگر یہ قدم اوپری دل سے اٹھائے جاتے ہیں تو کمپوزم کی بارہ روکے نہیں رکے گی۔ اور چونکہ آج کی حالت کچھ ایسی نہیں ہے جسے قائم رکھنے کے لئے کوئی بھگوان یا مالک سے دعا کرے، اس لئے یہ بارہ پوری طاقت سے اُن کی اور اپنے راستے میں پڑنے والی ہر چھڑ کو نہیں کا نہیں اٹھا پھینکے گی۔“

یہ اصلیت ہے۔ بھوکے کو روٹی چاہئے۔ اگر کمپوزم نہ دیتا ہے تو بھوکا اُس کے ساتھ ہے، اگر سچا کرہی دیتا ہے تو اُس کے ساتھ ہے۔ اگر دونوں دیتے ہیں تب وہ ضرور کچھ سوچ وچار میں پڑے گا۔ لیکن جہاں تک موجودہ سرکار کی بات ہے اُس کے اوپر اطمینان شاید ہی کسی کو باقی ہو۔ بھوکے کا بھگوان روٹی میں ہے، نہ کمپوزم میں، نہ سرورڈے میں۔

x x x

آگے کے بارے میں کچھ بھی کہنا زیادتی ہے۔ من کے لئے سے بھی کام نہیں چلتا ہے۔ لیکن جہاں آج کی حالت سے ہمیں بے چینی ہوتی ہے وہاں خوشی یہ ہوتی ہے کہ سرورڈے کھول ایک وچار ہی نہیں ہے، اُس کے ساتھ ساتھ مہدان میں آئے ہیں۔ گاندھی جی کی زندگی ہی سرورڈے کا ایک اعلیٰ نمونہ تھی۔ لیکن اُن کے پھرکار بڑی خوبی کے ساتھ اُس طرف قدم بڑھا رہے ہیں۔ وٹوہاجی کا پیدل گھوسٹا اور بھردان یکے میں شریک ہونے کے لئے ہر فریب اس سے ایدل کرنا ایک تھوس قدم ہے۔ اُن کہنا ہے اُس سے ایک ہوا بلند جائیگی جس سے اس

✕ ✕ ✕ ✕

“अगर गांधीजी का रास्ता सचमुच अमली तौर

✕ ✕ ✕ ✕

”اگر گاندھی جی کا راستہ صحیح میں عملی طور

اسے جسے وہاں کی خاطر ہستہمال میں جانا ہے۔ اسکا
ہیامی اپنے شریک کا، جو کچھ اس کے پاس ہے اسکا،
بلا یک دسٹی ہے اور یہ دسٹی شاپ اسے جیون پر
بھانا ہے۔

اس طرح سببوں کے خیال پر جاننے کے لیے بڑی
پرسنہ، پورے پورے اور دسٹی شاپ پر عمل کرنا
ہوتا ہے۔ ان تینوں چیزوں کو بڑی ہی سفاکی کے ساتھ
کھور لال بھائی نے چلنے والوں میں رکھ دیا ہے۔ ان سے
گندھی جی کی کیا مراد تھی یہ بات بالکل صاف صاف
اس میں آگئی ہے۔

اس نے کہا ہے کہ سرورڈے میں سودیشی—
سودیشی—کا بول بالا ہے۔ سرورڈے کا ماننے والا یعنی
سودیشی یہ چاہے گا کہ سودیشی کا پورا پورا استعمال
کروں یعنی اپنی خاطر دوسروں کو کم سے کم تکلیف دوں
اس لیے وہ اپنا کام اپنے آپ کرے گا، کھانے پینے کی ضرورتیں
اپنے آپ پوری کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس کو کامیابی سے
نبھانے کے لیے اسے دو باتوں میں طور پر کرنی ہونگی—
پہلی یہ کہ خود چوٹی کا پسینہ اپنی تک بھائے، یعنی
بدن سے مصحت کا کام لے۔ مصحت کرنے پر ہی وہ روٹی
کھائے گا۔ دوسری یہ کہ وہ اپنی ضرورتیں بہت ہی کم
کر دے گا اور جو ضرورتیں رہنمائی ان کو اپنی یا
گلوں کے لوگوں کی مصحت سے پوری کر لے گا۔ اور جب اپنی
ضرورتوں کے لیے اسے باہر کے بازار کا سفر نہیں دیکھنا پڑتا
تو پیسے یا سونا رکھنے کی اسکی تمنا آپ سے آپ کم ہو
جائے گی۔ ان دونوں چیزوں کو وتوہاجی نے شرم دیوتا
(مصحت کے دیوتا) کی آپسلا پوجا اور کانچن مکتی
نام دیا ہے، جنکی طرف انہوں نے اپنی بھوسہ کے آخر
میں دھیان کھینچا ہے اور کہا ہے کہ ان دو باتوں سے ہی
ہندستان کی کٹھنیاں دور ہو سکتی ہیں۔ اصل میں
یہ دونوں ایک ہیں کیونکہ ایک کے بنا دوسری ناممکن
ہے۔ اسی چوڑے میں، جھسا وتوہاجی نے بتایا ہے، گندھی
وچار یا سرورڈے کا سار دکھائی دیتا ہے۔ سامعہواد یا
کمہونزم سے اسکا مہل دکھائی دیتا ہے اور اسی میں کہا
کمہونزم اور کہا پونجی واد دونوں کا حل دکھائی دیتا ہے۔

یہ کیا؟ کمہونزم اور پونجی واد دونوں کا حل؟
ہاں، کمہونزم اور پونجی واد میں جہاں کالے-سفید کا فرق
ہے وہاں دونوں ہی ہندوؤں یا ہندو کے ماننے والے ہیں
اور پیسے یا سونے کو ہی سب کچھ مانتے ہیں، کانچن
مکتی فوٹیں میں سے کسی میں نہیں ہوتی۔ آگے چلکر
بھلے ہی پیسے یا سونے کا دام یا اہمیت کمہونزم میں کم
ہو جائے لیکن ہندوؤں یا ہندو تو اسکی جان ہے، مانو
ہندو ہندوؤں کے تو کمہونست ایک قدم بھی آگے نہیں دے

یہ کیا؟ کمہونزم اور پونجی واد دونوں کا حل؟
ہاں، کمہونزم اور پونجی واد میں جہاں کالے-سفید کا فرق
ہے وہاں دونوں ہی ہندوؤں یا ہندو کے ماننے والے ہیں
اور پیسے یا سونے کو ہی سب کچھ مانتے ہیں، کانچن
مکتی فوٹیں میں سے کسی میں نہیں ہوتی۔ آگے چلکر
بھلے ہی پیسے یا سونے کا دام یا اہمیت کمہونزم میں کم
ہو جائے لیکن ہندوؤں یا ہندو تو اسکی جان ہے، مانو
ہندو ہندوؤں کے تو کمہونست ایک قدم بھی آگے نہیں دے

کھینچ رہی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی کھینچ کرنا ہے۔ وہ
 تیر کی طرح ہر چیز کو کھینچتا ہوا سہا پہا۔ چلا
 آئے گا۔ اسی لیے اسے ہر طرح کے ہتھیار باہریں اور
 ہر طرح کا سامان و کارخانے باہریں۔ اسے بڑے بڑے
 مینٹ باہریے اور وہ سب چیز باہریے جیسے سے بکرت
 بکرت اور کم سے کم সময় میں جیسا کہ سے جیسا کہ نئی جا
 مینٹ۔ اسی وجہ سے اسے کھیتی میں ٹریکٹر اور کیمیا
 خاد باہریے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ روس (اور شاہد
 چین بھی) دنیا میں سولہواں نمبر پر کھیتی کرتا ہے اور
 ساؤتھ کے ہر طرح کے کھیتی کاروں سے اپنے آپ کو مددگار
 اور سزا دینا رکھتا ہے۔ اور جب وہ سب چیزیں اسے چاہئیں
 تو اس سارے سامان کو بیٹوں، سنبھالنے کی خاطر پیسہ
 یا سونا اسے آپ سے آپ چاہئے۔ اس طرح کھیتی
 پونجی دان کے خلاف ہوتے ہوئے بھی سونے یا پونجی سے
 بچا کرنا ہے۔

سर्वोदय की भाशा एकदम छलटी है। पहली मंजिल
 पर पहुँचने के लिये सर्वोदयी हर साधन इस्तेमाल नहीं
 करेगा। चेतन शक्ति को—सत्य को—वह कभी नहीं भूल
 सकता। इसलिये उसके हर क्रम में, हर काम में और हर
 सांस में इसी सत्य पर इसरार होगा, इसी सत्य का आग्रह
 होगा, यानी जिसे गांधी जी के शब्दों में कहें वह सत्याग्रही
 होगा। दूसरे को मानता वह बुरा समझता है, इसलिये
 हथियार छाना गुनाह मानता है। वह पशुबल या हथियार-
 बल पर आसरा न करके आत्मबल पर आसरा करता है।
 वह अपना सारा काम खुद करना चाहता है और गुफर-
 बसर के लिये कोई एक धंदा—बेहतर हो कि वह बाप-दादों
 से चला आने वाला धंदा हो—होशियारी व समझ-बूझ
 के साथ करने लगेगा। उसे कम से कम चीजें चाहियें। उसे
 यह ख्वाहिश रहेगी कि कहीं वह दूसरों के दिल को चोट न
 पहुँचाये, वह चीजें वह खुद ही तैयार कर ले। इसलिये
 सत्याग्रही स्वदेशी का मुरीद होगा, स्वदेश माने अपना
 देश ही नहीं बल्कि अपने प्रदेश का सूबा, अपना जिला,
 अपना घर, अपने हाथ पैर खुद। इसलिये सर्वोदय में
 केन्द्री करन (Centralism) की जगह गैर-केन्द्री
 करन (De-Centralism) रहता है। लेकिन
 सत्याग्रही अपने हाथ से बनाई हुई चीजों को, सचमुच
 किसी चीज को भी, अपनी नहीं समझता, किसी माँ पर
 वह अपनी मिल्कियत नहीं मानता। सारा माँजरा उस
 शक्ति का है जिसके इशारे पर आलम चल रहा है।
 सत्याग्रही के पास जो सामान है वह एक तरह की धरोहर
 है जो उसे यह विधात के साथ बरतनी है ताकि असली
 मालिक को वैसी की वैसी वापिस कर सके वहाँ तक कि
 उसका शरीर भी सही मानों में उसका अपना नहीं है।
 सत्य की खोज करने के लिये मिला हुआ एक साधन है

کھینچ رہی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی کھینچ کرنا ہے۔ وہ
 تیر کی طرح ہر چیز کو کھینچتا ہوا سہا پہا۔ چلا
 آئے گا۔ اسی لیے اسے ہر طرح کے ہتھیار باہریں اور
 ہر طرح کا سامان و کارخانے باہریں۔ اسے بڑے بڑے
 مینٹ باہریے اور وہ سب چیز باہریے جیسے سے بکرت
 بکرت اور کم سے کم সময় میں جیسا کہ سے جیسا کہ نئی جا
 مینٹ۔ اسی وجہ سے اسے کھیتی میں ٹریکٹر اور کیمیا
 خاد باہریے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ روس (اور شاہد
 چین بھی) دنیا میں سولہواں نمبر پر کھیتی کرتا ہے اور
 ساؤتھ کے ہر طرح کے کھیتی کاروں سے اپنے آپ کو مددگار
 اور سزا دینا رکھتا ہے۔ اور جب وہ سب چیزیں اسے چاہئیں
 تو اس سارے سامان کو بیٹوں، سنبھالنے کی خاطر پیسہ
 یا سونا اسے آپ سے آپ چاہئے۔ اس طرح کھیتی
 پونجی دان کے خلاف ہوتے ہوئے بھی سونے یا پونجی سے
 بچا کرنا ہے۔

سرودے کی ہاشا ایک دم آلتی ہے۔ پہلی منزل پر
 پہونچنے کے لئے سرودے ہر سادھن استعمال نہیں کرتا۔
 چھتیں شکتی کو—ستھ کو—وہ کبھی نہیں بھول سکتا۔
 اس لئے اس کے ہر قدم میں، ہر کام میں اور ہر سانس میں
 سی ستھ پر اصرار ہوگا، اسی ستھ کا اکرہ ہوگا، یعنی جسے
 اندھی جی کے شبدوں میں کہیں وہ ستھ گڑھی ہوگا۔ دوسرے
 کو مارنا وہ برا سمجھتا ہے، اس لئے ہتھیار اٹھانا گناہ سمجھتا ہے۔
 یہ پھوپھل یا ہتھیار ہل پر آسرا نہ کر کے آتم ہل پر آسرا
 لیتا ہے۔ وہ اپنا سارا کام خود کرنا چاہتا ہے اور گذر بسر
 کے لئے کوئی ایک دھندہ—بہتر ہو کہ وہ باپ دادوں سے
 چلا آئے والا دھندہ ہو—موشیاری و سمجھ بوجھ کے ساتھ
 دلے لگتا ہے۔ اسے کم سے کم چیزیں چاہئیں۔ اسے یہ خواہش
 ہے کہ کہیں وہ دوسروں کے دل کو چوٹ نہ پہونچائے،
 وہ چیزیں وہ خود ہی تیار کرے۔ اس لئے ستھ گڑھی
 ہونیشی کا مرید ہوگا، سرودیش معلم اپنا دیس ہی
 نہیں بلکہ اپنے پردیش کا صوبہ، اپنا ضلع، اپنا گھر، اپنے
 ہاتھ پیر خود۔ اس لئے سرودے میں کھلدی کرن (De-
 Centralism) کی جگہ گھر کھلدی کرن (De-
 Centralism) رہتا ہے۔ لیکن ستھ گڑھی اپنے ہاتھ
 ، ہائی ہوئی چیزوں کو، سچے سچے کسی چیز کو بھی
 نہیں سمجھتا، کسی مال پر وہ اپنی ملکیت
 نہیں مانتا۔ سارا ماجرا اس شکتی کا ہے جس کے اشارے
 عالم چل رہا ہے۔ ستھ گڑھی کے پاس جو سامان ہے
 ایک طرح کی دھروہر ہے جو اسے احتیاط کے ساتھ
 لیتی ہے تاکہ اصلی مالک کو ویسی کی ویسی واپس کر سکے۔
 ان تک کہ اس کا شہر بھی صحیح معنوں میں اس کا اپنا
 نہیں ہے۔ ستھ کی کہوچ کرنے کے لئے ملے ہوا ایک سادھن ہے

اور तरह तरह کی پُجی یا تانناشاہیوں کا اتنا ہی بڑا پورامن ہے جتنا کہ کم्यونیزم ہے۔ سب تو یہ ہے کہ ان کے خیالات لگاڑی میں سبوتاژ اور کم्यونیزم ایک طرح سے ساتھ ساتھ ہیں، حالانکہ جیسا ہم اوپر دیکھ چکے — دونوں پہلے ہی فرق ہے۔

x x x x

کم्यونیستوں کے بارے میں ہم نے اوپر کہا ہے کہ وہ چوکے پن کے پیروکار ہیں۔ مان لیجیے کہ سبوتاژ بھی دیر کے لیے ہی ہو چوکے پن کو مان لیتا ہے۔ تب تو ان کو میدان میں اتر آنا چاہیے اور سماج کو اس کے سرگرم راستے پر چلنے میں مدد دینا چاہیے۔

دونوں اتر آئے، اور انہوں نے مدد دینے کے لیے ہاتھ ملایا کر دیا۔ لیکن شروع میں ہی سرورڈی کو مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ یہ کہ وہ یہ دیکھتا ہے کہ کمونسٹ اپنی منزل پر پہنچنے کے لیے جا بھگا ہے۔ اسے گا خیال نہیں کرتا جو اس کے ہاتھ لگا اس نے اسے جو بھجے ہیں آیا ہے اس نے دے مارا اور آگے بڑھنے لگا۔ سرورڈی یہ سوچتا ہے کہ جو چھتین ی محبہ میں ہے وہ دوسرے میں بھی ہے، میں اس سے کو مارنے والا کون؟ میں اس سے محبہ جانے دے، میں اپنی بات پر کرونگا، اپنی بات ملوانے کے لیے اس پر زور ڈالوں گا، تک کہ اپنا کھانا پینا بھی بند کر سکتا ہوں اور یہی ہوں کرونگا کہ اس کا دل پسیم جائے اور وہ مجھ جگہ لیکن خود اسکی جان نہیں لوں گا، اسے کسی طرح بھی چوت نہیں پہنچاؤں گا، دل سے اسکی پرائی ہوگی بلکہ پہلائی ہی چاہوں گا۔

یہ ہے کمونسٹ اور سرورڈی والے کے پہچ سادھن کا فرق۔ نسٹ سادھن کے بارے میں کوئی پڑھیز نہیں مانتا، دئی — حالانکہ اسی منزل ایک ہو — سادھن پر سب دارومدار رکھتا ہے۔ منزل پر تو جب پہنچا جائے پہنچا جائے گا۔ لیکن اس منزل پر پہنچنے کے لیے اس کے سبھی قدم اپنی جگہ پر منزل ہیں۔ مگر اس منزل پر پہنچنے کے لیے کمونسٹ دھڑ سے 'چٹ قدم اٹھاتا ہے' سرورڈی ذرا دائیں بائیں آگے بڑھتا ہے، لیکن ایک کو سارکات سے کوئی اعتراض نہیں ہے اپنی جان سلامت دے، دوسرے کو مار کات سے کوئی ملے نہیں چاہے اپنی جان ہی نہیں نہ چلی جائے۔ طرح ہونے کے راستے الگ الگ ہو جاتے ہیں ایک ن کا رہ جاتا ہے، دوسرا نہیں کا۔

جب سادھن کا پڑھیز کمونسٹ کو نہیں تو وہ ان کے تیار شدہ ہر اوزار چاہے وہ ایٹم بم ہی

بھری طرح کی پوجی یا تاننا شاہیوں کا اتنا ہی بڑا پورامن ہے جتنا کہ کمونسٹ ہے۔ سب تو یہ ہے کہ ان کے خیالات لگاڑی میں سبوتاژ اور کمونسٹ ایک طرح سے ساتھ ساتھ ہیں، حالانکہ جیسا ہم اوپر دیکھ چکے — دونوں پہلے ہی فرق ہے۔

x x x x

کمونسٹوں کے بارے میں ہم نے اوپر کہا ہے کہ وہ چوکے پن کے پیروکار ہیں۔ مان لیجیے کہ سبوتاژ بھی دیر کے لیے ہی ہو چوکے پن کو مان لیتا ہے۔ تب تو ان کو میدان میں اتر آنا چاہیے اور سماج کو اس کے سرگرم راستے پر چلنے میں مدد دینا چاہیے۔

دونوں اتر آئے، اور انہوں نے مدد دینے کے لیے ہاتھ ملایا کر دیا۔ لیکن شروع میں ہی سرورڈی کو مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ یہ کہ وہ یہ دیکھتا ہے کہ کمونسٹ اپنی منزل پر پہنچنے کے لیے جا بھگا ہے۔ اسے گا خیال نہیں کرتا جو اس کے ہاتھ لگا اس نے اسے جو بھجے ہیں آیا ہے اس نے دے مارا اور آگے بڑھنے لگا۔ سرورڈی یہ سوچتا ہے کہ جو چھتین ی محبہ میں ہے وہ دوسرے میں بھی ہے، میں اس سے کو مارنے والا کون؟ میں اس سے محبہ جانے دے، میں اپنی بات پر کرونگا، اپنی بات ملوانے کے لیے اس پر زور ڈالوں گا، تک کہ اپنا کھانا پینا بھی بند کر سکتا ہوں اور یہی ہوں کرونگا کہ اس کا دل پسیم جائے اور وہ مجھ جگہ لیکن خود اسکی جان نہیں لوں گا، اسے کسی طرح بھی چوت نہیں پہنچاؤں گا، دل سے اسکی پرائی ہوگی بلکہ پہلائی ہی چاہوں گا۔

یہ ہے کمونسٹ اور سرورڈی والے کے پہچ سادھن کا فرق۔ نسٹ سادھن کے بارے میں کوئی پڑھیز نہیں مانتا، دئی — حالانکہ اسی منزل ایک ہو — سادھن پر سب دارومدار رکھتا ہے۔ منزل پر تو جب پہنچا جائے پہنچا جائے گا۔ لیکن اس منزل پر پہنچنے کے لیے اس کے سبھی قدم اپنی جگہ پر منزل ہیں۔ مگر اس منزل پر پہنچنے کے لیے کمونسٹ دھڑ سے 'چٹ قدم اٹھاتا ہے' سرورڈی ذرا دائیں بائیں آگے بڑھتا ہے، لیکن ایک کو سارکات سے کوئی اعتراض نہیں ہے اپنی جان سلامت دے، دوسرے کو مار کات سے کوئی ملے نہیں چاہے اپنی جان ہی نہیں نہ چلی جائے۔ طرح ہونے کے راستے الگ الگ ہو جاتے ہیں ایک ن کا رہ جاتا ہے، دوسرا نہیں کا۔

جب سادھن کا پڑھیز کمونسٹ کو نہیں تو وہ ان کے تیار شدہ ہر اوزار چاہے وہ ایٹم بم ہی

پہلے کسی پر قانون بنیوالی یا جانوروں کی باتیں کے ذریعے پہنچتے۔ اُس وقت سبھی سائنسدان ہر پودوں کو بے جاندار مانتے تھے اور ایتم نام کی چیز کو آہستہ آہستہ اور بلہادی لاکٹی مانتے والے تھے۔ سارے چاند اور سیاروں کی حرکت نہوتن کے بتائے قانون کے مطابق مانتے تھے۔ پہلے کی ضرورت نہیں کہ ہمسویں صدی کے شروع ہوتے ہوتے جگدیش چندر بسو نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ یہ پودوں میں بھی ہمارے جیسی جان اور تہیز ہوتی ہے۔ ہندو ویکرل نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ ایتم چھن ہون کیا جاسکتا ہے اور یہ بلہادی لاکٹی ہرگز نہیں ہے۔ اور آئسٹائن نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ آسمانی چیزوں کی حرکت کوئی عام قاعدہ سے، نہوتن کے اصولوں پر نہیں ہوتی۔ ہمارے پہلے کا مطلب یہ ہے کہ انیسویں صدی دنیا کے لہاس میں سب سے زیادہ مادہ پسند اور مادہ دوست تھی۔ کوئی اچرج کی بات نہیں کہ اسی صدی نے مالی و انسانی دائرے میں مادے کے علمبردار کارل مارکس کو بھی کھڑا کر دیا۔ ہم یہاں یہ بھی بتادیں کہ مارکس خود چھلے تھے فویر باخ کے جو سولہ آئے مادے وادی یا مائی وادی لا سفر تھا۔ مارکس کا کہنا ہے —

”میرے لیے تو آدھی نام کی چیز اس ’مادی دنیا‘ کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ مادی دنیا وہی ہے جو انسانی دماغ سے ظاہر ہوتی ہے اور طرح طرح کے رجحانوں کی شکل لیتی ہے۔“

ظاہر ہے کہ چھتین کو ماننے والے کو یہ رجحان کسی طرح بھی ملاحظہ نہیں ہوسکتا۔

x x x x

ہم نے اوپر کہا ہے کہ انیسویں صدی کے وکھائی اصولی قلم کے جگدیش چندر بسو، ہندو ویکرل اور آئسٹائن نے کہا دیا۔ اسی طرح سے مارکس اور لہتن کے مالی اصولی قلم کو تالستائن اور گاندھی نے کہا دیا اور کمونزم کے برابر میں سروردے کا رجحان پیش کیا اور اُس پر عمل کر کے اسے پائدار بنایا۔ لہکن جس طرح سے موٹے کاموں میں سائنس میں نہوتن اور لابوایٹم وغیرہ کے اصول برتے جاتے ہیں، اسی طرح سے عام ہوتا میں کمونزم کے اصول کی گنجائش ہوتی ہے اور ہمیشہ بلی دھمکی۔ لہکن اُس کا کون سا پہلو؟ وہی کہ امیر غریب کے بیچ کی دیواریں توڑیں۔ یہاں یہ بھی کہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ دنیا میں بعض سروردے اور کمونزم کی فکر تو ایسی بات نہیں ہے، بلکہ کمونزم کے خلاف پونجی واد، نازی واد وغیرہ دوسری طاقتیں بھی تھیں جن سے اُس کو مورچہ لہنا تھا اور ہے۔ جہاں تک سروردے کی بات ہے وہ ان پونجی اور دوسرے وادوں

ہم نے اوپر کہا ہے کہ انیسویں صدی کے وکھائی اصولی قلم کے جگدیش چندر بسو، ہندو ویکرل اور آئسٹائن نے کہا دیا۔ اسی طرح سے مارکس اور لہتن کے مالی اصولی قلم کو تالستائن اور گاندھی نے کہا دیا اور کمونزم کے برابر میں سروردے کا رجحان پیش کیا اور اُس پر عمل کر کے اسے پائدار بنایا۔ لہکن جس طرح سے موٹے کاموں میں سائنس میں نہوتن اور لابوایٹم وغیرہ کے اصول برتے جاتے ہیں، اسی طرح سے عام ہوتا میں کمونزم کے اصول کی گنجائش ہوتی ہے اور ہمیشہ بلی دھمکی۔ لہکن اُس کا کون سا پہلو؟ وہی کہ امیر غریب کے بیچ کی دیواریں توڑیں۔ یہاں یہ بھی کہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ دنیا میں بعض سروردے اور کمونزم کی فکر تو ایسی بات نہیں ہے، بلکہ کمونزم کے خلاف پونجی واد، نازی واد وغیرہ دوسری طاقتیں بھی تھیں جن سے اُس کو مورچہ لہنا تھا اور ہے۔ جہاں تک سروردے کی بات ہے وہ ان پونجی اور دوسرے وادوں

”میرے لیے تو آدھی نام کی چیز اس ’مادی دنیا‘ کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ مادی دنیا وہی ہے جو انسانی دماغ سے ظاہر ہوتی ہے اور طرح طرح کے رجحانوں کی شکل لیتی ہے۔“

ظاہر ہے کہ چھتین کو ماننے والے کو یہ رجحان کسی طرح بھی ملاحظہ نہیں ہوسکتا۔

x x x x

ہم نے اوپر کہا ہے کہ انیسویں صدی کے وکھائی اصولی قلم کے جگدیش چندر بسو، ہندو ویکرل اور آئسٹائن نے کہا دیا۔ اسی طرح سے مارکس اور لہتن کے مالی اصولی قلم کو تالستائن اور گاندھی نے کہا دیا اور کمونزم کے برابر میں سروردے کا رجحان پیش کیا اور اُس پر عمل کر کے اسے پائدار بنایا۔ لہکن جس طرح سے موٹے کاموں میں سائنس میں نہوتن اور لابوایٹم وغیرہ کے اصول برتے جاتے ہیں، اسی طرح سے عام ہوتا میں کمونزم کے اصول کی گنجائش ہوتی ہے اور ہمیشہ بلی دھمکی۔ لہکن اُس کا کون سا پہلو؟ وہی کہ امیر غریب کے بیچ کی دیواریں توڑیں۔ یہاں یہ بھی کہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ دنیا میں بعض سروردے اور کمونزم کی فکر تو ایسی بات نہیں ہے، بلکہ کمونزم کے خلاف پونجی واد، نازی واد وغیرہ دوسری طاقتیں بھی تھیں جن سے اُس کو مورچہ لہنا تھا اور ہے۔ جہاں تک سروردے کی بات ہے وہ ان پونجی اور دوسرے وادوں

یا نतीجا نہیں، بلکہ اس میں اور کچھ کے ساتھ دھج کی
پراپر آرٹیکل کے مقابلے میں دھج کی جھٹ کا نتیجہ ہے !

اسی سے دونوں میں ایک اور نیا فرق پیدا ہو جاتا
ہے۔ دیکھتی یا فرد اور سماج کا۔ کمیونسٹ کے لئے دیکھتی
کی کوئی ہستی نہیں ہے، وہ تو ایک درجہ یا درجے یا
مشین کا پرزہ ہے۔ دیکھتی آیا اور گھٹا، لیکن اصل اور قائم
چھوڑ سماج ہے، سماج کی ہی ہستی بنی رہتی ہے۔ اور
سماج کے واکھ کا راستہ محض ایک درجہ کا دوسرے کو
دیا کر آگے بڑھتا ہے۔ اب تک کے انہاس میں مٹی، پھر
مالدار لوگ لکھیا فریبوں کو دیتے رہے۔ اب جب فریبوں
میں عقل آگئی ہے تو وہ یہ چھوڑ برداشت نہ کر کے سماج
کا دفاع بدل دینگے، فریب امیر کا فرق نہیں رہے گا اور
سب لوگ مڑے سے اپنی زندگی گزار سکیں گے۔

اس سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے کمیونسٹ بھائی
کہتے ہیں کہ انسان کا اب تک کا سارا انہاس اُن کے اُس
خمال کی گواہی دیتا ہے۔ انسان کی کوئی ایک اہمیت
نہیں ہے، وہ سماجی مشین کا پرزہ بنا ہوا ہے اور اُس
مشین کا قلعہ ایک طے شدہ بات ہے۔ انسان چاہے یا
نہ چاہے سماج اُس طرف بڑھ رہا ہے۔ ”مقابلے“ کے
طریقے سے اُس کا ہولناکاناتار جاری ہے اور جاری رہے گا۔
سماج کا یہ راستہ بدایا نالا نہیں جاسکتا۔ اسی کو
کمیونسٹ بھائی میں Determinism یعنی ہو چکا
ہے، یہ بدستور جاری دھکا ہے۔

اس سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے کمیونسٹ بھائی
کہتے ہیں کہ انسان کا اب تک کا سارا انہاس اُن کے اُس
خمال کی گواہی دیتا ہے۔ انسان کی کوئی ایک اہمیت
نہیں ہے، وہ سماجی مشین کا پرزہ بنا ہوا ہے اور اُس
مشین کا قلعہ ایک طے شدہ بات ہے۔ انسان چاہے یا
نہ چاہے سماج اُس طرف بڑھ رہا ہے۔ ”مقابلے“ کے
طریقے سے اُس کا ہولناکاناتار جاری ہے اور جاری رہے گا۔
سماج کا یہ راستہ بدایا نالا نہیں جاسکتا۔ اسی کو
کمیونسٹ بھائی میں Determinism یعنی ہو چکا
ہے، یہ بدستور جاری دھکا ہے۔

اسی سے دونوں میں ایک اور نیا فرق پیدا ہو جاتا
ہے۔ دیکھتی یا فرد اور سماج کا۔ کمیونسٹ کے لئے دیکھتی
کی کوئی ہستی نہیں ہے، وہ تو ایک درجہ یا درجے یا
مشین کا پرزہ ہے۔ دیکھتی آیا اور گھٹا، لیکن اصل اور قائم
چھوڑ سماج ہے، سماج کی ہی ہستی بنی رہتی ہے۔ اور
سماج کے واکھ کا راستہ محض ایک درجہ کا دوسرے کو
دیا کر آگے بڑھتا ہے۔ اب تک کے انہاس میں مٹی، پھر
مالدار لوگ لکھیا فریبوں کو دیتے رہے۔ اب جب فریبوں
میں عقل آگئی ہے تو وہ یہ چھوڑ برداشت نہ کر کے سماج
کا دفاع بدل دینگے، فریب امیر کا فرق نہیں رہے گا اور
سب لوگ مڑے سے اپنی زندگی گزار سکیں گے۔

اس سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے کمیونسٹ بھائی
کہتے ہیں کہ انسان کا اب تک کا سارا انہاس اُن کے اُس
خمال کی گواہی دیتا ہے۔ انسان کی کوئی ایک اہمیت
نہیں ہے، وہ سماجی مشین کا پرزہ بنا ہوا ہے اور اُس
مشین کا قلعہ ایک طے شدہ بات ہے۔ انسان چاہے یا
نہ چاہے سماج اُس طرف بڑھ رہا ہے۔ ”مقابلے“ کے
طریقے سے اُس کا ہولناکاناتار جاری ہے اور جاری رہے گا۔
سماج کا یہ راستہ بدایا نالا نہیں جاسکتا۔ اسی کو
کمیونسٹ بھائی میں Determinism یعنی ہو چکا
ہے، یہ بدستور جاری دھکا ہے۔

اس سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے کمیونسٹ بھائی
کہتے ہیں کہ انسان کا اب تک کا سارا انہاس اُن کے اُس
خمال کی گواہی دیتا ہے۔ انسان کی کوئی ایک اہمیت
نہیں ہے، وہ سماجی مشین کا پرزہ بنا ہوا ہے اور اُس
مشین کا قلعہ ایک طے شدہ بات ہے۔ انسان چاہے یا
نہ چاہے سماج اُس طرف بڑھ رہا ہے۔ ”مقابلے“ کے
طریقے سے اُس کا ہولناکاناتار جاری ہے اور جاری رہے گا۔
سماج کا یہ راستہ بدایا نالا نہیں جاسکتا۔ اسی کو
کمیونسٹ بھائی میں Determinism یعنی ہو چکا
ہے، یہ بدستور جاری دھکا ہے۔

اس سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے کمیونسٹ بھائی
کہتے ہیں کہ انسان کا اب تک کا سارا انہاس اُن کے اُس
خمال کی گواہی دیتا ہے۔ انسان کی کوئی ایک اہمیت
نہیں ہے، وہ سماجی مشین کا پرزہ بنا ہوا ہے اور اُس
مشین کا قلعہ ایک طے شدہ بات ہے۔ انسان چاہے یا
نہ چاہے سماج اُس طرف بڑھ رہا ہے۔ ”مقابلے“ کے
طریقے سے اُس کا ہولناکاناتار جاری ہے اور جاری رہے گا۔
سماج کا یہ راستہ بدایا نالا نہیں جاسکتا۔ اسی کو
کمیونسٹ بھائی میں Determinism یعنی ہو چکا
ہے، یہ بدستور جاری دھکا ہے۔

لے کر دوسرے میں بٹھانے یا بٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ ہے کہ ہمیں من کو ہر لینے والا راگ سننے کو ملتا ہے۔ پھر سڑوں میں یہ دنیاوی مہل یا نال نہ ملتا ہے۔ اگر سڑوں میں یہ دنیاوی مہل یا نال نہ ملتا تو راگ بھلا ناممکن تھا۔ اسی طرح کس ساری یا کے وکس کا مہل یا نال ہے۔

اوپر کہی بات سے فوراً ہی دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس وکس کی چیز کیا ہے۔ اس سب کی بھلائی کی کوئی جان دار چیز ہے یا ہے جان دار مادہ ہے۔ ہم سرورڈے اور کمپوزٹ کے دوسرے فرق پر آ پہنچتے ہیں۔ ہونست بھائی کہتے ہیں کہ سارے وکس کی چیز ہے۔ لی کوئی جاندار چیز نہ ہو کر ہے جان دار مادہ ہی ہے۔ وہ بتاتے ہیں کہ ہزاروں لاکھوں برس پہلے جان دار چیز تھی ہی نہیں ہے جاندار مادہ ہی مادہ تھا جس نے آگے چل کر جاندار چیز کی شکل لے لی۔ جان دار چیز یا چیزوں کی ماں ہے جان دار مادہ ہی ہے۔ جاندار مادے سے وکس ہو کر جاندار چیز آئے اور اسی طرح حضرت انسان آئے۔ یہ سب کا سب کرشمہ ہے جان دار مادے کا ہے جو اپنے خاص خاص قہقروں اور شکلوں میں ظاہر ہوتا رہتا ہے۔

لیکن سرورڈے وچار کے مطابق سارے وکس کی چیز ہو نہ ہو کر چھتیں یا جاندار چیز ہے۔ سارے مادے یا تو پدارتھ کا جلم چھتیں سے ہی ہے یا اگر چھتیں نہ ہو جو کا پتہ ہو کر نہیں چل سکتا۔ یہ چھتیں ہی ہیں ہے۔ یہی سکتے ہیں۔ ساتھ ہی اٹل چیز یا اصول ہے۔ یہ سکتے یا آتما سب میں ایک سی دیتی ہے اور ہمیشہ رہتی ہے۔ باقی سارے روپ یا مادے اسی سکتے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی سکتے کی خوبی یہ ہے کہ گو یہ سکتے یا آتما سب میں رہتا ہے پھر بھی اس کی تھوڑی تھوڑی اکثر تو زندگی بھر اس کی تھوڑی تھوڑی ہو پاتی ہے۔

اسی چیز کو لے کر سرورڈی اور کمپوزٹ میں آتما دو من کا بھوت ہے۔ کمپوزٹ آتما کو نہیں مانتا من (matter) کو مانتا ہے۔ کمپوزٹ آتما کو نہیں مانتا، آتما کو مانتا ہے۔ اسی وجہ سے کمپوزٹ 'دھرم' نام کی چیز میں یقین نہیں رکھتے اور آتما پر مانتا، دلم، پھوڑ، آتما، خدا، چھو، گدے سب کے سب کو یہ سکتے یا قہقروں مانتے ہیں جو انسان نے اپنا مطلب حل کرنے کے لئے گوہ رکھے ہیں۔ سرورڈی کو جو چیز مذہبی دھارمک، روحانی یا آتما متصور ہوتی ہے کمپوزٹ سکتے آتماک سنگھریں کا نتیجہ مانتا ہے۔ ان کے مطابق ماں کا دودھ، ماں کی آتما اور بچے کی آتما کے پدار

لیکن سبھی دھرم کے جاندار کا بھلائی کا ہونا ہے۔ دوسرے میں بھلائی یا سکتے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ ہے کہ ہمیں من کو ہر لینے والا راگ سننے کو ملتا ہے۔ پھر سڑوں میں یہ دنیاوی مہل یا نال نہ ملتا ہے۔ اگر سڑوں میں یہ دنیاوی مہل یا نال نہ ملتا تو راگ بھلا ناممکن تھا۔ اسی طرح کس ساری یا کے وکس کا مہل یا نال ہے۔

اوپر کہی بات سے فوراً ہی دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس وکس کی چیز کیا ہے۔ اس سب کی بھلائی کی کوئی جان دار چیز ہے یا ہے جان دار مادہ ہے۔ ہم سرورڈے اور کمپوزٹ کے دوسرے فرق پر آ پہنچتے ہیں۔ ہونست بھائی کہتے ہیں کہ سارے وکس کی چیز ہے۔ لی کوئی جاندار چیز نہ ہو کر ہے جان دار مادہ ہی ہے۔ وہ بتاتے ہیں کہ ہزاروں لاکھوں برس پہلے جان دار چیز تھی ہی نہیں ہے جاندار مادہ ہی مادہ تھا جس نے آگے چل کر جاندار چیز کی شکل لے لی۔ جان دار چیز یا چیزوں کی ماں ہے جان دار مادہ ہی ہے۔ جاندار مادے سے وکس ہو کر جاندار چیز آئے اور اسی طرح حضرت انسان آئے۔ یہ سب کا سب کرشمہ ہے جان دار مادے کا ہے جو اپنے خاص خاص قہقروں اور شکلوں میں ظاہر ہوتا رہتا ہے۔

لیکن سرورڈے وچار کے مطابق سارے وکس کی چیز ہو نہ ہو کر چھتیں یا جاندار چیز ہے۔ سارے مادے یا تو پدارتھ کا جلم چھتیں سے ہی ہے یا اگر چھتیں نہ ہو جو کا پتہ ہو کر نہیں چل سکتا۔ یہ چھتیں ہی ہیں ہے۔ یہی سکتے ہیں۔ ساتھ ہی اٹل چیز یا اصول ہے۔ یہ سکتے یا آتما سب میں ایک سی دیتی ہے اور ہمیشہ رہتی ہے۔ باقی سارے روپ یا مادے اسی سکتے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی سکتے کی خوبی یہ ہے کہ گو یہ سکتے یا آتما سب میں رہتا ہے پھر بھی اس کی تھوڑی تھوڑی اکثر تو زندگی بھر اس کی تھوڑی تھوڑی ہو پاتی ہے۔

اسی چیز کو لے کر سرورڈی اور کمپوزٹ میں آتما دو من کا بھوت ہے۔ کمپوزٹ آتما کو نہیں مانتا من (matter) کو مانتا ہے۔ کمپوزٹ آتما کو نہیں مانتا، آتما کو مانتا ہے۔ اسی وجہ سے کمپوزٹ 'دھرم' نام کی چیز میں یقین نہیں رکھتے اور آتما پر مانتا، دلم، پھوڑ، آتما، خدا، چھو، گدے سب کے سب کو یہ سکتے یا قہقروں مانتے ہیں جو انسان نے اپنا مطلب حل کرنے کے لئے گوہ رکھے ہیں۔ سرورڈی کو جو چیز مذہبی دھارمک، روحانی یا آتما متصور ہوتی ہے کمپوزٹ سکتے آتماک سنگھریں کا نتیجہ مانتا ہے۔ ان کے مطابق ماں کا دودھ، ماں کی آتما اور بچے کی آتما کے پدار

اوپر ہم نے کہا ہے کہ کمونزم یہ ماننے میں ہے کہ
 دنیا لگاتار وکس کی طرف بڑھ رہی ہے۔ یہ بات سرور وئی
 بھی منظور کرلیں گے۔ لیکن برا سوال یہ ہے کہ یہ 'وکس'
 کس طرح ہو رہا ہے۔ مان لیجئے کہ آبادی کے دھیرے کے
 موقع پر رات کے چار بجے چوک میں چوکھاں دیکھنے کے
 لئے بھڑک لگی ہے۔ یہ بھڑک لگاتار چلائیاں ہے۔ کوئی نہ
 آدمی اب دیکھنے پہنچتا ہے۔ وہ بھڑک میں کہے گا اور
 راستہ بتائے گا یعنی بڑھ گا۔ مگر بڑھنے کے دو طریقے
 ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ ہوا پر سوار ہے 'دائیں ہاتھ'
 آگے بڑھ رہا ہے۔ سب پر لگتی ہے دوسری کسی چھڑ سے وار کرتا
 ہے 'دھول دھار اودھم مچاتا ہوا' جو آیا آئے ہاتھ ہوا چلا
 جا رہا ہے اور اس طرح بڑھ رہا ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ
 وہ ذرا دھیرے چلے گا 'دائیں ہاتھ' آگے بڑھ رہا ہے
 بھائی بھائی سے کہے گا۔ "مجھے بھی جگہ توڑی سی
 دیدیجئے" میں بھی روشن کر لوں۔ "وہ نہ کسی پر ہاتھ
 اٹھاتا ہے نہ ہاتھ برا کہتا ہے۔ اور اگر اس بڑے بھڑک میں
 وہ پس بھی گیا تب بھی دام کا نام لے کر صبر کرے گا یہ
 نہیں کہ آپ سے باہر ہوکر آؤ دیکھ نہ تاؤ اور آگے بڑھ ہی
 جائے۔ اُسے روشن ہوئے تو بھلا، نہ ہوئے تو بھلا۔

ہمارے کمونزم بھائیوں کا یقین ہے کہ دنیا میں
 'وکس' کا پہلا والا طریقہ کام کر رہا ہے۔ دھیرے کے مہلے
 کی مثال لیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ سب آدمی ایک دوسرے
 کے دشمن ہیں یا اُن میں چھوٹے بڑے ایسے ورگ یا
 درجے ہیں لگے ہیں کہ ایک درجہ دوسرے کے خون کا پھاسا ہے
 ایک دوسرے کو دیکھتا برداشت نہیں کر سکتا۔ اُن
 درجوں میں ہمیشہ ہی "مقابلہ" یا "سلگھڑی"
 مچتا ہوا ہے اور ایک دوسرے کو چمت کرنے کی کوشش
 میں ہیں۔ اُسی طرح سے اُن بھائیوں کا کہنا ہے، دنیا
 بڑھ رہی ہے۔ چھڑوں میں بلیادی طور سے آپسی تلافی
 ہے۔ جو واقعات ہوتے ہیں اُن میں بلیادی طور سے آپسی
 تکرر ہے۔ اُن وروڈھی چھڑوں میں مقابلہ ہر وقت
 جاری ہے۔

اس کے خلاف سرور وئی کا یہ وچار ہے کہ سب آدمی
 ایک دوسرے کے دشمن نہیں بھائی بھائی ہیں، گو یہ
 ضرور ہے کہ اُن کے دھن سہن میں اتلا فرق ہے کہ وہ الگ
 الگ ورگ یا درجے کے جیسے لگتے ہیں۔ لیکن یہ ایک
 دوسرے کے دشمن بلیادی طور پر نہیں ہیں۔ ایک
 دوسرے کا دبا کر یہ مردگی کے دشمن نہیں کرنا چاہئے بلکہ
 محبت کے ساتھ ایک دوسرے کی سویدھا کے خیال کے
 ساتھ دشمن کرنا چاہئے ہیں۔ اس کے سارے عالم کے
 بوجھ ایک سلسلہ ہے۔ وہ کہتا ہے جیسا کہ سلگھت میں
 ہوتا ہے۔ سب سر الگ الگ رنگ کے ہوتے ہیں

ہمارے کمونزمیست भाइयों का यकीन है कि दुनिया में
 विकास का पहला वाला तरीका काम कर रहा है।
 शहरों के मेले की मिसाल लें—उनका कहना है कि सब
 भादमी एक दूसरे के दुश्मन हैं या उनमें छोटे बड़े पेसे
 हैं या दर्जे बन गये हैं कि एक दर्जा दूसरे के खून का प्यासा
 है, एक दूसरे को देखना बर्दाश्त नहीं कर सकता। इन दर्जों में
 ऐसा ही "मुकाबला" या "संघर्ष" मचा हुआ है और
 एक दूसरे को चित करने की कोशिश में हैं। इसी तरह से,
 इन भाइयों का कहना है, दुनिया बढ़ रही है। चीजों में
 बुनियादी तौर से आपसी वनातनी है, जो वाक्यत होते हैं
 इनमें बुनियादी तौर से आपसी टकर है, इन विरोधी
 चीजों में मुकाबला हर वक्त जारी है।

इसके खिलाफ सर्वोदयी का यह विचार है कि सब
 भादमी एक दूसरे के दुश्मन नहीं भाई भाई हैं, गो यह
 जरूर है कि इन के रहन-सहन में इतना फर्क है कि वह
 अलग अलग वर्ग या दर्जे के जैसे लगते हैं। लेकिन यह
 एक दूसरे के दुश्मन बुनियादी तौर पर नहीं हैं। एक दूसरे
 का गला दबा कर यह मूर्ति के दर्शन नहीं करना चाहते,
 बल्कि मुहब्बत के साथ, एक दूसरे की सुविधा के खयाल
 के साथ—दर्शन करना चाहते हैं। इस सारे आलम
 के पीछे एक सिलसिला है, वह कैसा? जैसा कि
 जंगल में होता है, सब सुर अलग अलग रंग के होते हैं

بیماریا کو سونا یا آرام نسیب نہیں ہوتا۔ لیکن اس پر بھی صبح کو جب وہ اٹھتی ہے تو پچھلی رات سے ٹکلی گذری حالت اُسکی ہوتی ہے۔ لاکھوں کروڑوں کو تو مانو ہر دم رات ہے، ہر دم جاگرن کرنا ہے۔ یہ ایک بہت ہی درد بھری حالت ہے جو بہانے کے باہر ہے اور جس کا انداز اُتوہو کرنے پر ہی مل سکتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ دکھی پرائیوٹوں کے دل کو کبھار کے ایک بھیجن سے دالسا دال سکتا ناممکن ہے۔ ہونے پست کو تو بس ایک بھیجن چاہئے — جاندار دوٹی۔ اور یہ دوٹی انہیں خبرات میں نہیں مل سکتی، بلکہ انہیں اپنی کماؤں سے پانی چاہئے۔ اور کماؤں کو بھی کر سکتے ہیں۔ سب سے پہلا ایسی تک بہا دیں گے۔“

اس سے زیادہ کسی کا دل دوسروں کے لئے کھا توپ سکتا ہے؟ لہذا دل کب اونچ نہیج یا اس پر غریب کے بھونڈے فرق برداشت کر سکتا ہے؟ اسی وجہ سے گندھی جی نے اچھے خیال کو 'سرودے' نام سے ظاہر کیا۔ سرودے معنی سب کا آدے، سب کا عروج، سب کی ترقی، سب کی بہتری — سب کی چاہے وہ راجہ ہو یا رنک، زمیندار ہو یا کسان، پونجی یعنی ہو یا مزدور، براہمن ہو یا بھنگی، کیسا ہی کہوں نہ ہو۔ اور بہتری — محض دوپہ سے پالیٹا نہیں، بلکہ جسم کی، دماغ کی، چال چلن کی، آتما یا روح کی، سارے جہاز کی، جہاز کے ہر چھوٹے اور بڑے سے بڑے پہلو کی — ہر طرح سے بہتری۔

کمیونسٹ بھی اسی طرح کی دیوار کو تباہ کن اور سماج کے لئے گھانک مانتے ہیں۔ ان کا یہ بھلائی خیال ہے کہ یہ دیواریں ایک دم کرا دینی چاہئیں اور جب تک آپس میں بھید بھاؤ دے گا انسانی ہستی کو امن چھن نہیں مل سکتا۔

سرودے اور کمیونزم میں دوسری چیز جو ایک سی ہے وہ اصولی پہلو سے واسطہ رکھتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ ساری سرھٹکی یا کائنات ایک ملی جلی چیز ہے، ایک اکائی کی طرح ہے۔ اس میں جو کھٹکائیں اور بانہیں ہوتی ہیں ان کا اثر ایک دوسرے پر، ساری دنیا پر پوتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ دنیا کوئی تھس حالت میں نہیں ہے بلکہ لگاتار چلائے مان ہے جس میں آنے والے یا چلے جانے کا میلہ ہر دم لگا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ دنیا جو لگاتار چلتی ہے تو وکس یا ترقی کی طرف، نہچائی سے اونچائی کی طرف چلتی ہے!

اس سے زیادہ کسی کا دل دوسروں کے لئے کھا توپ سکتا ہے؟ لہذا دل کب اونچ نہیج یا اس پر غریب کے بھونڈے فرق برداشت کر سکتا ہے؟ اسی وجہ سے گندھی جی نے اچھے خیال کو 'سرودے' نام سے ظاہر کیا۔ سرودے معنی سب کا آدے، سب کا عروج، سب کی ترقی، سب کی بہتری — سب کی چاہے وہ راجہ ہو یا رنک، زمیندار ہو یا کسان، پونجی یعنی ہو یا مزدور، براہمن ہو یا بھنگی، کیسا ہی کہوں نہ ہو۔ اور بہتری — محض دوپہ سے پالیٹا نہیں، بلکہ جسم کی، دماغ کی، چال چلن کی، آتما یا روح کی، سارے جہاز کی، جہاز کے ہر چھوٹے اور بڑے سے بڑے پہلو کی — ہر طرح سے بہتری۔

کمیونسٹ بھی اسی طرح کی دیوار کو تباہ کن اور سماج کے لئے گھانک مانتے ہیں۔ ان کا یہ بھلائی خیال ہے کہ یہ دیواریں ایک دم کرا دینی چاہئیں اور جب تک آپس میں بھید بھاؤ دے گا انسانی ہستی کو امن چھن نہیں مل سکتا۔

سرودے اور کمیونزم میں دوسری چیز جو ایک سی ہے وہ اصولی پہلو سے واسطہ رکھتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ ساری سرھٹکی یا کائنات ایک ملی جلی چیز ہے، ایک اکائی کی طرح ہے۔ اس میں جو کھٹکائیں اور بانہیں ہوتی ہیں ان کا اثر ایک دوسرے پر، ساری دنیا پر پوتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ دنیا کوئی تھس حالت میں نہیں ہے بلکہ لگاتار چلائے مان ہے جس میں آنے والے یا چلے جانے کا میلہ ہر دم لگا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ دنیا جو لگاتار چلتی ہے تو وکس یا ترقی کی طرف، نہچائی سے اونچائی کی طرف چلتی ہے!

سرودے اور کمیونزم میں دوسری چیز جو ایک سی ہے وہ اصولی پہلو سے واسطہ رکھتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ ساری سرھٹکی یا کائنات ایک ملی جلی چیز ہے، ایک اکائی کی طرح ہے۔ اس میں جو کھٹکائیں اور بانہیں ہوتی ہیں ان کا اثر ایک دوسرے پر، ساری دنیا پر پوتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ دنیا کوئی تھس حالت میں نہیں ہے بلکہ لگاتار چلائے مان ہے جس میں آنے والے یا چلے جانے کا میلہ ہر دم لگا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ دنیا جو لگاتار چلتی ہے تو وکس یا ترقی کی طرف، نہچائی سے اونچائی کی طرف چلتی ہے!

x x x x

x x x x

اب ہم دونوں کے اصولی فرق کو لیں۔

اب ہم دونوں کے اصولی فرق کو لیں۔

کام्यونیزم سے ہمارے یہاں کے لوگ बहुत کم واقف ہیں، لیکن کامیونسٹ کے بارے میں یہ خیال جم گیا ہے کہ یہ کچھ کر سکتے والوں کی ٹولی ہے اور — کوونکہ روس و چین کے نقشے انہوں کے سامنے آتے ہی ہیں — یہ لوگ سچے سچ حالت میں تبدیلی لاسکتے ہیں۔

کھنے کی ضرورت نہیں کہ جن مہاتما گاندھی نے ہندوستان میں طوفان مچا دیا، انگریزی حکومت جیسی طاقتور حکومت کے چہکے چہوا دیئے اور دنیا کے سامنے بشوبل یا ہلسا کے مقابلے آتم بل یا اہلسا کا چہندا کھوا کر کے دکھا دیا، اُن کے چلائے 'سرودے' پر تو اُن کے دیس واسیوں کو آپ سے آپ شرمدا پیدا ہوتی ہے۔ لیکن آج جسے دیکھئے وہی 'سرودے' کا نعرہ لگا رہا ہے — کیا 'کمونسٹ' کہا کسان مزدور پر جا پارتی، کیا سوشلسٹ کہا جن سنگھن — سبھی اِس کا دم بھرتے ہیں۔ یہی نہیں کہی کہی کہی تو کامیونسٹ بھی آپ کو 'سرودے' کا حامی کہتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ کوئی صاف تصویر لوگوں کے سامنے نہیں ہے کہ آخر 'سرودے' کیا ہے یا 'گاندھی جی' کیا چاہتے تھے اور کامیونسٹ کیا چاہتے ہیں یا کمونزم کیا ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ یہ تصویر بہت صفائی اور خوبصورتی کے ساتھ حال ہی میں شری کشور لال مشرو والا نے اپنی کتاب 'گاندھی ایلڈ مارکس' میں پیش کی ہے اور جو فلسفی گجراتی میں 'گاندھی اور سامیہواد' نام سے نکلی ہے۔ اوپر سے سولے میں سہاگا یہ کہ اِس کتاب کی بیومہکا آچاریہ ونوبا نے لکھی ہے۔ پوری کتاب میں کشور لال بھائی کے لکھے 56 صفحے ہیں، 34 ونوبا جی کے لکھے اور باقی 18 صفحے ایلڈکس کے ہیں جن میں کشور لال بھائی اور گاندھی جی کے سرکریٹری پیارے گل بھائی کے چار لکھے ہیں جو گاندھی جی کے سامنے چھپ چکے تھے۔ اُس طرح ہم اس کتاب کو ونوبا جی اور کشور لال بھائی دونوں کے وچاروں کا اظہار مانتے ہیں، جنہوں نے ملکر ہمیشہ کے لئے ایک عمارت کھڑی کر دی ہے۔ آج اُس وقت جہاں تک ہماری جانکاری ہے ہمارے دیس میں ان دونوں مہاتماؤں کے مقابلے گاندھی جی کو ونوبا سمجھتے اور اُن کی راہ پر بہتر چلنے والے دوسرے لوگ نہیں ہیں۔ ہم تو یہاں تک کہہ سکتے کہ گاندھی جی یا گاندھی واڈ کے بارے میں جو یہ نہیں جانتے وہ کوئی دوسرا نہیں جانتا۔ اِس کتاب کو ہم ونوبا جی اور کشور لال بھائی کی ٹھوس و بہترین سیوا کا نمونہ مانتے ہیں۔

عام طور سے یہ کہا جاتا ہے کہ کمونزم اور گاندھی جی کی باتوں میں جہاں تک مقصد کا سوال ہے کوئی

تفاوت نہیں ہے ہمارے یہاں کے لوگ بہت کم واقف ہیں، لیکن کامیونسٹ کے بارے میں یہ خیال جم گیا ہے کہ یہ کچھ کر سکتے والوں کی ٹولی ہے اور — کوونکہ روس و چین کے نقشے انہوں کے سامنے آتے ہی ہیں — یہ لوگ سچے سچ حالت میں تبدیلی لاسکتے ہیں۔

گاندھی کی ضرورت نہیں کہ جن مہاتما گاندھی نے ہندوستان میں طوفان مچا دیا، انگریزی حکومت جیسی طاقتور حکومت کے چہکے چہوا دیئے اور دنیا کے سامنے بشوبل یا ہلسا کے مقابلے آتم بل یا اہلسا کا چہندا کھوا کر کے دکھا دیا، اُن کے چلائے 'سرودے' پر تو اُن کے دیس واسیوں کو آپ سے آپ شرمدا پیدا ہوتی ہے۔ لیکن آج جسے دیکھئے وہی 'سرودے' کا نعرہ لگا رہا ہے — کیا 'کمونسٹ' کہا کسان مزدور پر جا پارتی، کیا سوشلسٹ کہا جن سنگھن — سبھی اِس کا دم بھرتے ہیں۔ یہی نہیں کہی کہی کہی تو کامیونسٹ بھی آپ کو 'سرودے' کا حامی کہتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ کوئی صاف تصویر لوگوں کے سامنے نہیں ہے کہ آخر 'سرودے' کیا ہے یا 'گاندھی جی' کیا چاہتے تھے اور کامیونسٹ کیا چاہتے ہیں یا کمونزم کیا ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ یہ تصویر بہت صفائی اور خوبصورتی کے ساتھ حال ہی میں شری کشور لال مشرو والا نے اپنی کتاب 'گاندھی ایلڈ مارکس' میں پیش کی ہے اور جو فلسفی گجراتی میں 'گاندھی اور سامیہواد' نام سے نکلی ہے۔ اوپر سے سولے میں سہاگا یہ کہ اِس کتاب کی بیومہکا آچاریہ ونوبا نے لکھی ہے۔ پوری کتاب میں کشور لال بھائی کے لکھے 56 صفحے ہیں، 34 ونوبا جی کے لکھے اور باقی 18 صفحے ایلڈکس کے ہیں جن میں کشور لال بھائی اور گاندھی جی کے سرکریٹری پیارے گل بھائی کے چار لکھے ہیں جو گاندھی جی کے سامنے چھپ چکے تھے۔ اُس طرح ہم اس کتاب کو ونوبا جی اور کشور لال بھائی دونوں کے وچاروں کا اظہار مانتے ہیں، جنہوں نے ملکر ہمیشہ کے لئے ایک عمارت کھڑی کر دی ہے۔ آج اُس وقت جہاں تک ہماری جانکاری ہے ہمارے دیس میں ان دونوں مہاتماؤں کے مقابلے گاندھی جی کو ونوبا سمجھتے اور اُن کی راہ پر بہتر چلنے والے دوسرے لوگ نہیں ہیں۔ ہم تو یہاں تک کہہ سکتے کہ گاندھی جی یا گاندھی واڈ کے بارے میں جو یہ نہیں جانتے وہ کوئی دوسرا نہیں جانتا۔ اِس کتاب کو ہم ونوبا جی اور کشور لال بھائی کی ٹھوس و بہترین سیوا کا نمونہ مانتے ہیں۔

عام طور سے یہ کہا جاتا ہے کہ کمونزم اور گاندھی جی کی باتوں میں جہاں تک مقصد کا سوال ہے کوئی

تفاوت نہیں ہے ہمارے یہاں کے لوگ بہت کم واقف ہیں، لیکن کامیونسٹ کے بارے میں یہ خیال جم گیا ہے کہ یہ کچھ کر سکتے والوں کی ٹولی ہے اور — کوونکہ روس و چین کے نقشے انہوں کے سامنے آتے ہی ہیں — یہ لوگ سچے سچ حالت میں تبدیلی لاسکتے ہیں۔

یہ کتاب نوجوانوں پرکاشن ملدر احمدآباد نے چھاپی ہے۔

ن ہو وہ بھوکے کی دہڑی ہے، گناہ ہے۔ یہ بات سب لوگ مہسوس بھی کرتے ہیں اور اس لئے اس تباہی کو دور کرنے کے لیے عملی روپ سے قدم اٹھانا چاہتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ قدم کھسا اور کھیا ہو۔ یہ بہت بڑا سوال ہے جس سے ہندوستان کے لاکھوں کروڑوں کی ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کی بہتری کا واسطہ ہے۔

واہیر ہے کہ مائیکل سارکار سے کسی کو کوئی احساس ظہور بھی نہیں ہے کہ وہ جلتا کے درد کو دور کرے گی۔ لہذا نام پبلک میں سے ہی کوئی طاقت اٹھتی ہے جو اس طرف کچھ کام کر سکی۔ تھوڑے عرصے سے دو نام وکوں کی زبان پر آئے شروع ہوئے ہیں — ایک سرورڈے اور دوسرا کمونیسٹ۔ پہلے شہد ایک وچار ہے، دوسرا ایک خاص طرح کے لوگوں کا نام ہے۔ پہلے شہد مہاتما اندھی کی ایجاد ہے، دوسرا انگریزی بھاشا کا یوں تو بہت دانا شہد ہے مگر اس میں جان ڈالنے کا کام ایک نامی ترجمان گھان وان آجاریہ نے کیا جو کارل مارکس نام سے سر ام ہے۔ سرورڈے وچار مہاتما لاندھی نے پیش کیا، اٹھ ہنگ سے پچاس پچھن برس تک اس پر عمل کیا اور سکے آدھار پر دکھائی افریقہ اور ہندوستان میں بڑی بڑی حکومتوں سے تکریمیں لیں۔ ہزاروں لاکھوں لوگ ان تکریموں میں شریک ہوئے جنہوں نے بڑی سے بڑی قربانیاں کر کے اپنے ہدائشی ادھیکار واپس لئے۔ کمونیسٹ ان لوگوں کا نام ہے جو کمونزم نام کے اصول میں یقین رکھتے ہیں۔ یہ ہی اصول ہے جس پر کارل مارکس کی نصیحتوں کے مطابق عمل کر کے لوگوں نے روس میں 1917 میں انقلاب کیا اور لہذا ناسی بلاد ہستی نے دنیا میں سب پہلی کمونیسٹ حکومت روس میں قائم کی جو اب قائم ہے۔ یہ وہی اصول ہے جس کی روشنی میں کام کرنے آ رہی دو روس میں ہونے چھن میں مائیکل نامی ہادر مخصمت نے کمونیسٹ سرکار قائم کی اور بے حال د حواس، بہکی ہوئی جلتا کی کیا پلٹ دی۔ اسی سول کے پھرکار کمونیسٹ بھائیوں نے ہندوستان میں بھی نگہ جگہ جلتا کے بچے کچھ سہوا کر کے اپنا اثر قائم کیا، خاص کر حیدرآباد ریاست کے پوربہ حصہ میں جہاں ن ماتر بھاشا تھلگو ہونے کی وجہ سے آئے تھلکانہ کہا جاتا ہے اور جن کا تصور ہے کہ ہم سماج کے اندر سے چھوٹے بے اونچ نیچ کے بھید ختم کر کے ایک ورگ میں سماج لانا چاہتے ہیں جس میں سب کو 'دوٹی' 'کپڑا' مکن لے گا اور سب خوشی خوشی رہ سکیں گے۔ لیکن کمونیسٹ بھائیوں کا کام کچھ اس طرح دور دھرب لگنے چھلنے کا نا ہے کہ وہ کھل کر کوئی چیز یا نمونہ ہندوستان کی بلحا کے آگے نہیں رکھ سکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ

ن ہو وہ بھوکے کی دہڑی ہے، گناہ ہے۔ یہ بات سب لوگ مہسوس بھی کرتے ہیں اور اس لئے اس تباہی کو دور کرنے کے لیے عملی روپ سے قدم اٹھانا چاہتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ قدم کھسا اور کھیا ہو۔ یہ بہت بڑا سوال ہے جس سے ہندوستان کے لاکھوں کروڑوں کی ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کی بہتری کا واسطہ ہے۔

واہیر ہے کہ مائیکل سارکار سے کسی کو کوئی احساس ظہور بھی نہیں ہے کہ وہ جلتا کے درد کو دور کرے گی۔ لہذا نام پبلک میں سے ہی کوئی طاقت اٹھتی ہے جو اس طرف کچھ کام کر سکی۔ تھوڑے عرصے سے دو نام وکوں کی زبان پر آئے شروع ہوئے ہیں — ایک سرورڈے اور دوسرا کمونیسٹ۔ پہلے شہد ایک وچار ہے، دوسرا ایک خاص طرح کے لوگوں کا نام ہے۔ پہلے شہد مہاتما اندھی کی ایجاد ہے، دوسرا انگریزی بھاشا کا یوں تو بہت دانا شہد ہے مگر اس میں جان ڈالنے کا کام ایک نامی ترجمان گھان وان آجاریہ نے کیا جو کارل مارکس نام سے سر ام ہے۔ سرورڈے وچار مہاتما لاندھی نے پیش کیا، اٹھ ہنگ سے پچاس پچھن برس تک اس پر عمل کیا اور سکے آدھار پر دکھائی افریقہ اور ہندوستان میں بڑی بڑی حکومتوں سے تکریمیں لیں۔ ہزاروں لاکھوں لوگ ان تکریموں میں شریک ہوئے جنہوں نے بڑی سے بڑی قربانیاں کر کے اپنے ہدائشی ادھیکار واپس لئے۔ کمونیسٹ ان لوگوں کا نام ہے جو کمونزم نام کے اصول میں یقین رکھتے ہیں۔ یہ ہی اصول ہے جس پر کارل مارکس کی نصیحتوں کے مطابق عمل کر کے لوگوں نے روس میں 1917 میں انقلاب کیا اور لہذا ناسی بلاد ہستی نے دنیا میں سب پہلی کمونیسٹ حکومت روس میں قائم کی جو اب قائم ہے۔ یہ وہی اصول ہے جس کی روشنی میں کام کرنے آ رہی دو روس میں ہونے چھن میں مائیکل نامی ہادر مخصمت نے کمونیسٹ سرکار قائم کی اور بے حال د حواس، بہکی ہوئی جلتا کی کیا پلٹ دی۔ اسی سول کے پھرکار کمونیسٹ بھائیوں نے ہندوستان میں بھی نگہ جگہ جلتا کے بچے کچھ سہوا کر کے اپنا اثر قائم کیا، خاص کر حیدرآباد ریاست کے پوربہ حصہ میں جہاں ن ماتر بھاشا تھلگو ہونے کی وجہ سے آئے تھلکانہ کہا جاتا ہے اور جن کا تصور ہے کہ ہم سماج کے اندر سے چھوٹے بے اونچ نیچ کے بھید ختم کر کے ایک ورگ میں سماج لانا چاہتے ہیں جس میں سب کو 'دوٹی' 'کپڑا' مکن لے گا اور سب خوشی خوشی رہ سکیں گے۔ لیکن کمونیسٹ بھائیوں کا کام کچھ اس طرح دور دھرب لگنے چھلنے کا نا ہے کہ وہ کھل کر کوئی چیز یا نمونہ ہندوستان کی بلحا کے آگے نہیں رکھ سکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ

سर्वوہد اور کمونست

ہمارے ہندوستان میں کیا، بیہشہ میں کیا، سب جگہ کا سماج دو موٹے ہیسوں میں بٹا ہے۔ ایک کی تاواؤ کم ہے لیکن اسکے پاس پئسا ہے، دلیت ہے اور تاکت ہے۔ دوسرے ہیسے کی تاواؤ بھوت جیواا ہے لیکن اسکے پاس ن پئسا ہے ن دلیت اور ن تاکت۔ مگر ڈوخی دونوں ہیسوں کے لوگ ہیں کیوںکی مالدار لوگوں کے پاس جو کھج بھی ہے وہ انکے پٹ کو پورا نہیں پڑتا اور انھیں دن دن بایانا چاہیے تاکہ انکی بمری ہو سکے، اور غریب لوگ تو فیر غریب ہیں ہی، ان کو تو سچ سچ دو چون کھانا مشکل سے نصوب ہوتا ہے۔ دونوں کھلیج تان کرتے ہیں کہ ہمارے پلے کچھ اور پو جائے اور ہمارا کام پلے۔ انسان کے سارے ایتھاس کو اس گھمکھ کی کہانی ایک طرح سے کہا جا سکتا ہے۔

مثال مشہور ہے کہ پانچوں انگلیاں ایک سی نہیں ہوتیں۔ لیکن ان میں جو فرق ہے وہ کاتما تھورا ہے یہ سب جانتے ہیں۔ اسی طرح سماج کے لوگوں کی حالت میں تھورا بہت فرق ہو نو کوئی شکایت کی بات نہیں، لیکن اگر زمین آسمان کا بھوہ ہو تو پھر وہ حالت برداشت سے باہر ہو جاتی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے دیس میں یہ فرق زمین آسمان کے فرق سے بھی بڑھکر ہے۔ جب انگریزی حکومت یہاں تھی تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ فرق اس نے کر رکھا ہے۔ اس لئے لے دے کو سب لوگ اسے ہٹانے میں لگ گئے۔ مگر اس کے ہٹانے کے بعد اگلی ہی سرکار آئی تو یہ فرق کسی طرح بھی کم نہیں ہوا۔ رئیس رئیس ہوتے چلے جا رہے ہیں اور غریب غریب۔ آلتے چیزوں کے دام اتنے چوہ گئے کہ معمولی ضرورتیں پوری ہونا بھی دشوار ہوگیا اور عام جلتا کی نگاہ میں آسانی نہ ملی بربادی ملی۔ موجودہ سرکار حدبران ہے اور لاکھ کوشش کرنے پر بھی اس چکر سے نہیں نکل پا رہی ہے۔ اس کے خلاف وہ دیسوں سے اناج کی بھوک مانگ مانگ کر اور بھسے آدھار لے لے کر اپنے دیس کو ایک طرح سے گوری رکھ دے رہی ہے۔ کوئی صورت مرکزی حلقے میں ایسی نظر نہیں آتی جس سے یہ اُمید ہو کہ یہ تباہی بھی ختم ہوگی اور دن پلٹیں گے۔

قدرت کا یہ امت قانون ہے کہ جو چیز شروع ہوتی ہے وہ ختم بھی ہوتی ہے۔ تو یہ تباہی یا بربادی بھی ایک نہ ایک دن ختم ہوگی۔ مگر اس آشا کو من میں باتھ کر یا اس کے پورا ہونے کے لئے دعا ملتیں کرتے پھر سے کام نہیں چل سکتا۔ جس دعا کے پوچھے عمل

سروودے اور کمونست

ہمارے ہندوستان میں کیا، بیہشہ میں کیا، سب جگہ کا سماج دو موٹے حصوں میں بٹا ہے۔ ایک کی تعداد کم ہے لیکن اس کے پاس پیسہ ہے، دولت ہے اور طاقت ہے۔ دوسرے حصے کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن اس کے پاس نہ پیسہ ہے نہ دولت اور نہ طاقت۔ مگر دکھی دونوں حصوں کے لوگ ہیں کہونکہ مالدار لوگوں کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ ان کے ہوت کو پورا نہیں پوتا اور انھیں دن دن دونا رات چوٹنا چاہئے تاکہ ان کی اُمڈگوں پوری ہو سکیں، اور غریب لوگ تو پھر غریب ہیں ہی، ان کو تو سچ سچ دو چون کھانا مشکل سے نصوب ہوتا ہے۔ دونوں کھلیج تان کرتے ہیں کہ ہمارے پلے کچھ اور پو جائے اور ہمارا کام پلے۔ انسان کے سارے ایتھاس کو اس گھمکھ کی کہانی ایک طرح سے کہا جا سکتا ہے۔

مثال مشہور ہے کہ پانچوں انگلیاں ایک سی نہیں ہوتیں۔ لیکن ان میں جو فرق ہے وہ کاتما تھورا ہے یہ سب جانتے ہیں۔ اسی طرح سماج کے لوگوں کی حالت میں تھورا بہت فرق ہو نو کوئی شکایت کی بات نہیں، لیکن اگر زمین آسمان کا بھوہ ہو تو پھر وہ حالت برداشت سے باہر ہو جاتی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے دیس میں یہ فرق زمین آسمان کے فرق سے بھی بڑھکر ہے۔ جب انگریزی حکومت یہاں تھی تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ فرق اس نے کر رکھا ہے۔ اس لئے لے دے کو سب لوگ اسے ہٹانے میں لگ گئے۔ مگر اس کے ہٹانے کے بعد اگلی ہی سرکار آئی تو یہ فرق کسی طرح بھی کم نہیں ہوا۔ رئیس رئیس ہوتے چلے جا رہے ہیں اور غریب غریب۔ آلتے چیزوں کے دام اتنے چوہ گئے کہ معمولی ضرورتیں پوری ہونا بھی دشوار ہوگیا اور عام جلتا کی نگاہ میں آسانی نہ ملی بربادی ملی۔ موجودہ سرکار حدبران ہے اور لاکھ کوشش کرنے پر بھی اس چکر سے نہیں نکل پا رہی ہے۔ اس کے خلاف وہ دیسوں سے اناج کی بھوک مانگ مانگ کر اور بھسے آدھار لے لے کر اپنے دیس کو ایک طرح سے گوری رکھ دے رہی ہے۔ کوئی صورت مرکزی حلقے میں ایسی نظر نہیں آتی جس سے یہ اُمید ہو کہ یہ تباہی بھی ختم ہوگی اور دن پلٹیں گے۔

قدرت کا یہ امت قانون ہے کہ جو چیز شروع ہوتی ہے وہ ختم بھی ہوتی ہے۔ تو یہ تباہی یا بربادی بھی ایک نہ ایک دن ختم ہوگی۔ مگر اس آشا کو من میں باتھ کر یا اس کے پورا ہونے کے لئے دعا ملتیں کرتے پھر سے کام نہیں چل سکتا۔ جس دعا کے پوچھے عمل

पहचान अहिंसा की है यह,
जो हिंसा से बढ़ कर रन ले,
दाबें उंगली सब दांत तले,
जब वह धन दे, तन दे, मन दे.

पहचान अहिंसा की है यह
जिसको सब ही होबें अपने,
जो सह न सके अन्याय कभी
जो आँख न दे उससे झपने.

पहचान अहिंसा की है यह
जो प्राणों को प्राणी माने,
दुख को भेटे, क्यों न नौबत,
प्राणों के जाने की आने.

पहचान अहिंसा की है यह
जो लेती ही आराम नहीं,
फिर रहे लड़ाई, अमन रहे,
उसका तो घटता काम नहीं.

पहचान अहिंसा की है यह
जो पग पग पर देखे काँटे,
फिर बड़े रहें या हों छोटे,
पुचकारे, मुरझावे, डाँटे.

पहचान अहिंसा की है यह
जो प्रेमामृत में डूबी हो,
जो न्याय, दया, सच, जोड़ सके
जिस में ऐसी भी खूबी हो.

पहचान अहिंसा की है यह
जो लिये जा रही हो हमको,
काँटों में, मगर तसल्ली भी
जो दिये जा रही हो हमको.

पहचान अहिंसा की है यह
जो रब का हमें पथ दिखलाए,
खोटे रस्ते पर चले नहीं
सच की छातिर जो मिट जाए.

—मगवानदीन

पहचान अहिंसा की है यह,
जो हिंसा से बढ़ कर रन ले,
दाबें उंगली सब दांत तले,
जब वह धन दे, तन दे, मन दे.

पहचान अहिंसा की है यह
जिसको सब ही होबें अपने,
जो सह न सके अन्याय कभी
जो आँख न दे उससे झपने.

पहचान अहिंसा की है यह
जो प्राणों को प्राणी माने,
दुख को भेटे, क्यों न नौबत,
प्राणों के जाने की आने.

पहचान अहिंसा की है यह
जो लेती ही आराम नहीं,
फिर रहे लड़ाई, अमन रहे,
उसका तो घटता काम नहीं.

पहचान अहिंसा की है यह
जो पग पग पर देखे काँटे,
फिर बड़े रहें या हों छोटे,
पुचकारे, मुरझावे, डाँटे.

पहचान अहिंसा की है यह
जो प्रेमामृत में डूबी हो,
जो न्याय, दया, सच, जोड़ सके
जिस में ऐसी भी खूबी हो.

पहचान अहिंसा की है यह
जो लिये जा रही हो हमको,
काँटों में, मगर तसल्ली भी
जो दिये जा रही हो हमको.

पहचान अहिंसा की है यह
जो रब का हमें पथ दिखलाए,
खोटे रस्ते पर चले नहीं
सच की छातिर जो मिट जाए.

—मगवानदीन

जिल्द 11

नवम्बर, सन् '51

नम्बर 5

नمبر 5

नمبر '51 سن

جلد 11

जात आदमी, प्रेम धर्म है, हिन्दुस्तानी बोली,
'नया हिन्द' पहुँचेगा घर घर लिये प्रेम की मोली.

جانت آدمي، پریم دھرم ہے، ہندوستانی بولی،
'نیا ہند' پہنچے گا گھر گھر لئے پریم کی جھولی.

अहिंसा भक्तों से

सौ बार तसल्ली दिल को दो
संतोश करो, हाँ, सत्र करो,
औरों को तसल्ली तो दो ही
सौ जत्र सहो मत जत्र करो.
बदकारों को तुम गले लगा
बदकारी उनकी पी डालो,
तुम तो दो उनको नेक बना
उनकी नेकी में जी डालो.
नेकों को बढ़ने दो आगे
उनकी जग पर जय होने दो,
हिंसा, बोरी, बदकारी को
अपनी अपनी पत खोने दो.
हिंसा के पाँव न जमने दो
पर कायरता का ध्यान रहे!
बह कहीं अहिंसा देवि बनी
न जमाती झूटी शान रहे।
पुज ही जाती है कायरता,
हाँ, पहन अहिंसा का बोला,
लाती ही है बदनामी वह,
झूटी पर, कर उनको पोला.

اھنسا بھکتوں سے

سو بار تسلي دل کو دو
سنتوش کرو، ہاں، ستر کرو،
اوروں کو تسلي تو دو ہی
سو جتر سہو مت جتر کرو.
بدکاروں کو تم گلے لگا
بدکاری اُن کی پی ڈالو،
تم تو دو اُن کو نیک بنا
اُن کی نیکی میں جی ڈالو.
نہکوں کو بڑھنے دو آگے
اُن کی جگ پر جے ہونے دو،
ہنسا، چوری، بدکاری کو
اپنی اپنی پت کھونے دو.
ہنسا کے پاؤں نہ جاملے دو
پر کایرتا کا دھیان رہے!
وہ کہیں اھنسا دیوی بلی
نہ جماتی جھوٹی شان رہے!
بیج ہی جاتی ہے کایرتا،
ہاں، پہن اھنسا کا چولا،
لاٹی ہی ہے بدنامی وہ،
ملکوں پر، کر اُن کو پولا.

نیا ہند

ہندوستانی کلاچر سوسائٹی

کا

ماہواری پرچا

نومبر 1951

نیا ہند

ہندوستانی کلاچر سوسائٹی

کا

ماہواری پرچا

نومبر 1951

کس سے

مکالمہ

کس سے

—اھلسا بھکتن سے (کھیتا) بھگوان دیو	367
—سربوہی اور کھیتا — سربوہی رام بھائی	369
—مہاراجا اھلدھلا مہاراجا کا کھیتا — کھیتا سے	385
—کھیتا کا بھگوان — بھگوان گ . م .	391
—بھارت میں کھیتا — بھگوان بھگوان بھگوان	392
—بھگوان بھگوان — بھگوان بھگوان	401
—کھیتا بھگوان کا کھیتا — بھگوان بھگوان	406
—بھگوان بھگوان (کھیتا) — بھگوان بھگوان	408
—بھگوان بھگوان — بھگوان بھگوان	415
10 — بھگوان بھگوان کا بھگوان بھگوان	421
11 — بھگوان بھگوان کا بھگوان بھگوان	429
12 — بھگوان بھگوان کا بھگوان بھگوان	430
13 — بھگوان بھگوان کا بھگوان بھگوان	433
14 — بھگوان بھگوان کا بھگوان بھگوان	435
15 — بھگوان بھگوان کا بھگوان بھگوان	438

1 — اھلسا بھکتن سے (کھیتا) بھگوان دیو	...
2 — سربوہی اور کھیتا — سربوہی رام بھائی	...
3 — مہاراجا اھلدھلا مہاراجا کا کھیتا — کھیتا سے	...
4 — کھیتا کا بھگوان — بھگوان گ . م
5 — بھارت میں کھیتا — بھگوان بھگوان بھگوان	...
6 — بھگوان بھگوان — بھگوان بھگوان	...
7 — بھگوان بھگوان — بھگوان بھگوان	...
8 — بھگوان بھگوان (کھیتا) — بھگوان بھگوان	...
9 — بھگوان بھگوان — بھگوان بھگوان	...
10 — بھگوان بھگوان کا بھگوان بھگوان	...
11 — بھگوان بھگوان کا بھگوان بھگوان	...
12 — بھگوان بھگوان کا بھگوان بھگوان	...
13 — بھگوان بھگوان کا بھگوان بھگوان	...
14 — بھگوان بھگوان کا بھگوان بھگوان	...
15 — بھگوان بھگوان کا بھگوان بھگوان	...

بھگوان — بھگوان میں چھ روپیہ سال، باہر دس روپیہ سال، ایک پرچہ دس روپیہ سال.

بھگوان — بھگوان میں چھ روپیہ سال، باہر دس روپیہ سال، ایک پرچہ دس روپیہ سال.

145، سربوہی، اھلدھلا.

بھگوان
'نیا ہند'

بھگوان
'نیا ہند'

145، سربوہی، اھلدھلا.

مجلس شورای ملی

میں نے آج تک کسی آدمی کی جلی
میں سے مل کر کوئی آدمی معلوم ہوا کہ آدمی
کو بھائی تھا کہ چھوڑ کر اپنی کسی
میں لانا چھوڑا ہے۔ آج کی آدمی ہمارے
میں وہ لڑائی تک ہی نہیں رہیں گے۔
میں کوئی میں کسانوں اور مزدوروں کے غریب
میں ہونگی۔ غلامی، انعام اور بہت
میں آپ ایک ایسی اولاد سلجھائے جو آپ کے
میں رہے ہوگی۔

و میں جن شاعروں کی چٹانیں اٹھا لی
 تھیں ان کے نام :-

[illegible]

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا محمد وآله الطيبين الطاهرين أجمعين

ایک چھوٹے چھوٹے لڑکے میں تھوڑے اور نئی
 چھوڑی لڑکی میں اور اس کے صفحہ دو سو
 چھوٹے میں اس لڑکی اب اس کتاب کا نام
 لڑکی کا نام ہے۔

लेखक—पंडित सुन्दरलाल

इस किताब के शुरू में दुनिया के सब बड़े बड़े धर्मों एकता को दिखाया गया है और सब धर्मों की किताबों हवाले दे दे कर मिलती जुलती बुनियादी सच्चाइयों को जान किया गया है।

उसके बाद गीता के लिखे जाने के वक्त की इस देश हालत, गीता के बड़प्पन और एक एक अध्याय को हर गीता की तालीम को बतलाया गया है।

आखिर में कुरान से पहले की अरब की हालत, कुरान बड़प्पन और एक एक बात पर कुरान की तालीम को जान किया गया है। इस में कुरान की पांच सौ से ऊपर आयतों का लफ्जी तरजुमा दिया गया है। यह भी बताया है कि कुरान में जेहाद, आक्रबत, आखरत, जन्नत, जन्नम, काफिर बगैरा किसे कहा गया है।

जो लोग सब धर्मों की एकता को समझना चाहें या दू धर्म और इसलाम दोनों की इन दो अमर पुस्तकों की गंभीर जानकारी हासिल करना चाहें उन्हें इस किताब को हर पढ़ना चाहिये।

पौने तीन सौ सफे की सुन्दर जिल्द बँधी किताब की बात सिर्फ ढाई रुपया।

इस में वह चार लेखक जमा कर दिये गये हैं जो इस बी ने कन्सीकियेटरी बोर्ड ग्वालियर की शायत पर क्लियर में दिये थे।

सौ सफे की किताब। क्रीमत सिर्फ बारह आने।

लेखक—पंडित सुन्दरलाल

साम्प्रदायिकता यानी फिरकापरस्ती की बीमारी पर अकाजी, मजहबी और इतिहासी पहलू से विचार और आका इलाज, जिसने आखिर में देश पिता महात्मा गांधी को हमारे बीच में न रहने दिया।

क्रीमत बारह आने।

लिकेक—पंडित सुन्दर लाल

اس کتاب کے شروع میں دنیا کے سب بڑے بڑے دھرموں کی ایکٹا کو دکھایا گیا ہے اور سب دھرموں کی کتابوں سے حوالے دے کر ملتی جلتی بنیادی سچائیوں کو بیان کیا گیا ہے۔

اس کے بعد گیتا کے لکھے جانے کے وقت کی اس دیش کی حالت گیتا کے بڑوں اور ایک ایک ادمی کے لئے لکھ کر گیتا کی تعلیم کو بتلایا گیا ہے۔

آخر میں قرآن سے پہلے کی عرب کی حالت، قرآن کے بڑوں اور ایک ایک بات پر قرآن کی تعلیم کو بیان کیا گیا ہے۔ اس میں قرآن کی پانچ سو سے اوپر آیتوں کا لفظی ترجمہ دیا گیا ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ قرآن میں جہاد، مالیت، آخرت، جنت، جہنم، کافر وغیرہ کسے کہا گیا ہے۔

جو لوگ سب دھرموں کی ایکٹا کو سمجھنا چاہیں یا ہندو دھرم اور اسلام دونوں کی ان دو اہم دستکوں کو سمجھی جانکاری حاصل کرنا چاہیں انہیں اس کتاب کو ضرور پڑھنا چاہئے۔

پولے تین سو صفحے کی سندھ جلد ہندھی کتاب کی قیمت صرف دھائی روپہ۔

اس میں وہ چار لکچر جمع کر دئے گئے ہیں جو بلذت جی نے کنسیکریٹری بورڈ گوالیار کی دعوت پر گوالیار میں دئے تھے۔

سو صفحے کی کتاب۔ قیمت صرف بارہ آئے۔

لکھک—بلذت سندھ لال

سامبرداہیتا یعنی فرقہ پرستی کی بیماری پر راج گچی، مذہبی اور اتھاسی پہلو سے وچار اور اسکا علاج جس نے آخر میں دیش پتا مہاتما گاندھی تک کو ہمارے ہیچ میں نہ رہنے دیا۔

قیمت بارہ آئے۔

پتہ کا پتا—

بلیکسٹر 'نیا دین' 145، سڈی گنج، راجا پور۔

بلیکسٹر 'نیا دین' 145، سڈی گنج، راجا پور۔

ہندوستانی کتب خانہ کی کتابیں

یہ سب کتابیں نیاہری اور ہر دووں
لیکھاوتوں میں بکلا بکلا بکلا سکتی ہیں۔ جو کتاب ایک
ہی لکھاوت میں بکلا ہے اسکا بکلا کر دیا گیا ہے۔

بکلا بکلا سے بکلا بکلا کی کتابیں بکلا کرنے والوں
اور بکلا بکلا کو بکلا بکلا کی بکلا بکلا۔

بکلا یا بکلا بکلا ہر بکلا میں بکلا کے بکلا ہوگا۔

ہندوستانی کتب خانہ کی کتابیں

یہ سب کتابیں نیاہری اور ہر دووں
لیکھاوتوں میں بکلا بکلا بکلا سکتی ہیں۔ جو کتاب ایک
ہی لکھاوت میں بکلا ہے اسکا بکلا کر دیا گیا ہے۔

بکلا بکلا سے بکلا بکلا کی کتابیں بکلا کرنے والوں
اور بکلا بکلا کو بکلا بکلا کی بکلا بکلا۔

بکلا یا بکلا بکلا ہر بکلا میں بکلا کے بکلا ہوگا۔

بھارت کا بکلا

بکلا بکلا

جو 26 جنوری سن 1950 سے بکلا میں بکلا بکلا

‘بھارت میں بکلا بکلا’ کے بکلا بکلا پم بکلا بکلا
بکلا بکلا بکلا سے بکلا بکلا۔

بکلا بکلا بکلا کا بکلا ہے کہ بکلا بکلا کے بکلا
بکلا بکلا بکلا کا بکلا اس بکلا بکلا ہے اسے بکلا
بکلا بکلا۔

بکلا بکلا بکلا بکلا بکلا بکلا میں، بکلا بکلا بکلا
کا بکلا بکلا بکلا بکلا، بکلا بکلا بکلا بکلا بکلا
اور بکلا بکلا بکلا میں بکلا بکلا بکلا بکلا بکلا
تو بکلا بکلا ہے کہ بکلا بکلا بکلا بکلا بکلا بکلا۔

بکلا بکلا کے بکلا بکلا کے بکلا بکلا میں بکلا بکلا
بکلا بکلا اور بکلا بکلا سے بکلا بکلا بکلا بکلا
بکلا بکلا ہے۔

بکلا بکلا کے بکلا بکلا میں بکلا بکلا بکلا بکلا۔

بکلا بکلا بکلا بکلا بکلا۔ بکلا بکلا بکلا بکلا بکلا
بکلا بکلا بکلا بکلا بکلا۔ بکلا بکلا بکلا بکلا
بکلا بکلا بکلا بکلا۔

بھارت کا بکلا

بکلا بکلا

جو 26 جنوری سن 1950 سے بکلا میں بکلا بکلا

‘بھارت میں بکلا بکلا’ کے بکلا بکلا پم بکلا بکلا
بکلا بکلا بکلا سے بکلا بکلا۔

بکلا بکلا بکلا کا بکلا ہے کہ بکلا بکلا کے بکلا
بکلا بکلا بکلا کا بکلا اس بکلا بکلا ہے اسے بکلا
بکلا بکلا۔

بکلا بکلا بکلا بکلا بکلا بکلا میں، بکلا بکلا بکلا
کا بکلا بکلا بکلا بکلا، بکلا بکلا بکلا بکلا بکلا
اور بکلا بکلا بکلا میں بکلا بکلا بکلا بکلا بکلا
تو بکلا بکلا ہے کہ بکلا بکلا بکلا بکلا بکلا بکلا۔

بکلا بکلا کے بکلا بکلا کے بکلا بکلا میں بکلا بکلا
بکلا بکلا اور بکلا بکلا سے بکلا بکلا بکلا بکلا
بکلا بکلا ہے۔

بکلا بکلا کے بکلا بکلا میں بکلا بکلا بکلا بکلا۔

بکلا بکلا بکلا بکلا بکلا۔ بکلا بکلا بکلا بکلا بکلا
بکلا بکلا بکلا بکلا بکلا۔ بکلا بکلا بکلا بکلا
بکلا بکلا بکلا بکلا۔

اگر کسی میں کچھ چیزیں آزاد نہ ہوں تو اس ملک
 کے حالات میں ہونا جو امید کے خلاف ہیں نہیں
 خودمستقل نہیں رہ سکتے۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ
 آپ حاصل ہے۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ
 جاپان کے کپڑے کے بعد چھین کی آج کی آزادی اتنی
 مضبوط نہ ہوتی اگر ہندوستان برطانیہ کی مٹھی میں
 ہوتا۔ اصل میں ہندوستان کی آزادی اور مضبوطی چھین
 کی آزادی اور مضبوطی ہے۔ چھین کی آزادی اور مضبوطی
 ہندوستان کی آزادی اور مضبوطی ہے۔ ہندوستان کے پاس
 اگر وہ صلاح دیتے کی ضرورت رکھتا ہے اور اگر چھین اسے
 اس قابل سمجھتا ہے کہ وہ ہندوستان سے صلاح لے تو
 ہندوستان یہی صلاح دے سکتا ہے کہ بس دنیا میں امن
 رکھنے کے لئے کسی ہلاک میں نہ پھنسو۔ اور اس بات کے
 کہنے سے کہہ ہی نہ دو جس بات کے کہنے سے دنیا میں
 امن اور شانتی قائم رہ سکتی ہے۔

ہندوستانی قوم کے باپ نے امن کی دہلی پر جان دے دی تھی۔ ہندوستان بھی امن کی دہلی پر جان دینا پسند کرتا ہے اور یہی سبق چین کو دے سکتا ہے اور یہی اُس کی بھولت ہے جو چین کی آزادی کے نئے برس کے دن وہ چین کو دے رہا ہے۔

25-9-51

نیا پریس بل—

भगवान् श्रीन

اگلی صبح کی آخری تاریخ کو نئی دلی کی پارلیمنٹ
میں ہمارے قوم منسٹر نے ایک نیا پریس بل پیش کیا
ہ جسکی بنا پر سرکار ہندستان کے اخباروں اور
لکھنے والوں کو ایک نئے شکلچے میں کسنا چاہتی ہے یا
سرکار کے پھتو سے دیکھا جائے تو نئے سانچے میں تبدیل
چاہتی ہے۔ ہندستان کا شاید ہی کوئی مسجید دار اخبار
ہوگا جس نے اس بل کی طرفدار کی ہو۔ کیا سپہاک
مقتل کانفرنس، کیا پتو کو مقلد نعتیہ، سبھی نے اس
کا جرحہ کیا ہے لیکن ایک لائق وکیل کی طرح حکومت
کی طرف سے اسکی مدد کی جاتی جا رہی ہے اور
حکومت کی پارٹی کے صدر پارلیمنٹ تو پھر ایک طرح
کی رہنمائی کرتے ہیں۔ — اسکی پھتو ہیں۔ ہمیں
نہیں معلوم کہ اس بل کی بھی کب ہندو کیتھ بل کی
طرح تو نہیں ہوگی۔ مگر اس میں کوئی بھی شک نہیں
کہ ایک آزاد جمہوری دیش کے لئے ایسا پریس
بل اسکی شان پر کلک کا تھک ہے۔

—سریس رام بھائی

—सुरेश राम भाई

अन्वेषण था, हिन्दुस्तान कुछ आजाद न था, उन दिनों का चीन बरतानिया और अमरीका के हाथ में खेल रहा था और उस बरतानिया के हाथ में जो हिन्दुस्तान की छाती पर सवार था, और उस अमरीका के हाथ में जिसकी हिन्दुस्तान के लिये राज टपक रही थी.

हिन्दुस्तान आजाद हुआ पर उसकी आजादी ऐसी न थी जिसके ऊपर खड़ा होकर हिन्दुस्तान वह शानदार जगह ले सके जो एशिया में जापान को मिली हुई थी. इसी अन्धेरे में एशिया महादीप में एक चमक नजर आई और वह चमक ही चीन की आजादी की राकत में टिकने वाली चांदनी का रूप ले बैठी.

आज चीन उसी खांदनी में विदेशियों की गुलामी से क़रीब क़रीब सारा आज़ाद हो चुका है। बस वो एक क़ांटे ही ऐसे रह गये हैं जो उसके पांव में चुभ रहे हैं।

चीन की बहादुर जनता ने चीन को सिर्फ आजाद ही नहीं किया बल्कि उसको इखलाक़ी गुनो में इतना ऊँचा उठा दिया है कि अमरीका और दो एक मुल्कों को छोड़ दुनिया के सभी मुल्कों ने उसको आजाद क़बूल कर लिया है और उसके इखलाक़ की तारीफ़ करते हैं।

चीन की आजादी से हिन्दुस्तान की आजादी को ऐसी छुराक मिली और बराबर मिल रही है जिसकी वजह से हिन्दुस्तान की आजादी में जो नुक़स रह गये वह आपो आप दूर होते जा रहे हैं और बहुत थोड़ी कोशिश से ही हिन्दुस्तान उस रुतबे की तरफ बढ़ता चला जा रहा है जो कभी जापान को हासिल था. इसमें कोई शक नहीं कि चीन की आजादी ने हिन्दुस्तान की उस हैरानी को एक इम दूर कर दिया जो हिन्दुस्तान को जापान के गुलाम हो जाने से हो गई थी.

पहली अक्तूबर को चीन अपनी आजादी का दूसरा बरस जलम करके तीसरे बरस में क्रम रक्खेगा और उसी दिन चीन अपनी राजधानी पेकिंग में धूम धाम से एक जलसा मनायगा जिसमें हिन्दुस्तान से गया हुआ पीसमिशन हिस्सा लेगा और हिस्सा लेकर यह साबित करेगा कि हिन्दुस्तान की जनता और चीन की जनता कलबरी ख्याल से उतनी ही पास है जितने दो भाई हों। जनता इस इसलिये कह रहे हैं कि जो शाम्ति मिशन यहां से गया है, वह चीन की जनता का ही बुलाया हुआ है, और जो वहां से गए हैं वह भी जनता की संस्थाओं के भेजे हुए आदमी हैं, उस मिशन में इस 'नया हिन्द' के एडीटर पंडित सुन्दर लाल भी शामिल हैं और उनके वापस आने पर 'नया हिन्द' के परिवार को जहर वहां के मुकदिसल हालात आगे के नम्बरों में पढ़ने को मिलेंगे।

چین کی آزادی کے بارے میں یہ بات پھر بھی
 بھر کی طرح آہستہ آہستہ کہ بہت سے غریب
 میں صرف فلاحی کی وجہ سے ہوا کرتے ہیں اور وہ غریب
 فلاحی کے ختم ہونے کے بعد اگر فوراً ہی نہیں مت جاتے
 کچھ دنوں میں ضرور مت جاتے ہیں۔ سیکڑوں بڑی
 نادتوں کے لئے بدنام چھن آج ان بڑی عادتوں سے انکا
 دور ہو گیا ہے کہ برسوں پرانے آزاد ملک اُس سال بھر کی
 عمر والے ملک سے سبق لے سکتے ہیں۔ اسے تو ہم چمکار
 نہیں، کرشمہ کہیں یا جادو کہیں کہ سال بھر پہلے
 ہوکوں مرنے والا چھن دوسروں کی بھوک مٹانے کے لئے
 پہلے ہاتھوں مدد کرنے کے لئے تیار ملتا ہے۔ ایک سال
 میں چھن کی یہ کیا پلٹ!

اس میں کوئی شک نہیں جاپان نے کوریا دبا رکھا تھا
 چھن پر بڑے ظلم کر رہا تھا۔ اور اس میں بھی کوئی
 شک نہیں کہ جاپان کے ظلم ان ظلموں سے بڑھکر تھے جو
 برطانیہ نے مریٹھ ترین تریبونلٹی، جاپان والا باغ، چور
 آشتی ہتھیار کاٹنے اور ہلیا بربادی نام سے ہندوستان میں
 کئے تھے، یا جو اور پچھلی ملک اپنے ماتحت ملکوں پر
 کر رہے تھے۔ اور جاپان کو ویسا کرنا بھی چاہئے تھا کہوں کہ
 اُس نے ان ظلموں کی کلا سیکھی تھی تو ان پچھلی
 ملکوں سے تھی۔

اس میں شک نہیں جاپان اپنے زمانے میں بڑا ظالم
 رہا۔ پر سبھی دھاک، چماتے والے ملک ظالم ہی ہوا
 کرتے ہیں۔ اس لئے ظلم کی ایسی بات جو سبھی ملکوں
 میں یکساں پائی جاتی ہے اگر نکال دی جائے تو جاپان اور
 دوسرے ملکوں جیسا ہی رہ جاتا ہے۔ اور پھر یہ کہنا
 ہی پڑے گا کہ جاپان اپنے زمانے میں ایسا کی شان تھا۔ اپنے
 کرنے سے پہلے وہ روس جیسے بڑے ملک کا دوست تھا۔ اور
 اسی روس کا دوست تھا جسے آج امریکہ اپنے لئے خطرہ سمجھتا
 ہے اور امریکہ اور برطانیہ جیسے بڑے ملکوں سے دشمنی
 مول لے بیٹھا تھا۔ اور اس میں شک نہیں کہ وہ ان دونوں
 دشمنوں سے نہ جانے کب تک اور لوہا لہتا اگر ایٹم
 بم جیسی غیر قانونی چیز اُس کے ملک پر نہ گرائی
 گئی ہوتی۔

جاپان کے ہار جانے اور ایک دم غلام ہو جانے سے
 اُس کی ہندوستان کی ودیشی انگریزی سرکار بولنے ہی
 خواہی ہوئی ہو پر ہندوستانی جلتا کا دل تو ایک دم
 بھٹک گیا تھا۔ جاپان کی ہار کے وقت ہندوستانیوں میں
 ایشیائی خون جوش مارنے لگا تھا اور اس وجہ سے
 ہندوستانیوں کو جاپان سے ہمدردی پیدا ہو گئی تھی اور
 اُس ہمدردی کی وجہ سے ان کے دل سے ایک سرد آہ نکل
 گئی تھی کہ جاپان کے کرنے سے ایشیا کی شان گر گئی۔
 اور اب ہندوستانیوں کی آنکھوں کے سامنے ایک

کے قیام کرنے میں تیسرا نمبر ہے۔ امریکی اور بریتن کے باہر سب سے زیادہ پینا۔ اس میں چین نے ہی لگایا ہے۔ اس لیے ہاتھ ہاتھ کے نمبروں کے خلاف پابندی لگانا ضرور ناہنسا ہے۔ ہم نے نہیں مانا کہ چین کو خود کفایت سے کتنی مدد کی تمنا ہے، لیکن جو بھی ہو، ورلڈ بینک کا اس طرح ہاتھ کھینچ لھنا شرارت سے ہوتی ہوئی حرکت ہے اور انسانی بھائی چارے کے خلاف ہے۔

مگر ہم یہ بھی بتا دے کہ اگر دنیا کے ساہوکار یہ سہارا دیکھتے ہوں کہ اس طرح آئر کوریا و چین کا کٹا دیا کہ ان سے توبہ ہوا لہذا تو وہ ایک چھوٹا سیٹا دیکھ رہے ہیں جس کا آنکھیں کھلتے ہی نام نشان بھی نہیں رہے گا۔

اسی سلسلے میں ایک خیال ہوں یہ اور آتا ہے کہ اگر یہ ساہوکار سچے سچے مدد کے حامی ہوں اور جس نے پہلے چوڑائی کی ہو اس کی عقل تھکانے پر لگا دینا چاہتے ہوں تو یہ وہ دنیا کے دامن پر پڑے دوسرے دھبوں کو کہیں نہیں دیکھتے۔ اور جو ان دھبوں کے لئے ذمے دار ہیں ان کے اوپر بھی کچھ پابندی کوں نہیں لگاتے۔

ورلڈ بینک جیسے ساہوکار کا فرض ہے کہ ایمان سے لے اور ایمان سے دے۔

—سوریش رامभाई

چین کی آزادی کا دوسرا برس

یوں تو چین ہزاروں برس آزاد رہا پر دسیوں بار بار غلامی سے آزاد بھی ہوا۔ پر اس بار کی آزادی ہوتی ہوئی ہزاروں برس کی آزادی سے اور دسیوں بار پائی ہوئی آزادی سے ملحدتہ ہی قسم کی ہے۔ اور ان سب آزادیوں سے اونچے درجے کی بھی ہے۔ اگر وہ کتنے بھی جو نئی پائی ہوئی آزادی کے پاؤں میں لکے ہوئے ہوں نکل گئے ہوتے تب تو یہ بیسویں صدی کی چین کی آزادی اپنے قہر کی ایسی آزادی ہوتی کہ پچھمی دنیا دانعوں کے انگلی ہلکا کر دیتی اور پوری دنیا اس آزادی کو دیکھ کر چاہے میں بھولی نہ سماتی۔

برطانیہ اور امریکہ افیم کے نشہ میں مست چین سے یہ کہیں اُمید نہیں کر سکتے تھے کہ اس کا پیلا پن کہیں اتنا سرخ بھی ہو سکتا ہے کہ کہیں بھی پیلا پن نہ رہ پائے۔ برطانیہ اور امریکہ ہی نہیں ایشیا میں دھلے والے ہم ہندوستانی بھی سچے سچے پہلے پہل تو ایسا سمجھتے تھے مانو ہم سہارا دیکھ رہے ہوں۔ پر جب ہمارے بہادر ورماہان ملٹری نے برطانیہ اور امریکہ جیسے حال ہی میں لوگوں کی آزادی کو قبول کیا اور وہاں کے راجدوت ہمارے درمیان میں آگئے تب ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ ہم سہارا دیکھ رہے تھے وہ سہارا نہ تھا سچی بات تھی۔

یوں تو چین ہزاروں برس آزاد رہا پر دسیوں بار غلامی سے آزاد بھی ہوا۔ پر اس بار کی آزادی ہوتی ہوئی ہزاروں برس کی آزادی سے اور دسیوں بار پائی ہوئی آزادی سے ملحدتہ ہی قسم کی ہے۔ اور ان سب آزادیوں سے اونچے درجے کی بھی ہے۔ اگر وہ کتنے بھی جو نئی پائی ہوئی آزادی کے پاؤں میں لکے ہوئے ہوں نکل گئے ہوتے تب تو یہ بیسویں صدی کی چین کی آزادی اپنے قہر کی ایسی آزادی ہوتی کہ پچھمی دنیا دانعوں کے انگلی ہلکا کر دیتی اور پوری دنیا اس آزادی کو دیکھ کر چاہے میں بھولی نہ سماتی۔

—سوریش رام भाई

چین کی آزادی کا دوسرا برس

یوں تو چین ہزاروں برس آزاد رہا پر دسیوں بار غلامی سے آزاد بھی ہوا۔ پر اس بار کی آزادی ہوتی ہوئی ہزاروں برس کی آزادی سے اور دسیوں بار پائی ہوئی آزادی سے ملحدتہ ہی قسم کی ہے۔ اور ان سب آزادیوں سے اونچے درجے کی بھی ہے۔ اگر وہ کتنے بھی جو نئی پائی ہوئی آزادی کے پاؤں میں لکے ہوئے ہوں نکل گئے ہوتے تب تو یہ بیسویں صدی کی چین کی آزادی اپنے قہر کی ایسی آزادی ہوتی کہ پچھمی دنیا دانعوں کے انگلی ہلکا کر دیتی اور پوری دنیا اس آزادی کو دیکھ کر چاہے میں بھولی نہ سماتی۔

برطانیہ اور امریکہ افیم کے نشہ میں مست چین سے یہ کہیں اُمید نہیں کر سکتے تھے کہ اس کا پیلا پن کہیں اتنا سرخ بھی ہو سکتا ہے کہ کہیں بھی پیلا پن نہ رہ پائے۔ برطانیہ اور امریکہ ہی نہیں ایشیا میں دھلے والے ہم ہندوستانی بھی سچے سچے پہلے پہل تو ایسا سمجھتے تھے مانو ہم سہارا دیکھ رہے ہوں۔ پر جب ہمارے بہادر ورماہان ملٹری نے برطانیہ اور امریکہ جیسے حال ہی میں لوگوں کی آزادی کو قبول کیا اور وہاں کے راجدوت ہمارے درمیان میں آگئے تب ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ ہم سہارا دیکھ رہے تھے وہ سہارا نہ تھا سچی بات تھی۔

دیش	پنجنی لاکھ ڈالر میں
چین	60, 00
فرانس	52, 50
ہندوستان	40, 60 (لگ بھگ دو ارب روپے)

دیش	پنجنی لاکھ ڈالر میں
چین	60,00
فرانس	52,50
ہندوستان	40,60 (لگ بھگ دو ارب روپے)

بँک کے پاس کُل پُنجی آٹھ ارب سے بھی زیادہ ہے۔ اس میں سے اپنے ممبر دیشوں کی بہتری اور ترقی کے خاطر بँک ساڑھے چار فی صدی سود لیکر پوسٹ پر دیا کرتا ہے۔ ہندوستان کو بھی تین بار کر کے 5 کروڑ 98 لاکھ ڈالر (لگ بھگ 25 کروڑ روپے) مل چکا ہے جس کا موٹا حساب یہ ہے—

بँک کے پاس کل پنجنی آٹھ ارب سے بھی زیادہ ہے۔ اس میں سے اپنے ممبر دیشوں کی بہتری اور ترقی کے خاطر بँک ساڑھے چار فی صدی سود لیکر پوسٹ پر دیا کرتا ہے۔ ہندوستان کو بھی تین بار کر کے 5 کروڑ 98 لاکھ ڈالر (لگ بھگ 25 کروڑ روپے) مل چکا ہے جس کا موٹا حساب یہ ہے—

1. 3 کروڑ 28 لاکھ ڈالر واسطے..... ریلوے
2. 85 لاکھ ڈالر واسطے..... خیتی مशीنری
3. 1 کروڑ 85 لاکھ ڈالر واسطے..... دامودر باہی योजना.

1. 3 کروڑ 28 لاکھ ڈالر واسطے..... ریلوے
2. 85 لاکھ ڈالر واسطے..... کھیتی مشینری
3. 1 کروڑ 85 لاکھ ڈالر واسطے..... دامودر کھاتی بجلا.

اس ساہوکار کے جنم سے ہی اس کے خلیا شکایت رہی ہے کہ یہ امریکہ کے ہاتھ کا خیلونا ہے جو اُس نے دوسروں کو لالچا کر پھانسلنے کے لئے بنا رکھا ہے۔ ابھی حال میں نکلی بँک کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ یہ بँک انہیں کی مدد کریگا جن کا ”مقصد اور اچھا“ دوزوں ہی اپنے دیش کے سادھن بڑھانے کی ہو۔ ہمیں ہمیں معلوم کہ کرن سر پورا ایسا دیش ہوگا جو سادھن بڑھانے کے بجائے کسی دوسرے دیش کی خاطر انکا ہادی سود دے کر اُدھار لے گا۔ لیکن ظاہر ہے اصل میں اس کے پیچھے راج نہت ہے اور بँک کہلم کہلا یہ چاہتا ہے کہ جو اُس کی مدد لے وہ اُسی کا راگ لاپے۔

اس ساہوکار کے جنم سے ہی اس کے خلیا شکایت رہی ہے کہ یہ امریکہ کے ہاتھ کا خیلونا ہے جو اُس نے دوسروں کو لالچا کر پھانسلنے کے لئے بنا رکھا ہے۔ ابھی حال میں نکلی بँک کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ یہ بँک انہیں کی مدد کریگا جن کا ”مقصد اور اچھا“ دوزوں ہی اپنے دیش کے سادھن بڑھانے کی ہو۔ ہمیں ہمیں معلوم کہ کرن سر پورا ایسا دیش ہوگا جو سادھن بڑھانے کے بجائے کسی دوسرے دیش کی خاطر انکا ہادی سود دے کر اُدھار لے گا۔ لیکن ظاہر ہے اصل میں اس کے پیچھے راج نہت ہے اور بँک کہلم کہلا یہ چاہتا ہے کہ جو اُس کی مدد لے وہ اُسی کا راگ لاپے۔

ہماری یہ راء اس بات سے بھی پکی ہو جاتی ہے کہ 14 ستمبر کو واشنگٹن میں اس بँک کے گورنروں نے یہ طے کیا کہ چین اور اُتر کوریا کے خلاف پابندی لائی جائے۔ یہ پابندی یونو کی جنرل اسمبلی کی اس سفارش پر کی گئی ہے کہ اُتر کوریا اور لال چین نے کوریا کے معاملے میں پہلے چوہائی کر کے دنیا کی امن شانتی کو خطرے میں ڈالا ہے۔ ہمیں اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ راج نہت کے پھر میں پڑ کر بँک کا چین و اُتر کوریا کے خلاف یہ قدم اُٹھانا ایک زبردست زیادتی ہے۔ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اُتر کوریا آج دنیا کا سب سے دکھی علاقہ ہے وہاں پر جو تباہی ہوئی ہے اس کے لئے انسانیت کی عدالت میں ایک نہ ایک دن امریکہ سے جواب طلب لیا جائے گا۔ بجائے اس کے کہ اُسکی مدد کی جائے اُس پر یہ بلدشیں باندھی جا رہی ہیں۔ اور چین — بھلے ہی وہ لال چین ہو گیا ہو — کا دکھوا بھی اُتر کسی سے کم ہے تو صرف اُتر کوریا سے۔ پھر چین کا تو اس بँک

ہماری یہ راء اس بات سے بھی پکی ہو جاتی ہے کہ 14 ستمبر کو واشنگٹن میں اس بँک کے گورنروں نے یہ طے کیا کہ چین اور اُتر کوریا کے خلاف پابندی لائی جائے۔ یہ پابندی یونو کی جنرل اسمبلی کی اس سفارش پر کی گئی ہے کہ اُتر کوریا اور لال چین نے کوریا کے معاملے میں پہلے چوہائی کر کے دنیا کی امن شانتی کو خطرے میں ڈالا ہے۔ ہمیں اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ راج نہت کے پھر میں پڑ کر بँک کا چین و اُتر کوریا کے خلاف یہ قدم اُٹھانا ایک زبردست زیادتی ہے۔ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اُتر کوریا آج دنیا کا سب سے دکھی علاقہ ہے وہاں پر جو تباہی ہوئی ہے اس کے لئے انسانیت کی عدالت میں ایک نہ ایک دن امریکہ سے جواب طلب لیا جائے گا۔ بجائے اس کے کہ اُسکی مدد کی جائے اُس پر یہ بلدشیں باندھی جا رہی ہیں۔ اور چین — بھلے ہی وہ لال چین ہو گیا ہو — کا دکھوا بھی اُتر کسی سے کم ہے تو صرف اُتر کوریا سے۔ پھر چین کا تو اس بँک

आज विनोबा भी इतना धरती کا دान مانگنے نہیں
 نیکو خیالنا अभय दान देने निकला है. वह कम्युनिस्टों
 को चुनौती देता है कि वह छिपे छिपे क्यों काम करते हैं,
 आप उसके साथ. एक तरह से विनोबा तो ऐसा कहता
 हुआ मालूम होता है कि ये कम्युनिस्टो सरकार तुम्हें क्या
 अभय दान देगी, तुम ही आकर सरकार को अभय दान
 दो और उससे कह दो कि हां, हम कम्युनिस्ट हैं और इस
 तरह की सरकार चाहते हैं जिस में कोई दुखी न हो. पर
 अभय दान देने का ऊंचा काम कम्युनिस्ट उसी वक़्त कर
 सकते हैं जब खुद डरना छोड़ दें. और खुद डरना वह जभी
 छोड़ सकते हैं जब जमींदारों, पैसे वालों और सरकारी
 अफसरों को डराना छोड़ दें. और ऐसा वह जभी कर सकते
 हैं जब सच्चे मानों में बहादुर बन जायें. और सच्चे मानों
 में बहादुर बही होता है जो घटने पर ही भरोसा करता है
 जो उसे क़ुदरत ने पैदा होते वक़्त दिया है और वह है
 इन्सानियत और प्रेम से भरा हुआ दिल.

विनोबा कम्युनिस्टों से ऐसा कहते हुए मालूम होता है
 कि देखो गांधी इन्सानियत और प्रेम से भरा हुआ दिल
 लेकर खतरे के गढ़ नोआखाली में भी जाते हुए नहीं
 डरता. पर आज दुमैन जैसा नक़ली बहादुर रूस में जाते
 हुए डर मानता है और स्टालिन जैसा नक़ली बहादुर
 अमरीका जाने की हिम्मत नहीं कर सकता.

यह सब कह कर हम इतना ही कहना चाहते हैं कि
 हान बही ने सकता है जो दुनिया दारों की नज़र में नंगा
 और भिकारी दिखाई देता है. उसी के दिये हुए दान से
 दुनिया में अमन चैन फैल सकता है. कपड़ों से लदे जेवरों
 से जड़े पूँजीपतियों के दान से पेट भर सकता है, कुछ
 मारियां अच्छी हो सकती हैं पर हमेशा मांगने का डर
 ना रहेगा. और लड़ाई का भूत सबार रहने की वजह से
 रात को सुख की नींद आ सकेगी न दिन को चैन मिल
 केगा.

25. 9. '51.

—भगवानदीन

वर्ल्ड बैंक की ज़्यादती—

दुनिया के 44 देशों के मशविरे से हुई 1944 वाली
 ट्रेन बुइस कानफरेन्स के आधार पर कायम हुआ वर्ल्ड
 बैंक नाम का बैंक दुनिया भर के साहूकार का काम कर
 ता है. आजकल इस बैंक के 47 मेम्बर हैं जिन्होंने अपना
 भा जमा करके उसे खड़ा किया है. इसके पांच बड़े बड़े
 मीबारों और उनकी लगाई पूँजी का ब्योरा यह है—

देश	पूँजी लाख डालर में
अमरीका	3, 17, 50
ब्रिटेन	1, 30, 00

आज विनोबा भी इतना धरती का दान मांगने नहीं
 निकला है. वह कम्युनिस्टों को चुनौती देता है कि वह
 छिपे छिपे क्यों काम करते हैं, आप उसके साथ. एक
 तरह से विनोबा तो ऐसा कहता हुआ मालूम होता है
 कि ये कम्युनिस्टो सरकार तुम्हें क्या अभय दान देगी,
 तुम ही आकर सरकार को अभय दान दो और उससे कह दो
 कि हां, हम कम्युनिस्ट हैं और इस तरह की सरकार चाहते
 हैं जिस में कोई दुखी न हो. पर अभय दान देने का ऊंचा
 काम कम्युनिस्ट उसी वक़्त कर सकते हैं जब खुद डरना
 छोड़ दें. और खुद डरना वह जभी छोड़ सकते हैं जब
 जमींदारों, पैसे वालों और सरकारी अफसरों को डराना
 छोड़ दें. और ऐसा वह जभी कर सकते हैं जब सच्चे मानों
 में बहादुर बन जायें. और सच्चे मानों में बहादुर बही
 होता है जो घटने पर ही भरोसा करता है जो उसे क़ुदरत
 ने पैदा होते वक़्त दिया है और वह है इन्सानियत और
 प्रेम से भरा हुआ दिल.

विनोबा कम्युनिस्टों से ऐसा कहते हुए मालूम होता है
 कि देखो गांधी इन्सानियत और प्रेम से भरा हुआ दिल
 लेकर खतरे के गढ़ नोआखाली में भी जाते हुए नहीं
 डरता. पर आज दुमैन जैसा नक़ली बहादुर रूस में जाते
 हुए डर मानता है और स्टालिन जैसा नक़ली बहादुर
 अमरीका जाने की हिम्मत नहीं कर सकता.

यह सब कह कर हम इतना ही कहना चाहते हैं कि
 हान बही ने सकता है जो दुनिया दारों की नज़र में नंगा
 और भिकारी दिखाई देता है. उसी के दिये हुए दान से
 दुनिया में अमन चैन फैल सकता है. कपड़ों से लदे जेवरों
 से जड़े पूँजीपतियों के दान से पेट भर सकता है, कुछ
 मारियां अच्छी हो सकती हैं पर हमेशा मांगने का डर
 ना रहेगा. और लड़ाई का भूत सबार रहने की वजह से
 रात को सुख की नींद आ सकेगी न दिन को चैन मिल
 केगा.

—भगवानदीन

25-9-51

वर्ल्ड बैंक की زیادتى—

دنیا کے 44 دیسوں کے مشورے سے ہوئی 1944 والی برتن
 وٹس کانفرنس کے आधार پر قائم ہوا ورلڈ بینک نام کا بینک
 دنیا بھر کے ساھوکار کا کام کر رہا ہے. آج کل اس بینک
 کے 47 ممبر ہیں جنھوں نے اپنا حصہ جمع کر کے اسے
 بنوا دیا ہے. اس کے پانچ بڑے بڑے ساھوکاروں اور ان
 کی لگائی پونجی کا بھراوا یہ ہے—

دیسی	پونجی لاکھ ڈالر میں
امریکہ	3,17,50
برٹن	1,30,00

दान کون دے سکتا ہے—

एक रिशी ने दान चार तरह के बताए हैं— (1) भोजन दान (2) दवा दान (3) ज्ञान दान (4) अभय दान.

(1) खाना खिलाना सब से कम दर्जे का दान है क्योंकि इसका असर कम से कम दो तीन घंटे और बहुत रहा तो चौबیس घंटे रहता है.

(2) दवाई के दान का असर हफ्तों, महीनों और बरसों भी रह सकता है.

(3) ज्ञान दान यानी सीख के दान का असर उमर भर रहता है. तभी तो दुनिया दारी का तजरबा हासिल किये हुए लोगों का यह कहना है कि चाहे दुकड़े देने वाला मर जाय पर सीख देने वाला न मरे.

(4) अभय दान का असर यानी किसी को बे खौफ बना देने का असर उमर भर तो रहता ही है और अगर मरने के बाद दूसरी ज़िन्दगी है तो उस ज़िन्दगी के लिये भी जाता है.

बस सीख का दान और अभय दान यही दो दान तो गांधी जी करते रहे. और यही दान करने के लिये तो बिनोबा निकले हैं.

भोजन दान और दवा दान करने वाले मुलाए जा सकते हैं और मुलाए जाते रहे हैं, पर ज्ञान दान और अभय दान करने वाले न मुलाए जा सकते हैं, न मुलाए जाने का रिवाज है.

हिन्दू यूनिवर्सिटी खुलने के अवसर पर बनारस में गांधी जी ने तभी तो यूनिवर्सिटी के विद्यार्थियों को यह उपदेश दिया था कि अगर तुम सच्चे जी से हिंसा के करिये हिन्दुस्तान को आजाद करने में विश्वास करते हो तो चुपके से छिप कर क्यों बम फेंकते हो. बम लेकर सामने मैदान में आओ और जान पर खेल जाओ.

यह कह कर उन्होंने यही तो समझाया था कि तुम डरपोक हो, तुम्हारे अन्दर डर भरा हुआ है. तुम बम फेंक कर भी लोगों को बहादुरी की जगह डर सिखा सकते हो, बहादुरी की तालीम नहीं दे सकते.

और फिर गांधी जी ने किया ही क्या—हिन्दुस्तानियों में अंगरेजों का जो डर भरा हुआ था उसे निकाल बाहर किया. हो सकता है गांधी जी अपने जीते जी आजादी न दिला सकते. पर इससे क्या ? वह उस दरवाजे में लगे ताले की कुंजी हिन्दुस्तानियों के हाथ सौंप चुके थे जिस ताले में आजादी बन्द थी. और वही ताला था अंगरेजों का डर.

दान कौन दे सकता है—

ایک دشمن نے دان چار طرح کے بتائے ہیں — (1) بھوجن دان (2) دوا دان (3) گہان دان (4) آہے دان .

(1) کھانا کھانا سب سے کم درجے کا دان ہے کیونکہ اس کا اثر کم سے کم دو تین گھنٹے اور بہت رہا تو چوبیس گھنٹے رہتا ہے .

(2) دوائی کے دان کا اثر ہفتوں، مہینوں اور برسوں بھی رہ سکتا ہے .

(3) گہان دان یعنی سیکھ کے دان کا اثر عمر بھر رہتا ہے . تبھی تو طنہا داری کا تجربہ حاصل کئے ہوئے لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ چاہے تکرے دیئے والا مر جائے پر سیکھ دیئے والا نہ مرے .

(4) آہے دان کا اثر یعنی کسی کو بے خوف بنا دیئے کا اثر عمر بھر تو رہتا ہی ہے اور اگر مرنے کے بعد دوسری زندگی ہے تو اُس زندگی کے لئے بھی چلا جاتا ہے .

بس سیکھ کا دان اور آہے دان یہی دو دان تو گاندھی جی کرتے رہے . اور یہی دان کرنے کے لئے تو ونوبا نکلے ہیں .

بھوجن دان اور دوا دان کرنے والے بھلائے جاسکتے ہیں اور بھلائے جاتے رہے ہیں، پر گہان دان اور آہے دان کرنے والے نہ بھلائے جاسکتے ہیں، نہ بھلائے جاتے آج .

ہندو یونیورسٹی کھلنے کے اوسر پر پڑاوس میں گاندھی جی نے تبھی تو یونیورسٹی کے ویدارتھوں کو یہ اُپدیش دیا تھا کہ اگر تم سچے جی سے ہنسائے ذریعے ہندستان کو آزاد کرنے میں وشواس کرتے ہو تو چپکے سے چھپ کر کہوں ہم پھیلکتے ہو . ہم نے کر سامنے مہدان میں آو اور جان پر کھل جاؤ .

یہ کہہ کر انہوں نے یہی تو سمجھایا تھا کہ تم قریب ہو، تمہارے اندر ڈر بھرا ہوا ہے . تم ہم پھیلک کر بھی لوگوں کو بہادری کی جگہ ڈر سکھا سکتے ہو، بہادری کی تعلیم نہیں دے سکتے .

اور پھر گاندھی جی نے کیا ہی کیا — ہندوستانوں میں انگریزوں کا جو تو بھرا ہوا تھا اُسے نکال باہر کیا . ہو سکتا ہے گاندھی جی اپنے چھپتے جی آزادی نہ دلا سکتے . پر اُس سے کیا ؟ وہ اُس دروازے میں لگے تالے کی کدھی ہندوستانوں کے ہاتھ سونپ چکے تھے جس تالے میں آزادی بند تھی . اور وہی تالا تھا انگریزوں کا ڈر .

بینوہا کے دیوے رام کسی خلیق کے گھر میں جو جہاں باریوں کو ملتا رہے ہیں بھر رہے ہیں ان میں سے کسی ایک کے من میں بھی کبھی بھی نہ پڑے گا تو وہ بھگوان کا بیان کرنا کلام کی طاقت سے باہر ہے۔

یاد رہے، بینوہا کسی کے دیوے ٹکڑے بنانے والا نہیں، وہ تو رام کے ٹکڑے کھاتا ہے اور وہی ٹکڑے کھا سکتا ہے۔ وہ ہمت بھرنے کے لئے ٹکڑے ضرور کھاتا ہے پر وہ ان کو کھانے والے سے جو مصیبت کر ڈالتا ہے وہ ان ٹکڑوں سے زیادہ ہی ہوتی ہے کم نہیں۔ وہ ٹکڑوں کا حساب اپنی ابترا آتما یا اپنے رام کو سمجھائے ہوا رات کے لئے اپنی آنکھوں میں کرنے کی بات نہیں سوچتا۔

سن 1923 میں مہا سत्याگرہ کے অবसर پر جب انھوں نے دسویں گھر کا کام سنبھالا تھا تب شست کی پوری پابندی کی وجہ سے اپنے سب ساتھیوں کو ناراض کر کے وہ ان کو خوش کر سکا تھا۔

ان ہی دنوں جیل میں اس نے اپنے ساتھی قیدیوں کو صرف اس وجہ سے ناراض کر دیا تھا کہ وہ اس رام بنس کو پورا کوٹ ڈالتا تھا جو اس کو سزا کے طور پر کوٹنے کو ملتا تھا۔ اسے کرتوبہ کا سچا کھانا ہے، اسی کارن پہلے لوگ اس سے بگڑتے ہیں اور پھر اُسکے مکر بن جاتے ہیں۔

بھگوان یا دان کے ٹکڑوں کو رام کے ٹکڑوں میں بدلتا کوئی سمجھتا چاہے تو اس سے سیکھ لے۔

بینوہا نہ کمپونسٹوں کا دشمن ہے نہ کمپونزم کا۔ وہ تو دشمن ہے اس آرسی لڑائی (کلاس وار) کا جو کمپونزم اور کمپونسٹوں کو ایک مہک نہیں ہونے دیتی۔ جس دن کمپونزم اور کمپونسٹ دونوں ایک ہو جائیں گے اس دن ساری دنیا کمپونسٹ ہو جائیگی۔ بینوہا ہندوستان کے راج کچی شیر میں بھرے درگ یدھ (کلاس وار) کے زہر کو چوسنے کے لئے نکل پڑے ہیں، دھرتی کا دان لوہا تو ایک بھانا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ اس زہر کو کہاں تک چوس پاتے ہیں۔ بینوہا پر نگاہ لگانے والے جعلی سمجھتا چاہتے ہیں اس کا سو داں یا ہزاروں انش بھی سمجھتا بینوہا کو ملنے والی نہیں۔ پر جعلی سمجھتا مہنگی وہ ایسے بوج کا کام کریگی جو آگے درگ یدھ کے زہر کو درگ پریم کے اسرت میں بدل کر دھو بھائی چارے کی کھیتی لہلہانے کا کام کریگی۔

25. 9. '51.

—بھگوان دین

—بھگوان دین

25. 9. '51

پیشی کی بڑائی بھائی آدمی کی آسپاس کے کم زیادہ
نہیں ہونے کے سبب نہ کہ آدمی یا اس میں ہونے کے سبب
اللہ کے سبب .

بیلوہا کو سہولت ضرور ہوگی . کم ہوگی یا زیادہ اس
جہت سے کہ ہم پڑنا نہیں چاہتے ، کیونکہ ہم سہولت کے
بغیر کم زیادہ لگانا نری دنیا داری کی بات سمجھتے ہیں
اور اس دنیا داری کی ترازو میں انسانیت نہیں ٹلا کرتی
اور نہ ہم چاہتے ہیں کہ ہم ایسی بھول کریں .

25. 9. '51

—بھگوان دیں

25. 9. '51.

—بھگوان دیں

بھمی دان—

کوئی من چلا کہہ سکتا ہے کہ یہ بھمیں کی خیرات
مانگنے والا فقیر ، ونوبا سب اخباروں میں چکے یا جاتا ہے
پر اسکو بھمیں کا دان دینے والے اخبار کے کسی کولے میں
ہی نہیں بیٹھ پاتے ، یہ معاملہ کیا ہے ؟

کوئی سر پہرا سوچ سکتا ہے کہ یہ وردما کے ساتھ
جسٹ لال بھجاج کے تھڑوں پر پلا ونوبا پرسدھی کے میدان
میں اچھے دائی ساتھ سے بھی کہیں آئے نکل گیا ہے ، یہ
بات کیا ہے ؟

یہ جانکی بھائی بھجاج اور ان کے بھیم کمل نہیں بھجاج
کی دو تھان توڑنے والا دن دہنی رات چوکی ، بھیسویں صدی
کے بھارت میں ، اہلی چکے ہلاتا چلا جا رہا ہے ، یہ بھیم
کہا ہے ؟

سمجھنے کے لئے تو بات بڑی سہمی ہے . شہری بھوک
ہر گاؤں کا رہنے والا یہ بھیم کی طرح جانتا ہے کہ بھیم ہاتھ
کا مہل ہے . اسی نائے دھن بھی ہاتھ کا مہل ہوا اور دھنوں
میں سے ایک دھن ہے دھرتی دھن ، وہ بھی ہاتھ کا مہل
ہوا . ہے تو چاندنی سونا بھی مٹی کیونکہ مٹی سے پیدا
ہے ، پر دھرتی تو صاف مٹی ہے اسکا دان بھی کوئی دان
ہے ! بس یہی وجہ ہے کہ دان دینے والے اخبار میں کہیں
نہیں اور دان لینے والے اخبار کے پہلے صفحے پر بھیموں
میں ہی نہیں ، شکل میں بھی موجود ملتا ہے .

اصل میں ونوبا دان لینا کہاں ہے ، وہ تو دھرتی مہل
خریدتا ہے اور اسکی اہلی گھست دیتا ہے چٹلی نہ کوئی
بھیم دے سکتا ہے اور نہ ضرکار . اور وہ گھست ہے آدمی
کے دل میں انسانیت چکا دینا یعنی آدمی کو اس کے
دل سے ملنے کی راہ پر لکا دینا . اور پھر ونوبا اس دھرتی
کو اہلاتا کہاں ہے ، وہ تو پوست میں کی طرح 'ادھر آئی'
ادھر دے دی ، یہ کلم کوتا دھتا ہے .

لوگ بہت پہلے سے اس طرح کی ہوا تیار کرچکے تھے۔ ہم تو ونوبا کی یا اہلسا کی سہولتا یا جوت اس وقت سہولت کے جب ونوبا کسی دوسرے پرانت میں کچھ سہولتا حاصل کر کے دکھائیں۔

یہ ہم نے کمپونستوں کی چلوٹی کا اپنے شہدوں میں خلاصہ دیا ہے۔

ونوبا کے من کی بناوٹ سے جتنی ہماری جانکاری ہے اس کے بل پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ونوبا اس طرح کی چلوٹیوں کو دھیان میں رکھ کر کبھی کسی مہدان میں نہیں کودا کرتے۔ وہ تو اپنے من میں بہتے ایشور سے ہی صلح کرتے ہیں اور اسی کے حکم کی پرواہ کرتے ہیں اور اسی کو مان کر وہ کسی بھی کام میں لگ جاتے ہیں۔ اب جو وہ دوسرے پرانتوں میں زمین مانگتے نکلتے ہیں تو وہ کمپونستوں کی چلوٹی کے جواب میں نہیں نکلتے ہیں۔ ان کے من نے اپنے اندر بہتے ایشور سے کافی بحث کی اور جب ہر طرح ان کے ایشور نے ان کے من کی تسلی کر دی تو وہ زمین مانگنے کے لئے نکل پڑے۔ ہوسکتا ہے اب بھی ونوبا کی پوری ہار ہو اور کہیں سے بھی چپا بہر زمین انہیں نہ ملے۔ اس سے نہ وہ ہمت ہارینگے اور نہ اپنے ایشور کو دوش دینگے۔ اس طرح کی سہولتا میں وہ اپنے ہی من کو دوشی مانینگے۔ کھونکہ جو کام دنیا میں کوئی بھی کر سکے اور اس کو ونوبا نہ کر سکے تو اس میں ونوبا کے ایشور کا کیا درجہ۔ ونوبا کے من اور اس کے کرنے کے طریقوں کو ہی دوش دیا جاسکتا ہے۔ اور اگر ونوبا کو اس کام میں سہولتا ہوئی تو ونوبا اپنے کو اپنے من کو یا اسکی ترکھوں کو سراہنے والے نہیں۔ سہولتا کا یہی اس انتہا یا اس ایشور کے پاؤں میں پٹخ دیا جائیگا جو ایشور ان کے اندر بہتا ہے۔

ونوبا یا ستم اور اہلسا پر سچے جی سے وشواس کرنے والے جب بھی کسی مہدان میں قدم رکھتے ہیں تو اس سہولتی کو ہی دھیان میں رکھ کر قدم رکھتے ہیں کہ ہر آدمی میں آدمیت موجود رہتی ہے۔ اور اسی لنگی آدمیت کا نام انتہا یا ستم، گنہگار، انسانیت یا ایشور ہے۔ اس لنگی آدمیت تک اگر کوئی آدمی اپنی ہرائیوں کا جامہ اتار کر اور ننگا ہوکر پہنچ سکے تو وہ ضرور دوسری آتما اپنی ہرائی کا جامہ اتار کر اس سے ملتی ہے۔ اسکی بات اپنی ہے اور جتنی دیر تک وہ ہرائی کے جامہ سے الگ رہتی ہے ایسے کام کر جاتی ہے جو اس کے لئے تو بہلے ہوتے ہیں۔ اب اگر ونوبا اپنے ننگے ہوئے میں کسی کر جائینگے تو اپنے ہی کم لوگوں کی لنگی آدمیت تک پہنچ جائینگے اور انکی ہی کم سہولتا پائینگے۔ سہولتا کی کمی

ونوبا کے من کی بناوٹ سے جتنی ہماری جانکاری ہے اس کے بل پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ونوبا اس طرح کی چلوٹیوں کو دھیان میں رکھ کر کبھی کسی مہدان میں نہیں کودا کرتے۔ وہ تو اپنے من میں بہتے ایشور سے ہی صلح کرتے ہیں اور اسی کے حکم کی پرواہ کرتے ہیں اور اسی کو مان کر وہ کسی بھی کام میں لگ جاتے ہیں۔ اب جو وہ دوسرے پرانتوں میں زمین مانگتے نکلتے ہیں تو وہ کمپونستوں کی چلوٹی کے جواب میں نہیں نکلتے ہیں۔ ان کے من نے اپنے اندر بہتے ایشور سے کافی بحث کی اور جب ہر طرح ان کے ایشور نے ان کے من کی تسلی کر دی تو وہ زمین مانگنے کے لئے نکل پڑے۔ ہوسکتا ہے اب بھی ونوبا کی پوری ہار ہو اور کہیں سے بھی چپا بہر زمین انہیں نہ ملے۔ اس سے نہ وہ ہمت ہارینگے اور نہ اپنے ایشور کو دوش دینگے۔ اس طرح کی سہولتا میں وہ اپنے ہی من کو دوشی مانینگے۔ کھونکہ جو کام دنیا میں کوئی بھی کر سکے اور اس کو ونوبا نہ کر سکے تو اس میں ونوبا کے ایشور کا کیا درجہ۔ ونوبا کے من اور اس کے کرنے کے طریقوں کو ہی دوش دیا جاسکتا ہے۔ اور اگر ونوبا کو اس کام میں سہولتا ہوئی تو ونوبا اپنے کو اپنے من کو یا اسکی ترکھوں کو سراہنے والے نہیں۔ سہولتا کا یہی اس انتہا یا اس ایشور کے پاؤں میں پٹخ دیا جائیگا جو ایشور ان کے اندر بہتا ہے۔

یہ ہم نے کمپونستوں کی چلوٹی کا اپنے شہدوں میں خلاصہ دیا ہے۔

ونوبا کے من کی بناوٹ سے جتنی ہماری جانکاری ہے اس کے بل پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ونوبا اس طرح کی چلوٹیوں کو دھیان میں رکھ کر کبھی کسی مہدان میں نہیں کودا کرتے۔ وہ تو اپنے من میں بہتے ایشور سے ہی صلح کرتے ہیں اور اسی کے حکم کی پرواہ کرتے ہیں اور اسی کو مان کر وہ کسی بھی کام میں لگ جاتے ہیں۔ اب جو وہ دوسرے پرانتوں میں زمین مانگتے نکلتے ہیں تو وہ کمپونستوں کی چلوٹی کے جواب میں نہیں نکلتے ہیں۔ ان کے من نے اپنے اندر بہتے ایشور سے کافی بحث کی اور جب ہر طرح ان کے ایشور نے ان کے من کی تسلی کر دی تو وہ زمین مانگنے کے لئے نکل پڑے۔ ہوسکتا ہے اب بھی ونوبا کی پوری ہار ہو اور کہیں سے بھی چپا بہر زمین انہیں نہ ملے۔ اس سے نہ وہ ہمت ہارینگے اور نہ اپنے ایشور کو دوش دینگے۔ اس طرح کی سہولتا میں وہ اپنے ہی من کو دوشی مانینگے۔ کھونکہ جو کام دنیا میں کوئی بھی کر سکے اور اس کو ونوبا نہ کر سکے تو اس میں ونوبا کے ایشور کا کیا درجہ۔ ونوبا کے من اور اس کے کرنے کے طریقوں کو ہی دوش دیا جاسکتا ہے۔ اور اگر ونوبا کو اس کام میں سہولتا ہوئی تو ونوبا اپنے کو اپنے من کو یا اسکی ترکھوں کو سراہنے والے نہیں۔ سہولتا کا یہی اس انتہا یا اس ایشور کے پاؤں میں پٹخ دیا جائیگا جو ایشور ان کے اندر بہتا ہے۔

ونوبا یا ستم اور اہلسا پر سچے جی سے وشواس کرنے والے جب بھی کسی مہدان میں قدم رکھتے ہیں تو اس سہولتی کو ہی دھیان میں رکھ کر قدم رکھتے ہیں کہ ہر آدمی میں آدمیت موجود رہتی ہے۔ اور اسی لنگی آدمیت کا نام انتہا یا ستم، گنہگار، انسانیت یا ایشور ہے۔ اس لنگی آدمیت تک اگر کوئی آدمی اپنی ہرائیوں کا جامہ اتار کر اور ننگا ہوکر پہنچ سکے تو وہ ضرور دوسری آتما اپنی ہرائی کا جامہ اتار کر اس سے ملتی ہے۔ اسکی بات اپنی ہے اور جتنی دیر تک وہ ہرائی کے جامہ سے الگ رہتی ہے ایسے کام کر جاتی ہے جو اس کے لئے تو بہلے ہوتے ہیں۔ اب اگر ونوبا اپنے ننگے ہوئے میں کسی کر جائینگے تو اپنے ہی کم لوگوں کی لنگی آدمیت تک پہنچ جائینگے اور انکی ہی کم سہولتا پائینگے۔ سہولتا کی کمی

ہم نہیں سمجھتے کہ اس میں کہاں سہانیت کی بار ہوئی، کہاں شہادت کی جھپٹ ہوئی اور کہاں لوگ شاہی کی بے قدری ہوئی۔ یہ ناسمجھ لوگ شاہی ہی ہیں جو انگریزوں کو اپنے سر پر بٹھائے ہوئے تھے اور یہ ہی ناسمجھ لوگ شاہی ہی تھے جس نے انگریزوں کو آل باہر کیا۔ اور اب بھی ناسمجھ لوگ شاہی نہ جانے کیا کر بیٹھے، شراب کے نشے میں جس طرح آدمی اپنی سوجھ بوجھ بھٹکتا ہے اس سے کہیں زیادہ سوجھ بوجھ کے نشے میں کہو بھٹکتا ہے۔

کسی نے تھک کہا ہے —

کنک کنکے سؤ گونی مادکوتا اذیکای
باہ باہ باہرات ہے باہ پای باہرای۔

سچموتھ بھورا (کنک) خانے سے نرہا ہوتا ہے پر سونا (کنک) تو ہاتھ میں آنے سے ہی پگھل بھلا دیتا ہے۔

سیدھانت یہ ہے کہ ورکنگ کمیٹی کو آل انڈیا چلے۔ یہ آل انڈیا کی رہایت، کہ وہ سبھا یعنی کو اپنی ورکنگ جتنی بھلا لیتے دے۔ سہانیت یہ ہے کہ آل انڈیا اپنے بھا یعنی کو کبھی برخاست کر دے، یہ ہے آل انڈیا کی رہایت کہ وہ سبھا یعنی کو موقع دے کہ وہ اپنا استعمال میں کر دے۔ پر یہ رعایتیں رواج میں آکر قاعدہ قانون ن ہوتی ہیں اور پھر سہانیت سی چچلے لگتی ہیں اور بحث کا مضمون بن جاتی ہیں۔

لوگ شاہی میں پہاڑ کی تلہٹی اس کی گھاٹھاں، اس میدان، اس کی چوٹیاں سب شامل ہیں۔ سہانیت اس صرف چوٹیاں شامل ہوں، شخصیت میں صرف اپنی ی چوٹیاں شامل ہیں۔ سہانیت اور چوٹیاں بلندی دتی دھتی ہیں اور دھتی اٹل کھڑی ان کا تہ نشہ دیکھتی جی ہے۔ اصل میں بگاڑتی بھاتی تو وہی ہے۔

لوگ شاہی کی سدا ہے ہوتی ہے اور دلی میں لوگ امی کی ہی ہے ہوئی۔

— بھگوان دین

24.9.51

24.9.51

— بھگوان دین

کمیونسٹیوں کی چنوتی—

بہت دن نہیں جیتے جب کمیونسٹیوں نے ونوبا کو چنوتی دی تھی:—

’ونوبا تلنگانہ میں زمینداروں سے کسانوں کو زمین دیکھا رہے ہیں اور انہیں جو تھوڑی بہت سہیلتا ملی ہے وہ صرف اس وجہ سے ہے کہ وہاں کمیونسٹ

میںستوں کی چنوتی—

بہت دن نہیں جیتے جب کمیونسٹیوں نے ونوبا کو چنوتی دی تھی:—

’ونوبا تلنگانہ میں زمینداروں سے کسانوں کو زمین دیکھا رہے ہیں اور انہیں جو تھوڑی بہت سہیلتا ملی ہے وہ صرف اس وجہ سے ہے کہ وہاں کمیونسٹ

کامیاب ہے۔ پٹیل شریسختی کے چہرے میں بڑا دیرسہ لیا۔
وہ دھرم جی کی شریسختی کانگریس کے سہماپتی کے پاس
پر جا بیٹا۔ اگر یہ کہا جاتا تو یہ نہ ہوگا کہ
دھرم جی پٹیل کی گود میں بیٹا ہوگا۔ یہ نہ ہوگا کہ
کانگریس میں شریسختی کی جیت ہوئی سدھانت کی نہیں۔

کانگریس کی کانگریس میں کانگریس کا جو پروگرام پاس
ہوا اس میں بھی سدھانت کی جیت نام کو ہی نہیں
تھی۔ اس میں بھی جیت نہرو شریسختی کی۔ یا تو
اس سے کانگریس کی لوک شامی اپنے میں نہرو تھی یا
دوسرے میں تھی تو ایسی چیز وہاں پاس ہوگئی
جسے کانگریس کی لوک شامی جی سے تھیک نہیں
سمجھتی تھی۔ پر اس سے کہا وہ جی سے تھیک سمجھ
یا نہ سمجھ اسے جیتنے سے کام۔ لوک شامی ہارنا جانتی
ہی نہیں۔ اسکی ہار کبھی نہیں ہوتی۔ فارسی کی
ایک کہات ہے کہ ”اکتھ ہوکر مرے میں بھی ہوا آند
آنا ہے۔“ پھر لوک شامی کہا ہاریگی۔ یہ لوک شامی کے
ہاتھ ہاتھ کا کہل ہے کہ وہ چاہے سدھانت کو جتائے
چاہے شریسختی کو۔ اگر سدھانت اور شریسختی میں
کچھ بھی دم ہوتا تو کہا آج دنیا میں جیت، ہنس،
چوری، پونجی دان، عیاشی، شراب خوری، سود، جھسی
چھڑیں کہیں دیکھنے کو بھی ملتیں۔ جھسی روح ویسے
فرشتے یہ کہات کیسے نہیں معلوم۔ ویسے ہی، جھسی
لوک شامی ویسے ہی سدھانت یا ویسی ہی شریسختی۔

کانگریس کی کانگریس میں کانگریس کا جو پروگرام پاس
ہوا اس میں بھی سدھانت کی جیت نام کو ہی نہیں
تھی۔ اس میں بھی جیت نہرو شریسختی کی۔ یا تو
اس سے کانگریس کی لوک شامی اپنے میں نہرو تھی یا
دوسرے میں تھی تو ایسی چیز وہاں پاس ہوگئی
جسے کانگریس کی لوک شامی جی سے تھیک نہیں
سمجھتی تھی۔ پر اس سے کہا وہ جی سے تھیک سمجھ
یا نہ سمجھ اسے جیتنے سے کام۔ لوک شامی ہارنا جانتی
ہی نہیں۔ اسکی ہار کبھی نہیں ہوتی۔ فارسی کی
ایک کہات ہے کہ ”اکتھ ہوکر مرے میں بھی ہوا آند
آنا ہے۔“ پھر لوک شامی کہا ہاریگی۔ یہ لوک شامی کے
ہاتھ ہاتھ کا کہل ہے کہ وہ چاہے سدھانت کو جتائے
چاہے شریسختی کو۔ اگر سدھانت اور شریسختی میں
کچھ بھی دم ہوتا تو کہا آج دنیا میں جیت، ہنس،
چوری، پونجی دان، عیاشی، شراب خوری، سود، جھسی
چھڑیں کہیں دیکھنے کو بھی ملتیں۔ جھسی روح ویسے
فرشتے یہ کہات کیسے نہیں معلوم۔ ویسے ہی، جھسی
لوک شامی ویسے ہی سدھانت یا ویسی ہی شریسختی۔

کانگریس کی کانگریس میں کانگریس کا جو پروگرام پاس
ہوا اس میں بھی سدھانت کی جیت نام کو ہی نہیں
تھی۔ اس میں بھی جیت نہرو شریسختی کی۔ یا تو
اس سے کانگریس کی لوک شامی اپنے میں نہرو تھی یا
دوسرے میں تھی تو ایسی چیز وہاں پاس ہوگئی
جسے کانگریس کی لوک شامی جی سے تھیک نہیں
سمجھتی تھی۔ پر اس سے کہا وہ جی سے تھیک سمجھ
یا نہ سمجھ اسے جیتنے سے کام۔ لوک شامی ہارنا جانتی
ہی نہیں۔ اسکی ہار کبھی نہیں ہوتی۔ فارسی کی
ایک کہات ہے کہ ”اکتھ ہوکر مرے میں بھی ہوا آند
آنا ہے۔“ پھر لوک شامی کہا ہاریگی۔ یہ لوک شامی کے
ہاتھ ہاتھ کا کہل ہے کہ وہ چاہے سدھانت کو جتائے
چاہے شریسختی کو۔ اگر سدھانت اور شریسختی میں
کچھ بھی دم ہوتا تو کہا آج دنیا میں جیت، ہنس،
چوری، پونجی دان، عیاشی، شراب خوری، سود، جھسی
چھڑیں کہیں دیکھنے کو بھی ملتیں۔ جھسی روح ویسے
فرشتے یہ کہات کیسے نہیں معلوم۔ ویسے ہی، جھسی
لوک شامی ویسے ہی سدھانت یا ویسی ہی شریسختی۔

سدھانت اور شریسختی کا کام ہے کہ وہ لوک شامی کی
مانیں اور لوک شامی کا حکم ماننا ہی دنیا میں سب
سے ہوا سدھانت ہے۔ جو اس کو نہیں ماننا وہ سدھانت
ماننے والا آدمی نہیں کہا جاسکتا اور وہی اپنی
شریسختی کہہ دیتا ہے۔ دانی میں یہی بھول تلڈن
جی نے کی اور انہوں نے اس بھول سے اپنی شریسختی
کہوٹی نہیں تو اسے دھکا ضرور پہونچایا۔ یہ لوک شامی
تو تھی جس نے تلڈن جی کا استعفیٰ منظور کیا۔ یہ
لوک شامی تو تھی جس نے نہرو جی کو سہماپتی چلا
وا، دو یا چار، سچ، سچ، الگ الگ تانا شاہ ہیں، جلدوں
نے ان دونوں پرستاؤں کے خلاف رائے دی اگر ان کے دل
میں یہ بات تھی کہ دنیا ان کی مانے اور لوک شامی کی
نہ مانے۔ بھشک، رائے دیلے تک وہ لوک شامی کے انہ
تھے لیکن اگر اسے وہ اب بھی سدھانت سمجھ ہوئے ہیں
تو بھشک وہ تانا شامی کی طرف دوزے چلے جارہے ہیں۔
شک جی نے ناہور پہونچ کر کہا تھیک بات کہی۔ ”میں
لوک شامی کے زائقہ خلاف رائے دی اور لوک شامی کے نائقہ اب
لوک شامی کے ساتھ ہوں اور نہرو کو اپنا نہتا ماننا ہوں۔“

سدھانت اور شریسختی کا کام ہے کہ وہ لوک شامی کی
مانیں اور لوک شامی کا حکم ماننا ہی دنیا میں سب
سے ہوا سدھانت ہے۔ جو اس کو نہیں ماننا وہ سدھانت
ماننے والا آدمی نہیں کہا جاسکتا اور وہی اپنی
شریسختی کہہ دیتا ہے۔ دانی میں یہی بھول تلڈن
جی نے کی اور انہوں نے اس بھول سے اپنی شریسختی
کہوٹی نہیں تو اسے دھکا ضرور پہونچایا۔ یہ لوک شامی
تو تھی جس نے تلڈن جی کا استعفیٰ منظور کیا۔ یہ
لوک شامی تو تھی جس نے نہرو جی کو سہماپتی چلا
وا، دو یا چار، سچ، سچ، الگ الگ تانا شاہ ہیں، جلدوں
نے ان دونوں پرستاؤں کے خلاف رائے دی اگر ان کے دل
میں یہ بات تھی کہ دنیا ان کی مانے اور لوک شامی کی
نہ مانے۔ بھشک، رائے دیلے تک وہ لوک شامی کے انہ
تھے لیکن اگر اسے وہ اب بھی سدھانت سمجھ ہوئے ہیں
تو بھشک وہ تانا شامی کی طرف دوزے چلے جارہے ہیں۔
شک جی نے ناہور پہونچ کر کہا تھیک بات کہی۔ ”میں
لوک شامی کے زائقہ خلاف رائے دی اور لوک شامی کے نائقہ اب
لوک شامی کے ساتھ ہوں اور نہرو کو اپنا نہتا ماننا ہوں۔“

शराब बेहद खराब चीज है। इस बात को सभी लोग समझते हैं। यहाँ सभी से हमारी मुराद उन सभी से है जिनको हमने नासमझ लोकशाही के तीसरे दर्जे में रखा है।

इसी शराब को लेकर अमरीका में बड़े जोरों का आन्दोलन उठा और एक मरतबा सारे अमरीका में शराब बन्द कर दी गई। बेशक यह काम लोकशाही की मदद से हुआ, लेकिन उस लोकशाही की मदद से जिसे यह ज्ञान तो था कि शराब इनसान और इनसानियत के लिये बेहद खराब चीज है पर यह पता न था कि उसे इस तरह का ज्ञान है। बस, अमरीका की समझदार लोकशाही की एक या कुछ शख्सियतों ने उस जनता को उसके ज्ञान का ज्ञान कराया और अमरीका में शराब बन्दी के लिये राय ले ली और सरकार ने कानून के जरिये शराब बन्द कर दी। वह शराब बन्दी की बात सुनकर बरतानिया के यूरोप ने जोरी से अमरीका शराब पटुचाना शुरू की और पहले और दूसरे नम्बर की नासमझ लोकशाही को भड़काना शुरू किया और तीसरे नम्बर की लोकशाही की खोपड़ी पर जादू का डन्डा फेर कर अमरीका में फिर शराब शुरू करा दी। जिसने शराब शुरू कराई वह भी लोकशाही थी और जिसने बन्द कराई वह भी लोकशाही थी। फरक इतना था कि जिसने बन्द कराई वह समझदार समझदार लोकशाही थी और जिसने फिर शुरू कराई वह समझदार नासमझ लोकशाही थी।

हम यह सब कहकर यह कहना चाहते हैं कि हम सब को समझदार समझदार लोकशाही के फ़ैसलों को ही सच्ची लोकशाही के फ़ैसले समझना चाहिये। और समझदार ना समझ लोकशाही के फ़ैसलों को समझना तो शक़्त फ़ैसला ही होगा, पर बेबसी से उन्हें सर पर तो चढ़ाना ही पड़ेगा। बन्दों की नासमझ लोकशाही ने क्या समझदार बया का घोंसला नहीं तोड़ दिया था। और जिस तरह बया ने उस लोकशाही का जुल्म सहा था वही तरह नासमझ लोकशाही के जुल्म औरों के साथ साथ समझदारों को भी सहने पड़ते हैं।

टंडन जी को लोकशाही ने समापति चुना। और जब चुना तब सिखान्त जैसी कोई चीज लोकशाही के सामने नहीं थी। उसके सामने थीं दो शख्सियतें—एक कुपलानी जी और दूसरे टंडन जी—इन दोनों की शख्सियतों को भी हिन्दुस्तान की सारी जनता पूरी तरह नहीं जानती थी। वह किन ही और दो शख्सियतों को ठीक ठीक समझती थी। और वह दो थीं—नेहरु और पटेल। नेहरु शख्सियत उस वक़्त चुप रही। सुनते हैं यही उस शख्सियत की

शराब के हद खराब चीज है। उस बात को सभी लोग समझते हैं। यहाँ सभी से हमारी मुराद उन सभी से है जिनको हमने नासमझ लोकशाही के तीसरे दर्जे में रखा है।

इसी शराब को लेकर अमरीका में बड़े जोरों का आन्दोलन उठा और एक मरतबा सारे अमरीका में शराब बन्द कर दी गई। बेशक यह काम लोकशाही की मदद से हुआ, लेकिन उस लोकशाही की मदद से जिसे यह ज्ञान तो था कि शराब इनसान और इनसानियत के लिये बेहद खराब चीज है पर यह पता न था कि उसे इस तरह का ज्ञान है। बस, अमरीका की समझदार लोकशाही की एक या कुछ शख्सियतों ने उस जनता को उसके ज्ञान का ज्ञान कराया और अमरीका में शराब बन्दी के लिये राय ले ली और सरकार ने कानून के जरिये शराब बन्द कर दी। वह शराब बन्दी की बात सुनकर बरतानिया के यूरोप ने जोरी से अमरीका शराब पटुचाना शुरू की और पहले और दूसरे नम्बर की नासमझ लोकशाही को भड़काना शुरू किया और तीसरे नम्बर की लोकशाही की खोपड़ी पर जादू का डन्डा फेर कर अमरीका में फिर शराब शुरू करा दी। जिसने शराब शुरू कराई वह भी लोकशाही थी और जिसने बन्द कराई वह भी लोकशाही थी। फरक इतना था कि जिसने बन्द कराई वह समझदार समझदार लोकशाही थी और जिसने फिर शुरू कराई वह समझदार नासमझ लोकशाही थी।

हम यह सब कहकर यह कहना चाहते हैं कि हम सब को समझदार समझदार लोकशाही के फ़ैसलों को ही सच्ची लोकशाही के फ़ैसले समझना चाहिये। और समझदार ना समझ लोकशाही के फ़ैसलों को समझना तो शक़्त फ़ैसला ही होगा, पर बेबसी से उन्हें सर पर तो चढ़ाना ही पड़ेगा। बन्दों की नासमझ लोकशाही ने क्या समझदार बया का घोंसला नहीं तोड़ दिया था। और जिस तरह बया ने उस लोकशाही का जुल्म सहा था वही तरह नासमझ लोकशाही के जुल्म औरों के साथ साथ समझदारों को भी सहने पड़ते हैं।

टंडन जी को लोकशाही ने समापति चुना। और जब चुना तब सिखान्त जैसी कोई चीज लोकशाही के सामने नहीं थी। उसके सामने थीं दो शख्सियतें—एक कुपलानी जी और दूसरे टंडन जी—इन दोनों की शख्सियतों को भी हिन्दुस्तान की सारी जनता पूरी तरह नहीं जानती थी। वह किन ही और दो शख्सियतों को ठीक ठीक समझती थी। और वह दो थीं—नेहरु और पटेल। नेहरु शख्सियत उस वक़्त चुप रही। सुनते हैं यही उस शख्सियत की

کے کبھی نہ کسی کو نہ میں پائے جاتے ہیں۔ اُن میں اور کتنی ہی بھلائیوں کو نہ میں پائے جاتے ہیں۔ اُن میں اور کتنی ہی بھلائیوں کو نہ میں پائے جاتے ہیں۔ اُن میں اور کتنی ہی بھلائیوں کو نہ میں پائے جاتے ہیں۔

(2) وہ لوگ جو اپنی بھلائی بھلائی برائی بھی بالکل نہیں سمجھتے، پر اُنہوں انہی تمیز ضرور ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اُنہی میں اور اپنا بھلا برا نہیں سمجھتے۔ پس یہی جلتا کا وہ بھاگ ہے جسے کچھ من چلے بھاگ لہتے ہیں اور اُس سے یکم چارے کا کام لہتے ہیں۔ جس میں ان کے بھلائی کی جتنی قابلیت ہے وہ اتنی ہی فوجیں کھڑی کر سکتا ہے۔ کوئی انہیں دھرم کے نام پر بھگاتا ہے، کوئی دیہ کے نام پر، کوئی انسانیت کے نام پر، کوئی پریم کے نام پر، کوئی ایشور کے نام پر، کوئی ستھم اعلیٰ کے نام پر اور کوئی لک شاہی کے نام پر۔ ان لوگوں میں یہ تہیز تو ہوتی نہیں کہ یہ خود سوچ سکیں کہ ان کی بھلائی برائی کس بات میں ہے، اُس لئے جو جھوٹا سمجھا دیتا ہے ویسا یہ مان لہتے ہیں اور اُس کے لئے جان اوانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کھا آج ہندوستان کی گورکھا پٹنوں ہندوستان نے برطانیہ کے ہاتھ سونپ دی ہوتیں اور کھا وہی گورکھا پٹنوں برطانیہ کی ماتحتی میں جگہ جگہ ایسا کام کر رہی ہوتیں جس سے برطانیہ کی جگہ ہندوستان بدنام ہو رہا ہوتا۔ اور کھا وہ گورکھا پٹنوں برطانیہ کی ماتحتی میں بھلا سوچے سمجھے کوریا کے میدان میں اپنی لڑائی کے کر تپ دکھا رہی ہوتیں۔ اسی طرح کی ہر ملک کی نامہ سمجھ لک شاہی کوریا میں فوجی حیثیت سے جا دتی ہے اور کوریا کو تیس تیس کر کے دنیا کے تیس تیس ہونے کی بلیاد قال رہی ہے۔

(3) وہ جلتا جو اپنا بھلا برا خوب سمجھتی ہے پر اسے یہ پتہ نہیں کہ اسے اپنے بھلے برے کا گمان ہے۔ پس ایسی ناسمجھ جلتا کو سمجھدار لوک شاہی کی شخصیتوں سمجھاتی ہیں اور اُن کا نشہ اتار دیتی ہیں اور اگر وہ ملک ظلم ہوتا ہے تو وہ اُن کے ذریعے اُس کو آزاد کرا لیتی ہیں اور پھر انہیں لوگوں سے وہ حکومت کا کام لہتی ہیں۔ حضرت محمد نے یہی کیا اور مہاتما گاندھی نے یہی کیا۔ کھا۔ روس، چین، جاپان، امریکہ، سبھی ملکوں میں لوک شاہی کی سمجھدار شخصیتیں جنم لہتی رہیں اور اسی طرح اپنا کام کرتی رہیں۔

(2) وہ لوگ جو اپنی بھلائی بھلائی برائی بھی بالکل نہیں سمجھتے، پر اُنہوں انہی تمیز ضرور ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اُنہی میں اور اپنا بھلا برا نہیں سمجھتے۔ پس یہی جلتا کا وہ بھاگ ہے جسے کچھ من چلے بھاگ لہتے ہیں اور اُس سے یکم چارے کا کام لہتے ہیں۔ جس میں ان کے بھلائی کی جتنی قابلیت ہے وہ اتنی ہی فوجیں کھڑی کر سکتا ہے۔ کوئی انہیں دھرم کے نام پر بھگاتا ہے، کوئی دیہ کے نام پر، کوئی انسانیت کے نام پر، کوئی پریم کے نام پر، کوئی ایشور کے نام پر، کوئی ستھم اعلیٰ کے نام پر اور کوئی لک شاہی کے نام پر۔ ان لوگوں میں یہ تہیز تو ہوتی نہیں کہ یہ خود سوچ سکیں کہ ان کی بھلائی برائی کس بات میں ہے، اُس لئے جو جھوٹا سمجھا دیتا ہے ویسا یہ مان لہتے ہیں اور اُس کے لئے جان اوانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کھا آج ہندوستان کی گورکھا پٹنوں ہندوستان نے برطانیہ کے ہاتھ سونپ دی ہوتیں اور کھا وہی گورکھا پٹنوں برطانیہ کی ماتحتی میں جگہ جگہ ایسا کام کر رہی ہوتیں جس سے برطانیہ کی جگہ ہندوستان بدنام ہو رہا ہوتا۔ اور کھا وہ گورکھا پٹنوں برطانیہ کی ماتحتی میں بھلا سوچے سمجھے کوریا کے میدان میں اپنی لڑائی کے کر تپ دکھا رہی ہوتیں۔ اسی طرح کی ہر ملک کی نامہ سمجھ لک شاہی کوریا میں فوجی حیثیت سے جا دتی ہے اور کوریا کو تیس تیس کر کے دنیا کے تیس تیس ہونے کی بلیاد قال رہی ہے۔

(3) وہ جلتا جو اپنا بھلا برا خوب سمجھتی ہے پر اسے یہ پتہ نہیں کہ اسے اپنے بھلے برے کا گمان ہے۔ پس ایسی ناسمجھ جلتا کو سمجھدار لوک شاہی کی شخصیتوں سمجھاتی ہیں اور اُن کا نشہ اتار دیتی ہیں اور اگر وہ ملک ظلم ہوتا ہے تو وہ اُن کے ذریعے اُس کو آزاد کرا لیتی ہیں اور پھر انہیں لوگوں سے وہ حکومت کا کام لہتی ہیں۔ حضرت محمد نے یہی کیا اور مہاتما گاندھی نے یہی کیا۔ کھا۔ روس، چین، جاپان، امریکہ، سبھی ملکوں میں لوک شاہی کی سمجھدار شخصیتیں جنم لہتی رہیں اور اسی طرح اپنا کام کرتی رہیں۔

(3) وہ جلتا جو اپنا بھلا برا خوب سمجھتی ہے پر اسے یہ پتہ نہیں کہ اسے اپنے بھلے برے کا گمان ہے۔ پس ایسی ناسمجھ جلتا کو سمجھدار لوک شاہی کی شخصیتوں سمجھاتی ہیں اور اُن کا نشہ اتار دیتی ہیں اور اگر وہ ملک ظلم ہوتا ہے تو وہ اُن کے ذریعے اُس کو آزاد کرا لیتی ہیں اور پھر انہیں لوگوں سے وہ حکومت کا کام لہتی ہیں۔ حضرت محمد نے یہی کیا اور مہاتما گاندھی نے یہی کیا۔ کھا۔ روس، چین، جاپان، امریکہ، سبھی ملکوں میں لوک شاہی کی سمجھدار شخصیتیں جنم لہتی رہیں اور اسی طرح اپنا کام کرتی رہیں۔

लोकशाही, सिद्धान्त और शख्सियत—

लोकशाही के नाम पर नेहरू टंडन मामले को लेकर कितने ही नोट पढ़ने को मिले. समझदार लिखने वालों में शायद ही कोई बचा हो जिसने इस पर कुछ लिखा न हो. सब लेखों का निचोड़ इतना ही है कि इस मामले में शख्सियत की जीत हुई, सिद्धान्त (बसूल) की हार हुई. और सिद्धान्त की हार में लोकशाही की बेकदरी हुई.

हम इस बारे में लिखने से पहले लोकशाही यानी डेमोक्रेसी को हम क्या समझे हैं इसे साफ कर देना चाहते हैं. उसके साफ कर देने से हमें समझ में है कि शख्सियत और सिद्धान्त की लोकशाही में क्या जगह है यह भी साफ हो जायगा.

लोकशाही यानी लोकमत को हम दो तरह का मानते हैं—एक समझदार लोकमत—दूसरा ना समझ लोकमत—समझदार लोक मत जैसी चीज दुनिया में कहीं नहीं है. जब वैसा हो जायगा तब सरकार नाम की कोई चीज नहीं रह जायगी. समझदार लोकमत से हमारा मतलब है ऐसी जनता से जो अपनी भलाई बुराई को अच्छी तरह समझती है और यह भी समझती है कि वह उसे खूब समझती है. ऐसी जनता दुनिया के परदे पर कहीं नहीं है. हां, ऐसी शख्सियतें जरूर मिलती हैं. वह ही जनता में रुढ़ फूँकती हैं, उन्हें लोकशाही की जानकारी कराती हैं और कुछ दूर तक उन्हें लोकशाही की तरफ बढ़ा देती हैं.

नासमझ लोकशाही दुनिया के सब देशों में खूब फैली हुई है. यह लोकशाही भी तीन तरह की होती है—

(1) वह जो अपना भला बुरा बिलकुल नहीं जानती और जिस को यह भी तमीज नहीं है कि वह यह समझती हो कि वह अपना भला बुरा नहीं जानती. इस में वह सब लोग शामिल हैं जो जंगली हालत में दुनिया के हर मुल्क

का शाही 'सदेहान्त' और शख्सियत—

लोक शाही के नाम पर नेहरू टंडन मामले को लेकर कितने नोट पढ़ने को मिले. समझदार लिखने वालों में शायद ही कोई बचा हो जिसने इस पर कुछ लिखा न हो. सब लेखों का निचोड़ इतना ही है कि इस मामले में शख्सियत की जीत हुई, सिद्धान्त (बसूल) की हार हुई. और सिद्धान्त की हार में लोकशाही की बेकदरी हुई.

हम इस बारे में लिखने से पहले लोकशाही यानी डेमोक्रेसी को हम क्या समझे हैं इसे साफ कर देना चाहते हैं. उसके साफ कर देने से हमें समझ में है कि शख्सियत और सिद्धान्त की लोकशाही में क्या जगह है यह भी साफ हो जायगा.

लोकशाही यानी लोकमत को हम दो तरह का मानते हैं—एक समझदार लोकमत—दूसरा ना समझ लोकमत—समझदार लोक मत जैसी चीज दुनिया में कहीं नहीं है. जब वैसा हो जायगा तब सरकार नाम की कोई चीज नहीं रह जायगी. समझदार लोकमत से हमारा मतलब है ऐसी जनता से जो अपनी भलाई बुराई को अच्छी तरह समझती है और यह भी समझती है कि वह उसे खूब समझती है. ऐसी जनता दुनिया के परदे पर कहीं नहीं है. हां, ऐसी शख्सियतें जरूर मिलती हैं. वह ही जनता में रुढ़ फूँकती हैं, उन्हें लोकशाही की जानकारी कराती हैं और कुछ दूर तक उन्हें लोकशाही की तरफ बढ़ा देती हैं.

नासमझ लोकशाही दुनिया के सब देशों में खूब फैली हुई है. यह लोकशाही भी तीन तरह की होती है—

(1) वह जो अपना भला बुरा बिलकुल नहीं जानती और जिस को यह भी तमीज नहीं है कि वह यह समझती हो कि वह अपना भला बुरा नहीं जानती. इस में वह सब लोग शामिल हैं जो जंगली हालत में दुनिया के हर मुल्क

6. کوریا آرمیسٹیس کانفرنس ایک نئی جگہ کرنے کے لیے جنرل ریجنے کی توجہ کی۔ سائنس دانوں نے جاپانی سولہ ناموں پر روس کے پتہ پر، نئی دہلی میں کانگریس ورکنگ کمیٹی کی बैठک شروع۔ ورکنگ کمیٹی کے سبھی ممبروں نے اپنا استعفیٰ کانگریس صدر کو دے دیا۔

7. آচারیہ ونوبا جی کا دہلی پیدل جانے کا فیصلہ۔ لندن جی نے نئی دہلی میں کانگریس میں اعلان کیا کہ میں کانگریس صدر کی جگہ سے استعفیٰ دے دوں گا مگر ورکنگ کمیٹی ہرگز نہیں بدل سکتا۔

8. نئی دہلی میں کل ہند کانگریس کمیٹی کی "گٹ" बैठک میں ڈنڈن جی نے استیفا دیا اور بڑے بھائی پंडित جواہر لال نہرو کانگریس صدر چنے گئے۔ سائنس دانوں نے جاپانی سولہ ناموں کا روس، جاکو سلوواکیا اور پولینڈ نے بائیکاٹ کیا۔

9. کانگریس والوں سے ایمانداری اور نیک نیتی سے کام کرنے کے لیے کانگریس صدر جواہر لال کی اپیل۔ کانگریس کا سالانہ اجلاس 18، 19 اکتوبر کو دہلی میں ہوگا۔

10. انگریزی سرکاری خزانے نے ایران کی سٹیلنگ روکھ کو ڈالر میں بدلتے کے خلاف کاروائی کی۔ کناڈا اس سال قیومہ کرور ڈالر کی مدد دہستان کو دے گا۔

11. کمیونسٹوں نے ریجنے کی توجہ ناممکن کر دی۔ پاکستانی بڑے وزیر نے کشمیر کے چٹاؤ کو منظور ہتایا۔

12. امریکا کے ڈیفنس منتری جنرل مارشل نے استعفیٰ دے دیا۔ آচারیہ ونوبا جی اپنے پونا آشرم سے نئی دہلی پیدل روانہ۔

13. اہلکاران کے کارخانے کے انگریزی انجینئر کو ایران سرکار کا حکم کہ ایذا چارچ ایرانی انجینئرز کے سپرد کریں۔ عہد کے موقع پر شیخ عبداللہ کا اعلان کہ کشمیر ہمارا ہے۔

14. کانگریس سے ہٹے لوگوں کو واپس آنے کے لیے پंडित نہرو کی اپیل۔ جنرلست فڈریشن کا پریس بل کے خلاف تہراؤ۔

15. پंडित نہرو نے اپنی نئی ورکنگ کمیٹی کے پंडتھ ممبروں کے ناموں کا اعلان کیا۔ پوجا پارٹی کی کونسل نے طے کیا کہ وہ کانگریس میں شامل نہیں ہوگی۔ ورکنگ کمیٹی کی چھ اور اتر کوریہ کے خلاف کاروائی۔ نئی دہلی کی کھیت میں پلاننگ منسٹر کا نیا تقرر۔

6. کوریا آرمیسٹیس کانفرنس ایک نئی جگہ کرنے کے لیے جنرل ریجنے کی توجہ کی۔ سائنس دانوں نے جاپانی سولہ ناموں پر روس کے پتہ پر، نئی دہلی میں کانگریس ورکنگ کمیٹی کی बैठک شروع۔ ورکنگ کمیٹی کے سبھی ممبروں نے اپنا استعفیٰ کانگریس صدر کو دے دیا۔

7. آচারیہ ونوبا جی کا دہلی پیدل جانے کا فیصلہ۔ لندن جی نے نئی دہلی میں کانگریس میں اعلان کیا کہ میں کانگریس صدر کی جگہ سے استعفیٰ دے دوں گا مگر ورکنگ کمیٹی ہرگز نہیں بدل سکتا۔

8. نئی دہلی میں کل ہند کانگریس کمیٹی کی "گٹ" बैठک میں ڈنڈن جی نے استعفیٰ دیا اور بڑے بھائی پंडित جواہر لال نہرو کانگریس صدر چنے گئے۔ سائنس دانوں نے جاپانی سولہ ناموں کا روس، جاکو سلوواکیا اور پولینڈ نے بائیکاٹ کیا۔

9. کانگریس والوں سے ایمانداری اور نیک نیتی سے کام کرنے کے لیے کانگریس صدر جواہر لال کی اپیل۔ کانگریس کا سالانہ اجلاس 18، 19 اکتوبر کو دہلی میں ہوگا۔

10. انگریزی سرکاری خزانے نے ایران کی اسٹیلنگ روکھ کو ڈالر میں بدلتے کے خلاف کاروائی کی۔ کناڈا اس سال قیومہ کرور ڈالر کی مدد دہستان کو دے گا۔

11. کمیونسٹوں نے ریجنے کی توجہ ناممکن کر دی۔ پاکستانی بڑے وزیر نے کشمیر کے چٹاؤ کو منظور ہتایا۔

12. امریکا کے ڈیفنس منسٹر مارشل نے استعفیٰ دے دیا۔ آচারیہ ونوبا جی اپنے پونا آشرم سے نئی دہلی پیدل روانہ۔

13. اہلکاران کے کارخانے کے انگریزی انجینئر کو ایران سرکار کا حکم کہ ایذا چارچ ایرانی انجینئرز کے سپرد کریں۔ عہد کے موقع پر شیخ عبداللہ کا اعلان کہ کشمیر ہمارا ہے۔

14. کانگریس سے ہٹے لوگوں کو واپس آنے کے لیے پंडित نہرو کی اپیل۔ جنرلست فڈریشن کا پریس بل کے خلاف تہراؤ۔

15. پंडित نہرو نے اپنی نئی ورکنگ کمیٹی کے پंडتھ ممبروں کے ناموں کا اعلان کیا۔ پوجا پارٹی کی کونسل نے طے کیا کہ وہ کانگریس میں شامل نہیں ہوگی۔ ورکنگ کمیٹی کی چھ اور اتر کوریہ کے خلاف کاروائی۔ نئی دہلی کی کھیت میں پلاننگ منسٹر کا نیا تقرر۔

26. آسام کے پاس ریل گاڑی پٹری سے ہٹ کر گئی۔ کل
ہندوستان کانفرنس کا پلٹت نہرو پر 'پورا یقین' رکھنے
اعلان ۔

27. ہندوستان جاپان سے الگ صلح کرے گا — بڑے
پیر کا ہند پارلیمنٹ میں اعلان ۔

28. پلٹت جواہر لال کی نئی دہلی میں پریس
نفرس — مجبوری کی حالت میں کانگریس صدر بللے
و تھار ۔ ہندوستان کے ودیشی تربیت پھیلنے کی حالت
میں کافی ترقی ۔ جاپان اور امریکہ میں الگ فوجی صلح
اسے پر روسی پریس میں ناراضگی ۔

29. کانگریس کی گزشتہ سال کی نہیں آتی —
نئی دہلی کی خبر ۔ بلدیاتی کی چھوڑوں پر باہر
ہوجانے کے لئے ایکسیپورت ڈیوٹی ہند سرکار نے ہٹائی ۔

30. اسرائیل اور عرب کے دیہوں کو آٹھ کروڑ ڈالر
یلمے کا امریکہ کا فیصلہ ۔ لندن جی کا ورکنگ کمیٹی کو
دلی سے لکھنؤ میں انکار ۔

31. کشمیر کے نئے چٹاؤ میں شہج عبداللہ اور
ہشمل کانفرنس کے پچیس نامزد افسدوار بلا مقابلہ چن
کئے ۔ ہند پارلیمنٹ میں پریس بل ہوم منسٹر نے
ہش کیا ۔ یو ۔ پی ۔ اسمبلی میں بچوں کی بہتری کے
ارے میں بل پاس ۔

1. ستمبر — یو ۔ این ۔ او ۔ کی سکھورتی کونسل نے
مصر کو سوئٹز نہر میں اسرائیل جانے والے جہازوں کو روک
یلمے پر مصر کی برائی کی اور انہیں چھوڑ دینے کے لئے تھہراؤ
اس کیا ۔ مصر کا یہ فیصلہ ماننے سے انکار ۔ ڈاکٹر مصادق کا
ملان کہ ایران اپنی جگہ پر اٹل رہے گا ۔ شری نگر میں 'شہر
ونہروستی کے کڈو کھشن میں ہوم منسٹر راج گوپالا
ہاریہ کی اسپیک ۔ آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور امریکہ نے آپس
میں ایک حفاظتی پیکٹ پر دستخط کئے ۔

2. بلک پول میں انگریزی اہمبارتی کی کانفرنس ۔

3. ایران سرکار آبادان والا تھل کا کارخانہ چالو کرے
ی ۔ پارلیمنٹ میں سی ۔ ریاستوں کا بل پاس ۔ دلی کے
اس ریل گاڑی لو گئی ۔

4. سون فرانسیسکو میں جاپانی صلح کانفرنس
بروع ہوئی ۔

5. افغانی بڑے وزیر کا نئی دہلی میں پلٹت
ہرو دیوارا سککار ۔ انگریزی تربیت یونین کانفرنس میں
انہیں دل کا تھہراؤ خارج ۔ احمد آباد میں گو ہلیا ہلد
طوفان کرنے والوں پر پولیس نے گولی چلائی ۔

26. آسام کے پاس ریل گاڑی پٹری سے ہٹ کر گئی۔ کل
ہندوستان کانفرنس کا پلٹت نہرو پر 'پورا یقین' رکھنے
اعلان ۔

27. ہندوستان جاپان سے الگ صلح کرے گا — بڑے
پیر کا ہند پارلیمنٹ میں اعلان ۔

28. پلٹت جواہر لال کی نئی دہلی میں پریس
نفرس — مجبوری کی حالت میں کانگریس صدر بللے
و تھار ۔ ہندوستان کے ودیشی تربیت پھیلنے کی حالت
میں کافی ترقی ۔ جاپان اور امریکہ میں الگ فوجی صلح
اسے پر روسی پریس میں ناراضگی ۔

26. آسام کے پاس ریل گاڑی پٹری سے ہٹ کر گئی۔ کل
ہندوستان کانفرنس کا پلٹت نہرو پر 'پورا یقین' رکھنے
اعلان ۔

27. ہندوستان جاپان سے الگ صلح کرے گا — بڑے
پیر کا ہند پارلیمنٹ میں اعلان ۔

28. پلٹت جواہر لال کی نئی دہلی میں پریس
نفرس — مجبوری کی حالت میں کانگریس صدر بللے
و تھار ۔ ہندوستان کے ودیشی تربیت پھیلنے کی حالت
میں کافی ترقی ۔ جاپان اور امریکہ میں الگ فوجی صلح
اسے پر روسی پریس میں ناراضگی ۔

29. کانگریس کی گزشتہ سال کی نہیں آتی —
نئی دہلی کی خبر ۔ بلدیاتی کی چھوڑوں پر باہر
ہوجانے کے لئے ایکسیپورت ڈیوٹی ہند سرکار نے ہٹائی ۔

30. اسرائیل اور عرب کے دیہوں کو آٹھ کروڑ ڈالر
یلمے کا امریکہ کا فیصلہ ۔ لندن جی کا ورکنگ کمیٹی کو
دلی سے لکھنؤ میں انکار ۔

31. کشمیر کے نئے چٹاؤ میں شہج عبداللہ اور
ہشمل کانفرنس کے پچیس نامزد افسدوار بلا مقابلہ چن
کئے ۔ ہند پارلیمنٹ میں پریس بل ہوم منسٹر نے
ہش کیا ۔ یو ۔ پی ۔ اسمبلی میں بچوں کی بہتری کے
ارے میں بل پاس ۔

1. ستمبر — یو ۔ این ۔ او ۔ کی سکھورتی کونسل نے
مصر کو سوئٹز نہر میں اسرائیل جانے والے جہازوں کو روک
یلمے پر مصر کی برائی کی اور انہیں چھوڑ دینے کے لئے تھہراؤ
اس کیا ۔ مصر کا یہ فیصلہ ماننے سے انکار ۔ ڈاکٹر مصادق کا
ملان کہ ایران اپنی جگہ پر اٹل رہے گا ۔ شری نگر میں 'شہر
ونہروستی کے کڈو کھشن میں ہوم منسٹر راج گوپالا
ہاریہ کی اسپیک ۔ آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور امریکہ نے آپس
میں ایک حفاظتی پیکٹ پر دستخط کئے ۔

2. بلک پول میں انگریزی اہمبارتی کی کانفرنس ۔

3. ایران سرکار آبادان والا تھل کا کارخانہ چالو کرے
ی ۔ پارلیمنٹ میں سی ۔ ریاستوں کا بل پاس ۔ دلی کے
اس ریل گاڑی لو گئی ۔

4. سون فرانسیسکو میں جاپانی صلح کانفرنس
بروع ہوئی ۔

5. افغانی بڑے وزیر کا نئی دہلی میں پلٹت
ہرو دیوارا سککار ۔ انگریزی تربیت یونین کانفرنس میں
انہیں دل کا تھہراؤ خارج ۔ احمد آباد میں گو ہلیا ہلد
طوفان کرنے والوں پر پولیس نے گولی چلائی ۔

देश विदेश की डायरी

16. अगस्त—ईरान में तेल की बात चीत अटक गई. कांग्रेस सदर टंडन जी का बम्बई में एलान कि चाहे जो हो मैं अपना कर्ज अदा करूंगा. स्वामी सीताराम शास्त्री का आन्ध्र सूबा बनाने के मामले पर गुन्टर में अनशन शुरू.

17. पार्लिमेन्ट ने पंजाब में गवरनरी हुकूमत के लिये बिल पास किया.

18. ईरान ने अंगरेजी सुझाव रद्द कर दिये. इलाहाबाद के पास रेल गाड़ी (छोटी लाइन) पटरी से उतर गई. मद्रास में आचार्य कृपलानी ने तामिळनाडु प्रजा पार्टी के पहले जलसे का उद्घाटन किया.

19. कोरिया में अमरीकी फौजों का एक अचानक (लेकिन छोटे इलाके में) धावा.

20. पखतून जिरगाए-हिन्दू के सदर की डाक्टर फ्रान्क ग्राहम से आजाद पखतूनस्तान के बारे में गौर करने के लिये दरखास्त. जिनेवा में यू. एन. ओ. की आर्थिक और समाजी बैठक में विदेशी पूँजी के मामले पर हिन्दुस्तान और अमरीका के नुमाइन्दों में मत भेद.

21. कांग्रेस की पार्लिमेन्टरी बैठक में पंडित जवाहर लाल की दिल खोल कर बात चीत. नेपाल के राजा हिन्दुस्तान आए.

22. मध्य प्रदेश के होम मिनिसटर द्वारिका प्रसाद मिश्र का पंडित जवाहर लाल की भीतरी बाहरी पालिसी के खिलाफ बयान और डिक्टेटर होने का इलजाम.

23. केसांग में बमबारी किये जाने पर कम्युनिस्टों को एतराज—बात चीत बन्द. ईरान में मामला तय न हो सका. अंगरेजी नुमाइन्दे स्टोक्स लन्दन को वापस रवाना. मिस्र के बड़े वजीर नहास पाशा का एलान कि हम सन 36 वाला समझौता कबूल नहीं कर सकते.

24. जापान के अमरीकी कमान्डर जनरल रिजवे की कम्युनिस्टों से बात चीत करने के लिये नई शर्तें. ईरान के मामले में जब तक वहाँ की सरकार कोई खास कदम न उठाए तब तक आगे और कुछ न बढ़ने का अंगरेजी कैबिनेट का फैसला. मध्य प्रदेश के होम मिनिसटर द्वारिका प्रसाद मिश्र का मिनस्टरी से स्तीफा.

25. सैन फ्रांसिसको कानफरेन्स में हिन्दुस्तान के शरीक न होने का एलान. नई दिल्ली में टंडन-नेहरू गुल्थी को सुलझाने की कोशिशें जारी.

दیش و دییش کی دائری

16. اگست—ایران میں تیل کی بات چیت اٹک گئی. کانگریس صدر ٹنڈن جی کا بمبئی میں اعلان کہ چاہے جو ہو میں اپنا فرض ادا کروں گا. - سوامی سوامی رام شاستری کا آندھر صوبہ بنانے کے معاملے پر گلگور میں ان شن شروع.

17. پارلیمنٹ نے پنجاب میں گورنری حکومت کے لئے بل پاس کیا.

18. ایران نے انگریزی سچھاو رد کر دیئے. الہ آباد کے پاس ریل گاڑی (چھوٹی لائن) پٹری سے اتر گئی. مدراس میں آچاریہ کرپلانی نے تامل ناد پرجا پارٹی کے پہلے جلسے کا اڈھٹان کیا.

19. کوریا میں امریکی فوجوں کا ایک اچانک (لیکن چھوٹے علاقے میں) دھاوا.

20. پختون جرگہ ہند کے صدر کی ڈاکٹر فرانک گراہم سے آزاد پختونستان کے بارے میں غور کرنے کے لئے درخواست. جدہوا میں یو. این. او. کی آرٹھک اور سماجی بہتھک میں ونیشی پونجی کے معاملے پر ہندوستان اور امریکہ کے نمائندوں میں مت بھید.

21. کانگریس کی پارلیمنٹری بہتھک میں پلڈت جواہر لال کی دل کھول کر بات چیت. نیپال کے راجہ ہندوستان آئے.

22. مدھیہ پردیش کے ہوم منسٹر دوارکا پرساد مشر کا پلڈت جواہر لال کی بیہتری باہری پالیسی کے خلاف بیان اور ڈاکٹھر ہونے کا الزام.

23. کھسانگ میں بیماری کئے جانے پر کمونستوں کو اعتراض—بات چیت بند. ایران میں معاملہ طے نہ ہو سکا. انگریزی نہ ٹلڈے اسٹوکس لندن کو واپس روانہ. مصر کے بڑے وزیر نداس پاشا کا اعلان کہ ہم سن 36 والا سمجھوتہ قبول نہیں کر سکتے.

24. جاپان کے امریکی کمانڈر جنرل رجوے کی کمونستوں سے بات چیت کرنے کے لئے نئی شرطیں. ایران کے معاملے میں جب تک وہاں کی سرکار کوئی خاص قدم نہ اٹھائے تب تک آئے اور اچھے نہ بڑھنے کا انگریزی کھلمت کا فیصلہ. مدھیہ پردیش کے ہوم منسٹر دوارکا پرساد مشر کا منسٹری سے استعفیٰ.

25. سون فرانسسکو کانفرنس میں ہندوستان کے شریک نہ ہونے کا اعلان. نئی دلی میں ٹنڈن نہرو گتھی کو سلجھانے کی کوششیں جاری.

हैं कि जिन लोगों को सचानों की शिक्षा से विलक्षणी हो
वह इन किताबों से अत्यंत लाभ उठाएँ. सब किताबें खोलकर
खोलकर सके की हैं और हर किताब का दाम पांच आना है.

काम धंदे

गोपी तांगे वाला
सम्पत कहार
अबदुर्रहमान राज
छोटे लाल बढई
कल्लू हलवाई
धूल जी रसोइया
द्वारका प्रसाद नाई
प्यारे लाल दर्जी
फूलचन्द मूल चन्द पंसारी

जीवन-चरित्र

श्री कुरन जी
श्री राम चन्द्र जी (दो भाग)
महात्मा गौतम बुद्ध
भक्त कबीर
अमीर खुसरो
निजामुद्दीन औलिया
गुरु नानक देव जी
करबला के शाहीद
स्वामी दयानन्द सरस्वती
मुस्तफा कमाल पाशा (दो भाग)

प्रसिद्ध पुस्तकें

रामायन (दो भाग)
हाविम ताई (तीन भाग)
आरुहा ऊदल (दो भाग)
शकुन्तला और दुर्यन्त
पद्मावत
पंच तंत्र (दो भाग)
अलिक लैला (चार भाग)

मिलने का पता—

मकतबा जामिआ लिमिटेड, जामिआ नगर, देहली

न कि इन लोगों को सचानों की शिक्षा से विलक्षणी हो
इन किताबों से अत्यंत लाभ उठाएँ. सब किताबें खोलकर
खोलकर सके की हैं और हर किताब का दाम पांच आना है.

काम धंदे

कुरी तान्क वाला
सम्पत कहार
अबदुर्रहमान राज
छोटे लाल बढई
कल्लू हलवाई
धूल जी रसोइया
द्वारका प्रसाद नाई
प्यारे लाल दर्जी
फूलचन्द मूलचन्द पंसारी

जीवन-चरित्र

श्री कुरन जी
श्री राम चन्द्र जी (दो भाग)
महात्मा गौतम बुद्ध
भक्त कबीर
अमीर खुसरो
निजामुद्दीन औलिया
गुरु नानक देव जी
करबला के शाहीद
स्वामी दयानन्द सरस्वती
मुस्तफा कमाल पाशा (दो भाग)

प्रसिद्ध पुस्तकें

रामायन (दो भाग)
हाविम ताई (तीन भाग)
आरुहा ऊदल (दो भाग)
शकुन्तला और दुर्यन्त
पद्मावत
पंच तंत्र (दो भाग)
अलिक लैला (चार भाग)

मिलने का पता—

मकतबा जामिआ लिमिटेड, जामिआ नगर, देहली.

इस प्रकार को पूरा कर रहे हैं, इस सम्बंध में वह 'शेर-ओ-शायरी' नामी किताब बहुत पहले निकाल चुके हैं, उससे लोगों की व्यास नहीं बुझी। गोयलीय जी ने अब यह किया है कि उर्दू की शायरी के इतिहास को सामने रख वह उर्दू शायरी को हिन्दी में पेश करेंगे ताकि कोई छूटने न पाए। यह बहुत बड़ी योजना है। 'शेर-ओ-सुखन' उस सिलसिले की पहली किताब है। किताब मोटी होने की वजह से उसे छै भागों में बांटा गया है। शुरू से लेकर 1900 ई० तक के सब मशहूर और इतिहासी अहमियत रखने वाले 'राजल गो' शायरों का इस में बिक्र है। हर शायर की राजल का नमूना देने से पहले उसकी जिन्दगी का भी थोड़ा थोड़ा सा परिचय दिया गया है, उस के वातावरन और माहौल का भी अनुमान कराया गया है। सम्पादक के नोट तो बहुत मारके के हैं। उर्दू शायरी से इस तरह की जानकारी इससे कम में कोई किताब अभी तक नहीं पेश कर सकी। गोलीय जी को इस मेहनत पर जितनी बधाई दी जाय कम है।

किताब की जिल्द बेहद सुन्दर है और पीछे इन्डेक्स दिया हुआ है। किताब के लाभ के बारे में जो कुछ भी कहा जाय कम है। मेरी निगाह में तो बस इतना ही कहना काफी है कि इस किताब को हर उस आदमी को पढ़ना चाहिये जो उर्दू साहित्य की एक प्रनाली के बारे में एक ही किताब पढ़कर बहुत कुछ जानना चाहता है। मन बहलाव के लिये तो यह जबरदस्त साधन है। हमें अब 'शेर-ओ-सुखन' के दूसरे भागों का बेचैनी से इन्तजार है।

—मुजीब रिजवी

ग्रौढ़ शिक्षामाला की किताबें

जामिआ मिल्लिया देहली के ग्रौढ़ शिक्षा विभाग (इदारत-तालीम व तरक्की) ने दस साल तक सियानों में शिक्षा फैलाने का काम किया है। इस सिलसिले में उसने जो तजरबे किये हैं वह बहुत सफल रहे हैं। मक्तबा जामिआ देहली ने बालिगों की शिक्षा के लिये बहुत सी किताबें भी छापी हैं। इन किताबों की खूबी यह है कि इन्हें अच्छर पहचान सकने वाले लोग भी बड़े मजे में पढ़ सकते हैं। किताबों की भाशा बहुत आसान है और इन छोटी छोटी किताबों के जरिये हर तरह की जानकारी बढ़ सकती है।

अलग अलग विषयों की किताबों के अलग अलग कवर हैं जो बहुत सुन्दर हैं। टाइटल काफी मोटा इस्तेमाल किया गया है और तस्वीरों की वजह से यह किताबें और भी उपयोगी बन गई हैं। किताबों के नाम ही से उनके अन्दर क्या है, यह मालूम हो जायगा। हम सिफारिश करते

हैं कि हर उर्दू शायर को पुरा कर रहे हों। इस सम्बन्ध में वह 'शेर-ओ-शायरी' नामी किताब बहुत पहले निकाल चुके हों। इस से लोगों की व्यास नहीं बुझी। गोयलीय जी ने अब यह किया है कि उर्दू की शायरी के इतिहास को सामने रख वह उर्दू शायरी को हिन्दी में पेश करेंगे ताकि कोई छूटने न पाए। यह बहुत बड़ी योजना है। 'शेर-ओ-सुखन' उस सिलसिले की पहली किताब है। किताब मोटी होने की वजह से उसे छै भागों में बांटा गया है। शुरू से लेकर 1900 ई० तक के सब मशहूर और इतिहासी अहमियत रखने वाले 'राजल गो' शायरों का इस में बिक्र है। हर शायर की राजल का नमूना देने से पहले उसकी जिन्दगी का भी थोड़ा थोड़ा सा परिचय दिया गया है, उस के वातावरन और माहौल का भी अनुमान कराया गया है। सम्पादक के नोट तो बहुत मारके के हैं। उर्दू शायरी से इस तरह की जानकारी इससे कम में कोई किताब अभी तक नहीं पेश कर सकी। गोलीय जी को इस मेहनत पर जितनी बधाई दी जाय कम है।

किताब की जिल्द बेहद सुन्दर है और पीछे इन्डेक्स दिया हुआ है। किताब के लाभ के बारे में जो कुछ भी कहा जाय कम है। मेरी निगाह में तो बस इतना ही कहना काफी है कि इस किताब को हर उस आदमी को पढ़ना चाहिये जो उर्दू साहित्य की एक प्रनाली के बारे में एक ही किताब पढ़कर बहुत कुछ जानना चाहता है। मन बहलाव के लिये तो यह जबरदस्त साधन है। हमें अब 'शेर-ओ-सुखन' के दूसरे भागों का बेचैनी से इन्तजार है।

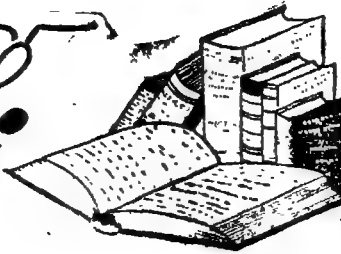
—मजिद रसूय

पर्रह शकशा माला की किताबें

जामिआ मिल्लिया देहली के पर्रह शकशा विभाग (इदारत-तालीम व तरक्की) ने दस साल तक सियानों में शिक्षा फैलाने का काम किया है। इस सिलसिले में उसने जो तजरबे किये हैं वह बहुत सफल रहे हैं। मक्तबा जामिआ देहली ने बालिगों की शिक्षा के लिये बहुत सी किताबें भी छापी हैं। इन किताबों की खूबी यह है कि इन्हें अच्छर पहचान सकने वाले लोग भी बड़े मजे में पढ़ सकते हैं। किताबों की भाशा बहुत आसान है और इन छोटी छोटी किताबों के जरिये हर तरह की जानकारी बढ़ सकती है।

अलग अलग विषयों की किताबों के अलग अलग कवर हैं जो बहुत सुन्दर हैं। टाइटल काफी मोटा इस्तेमाल किया गया है और तस्वीरों की वजह से यह किताबें और भी उपयोगी बन गई हैं। किताबों के नाम ही से उनके अन्दर क्या है, यह मालूम हो जायगा। हम सिफारिश करते

کتابیں



سیتاروں سے جڑوں تک

لکھنے والے—جگنناथ آزاد.

نیکالنے والے—مکتبہ شاہراہ، دہلی.

لیکھا بڑے—اردو، سرفے 192، کرمیت دو روپے بارہ آنے.

’بھکران‘ کے بعد جگنناث آزاد کا یہ دوسرا مجموعہ سن 47 کے بعد بہت سی چیزوں میں تبدیلی ہے۔ آزاد کی شاعری میں بھی کافی تبدیلی ہوئی ہے۔ اس دیوان کا نام ’ستاروں سے جڑوں تک‘ ہی اس تبدیلی کا پریچھے دیتا ہے۔ اس کتاب میں سن 47 کے کی کہی ہوئی نظمیں، غزلوں اور رباعیاں شامل ہیں۔ اس سے کمزور انسان کی طاقت کا آزاد قائل ہے اور کہتا ہے—

وہی انسان، ساحل پر جنہیں تूکاں کا دھوکا ہو
آج سکوں کی چمک ہمارے ساتھ ہوں کی نیت

آج سکوں کی چمک ہمارے ساتھ ہوں کی نیت کر دیتی ہے، مجبوری کے دھارے انہیں بہا لے جاتے ہیں۔ آزاد انہیں یہ پہچان دیتا ہے—

اپنا پہچان زمانے کو سنانے کے عوض
تاج اور تخت بھی ملتے ہیں تو انکار کریں

آزاد کا ماحول تو آج ہم سب کا ماحول ہے۔ لیکن ماحول نے آزاد پر جو اثر ڈالا ہے، اس کی شاعری کو روپ دیا ہے، اسے جاننے کے لئے اس کتاب کو پڑھنا ضروری ہے۔

—موجیب رضوی

نادر سے نادر تک

لکھنے والے—جگن ناتھ آزاد .

نکالنے والے—مکتبہ شاہراہ، دہلی .

لکھا بڑے—اردو، صفحے 192، قیمت دو روپے بارہ آنے .

’بھکران‘ کے بعد جگن ناتھ آزاد کا یہ دوسرا مجموعہ سن 47 کے بعد بہت سی چیزوں میں تبدیلی ہے۔ آزاد کی شاعری میں بھی کافی تبدیلی ہوئی ہے۔ اس دیوان کا نام ’ستاروں سے جڑوں تک‘ ہی اس تبدیلی کا پریچھے دیتا ہے۔ اس کتاب میں سن 47 کے کی کہی ہوئی نظمیں، غزلوں اور رباعیاں شامل ہیں۔ اس سے کمزور انسان کی طاقت کا آزاد قائل ہے اور کہتا ہے—

وہی انسان، ساحل پر جنہیں طوفان کا دھوکا ہو
آج سکوں کی چمک ہمارے ساتھ ہوں کی نیت

آج سکوں کی چمک ہمارے ساتھ ہوں کی نیت کر دیتی ہے، مجبوری کے دھارے انہیں بہا لے جاتے ہیں۔ آزاد انہیں یہ پہچان دیتا ہے—

اپنا پہچان زمانے کو سنانے کے عوض
تاج اور تخت بھی ملتے ہیں تو انکار کریں

آزاد کا ماحول تو آج ہم سب کا ماحول ہے۔ لیکن ماحول نے آزاد پر جو اثر ڈالا ہے، اس کی شاعری کو روپ دیا ہے، اسے جاننے کے لئے اس کتاب کو پڑھنا ضروری ہے۔

—موجیب رضوی

شیر-آب-سرخ

مجموعہ—آبی انوشیلا پراساد گویلی

نیکالنے والے—بھارتیہ ج्ञान पीठ, काशी.

لیکھا بڑے—ہندی, سرفے 754, کرمیت آٹ روپے.

اردو ادب کو سرفے ناگری لکھا بڑے جاننے والوں کے سامنے لانے کی آج سخت ضرورت ہے۔ گویلی

مجموعہ

مجموعہ—آبی انوشیلا پراساد گویلی

نکالنے والے—بھارتیہ ج्ञान पीठ, काशी.

لکھا بڑے—ہندی, صفحے 754, قیمت آٹ روپے .

اردو ادب کو سرفے ناگری لکھا بڑے جاننے والوں کے لئے لائے کی آج سخت ضرورت ہے۔ گویلی

بھوپاری نے ہانے میں ڈاڑھ کے خلیات رپورٹ لکھا ہے
 اور ڈاڑھ کو گرفتار کرانے کے لئے اپنی ساری کوشش لگادی
 مگر وہ کامیاب نہ ہوا۔

بہت دن ہمت کئے۔ کئی برس کے بعد سی۔ آئی۔ ڈی۔
 کی رپورٹ پر ایک آدمی پکڑا گیا۔ سی۔ آئی۔ ڈی۔ کے
 افسروں کو پورا یقین تھا کہ یہ آدمی وہی چور ڈاڑھ ہے۔

اس آدمی کو عدالت میں پیش کیا گیا اور
 دہشتہ کی الزام لگا کر مقدمہ چلایا گیا۔ مگر اس نے ڈاڑھ
 ہونے سے ہی انکار کر دیا اور کہا کہ میں نے آج تک ڈاڑھ
 نہیں کی ہے۔ وہ آدمی ضمانت پر رہا ہو گیا اور مقدمہ
 چلنے لگا۔ کئی بار عدالت میں پیش ہوئی مگر وہ
 انکار ہی کرتا رہا۔ وہ اتنی صفائی سے بحث کا جواب
 دیتا تھا کہ مخالف وکیل کی کچھ نہ چلتی۔ آخر
 نوہت یہاں تک پہنچی کہ مقدمے کو ختم کرنے کی بات
 ہونے لگی۔

لیکن سچ سچ ہے اور جھوٹ جھوٹ۔ ایک دن اس
 آدمی کے باپ کا بھٹا پھوٹ ہی گیا۔ ہوا یہ کہ ایک دن
 عدالت ہی میں بھوپاری نے اس آدمی کو یہ کہہ کر بلایا—
 ”ڈاڑھ صاحب ! میری ایک بات تو سنئے۔“

وہ آدمی مازموں کے کٹھنوں میں کھڑا تھا۔
 بھوپاری کی بات سن کر اسی طرح چونک پڑا جیسے کوئی
 ہمارا نام لے کر پکارے تو ہم بھاگ کر دیکھنے لگتے ہوں۔
 اس نے جھٹ بھوپاری کی طرف دیکھا اور کہا—”کہئے
 کیا کہتے ہیں؟“

حاکم بٹھا ہوا یہ سب دیکھ رہا تھا۔ اسے وہاں
 کہ یہ آدمی پہلے ضرور ڈاڑھ رہا ہوگا۔ اور پھر اسے چوری
 اور دہشتہ کیلئے کے جرم میں سات برس کی سزا دیدی
 گئی اور اس کا مال سرکار نے ضبط کر کے بھوپاری کو دلا دیا۔

(’پیام تالیف‘ سے)

(’پیام تالیف‘ سے)

چٹکلا

چٹکلا

باپ—بेटا، راستے میں دیکھ کر چلا کرو، نہیں تو
 کسی دن موٹر کے نیچے آ جاؤ گے۔

بेटا—اس سے کیا؟ میں نے جانے کتنی بار ہوائی
 جہاز کے نیچے آ گیا ہوں۔

—بہنی ماہو پرصاد

بہنی — بेटا، راستے میں دیکھ کر چلا کرو، نہیں تو
 کسی دن موٹر کے نیچے آ جاؤ گے۔

بेटا — اس سے کیا؟ میں نے جانے کتنی بار ہوائی
 جہاز کے نیچے آ گیا ہوں۔

—بہنی ماہو پرصاد

لڑتے سے پہلے ان لوگوں نے مللوری کا برف ہٹانے کا دیکھا جو ایورسٹ کی چوٹی کے پاس کے تھلے سے مت نیچے پڑا تھا۔ یہ پہلچہ پتھروں پر اس طرح با مانو کسی نے کل ہی اُسے وہاں رکھا ہو۔ یہی پہلچہ وہیوں مللوری اور اردن کا آخری نشان تھا جو سن 1933 میں ایورسٹ کی چوٹی تک پہنچنے پہنچنے میں کھو گئے تھے۔ ایورسٹ کی اونچی چوٹی تک چلنے کی یہ کوشش بھی ناکامیاب رہی۔

سن 1933 میں ایورسٹ کی چوٹی کو ہوائی جہاز سے کھنکھایا گیا۔ سہیوں کی تیاری کے بعد دو ہوائی جہاز 3 اپریل کو بیہار کے جیلا پورنیہ سے ایورسٹ کے لیے روانہ ہوئے۔ ان کا نیتا لارڈ کلینڈن تھا۔ اس دن موسم اچھا تھا اور چوٹی بھی صاف دکھائی دے رہی تھی۔ 30,000 فٹ اوپر چڑھ کر ایورسٹ کی چوٹی پر چکر کاٹنے لگے۔ ساری دنیا یہ سن کر کہ ایورسٹ کی اونچی چوٹی کو ہوائی جہاز سے فتح کر لیا ہے۔

سن 1936 میں پانچویں بار ایورسٹ پہاڑ پر پہنچنے کی کوشش کی گئی۔ اس بار بھی دلتز ہی ہوں کا نیتا بنا۔ 27 اپریل کو چڑھائی شروع ہوئی۔ م بہت اچھا تھا۔ ایسا لگتا تھا اس بار سہلے ضرور ملے گی۔ پانچویں نے پہاڑ پر اپنا چوتھا کیمپ 23,000 فٹ کی اونچائی پر لگا لیا تھا۔ اسی پہنچ زوروں کا برف لگا اور پہاڑ پر چڑھنا ناممکن ہو گیا۔ اس طرح یہ بھی ناکامیاب رہی۔

ان پانچ کوششوں کی سہلے کے باوجود ایورسٹ پہنچنے کی کوششیں اب بھی جاری ہیں۔

سن 1936 میں پانچویں بار ایورسٹ پہاڑ پر پہنچنے کی کوشش کی گئی۔ اس بار بھی دلتز ہی ہوں کا نیتا بنا۔ 27 اپریل کو چڑھائی شروع ہوئی۔ م بہت اچھا تھا۔ ایسا لگتا تھا اس بار سہلے ضرور ملے گی۔ پانچویں نے پہاڑ پر اپنا چوتھا کیمپ 23,000 فٹ کی اونچائی پر لگا لیا تھا۔ اسی پہنچ زوروں کا برف لگا اور پہاڑ پر چڑھنا ناممکن ہو گیا۔ اس طرح یہ بھی ناکامیاب رہی۔

سن 1936 میں پانچویں بار ایورسٹ پہاڑ پر پہنچنے کی کوشش کی گئی۔ اس بار بھی دلتز ہی ہوں کا نیتا بنا۔ 27 اپریل کو چڑھائی شروع ہوئی۔ م بہت اچھا تھا۔ ایسا لگتا تھا اس بار سہلے ضرور ملے گی۔ پانچویں نے پہاڑ پر اپنا چوتھا کیمپ 23,000 فٹ کی اونچائی پر لگا لیا تھا۔ اسی پہنچ زوروں کا برف لگا اور پہاڑ پر چڑھنا ناممکن ہو گیا۔ اس طرح یہ بھی ناکامیاب رہی۔

سن 1936 میں پانچویں بار ایورسٹ پہاڑ پر پہنچنے کی کوشش کی گئی۔ اس بار بھی دلتز ہی ہوں کا نیتا بنا۔ 27 اپریل کو چڑھائی شروع ہوئی۔ م بہت اچھا تھا۔ ایسا لگتا تھا اس بار سہلے ضرور ملے گی۔ پانچویں نے پہاڑ پر اپنا چوتھا کیمپ 23,000 فٹ کی اونچائی پر لگا لیا تھا۔ اسی پہنچ زوروں کا برف لگا اور پہاڑ پر چڑھنا ناممکن ہو گیا۔ اس طرح یہ بھی ناکامیاب رہی۔

ان پانچ کوششوں کی سہلے کے باوجود ایورسٹ پہنچنے کی کوششیں اب بھی جاری ہیں۔

بھٹ کسے چپتا ؟

ایک بیویاری نے کچھ سامان خرید کر ایک کرائے کی دلی لور اسی پر مال رکھ کر آپ بھی اسی پر بیٹھ گیا۔ وہ دور چلنے کے بعد اُس نے ڈرائیور سے گاڑی رکوائی پوچھا کہ کسے لے لیتے ہوٹر سے نیچے آؤ گے۔

وہ جیسے ہی پوچھا کرتے ہی پوچھا ڈرائیور نے گاڑی روک کر اسی پر مال رکھ کر آپ بھی اسی پر بیٹھ گیا۔ وہ دور چلنے کے بعد اُس نے ڈرائیور سے گاڑی رکوائی پوچھا کہ کسے لے لیتے ہوٹر سے نیچے آؤ گے۔

جھوٹ کیسے چپتا ؟

ایک بیویاری نے کچھ سامان خرید کر ایک کرائے کی دلی لور اسی پر مال رکھ کر آپ بھی اسی پر بیٹھ گیا۔ وہ دور چلنے کے بعد اُس نے ڈرائیور سے گاڑی رکوائی پوچھا کہ کسے لے لیتے ہوٹر سے نیچے آؤ گے۔

وہ جیسے ہی پوچھا کرتے ہی پوچھا ڈرائیور نے گاڑی روک کر اسی پر مال رکھ کر آپ بھی اسی پر بیٹھ گیا۔ وہ دور چلنے کے بعد اُس نے ڈرائیور سے گاڑی رکوائی پوچھا کہ کسے لے لیتے ہوٹر سے نیچے آؤ گے۔

एवरेस्ट की कहानी

(भाई सी. बी. कृशनन)

दुनिया का सबसे ऊँचा पहाड़ "एवरेस्ट" है, यह 29,141 फिट ऊँचा है और नेपाल के उत्तर में है। इस पहाड़ की ऊँची चोटी तक पहुँचने के लिये पाँच बार कोशिशें की गईं, लेकिन हर एक काशिश नाकामयाब रही। एवरेस्ट को क़तह करने का जतन अब भी जारी है। अगस्त के महीने में इंगलैंड से चार पहाड़ बाजों का एक दल एवरेस्ट पर चढ़ने के लिये भारत आया है। इस दल के नेता एरिक शिप्टन हैं। दिल्ली में इनका बड़ा स्वागत किया गया है।

एवरेस्ट पहाड़ का नाम सर जार्ज एवरेस्ट के नाम से पड़ा है। उन्होंने ही सबसे पहले इस मशहूर पहाड़ की ऊँचाई का पता लगाया था। सन 1841 में जब वह हिमालय की मशहूर चोटियों की ऊँचाई का पता लगा रहे थे तब एक दिन एक हिन्दुस्तानी अकसर उनके कमरे में भागा भागा पहुँचा और चिल्लाने लगा—“मैंने दुनिया के सबसे ऊँचे पहाड़ का पता लगा लिया है।” उसने सही कहा था। वह पहाड़ 29,000 फिट ऊँचा था। तब से वह पहाड़ "माउन्ट एवरेस्ट" कहा जाने लगा।

यह बात योरप में सन 1841 में ही मालूम थी तो भी किसी योरोपियन ने सन् 1920 से पहले एवरेस्ट को नहीं देखा था। इसकी वजह यह थी कि तिब्बत के लोग किसी परदेसी को अपने देस में नहीं आने देते थे। सन 1920 में तिब्बत के दलाई लामा ने अंगरेजी यात्रियों को तिब्बत आने की इजाजत दी।

सन 1921 में एवरेस्ट की चोटी तक पहुँचने की पहली कोशिश की गई। एवरेस्ट का रास्ता खोजने के लिये नौ आदमी चले जिनके नेता कर्नल होवर्ड बेरिंग थे। जी. एल. मल्लोरी भी उनमें थे। वह लोग 18 मई को दारजिलिंग से रवाना हुए और जेलप घाटी पार करने के बाद तिब्बत पहुँचे। तिब्बत पहुँचने पर उन्हें पता लगा कि एवरेस्ट जाने के दो रास्ते हैं—एक नजदीक का रास्ता और दूसरा दूर का रास्ता। नजदीक का रास्ता तंग घाटी के बीच से निकलता था इसलिये उन्हें लम्बे रास्ते से होकर जाना पड़ा जो तिब्बत के गांवों से होकर जाता था। यह रास्ता आसान था।

एक महीना चलने के बाद वह खारटा घाटी पहुँचे और बड़ी मुशकिल से उन्होंने वहाँ एक कैम्प लगाया। इसके बाद 20,000 फिट की ऊँचाई पर उन लोगों ने एक और कैम्प लगाया और वहाँ से वह एवरेस्ट की जाँच करने लगे। जल्दी ही उन लोगों ने और ऊँचाई पर दूसरा कैम्प लगाया। इस कैम्प से उन्हें एवरेस्ट का पूरा दृश्य दिखाई पड़ा। मगर

एवरेस्ट की कहानी

(भीमानी सी. सी. वी. कर्शन)

दुनिया का सब से اونچा पहाड़ "एवरेस्ट" है। 29,141 फीट اونچा है और नेपाल के अंतर्गत में है। इस पहाड़ की اونچی चوटी तक पहुँचने के लिये पाँच बार कोशिशें की गئیں, लेकिन हर ایک کو شش نا کامیاب رہی۔ ایورسٹ کو فتح کرنے کا جتن اب بھی جارہی ہے۔ اگست کے مہینے میں انگلینڈ سے چار پہاڑ بازوں کا ایک دل ایورسٹ پر چڑھنے کے لئے بھارت آیا ہے۔ اس دل کے नेता ایریک شیپٹن ہیں۔ دلی میں ان کا بڑا سواگت کیا گیا ہے۔

ایورسٹ پہاڑ کا نام سر جارج ایورسٹ کے نام سے پڑا ہے۔ انہوں نے ہی سب سے پہلے اس مشہور پہاڑ کی اونچائی کا پتہ لگایا تھا۔ سن 1841 میں جب وہ ہمالے کی مشہور چوٹیوں کی اونچائی کا پتہ لگا رہے تھے تب ایک دن ایک ہندوستانی افسر ان کے کمرے میں بھاگا بھاگا پہونچا اور چلنے لگا۔ "میں نے دنیا کے سب سے اونچے پہاڑ کا پتہ لگا لیا ہے۔" اس نے مدعیہ کیا تھا۔ وہ پہاڑ 29,000 فٹ اونچا تھا۔ تب سے وہ پہاڑ "ماؤنٹ ایورسٹ" کہا جانے لگا۔

یہ بات یورپ میں سن 1841 میں ہی معلوم تھی تو بھی کسی یورپیہن نے سن 1920 سے پہلے ایورسٹ کو نہیں دیکھا تھا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ تبت کے لوگ کسی پردیسی کو اپنے دیس میں نہیں آنے دیتے تھے۔ سن 1920 میں تبت کے دلائی لاما نے انگریزی یاتریوں کو تبت آنے کی اجازت دی۔

سن 1921 میں ایورسٹ کی چوٹی تک پہونچنے کی پہلی کوشش کی گئی۔ ایورسٹ کا راستہ کھوجنے کے لئے نو آدمی چلے جنکے नेता کرنل ہورڈ بیرنگ تھے۔ جی۔ ایل۔ ملروی بھی ان میں تھے۔ وہ لوگ 18 مئی کو دارجلنگ سے روانہ ہوئے اور جھلپ ٹھاتی پार کرنے کے بعد تبت پہونچے۔ تبت پہونچنے پر انہوں نے پتہ لگا کہ ایورسٹ جانے کے دو راستے ہیں—ایک نزدیک کا راستہ اور دوسرا دور کا راستہ۔ نزدیک کا راستہ تنگ ٹھاتی کے بیچ سے نکلتا تھا اس لئے انہیں لمبہ راستہ سے ہوکر جانا پڑا جو تبت کے گاؤں سے ہوکر جانا تھا۔ یہ راستہ آسان تھا۔

ایک مہینہ چلنے کے بعد وہ کھارٹا ٹھاتی پہونچے اور بڑی مشکل سے انہوں نے وہاں ایک کیمپ لگایا۔ اسکے بعد 20,000 فٹ کی اونچائی پر ان لوگوں نے ایک اور کیمپ لگایا اور وہاں سے وہ ایورسٹ کی جانچ کرنے لگے۔ جلد ہی ان لوگوں نے اور اونچائی پر دوسرا کیمپ لگایا۔ اس کیمپ سے انہیں ایورسٹ کا پورا درجہ دکھائی پڑا۔ مگر

बच्चों की दुनिया

शाम का गीत

हे मन अपने को धो डालो
बैर बुराई मार निकालो
खोलो ऐंठन, गुस्सा धूको
लोभ जलापा दोनों फूँको
देखो, अब तुमको है सोना
है न, जरूरी हलका होना ?
बोलो, अम्मां सुख से सोए
छोटी जीजी नेक न रोए
नांद पिता जी को जो आए
मीठी हो वह सुख सरसाए
गहरी नींदें माई सोएं
सपने बुरे न देखें रोएं
रहें बुरे कामों से डरते
सुस्ती पास न आए मरते
सबका भला मनाकर सोना
बैर विरोध मिटा कर सोना
सब से प्रीत बढ़ा कर सोना
बहुत असीसों पाकर सोना
सोकर देखो उठना ऐसे
जनम हुआ हो अब हो जैसे
ओम, आमीन सहज से बोलो
बक़्त हो गया, आओ, सोलो.

—भगवानदीन

بچوں کی دنیا

شام کا گیت

ہے من اپنے کو دھو ڈالو
بہر برائی مार نکالو
کھولو ایلتھن فصد تھو کو
لوہ جلاپا دونوں پھونکو
دیکھو، اب تم کو ہے سونا
ہے نہ، ضروری ہلکا ہونا ؟
بولو، اماں سکھ سے سوئے
چھوٹی جی جی نہک نہ روئے
نہلند پتاجی کو جو آئے
مہتھی ہو وہ سکھ پوسائے
گہری نیندیں بھائی سوئیں
سہارے برے نہ دیکھیں روئیں
دھن برے کاموں سے ڈرتے
سستی پاس نہ آئے مرتے
سب کا بھلا ملنا کر سونا
بہر ورودہ متا کر سونا
سب سے پریت پوہا کر سونا
بہت اسی سہیں پا کر سونا
سوکر دیکھو اٹھنا ایسے
جلم ہوا ہو اب ہی جھسے
اوم، آمین سہج سے بولو
وقت ہو گھا، آؤ سرلو.

—بھکوان دین

سوال اٹھتا ہے کہ وہ کس طرح کا کام چلائے والی ہے؟ اس کا دشمن نہیں۔ اب میں اس کے نام کے مطابق نہیں رہا ہوں، لیکن آزادی کے لئے اس کے بڑے بڑے لوگوں میں میں نے اس کی سہا کی ہے۔ لیکن اگر وہ مع راستے سے ہٹ کر رہی ہے، تو میں اس کا ساتھ نہیں سکتا، اور نہ مجھے دینا چاہئے۔

بہار، 11-9-'51

—کیشور لال مشرورالا

سوال اٹھتا ہے کہ وہ کس طرح کا کام چلائے والی ہے؟ اس کا دشمن نہیں۔ اب میں اس کے نام کے مطابق نہیں رہا ہوں، لیکن آزادی کے لئے اس کے بڑے بڑے لوگوں میں میں نے اس کی سہا کی ہے۔ لیکن اگر وہ مع راستے سے ہٹ کر رہی ہے، تو میں اس کا ساتھ نہیں سکتا، اور نہ مجھے دینا چاہئے۔

کیشور لال مشرورالا

11-9-'51

سفید قوم کی نفرت

سفید قوم سب کچھ بھول سکتی ہے لیکن شاید یہ بھول سکتی کہ اس کا رنگ سفید ہے۔ وقت پونے بیس کو باپ بھی بنا سکتی ہے لیکن نفرت کے بہاؤ کوئی کمی نہیں ہوئی۔ ایشیا کو بچانے کی ترکیبیں لی ہیں، ایشیا کو "آزاد" رکھنے کی کوشش میں وہ ن دھن سب لگا رہے ہیں۔ وہ کالوں کے دوست ہیں، کے عجب چلتے ہیں۔ لیکن نفرت کرنا بھی ان کا ہے! یہ لوگ کسی کو "تھتو" کہتے ہیں، کسی کو "کا نام دیتے ہیں اور اب دکھائی کوریا والوں کو نفرت لگ" کہتے ہیں۔ امریکی اور انگریزی فوجیں کوریا کو لے گئی ہیں۔ اپنے لئے یا کوریا والوں کے لئے اس کا نہ بچے دیا بہانہ زور زور سے بنا رہا ہے۔ دکھائی والوں کے ساتھ جس طرح کا سلوک یہ لوگ کر رہے ہیں خود کشانہ کے جنگی خدو دینے والے شہری بل سے، جو ابھی کوریا کے مورچے سے لڑتے ہیں اور اپنا ویڈیو سے بکھڑا ہے، سلئے اور یقین کر لیتے کہ سفید سب کچھ بھول سکتی ہے لیکن کالوں سے نفرت کرنا بھول سکتی۔

"میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ دکھائی کوریا والے ہم سے کرتے ہیں۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہم کو نہیں کرتے۔ لیکن میں یہ ضرور کہتا ہوں کہ اگر نے اپنے بھوہار کو نہ بدلا تو دھڑے دھڑے وہ سچ سچ بے نفرت کرنے لگے۔ یو۔ این۔ او۔ کی ن کا دھیان کمونزم سے لڑنے پر ہی ہے۔ دکھائی کوریا کی مدد کرنے سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہے۔ ہار تو میں نے خود ایک یو۔ این۔ او۔ کے پولیس کو ایک دکھائی کوریائی کو ٹھوکر مار کر سڑک سے ہٹاتے دیکھا تھا۔ دکھائی کوریا والے اپنا سب کچھ کھو ہیں۔ ان کا گھر برباد ہو گیا، ان کی جائیداد لٹ، ان کا کتبہ تیر بتر ہو گیا۔ کم سے کم ہم کو ان سے اتم شان نہ چھیننا چاہئے! ہم نے ان سے ان کی شان چھین لی ہے۔ اس کو نہ وہ معاف کر سکتے ہیں بھول سکتے ہیں۔ پی۔ ٹی۔ آئی۔ آر۔"

میرے دیکھنے میں ابھی تک کوئی ایسی چیز نہیں آئی، جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ اصل پوجنا میں انہوں نے کوئی ذاتی دلچسپی لی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ ان کا من اُس طرف جا ہی نہیں سکتا تھا۔ ہم سب جانتے ہیں کہ وہ اُس سسٹم سامہودائیک ایکٹا کے فرمان میں 'کرونٹا یا مرونتا' کی پہاڑی سے لگے ہوئے تھے اور ایسی کسی چیز کا خیال ہی نہیں کر سکتے تھے جس سے کچھ بھی غلط نہیں پیدا ہونے کا ڈر ہو۔

بابا راہب داس مشہور رجحانات تک کام کرنے والے ہیں اور اتر پردیش کی ودھان سبھا اور صوبہ کانگریس کمیٹی کے خاص ممبر ہیں۔ ساتھ ہی انٹر ڈار بولنگ والے اور ایک مکتبہ کے مہلت بھی ہیں۔ حکومت کے اہلکاروں پر ان کا بڑا اثر ہے اور اُس سے بھی زیادہ اثر ہماری بھولی جلتا پر ہے۔ ایودھیا کی بابری مسجد کے بارے میں جو جھگڑا ہوا، اُس میں ان کا ہاتھ تھا۔ لیکن ان کا یہ قدم اُس سے بھی زیادہ شرارت بھرا ہے۔ اچھے اِس سبھا کا مقابلہ انہوں نے سن 1947-48 میں گاندھی جی نے دہلی کے ہندوؤں سے مسلمانوں کو ان کی مسجدیں لوٹانے کی بات کہی تھی، اس کے ساتھ کیا ہے۔ بابا جی یہ خوب جانتے ہیں کہ وہ بات بالکل الگ طرح کی تھی۔ اُس میں گورے پتھر اُٹھانے کی ایک پرانا اور بھولا ہوا جھگڑا اُٹھانے کی کوشش نہیں تھی۔ ہلسا اور بے رحمی بھری وہ گاندھی جی کی آنکھوں کے سامنے ہوئی ایک حال کی گھٹنا تھی اور جن لوگوں سے انہوں نے یہ مسجدیں لوٹانے کو کہا، وہ ہی اس کے لئے دار تھے۔ اُس میں کوئی دو سو برس پرانا جھگڑا پھر سے شروع نہیں کیا جا رہا تھا۔

بابا راہب داس کے بارے میں کچھ شہدوں کا استعمال کرنا پڑ رہا ہے، اِس کا مجھے شک ہے۔ کیونکہ ان کے لئے میرے من میں کافی نجی آدر رہا ہے۔ لیکن میں یہ کہنے کے لئے مجبور ہوں کہ ان کا رجحان بہت زیادہ غرق وارانہ ہے۔ اور ہماری بھولی جلتا میں فرقے وارانہ زہر پھیلانے والے وہ اگلیے کانگریسی نہیں ہیں۔ خاص کر اتر پردیش میں اُس قسم کے انوک لوگ ہیں۔ ایک نے تو شری مہا دیو دیسائی اور گاندھی جی کے نام پر جعلی چٹائی اور لکھ بھی تیار کرنے کی دھتائی کی ہے۔ اگر کانگریس، جیسا کہ وہ دعویٰ کرتی ہے، ہندوؤں کی سامہودائیک سسٹم نہیں ہے، تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے لوگ اُس میں کھسے وہ سکتے ہیں۔ کیا اُسے یہ متعجب ہوا ہے کہ یہ ایک گمبھیر سوال ہے اور اِس کے کارن دیہ میں پھر سے سامہودائیک دنکوں کی آگ بھوک سکتی ہے اور خبریں بہہ سکتا ہے؟ کانگریس دعویٰ کرتی ہے کہ وہی ایک راج کاجی سسٹم ہے، جو دیہ کا کام چلا سکتی ہے۔

بابا راہب داس مشہور رجحانات تک کام کرنے والے ہیں اور اتر پردیش کی ودھان سبھا اور صوبہ کانگریس کمیٹی کے خاص ممبر ہیں۔ ساتھ ہی انٹر ڈار بولنگ والے اور ایک مکتبہ کے مہلت بھی ہیں۔ حکومت کے اہلکاروں پر ان کا بڑا اثر ہے اور اُس سے بھی زیادہ اثر ہماری بھولی جلتا پر ہے۔ ایودھیا کی بابری مسجد کے بارے میں جو جھگڑا ہوا، اُس میں ان کا ہاتھ تھا۔ لیکن ان کا یہ قدم اُس سے بھی زیادہ شرارت بھرا ہے۔ اچھے اِس سبھا کا مقابلہ انہوں نے سن 1947-48 میں گاندھی جی نے دہلی کے ہندوؤں سے مسلمانوں کو ان کی مسجدیں لوٹانے کی بات کہی تھی، اس کے ساتھ کیا ہے۔ بابا جی یہ خوب جانتے ہیں کہ وہ بات بالکل الگ طرح کی تھی۔ اُس میں گورے پتھر اُٹھانے کی ایک پرانا اور بھولا ہوا جھگڑا اُٹھانے کی کوشش نہیں تھی۔ ہلسا اور بے رحمی بھری وہ گاندھی جی کی آنکھوں کے سامنے ہوئی ایک حال کی گھٹنا تھی اور جن لوگوں سے انہوں نے یہ مسجدیں لوٹانے کو کہا، وہ ہی اس کے لئے دار تھے۔ اُس میں کوئی دو سو برس پرانا جھگڑا پھر سے شروع نہیں کیا جا رہا تھا۔

بابا راہب داس کے بارے میں کچھ شہدوں کا استعمال کرنا پڑ رہا ہے، اِس کا مجھے شک ہے۔ کیونکہ ان کے لئے میرے من میں کافی نجی آدر رہا ہے۔ لیکن میں یہ کہنے کے لئے مجبور ہوں کہ ان کا رجحان بہت زیادہ غرق وارانہ ہے۔ اور ہماری بھولی جلتا میں فرقے وارانہ زہر پھیلانے والے وہ اگلیے کانگریسی نہیں ہیں۔ خاص کر اتر پردیش میں اُس قسم کے انوک لوگ ہیں۔ ایک نے تو شری مہا دیو دیسائی اور گاندھی جی کے نام پر جعلی چٹائی اور لکھ بھی تیار کرنے کی دھتائی کی ہے۔ اگر کانگریس، جیسا کہ وہ دعویٰ کرتی ہے، ہندوؤں کی سامہودائیک سسٹم نہیں ہے، تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے لوگ اُس میں کھسے وہ سکتے ہیں۔ کیا اُسے یہ متعجب ہوا ہے کہ یہ ایک گمبھیر سوال ہے اور اِس کے کارن دیہ میں پھر سے سامہودائیک دنکوں کی آگ بھوک سکتی ہے اور خبریں بہہ سکتا ہے؟ کانگریس دعویٰ کرتی ہے کہ وہی ایک راج کاجی سسٹم ہے، جو دیہ کا کام چلا سکتی ہے۔

بابا راہب داس کے بارے میں کچھ شہدوں کا استعمال کرنا پڑ رہا ہے، اِس کا مجھے شک ہے۔ کیونکہ ان کے لئے میرے من میں کافی نجی آدر رہا ہے۔ لیکن میں یہ کہنے کے لئے مجبور ہوں کہ ان کا رجحان بہت زیادہ غرق وارانہ ہے۔ اور ہماری بھولی جلتا میں فرقے وارانہ زہر پھیلانے والے وہ اگلیے کانگریسی نہیں ہیں۔ خاص کر اتر پردیش میں اُس قسم کے انوک لوگ ہیں۔ ایک نے تو شری مہا دیو دیسائی اور گاندھی جی کے نام پر جعلی چٹائی اور لکھ بھی تیار کرنے کی دھتائی کی ہے۔ اگر کانگریس، جیسا کہ وہ دعویٰ کرتی ہے، ہندوؤں کی سامہودائیک سسٹم نہیں ہے، تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے لوگ اُس میں کھسے وہ سکتے ہیں۔ کیا اُسے یہ متعجب ہوا ہے کہ یہ ایک گمبھیر سوال ہے اور اِس کے کارن دیہ میں پھر سے سامہودائیک دنکوں کی آگ بھوک سکتی ہے اور خبریں بہہ سکتا ہے؟ کانگریس دعویٰ کرتی ہے کہ وہی ایک راج کاجی سسٹم ہے، جو دیہ کا کام چلا سکتی ہے۔

“چناؤ آنے والا ہے۔ کروڑوں مردوں کو انصاف شوالسن دینا ہے۔ اور ہم یہ پورا دھواں کرتے ہیں کہ تھیں مہان ایتھاسی استھانوں کا پھر سے سمان ہوتے دیکھ تو چلتا نہاتے میں ادھک دھواں کریگی۔“

بابا راگھو داس نے یہ صاف نہیں کہا ہے کہ وہ کاشی، ہیا اور متھرا میں ٹھیک کیا کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ملندروں کا اددھار چاہتے ہیں؟ کیا ان کا اشارہ یہ ہے کاشی میں اور انک زبیب کی بدوائی ہوئی بڑی مسجد، بودھیا میں ہندوستان گڑھی یا متھرا میں اسی طرح مسجدوں کو ’دوبارا‘ جیسا کہ ایودھیا میں کرنے کی ہس ہوئی ہے، ملندروں میں بدل دینا چاہتے؟

اس سلسلے میں گاندھی جی اور سردار کا نام لھدا ل ہی غلط تھا۔ سومناتھ کا ملندر کھلدھر کی حالت تھا اور ہلدروں کے ادھیکار میں تھا۔ وہاں کوئی جد نہیں تھی، اور نہ کسی مسلمان نے اس جگہ کے ہکار کا ہی دعویٰ کیا تھا۔ کچھ بڑے بڑے ہلدروں نے اس کا کافی اثر تھا، اس کا پھر سے نرمان کرنا چاہا۔ اس نہیں پورا ادھیکار تھا۔ ان ہلدروں میں سردار جیسے، کھلدھر یا ریاستی سرکاروں کے ملندری بھی تھے۔ چونکہ ا گڑھ راج بھارت سنگھ میں شامل ہوا اور اسی کے اس کام کا آرمجہ ہوا، اور چونکہ سومناتھ کے ایتھاس سامہودایک ان بن کی پرانی یاد جڑی ہوئی ہے، لئے اس میں غلط فہمی پھدا ہو سکتی تھی اور یہی۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ سرکار سے سہلدھ رکھے ہلدو نہتوں نے اس میں حصہ نہ لیا ہوتا، تو اچھا۔ لیکن ایسا نہیں کہا جا سکتا کہ انھیں ایسا نہ لھنے کا حق نہیں تھا۔ گاندھی جی نے اس میں حصہ لیا، وہ یہ سمجھنے کے لئے ہی کہ ملندر کے پھر نرمان کا یہ کام سرکاری خرچ پر نہ ہو۔ تاریخ 7 دسمبر کے ’ہریجن سہوک‘ میں ان کا تاریخ 28 نومبر ’47 بارتھنا پروجین نکلا ہے، اس میں اس وشے کا ذکر ہے۔

میں یہاں نقل کرتا ہوں:

”ایک بھائی لکھتے ہیں کہ سومناتھ کے ملندر کا جو سے اددھار ہونے والا ہے، اس میں سرکاری پھسے نہیں چاہئے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ شامل داس گاندھی نارھی حکمرمت بدئی ہے اور اس کام کے لئے چلتا ہے۔ کئے پھسے میں سے 50 ہزار روپے دینا منظور کیا۔ جام صاحب ایک لاکھ دینے والے ہیں۔ سردار پتھل کہا کہ سردار ایسا نہیں ہے کہ جو چیز ہلدروں کے لئے ہے، اس کے لئے سرکاری خزانے سے پھسے نکالے۔ ہم سب ہی ہیں، مگر دھرم ہماری اپنی چھوڑ ہے۔ سومناتھ ہر سے اددھار کے لئے ہلدو جو پھسے خوشی سے دھلکے، سے کام چل جائے گا۔ پھسے نہیں ملے گا، تو وہ کام پرا گا۔ میں یہ سن کر خوش ہوا۔“

शरारत भरा कदम

शरारत भरा कदम

उत्तर प्रदेश के मशहूर कांग्रेसी काम करने वाले बाबा राधवदास के इलाहाबाद की हिन्दी ‘अमृत पत्रिका’ के तारीख 29-7-51 के परचे में छपे एक लेख का हिस्सा नीचे देता हूँ।

“स्वर्गीय सरदार पटेल ने भारत के मशहूर इतिहासी पुन्य स्थान श्री सोमनाथ जी का फिर से उद्धार करके यह बता दिया कि पुराने पवित्र स्थानों का उद्धार आजाद भारत में जरूर होगा। वह हमें अमली आश्वासन दे गए हैं। पूज्य बापू जी ने भारत के आजाद होने पर जो मस्जिदें हिन्दुओं के कब्जे में थीं, उन मस्जिदों को मुसलमानों को वापस दिलाकर हमें यह आशा दिलाई कि मुसलमानों के राज के समय हिन्दुओं के जो मन्दिर अपवित्र कर दिये गए थे, या जिन पर मुसलमानों ने कब्जा कर लिया था, उनका भी कभी उद्धार होगा.....

“हम यहां पर यह भी नम्रता से कहना चाहते हैं कि उत्तर प्रदेश के तीन खास स्थान काशी, अयोध्या और मथुरा के साथ भारतीय जनता और उसके कलचरी जीवन का गहरा सम्बन्ध है। श्री राम, श्री कृष्ण और श्री विश्वनाथ भारत के दिल के राजा हैं। घर घर इनकी चरचा है। श्री सोमनाथ जी के बारे में भारती जनता बहुत कम जानकारी रखती है, इसलिये भी इन स्थानों का फिर से उद्धार अपना एक खास महत्त्व रखता है।

“यहां कभी कभी यह बात कही जाती है कि यह साम्प्रदायिक सवाल है। पर इतिहास इस बात का गवाह है कि यह साम्प्रदायिक सवाल नहीं है। यह जीतने वाले और हारने वाले के बीच का सवाल है। अगर यूनियन कि (अंगरेजी भंडा) जा सकता है और उसकी जगह पर त्रेंगा भंडा आ सकता है, अगर बाइसराय की जगह को राष्ट्रपति शोभा दे सकते हैं, तो इन गौरव वाले पवित्र स्थानों का फिर से उद्धार भी हो सकता है। अगर भारत सरकार देख देख में एक हजार बरस पहले के विजेता (जीतने वाले) के जरिये बरबाद किये गए सोमनाथ जी के मन्दिर का उद्धार मुमकिन है, तो फिर उत्तर प्रदेश के इन तीनों स्थानों के फिर से उद्धार में रुकावट क्यों कर होगी?

“सवाल महत्त्व का है। उसको जितना जल्दी हल किया जाय, उतना ही अच्छा है। हमें श्री सोमनाथ जी के मन्दिर का फिर से उद्धार देखकर जितनी खुशी होती है, उतनी ही हम महान तीर्थ स्थानों से लापरवाही देखकर बेचैनी होती है।”

अंतर प्रदेशी के मशहूर कांग्रेसी काम करने वाले बाबा राधवदास के इलाहाबाद की हिन्दी ‘अमृत पत्रिका’ के तारीख 29-7-51 के परचे में छपे एक लेख का हिस्सा नीचे देता हूँ।

“सुरक्षित सरदार पटेल ने भारत के मशहूर इतिहासी पुन्य स्थान श्री सोमनाथ जी का फिर से उद्धार करके यह बता दिया कि पुराने पवित्र स्थानों का उद्धार आजाद भारत में जरूर होगा। वह हमें अमली आश्वासन दे गए हैं। पूज्य बापू जी ने भारत के आजाद होने पर जो मस्जिदें हिन्दुओं के कब्जे में थीं, उन मस्जिदों को मुसलमानों को वापस दिलाकर हमें यह आशा दिलाई कि मुसलमानों के राज के समय हिन्दुओं के जो मन्दिर अपवित्र कर दिये गए थे, या जिन पर मुसलमानों ने कब्जा कर लिया था, उनका भी कभी उद्धार होगा.....

“हम यहां पर यह भी नम्रता से कहना चाहते हैं कि उत्तर प्रदेश के तीन खास स्थान काशी, अयोध्या और मथुरा के साथ भारतीय जनता और उसके कलचरी जीवन का गहरा सम्बन्ध है। श्री राम, श्री कृष्ण और श्री विश्वनाथ भारत के दिल के राजा हैं। घर घर इनकी चरचा है। श्री सोमनाथ जी के बारे में भारती जनता बहुत कम जानकारी रखती है, इसलिये भी इन स्थानों का फिर से उद्धार अपना एक खास महत्त्व रखता है।

“यहां कभी कभी यह बात कही जाती है कि यह साम्प्रदायिक सवाल है। पर इतिहास इस बात का गवाह है कि यह साम्प्रदायिक सवाल नहीं है। यह जीतने वाले और हारने वाले के बीच का सवाल है। अगर यूनियन कि (अंगरेजी भंडा) जा सकता है और उसकी जगह पर त्रेंगा भंडा आ सकता है, तो इन गौरव वाले पवित्र स्थानों का फिर से उद्धार भी हो सकता है। अगर भारत सरकार देख देख में एक हजार बरस पहले के विजेता (जीतने वाले) के जरिये बरबाद किये गए सोमनाथ जी के मन्दिर का उद्धार मुमकिन है, तो फिर उत्तर प्रदेश के इन तीनों स्थानों के फिर से उद्धार में रुकावट क्यों कर होगी?

“सवाल महत्त्व का है। उसको जितना जल्दी हल किया जाय, उतना ही अच्छा है। हमें श्री सोमनाथ जी के मन्दिर का फिर से उद्धार देखकर जितनी खुशी होती है, उतनी ही हम महान तीर्थ स्थानों से लापरवाही देखकर बेचैनी होती है।”

खुद किया और फिर आपकी देखा देखी आप के पास रहने वाले और आप के भक्त भी करने लगे। कुछ न कुछ यह हवा सारे देश में फैल गई। बापू, यह सुनकर आप को कितनी खुशी होगी कि ऐसे अनेकों बाल गांधी पैदा हो गए हैं जिन्होंने मेहतर के काम में पुरतहा पुरत के मेहतरों को कहीं पीछे छोड़ दिया है। और वह बाल गांधी ऐसे कुल के हैं जिनके कुल में मेहतर की परछाई से भी खून हो जाती थी। आखिर जब मेहतर अपना काम छोड़ेंगे तो उनका काम अपनाने के लिये कोई और होना ही चाहिये। और बापू यह सुन कर आप को बड़ी ख़शी होगी कि यह नए मेहतर बाल गांधी इस मेहतर के काम के बदले में एक पैसा भी नहीं लेते। कोई अखबार में उनकी तस्वीर देदे, यह तस्वीर खेंचने वाला जाने। कोई उन्हें म्युनिसपलटी के लिये वोट दे दे, यह बोटर जाने। कोई उन्हें सूबा कांग्रेस कमेटी का सभापति चुन दे, यह कांग्रेसी मेम्बर जाने, कोई उन्हें मिनिस्टर चुन दे, यह कानून सभा जाने। कोई उन्हें 8000 तनखाह और मोटर देदे, तो यह विधान की लाल किताब जाने। और अगर अब उन से कोई मेहतर का काम न ले तो यह काम लेने वाले जानें, बोलिये बापू, इन बाल गांधियों से आप और क्या चाहते हैं। आप सोचिये तो सही, आप भी तो दुनिया भर की फ़िकर, दुनिया भर के सुबार और अनगिनत संकट अपने कंधों पर संभाल बैठे थे। आप ने भूल की या आप ने ठीक किया यह आप जानें। पर यह बाल गांधी तो एक वक़्त में एक ही काम संभाल सकते हैं। अब जब आप के बराबर हो जायेंगे तब शायद आप के जितना बोझ संभाल सकें, हो सकता है उस वक़्त के लिये बोझ ही न रह जाय ! यह उनकी किस्मत !

बापू, आप के नाम पर मरने वाले यह बाल गांधी क्या बड़े होकर इतने किस्मत वाले भी न निकलेंगे कि इन बोझों से बचे रहें !

बापू, अब तो आप की दूर तक पहुँच है। इन बाल गांधियों के हक़ में दुआ कीजिये।

—भगवान दीन

“अच्छा की कसौटी यह है कि अपना फर्ज अच्छा करने के बाद जो कुछ भी भला या बुरा नतीजा हो, इन्सान उसे मानले। सुख आए या दुख आए, उसके लिये सब बराबर होना चाहिये।”

—महात्मा गांधी

खुद कहा और और आप की दीक्षा दीक्षा आप के पास रहने वाले और आपके भक्त भी करने लगे। कुछ न कुछ यह हवा सारे देश में फैल गئی। बापू, यह सुनकर आप को कितनी खुशी होगी कि ऐसे अनेकों बाल गान्धी पैदा हो गये हैं जिनको मेहतर के काम में पुरतहा पुरत के मेहतरों को कहीं पीछे छोड़ दिया है। और वह बाल गान्धी ऐसे कुल के हैं जिनके कुल में मेहतर की परछाई से भी खून हो जाती थी। आखिर जब मेहतर अपना काम छोड़ेंगे तो उनका काम अपनाने के लिये कोई और होना ही चाहिये। और बापू यह सुन कर आप को बड़ी ख़शी होगी कि यह नए मेहतर बाल गान्धी इस मेहतर के काम के बदले में एक पैसा भी नहीं लेते। कोई अखबार में उनकी तस्वीर देदे, यह तस्वीर खेंचने वाला जाने। कोई उन्हें म्युनिसपलटी के लिये वोट दे दे, यह बोटर जाने। कोई उन्हें सूबा कांग्रेस कमेटी का सभापति चुन दे, यह कांग्रेसी मेम्बर जाने, कोई उन्हें मिनिस्टर चुन दे, यह कानून सभा जाने। कोई उन्हें 8000 तनखाह और मोटर देदे, तो यह विधान की लाल किताब जाने। और अगर अब उन से कोई मेहतर का काम न ले तो यह काम लेने वाले जानें, बोलिये बापू, इन बाल गान्धियों से आप और क्या चाहते हैं। आप सोचिये तो सही, आप भी तो दुनिया भर की फ़िकर, दुनिया भर के सुबार और अनगिनत संकट अपने कंधों पर संभाल बैठे थे। आप ने भूल की या आप ने ठीक किया यह आप जानें। पर यह बाल गान्धी तो एक वक़्त में एक ही काम संभाल सकते हैं। अब जब आप के बराबर हो जायेंगे तब शायद आप के जितना बोझ संभाल सकें, हो सकता है उस वक़्त के लिये बोझ ही न रह जाय ! यह उनकी किस्मत !

बापू, आप के नाम पर मरने वाले यह बाल गान्धी क्या बड़े होकर इतने किस्मत वाले भी न निकलेंगे कि इन बोझों से बचे रहें !

बापू, अब तो आप की दूर तक पहुँच है। इन बाल गान्धियों के हक़ में दुआ कीजिये।

—भगवान दीन

“श्रद्धा की कसौटी यह है कि अपना फर्ज अच्छा करने के बाद जो कुछ भी भला या बुरा नतीजा हो, इन्सान उसे मान ले। सुख आए या दुख आए, उसके लिये सब बराबर होना चाहिये।”

—महात्मा गान्धी

51

جیسے شہزادہ، گھوڑا، گاڑی، لکڑیوں کا جالہاڑ میں دھسنا، کسانوں کا زمین پر ہک۔ باپ، اگر کسی دن سچ یہ حال سرکار ایسا کر بھیجی تب کہا ہوا ! باپو! آپ تو مسکرا رہے ہیں۔ ہمارا دم نکلا جا رہا ہے۔ آپ نے تو بڑے بڑے اچھے معاملے سلجھائے ہیں آپ تو مسکرائیں گے ہی۔ پر ہم تو اچھے ہیں اور اچھے کئے ہیں اور ہم نے ایسی اچھائیوں کہاں سلجھائی ہیں۔ آپ ہم پر ہنس رہے ہیں۔ کوئی راہ بتائیے۔ یہ آپ کی سچائی اور اہلسا کی بات تو ہم سے سچائی نہیں۔ کوئی اور نسخہ بتائیے جس میں یہ دونوں درمیانوں تو بالکل نہ ہوں۔

باپو، ان بال گندھوں کی نظر میں تو آپ اسی دن سے مہاتما ہیں جس دن آپ نے جنم لیا۔ اس لئے یہ آپ کے بچپن کی کسی بھی بات کی نقل کر کے آپ کو باپو ماننے لگتے ہیں۔ اور جس کام کو آپ کبھی بھول سے ایک دن کر ڈالا اُسے یہ برسوں کرنے کے آپ کو حقدار سمجھتے ہیں۔ اور جب آپ کو یہ مہاتما سمجھتے ہیں تو ایسا کرنے کے حقدار بھی ہیں۔ یہاں ہمیں شمع سعدی کی کہی ہوئی ایک بات یاد آگئی۔

باپو، ایک دن ایک بادشاہ جنگل میں شکار کھیل رہا تھا۔ جب اُس کے لئے جنگل میں کہاں پہلے لگا تو معلوم ہوا ساتھ میں نمک بالکل نہیں ہے۔ بادشاہ نے پاس لگے گاؤں سے نمک لانے کے لئے ایک آدمی بھیجا اور اُسے ہدایت کی، دیکھو، پیسہ دے کر نمک لانا۔ درباری لوگ یہ سن کر ہنس پڑے۔ بادشاہ نے پوچھا، ہنس کر کہیں ہو۔ درباریوں نے جواب دیا، حضور ذرا سا نمک لانا ہے پیسے دیئے کی کیا ضرورت، اور گاؤں والے پیسہ لہنگے بھی رکے؟ بادشاہ نے جواب دیا کہ یاد رکھو، اگر بادشاہ رعیت کے باغ سے ایک سبب توڑ کر کھا لے تو بادشاہ کے نوکر چاکر پھٹر کا پھٹر اُٹھاؤ لہنگے۔ اسی طرح اگر بادشاہ آدھے اندھے کا ظلم ٹھیک سمجھے تو اُس کے درباری لوگ سیکڑوں مرفوں کو کہاں بگاڑ کھا جائیں گے۔ یاد رکھو، ظلم کی جو ہمت چھوٹی ہوتی ہے پر اُس کا پیر ساری دنیا کھیر لیتا ہے۔ ہاں، تو باپو، یہ بال گندھی آپ کی ایک بات کو خوب کھینچ کر اپناتے ہیں اور آپ کو باپو سمجھتے ہیں اور چاہے کہتے نہ ہوں، من میں تو یہ آپ کو آپ سے برا سمجھتے ہیں۔

باپو، ایک دن لوگوں نے آپ کا چرخہ اپنا رکھا ہے۔ اور ایسا اپنا رکھا ہے کہ وہ چرخہ چلانے کے سوائے ہاتھ کا اور کوئی کام نہیں کرتے۔ اور چرخہ بھی وہ دن میں کھینچے دو گھنٹے سے زیادہ نہیں چلاتے۔ بالی وقت گھنٹا کے پوہلے اور کیرتن میں خدج کرتے ہیں۔ باپو ایک دن ہم ایسے ایک آشرم میں جا نکلے۔ اُس آشرم میں سب اونچے

جیسے شہزادہ، گھوڑا، گاڑی، لکڑیوں کا جالہاڑ میں دھسنا، کسانوں کا زمین پر ہک۔ باپ، اگر کسی دن سچ یہ حال سرکار ایسا کر بھیجی تب کہا ہوا ! باپو! آپ تو مسکرا رہے ہیں۔ ہمارا دم نکلا جا رہا ہے۔ آپ نے تو بڑے بڑے اچھے معاملے سلجھائے ہیں آپ تو مسکرائیں گے ہی۔ پر ہم تو اچھے ہیں اور اچھے کئے ہیں اور ہم نے ایسی اچھائیوں کہاں سلجھائی ہیں۔ آپ ہم پر ہنس رہے ہیں۔ کوئی راہ بتائیے۔ یہ آپ کی سچائی اور اہلسا کی بات تو ہم سے سچائی نہیں۔ کوئی اور نسخہ بتائیے جس میں یہ دونوں درمیانوں تو بالکل نہ ہوں۔

باپو، ان بال گندھوں کی نظر میں تو آپ اسی دن سے مہاتما ہیں جس دن آپ نے جنم لیا۔ اس لئے یہ آپ کے بچپن کی کسی بھی بات کی نقل کر کے آپ کو باپو ماننے لگتے ہیں۔ اور جس کام کو آپ کبھی بھول سے ایک دن کر ڈالا اُسے یہ برسوں کرنے کے آپ کو حقدار سمجھتے ہیں۔ اور جب آپ کو یہ مہاتما سمجھتے ہیں تو ایسا کرنے کے حقدار بھی ہیں۔ یہاں ہمیں شمع سعدی کی کہی ہوئی ایک بات یاد آگئی۔

باپو، ایک دن ایک بادشاہ جنگل میں شکار کھیل رہا تھا۔ جب اُس کے لئے جنگل میں کہاں پہلے لگا تو معلوم ہوا ساتھ میں نمک بالکل نہیں ہے۔ بادشاہ نے پاس لگے گاؤں سے نمک لانے کے لئے ایک آدمی بھیجا اور اُسے ہدایت کی، دیکھو، پیسہ دے کر نمک لانا۔ درباری لوگ یہ سن کر ہنس پڑے۔ بادشاہ نے پوچھا، ہنس کر کہیں ہو۔ درباریوں نے جواب دیا، حضور ذرا سا نمک لانا ہے پیسے دیئے کی کیا ضرورت، اور گاؤں والے پیسہ لہنگے بھی رکے؟ بادشاہ نے جواب دیا کہ یاد رکھو، اگر بادشاہ رعیت کے باغ سے ایک سبب توڑ کر کھا لے تو بادشاہ کے نوکر چاکر پھٹر کا پھٹر اُٹھاؤ لہنگے۔ اسی طرح اگر بادشاہ آدھے اندھے کا ظلم ٹھیک سمجھے تو اُس کے درباری لوگ سیکڑوں مرفوں کو کہاں بگاڑ کھا جائیں گے۔ یاد رکھو، ظلم کی جو ہمت چھوٹی ہوتی ہے پر اُس کا پیر ساری دنیا کھیر لیتا ہے۔ ہاں، تو باپو، یہ بال گندھی آپ کی ایک بات کو خوب کھینچ کر اپناتے ہیں اور آپ کو باپو سمجھتے ہیں اور چاہے کہتے نہ ہوں، من میں تو یہ آپ کو آپ سے برا سمجھتے ہیں۔

باپو، ایک دن لوگوں نے آپ کا چرخہ اپنا رکھا ہے۔ اور ایسا اپنا رکھا ہے کہ وہ چرخہ چلانے کے سوائے ہاتھ کا اور کوئی کام نہیں کرتے۔ اور چرخہ بھی وہ دن میں کھینچے دو گھنٹے سے زیادہ نہیں چلاتے۔ بالی وقت گھنٹا کے پوہلے اور کیرتن میں خدج کرتے ہیں۔ باپو ایک دن ہم ایسے ایک آشرم میں جا نکلے۔ اُس آشرم میں سب اونچے

बबरा उठती है और कभी बौलसा जाती है. और बापू, सरकार भी क्या करे, वह ही कौन सौ बरस की बुढ़ी, या तीस पैंतीस की अंधेड़, या अठ्ठारह बरस की जवान है! उसकी भी तो उमर लेवेके चार बरस या इस से कुछ ऊपर है।

बापू, यह तीन तीन बरस के गांधी बड़ी जल्दी भूक हड़ताल पर उतर आते हैं. आप तो भूक सत्याग्रह को आखिरी हथियार मानते थे और उसको सबसे पैना और बड़ा हथियार समझते थे. पर यह बाल गांधी तो हर दम उसी हथियार को बांधे फिरते हैं. और छोटा मोटा नहीं आमरण अनशन की हट कर के बैठ जाते हैं. इससे तो हमारी सरकार और भी बबरा जाती है. बापू इन बाल गांधियों का यह काम नहीं कि वह यह सोचते फिरें कि सत्याग्रह क्या चीज है? सत्य किसे कहते हैं? राजकाजी जरूरत और चीज होती है, सत्य बिलकुल दूसरी चीज है? आग्रह सत्य पर किया जाता है. राजकाजी जरूरतों पर आग्रह कर बैठना सत्याग्रह नहीं दुराग्रह होता है. इस बात से उन्हें क्या लेना देना. और बाल गांधियों को ऐसा कभी सोचना भी नहीं चाहिये. अगर वह ऐसा सोचने लगें तो उनके आगे बढ़ने का रास्ता ही रुक जाय.

बापू, आजकल आमरण अनशनों की बहार आ रही है. आप का यह एक एक गुण एक एक आवसी में अलग अलग अपने अपने तरीके से फल फूट रहा है. यह देख कर तो आपकी बाजें खिल जाती होंगी और आप फूले न समाते होंगे. कभी कोई इस बात को लेकर भूकों मरने को तैयार हो जाता है कि इधर जब तक रेल नहीं निकलेगी मैं खाना नहीं खाऊंगा, कोई नहर निकलने की बात पर हट कर बैठता है, कोई भाशा वार सूबों के न बनने पर मरने को तैयार हो जाता है, कोई कालिज की फीस कम कराने के लिये खाना छोड़ बैठता है. कोई बरखास्त होने पर फिर अपनी जगह पाने के लिये डट जाता है. खुलासा यह कि आज कल हर काम पूरा कराने के लिये भूके मरने के हथियार से काम लिया जाता है. इन बाल गांधियों से कोई स्वार्थ और परमार्थ के समझने की आशा भी क्या करे! और इनको समझाने को भी कौन तैयार हो! हां, अगर कोई इन सब बाल लीलाओं को देख कर मुस्कराने वाला इनकी पीठ ठोक कर इनकी हिम्मत बंधाने वाला होता तो यह बाल गांधी आप ही उषम का रस लेते और बाल सरकार भी इनकी लीलाओं पर बौलसाहट का तमाशा न दिखाती.

बापू, हमें तो यह डर लगा हुआ है कि कहीं किसी दिन यह बाल सरकार आमरण सत्याग्रह न कर बैठे. और इस सत्याग्रह के लिये ऐसे ही दो चार विशय हो सकते हैं.

कहना अंतिम है और कभी बोकहा जाती है. और बापू सरकार भी क्या करे, वे ही कौन सौ बरस की बुढ़ी, या तीस पैंतीस की अंधेड़, या अठ्ठारह बरस की जवान है! उसकी भी तो उमर लेवेके चार बरस या इस से कुछ ऊपर है!

बापू, ये तों नोन नोन बरस के गंदमी बड़ी जल्दी भूक होना पर अंतर आते हैं. आप तो भूक से बचने को आखिरी हथियार मानते थे और अंस को सब से पैना और बड़ा हथियार समझते थे. पर ये बाल गांधी तो हर दम उसी हथियार को बान्धे बैठते हैं. और चोटों मोठा नोन अंस नोन की हट कर के बैठ जाते हैं. इस से तो हमारी सरकार और भी बबरा जाती है. बापू इन बाल गांधियों का यह काम नहीं कि वे यह सोचते फिरें कि सत्याग्रह क्या चीज है? सत्य किसे कहते हैं? राजकाजी जरूरत और चीज होती है, सत्य बिलकुल दूसरी चीज है? आग्रह सत्य पर किया जाता है. राजकाजी जरूरतों पर आग्रह कर बैठना सत्याग्रह नहीं दुराग्रह होता है. इस बात से उन्हें क्या लेना देना. और बाल गांधियों को ऐसा कभी सोचना भी नहीं चाहिये. अगर वह ऐसा सोचने लगें तो उनके आगे बढ़ने का रास्ता ही रुक जाय.

बापू, आज कल आमरण अनशनों की बहार आ रही है. आप का यह एक एक गुण एक एक आवसी में अलग अलग अपने अपने तरीके से फल फूट रहा है. यह देख कर तो आपकी बाजें खिल जाती होंगी और आप फूले न समाते होंगे. कभी कोई इस बात को लेकर भूकों मरने को तैयार हो जाता है कि इधर जब तक रेल नहीं निकलेगी मैं खाना नहीं खाऊंगा, कोई नहर निकलने की बात पर हट कर बैठता है, कोई भाशा वार सूबों के न बनने पर मरने को तैयार हो जाता है, कोई कालिज की फीस कम कराने के लिये खाना छोड़ बैठता है. कोई बरखास्त होने पर फिर अपनी जगह पाने के लिये डट जाता है. खुलासा यह कि आज कल हर काम पूरा कराने के लिये भूके मरने के हथियार से काम लिया जाता है. इन बाल गांधियों से कोई स्वार्थ और परमार्थ के समझने की आशा भी क्या करे! और इनको समझाने को भी कौन तैयार हो! हां, अगर कोई इन सब बाल लीलाओं को देख कर मुस्कराने वाला इनकी पीठ ठोक कर इनकी हिम्मत बंधाने वाला होता तो यह बाल गांधी आप ही उषम का रस लेते और बाल सरकार भी इनकी लीलाओं पर बौलसाहट का तमाशा न दिखाती.

बापू, हमें तो यह डर लगा हुआ है कि कहीं किसी दिन यह बाल सरकार आमरण सत्याग्रह न कर बैठे. और इस सत्याग्रह के लिये ऐसे ही दो चार विशय हो सकते हैं.

جائے، اس کو عمر لہو کی سزا دی جائے، اس کو پھانسی کے تختے پر لٹا دیا جائے، اس کو تھوکتے لہروں سے بہا دیا جائے یا یہ کہ اس کو آدھا زمین میں دفن کر کے اس پر کچے چھوڑ دئے جائیں۔ اور پھر ہاپو، یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ جب بادشاہ اکبر نے یہی سوال ہیریل سے پوچھا تو ہیریل نے یہ جواب دیا تھا کہ نہیں، اس بادشاہ کی داڑھی پکڑنے والے کو مٹھائی کھلائی جائے۔ اور یہ جواب سن کر سارے درباری ہلکے ہلکے رہ گئے تھے، اور بادشاہ یہ جواب سن کر مسکرا دئے تھے۔ پھر درباری کہا پھر بھی کچھ سمجھ پائے تھے؟ آخر ہیریل کو ہی ان ہتھوڑوں کو سمجھانا پڑا تھا کہ بادشاہ کے بچنے کے سوا کون ہو سکتا ہے جو بادشاہ کی داڑھی پکڑے اور وہ گردن میں بٹھاکر بڑے پھار کے ساتھ سوائے مٹھائی کے اور کس بات کا مستحق ہو سکتا ہے۔

ہاپو، ٹیکہ اسی طرح سے آج کوئی معمولی امیرزادہ اپنے دوستوں سے یہ پوچھ بیٹھے کہ اگر میری عورت کو کوئی حلوائی کے ہاتھ چار آئے میں بوج کر چلیبی کھانے کی بات کہ بیٹھے تو اس کے ساتھ میں کیا کرتا کروں۔ پھر اس کے ناسمجھ دوست کچھ ایسی ہی سزا تجویز کر دیں گے جیسی اکبر کے درباریوں نے کی تھی۔ اور مشکل یہ ہی کوئی ایک ایسا نیکلے گا جو ہیریل جیسا ٹھیک اور چست جواب دے سکے۔ اور ہاپو اگر آج آپ ہندوستان کے چوٹی کے سمجھداروں سے کہیں یہ سوال کر بیٹھیں کہ اگر کوئی بھارت، مانا کو امریکہ کے ہاتھ کچھ موٹروں اور بڑے بڑے مکانوں کے لوبہ میں آکر گوری رکھنے کی بات سوچ بیٹھے تو اس کو کھاسزا دی جائے۔ تو کیا عجیب سارے چوٹی کے نہتے، اپنی سمجھ کو دھتکتا بتاتا ایک آواز میں چلا دیں کہ ایسے آدمی کو فوراً گولی سے مار دینا چاہئے۔ اور جب جیسے ہی ان کے اس فہم کی چلاکت ختم ہو تب ویسے ہی کہیں ایک سیدھا سادا آدمی یہ کہ بیٹھے کہ نہیں، اس کو تو پچکار کر گوری لے لینا چاہئے اور اس کی اس ہمت پر اس کی بلانہیں لہنی چاہئے۔ تو ہاپو اس وقت سوائے آپ کے کون مسکرائے گا۔ چوٹی کے نہتے تو آگ پہلا ہو کر ایسی صلح دینے والے کے اوپر کوہ پڑیں گے اور نہ جانے اس کا کیا حال کر دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ ہاپو، یہ تو آپ ہی سمجھتے ہیں کہ آخر تین برس کے گاندھی کے سوائے اور کون ایسی بات بوجھ سکتا ہے۔

ہاپو، تھوڑے ایسی طرح سے آج کوئی معمولی امیرزادہ اپنے دوستوں سے یہ پوچھ بیٹھے کہ اگر میری عورت کو کوئی حلوائی کے ہاتھ چار آئے میں بوج کر چلیبی کھانے کی بات کہ بیٹھے تو اس کے ساتھ میں کیا کرتا کروں۔ پھر اس کے ناسمجھ دوست کچھ ایسی ہی سزا تجویز کر دیں گے جیسی اکبر کے درباریوں نے کی تھی۔ اور مشکل یہ ہی کوئی ایک ایسا نیکلے گا جو ہیریل جیسا ٹھیک اور چست جواب دے سکے۔ اور ہاپو اگر آج آپ ہندوستان کے چوٹی کے سمجھداروں سے کہیں یہ سوال کر بیٹھیں کہ اگر کوئی بھارت، مانا کو امریکہ کے ہاتھ کچھ موٹروں اور بڑے بڑے مکانوں کے لوبہ میں آکر گوری رکھنے کی بات سوچ بیٹھے تو اس کو کھاسزا دی جائے۔ تو کیا عجیب سارے چوٹی کے نہتے، اپنی سمجھ کو دھتکتا بتاتا ایک آواز میں چلا دیں کہ ایسے آدمی کو فوراً گولی سے مار دینا چاہئے۔ اور جب جیسے ہی ان کے اس فہم کی چلاکت ختم ہو تب ویسے ہی کہیں ایک سیدھا سادا آدمی یہ کہ بیٹھے کہ نہیں، اس کو تو پچکار کر گوری لے لینا چاہئے اور اس کی اس ہمت پر اس کی بلانہیں لہنی چاہئے۔ تو ہاپو اس وقت سوائے آپ کے کون مسکرائے گا۔ چوٹی کے نہتے تو آگ پہلا ہو کر ایسی صلح دینے والے کے اوپر کوہ پڑیں گے اور نہ جانے اس کا کیا حال کر دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ ہاپو، یہ تو آپ ہی سمجھتے ہیں کہ آخر تین برس کے گاندھی کے سوائے اور کون ایسی بات بوجھ سکتا ہے۔

ہاپو، تھوڑے ایسی طرح سے آج کوئی معمولی امیرزادہ اپنے دوستوں سے یہ پوچھ بیٹھے کہ اگر میری عورت کو کوئی حلوائی کے ہاتھ چار آئے میں بوج کر چلیبی کھانے کی بات کہ بیٹھے تو اس کے ساتھ میں کیا کرتا کروں۔ پھر اس کے ناسمجھ دوست کچھ ایسی ہی سزا تجویز کر دیں گے جیسی اکبر کے درباریوں نے کی تھی۔ اور مشکل یہ ہی کوئی ایک ایسا نیکلے گا جو ہیریل جیسا ٹھیک اور چست جواب دے سکے۔ اور ہاپو اگر آج آپ ہندوستان کے چوٹی کے سمجھداروں سے کہیں یہ سوال کر بیٹھیں کہ اگر کوئی بھارت، مانا کو امریکہ کے ہاتھ کچھ موٹروں اور بڑے بڑے مکانوں کے لوبہ میں آکر گوری رکھنے کی بات سوچ بیٹھے تو اس کو کھاسزا دی جائے۔ تو کیا عجیب سارے چوٹی کے نہتے، اپنی سمجھ کو دھتکتا بتاتا ایک آواز میں چلا دیں کہ ایسے آدمی کو فوراً گولی سے مار دینا چاہئے۔ اور جب جیسے ہی ان کے اس فہم کی چلاکت ختم ہو تب ویسے ہی کہیں ایک سیدھا سادا آدمی یہ کہ بیٹھے کہ نہیں، اس کو تو پچکار کر گوری لے لینا چاہئے اور اس کی اس ہمت پر اس کی بلانہیں لہنی چاہئے۔ تو ہاپو اس وقت سوائے آپ کے کون مسکرائے گا۔ چوٹی کے نہتے تو آگ پہلا ہو کر ایسی صلح دینے والے کے اوپر کوہ پڑیں گے اور نہ جانے اس کا کیا حال کر دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ ہاپو، یہ تو آپ ہی سمجھتے ہیں کہ آخر تین برس کے گاندھی کے سوائے اور کون ایسی بات بوجھ سکتا ہے۔

ہاپو، تھوڑے ایسی طرح سے آج کوئی معمولی امیرزادہ اپنے دوستوں سے یہ پوچھ بیٹھے کہ اگر میری عورت کو کوئی حلوائی کے ہاتھ چار آئے میں بوج کر چلیبی کھانے کی بات کہ بیٹھے تو اس کے ساتھ میں کیا کرتا کروں۔ پھر اس کے ناسمجھ دوست کچھ ایسی ہی سزا تجویز کر دیں گے جیسی اکبر کے درباریوں نے کی تھی۔ اور مشکل یہ ہی کوئی ایک ایسا نیکلے گا جو ہیریل جیسا ٹھیک اور چست جواب دے سکے۔ اور ہاپو اگر آج آپ ہندوستان کے چوٹی کے سمجھداروں سے کہیں یہ سوال کر بیٹھیں کہ اگر کوئی بھارت، مانا کو امریکہ کے ہاتھ کچھ موٹروں اور بڑے بڑے مکانوں کے لوبہ میں آکر گوری رکھنے کی بات سوچ بیٹھے تو اس کو کھاسزا دی جائے۔ تو کیا عجیب سارے چوٹی کے نہتے، اپنی سمجھ کو دھتکتا بتاتا ایک آواز میں چلا دیں کہ ایسے آدمی کو فوراً گولی سے مار دینا چاہئے۔ اور جب جیسے ہی ان کے اس فہم کی چلاکت ختم ہو تب ویسے ہی کہیں ایک سیدھا سادا آدمی یہ کہ بیٹھے کہ نہیں، اس کو تو پچکار کر گوری لے لینا چاہئے اور اس کی اس ہمت پر اس کی بلانہیں لہنی چاہئے۔ تو ہاپو اس وقت سوائے آپ کے کون مسکرائے گا۔ چوٹی کے نہتے تو آگ پہلا ہو کر ایسی صلح دینے والے کے اوپر کوہ پڑیں گے اور نہ جانے اس کا کیا حال کر دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ ہاپو، یہ تو آپ ہی سمجھتے ہیں کہ آخر تین برس کے گاندھی کے سوائے اور کون ایسی بات بوجھ سکتا ہے۔

وہاں سے بہت باریک کر دیئے جائیں اور کتلیے سے جو چھوٹے چھوٹے دھبے باہر اُن میں سے کہیں ایک دیشا ہو دیا جائے تو وہ پانی پاک کر کے پھر بن جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ پکا کیا سب کا سب بوجھ ہوتا ہے۔ آپ کے شہید ہونے کے بعد ہمارا ایسا خیال ہے کہ ہندوستان کے چوٹی کے نہایتاں نے آپ کے اس پانچ ہوت سے بلے تن کے بارے میں بھی کچھ ایسا ہی اندازہ لگایا، اسی لئے اُنہوں نے آپ کی ہڈیوں کے پھول جگہ جگہ ندیوں میں قال دئے۔ اور ونوبا کے پرمدعام کے نیچے بہنے والی پونار ندی میں بھی اُن میں سے کچھ ہڈیوں کو جگہ مل گئی۔ اور باپو! یہ سن کر تو تمہیں کتنی خوشی ہوگی کہ چوٹی کے نہایتاں کا اندازہ آپ کی مٹی پر رانہ کے بارے میں بالکل ٹھیک نکلا! ہاؤ! تین برس کے اس عرصے میں ہندوستان نے کونے کونے میں اُن غلت گاندھی پیدا ہوئے ہیں۔ عمر کے لحاظ سے تو وہ ابھی بچے ہیں کیونکہ تین برس کی عمر ہوتی ہی کیا ہے! لیکن یہ سن کر تو باپو آپ کو بے حد خوشی ہوگی کہ اُن میں سے ہر ایک اپنے آپ کو باپو سمجھتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ دوسرے لوگ اُنہیں باپو کہہ کر نہیں پکارتے۔

باپو، کینی بال (آدمخوڑ) بننا، अगर بوری بات نہ ہو اور سماج کی دھڑ میں پیچھے ہٹنے والی بات نہ ہو، تو ہم کہہ دیتے ہیں، ہمارے من میں آج یہ بات ضرور اُٹھی کہ اگر آپ کے شہید ہونے کے وقت ہم ہندوستانی کھلی بال ہوتے تو ہم کسی نہ کسی طرح آپ کی بدھی، آپکا ستھ، آپ کی اہلسا ہضم کئے بنا نہ مانتے۔ آپ کی ہندوستان بھر میں پھیلانی ہوئی رانہ کے ذریعے آپ کی بدھی کا یا ستھ اور اہلسا کا بھی کچھ اُنہیں ہمارے حصے میں آیا ہے یا نہیں یہ ہم نہیں کہہ سکتے۔ پتہ نہیں ایشور کا اس میں کیا بھید تھا کہ ہم آپ کی شہادت کے وقت کھلی بال نہیں تھے۔

باپو، یہ ٹھیک ہے کہ ابھی جتنے گاندھی پیدا ہوئے ہیں وہ عمر میں چاہے کتلیے ہوئے کوں نہ ہوں، گاندھی بننے کی اُن کی عمر ابھی تین برس تو ہی مہلے کی ہے۔ اور اُس عمر کے لحاظ سے وہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ اس قابل ضرور ہے کہ اُن کو بڑھاوا دیا جائے اور اُن کی ہمت بڑھائی جائے۔ اور اُس میں شک نہیں کہ آپ جہاں بھی ہونگے وہاں سے ایسا ضرور کر رہے ہونگے۔

باپو، اب آپ سے تو ہم کہا کہیں، آپ کو تو بادشاہ انور کی وہ بات معلوم ہی ہے جس وقت اس نے اپنے درباریوں سے یہ سوال کیا کہ اگر کوئی ہماری داڑھی پکڑے تو اس کا ہم کیا کریں۔ اور درباریوں نے جو جواب دیا تھا وہ بھی آپ کو معلوم ہے۔ اُن ناسمجھوں نے بھی تو جواب دیا تھا کہ اُس کو بہت کی سزا دی

اُس نے بہت باریک کر دیئے جائیں اور کتلیے سے جو چھوٹے چھوٹے دھبے باہر اُن میں سے کہیں ایک دیشا ہو دیا جائے تو وہ پانی پاک کر کے پھر بن جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ پکا کیا سب کا سب بوجھ ہوتا ہے۔ آپ کے شہید ہونے کے بعد ہمارا ایسا خیال ہے کہ ہندوستان کے چوٹی کے نہایتاں نے آپ کے اس پانچ ہوت سے بلے تن کے بارے میں بھی کچھ ایسا ہی اندازہ لگایا، اسی لئے اُنہوں نے آپ کی ہڈیوں کے پھول جگہ جگہ ندیوں میں قال دئے۔ اور ونوبا کے پرمدعام کے نیچے بہنے والی پونار ندی میں بھی اُن میں سے کچھ ہڈیوں کو جگہ مل گئی۔ اور باپو! یہ سن کر تو تمہیں کتنی خوشی ہوگی کہ چوٹی کے نہایتاں کا اندازہ آپ کی مٹی پر رانہ کے بارے میں بالکل ٹھیک نکلا! ہاؤ! تین برس کے اس عرصے میں ہندوستان نے کونے کونے میں اُن غلت گاندھی پیدا ہوئے ہیں۔ عمر کے لحاظ سے تو وہ ابھی بچے ہیں کیونکہ تین برس کی عمر ہوتی ہی کیا ہے! لیکن یہ سن کر تو باپو آپ کو بے حد خوشی ہوگی کہ اُن میں سے ہر ایک اپنے آپ کو باپو سمجھتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ دوسرے لوگ اُنہیں باپو کہہ کر نہیں پکارتے۔

باپو، کھلی بال (آدمخوڑ) بننا، اگر بوری بات نہ ہو اور سماج کی درز میں پیچھے ہٹنے والی بات نہ ہو، تو ہم کہہ دیتے ہیں، ہمارے من میں آج یہ بات ضرور اُٹھی کہ اگر آپ کے شہید ہونے کے وقت ہم ہندوستانی کھلی بال ہوتے تو ہم کسی نہ کسی طرح آپ کی بدھی، آپکا ستھ، آپ کی اہلسا ہضم کئے بنا نہ مانتے۔ آپ کی ہندوستان بھر میں پھیلانی ہوئی رانہ کے ذریعے آپ کی بدھی کا یا ستھ اور اہلسا کا بھی کچھ اُنہیں ہمارے حصے میں آیا ہے یا نہیں یہ ہم نہیں کہہ سکتے۔ پتہ نہیں ایشور کا اس میں کیا بھید تھا کہ ہم آپ کی شہادت کے وقت کھلی بال نہیں تھے۔

باپو، یہ ٹھیک ہے کہ ابھی جتنے گاندھی پیدا ہوئے ہیں وہ عمر میں چاہے کتلیے ہوئے کوں نہ ہوں، گاندھی بننے کی اُن کی عمر ابھی تین برس تو ہی مہلے کی ہے۔ اور اُس عمر کے لحاظ سے وہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ اس قابل ضرور ہے کہ اُن کو بڑھاوا دیا جائے اور اُن کی ہمت بڑھائی جائے۔ اور اُس میں شک نہیں کہ آپ جہاں بھی ہونگے وہاں سے ایسا ضرور کر رہے ہونگے۔

باپو، اب آپ سے تو ہم کہا کہیں، آپ کو تو بادشاہ انور کی وہ بات معلوم ہی ہے جس وقت اس نے اپنے درباریوں سے یہ سوال کیا کہ اگر کوئی ہماری داڑھی پکڑے تو اس کا ہم کیا کریں۔ اور درباریوں نے جو جواب دیا تھا وہ بھی آپ کو معلوم ہے۔ اُن ناسمجھوں نے بھی تو جواب دیا تھا کہ اُس کو بہت کی سزا دی

خوش کرنے کے لیے انہوں نے اس ہوسٹل کو زمینی دے دی تھی۔ لاکھوں روپیہ اس بھٹی سے کساتے ہیں۔ ہزاروں کانگریس کو چندہ دے دیتے ہیں۔ اُن سے بول ہی کون سکتا ہے۔ اُن دن مسطوروں کی دھوت ہوتی رہتی ہے۔
”یہ ان کے خلاف کس کی دال کل سکتی ہے۔“

”بہشتا چار تمام پھل لیا ہے، یہ صحیح ہے۔ لیکن ہائیکورٹ میں تو اپیل ہو سکتی ہے۔ وہاں تو تم اپنی لغدرستی اور سداچار کی دھائی دے کر انصاف مانگ سکتے ہو۔“ میں نے جیسے उसکی آڈیشن دूर کرنے کے لیے ضرورت سمجھاؤ پیش کرتے ہوئے کہا۔

”جی، ضرور! ہائی کورٹ قانون کے شब्दوں کو ماننا ہے، उसکی آتما کو نہیں۔ ہوسٹل کے بننے سے پہلے یہ بھٹی یہاں تھی اس لیے اسے یہاں رہنا چاہیے۔ راتلی وہ لوگوں کی ہے جنہوں نے یہاں ہوسٹل بنوایا تھا۔ اس لیے ہائیکورٹ کا فیصلہ ہو جائے گا کہ اگر آپ چاہیں تو ہوسٹل دوسری جگہ کھسکا لیجئے آپ کو پوری آزادی ہے۔ اور تم جانتے ہو شراب کی بھٹی کے لیے جگہ مل سکتی ہے، ملدر مسجد بنانے کے لیے جگہ مل سکتی ہے، ہمسپتالی بھی کی فیکٹری کھولنے کے لیے جگہ مل سکتی ہے، سگریٹ کی فیکٹری کے لیے جگہ مل سکتی ہے، لیکن بیچارہوں کے ہوسٹل بنانے کے لیے جگہ نہیں مل سکتی، اسکول کھولنے کے لیے جگہ نہیں مل سکتی، جلتا کے واسطے اسپتال کھولنے کی جگہ نہیں مل سکتی، بھٹے کے لیے مکان بنانے کی جگہ نہیں مل سکتی۔ زمین تو کسی نہ کسی زمیندار کی ہی ہے۔ وہ دھن چاہتا ہے چلتا کا فائدہ نہیں۔ سرکار بھی تو اُسی کی ہے۔ جو کچھ کرے گی اُس کے فائدے کا بچاؤ کر کے ہی تو کرے گی۔“

میرے منہ سے آویں میں نکل گیا۔

”جے سراج! جے بھارت!! جے ریشیوں مونیوں کی سنوان!!!“

باپ سے

باپ،

میں نے ایک دانا زمین میں دکان ہو کر اپنے جیسے لوگوں کو ہزاروں پیدا کر لیا ہے۔ اور ہم نے یہ بھی سن لیا ہے کہ ایک بکے ہوئے کھانے کو اگر ایک سٹلی پر بونٹ لیا جائے اور پھر اُس سٹلی کو کھا کر کھینچ لیا جائے

باپ سے

باپ،

میں نے ایک دانا زمین میں دکان ہو کر اپنے جیسے لوگوں کو ہزاروں پیدا کر لیا ہے۔ اور ہم نے یہ بھی سن لیا ہے کہ ایک بکے ہوئے کھانے کو اگر ایک سٹلی پر بونٹ لیا جائے اور پھر اُس سٹلی کو کھا کر کھینچ لیا جائے

وہ سوک پر بیٹھا لے کر رہا تھا۔ سامنے کوتوالی پر
 ایک سپاہی سنگین سے لیس کھڑا تھا۔ قانون ٹوٹ چکا
 تھا اور وہ کھڑا تھا..... مجرم سامنے کھڑا تھا اور وہ کھڑا
 ہو کر رہا تھا۔ اُس کی خطا ہی کیا ہے۔ قانون ہی کچھ
 ایسا ہے۔۔۔ اس ہندستان میں سب من کے ہاتھوں
 مجبور ہیں!

اُن کے اُترنے سے ایک مصہبت حل ہوگئی۔ میں ہلکتی ہوا کا مڑا لے سکا۔ خوب ہی سین ہیں۔ ہم سوکوں کو پار کرتے ہوئے تی۔ جی۔ ہوسٹل پہنچ گئے۔۔ نیچے بہادر کمرے میں نہیں تھے۔ بغل والوں سے معلوم ہوا وہ کومتی کداریے کھولنے گئے ہیں۔ میں نے اُن کے کمرے کے سامنے سامان پھینکا اور کومتی کی طرف چل گیا۔ سوکڑ کے فاصلے پر کومتی لہریں سار دھتی تھی۔ میں نیچے بہادر تک پہنچ گیا۔ ہم دونوں گلے ملتے میں نے چکھاسا سے لدے سرور میں پوچھا — ”کیا کبھی ہر معاملہ حل ہوچکا؟“

”معاماتہ تو کوئی کمبھدر نہیں ہے۔ صرف ستھس کی شادی ہونے والی ہے۔ آج ہی ہوگی۔ تمہیں وہ بلانا چاہتا تھا۔ مجھ سے تارا داوا دیا۔ تم گھبرا تو آتے ہوگے؟“

”میں نے اُس کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔۔۔“ دھت

”دھری کے! ایسا بھی کہیں مذاقی کہا جاتا ہے“

دھوپا کا سڈین بہت مروہک تھا۔ بہاؤ میں تھوڑی تھپی
 اور لہروں میں جوانی کی انگڑائی۔ ہدیائی گذارے کے
 دونوں طرف تھی۔ یہ سندر درجہ مجھے بہت بھا رہا
 تھا۔ لہجن شراب کی بو ہوا میں مل گئی تھی۔ میں
 نے دو چار بار سونگھ کر پتہ لگانے کی کوشش کی کہ ہو کدھر
 سے آ رہی ہے۔ کچھ پتہ نہ لگ پایا۔ پھر توجہ سے بوجھا
 — ”شراب کی مہک کہاں سے آ رہی ہے توجہ؟“

”ہمارے ہوسٹل کے بائیکل بغل میں ایک بھٹی
 ہے۔“ تمہیں نے اُتر دیا۔

” لکھنؤ میں شراب پینے پر تو پابندی ہے اور ہوسٹل کے بغل میں بہتی جل رہی ہے۔ یہ دوزخ کی ہماری مسجد سے دور ہے۔“ انہوں نے کمبہر سرور میں کھج سے کہا۔

” یہ کانگریس راج ہے کانگریس راج۔“ تبج نے دہلک کہا۔

”تم لوگ لڑتے کہیں نہیں ہو۔ سرکار سے مانگ کرو کہ اس بھٹی کو بلند کر دے۔“ میں نے آویس بھرے لہجے میں سمجھاؤ رکھا۔

تبیخ کے منہ پر ہلکی سی مسکراہٹ اٹھی اور اُس نے کہا۔ ”تم نہیں جانتے کہ بھتی کے مالک ہوئے بھندار میں۔ یہ ساری زمین انہوں کی ہے، گورنر صاحب کو

۔ دوسری مہرے دماغ میں الجھن پیدا کر رہی تھی ۔
 میں نے جھنجھلا کر کہا — ” بابا جلدی بھی کرو“
 لہا بھی لو۔“

اُس نے دوسری سواری کو بیٹھا لیا۔ ابھی کچھ قدم
رکشا چلا ہوا کہ اُن سچن نے مہری طرف اپنا منہ
ہایا اور بولے— ”آپ جانتے ہیں‘ میں کون ہوں۔ میں
ہاراجہ گوالہار کا ‘ایڈیورنٹ‘ ہوں۔“ منہ سے شراب
بھہکا نکل رہا تھا۔ مجھے شرابی سے ایک طرح کی
مدرسہ ہے۔ جب کوئی شراب پی لیتا ہے تو وہ سچ بولتا
۔۔۔ سچ شاید بڑا نشے کے کوئی بولتا ہی نہیں ہے۔ نشے
میں فرق ضرور ہے لیکن میں تو سب نشے ہی کی
تھیں۔ لیکن یہ آدمی صاف جھوٹ بول رہا تھا۔ یہ
بئی فریب کلرک معلوم ہو رہا تھا۔ اپنی پتلی کو ڈاکر
چوں کا دردہ اور کھانا چھین کر اُس نے شراب پی تھی۔
بواب ہی تھی تو بھی یہ جھوٹ بول رہا تھا۔ مجھے چڑھ
سی ہو گئی۔ میں نے منہ مڑ لیا۔ وہ بکواس کرتا رہا۔
ہوڑی دیر بعد مجھے چہل سوچھی۔ اُس کی طرف منہ
ہما کر میں نے پوچھا— ”لکھنؤ میں تو شراب پینا
منع ہے۔ آپ کہاں سے چڑھا کر آ رہے ہیں؟“

"جی" لکھنؤ میں ملے ہ لکھنؤ میں
 اس پاس کے گاؤں میں کرنی ملے ہی نہیں ہے . جب من
 چاہتا ہے ایک دو استھن ادر ادر نکل جاتا
 ہوں سو ہو آتا ہوں"

”یو ایس کچھ نہیں کرتی؟ شہر میں آپ اس طرح کی گر گھوم رہے ہیں۔ آپ کو تو ضرور پکڑ لینا چاہئے۔“
میں نے سوال کیا۔

”ہاں گرفتار تو کر لیتا چاہئے لیکن.....
لیکن پولیس جو تھیری اور وہ بھی سردار
ای پولیس ہا ہا ہا ہا بس جو سامنے
آیا کچھ ٹکا دیا، سارا معاملہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔“ وہ تھپکا
ٹکا لگا کر ہنستا رہا، مومن سکڑا ہوا نشہ مومن قویہ دینک
کا مڑا لیتا رہا۔

تھہک قہصر باغ پولیس چوکی کے سامنے وہ سجن
اُتر گئے۔ رکشے سے اُترتے ہی اُن کو قے ہوئی۔ اچھا ہوا
رکشے پر اُن کو اتنی نہیں ہوئی۔ ایک تو قے دوسرے
شراب کی قے۔ دماغ بھلدا اُٹھا۔ جی چاہا اُن کو ایک
چھت لگاواں۔ میں نے قصہ میں کہا — ”جب قسم نہیں
کر پاتے تو دھکوسے کہوں ہو؟ اپنا پوت لگاتے ہو‘ خون
چلاتے ہو‘ دیکھ سہتے ہو‘ صرف کمبخت نشے کے لئے۔“

” بات تو ٹھوگ ہے من کو کھا کیا جائے !...
من کے ہاتھوں ہم سب مچھوڑ دیں !!“ شرابی
نے بھٹکے گردن کئے ہوئے من کو دیا ۔

ڈاکٹر ساہب نے بات کاٹ کر بھننا شروع کیا—
 “بمبارے کا کامانا رہ رہ کے یاد کرنا پڑتا ہے۔
 ساموہی ساموہی ڈاکٹر تین تین سائے چار چار سائے کی
 آمادہ کر لیتے تھے۔ بیٹا کدے سونے رپے ملتے تھے۔ لیکن
 آج کل کمبختوں سے مٹھ بھول کے کدو بھی تو کوئی نہیں
 دیتا۔ آپ تو ڈاکٹر ہی ہیں، میں تو سبیل سرجن ہوں۔ لیکن
 پہلے کے مٹھ بھولے میں کوئی آمادہ نہیں ہوتی۔ کدو کسی
 مٹھ بھولے میں ملتا ہے تو کسی نہ کسی کدو
 دھاری کو بھی شامل کرنا پڑتا ہے..... میں تو اب صاف
 کم دیتا ہوں..... سرتھنکٹ لکھتے، خطرناک چوت
 کا سرتھنکٹ دیتے وغیرہ کا مٹھ بھولے مقرر ہے۔ کدو کام
 کدو دام۔ کسی کے ساتھ رعایت نہیں۔ پرسوں ایک گاؤں
 میں لاکھ چل گئی۔ ایک آدمی کی مٹھ بھول گئی۔
 میں نے اس کی پارٹی والوں سے صاف کم دیا کہ پانچ سو
 روپے دو نہیں تو میں ’خطرناک‘ چوت نہیں لکھوں
 گا۔ لکھ اڈھر اڈھر کی پٹی پڑھانے۔ میں نے ایک بھی
 نہیں سلی بدلا لکھ میں نے قلم نہیں اٹھایا۔“

”ہم جیسے بچوں کا تو کچھ بس ہی نہیں چلتا۔
 مقدمے وغیرہ ہم تک پہنچنے ہی نہیں دیتے۔ اڈر
 ہی اوپر سب طے ہو جاتا ہے۔ سریشوں سے پانچ بھول کے
 لکھ بھی کچھ نہیں ملتا۔ میں تو بکٹاؤں صاف، آپ سے
 کدو چھوٹا۔ دوائیں ہلکے مارکٹ میں بکوا لیتا ہوں
 اور پانی روٹوں کو دیتا ہوں۔ لیکن اگلے حصے دار ہو
 جاتے ہیں کہ کوئی خاص آدھی نہیں ہوتی۔“

”آخر کدو ہی کدو جائے۔ بھٹی کچھ نہ کچھ اپنے
 ور بچوں کے لئے کرنا ہی پڑے گا۔ پھر کسی صورت کدو
 ہو۔ پھٹ پالنا بھی کوئی جرم ہے۔“ سول سرجن
 صاحب نے ڈاکٹر صاحب کی کڑوت کو تھک تھراتے
 ہوئے کہا۔

میرے مٹھ سے یکبارگی نکل گیا— ”جے سوراہ ! جے
 بھارت !! جے مہاراشٹروں کی سلطنت !!!“

میری آواز سے دونوں چونک پڑے اور چپ ہو گئے۔
 میں نے کدو مٹھ پر دھک کر پھٹ کر پھٹ لیا۔

صبح صبح گاڑی لکھڑ پھونچ گئی۔ میرے پاس تھا
 ہی کیا۔ سٹ سے سٹیشن سے باہر آیا۔ مٹھ بھول کالین
 جانے کے لیے ریکشا کیا۔ اس সময় میں مسافر تھا، میری
 سامان لٹ بٹھی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ میں نے اپنے
 دوست کو فافسی سے بچا لیا ہے، یا کدو کسی مٹھ
 بھولے سے بڑی کر دیا گیا ہے۔ میں بے حد خوش تھا۔
 ابھی جگہ سے ہٹا بھی نہ تھا کہ پیچھے سے آواز آئی
 —”ریکشا خالی ہے؟“

ریکشو والے نے پوچھا، ابھر میں راہی ہوں تو وہ یہ
 راہی بھی بھٹکا لے۔ اس کو پیسے مل جائیں گے۔ وہ
 لی غریبی کا رونا روئے لگا۔ مجھے اس وقت تھک تھک پھونچتا

ڈاکٹر صاحب نے بات کاٹ کر بھننا شروع کیا—
 “بمبارے کا کامانا رہ رہ کے یاد کرنا پڑتا ہے۔
 ساموہی ساموہی ڈاکٹر تین تین سائے چار چار سائے کی
 آمادہ کر لیتے تھے۔ بیٹا کدے سونے رپے ملتے تھے۔ لیکن
 آج کل کمبختوں سے مٹھ بھول کے کدو بھی تو کوئی نہیں
 دیتا۔ آپ تو ڈاکٹر ہی ہیں، میں تو سبیل سرجن ہوں۔ لیکن
 پہلے کے مٹھ بھولے میں کوئی آمادہ نہیں ہوتی۔ کدو کسی
 مٹھ بھولے میں ملتا ہے تو کسی نہ کسی کدو
 دھاری کو بھی شامل کرنا پڑتا ہے..... میں تو اب صاف
 کم دیتا ہوں..... سرتھنکٹ لکھتے، خطرناک چوت
 کا سرتھنکٹ دیتے وغیرہ کا مٹھ بھولے مقرر ہے۔ کدو کام
 کدو دام۔ کسی کے ساتھ رعایت نہیں۔ پرسوں ایک گاؤں
 میں لاکھ چل گئی۔ ایک آدمی کی مٹھ بھول گئی۔
 میں نے اس کی پارٹی والوں سے صاف کم دیا کہ پانچ سو
 روپے دو نہیں تو میں ’خطرناک‘ چوت نہیں لکھوں
 گا۔ لکھ اڈھر اڈھر کی پٹی پڑھانے۔ میں نے ایک بھی
 نہیں سلی بدلا لکھ میں نے قلم نہیں اٹھایا۔“

”ہم جیسے بچوں کا تو کچھ بس ہی نہیں چلتا۔
 مقدمے وغیرہ ہم تک پہنچنے ہی نہیں دیتے۔ اڈر
 ہی اوپر سب طے ہو جاتا ہے۔ سریشوں سے پانچ بھول کے
 لکھ بھی کچھ نہیں ملتا۔ میں تو بکٹاؤں صاف، آپ سے
 کدو چھوٹا۔ دوائیں ہلکے مارکٹ میں بکوا لیتا ہوں
 اور پانی روٹوں کو دیتا ہوں۔ لیکن اگلے حصے دار ہو
 جاتے ہیں کہ کوئی خاص آدھی نہیں ہوتی۔“

”آخر کدو ہی کدو جائے۔ بھٹی کچھ نہ کچھ اپنے
 ور بچوں کے لئے کرنا ہی پڑے گا۔ پھر کسی صورت کدو
 ہو۔ پھٹ پالنا بھی کوئی جرم ہے۔“ سول سرجن
 صاحب نے ڈاکٹر صاحب کی کڑوت کو تھک تھراتے
 ہوئے کہا۔

میرے مٹھ سے یکبارگی نکل گیا— ”جے سوراہ ! جے
 بھارت !! جے مہاراشٹروں کی سلطنت !!!“

میری آواز سے دونوں چونک پڑے اور چپ ہو گئے۔
 میں نے کدو مٹھ پر دھک کر پھٹ کر پھٹ لیا۔

صبح صبح گاڑی لکھڑ پھونچ گئی۔ میرے پاس تھا
 ہی کیا۔ سٹ سے سٹیشن سے باہر آیا۔ مٹھ بھول کالین
 جانے کے لیے ریکشا کیا۔ اس সময় میں مسافر تھا، میری
 سامان لٹ بٹھی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ میں نے اپنے
 دوست کو فافسی سے بچا لیا ہے، یا کدو کسی مٹھ
 بھولے سے بڑی کر دیا گیا ہے۔ میں بے حد خوش تھا۔
 ابھی جگہ سے ہٹا بھی نہ تھا کہ پیچھے سے آواز آئی
 —”ریکشا خالی ہے؟“

ریکشو والے نے پوچھا، ابھر میں راہی ہوں تو وہ یہ
 راہی بھی بھٹکا لے۔ اس کو پیسے مل جائیں گے۔ وہ
 لی غریبی کا رونا روئے لگا۔ مجھے اس وقت تھک تھک پھونچتا

ہی باہریے، اپنی سرکار ہوگئی ہے نہ۔' وہ بولے—'کچھ بات کرتے ہیں داروگا جی آپ بھی، اب ہی تو موقع ہے ہاتھ کی سفاکی کا۔' مینے سہانہ انداز میں کہا—'کچھ کیا جاسکے۔' وہ مسکراتے ہوئے بولے—'خوب دھوئے ہاتھ چلائیں۔ ہم تو یہیں ہیں۔ کوئی اونچ نیچ پڑے گا تو دیکھا جائے گا۔ لیکن..... آدھو آدھو رہے۔' داروگا جی،' مہری تو باجھوں کھل گئیں۔ یقیناً ماہو ایک سال میں اس تھالے سے دس ہزار روپے میں لے کر آئے تھے۔ سگریٹوں صاحب کے حوالے بھی اتنا ہی کر دیا۔ اب تو مہری ہمت کھل گئی ہے۔ جہاں جاتا ہوں وہاں کے سب سے اشراف کانگریسی سے معاملہ طے کر لیتا ہوں۔"

"یہی حال تو اپنا بھی ہے داروگا جی! لیکن اب تو ان کانگریسیوں کا لالچ بڑھتا ہی جاتا ہے۔ جیسا کہ سے جیسا کہ دھوکا دیتے ہیں۔ مہنت کر کے ہم اور مفت کا دھوکا ان کو دیتے ہیں۔ اچھے آئے کہیں کے....."

میں نے ہنسی بھری آنکھوں سے اسے دیکھا۔ لیکن میں نے کہا کہ اس کا لالچ بڑھتا ہی جاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ حصہ مانگتے ہیں۔ مصلحت کریں ہم اور مفت کا حصہ ان کو بٹھائیں۔ اچھے آئے کہیں کے....."

میں نے ہنسی بھری آنکھوں سے اسے دیکھا۔ لیکن میں نے کہا کہ اس کا لالچ بڑھتا ہی جاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ حصہ مانگتے ہیں۔ مصلحت کریں ہم اور مفت کا حصہ ان کو بٹھائیں۔ اچھے آئے کہیں کے....."

میں نے ہنسی بھری آنکھوں سے اسے دیکھا۔ لیکن میں نے کہا کہ اس کا لالچ بڑھتا ہی جاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ حصہ مانگتے ہیں۔ مصلحت کریں ہم اور مفت کا حصہ ان کو بٹھائیں۔ اچھے آئے کہیں کے....."

میں نے ہنسی بھری آنکھوں سے اسے دیکھا۔ لیکن میں نے کہا کہ اس کا لالچ بڑھتا ہی جاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ حصہ مانگتے ہیں۔ مصلحت کریں ہم اور مفت کا حصہ ان کو بٹھائیں۔ اچھے آئے کہیں کے....."

میں نے ہنسی بھری آنکھوں سے اسے دیکھا۔ لیکن میں نے کہا کہ اس کا لالچ بڑھتا ہی جاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ حصہ مانگتے ہیں۔ مصلحت کریں ہم اور مفت کا حصہ ان کو بٹھائیں۔ اچھے آئے کہیں کے....."

میں نے ہنسی بھری آنکھوں سے اسے دیکھا۔ لیکن میں نے کہا کہ اس کا لالچ بڑھتا ہی جاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ حصہ مانگتے ہیں۔ مصلحت کریں ہم اور مفت کا حصہ ان کو بٹھائیں۔ اچھے آئے کہیں کے....."

میں نے ہنسی بھری آنکھوں سے اسے دیکھا۔ لیکن میں نے کہا کہ اس کا لالچ بڑھتا ہی جاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ حصہ مانگتے ہیں۔ مصلحت کریں ہم اور مفت کا حصہ ان کو بٹھائیں۔ اچھے آئے کہیں کے....."

میں نے ہنسی بھری آنکھوں سے اسے دیکھا۔ لیکن میں نے کہا کہ اس کا لالچ بڑھتا ہی جاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ حصہ مانگتے ہیں۔ مصلحت کریں ہم اور مفت کا حصہ ان کو بٹھائیں۔ اچھے آئے کہیں کے....."

اکتوبر ۵۱ء

بیچارہ ہی بیچارہ نکلا۔ دےس کا یہ نقشہ دیکھ کر مہرے دل پر تو صائب لوٹ جاتا ہے۔ لیکن کیا کروں۔ بڑھا ہو گیا ہوں۔ کچھ بس بھی تو نہیں چلتا..... سوراچ کیا ہوا مصیبت آگئی۔ میں اگر یہ سب جانتا تو کبھی بھی گھر بار نہ آجاتا، نہ جہل جانا، نہ پولیس کی لڑائی جاتا۔ اس بھارت کے لئے تھوڑے ہی ہم نے تھاک کیا تھا۔

”میں نے بھی کچھ کچھ یاد پڑتا ہے۔ میں سرچتا ہوں میں بھی کتنا پتہ پتہ تھا اُس وقت۔ ہر ایک سے بھی سوال کیا کرتا تھا۔ مجھے اصل میں فکر ہوگئی تھی۔ تمہیں یاد ہو یا نہ یاد ہو مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے دوسرے دن پھر پوچھا تھا کہ بھئی سوراچ کے بعد آخر ہوگا کیا.....؟“

پنڈت جی بات کاٹ کر بول اٹھے—”خوب یاد ہے جاؤ ساہب! آپ کے بار بار پوچھنے سے مجھے بھی چلتا ہوگئی تھی۔ میں نے آپ کو پھر سمجھایا تھا کہ جب سوراچ ہو جائے گا تو دےس بھر میں دودھ اور گھی نہ بکے پائے گا۔ سب کے گھر میں بھولیس گائے ہونگی۔ باہر سے کوئی خریدیگا ہی نہیں۔ دودھ گھی کا دیا پیلا ہوگا۔ سچ مجھ ہی بھارت میں دودھ کی ندیاں بہیں گی۔ تم نے پھر پوچھا تھا خاں صاحب کہ اگر کسی کا جانور تو کیا تو کھا ہوگا؟ میں نے کہا تھا تم بھی خاں صاحب عجیب آدمی ہو۔ ایک کے یہاں کچھ کسی ہوگی تو دوسرے کے یہاں سے سوغات میں آجائے گا۔ مل جل کر سب کا کام چلے گا۔ لیکن یاد کچھ بھی نہ ہوا، کوئی بات بھی تو سچی ہوتی۔ جو کچھ ہوا سب اُلٹا ہی ہوا.....“

”لیکن پنڈت اٹلا تو ضرور ہوا کہ دےس میں دودھ گھی بکنا سچ سچ ہلکا ہو گیا۔“ خاں صاحب نے ویلنگ بھرے سر میں کہا۔

”ہاں بھئی ہوا تو کچھ ضرور ہی! یہ دوسری بات ہے کہ وہ نہیں ہوا جو کہ ہونا چاہئے تھا۔“ پنڈت جی نے ایک تھپاک لگایا۔ دونوں کی اونچی ہلکی دےس میں گونج رہی تھی۔ بھارت کے سوراچ کا مذاق اڑا رہی تھی۔ چلتی دے رہی تھی۔ میں اُس چلتی پر سوچ رہا تھا، شاید سارا بھارت سوچ رہا تھا۔ میں اُن پرانے بھائیوں کے سوراچ پر سوچتا رہا، نئے بھائیوں کے سوراچ پر سوچتا رہا۔ مہرے سامنے بھارت کا ایک ہی رخ آکھوا ہوا تھا۔ بھارت میں خوشحالی محض بکواس ہے، سبھی سہیلتا محض سیلا۔ لیکن چور باراری، لوت، چوٹک پیر، رشوت، بدعاشی، چال بازی، ظلم، آٹھ چار سچی باتیں ہیں، آج کے بھارت کی باتیں ہیں، آزاد بھارت کی باتیں ہیں۔ میں اُسی رخ پر سوچ رہا تھا۔ اور اُسی سوچ میں نہ جانے کب سو گیا۔

رات کو ایک بار پشام کرنے کے لیے اُٹھا اور باغ میں سے لڑت رہا تھا کہ رات کے سناٹے میں کچھ

پنڈت جی بات کاٹ کر بول اٹھے—”خوب یاد ہے خاں صاحب! آپ کے بار بار پوچھنے سے مجھے بھی چلتا ہوگئی تھی۔ میں نے آپ کو پھر سمجھایا تھا کہ جب سوراچ ہو جائے گا تو دےس بھر میں دودھ اور گھی نہ بکے پائے گا۔ سب کے گھر میں بھولیس گائے ہونگی۔ باہر سے کوئی خریدیگا ہی نہیں۔ دودھ گھی کا دیا پیلا ہوگا۔ سچ مجھ ہی بھارت میں دودھ کی ندیاں بہیں گی۔ تم نے پھر پوچھا تھا خاں صاحب کہ اگر کسی کا جانور تو کیا تو کھا ہوگا؟ میں نے کہا تھا تم بھی خاں صاحب عجیب آدمی ہو۔ ایک کے یہاں کچھ کسی ہوگی تو دوسرے کے یہاں سے سوغات میں آجائے گا۔ مل جل کر سب کا کام چلے گا۔ لیکن یاد کچھ بھی نہ ہوا، کوئی بات بھی تو سچی ہوتی۔ جو کچھ ہوا سب اُلٹا ہی ہوا.....“

”لیکن پنڈت اٹلا تو ضرور ہوا کہ دےس میں دودھ گھی بکنا سچ سچ ہلکا ہو گیا۔“ خاں صاحب نے ویلنگ بھرے سر میں کہا۔

”ہاں بھئی ہوا تو کچھ ضرور ہی! یہ دوسری بات ہے کہ وہ نہیں ہوا جو کہ ہونا چاہئے تھا۔“ پنڈت جی نے ایک تھپاک لگایا۔ دونوں کی اونچی ہلکی دےس میں گونج رہی تھی۔ بھارت کے سوراچ کا مذاق اڑا رہی تھی۔ چلتی دے رہی تھی۔ میں اُس چلتی پر سوچ رہا تھا، شاید سارا بھارت سوچ رہا تھا۔ میں اُن پرانے بھائیوں کے سوراچ پر سوچتا رہا، نئے بھائیوں کے سوراچ پر سوچتا رہا۔ مہرے سامنے بھارت کا ایک ہی رخ آکھوا ہوا تھا۔ بھارت میں خوشحالی محض بکواس ہے، سبھی سہیلتا محض سیلا۔ لیکن چور باراری، لوت، چوٹک پیر، رشوت، بدعاشی، چال بازی، ظلم، آٹھ چار سچی باتیں ہیں، آج کے بھارت کی باتیں ہیں، آزاد بھارت کی باتیں ہیں۔ میں اُسی رخ پر سوچ رہا تھا۔ اور اُسی سوچ میں نہ جانے کب سو گیا۔

رات کو ایک بار پشام کرنے کے لیے اُٹھا اور باغ میں سے لڑت رہا تھا کہ رات کے سناٹے میں کچھ

پنڈت جی بات کاٹ کر بول اٹھے—”خوب یاد ہے خاں صاحب! آپ کے بار بار پوچھنے سے مجھے بھی چلتا ہوگئی تھی۔ میں نے آپ کو پھر سمجھایا تھا کہ جب سوراچ ہو جائے گا تو دےس بھر میں دودھ اور گھی نہ بکے پائے گا۔ سب کے گھر میں بھولیس گائے ہونگی۔ باہر سے کوئی خریدیگا ہی نہیں۔ دودھ گھی کا دیا پیلا ہوگا۔ سچ مجھ ہی بھارت میں دودھ کی ندیاں بہیں گی۔ تم نے پھر پوچھا تھا خاں صاحب کہ اگر کسی کا جانور تو کیا تو کھا ہوگا؟ میں نے کہا تھا تم بھی خاں صاحب عجیب آدمی ہو۔ ایک کے یہاں کچھ کسی ہوگی تو دوسرے کے یہاں سے سوغات میں آجائے گا۔ مل جل کر سب کا کام چلے گا۔ لیکن یاد کچھ بھی نہ ہوا، کوئی بات بھی تو سچی ہوتی۔ جو کچھ ہوا سب اُلٹا ہی ہوا.....“

رات کو ایک بار پشام کرنے کے لیے اُٹھا اور باغ میں سے لڑت رہا تھا کہ رات کے سناٹے میں کچھ

पर लिख गई और आवाज में जरा आवेश भर गया और उन्होंने फिर बात शुरू की—“लेकिन आज सारे सपने टूट गए.....हम ने तुमने जिसके लिये कुरबानी की थी वह भारत कहीं दिखाई ही नहीं पड़ता.” बूढ़े पंडित ने फिर एक ठंडी सांस खींची और किसी विचार में खो गए.

खाँ साहब भी दुखी मालूम पड़ रहे थे. शायद वह भी किसी बीते दिन की याद ताज़ा कर रहे थे. मैं उनकी तरफ टकटकी बांधे देख रहा था. उनकी बुढ़ाई के पास मेरी जवानी को देने के लिये बहुत कुछ था. मैं लेना चाहता था. उनकी उमर मैं लेना नहीं चाहता था, मैं उनका अनुभव लेना चाहता था, उनकी लगन और कुरबानी लेना चाहता था, उनका भाई चारा और प्रेम लेना चाहता था. लेकिन जवानी के पास देने को क्या था—फूट, स्वार्थ, चाल बाजी और द्वेष—मेरी आंख उनसे एक बार मिली और शरम से किताब के पन्नों में गड़ गई.

झिबे में सन्नाटा था. सब पर नींव अपना जादू फेर रही थी. पंखों की भन भन जरूर कानों में आती थी. फिर भी पूरी शान्ति फैली हुई थी.

“पंडितजी, नैनी जेल में एक दिन खाना खाते वक़्त की बात याद है न?”

“हां, हां, खाँ साहब! मेरे लिये तो वह कल की सी बात है. आप का उस दिन का सवाल भी मुझे याद है. उस समय तो मैं आप पर हंसा था. लेकिन अब सोचता हूँ कितना मौक़े का वह सवाल था.”

“मेरी याददाश्त इतनी कमज़ोर हो गई है कि कुछ याद ही, नहीं रहता. बताओ तो पंडित क्या बात थी. भई अब जिन्दगी में रह ही क्या गया है. बुझते चिराग हैं हम लोग. यही मिल बैठ के पिछले दिनों की याद के सहारे तो चले जा रहे हैं.”

“तुम चिन्ता में डूबे हुए आए उस दिन. उदास बैठ गए. फिर फूट से पूछ बैठे कि स्वराज में क्या होगा? सब लोग हंस पड़े. मैंने भी मन ही मन मोचा था कि खाँ साहब भी क्या बेवकूफ़ आदमी हैं. लेकिन तुम्हारी चिन्ता देखकर मेरी हिम्मत मज़ाक उड़ाने की नहीं हुई. मैंने तुमसे कहा था, भई जब स्वराज हो जायगा तो हमारे यहां अनाज और कपड़े का बिलकुल कमी न रह जायगी. सब को काफी कपड़ा मिलेगा. अनाज की रेल पेख होगी. कोई भूका नंगा न रह पायगा. हमारे देश में कमी ही किस बात की है. यह तो सब अंगरेज की लूट है जो हम पर गरीबी का राज है. स्वराज मिलते ही हम अनाज और कपड़े के मालिक खुद हो जायेंगे. अपनी जरूरत पूरी किये बिना दमड़ी की भी चीख बाहर न जाने पायगी. लेकिन खाँ साहब, वह सब

पर कहे गये. और आواز में फूरा ओझें भर گیا اور انہوں نے یہ بات شروع کی—“لیکن آج سارے سपنے ٹوٹ گئے..... ہم نے تم نے جس کے لئے قربانی کی تھی وہ بھارت کہیں دکھائی ہی نہیں پڑتا.” بڑھے پندت نے پھر ایک تھلکی سانس کھینچی اور کسی وجہ سے کہہ گئے.

خان صاحب بھی دکھی معلوم پڑ رہے تھے. شاید وہ بھی کسی بچے دن کی یاد تازہ کر رہے تھے. میں اُن کی طرف گتکی باندھ دیکھ رہا تھا. اُن کی بڑھائی کے پاس میری جوانی کو دینے کے لئے بہت کچھ تھا. میں لہذا چاہتا تھا. اُن کی عمر میں میں لہذا نہیں چاہتا. میں اُن کا اُنوبھو لہذا چاہتا تھا. اُن کی لگن اور قربانی لہذا چاہتا تھا. اُن کا بھائی چارہ اور پریم لہذا چاہتا تھا. لیکن جوانی کے پاس دینے کو کیا تھا — پھوٹ، سوارتھ، چالبازی اور دیرھی — میری آنکھ اُن سے ایک بار ملی اور شرم سے گلاب کے پتوں میں گڑ گئی.

دیر میں سناٹا تھا. سب پر نیند ایسا جادو پھیر رہی تھی. پلنگھوں کی بہن بہن ضرور کانوں میں آتی تھی. پھر بھی پوری شانتی پھیلی ہوئی تھی.

“پلنگھ جی، نینلی جیل میں ایک دن کھانا کھاتے وقت کی بات یاد ہے نہ؟”

“ہاں، ہاں، خان صاحب! میرے لئے تو وہ کل کی سی بات ہے. آپ کا اُس دن کا سوال بھی مجھے یاد ہے. اُس سمے تو میں آپ پر ہلسا تھا. لیکن اب سوچتا ہوں کتنا موقع کا وہ سوال تھا.”

“میری یاد داشت اتنی کمزور ہوگئی ہے کہ کچھ یاد ہی نہیں رہتا. بتاؤ تو پلنگھ، کیا بات تھی. بھئی اب زندگی میں رہ ہی کیا گیا ہے. بچھتے چراغ ہیں ہم لوگ. یہی مل بوقتہ کے پچھلے دنوں کی یاد کے سہارے تو چلے جا رہے ہیں.”

“تم چلتا میں تو رہے ہوئے آئے اُس دن. آداس بوقتہ گئے. پھر جھٹ سے بوجھ بوقتہ کہ سوراچ میں کیا ہوگا؟ سب لوگ ہلنس پڑے. میں نے بھی من ہی من سوچا تھا کہ خان صاحب بھی کیا بھوکوف آدمی ہیں. لیکن تمہاری چلتا دیکھ کر میری ہمت مذاق اُڑانے کی نہیں ہوئی. میں نے تم سے کہا تھا. بھئی جب سوراچ ہو جائے گا تو ہمارے یہاں اناج اور کپڑے کی بالکل کمی نہ رہ جائے گی. سب کو کافی کپڑا ملے گا. اناج کی دہل پھل ہوگی. کوئی بھوکا نہ رہے پائے گا. ہمارے دیس میں کمی ہی کس بات کی ہے. یہ تو سب انگریز کی لوث ہے جو ہم پر غریبی کا راج ہے. سوراچ ملتے ہی ہم اناج اور کپڑے کے مالک خود ہو جائیں گے. اپنی ضرورت پوری کئے بنا دسوی کی بھی چوڑ باہر نہ جانے پائے گی. لیکن خان صاحب، وہ سب

वही झुकी इनसानो आबाध मेरे कानों में गूँज उठी—
"य गंगा माई की!"

पुल पर से जब गाड़ी गुजरती है, देश का कुछ न कुछ धन जरूर इस नदी के पेट में दफन कर दिया जाता है। रवियां भी कितनी भागवान हैं। नील हो या गंगा या कोई और जल धारा, सभी का भाग अच्छा है। इनसान किस किस तरह इनकी पूजा करता रहा है। आज भी वह इनकी पूजा करता है, पेट काटता है, भूकों मरता है, दुख उड़ता है, लेकिन गंगा के पेट में कुछ न कुछ जरूर सरा देता है। काश इसके आधा भी इनसान इनसान की पूजा कर सके, मानवता की भक्ति कर सके! लेकिन बिठाओं को फिर कौन पूछेगा, उनकी पूजा कौन करेगा, उनकी इच्छा कौन पूरी करेगा यही तो ट्रेजडी है! मैंने मन से आल किया—आखिर यह लोग क्यों अपना धन इस तरह त्याग करते हैं? मेरे मन ने उनकी तरफ से उत्तर दिया—उन के हाथों मजबूर हैं—इन्हें रोशनी की जरूरत है, इनकी रास्ता को विकास की जरूरत है।

एकएक घंटे के साथ गाड़ी रुक गई। मैं भी यथार्थ आसबरेन में लौट आया। इधर उधर नजर डाली। दो रावमी मेरी बगल वाली सीटों पर आमने सामने बैठे थे। दोनों बूढ़े थे, दोनों लंगे सर थे, दोनों के मुँह पर रोष छाया था। इन्हीं की चौड़ाई और बुढ़ापे में सुरखी साफ़ बता दी थी कि जरूर उन्नीसवीं सदी के माडल हैं। पाँच सेर का भी खाने वालों की ऐसी शकल होती थी। अब तो ऐसी इकलें अजायब घर की चीजें हैं। भाग से ही कहीं देखने को मिल जाती हैं। मैंने उन पर आँखें गड़ा दीं। उनके हानावे उड़ावे, शकल सूरत और हाव भाव में कोई खाम प्रन्तर नहीं था। सन-सी सफेद दाढ़ियां दोनों के चेहरों पर खे कीहवा से लहरा रही थीं। मैं उस समय तक कुछ न जान सका कि वह कौन हैं और क्या हैं जब तक उन्होंने हुब ही बात करनी शुरू न कर दी—

"कहो, पंडित! जेल की पहली मुलाकात याद है न?"

"जीवन के अंग को कभी भुलाया भी जा सकता है। साहब, क्या ज़माना था वह भी और हम लोग भी प्या थे।" बूढ़े पंडित ने ठंडी सांस लेते हुए कहा और इस तरह की मुद्रा बनाई जैसे सारा अतीत उनके सामने एक तार नाच गया हो।

कुछ देर चुप रहने के बाद खाँ साहब ने फिर कहा—
"आज जब मैं उस वक़्त की बातों को याद करता हूँ तो हंसी आती है पंडित जी। ज़माना ही बिलकुल बदल गया।"

"वह तो परलोक की बातें हो गईं हम लोग क्या क्या सोचते थे, क्या सपने देखते थे। लेकिन....." दुख पंडित की आँखों से टपकने लगा, निराशा की रेखाएँ माथे

मसी जली आसानी आरु मेरे कानों में गूँज उठी—
"कल्ला माई की!"

पल पर से जब गाड़ी गुजरती है, देश का कुछ न कुछ धन जरूर इस नदी के पेट में दफन कर दिया जाता है। रवियां भी कितनी भागवान हैं। नील हो या गंगा या कोई और जल धारा, सभी का भाग अच्छा है। इनसान किस किस तरह इनकी पूजा करता रहा है। आज भी वह इनकी पूजा करता है, पेट काटता है, भूकों मरता है, दुख उड़ता है, लेकिन गंगा के पेट में कुछ न कुछ जरूर सरा देता है। काश इसके आधा भी इनसान इनसान की पूजा कर सके, मानवता की भक्ति कर सके! लेकिन बिठाओं को फिर कौन पूछेगा, उनकी पूजा कौन करेगा, उनकी इच्छा कौन पूरी करेगा यही तो ट्रेजडी है! मैंने मन से आल किया—आखिर यह लोग क्यों अपना धन इस तरह त्याग करते हैं? मेरे मन ने उनकी तरफ से उत्तर दिया—उन के हाथों मजबूर हैं—इन्हें रोशनी की जरूरत है, इनकी रास्ता को विकास की जरूरत है।

एकएक घंटे के साथ गाड़ी रुक गई। मैं भी यथार्थ आसबरेन में लौट आया। इधर उधर नजर डाली। दो रावमी मेरी बगल वाली सीटों पर आमने सामने बैठे थे। दोनों बूढ़े थे, दोनों लंगे सर थे, दोनों के मुँह पर रोष छाया था। इन्हीं की चौड़ाई और बुढ़ापे में सुरखी साफ़ बता दी थी कि जरूर उन्नीसवीं सदी के माडल हैं। पाँच सेर का भी खाने वालों की ऐसी शकल होती थी। अब तो ऐसी इकलें अजायब घर की चीजें हैं। भाग से ही कहीं देखने को मिल जाती हैं। मैंने उन पर आँखें गड़ा दीं। उनके हानावे उड़ावे, शकल सूरत और हाव भाव में कोई खाम प्रन्तर नहीं था। सन-सी सफेद दाढ़ियां दोनों के चेहरों पर खे कीहवा से लहरा रही थीं। मैं उस समय तक कुछ न जान सका कि वह कौन हैं और क्या हैं जब तक उन्होंने हुब ही बात करनी शुरू न कर दी—

"कहो, पंडित! जेल की पहली मुलाकात याद है न?"

"जीवन के अंग को कभी भुलाया भी जा सकता है। साहब, क्या ज़माना था वह भी और हम लोग भी प्या थे।" बूढ़े पंडित ने ठंडी सांस लेते हुए कहा और इस तरह की मुद्रा बनाई जैसे सारा अतीत उनके सामने एक तार नाच गया हो।

कुछ देर चुप रहने के बाद खाँ साहब ने फिर कहा—
"आज जब मैं उस वक़्त की बातों को याद करता हूँ तो हंसी आती है पंडित जी। ज़माना ही बिलकुल बदल गया।"

"वह तो परलोक की बातें हो गईं हम लोग क्या क्या सोचते थे, क्या सपने देखते थे। लेकिन....." दुख पंडित की आँखों से टपकने लगा, निराशा की रेखाएँ माथे

کھانا چاہتے ہیں؟“ انکی مڑا سے گھڑا اور چوڑی کا پتا چل رہا تھا۔

“میں کچھ نہیں کھوں گا۔ آپ ہی سوچیں۔ میں کھانے کی بات نہیں کرتا۔ صرف بھائی چارے کے بارے میں.....“

“آپ کیا چاہتے ہیں، ساک ساک کچھ نہیں کھاتے؟“

مکھڑا ہرے سبز میں ان سب نے سوال کیا۔

“میں کھانے کی بات نہیں کرتا ہوں۔ صرف سداچار کی نگاہ سے.....“

“آپ کا مطلب ہے کہ ہم چار بڑے بڑے ہیں۔“

“جیسا آپ ٹیک سمجھیں۔ میں نے کہا کہ میں کھانے کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ صرف آپ کے بھائی چارے اور نمائے سے اہل کر رہا ہوں۔ آپ جو ٹیک سمجھیں کھجئے۔ میں کچھ کم نہیں کھا رہا ہوں۔ معاف کھجئے گا میں آپ سے کہہ رہی ہوں کہ آپ بھی بھائی چارے کھجئے۔ آپ لوگ تو چمچا کے آدمی ہیں۔ آپ کو تو کشت اُٹھانے لوگوں کو آرام پہونچانا چاہئے..... معاف کھجئے گا میں کچھ کہتا نہیں ہوں۔ جو آپ ٹیک سمجھیں۔ دیکھئے نہ ایک مسافر کو ہاتھلے تک کے لئے سمجھ نہیں ہے۔ اُس نے ہمسے خرچ کئے ہیں اور آپ دھائی تکت میں آدھے دے پر تکت چماتے ہیں۔ آپ ہی سوچئے نہ۔“

“جیسا آپ کہتے۔“ کھڑ دھاری سب کے سب سے لچا ٹیک دہی تھی۔

“میں کچھ نہیں کھوں گا۔ جو آپ کا سداچار اور بھائی چارہ کہے!“ اب تکت کھنکھار کی آواز میں دھنک بھڑک رہا تھا۔

مجمہ اس بات چہت سے دلچسپی پھدا ہوئی۔ ایک تکت کھنکھار ایک کھنکھار دھاری کے سداچار اور اُس کے انصاف سے اہل کر رہا تھا۔ اُس کے من کو اُس کی آتما کو چمکے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن کھنکھار کے چہروں کے نہچے آتما نہیں تھی ادمکار تھا سوارتہ تھا۔ کانگریسی سب نے چادر کھول کر اڑھ لی اور چپ ہوئے۔ اُن کا یہ مون اُنتر تھا ”بکواس بلد کر“ ہم لاکھوں کو روز یہ پانہ پڑھاتے ہیں اُن چہروں سے لوگوں کو خوب ہرکوف بداتے ہیں تم چلے ہو ہمارا ہی جادو ہم پر آرمائے۔ تکت کھنکھار اُن کی اس بے شرمی پر چمکت کھڑا رہا۔ اُس کے چہرے پر ایک کھلی مسکراہٹ تھی اور اُس مسکراہٹ میں چہہ ہوا سہرے لئے ایک سندیہ۔

نہ جانے کب تک میں کھڑا رہتا کہ گڑی پھاپھاسو کے پل پر آگئی۔ لٹا شور مجھے۔ میں نے آنکھ بند کر لی۔ کانوں میں انگلی تھونس لی۔ من ہی من کوسلے لپک۔ کبھی یہ شور ختم ہی ہو۔ اس شور میں

پھاپھاسو میں؟“ اُن کی مدد سے فصہ ارد چلتی کا پتہ چل رہا تھا۔

”میں کچھ نہیں کھوں گا۔ آپ ہی سوچئے۔ میں لاکھوں کی بات نہیں کرتا۔ صرف بھائی چارے کے بارے میں.....“

”آپ کیا چاہتے ہیں؟“ صاف صاف کہوں نہیں کھجئے؟“ چہرے پر سور میں اُن سب نے سوال کیا۔

”میں قانون کی بات نہیں کرتا ہوں۔ صرف سداچار کی نگاہ سے.....“

”آپ کا مطلب ہے کہ ہم چار بڑے بڑے ہیں۔“

”جیسا آپ ٹیک سمجھیں۔ میں نے کہا کہ میں کھانے کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ صرف آپ کے بھائی چارے اور نمائے سے اہل کر رہا ہوں۔ آپ جو ٹیک سمجھیں کھجئے۔ میں کچھ کم نہیں کھا رہا ہوں۔ معاف کھجئے گا میں آپ سے کہہ رہی ہوں کہ آپ بھی بھائی چارے کھجئے۔ آپ لوگ تو چمچا کے آدمی ہیں۔ آپ کو تو کشت اُٹھانے لوگوں کو آرام پہونچانا چاہئے..... معاف کھجئے گا میں کچھ کہتا نہیں ہوں۔ جو آپ ٹیک سمجھیں۔ دیکھئے نہ ایک مسافر کو ہاتھلے تک کے لئے سمجھ نہیں ہے۔ اُس نے ہمسے خرچ کئے ہیں اور آپ دھائی تکت میں آدھے دے پر تکت چماتے ہیں۔ آپ ہی سوچئے نہ۔“

”جیسا آپ کہتے۔“ کھڑ دھاری سب کے سب سے لچا ٹیک دہی تھی۔

”میں کچھ نہیں کھوں گا۔ جو آپ کا سداچار اور بھائی چارہ کہے!“ اب تکت کھنکھار کی آواز میں دھنک بھڑک رہا تھا۔

مجمہ اس بات چہت سے دلچسپی پھدا ہوئی۔ ایک تکت کھنکھار ایک کھنکھار دھاری کے سداچار اور اُس کے انصاف سے اہل کر رہا تھا۔ اُس کے من کو اُس کی آتما کو چمکے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن کھنکھار کے چہروں کے نہچے آتما نہیں تھی ادمکار تھا سوارتہ تھا۔ کانگریسی سب نے چادر کھول کر اڑھ لی اور چپ ہوئے۔ اُن کا یہ مون اُنتر تھا ”بکواس بلد کر“ ہم لاکھوں کو روز یہ پانہ پڑھاتے ہیں اُن چہروں سے لوگوں کو خوب ہرکوف بداتے ہیں تم چلے ہو ہمارا ہی جادو ہم پر آرمائے۔ تکت کھنکھار اُن کی اس بے شرمی پر چمکت کھڑا رہا۔ اُس کے چہرے پر ایک کھلی مسکراہٹ تھی اور اُس مسکراہٹ میں چہہ ہوا سہرے لئے ایک سندیہ۔

نہ جانے کب تک میں کھڑا رہتا کہ گڑی پھاپھاسو کے پل پر آگئی۔ لٹا شور مجھے۔ میں نے آنکھ بند کر لی۔ کانوں میں انگلی تھونس لی۔ من ہی من کوسلے لپک۔ کبھی یہ شور ختم ہی ہو۔ اس شور میں

दब्बे में घुस आये। पहले वह दरवाजे पर जाकर इस तरह खड़े हो गए जैसे कोई बिना टिकट मुसाफिर किसी दब्बे में घुसता है और अपने में छुट वहम अनुभव करके अहमा सहमा इधर उधर दबक कर बैठ जाने की कोशिश । कुछ देर खड़ा रहता है, उन्हें टिकट मुसाफिर हरगिज ।हीं समझा जा सकता था, उनकी बरबी ही सफाई की ।बाह थी, पांच मिनट के बाद उन्होंने मुसाफिरों से टिकट मांगना शुरू कर दिया, मैं दब्बे के बीच में आसन जमाए था, मेरा टिकट देख कर वह मेरे दाहिने हाथ की तरफ ।दबे, इस तरफ हो ऊपर की और दो नीचे की बर्थ थीं, एक ।र एक मर्द लेटा था, दूसरी पर एक औरत ने कल्ला जमा ।आ था, बाक़ी दोनों बर्थों पर छोटे छोटे अनगिनत बच्चों । आसन जमा रखे थे, जैसे ही टिकट कलकटर ने उधर ।र रुक किया, ऊपर की बर्थ से एक सज्जन ने मुक कर ।वा—“यह लीजिये.”

टिकट कलक्टर टिकट देखने लगा. मेरी नज़र उन प्रज्ञन की तरफ गई. सफेद खादी में सजे हुए थे. आंख पर मोटे फ्रेम का चश्मा चढ़ा हुआ था. सर पर झाड़ी तिरछी टोपी थी और होठों की सुरखी बता रही थी कि पान भी खाते हैं. मैंने अनुमान किया, हो न हो कोई छोटा मोटा कांग्रेसी नेता ही हो सकता है. 1947 के बाद यह चिकनाइट और यह इलिया उनकी ही हो सकती है.

“चारों बर्थ पर आप ही लोग हैं?” ~~डिप्ट~~ कलक्टर ने पूछा.

“जी हाँ.”

“लेकिन टिकट तो आप ने कुल बाई ही लिये हैं.”

“जी, बाक़ी बच्चे हैं और तीन बरस से छोटे हैं।”

टिकट कलकटर ने एक बार उन्हें घूर कर देखा। चेहरे से ऐसा लगा कि वह कहना चाह रहा हो—हुजूर, मुझे सब क़ानून मालूम है। क़ानून की बात न कीजिये तो अच्छा है—लेकिन न जाने क्यों उसने वह नहीं कहा जो शायद वह कहना चाहता था। नौकरी जाने का अज़ब का डर होता है, मुसाफ़िरी के लिये वह क्यों मुसीबत मील ले, ख़रिद भारी के मुक़ाबले पर क्यों आप, अधिकार के छत्ते को क्यों छोड़े, कहीं इन सज़्जन ने भूट मूट किसी अफ़सर से कुछ कह दिया तो उसकी कौन सुनेगा, फ़ौरन बोरिया बिस्तर बंध जायगा, शायद कुछ मिनेट की ख़ामोशी इसी उषेद बुन की बज़ह से थी, वह वहीं खड़ा था और वह सज़्जन रह रह कर उसकी तरफ़ देख रहे थे।

आखिरकार जामोशी द्वंदी और टिकट कलक्टर ने कहा—“मैं कुछ न कहूँगा, आप ही सोचिये.” उसकी आवाज से आत्मा की घुटन की वृत्ति रही थी.

सद्वर धारी सज्जन बोले— "कहिये कहिये, क्या

قہر میں گھس اُس۔ پہلے وہ دروازے پر آکر اسی طرح کھڑے ہوئے جسے کوئی ہلکا ٹکٹ مسافر کسی قہر میں کہستا ہے اور اچے میں چھت دم انویہو کر کے سہما سہما ادھر ادھر دھک کر بہتہ جانے کی کوشش میں کچھ دیر کھڑا رہتا ہے۔ انہوں نے ٹکٹ مسافر ہوکر نہیں سمجھا جا سکتا تھا۔ اُن کی وردی ہی صفائی کی گواہ تھی۔ پانچ منٹ کے بعد انہوں نے مسافروں سے ٹکٹ مانگنا شروع کر دیا۔ میں قہر کے بھیچ میں اُسں جائے تھا۔ مہرا ٹکٹ دیکھکر وہ مہرے داہلے ہاتھ کی طرف بڑھ۔ اِس طرف دو اوپر کی اور دو نیچے کی برتن تھیں۔ ایک پر ایک مرد لیٹا تھا۔ دوسری پر ایک عورت نے قبضہ جما رکھا تھا۔ باقی درزیں برتنوں پر چھوٹے چھوٹے ان گنت بچوں نے اُسں جما رکھے تھے، جس سے ہی ٹکٹ کلکٹر نے ادھر کا رخ کیا، اوپر کی برتن سے ایک سجن نے چھک کر کہا — ”یہ لیجئے۔“

ثمت کلکٹر ثمت دیکھنے لگا۔ مہدی نظر اُن سجن کی طرف گئی۔ سلود کھادی میں سچے ہوئے تھے۔ اُنکے پر موٹے فریم کا چشمہ چڑھا ہوا تھا۔ سر پر آبی توچھی تڑپی تھی اور ہونٹوں کی سرخی بتا رہی تھی کہ پان ہی کھاتے ہیں۔ میں نے انومان کیا، ہو نہ ہو کوئی چھوٹا موٹا کانگریسی نہتا ہی ہو سکتا ہے۔ 1947 کے بعد یہ چکلمت اور یہ حلاء اُن کی ہی ہو سکتی ہے۔

”چاروں ہرتہ پر آپ ہی لوگ ہیں؟“ ثمت کلکٹر

• 479 •

“جی ہاں۔“

”لیکن تم کو تو آپ نے کل تھائی ہی لئے ہیں۔“

”جی“ باقی بچے ہیں اور تین برس سے چھوٹے

"..."

تکنت کلکتہ نے ایک بار انہیں گھور کر دیکھا۔ چہرے سے ایسا لگا کہ وہ کہنا چاہ رہا ہو — حضور! مجھے سب قانون معلوم ہے۔ قانون کی بات نہ کیجئے تو اچھا ہے۔۔۔ لیکن نہ جانے کہوں اُس نے وہ نہیں کہا جو شاید وہ کہنا چاہتا تھا۔ نوکری جانے کا مقصد کا قہر ہوتا ہے۔ مسافروں کے لئے وہ کہیں مصیبت مول لے۔ کھدر دھاری کے مقابلے پر کہوں آئے۔ ادھکار کے چہرے کو کہوں چہرے۔ کہیں ان سجن نے جھوٹ موت کسی افسر سے کچھ کہ دیا تو اُس کی کون سامنے گا۔ فوراً ہوریا بستر بلبھ جائے گا۔ شاید کچھ ملت کی خاموشی اسی ادھور بن کی وجہ سے تھی۔ وہ وہیں کھڑا تھا اور وہ سجن وہ رہا کہ اُس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

آخرا کار خاموشی ٹوٹی اور ٹکٹ کلنگز نے کہا: ”میں کچھ نہ کہہنا“ آپ ہی سوچئے۔“ اُس کی آواز سے آتما کی نگاہیں کی ہو آ رہی تھیں۔

کھدر بھاری سچن بولے - "کہئے کہئے" کہا

तो क्या सोचता, आज सोचता हूँ इच्छा भी कितनी प्रबल है। मैं स्टेशन से दो तौ गज और आगे बढ़ गया। रास्ते में होटल हैं, उन पर रेडियो बजा करते हैं। पटरी पर नटों के डेरे लगे होते हैं। लेकिन मुझे किसी का पता नहीं चला, किसी का ज्ञान नहीं हुआ। मेरे लिये जैसे उस समय कोई चीज मौजूद ही न थी। एक रिक्शा वाला जन्नाटे से चला आ रहा था। मैंने पूछा—“राम बाग स्टेशन चलोगे?” उसने ताज्जुब से कहा—“राम बाग?.....राम बाग?..... यह राम बाग ही तो है।” मैंने कौरन गलती भांप ली और बोला—“नहीं भई प्रयाग, प्रयाग।”

रिक्शा तेजी से सड़कों की छाती को रौंदता हुआ चला जा रहा था। वह किन सड़कों से गुजर रहा था उस समय मुझे यह भी पता न था। मेरी आंखें घड़ी पर ठहरी थीं और बार बार मुंह से निकल जाता था—“रिक्शे वाले तेज चलाओ” शायद रिक्शे वाले ने मेरी बेचैनी भांप ली थी। वह सिक्र इतना कह कर चुप हो जाता था—“बस आ गया प्रयाग, प्रयाग ही तो है आगे, मिंटों में पहुँचाता हूँ बाबू जी, मिंटों में।”

दिमागी उलझन और अशान्ति साथ लिये मैं प्रयाग स्टेशन पहुँच गया। मेरी घड़ी के अनुसार सिक्र दो मिनट गाड़ी छूटने में थे। जल्दी जल्दी टिकट खरीदा। भागता हुआ प्लेटफारम पर पहुँचा। वहाँ गाड़ी मौजूद नहीं थी। जान सी ही निकल गई। कमजोर दिल होता तो जरूर दौरा पड़ गया होता। मैंने पागलों की तरह एक कुली से पूछा—“लखनऊ की गाड़ी चली गई क्या?” वह दो सेकेन्ड चुप रहा, मेरी तरफ देखता रहा और फिर बोला—“अभी चार पाँच मिनट की देर है आने में।” दम में दम आया। टहलता हुआ स्टेशन मास्टर के कमरे की तरफ गया। घड़ी पर नजर डाली। मेरी घड़ी पाँच मिनट तेज चल रही थी। मेरे मुँह पर हँसी दौड़ गई और मैंने मन ही मन कहा—चलो एक तो कायदा हुआ तेज घड़ी रखने से।

गाड़ी आते ही बिना खाली डिब्बे का लालच किये हुए मैं एक इन्टर क्लास के डिब्बे में भट घुस गया। सारी बरथाँ पर लोग बिस्तरा बिछाए हुए थे। कोई जगह दिखाई न पड़ी। अभी चबराहट का पसीना सूखा नहीं था। थकावट ने मेरी वमंग और ताअगी छीन ली थी। मैं लेटना चाहता था। कर्श पर ही होल्डाल खोल दिया। मुझे अजीब से खुशी महसूस हुई। इस खुशी में मस्ती नहीं थी फिर भी यह खुशी ही थी—बाधाओं से लड़ाई जीतने की खुशी! मैं लेटे लेटे फिर सोचने लगा—अगर मैं इसी वस्तु तार न पढ़ता, अगर रिक्शा न मिलता, अगर गाड़ी न मिलती, तो क्या होता.....??

प्रयाग स्टेशन से गाड़ी जैसे ही रेंगी एक नए साहब

‘आज सोचता हूँ! जेहा भी कलकत्ता परल है। मेहनत, दुःसु कर् और आँके बोझ के साथ। रास्ते में मेहनत, रेडियो बजा करते हों। पटरी पर नटों के डेरे के किरने में। लेकिन मेरे किसी का पता नहि चला, किसी का ज्ञान नहि हुआ। मेरे लिये जैसे उस समय कोई चीज मौजूद ही न थी। एक रिक्शा वाला जन्नाटे से चला आ रहा था। मैंने पूछा—“राम बाग स्टेशन चलोगे?” उसने ताज्जुब से कहा—“राम बाग?.....राम बाग?..... यह राम बाग ही तो है।” मैंने कौरन गलती भांप ली और बोला—“नहीं भई प्रयाग, प्रयाग।”

रिक्शा तेजी से सड़कों की छाती को रौंदता हुआ चला जा रहा था। वह किन सड़कों से गुजर रहा था उस समय मुझे यह भी पता न था। मेरी आंखें घड़ी पर ठहरी थीं और बार बार मुंह से निकल जाता था—“रिक्शे वाले तेज चलाओ” शायद रिक्शे वाले ने मेरी बेचैनी भांप ली थी। वह सिक्र इतना कह कर चुप हो जाता था—“बस आ गया प्रयाग, प्रयाग ही तो है आगे, मिंटों में पहुँचाता हूँ बाबू जी, मिंटों में।”

दिमागी उलझन और अशान्ति साथ लिये मैं प्रयाग स्टेशन पहुँच गया। मेरी घड़ी के अनुसार सिक्र दो मिनट गाड़ी छूटने में थे। जल्दी जल्दी टिकट खरीदा। भागता हुआ प्लेटफारम पर पहुँचा। वहाँ गाड़ी मौजूद नहीं थी। जान सी ही निकल गई। कमजोर दिल होता तो जरूर दौरा पड़ गया होता। मैंने पागलों की तरह एक कुली से पूछा—“लखनऊ की गाड़ी चली गई क्या?” वह दो सेकेन्ड चुप रहा, मेरी तरफ देखता रहा और फिर बोला—“अभी चार पाँच मिनट की देर है आने में।” दम में दम आया। टहलता हुआ स्टेशन मास्टर के कमरे की तरफ गया। घड़ी पर नजर डाली। मेरी घड़ी पाँच मिनट तेज चल रही थी। मेरे मुँह पर हँसी दौड़ गई और मैंने मन ही मन कहा—चलो एक तो कायदा हुआ तेज घड़ी रखने से।

गाड़ी आते ही बिना खाली डिब्बे का लालच किये हुए मैं एक इन्टर क्लास के डिब्बे में भट घुस गया। सारी बरथाँ पर लोग बिस्तरा बिछाए हुए थे। कोई जगह दिखाई न पड़ी। अभी चबराहट का पसीना सूखा नहीं था। थकावट ने मेरी वमंग और ताअगी छीन ली थी। मैं लेटना चाहता था। कर्श पर ही होल्डाल खोल दिया। मुझे अजीब से खुशी महसूस हुई। इस खुशी में मस्ती नहीं थी फिर भी यह खुशी ही थी—बाधाओं से लड़ाई जीतने की खुशी! मैं लेटे लेटे फिर सोचने लगा—अगर मैं इसी वस्तु तार न पढ़ता, अगर रिक्शा न मिलता, अगर गाड़ी न मिलती, तो क्या होता.....??

کی بات ही सामنے نہ آتی تھی۔ چہت سے کہی
 ر نظر ڈالی۔ سو دس بج چکے تھے۔ من کے جلتے
 جے پر جھسے کسی نے پانی ڈال دیا۔ اوپر کی سانس
 اوپر اور نیچے کی سانس نیچے رہ گئی۔ میرا دماغ بھلنا
 تھا، جھنجھلاہٹ لے ہو رہی بدل دیئے۔ میں جلدی گھبرا
 نہیں ہوں لیکن نہ جانے کہوں گھبراہٹ لے مجھے آدبوجا
 — شانتی جو مجھ سے چھن گئی تھی!! مجھے ایسا
 بگاڑا، اگر میں لکھنؤ نہ پہنچتا تو تہج کو پھانسی ہو جائے
 لی، میں اس سے بھر کبھی نہ مل سکوں گا۔ آشا اور
 نریشا کی چوتھوں دماغ میں چل رہی تھیں۔ چھلوں
 میں سیکڑوں ترکھوں میرے دماغ میں آئیں اور سلیم
 کے پردے کے سمان دماغ کے پٹل کو کورا چھوڑ کر چلی
 گئیں۔ انہ آباد استھشن سے دس بجکر بائیس ملت
 پر لڑی جاتی تھی۔ وہاں اس سے پہنچنا ناممکن
 تھا۔ یکبارگی دماغ میں وچار آیا کہوں نہ پریاک استھشن
 سے کوشش کروں۔ سنجوگ ہی تو ہے۔ شاید گڑی مل جائے۔

میں بیجلی سی بھر گئی۔ میرے پٹے خود بخود کام
 میں لگا گئے۔ میں نے ایک فوری تھی جو اس سے پہلے میں نے
 کبھی अनुभव नहीं کی تھی۔ بستر باंधा और एक भोला
 लेकर रिकशा की खोज में चल दिया. दरवाजा बन्द किया
 या नहीं इसकी सुध नहीं थी. उस समय मेरे दिमाग में एक
 ही विचार था—मुझे लखनऊ जरूर पहुँचना चाहिये—मेरा
 दिमाग हर समय कुछ न कुछ सोचा करता है. उस वक़्त
 सोचने का अवसर नहीं था. सारी शक्ति खिंच कर पैरों
 में आ गई थी. पल पल मुझे घंटों मालूम हो रहे थे. चलफन
 बढ़ती ही जा रही थी. मैं दौड़ हरगिज़ नहीं रहा था लेकिन
 फिर भी सांस ऐसी ही तेज़ थी जैसे सौ गज़ की दौड़ लगा
 रहा हूँ.

बाधाएँ इकट्ठा रास्ता रोकती हैं और जब हटने लगती
 हैं तो इकट्ठा हट भी जाती हैं. कौन जानता था कि इस
 समय चौराहे पर रिकशा भी न मिलेगा. इधर उधर नजर
 घुमाई दूर दूर किसी रिकशे का नाम निशान न था. सोचने
 और इन्तज़ार के लिये वक़्त कहाँ था. मैं राम बाग स्टेशन
 पहुँच गया. वहाँ तो रिकशा मिलना ही चाहिये था. लेकिन
 संजोग को क्या कहा जाय. वहाँ भी मैदान साफ़ था.
 निराशा का घोर अंधियारा मेरे सामने छा गया. मेरी
 कलपटी जलने लगी. नाक के बजाएँ मैंने मुँह से सांस लेना
 शुरू कर दिया. अधिक थकावट के कारन खूब बख़ूब मेरे
 मुँह से सांस निकलने लगती है. आँखों में आँसू डब डबा
 रहे थे. कोई मेरी शकल देखता तो जरूर पागल समझ कर
 कतराने की कोशिश करता, लेकिन मुझे हरगिज़ हरगिज़
 रुकना न होती. मेरा ध्यान ही किसी तरफ नहीं जा सकता
 था. प्रबल इच्छा ने मुझे बे काबू कर दिया था. उस समय

لی بات ہی سامنے نہ آتی تھی۔ چہت سے کہی
 ر نظر ڈالی۔ سو دس بج چکے تھے۔ من کے جلتے
 جے پر جھسے کسی نے پانی ڈال دیا۔ اوپر کی سانس
 اوپر اور نیچے کی سانس نیچے رہ گئی۔ میرا دماغ بھلنا
 تھا، جھنجھلاہٹ لے ہو رہی بدل دیئے۔ میں جلدی گھبرا
 نہیں ہوں لیکن نہ جانے کہوں گھبراہٹ لے مجھے آدبوجا
 — شانتی جو مجھ سے چھن گئی تھی!! مجھے ایسا
 بگاڑا، اگر میں لکھنؤ نہ پہنچتا تو تہج کو پھانسی ہو جائے
 لی، میں اس سے بھر کبھی نہ مل سکوں گا۔ آشا اور
 نریشا کی چوتھوں دماغ میں چل رہی تھیں۔ چھلوں
 میں سیکڑوں ترکھوں میرے دماغ میں آئیں اور سلیم
 کے پردے کے سمان دماغ کے پٹل کو کورا چھوڑ کر چلی
 گئیں۔ انہ آباد استھشن سے دس بجکر بائیس ملت
 پر لڑی جاتی تھی۔ وہاں اس سے پہنچنا ناممکن
 تھا۔ یکبارگی دماغ میں وچار آیا کہوں نہ پریاک استھشن
 سے کوشش کروں۔ سنجوگ ہی تو ہے۔ شاید گڑی مل جائے۔

مجھ میں بجلی سی بھر گئی۔ میرے پٹے خود
 بخود کام میں لگ گئے۔ میں نے ایک فوری تھی
 جو اس سے پہلے میں نے کبھی अनुभव नहीं کی تھی۔ بستر
 बांधा और एक भोला लेकर रिकशा की खोज में चल दिया.
 दरवाजा बन्द किया या नहीं इसकी सुध नहीं थी. उस समय मेरे दिमाग में एक
 ही विचार था—मुझे लखनऊ जरूर पहुँचना चाहिये—मेरा
 दिमाग हर समय कुछ न कुछ सोचा करता है. उस वक़्त
 सोचने का अवसर नहीं था. सारी शक्ति खिंच कर पैरों
 में आ गई थी. पल पल मुझे घंटों मालूम हो रहे थे. चलफन
 बढ़ती ही जा रही थी. मैं दौड़ हरगिज़ नहीं रहा था लेकिन
 फिर भी सांस ऐसी ही तेज़ थी जैसे सौ गज़ की दौड़ लगा
 रहा हूँ.

बाधाएँ इकट्ठा रास्ता रोकती हैं और जब हटने लगती
 हैं तो इकट्ठा हट भी जाती हैं. कौन जानता था कि इस
 समय चौराहे पर रिकशा भी न मिलेगा. इधर उधर नजर
 घुमाई दूर दूर किसी रिकशे का नाम निशान न था. सोचने
 और इन्तज़ार के लिये वक़्त कहाँ था. मैं राम बाग स्टेशन
 पहुँच गया. वहाँ तो रिकशा मिलना ही चाहिये था. लेकिन
 संजोग को क्या कहा जाय. वहाँ भी मैदान साफ़ था.
 निराशा का घोर अंधियारा मेरे सामने छा गया. मेरी
 कलपटी जलने लगी. नाक के बजाएँ मैंने मुँह से सांस लेना
 शुरू कर दिया. अधिक थकावट के कारन खूब बख़ूब मेरे
 मुँह से सांस निकलने लगती है. आँखों में आँसू डब डबा
 रहे थे. कोई मेरी शकल देखता तो जरूर पागल समझ कर
 कतराने की कोशिश करता, लेकिन मुझे हरगिज़ हरगिज़
 रुकना न होती. मेरा ध्यान ही किसी तरफ नहीं जा सकता
 था. प्रबल इच्छा ने मुझे बे काबू कर दिया था. उस समय

میں سارا غصہ بھل گیا۔ چیخوں کو ٹوک رکھنے کے من ہی من واہے شراہی کی باتوں کی तरह بکرم دیمارا سے بتر گپ۔ لکین دیکھاؤں کو کب یہ پسنند آا۔ انہوں نے پہلے سے ہی ساجیش کر رکھی تھی۔ من میں شانتی نیکاس کرے گی تو ان کا گھر کھاں آوگا ! دروازے کے درارے سے گرا ہوا ایک تار دیکھا پڑا۔ میرا نام کبھی بھوں لکھاوت میں ہا۔ ہرمن سے پوچھتے پوچھتے اور لکھتے لکھتے فوراً لکھنے کی عادت سی پڑ گئی ہے۔ کسی طرح بھی میں اپنا نام تو پوچھ ہی لوں گا۔ ہر خراب لکھاوت کچھ نہ کچھ ہوا آدمی ہوتا ہے۔ میں بھی ہوا ہں۔ لیکن اگر بہت سے بڑے آدمی ہوجائیں میں مڑا ہی گیا۔ بھلا جمکھت کو کبھی کسی ہے۔ گرو کھنڈال ایڈمی ہائی میں کہ گئے ہیں بھی رہو انہیں رہو یہی سہلے کا گڑھ ہے۔ میں میرا نام لکھا تھا وہ بھی ہوا آدمی معلوم ہوتا ہاوت دیکھتے ہی میرا پارہ چوڑا گیا۔ میں یہ کمبخت کہاں سے آگیا۔ ہرمن میں ایک ہا فصد لٹے سہن سے باہر ہے۔ دوسرے اس بھی فصد آ رہا تھا کہ اتنی رات گئے تار کھوں آیا ہ تو بے نام نشان تار دینے والے کو میں نے کوسا آدمی کو کوسنے لگا جو رات کو آرام کرنے کے ہانگنا پھرتا ہے—کوئی سوچ سے سوتا ہے اور کوئی سہوا کے لئے رات بھر جاگتا ہے یہی تو اس ہم ہے۔ تار کا مطلب ہی ہے کہ کوئی نہ کوئی بات ہے۔ نہیں تو کس کے پاس اس سہلکائی سے بڑھے ہوئے ہیں۔ میں اس سے کسی گھنڈا کے لئے تیار نہ تھا۔ میں سونا چاہتا غ کی شانتی چاہتا تھا من کی شانتی چاہتا ہن دھت تھری چکھاسائی ! ایک بھی نہ چلی۔ ہں کی کہ تار اٹھا کر رکھ دوں صبح فرصت سے نکلا لیکن اچھا تیز ہوئی گئی۔ طرح طرح کے وہلہ شروع کر دیئے۔ میرا آرام چھین چھین گیا۔ ت سے قدر رہا تھا آخر وہی سامنے آئی۔ لکی میں دھما چوکڑی ہوئے۔ اچھا کے آگے بھٹلے می پڑے۔ تار کھولا۔ لکھا تھا—”معاملہ بہت تمہارا آنا بہت ضروری ہے۔“

فصد بھول گیا۔ چھڑوں کو ٹھیک رکھنے کے من دے شراہی کی باتوں کی طرح ایکدم دماغ سے اتر ن دیوتاؤں کو کب یہ پسند تھا۔ انہوں نے پہلے اڑھ کر رکھی تھی۔ من میں شانتی نواس کرے کا گڑھ کہاں ہوگا ! دروازے کے درارے سے گرا ہوا دھائی پڑا۔ میرا نام چھین میں لکھاوت میں ہا۔ ہرمن سے پوچھتے پوچھتے اور لکھتے لکھتے فوراً لکھنے کی عادت سی پڑ گئی ہے۔ کسی طرح بھی میں اپنا نام تو پوچھ ہی لوں گا۔ ہر خراب لکھاوت کچھ نہ کچھ ہوا آدمی ہوتا ہے۔ میں بھی ہوا ہں۔ لیکن اگر بہت سے بڑے آدمی ہوجائیں میں مڑا ہی گیا۔ بھلا جمکھت کو کبھی کسی ہے۔ گرو کھنڈال ایڈمی ہائی میں کہ گئے ہیں بھی رہو انہیں رہو یہی سہلے کا گڑھ ہے۔ میں میرا نام لکھا تھا وہ بھی ہوا آدمی معلوم ہوتا ہاوت دیکھتے ہی میرا پارہ چوڑا گیا۔ میں یہ کمبخت کہاں سے آگیا۔ ہرمن میں ایک ہا فصد لٹے سہن سے باہر ہے۔ دوسرے اس بھی فصد آ رہا تھا کہ اتنی رات گئے تار کھوں آیا ہ تو بے نام نشان تار دینے والے کو میں نے کوسا آدمی کو کوسنے لگا جو رات کو آرام کرنے کے ہانگنا پھرتا ہے—کوئی سوچ سے سوتا ہے اور کوئی سہوا کے لئے رات بھر جاگتا ہے یہی تو اس ہم ہے۔ تار کا مطلب ہی ہے کہ کوئی نہ کوئی بات ہے۔ نہیں تو کس کے پاس اس سہلکائی سے بڑھے ہوئے ہیں۔ میں اس سے کسی گھنڈا کے لئے تیار نہ تھا۔ میں سونا چاہتا غ کی شانتی چاہتا تھا من کی شانتی چاہتا ہن دھت تھری چکھاسائی ! ایک بھی نہ چلی۔ ہں کی کہ تار اٹھا کر رکھ دوں صبح فرصت سے نکلا لیکن اچھا تیز ہوئی گئی۔ طرح طرح کے وہلہ شروع کر دیئے۔ میرا آرام چھین چھین گیا۔ ت سے قدر رہا تھا آخر وہی سامنے آئی۔ لکی میں دھما چوکڑی ہوئے۔ اچھا کے آگے بھٹلے می پڑے۔ تار کھولا۔ لکھا تھا—”معاملہ بہت تمہارا آنا بہت ضروری ہے۔“

بہادر میرا پرانا دوست ہے۔ مڈیکل کالج میں سال میں پوچھتا ہے میں اس کی عادت جانتا ہا مطلب تو وہ خط بھی نہ لکھتا تار دینے کی میں سوچنے لگا— ضرور معاملہ کھبہر ہے۔ بھلو ضرور جانا چاہئے۔ دماغ میں جھسے ایک ہی ن گئی من میں ایک ہی اچھا صا گئی—مجھے رور جانا چاہئے اور فوراً جانا چاہئے—دوسرے پکھ

تہج بھادور میرا پورا نا دوست ہے۔ مڈیکل کالج میں تیسرے سال میں پڑتا ہے۔ میں اس کی عادت جانتا ہا مطلب تو وہ خط بھی نہ لکھتا تار دینے کی میں سوچنے لگا— ضرور معاملہ کھبہر ہے۔ بھلو ضرور جانا چاہئے۔ دماغ میں جھسے ایک ہی ن گئی من میں ایک ہی اچھا صا گئی—مجھے رور جانا چاہئے اور فوراً جانا چاہئے—دوسرے پکھ

گंगा سے گومتی تک

(مایہ مہکے راج)

دےوتا جب ناراض ہوتے ہیں تو سکر کر داتے ہیں۔ جیادنا ناراض ہوتے ہیں تو پیدل چلواتے ہیں۔ بدھت جیادنا ناراض ہوتے ہیں تو بوم لادنا کر پیدل چلواتے ہیں۔ رانیمت جانیئے، ن مومے پیدل چلنا پکا اور ن بوم ہی لادنے کی نوبت آئی۔ کیر بھی مے سوچتا ہوں دےوتا موم سے ناراض تھے۔ ایسے ہی ہم انسانوں کی زندگی سے کہلنے موم انہیں کچھ مڑا سا آتا ہے، تلک کرنے کی ان کی عادت سے ہوگئی ہے۔ تلک کرنے کے ایک دو سادھن تھوڑے ہی موم ان کے پاس۔ کھوج کے لئے پورا محکمہ کھول دیا ہے۔

انسان سے شانتی جیونلو تو اسکے پاس باکری ہی کپا رہ جاتا ہے۔ بدھ مڑا ہو جاتا ہے، بدھ بےکار ہو جاتا ہے، بدھ سوچ نہیں سکتا، بدھ چل نہیں سکتا، بدھ سو نہیں سکتا۔ اشرانتی کی پیڈا سے کراہنے کے سوا وہ کچھ نہیں کر سکتا.....یہی تو شیتان کے ابھتاروں کا ہتھیار ہے !

مے لوشا لوشا سات بچے رات کو دھمنے چلا گیا۔ دوستوں سے مولاکات ہوئے۔ گپ سڈاک چل پڑی۔ باتوں کا ن سر تھا اور ن پیر۔ کوئی ویشای کھٹنے نہیں پایا۔ یہ بھی بتانا مشاکیل ہے کہ بات کھاں سے شورو ہوئے یہی اور کھاں اس کا اہت ہو۔ سب باتیں تک ہی کی جاتیں تو بات کرنے کا مڑا ہی کھا۔ کسی صورت کپ کی کوئی توتی۔ دس بچے سب نے رخصت لی۔ مہری آنکھیں نھلنے سے بدھ ہوتی جارہی تھیں۔ نھلنے اپنی مری سے مہری پاس آتی ہے، مہری اچھا کی وہ تابعدار نہیں ہے۔ در تھا کہیں اچھا اگلی تو رات بھر کروتوں بدل بدل کر صبح ہوئی۔ سائکل سے جلد کود پھلنے پونچھتے ہوئے دروازہ کھولا۔ کمرے میں کھور اندھارا چھایا تھا۔ پانی کے در سے کھوکھاں بھی بدھ تھیں۔ چھڑوں کو تھوک دکھنے کی بری عادت مچھ چھو تک نہیں گئی۔ لائٹ تھونڈھنے کے چکر میں دو ایک چھڑوں سے ٹکرایا، کچھ آہس موم ٹکرا کر اپنی جگہوں پر ہی رہ گئیں اور کچھ رات کے صلائے موم شور مچاتی نچھ آہیں۔ مچھ لائٹ کی کھوج تھی، ان نے تھالے کی چلنا نہیں۔ موم پہلے سے موانپ رہا تھا، چھلچھلاہٹ نے سانس اور تھز کردی۔ فصہ کچھ اپنی لپرواہی پر آ رہا تھا اور کچھ ہوجارے تھول لہمپ پر۔ فصہ اور چھلچھلاہٹ کے ساتھ اندھوں کی طرح اندھ اڈھر ہاتھ کھما دھا تھا۔ لہمپ کھبخت جانا کھاں۔ مل ہی کھا۔ ایک کھت کی آواز ہوئی اور کمرے میں روشنی ہی روشنی ہوا ہوگئی۔

گنگا سے گومتی تک

(بہائی مہکے راج)

انسان سے شانتی جیونلو تو اس کے پاس باقی ہی کھا رہ جاتا ہے۔ وہ مردہ ہو جاتا ہے، وہ بھکار ہو جاتا ہے، وہ سوچ نہیں سکتا، وہ چل نہیں سکتا، وہ سو نہیں سکتا۔ اشرانتی کی پیڈا سے کراہنے کے سوا وہ کچھ نہیں کر سکتا.....یہی تو شیتان کے ابھتاروں کا ہتھیار ہے !

میں لوشا لوشا سات بچے رات کو دھمنے چلا گیا۔ دوستوں سے ملاقات ہوئی۔ گپ سڈاک چل پڑی۔ باتوں کا نہ سر تھا اور نہ پیر۔ کوئی ویشای کھٹنے نہیں پایا۔ یہ بھی بتانا مشکل ہے کہ بات کھاں سے شروع ہوئی تھی اور کھاں اس کا اہت ہوا۔ سب باتیں تک ہی کی جاتیں تو بات کرنے کا مڑا ہی کھا۔ کسی صورت کپ کی کوئی توتی۔ دس بچے سب نے رخصت لی۔ مہری آنکھیں نھلنے سے بدھ ہوتی جارہی تھیں۔ نھلنے اپنی مری سے مہری پاس آتی ہے، مہری اچھا کی وہ تابعدار نہیں ہے۔ در تھا کہیں اچھا اگلی تو رات بھر کروتوں بدل بدل کر صبح ہوئی۔ سائکل سے جلد کود پھلنے پونچھتے ہوئے دروازہ کھولا۔ کمرے میں کھور اندھارا چھایا تھا۔ پانی کے در سے کھوکھاں بھی بدھ تھیں۔ چھڑوں کو تھوک دکھنے کی بری عادت مچھ چھو تک نہیں گئی۔ لائٹ تھونڈھنے کے چکر میں دو ایک چھڑوں سے ٹکرایا، کچھ آہس موم ٹکرا کر اپنی جگہوں پر ہی رہ گئیں اور کچھ رات کے صلائے موم شور مچاتی نچھ آہیں۔ مچھ لائٹ کی کھوج تھی، ان نے تھالے کی چلنا نہیں۔ موم پہلے سے موانپ رہا تھا، چھلچھلاہٹ نے سانس اور تھز کردی۔ فصہ کچھ اپنی لپرواہی پر آ رہا تھا اور کچھ ہوجارے تھول لہمپ پر۔ فصہ اور چھلچھلاہٹ کے ساتھ اندھوں کی طرح اندھ اڈھر ہاتھ کھما دھا تھا۔ لہمپ کھبخت جانا کھاں۔ مل ہی کھا۔ ایک کھت کی آواز ہوئی اور کمرے میں روشنی ہی روشنی ہوا ہوگئی۔

سامان میں نہیں آتا کہ کسی کا سواں اور اسے دنگن ہو جاتا ہے اگر اپنی زبان میں پڑی جائے۔ وہ پڑھا ہر لکھوں روپے خرچ ہو رہے ہیں اور بڑی بڑی ٹیکائن لکھی جارہی ہیں چلے ہیں سلسکرت داں ہی پڑھ سکتے ہیں۔ ایسا کوئی ترجمہ نہیں کیا گیا۔ جو مہرے جوسا سادھان آدنی سمجھ سکے۔ گھٹا کے ترجمے اور ٹیکائن تو بہت ہیں لیکن صاف ستھرا کوئی نہیں۔ ابھی تک سندھیا اور گھٹا کا پاتھ سلسکرت میں ہی کرنا پڑیہ سمجھا جاتا ہے۔ کیوں نہ ہو ہندو اور مسلمان براہمنوں کے پوت کا بھی سوال ہے۔ اگر ہم آپ سمجھ سکیں تو انہیں کون پوچھتا؟ اس پوت کی آگ کے لئے ہی آچل کے براہمنوں (چلم کے اور کرم کے دونوں) کی کوشش ہے کہ راشٹر بہاشا سلسکرت ہو، نہیں تو مشکل سلسکرتی ہندی ہو تاکہ وہ اور انکی سلطان بھولے بھالے کسانوں اور مزدوروں کو سندروں میں ہی نہیں بلکہ کچھریوں دفتروں، بلیج بھویار اور ہر ایک پٹھے میں لوٹ سکیں۔ یہ دیس سہوا اور ساہتیہ سہوا کیا سندر جال میں!..... (باقی لکھک کی کتاب 'بہاشا' میں پوہئے)

سمجھ میں نہیں آیا کہ نماز کا ثواب اور اثر دنگا ہو جاتا ہے اگر اپنی زبان میں پڑی جائے۔ وہ پڑھا ہر لکھوں روپے خرچ ہو رہے ہیں اور بڑی بڑی ٹیکائن لکھی جارہی ہیں چلے ہیں سلسکرت داں ہی پڑھ سکتے ہیں۔ ایسا کوئی ترجمہ نہیں کیا گیا۔ جو مہرے جوسا سادھان آدنی سمجھ سکے۔ گھٹا کے ترجمے اور ٹیکائن تو بہت ہیں لیکن صاف ستھرا کوئی نہیں۔ ابھی تک سندھیا اور گھٹا کا پاتھ سلسکرت میں ہی کرنا پڑیہ سمجھا جاتا ہے۔ کیوں نہ ہو ہندو اور مسلمان براہمنوں کے پوت کا بھی سوال ہے۔ اگر ہم آپ سمجھ سکیں تو انہیں کون پوچھتا؟ اس پوت کی آگ کے لئے ہی آچل کے براہمنوں (چلم کے اور کرم کے دونوں) کی کوشش ہے کہ راشٹر بہاشا سلسکرت ہو، نہیں تو مشکل سلسکرتی ہندی ہو تاکہ وہ اور انکی سلطان بھولے بھالے کسانوں اور مزدوروں کو سندروں میں ہی نہیں بلکہ کچھریوں دفتروں، بلیج بھویار اور ہر ایک پٹھے میں لوٹ سکیں۔ یہ دیس سہوا اور ساہتیہ سہوا کیا سندر جال میں!..... (باقی لکھک کی کتاب 'بہاشا' میں پوہئے)

“بیل گاڑی نہیں جا سکتی”

(ڈاکٹر جے. سی. کمارپا)

پلاننگ کمیशन پبلیشری بورڈ کی बैठک میں شامل ہونے کے لیے میں نہ دیگئی گیا تھا۔ اسی سم وہ ہتھکھنڈے مہرے سامنے چمک اٹھے جن سے دھن وان فریہوں سے ناجائز فوڈہ اٹھاتے ہیں۔ پلاننگ کمیशन کا دفتر 'راشٹر پتی بھون' کے آترو حصے میں ہے۔ میں نے اسٹیشن سے ایک فائیک کہا اور اپنے ٹھہرنے کی جگہ پر سامان اٹارنے کے بعد تانگے وان کو "لٹ صاحب کے محل" چلمے کا حکم دیا۔ تانگے وان نے اتر دیا۔ "میں ایک فریب آدمی ہوں، اگر آپ کو وہاں لے چلوں گا تو ایک جھاجھت میں پھلس جاؤں گا" کہونکہ وہاں تانگے لے جانے کی اجازت نہیں ہے۔ میں نے اسے وشواس دلایا کہ میں سب کچھ سمجھ بوجھ لوں گا۔ اس کی ہمت بلدھی اور وہ مجھے لے کر چل دیا۔ سکرپٹریٹ نے دو بلاکس کو ہار کرنے کے بعد جب وہ وائسریکل لاج کے گھٹ میں بائیں طرف مڑنے والا تھا، ایک نوجوان سکہ لے لکھار بھری آواز سے اس کو سڑک سے ہٹانے کا آدیش دیا۔ میں نے اس بھائی کو بتایا کہ یہ ایک پبلک سڑک ہے اور مجھے اس کے استعمال کا پورا حق ہے۔ وہ نوجوان پولیس کی وردی بھی نہیں پہنے تھا جس سے

پلاننگ کمیशन آڈریٹری بورڈ کی بیٹھک میں شامل ہونے کے لئے میں نئی دلی گیا تھا۔ اسی سم وہ ہتھکھنڈے مہرے سامنے چمک اٹھے جن سے دھن وان فریہوں سے ناجائز فوڈہ اٹھاتے ہیں۔ پلاننگ کمییشن کا دفتر 'راشٹر پتی بھون' کے آترو حصے میں ہے۔ میں نے اسٹیشن سے ایک فائیک کہا اور اپنے ٹھہرنے کی جگہ پر سامان اٹارنے کے بعد تانگے وان کو "لٹ صاحب کے محل" چلمے کا حکم دیا۔ تانگے وان نے اتر دیا۔ "میں ایک فریب آدمی ہوں، اگر آپ کو وہاں لے چلوں گا تو ایک جھاجھت میں پھلس جاؤں گا" کہونکہ وہاں تانگے لے جانے کی اجازت نہیں ہے۔ میں نے اسے وشواس دلایا کہ میں سب کچھ سمجھ بوجھ لوں گا۔ اس کی ہمت بلدھی اور وہ مجھے لے کر چل دیا۔ سکرپٹریٹ نے دو بلاکس کو ہار کرنے کے بعد جب وہ وائسریکل لاج کے گھٹ میں بائیں طرف مڑنے والا تھا، ایک نوجوان سکہ لے لکھار بھری آواز سے اس کو سڑک سے ہٹانے کا آدیش دیا۔ میں نے اس بھائی کو بتایا کہ یہ ایک پبلک سڑک ہے اور مجھے اس کے استعمال کا پورا حق ہے۔ وہ نوجوان پولیس کی وردی بھی نہیں پہنے تھا جس سے

ترجمہ پہلے سولہواں صدی میں ہوا تھا۔ وہاں کے براہمنوں نے اسے بہت دنوں تک قائم رکھا۔ لیکن گو کتابیں اس میں لکھی جاتی رہیں، عام آدمی اپنی اپنی بولی بولتے رہے۔ روس کی راجدھانی ماسکو ہوا کرتی تھی۔ پیٹر بڑے کے دنوں میں اس شاہی شہر کی بولی نے اپنا سکہ جما لیا لیکن اب بھی اس میں بائبل کی وجہ سے سولہواں صدی کی کافی چاشنی ہے۔ روسی براہمنوں نے اس سولہواں صدی کے اٹھ بہترے ہاتھ پاؤں مارے لیکن جغرافیہ کے سامنے ان کی کچھ نہ چلی۔ اگر دلی ہماری راجدھانی رہی تو دلی کی بولی کو راج کرنے کا کافی موقعہ ہے۔

یورپ کی زبانوں میں سے اٹالیائی ایک ایسی زبان ہے جو راجدھانی سے نہیں نکلی بلکہ فلورنس کی بولی تھی۔ اس کی بڑی وجہ تو یہ ہے کہ چودھویں صدی میں تین چوتھی کے شاعر دانٹے (Dante)، پیٹرارک (Petrarch) اور بوکیشیو (Bocacio) فلورنس میں پیدا ہوئے اور ان کے مقابلے میں کوئی سر نہ اٹھا سکا۔ دوسری وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اٹالی کی اور بولہوں کے مقابلے میں فلورنس کی بولی لاطینی سے زیادہ ملتی جلتی تھی۔

اس سرسری نظر سے ہمیں ایک سبق یہ ملتا ہے کہ اکثر وہی زبان ملک میں عام ہوتی ہے جو راجدھانی کی ہو۔ کہیں کہیں لیکن بہت کم یہ بھی ہوتا ہے کہ ایسے شہر کی بولی عام ہو جاتی ہے جہاں کوئی خاص مہا کوئی یا بڑا مذہبی رفارمر پیدا ہوا ہو۔ ہندستان کی زبانوں سے بھی یہی سبق ملتا ہے۔ پرانے زمانے میں ہند کی وجہ سے ماکدھی نے پاؤں پھیلائے۔ تلسی کی وجہ سے اودھی نے کچھ دنوں سر اٹھایا۔ بلکال میں کم سے کم تین بولہاں بولی جاتی تھیں۔ راجدھانی کلکتے میں تھی اسلئے وہاں کی بولی تمام بلکال میں عام ہوئی۔ پنجاب میں چار پانچ قسم کی بولہاں تھیں لیکن لاہور راجدھانی تھا اسلئے جتنی کتابیں پنجابی میں چھپتی ہیں وہ لاہوری پنجابی میں چھپتی ہیں۔ شہر جی کے بعد اس کے وزیر نے پونا کو راجدھانی بنایا اسلئے پونا کی مرہٹی سارے مرہٹی دیس میں عام ہوئی۔ چونکہ پونا اور کلکتے دونوں شہروں میں سلسکرت کے کالج بھی راجدھانی کے ساتھ ہی ساتھ کھولے گئے اس لئے ان دونوں زبانوں میں سلسکرت نے زیادہ زور کیا۔

دوسرا سبق ہمیں یہ ملتا ہے کہ جس کسی زبان میں انجیل (بائبل) کا ایسا ترجمہ کیا گیا ہو جو آسان ہو اور جو پوجا پاتھ میں پڑتا جاسکے تو اُس ترجمے کی زبان کا اُس ملک کی زبان پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ قرآن کے ارد میں تین چار ترجمے ہوئے لیکن ان کی زبان ایک سی نہیں۔ ابھی تک یہاں کے مسلمانوں کی

ترجمہ پہلے سولہواں صدی میں ہوا تھا۔ وہاں کے براہمنوں نے اسے بہت دنوں تک قائم رکھا۔ لیکن گو کتابیں اس میں لکھی جاتی رہیں، عام آدمی اپنی اپنی بولی بولتے رہے۔ روس کی راجدھانی ماسکو ہوا کرتی تھی۔ پیٹر بڑے کے دنوں میں اس شاہی شہر کی بولی نے اپنا سکہ جما لیا لیکن اب بھی اس میں بائبل کی وجہ سے سولہواں صدی کی کافی چاشنی ہے۔ روسی براہمنوں نے اس سولہواں صدی کے اٹھ بہترے ہاتھ پاؤں مارے لیکن جغرافیہ کے سامنے ان کی کچھ نہ چلی۔ اگر دلی ہماری راجدھانی رہی تو دلی کی بولی کو راج کرنے کا کافی موقعہ ہے۔

یورپ کی زبانوں میں سے اٹالیائی ایک ایسی زبان ہے جو راجدھانی سے نہیں نکلی بلکہ فلورنس کی بولی تھی۔ اس کی بڑی وجہ تو یہ ہے کہ چودھویں صدی میں تین چوتھی کے شاعر دانٹے (Dante)، پیٹرارک (Petrarch) اور بوکیشیو (Bocacio) فلورنس میں پیدا ہوئے اور ان کے مقابلے میں کوئی سر نہ اٹھا سکا۔ دوسری وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اٹالی کی اور بولہوں کے مقابلے میں فلورنس کی بولی لاطینی سے زیادہ ملتی جلتی تھی۔

اس سرسری نظر سے ہمیں ایک سبق یہ ملتا ہے کہ اکثر وہی زبان ملک میں عام ہوتی ہے جو راجدھانی کی ہو۔ کہیں کہیں لیکن بہت کم یہ بھی ہوتا ہے کہ ایسے شہر کی بولی عام ہو جاتی ہے جہاں کوئی خاص مہا کوئی یا بڑا مذہبی رفارمر پیدا ہوا ہو۔ ہندستان کی زبانوں سے بھی یہی سبق ملتا ہے۔ پرانے زمانے میں ہند کی وجہ سے ماکدھی نے پاؤں پھیلائے۔ تلسی کی وجہ سے اودھی نے کچھ دنوں سر اٹھایا۔ بلکال میں کم سے کم تین بولہاں بولی جاتی تھیں۔ راجدھانی کلکتے میں تھی اسلئے وہاں کی بولی تمام بلکال میں عام ہوئی۔ پنجاب میں چار پانچ قسم کی بولہاں تھیں لیکن لاہور راجدھانی تھا اسلئے جتنی کتابیں پنجابی میں چھپتی ہیں وہ لاہوری پنجابی میں چھپتی ہیں۔ شہر جی کے بعد اس کے وزیر نے پونا کو راجدھانی بنایا اسلئے پونا کی مرہٹی سارے مرہٹی دیس میں عام ہوئی۔ چونکہ پونا اور کلکتے دونوں شہروں میں سلسکرت کے کالج بھی راجدھانی کے ساتھ ہی ساتھ کھولے گئے اس لئے ان دونوں زبانوں میں سلسکرت نے زیادہ زور کیا۔

دوسرا سبق ہمیں یہ ملتا ہے کہ جس کسی زبان میں انجیل (بائبل) کا ایسا ترجمہ کیا گیا ہو جو آسان ہو اور جو پوجا پاتھ میں پڑتا جاسکے تو اُس ترجمے کی زبان کا اُس ملک کی زبان پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ قرآن کے ارد میں تین چار ترجمے ہوئے لیکن ان کی زبان ایک سی نہیں۔ ابھی تک یہاں کے مسلمانوں کی

لکھنا آنا ہے۔ انگریزی پڑھنے والوں کو کبھی आपस में कोई भी देखी बोली बोलते सुनो, चौथाई लफ्ज तो अंगरेजी होंगे. एक दिन आने वाला है जब यह साहब भी अपनी ज़बान में लिखना शुरू करेंगे. इस किताब में भी कुछ अंगरेजी लफ्ज भरे गए हैं सिर्फ इस लिये कि मेरे अंगरेजी पढ़े भाई भी इसे पढ़ सकें.

उर्दू और हिन्दी के विकास और विकास की बाबत लिखने से पहले ज़बानों के फलने और फूलने के कुछ मोटे असूल बयान करना मुनासिब है. चूँकि यह असूल योरपी विद्वानों ने योरपी ज़बानों से निकाले हैं इस लिये योरपी ज़बानों की कहानी थोड़ी लिखता हूँ जिस से उन असूलों की बुनियाद समझ में आजाय.

लातीनी ने मुद्रत तक योरप में राज किया रोमन राज के बूते पर. रोमन राज के बाद यह बहुत दिनों तक जी न सकी बावजूद ईसाई धर्म की मदद के. लातीनी के बाद जिस ज़बान ने पहले पहल योरप में अदबी सूरत अखितयार की वह स्पेनिश थी. आठवीं सदी के शुरू में जब मुसलमानों ने वहाँ फतह हासिल की, स्पेन में कम से कम तीन बोलियाँ बोली जाती थीं: चूँकि उत्तरी हिस्से के बाशिन्दों की कोशिश से मुसलमान स्पेन से आहिस्ते आहिस्ते निकाले गए इसलिये उत्तरी हिस्से की ज़बान दक्खिन की तरफ फैलने लगी और अगरचे इस ने और बोलियों को बिलकुल मिटाया नहीं लेकिन जब तेरहवीं सदी में इस में ऊँचे दर्जे की कविताएँ लिखी गईं तो सारे स्पेन में इस का सिका जम गया. यानी मौजूदा स्पेनिश के फैलने की वजह दो हैं, एक पोलिटिकल और दूसरी कविता.

परी जिसे अंगरेजी में पेरिस कहते हैं मुद्रत से फ्रान्स की राजधानी चली आती है. परी में दरबार होने की वजह से और इसलिये मंडी होने की वजह से परी की ज़बान सारे फ्रान्स की ही नहीं बल्कि पास पास के देसों की भी आम ज़बान बन गई. इंगलैंड में भी यही हुआ. लन्दन सदियों से राजधानी है इसलिये वहाँ की बोली तमाम मुल्क की बोली हो गई.

जर्मन की कहानी निराली है. बरलिन को राजधानी बने बहुत अरसा नहीं हुआ और न जर्मन के और शहरों से बरलिन में कोई खास खूबी है. लूथर एक मजहबी रिकारमर था. उ्यों उ्यों उस का मत फैलता गया उसकी ज़बान भी साथ देती रही और सारी जर्मनी में ही नहीं आस पास के कुछ देसों में भी फैल गई. बड़ी वजह इस के फैलने की यह थी कि बाइबिल का इस ज़बान में अच्छा और आसान तरजुमा किया गया. सारी पूजा पाठ अब इस में होने लगी.

रूसी की कहानी अजब है. शुरू में मुद्रत तक किताबी ज़बान खोजबानिक रही. वजह यह थी कि वहाँ बाइबिल का

लफ्ज आते हैं. अंग्रेजी पढ़ने वालों को कभी आपस में कोई भी देखी बोली बोलते सुनो, चौथाई लफ्ज तो अंगरेजी होंगे. एक दिन आने वाला है जब यह साहब भी अपनी ज़बान में लिखना शुरू करेंगे. इस किताब में भी कुछ अंगरेजी लफ्ज भरे गए हैं सिर्फ इस लिये कि मेरे अंगरेजी पढ़े भाई भी इसे पढ़ सकें.

अर्दو और मुल्दी के विकास और विकास की बाबत लिखने से पहले ज़बानों के फलने और फूलने के कुछ मोटे असूल बयान करना मुनासिब है. चूँकि यह असूल योरपी विद्वानों ने योरपी ज़बानों से निकाले हैं इस लिये योरपी ज़बानों की कहानी थोड़ी लिखता हूँ जिस से उन असूलों की बुनियाद समझ में आजाय.

लाहली ने مدت तक योरप में राज किया रोमन राज के बूते पर. रोमन राज के बाद यह बहुत दिनों तक जी न सकी बावजूद ईसाई धर्म की मदद के. लाहली के बाद जिस ज़बान ने पहले पहल योरप में अदबी सूरत अखितयार की वह स्पेनिश थी. आठवीं सदी के शुरू में जब मुसलमानों ने वहाँ फतह हासिल की, स्पेन में कम से कम तीन बोलियाँ बोली जाती थीं: चूँकि उत्तरी हिस्से के बाशिन्दों की कोशिश से मुसलमान स्पेन से आहिस्ते आहिस्ते निकाले गए इसलिये उत्तरी हिस्से की ज़बान दक्खिन की तरफ फैलने लगी और अगरचे इस ने और बोलियों को बिलकुल मिटाया नहीं लेकिन जब तेरहवीं सदी में इस में ऊँचे दर्जे की कविताएँ लिखी गईं तो सारे स्पेन में इस का सिका जम गया. यानी मौजूदा स्पेनिश के फैलने की वजह दो हैं, एक पोलिटिकल और दूसरी कविता.

परी जिसे अंगरेजी में पेरिस कहते हैं मुद्रत से फ्रान्स की राजधानी चली आती है. परी में दरबार होने की वजह से और इसलिये मंडी होने की वजह से परी की ज़बान सारे फ्रान्स की ही नहीं बल्कि पास पास के देसों की भी आम ज़बान बन गई. इंगलैंड में भी यही हुआ. लन्दन सदियों से राजधानी है इसलिये वहाँ की बोली तमाम मुल्क की बोली हो गई.

जर्मन की कहानी निराली है. बरलिन को राजधानी बने बहुत अरसा नहीं हुआ और न जर्मन के और शहरों से बरलिन में कोई खास खूबी है. लूथर एक मजहबी रिकारमर था. उ्यों उ्यों उस का मत फैलता गया उसकी ज़बान भी साथ देती रही और सारी जर्मनी में ही नहीं आस पास के कुछ देसों में भी फैल गई. बड़ी वजह इस के फैलने की यह थी कि बाइबिल का इस ज़बान में अच्छा और आसान तरजुमा किया गया. सारी पूजा पाठ अब इस में होने लगी.

रूसी की कहानी अजब है. शुरू में मुद्रत तक किताबी ज़बान खोजबानिक रही. वजह यह थी कि वहाँ बाइबिल का

بولیوں کا شور بدلتا گیا۔ نتیجتاً یہ کہ ان میں سے پہلی لفظوں کی گنتی خوب بڑی اور ان میں سے آگے۔ اس پر براہمن اور ان کے چاہنے والے شہر میں اور آج کل اُنکی گنتا بھانے میں لگے ہوئے ہیں۔ اپنی دی ہی دیکھ لو رات کو راتوں کو پورنما آگ کو ی اور اس طرح سہکڑوں لفظوں کو مشکل بنایا جا رہا ہے۔

بیلکول اسی طرح ہندو اور مسلمان مولویوں کے ہاتھ آ رہی ہوئی موزی فارسی عربی کے لفظ تھونسے لگے ہیں۔ کی جگہ اُمداد اور کی جگہ شہلم پورس کی جگہ سائگی سہکڑوں لفظوں کی فصول بھر مار۔ لیکن یہ ب تھوڑے دنوں کا معاملہ ہے۔ زبانیں سدا سدا رہتی تھیں۔ ہماری بھی سدھریکی یعنی آسان ہوئی۔ پختہ اور مولویوں کا دوش نہیں۔ سب زبانوں کے تھ ایسا ہی ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ زبانوں کا یہ اتل نون ہے کہ جب کوئی زبان علمی صورت اختیار کرنے لگتی تو اُسکی شکل شروع میں تو سادہ ہوتی ہے لیکن جہاں نے ذرا سنبھالا تھا تو جو اُس دیس میں پہلے علمی یا ای زبان تھی وہ اُس پر سوار ہو جاتی ہے اور اُسکی دکشتری نہیں اُسکی گرامر اور بناوت کو بدلنے کی کوشش کرتی اور اگر اس نئی زبان میں لکھنے والے کی یہ نئی زبان مارتو اٹھا نہیں ہوتی تو اُسکے لکھنے میں وہ پوانی ادبی زبان خوب کرتی ہے۔ اُپے ہی دیس میں دیکھئے ایک پنجابی کھک اردو میں زیادہ فارسی اور ہندی میں زیادہ لکھتے کے لفظ پرتھما بہ نسبت ایک دلی والے کے۔ یہی ہے کہ ہمارے لکھنے والوں کی ہندی اتلی ہندی نہیں اتنی سنسکرت ہوتی ہے۔ یورپی زبانوں پر اسی طرح وع میں لاطینی نے خوب اپنا سکہ جمایا تھا۔ آہستہ آہستہ جتنے فصول لاطینی لفظ اُن میں گھس گئے تھے۔ یہی آپ نکل گئے۔ ایران میں جب عربوں کی فتح ہوئی تو وہاں کی ادبی زبان بھی عربی ہو گئی۔ دوسری دی میں جب فارسی میں ادب شروع ہوا تو پہلے پہل چھوٹے فردوسی کے شہنامے میں (عربی لفظ بہت کم استعمال کئے گئے ہیں۔ اس ادب نے ترقی کی تو اس میں عربی لفظ ہی نہیں عربی ترکیبیں بھی خوب ہوتی ہیں۔ آج کل کی فارسی میں بہت کم عربی لفظ برتے آئے ہیں۔ ترکی میں بھی یہی ہوا۔ اُپے ہی دیس میں نظار اور غالب کی شاعری میں اور کبیر اور ہریشی مدر کی کویتا میں فرق دیکھ لےجئے۔

بالکل اسی طرح ہندو اور مسلمان مولویوں کے ہاتھ آ رہی ہوئی موزی فارسی عربی کے لفظ تھونسے لگے ہیں۔ کی جگہ اُمداد اور کی جگہ شہلم پورس کی جگہ سائگی سہکڑوں لفظوں کی فصول بھر مار۔ لیکن یہ ب تھوڑے دنوں کا معاملہ ہے۔ زبانیں سدا سدا رہتی تھیں۔ ہماری بھی سدھریکی یعنی آسان ہوئی۔ پختہ اور مولویوں کا دوش نہیں۔ سب زبانوں کے تھ ایسا ہی ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ زبانوں کا یہ اتل نون ہے کہ جب کوئی زبان علمی صورت اختیار کرنے لگتی تو اُسکی شکل شروع میں تو سادہ ہوتی ہے لیکن جہاں نے ذرا سنبھالا تھا تو جو اُس دیس میں پہلے علمی یا ای زبان تھی وہ اُس پر سوار ہو جاتی ہے اور اُسکی دکشتری نہیں اُسکی گرامر اور بناوت کو بدلنے کی کوشش کرتی اور اگر اس نئی زبان میں لکھنے والے کی یہ نئی زبان مارتو اٹھا نہیں ہوتی تو اُسکے لکھنے میں وہ پوانی ادبی زبان خوب کرتی ہے۔ اُپے ہی دیس میں دیکھئے ایک پنجابی کھک اردو میں زیادہ فارسی اور ہندی میں زیادہ لکھتے کے لفظ پرتھما بہ نسبت ایک دلی والے کے۔ یہی ہے کہ ہمارے لکھنے والوں کی ہندی اتلی ہندی نہیں اتنی سنسکرت ہوتی ہے۔ یورپی زبانوں پر اسی طرح وع میں لاطینی نے خوب اپنا سکہ جمایا تھا۔ آہستہ آہستہ جتنے فصول لاطینی لفظ اُن میں گھس گئے تھے۔ یہی آپ نکل گئے۔ ایران میں جب عربوں کی فتح ہوئی تو وہاں کی ادبی زبان بھی عربی ہو گئی۔ دوسری دی میں جب فارسی میں ادب شروع ہوا تو پہلے پہل چھوٹے فردوسی کے شہنامے میں (عربی لفظ بہت کم استعمال کئے گئے ہیں۔ اس ادب نے ترقی کی تو اس میں عربی لفظ ہی نہیں عربی ترکیبیں بھی خوب ہوتی ہیں۔ آج کل کی فارسی میں بہت کم عربی لفظ برتے آئے ہیں۔ ترکی میں بھی یہی ہوا۔ اُپے ہی دیس میں نظار اور غالب کی شاعری میں اور کبیر اور ہریشی مدر کی کویتا میں فرق دیکھ لےجئے۔

ابھی تک ہماری زبان پوری سنبھلی نہیں۔ اس پر اب اور زوردار حملہ ہونے والا ہے۔ آج کل ہماری علمی انگریزی ہے۔ بول چال میں تو بہت سے انگریزی

ابھی تک ہماری زبان پوری سنبھلی نہیں۔ اس پر اب اور زوردار حملہ ہونے والا ہے۔ آج کل ہماری علمی انگریزی ہے۔ بول چال میں تو بہت سے انگریزی

ہندو اور یو. پی. میں سب جاتوں کے لوگ بساتے تھے اور
 سب جاتوں کی بولیتوں کو ہندوؤں کی بولیتوں کہنا
 چیت ہوگا۔ سنسکرت بھی ان ہی دنوں میں بنائی گئی لیکن
 شامیر میں۔ ان دنوں کاشمیر میں سیکر براہمن رہتے تھے۔
 سا مالوم ہوتا ہے کہ کاشمیر میں آریوں کی کوئی ایسی
 ر ویر کرایم جا بستی تھی جیسے وہاں کے اساتری رہنے
 والوں کا بیج تک ناس کر دیا گیا تھا اور اسلئے ان
 کی بولی تیسری چوتھی صدی بے ۰ س۰ ۰ تک بہت کچھ
 تیر پشچی سے ملتی جلتی تھی۔ آریوں کو یہاں آئے ہزار برس سے زیادہ
 ہو چکے تھے۔ ہزار برسوں میں ہر بولی میں جو کہ بولی
 جاتی ہو زمین آسمان کا فرق ہو جاتا ہے۔ اُس زمانے کی
 کشمیری بولی بھی بولنے میں آسان ہو گئی ہوگی۔ یو۔ پی۔
 کے براہمنوں کو اُس کشمیری کا تو کھانا نہ تھا لیکن ویدک
 کی سدا بدھ تھی اُس لئے بدھ مت کے پرچار کو روکنے کے
 لئے سنسکرت کا سہارا لیا گیا اور اُسے ویدک شکل دینے
 کے لئے جان بوجھ کر مشکل بنایا گیا اور ایسا پاندھا کیا
 کہ وہ ہل نہ سکے۔ پالی ہندوؤں کی زبان بولی اور سنسکرت
 براہمنوں کی۔ پالی آسان، سنسکرت مشکل۔ پالی میں
 آٹھ سورت 'ا' 'آ' 'ا' 'ا' 'ا' 'ا' اور 'ا'۔ سنسکرت میں
 سولہ — 'ا' 'ا' 'ا' 'ا' 'ا' 'ا' 'ا' 'ا' 'ا' 'ا' 'ا' 'ا' جس سے
 صاف ظاہر ہے کہ 'ا' اور 'ا' کی آواز ہمارے اُترکھنڈ کی
 بولیتوں میں سے نکلے ہزاروں برس ہو گئے ہیں۔ 'ا' تو
 شاید ہمیں کہی بولنا آیا ہی نہیں اور 'ا' بولنا تو ہم
 نے بہت کچھ مسلمانوں سے سیکھا۔ عام آدمیوں کی بولی
 میں 'ا' صرف فارسی لفظوں میں بولا جاتا ہے۔ سنسکرت
 صدیوں تک بطور دھرمی اور علمی زبان استعمال ہوتی
 رہی۔ چوتھی، گنت دھرم اور قانون پر اچھی اچھی کتابیں
 اُس میں لکھی جاتی رہیں۔ گو علمی زبان یہ ہزار برس
 رہی، بولی یہ کہیں نہیں جاتی تھی۔ جو تھوڑے بہت
 آدمی اسے جانتے تھے وہ بھی دربار یا کچھری یا شاسترارتھ
 میں چاہے اسے بدل لیں، گھر میں نہیں بولتے تھے۔ عورت
 چونکہ کوئی اسے بولتی نہ تھی اُس لئے یہ کہیں کسی کی
 ماں بولی نہیں بلی۔ اگر ماتر بھاشا کے معنے میں ماں
 کی بولی تو اسے ماتر بھاشا کہنا ہوتا ہے اور اگر ماتر بھاشا
 کے معنے میں ہماری بھاشا کی ماں تو یہ بھی غلط ہے
 کہونکہ یہ آپ بھائی گئی ہماری بولیتوں سے۔

مسلمانوں کے آنے کے بعد سنسکرت کے پجاریوں کی
 گنتی روز بروز گھٹتی گئی۔ یہ دھرمی زبان بھی نہ رہی۔
 اکثر براہمن شاکت اور شہو ہیں۔ دوسرے ہندو اکثر ویشنو
 (ویشنو کے پجاری) ہیں۔ شاکت کتابیں سنسکرت میں اور
 ویشنو پستکیں ہندوستانی بولیتوں میں ہیں۔ ہندوستانی

ہندو اور یو. پی. میں سب جاتوں کے لوگ بساتے تھے اور
 سب جاتوں کی بولیتوں کو ہندوؤں کی بولیتوں کہنا
 چیت ہوگا۔ سنسکرت بھی ان ہی دنوں میں بنائی گئی لیکن
 شامیر میں۔ ان دنوں کاشمیر میں سیکر براہمن رہتے تھے۔
 سا مالوم ہوتا ہے کہ کاشمیر میں آریوں کی کوئی ایسی
 ر ویر کرایم جا بستی تھی جیسے وہاں کے اساتری رہنے
 والوں کا بیج تک ناس کر دیا گیا تھا اور اسلئے ان
 کی بولی تیسری چوتھی صدی بے ۰ س۰ ۰ تک بہت کچھ
 تیر پشچی سے ملتی جلتی تھی۔ آریوں کو یہاں آئے ہزار برس سے زیادہ
 ہو چکے تھے۔ ہزار برسوں میں ہر بولی میں جو کہ بولی
 جاتی ہو زمین آسمان کا فرق ہو جاتا ہے۔ اُس زمانے کی
 کشمیری بولی بھی بولنے میں آسان ہو گئی ہوگی۔ یو۔ پی۔
 کے براہمنوں کو اُس کشمیری کا تو کھانا نہ تھا لیکن ویدک
 کی سدا بدھ تھی اُس لئے بدھ مت کے پرچار کو روکنے کے
 لئے سنسکرت کا سہارا لیا گیا اور اُسے ویدک شکل دینے
 کے لئے جان بوجھ کر مشکل بنایا گیا اور ایسا پاندھا کیا
 کہ وہ ہل نہ سکے۔ پالی ہندوؤں کی زبان بولی اور سنسکرت
 براہمنوں کی۔ پالی آسان، سنسکرت مشکل۔ پالی میں
 آٹھ سورت 'ا' 'آ' 'ا' 'ا' 'ا' 'ا' اور 'ا'۔ سنسکرت میں
 سولہ — 'ا' 'ا' 'ا' 'ا' 'ا' 'ا' 'ا' 'ا' 'ا' 'ا' 'ا' 'ا' جس سے
 صاف ظاہر ہے کہ 'ا' اور 'ا' کی آواز ہمارے اُترکھنڈ کی
 بولیتوں میں سے نکلے ہزاروں برس ہو گئے ہیں۔ 'ا' تو
 شاید ہمیں کہی بولنا آیا ہی نہیں اور 'ا' بولنا تو ہم
 نے بہت کچھ مسلمانوں سے سیکھا۔ عام آدمیوں کی بولی
 میں 'ا' صرف فارسی لفظوں میں بولا جاتا ہے۔ سنسکرت
 صدیوں تک بطور دھرمی اور علمی زبان استعمال ہوتی
 رہی۔ چوتھی، گنت دھرم اور قانون پر اچھی اچھی کتابیں
 اُس میں لکھی جاتی رہیں۔ گو علمی زبان یہ ہزار برس
 رہی، بولی یہ کہیں نہیں جاتی تھی۔ جو تھوڑے بہت
 آدمی اسے جانتے تھے وہ بھی دربار یا کچھری یا شاسترارتھ
 میں چاہے اسے بدل لیں، گھر میں نہیں بولتے تھے۔ عورت
 چونکہ کوئی اسے بولتی نہ تھی اُس لئے یہ کہیں کسی کی
 ماں بولی نہیں بلی۔ اگر ماتر بھاشا کے معنے میں ماں
 کی بولی تو اسے ماتر بھاشا کہنا ہوتا ہے اور اگر ماتر بھاشا
 کے معنے میں ہماری بھاشا کی ماں تو یہ بھی غلط ہے
 کہونکہ یہ آپ بھائی گئی ہماری بولیتوں سے۔

مسلمانوں کے آنے کے بعد سنسکرت کے پجاریوں کی
 گنتی روز بروز گھٹتی گئی۔ یہ دھرمی زبان بھی نہ رہی۔
 اکثر براہمن شاکت اور شہو ہیں۔ دوسرے ہندو اکثر ویشنو
 (ویشنو کے پجاری) ہیں۔ شاکت کتابیں سنسکرت میں اور
 ویشنو پستکیں ہندوستانی بولیتوں میں ہیں۔ ہندوستانی

ابھی سنسکृत نہیں بنی تھی۔ اس کے پہلے ہی بہت سے لوگ ایران سے اور ایران کے راستے ہندوستان میں آئے۔ ان ذریعے اور ایرانی راج کے کارن پرانی فارسی سے بہت ہندوستانی زبانوں میں آئے۔ کچھ تو سنسکرت نے ہی اور کچھ ہماری پرانی پراکرت سورسہلی میں شامل یہ عام خیال کہ سنسکرت ایک شدہ بھاشا ریسی لفظوں سے پاک ہے، غلط ہے۔ اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ فارسی کے سارے لفظ ہماری بولی میں آئے۔ بہت سے لفظ تو محمد صاحب کے نے سے پہلے آچکے ہیں جیسے 'انار'، 'روتی'، 'توا'، 'براہر'۔ یہ خیال بھی غلط ہے کہ فارسی کے لفظوں نے ہندی والوں کا دھرم بگڑا ہے۔ یہاں ہندو پانی لسان پانی تو ہے ہی اب ہندو شبد اور مسلمان ہو گئے ہیں! دنہا کے کہیل کا چمکتا دیکھئے، پانی اور ہندو پانی کا تو بھید کم ہو رہا ہے، کا بھید زوروں پر ہے۔

سنسکृत کے بنائے جانے کے تین چار سو برس پہلے جین اور بौद्ध धर्म यहाँ पैदा हुए बिहार की तरफ۔ वहाँ की भाषा में ही प्रचार शुरू हुआ۔ बौद्ध मत बहुत फैला, यहाँ तक कि रावलपिंडी के पास तक्षशिला में इस की यूनीवर-सिटी बनी۔ लगभग 250 बी. सी. में अशोक ने एक ऐसी बोली को जो यहाँ की बहुत सी बोलियों के जोड़ से पैदा हुई थी अपनी दरबारी ज़बान बनाली। अब इसे पाली कहते हैं। तक्षशिला में पाली में तालीम दी जाती थी। लेकिन वहाँ यह धर्मी और इलमी ज़बान ही रही। अदबी ज़बान तो यह वक्खन में जा कर बनी और मँजी यह जा कर लंका में। शुरू तो हुई यह सीधी सादी मागधी प्राकृत से लेकिन जब इस के पैर जम गए और उभरने लगी, इस पर वैदिक ने हमला किया। यह एक और मिसाल है उस अटल कुदरती कानून की। जब कोई बोली इलमी सूरत अखतियार करने लगती है तो आस पास जो इलमी भाषा हो वह उस पर छा जाती है। नतीजा यह कि संस्कृत की तरह यह भी शायद किसी देस, शहर या गांव में बोली नहीं जाती थी। इस में और संस्कृत में इतना फरक जरूर रहा कि संस्कृत में तो लफ्जों को मुशकिल बनाने की कोशिश की गई, पाली में आसान। जैसे संस्कृत का कर्पति जो हिन्दुस्तानी में काढ़े है, पाली में कढ़े; संस्कृत विद्युत, हिन्दी बिजली, पाली बिज्जू; संस्कृत अच्छी, हिन्दी आख, पाली और पंजाबी अखी।

पाली आज कल पढ़ाई नहीं जाती नहीं तो यह मालूम हो जाता कि हमारी आज कल के हिन्दुस्तानी लफ्जों की शकल इतनी संस्कृत के शब्दों से नहीं मिली जितनी पाली के शब्दों से। वजह यह है कि पाली तो बनी थी बिहारी और यू. पी. की बोलियों के जोड़ से। उन दिनों में भी

سنسکرت نہیں بنی تھی۔ اس کے پہلے ہی بہت سے لوگ ایران سے اور ایران کے راستے ہندوستان میں آئے۔ ان ذریعے اور ایرانی راج کے کارن پرانی فارسی سے بہت ہندوستانی زبانوں میں آئے۔ کچھ تو سنسکرت نے ہی اور کچھ ہماری پرانی پراکرت سورسہلی میں شامل یہ عام خیال کہ سنسکرت ایک شدہ بھاشا ریسی لفظوں سے پاک ہے، غلط ہے۔ اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ فارسی کے سارے لفظ ہماری بولی میں آئے۔ بہت سے لفظ تو محمد صاحب کے نے سے پہلے آچکے ہیں جیسے 'انار'، 'روتی'، 'توا'، 'براہر'۔ یہ خیال بھی غلط ہے کہ فارسی کے لفظوں نے ہندی والوں کا دھرم بگڑا ہے۔ یہاں ہندو پانی لسان پانی تو ہے ہی اب ہندو شبد اور مسلمان ہو گئے ہیں! دنہا کے کہیل کا چمکتا دیکھئے، پانی اور ہندو پانی کا تو بھید کم ہو رہا ہے، کا بھید زوروں پر ہے۔

سنسکرت کے بنائے جانے کے تین چار سو برس پہلے دہودہ دھرم یہاں پیدا ہوئے بھار کی طرف۔ ی بھاشا میں ہی پرچار شروع ہوا۔ ہودہ مت بلا، یہاں تک کہ راولپنڈی کے پاس تکشلا میں یونہورستی بنی۔ ایک ہوگ 250 بی. سی۔ رک نے ایک ایسی بولی کو جو یہاں کی بہت لوگوں کے جوڑ سے پیدا ہوئی تھی اپنی درباری بولی۔ اب اسے پالی کہتے ہیں۔ تکشلا میں ہیں تعلیم دی جاتی تھی۔ لیکن وہاں یہ دھرمی سی زبان ہی رہی۔ ادبی زبان تو یہ دکن میں ی اور منجی یہ جانر لڈکا میں۔ شروع تو ہوئی تھی سادی مانڈھی پراکرت سے لیکن جب اس کے گئے اور ابھرنے لگی اس پر ویدک نے حملہ کیا۔ اور مثال ہے اس اٹل قدرتی قانون کی۔ جب لی علمی صورت اختیار کرنے لگتی ہے تو اس نو علمی بھاشا ہو وہ اس پر چھا جاتی ہے۔ نتیجہ سنسکرت کی طرح یہ بھی شاید کسی دیس گاؤں میں بولی نہیں جاتی تھی۔ اس میں سنسکرت میں انڈا فرق ضرور رہا کہ سنسکرت میں تو کو مشکل بنانے کی کوشش کی گئی، پالی میں تھیں سنسکرت کا کرشتی جو ہندوستانی میں کارہ میں گڑھے، سنسکرت ویدوت، ہندی بھجلی، پالی سنسکرت اکھی، ہندی آنکھ، پالی اور پنجابی آنکھ۔ آجکل پڑھائی نہیں جاتی نہیں تو یہ معلوم ہو جاتا ہے آج کل کے ہندوستانی لفظوں کی شکل اعلیٰ ت کے شبدوں سے نہیں ملتی جتنی پالی کے سے۔ وجہ یہ ہے کہ پالی تو بولی تھی بھاری اور کی بولوں کے جوڑ سے۔ ان دنوں میں بھی

उरदू और हिन्दी

(भाई मदन गोपाल)

[अगस्त और सितम्बर के 'नया हिन्द' में 'खालिस बोली' लिखड़ी बोली और बोली की दीवार' नाम के लेख भाई मदन गोपाल जी की किताब "भाशा" से लिये गए हैं. यह लेख भी उसी किताब का एक हिस्सा है. पूरी किताब छप कर तैयार है और नागरी और उरदू दोनों लिखावटों में मैनेजर 'नया हिन्द' 145, मुट्टीगंज, इलाहाबाद से मिल सकती है. क्रामत डेढ़ रुपया. —एडीटर]

उरदू और हिन्दी का झगड़ा कुछ बहुत पुराना नहीं, लेकिन खिचता खिचता इतना जम्मा हो गया है कि अब धर्म का भाग बन गया है. दो बोलियों का आपस में झगड़ा सदा से चलता आया है और होता रहेगा. जिस तरह से यह झगड़े और देसों में निपटे हमारे देस में भी निपटेंगे. यह देखने के लिये कि और मुल्कों में यह झगड़े किस तरह तय हुए, यह मुनासिब है कि हिन्दुस्तान की ज़बानों पर और और देसों की ज़बानों पर सरसरी नज़र डाली जाए.

पांच हज़ार बरस हुए हिन्दुस्तान में आर्यों के आने से पहले उत्तरी हिन्दुस्तान की क्या बोली थी उस की बाबत हमें कुछ इल्म नहीं क्योंकि उन लेखों को जो उस ज़माने के हमें मिले हैं अभी तक कोई पढ़ नहीं सका. आर्यों ने यहाँ के रहने वालों को दर्यू, नककीने, कपटी, जंगली वगैरा कहा है. पिछली सदी तक तो जो कुछ वह लिख गए हैं सच माना जाता था लेकिन अब हम जानते हैं कि जब आर्य यहाँ आए थे, वह ठठाऊ चूल्हे थे. खेती बाड़ी यहाँ आकर उन्होंने सीखी. उन की शुरु की वैदिक ज़बान भी यहाँ की पहली बोली के मेल से पैदा हुई और वह भी बहुत दिन जी न सकी. बौद्धों और जैनियों ने यहाँ की बोलियों में प्रचार शुरु किया. जब उन के प्रचार से ब्राह्मणों के जात के किले गिरने लगे तो उन्होंने संस्कृत बनाई. शुरु में तो यह केवल धर्मी बोली बनी. जब ब्राह्मणों का क्रिज्ञा जात फिर मज़बूत हो गया, उन्होंने इसे दरबारी ज़बान बनाली. उस के बाद यह अदबी (साहित्यिक) ज़बान बन गई. अदबी बनकर इस ने वह रंग रूप निकाला कि हिन्दुस्तान में ही नहीं आस पास के देसों में भी राज करने लगी.

सातवीं सदी बी. सी. में ईरानियों ने पक्किम में मिस्र तक और पूरब में सिंध दरिया तक अपनी हकूमत कायम की. पांचवीं सदी बी. सी. में उनके द्वारा के राज में सितारा खूब बढ़ा और फेल्लम की नदी पर उनका कब्ज़ा हो गया.

अरदू और हन्दी

(भैनी मदन गोपाल)

[अगस्त और सितम्बर के 'नया हिन्द' में 'खालिस बोली' लिखड़ी बोली और बोली की दीवार' नाम के लेख भाई मदन गोपाल जी की किताब "भाशा" से लिये गए हैं. यह लेख भी उसी किताब का एक हिस्सा है. पूरी किताब छप कर तैयार है और नागरी और उरदू दोनों लिखावटों में मैनेजर 'नया हिन्द' 145, मुट्टीगंज, इलाहाबाद से मिल सकती है. क्रामत डेढ़ रुपया. —एडीटर]

अरदू और हन्दी का झगड़ा कुछ बहुत पुराना नहीं, लेकिन खिचता खिचता इतना जम्मा हो गया है कि अब धर्म का भाग बन गया है. दो बोलियों का आपस में झगड़ा सदा से चलता आया है और होता रहेगा. जिस तरह से यह झगड़े और देसों में निपटे हमारे देस में भी निपटेंगे. यह देखने के लिये कि और मुल्कों में यह झगड़े किस तरह तय हुए, यह मुनासिब है कि हिन्दुस्तान की ज़बानों पर और और देसों की ज़बानों पर सरसरी नज़र डाली जाए.

पांच हज़ार बरस हुए हिन्दुस्तान में आर्यों के आने से पहले उत्तरी हिन्दुस्तान की क्या बोली थी उस की बाबत हमें कुछ इल्म नहीं क्योंकि उन लेखों को जो उस ज़माने के हमें मिले हैं अभी तक कोई पढ़ नहीं सका. आर्यों ने यहाँ के रहने वालों को दर्यू, नककीने, कपटी, जंगली वगैरा कहा है. पिछली सदी तक तो जो कुछ वह लिख गए हैं सच माना जाता था लेकिन अब हम जानते हैं कि जब आर्य यहाँ आए थे, वह ठठाऊ चूल्हे थे. खेती बाड़ी यहाँ आकर उन्होंने सीखी. उन की शुरु की वैदिक ज़बान भी यहाँ की पहली बोली के मेल से पैदा हुई और वह भी बहुत दिन जी न सकी. बौद्धों और जैनियों ने यहाँ की बोलियों में प्रचार शुरु किया. जब उन के प्रचार से ब्राह्मणों के जात के किले गिरने लगे तो उन्होंने संस्कृत बनाई. शुरु में तो यह केवल धर्मी बोली बनी. जब ब्राह्मणों का क्रिज्ञा जात फिर मज़बूत हो गया, उन्होंने इसे दरबारी ज़बान बनाली. उस के बाद यह अदबी (साहित्यिक) ज़बान बन गई. अदबी बनकर इस ने वह रंग रूप निकाला कि हिन्दुस्तान में ही नहीं आस पास के देसों में भी राज करने लगी.

सातवीं सदी बी. सी. में ईरानियों ने पक्किम में मिस्र तक और पूरब में सिंध दरिया तक अपनी हकूमत कायम की. पांचवीं सदी बी. सी. में उनके द्वारा के राज में सितारा खूब बढ़ा और फेल्लम की नदी पर उनका कब्ज़ा हो गया.

انکے سونہارے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ یو جلاٹھن (اسکھن) بلانے میں، بن مہوتسو ملانے میں اور سومناٹھ کے شو ملندر پر لاکھوں روپے خرچ کیا جاتا ہے لیکن جلتا کا پڑھتا ہوا دکھ دور کرنے کی طرف کسی کا دھیان نہیں دکھائی دیتا۔ کانگریسی नेता، جن کا ساری جلتا سلمان کرتی تھی، آپس میں لڑ رہے ہیں۔ یہ جھگڑے کم ہونے کی جگہ بڑھتے ہی جا رہے ہیں اور ہماری واشگوری ایکٹا یعنی قومی اتحاد کی نشانی کانگریس ٹوٹ رہی ہے اور جلتا کا اس پر سے وشواس اُٹھ رہا ہے۔

پچھلے چار سال میں جو بیधान بنایا گیا ہے اس میں کو شہری آجادیوں دی گئی تھی بیधान میں سونہار کر کے ان پر بھی پابندی لگا دی گئی ہے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ جس ودھان سبھا نے یہ ودھان بلایا ہے وہ جلتا کی نمائندہ نہیں تھی، کہونکہ اُسے بالغ ووٹ سے نہیں چلا لیا تھا اور اس نے جو ودھان بلایا ہے وہ جلتا کا ودھان نہیں ہے بلکہ انگریزوں کے بلائے ہوئے انڈیا ایکٹ 1935 کو نئے ڈھنگ سے لکھ کر جلتا کے سامنے پھینک کر دیا گیا ہے۔ اس ودھان سے جلتا کو اپنے نمائندے جن کو ہمہ جملے کا ادھیکار ضرور ملا ہے لیکن انہیں واپس بلانے کا ادھیکار نہیں ملا۔

اس لئے کانگریس ہو یا دوسری پارٹی یا پارٹیاں ان کا اسی وقت وشواس کیا جاسکتا ہے جب وہ جلتا کو اپنے نمائندے چلنے کے ساتھ اپنے نمائندے واپس بلانے کا ادھیکار بھی دیں۔ جب دوتروں کو اپنے نمائندے واپس بلانے کا ادھیکار ہر ایت ہوگا تبھی وہ اصل طاقت جلتا کے ہاتھ میں رہے گی اور تبھی جلتا کی چلی ہوئی سرکار جلتا کی بھلائی کے کام کرے گی۔ جلتا کی بھلائی اور دیس کی ترقی اسوقت تک ممکن نہیں جب تک سماج کے اس پرانے ڈھانچے کو بدلا نہ جائے۔ دیس کی آرتھک ترقی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہمارے دیس میں انکی ہوئی ساری انگریزی ہونچی اور دیس کی تمام انگریزی اور دوسری جائدادوں کو جس طرح بھی ہوسکے ختم کیا جائے اور زمین غریب کسانوں میں بانٹی جائے۔ اگر کسی پارٹی کے مہلی فستو میں یہ باتیں شامل نہیں ہوں تو ہمارا خیال ہے کہ وہ پارٹی جلتا کی بھلائی کی بات نہیں کرسکتی۔ چلاؤ میں ووٹ ڈالنے وقت جلتا کو یہ باتیں دھیان میں رکھنی ہوں گی۔

اس لئے کانگریس ہو یا دوسری پارٹی یا پارٹیاں ان کا اسی وقت وشواس کیا جاسکتا ہے جب وہ جلتا کو اپنے نمائندے چلنے کے ساتھ اپنے نمائندے واپس بلانے کا ادھیکار بھی دیں۔ جب دوتروں کو اپنے نمائندے واپس بلانے کا ادھیکار ہر ایت ہوگا تبھی وہ اصل طاقت جلتا کے ہاتھ میں رہے گی اور تبھی جلتا کی چلی ہوئی سرکار جلتا کی بھلائی کے کام کرے گی۔ جلتا کی بھلائی اور دیس کی ترقی اسوقت تک ممکن نہیں جب تک سماج کے اس پرانے ڈھانچے کو بدلا نہ جائے۔ دیس کی آرتھک ترقی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہمارے دیس میں انکی ہوئی ساری انگریزی ہونچی اور دیس کی تمام انگریزی اور دوسری جائدادوں کو جس طرح بھی ہوسکے ختم کیا جائے اور زمین غریب کسانوں میں بانٹی جائے۔ اگر کسی پارٹی کے مہلی فستو میں یہ باتیں شامل نہیں ہوں تو ہمارا خیال ہے کہ وہ پارٹی جلتا کی بھلائی کی بات نہیں کرسکتی۔ چلاؤ میں ووٹ ڈالنے وقت جلتا کو یہ باتیں دھیان میں رکھنی ہوں گی۔

پچھلے چار سال میں جو بیधान بنایا گیا ہے اس میں کو شہری آجادیوں دی گئی تھی بیधान میں سونہار کر کے ان پر بھی پابندی لگا دی گئی ہے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ جس ودھان سبھا نے یہ ودھان بلایا ہے وہ جلتا کی نمائندہ نہیں تھی، کہونکہ اُسے بالغ ووٹ سے نہیں چلا لیا تھا اور اس نے جو ودھان بلایا ہے وہ جلتا کا ودھان نہیں ہے بلکہ انگریزوں کے بلائے ہوئے انڈیا ایکٹ 1935 کو نئے ڈھنگ سے لکھ کر جلتا کے سامنے پھینک کر دیا گیا ہے۔ اس ودھان سے جلتا کو اپنے نمائندے جن کو ہمہ جملے کا ادھیکار ضرور ملا ہے لیکن انہیں واپس بلانے کا ادھیکار نہیں ملا۔

اس لئے کانگریس ہو یا دوسری پارٹی یا پارٹیاں ان کا اسی وقت وشواس کیا جاسکتا ہے جب وہ جلتا کو اپنے نمائندے چلنے کے ساتھ اپنے نمائندے واپس بلانے کا ادھیکار بھی دیں۔ جب دوتروں کو اپنے نمائندے واپس بلانے کا ادھیکار ہر ایت ہوگا تبھی وہ اصل طاقت جلتا کے ہاتھ میں رہے گی اور تبھی جلتا کی چلی ہوئی سرکار جلتا کی بھلائی کے کام کرے گی۔ جلتا کی بھلائی اور دیس کی ترقی اسوقت تک ممکن نہیں جب تک سماج کے اس پرانے ڈھانچے کو بدلا نہ جائے۔ دیس کی آرتھک ترقی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہمارے دیس میں انکی ہوئی ساری انگریزی ہونچی اور دیس کی تمام انگریزی اور دوسری جائدادوں کو جس طرح بھی ہوسکے ختم کیا جائے اور زمین غریب کسانوں میں بانٹی جائے۔ اگر کسی پارٹی کے مہلی فستو میں یہ باتیں شامل نہیں ہوں تو ہمارا خیال ہے کہ وہ پارٹی جلتا کی بھلائی کی بات نہیں کرسکتی۔ چلاؤ میں ووٹ ڈالنے وقت جلتا کو یہ باتیں دھیان میں رکھنی ہوں گی۔

یہاں لوگوں کو اپنے نمائندے چننے کا اور انہیں واپس بلانے کا بھی اہمیت پر اہمیت ہے۔ دوسرا، نہا چھن اور یورپی یورپ کے کچھ دیسوں پولینڈ، رومانیہ، بلغاریہ، ہنگری اور چیکوسلوواکیہ میں سبھی جنیتا کی سرکاروں کا نام ہے۔ یہاں کی جنیتا نہ صرف اپنے نمائندے چن سکتی ہے بلکہ اگر وہ چاہے تو انہیں واپس بھی بلا سکتی ہے جس سے اصل طاقت ہمیشہ چننے کے ہاتھوں میں رہتی ہے۔ یہی کارن ہے کہ وہ چننے کے چلے ہوئے نمائندے چننے کی سچی بھلائی کے قانون بناتے ہیں، انہیں یہ دھیان رہتا ہے کہ اگر ہم نے کوئی بھی کام چننے کی مرضی کے خلاف کیا تو ہم سے یہ طاقت چھن سکتی ہے۔ وہاں نہ صرف قانون بنانے والی سلسلہوں کے ممبر اور ملحدی چننے کے چلے ہوئے ہوتے ہیں بلکہ قانونوں کو دیس میں لگو کرنے والے سرکاری افسر، جج، مجسٹریٹ اور پولیس افسر وغیرہ بھی چننے کے چلے ہوئے ہوتے ہیں۔ اگر کوئی افسر اپنے عہدے کا غلط استعمال کرتا ہے تو چننے اسے اپنے پد سے ہٹا سکتی ہے۔ اس طرح چننے کی چٹی ہوئی چننے کی سرکار چننے کی بھلائی کے لئے کام کرتی ہے اور اس کے وزیر اور افسر سچے سچے چننے کے سہوک ہوتے ہیں۔

انگریز سامراجیوں نے تقریباً سو سال سے ہمارے دیس کو غلام بنا رکھا تھا اور چننے کی ترقی دینی ہوئی تھی۔ ہمارے کام دھندوں اور تمام آرتھک ساधनों पर विवेकी व्यवहारियों और हुकمرानों का कब्जा था۔ इसी कारण भूक और बेरोजगاری बढ़ी, जनता को अनपढ़ रखा गया और देस सभ्यता और कलचर की दौड़ में दुनिया से पिछड़ गया۔ भूक और बेकारी को दूर करने और अपनी कलचर को आगे बढ़ाने के लिये ही हम अंगरेज सरकार के खिलाफ लड़ रहे थे। जब हम देस की आजादी की मांग करते थे और अंगरेज सरकार को हटाकर जनता की सरकार बनाने की बात कहते थे तो हमारा मतलब यही होता था कि अंगरेजों के चले जाने के बाद जनता की आर्थिक लूट खसोट बन्द होगी और देस तरक्की करेगा।

15 अगस्त 1947 को ढोल पीट कर एलान किया गया कि अंगरेज चले गए और हमारा देस आजाद हो गया। लोगों ने सुख का सांस लिया। अगरचे बँटवारे के कारण देस के टुकड़े हो गए, लाखों आदमी मरे और लाखों के घर बार उड़ गए। लेकिन फिर भी आजादी तो मिली मगर आजादी से जनता की जो उम्मीदें बँधी होती हैं, पिछले चार साल में उन पर जोस पड़ गई। बे रोजगारी और महँगाई कम होने की जगह पहले से कई गुना बढ़ गई। तालीम और महँगी हो गई। रेलों के किराये और टिकट बढ़ गए। हालात दिन दिन बिगड़ते ही गए। अब भी

انگریز سامراجیوں نے تقریباً سو سال سے ہمارے دیس کو غلام بنا رکھا تھا اور چننے کی ترقی دینی ہوئی تھی۔ ہمارے کام دھندوں اور تمام آرتھک ساधनों पर विवेकी व्यवहारियों और हुकمرानों का कब्जा था۔ इसी कारण भूक और बेरोजगारी बढ़ी, जनता को अनपढ़ रखा गया और देस सभ्यता और कलचर की दौड़ में दुनिया से पिछड़ गया۔ भूक और बेकारी को दूर करने और अपनी कलचर को आगे बढ़ाने के लिये ही हम अंगरेज सरकार के खिलाफ लड़ रहे थे। जब हम देस की आजादी की मांग करते थे और अंगरेज सरकार को हटाकर जनता की सरकार बनाने की बात कहते थे तो हमारा मतलब यही होता था कि अंगरेजों के चले जाने के बाद जनता की आर्थिक लूट खसोट बन्द होगी और देस तरक्की करेगा।

15 اگست 1947 کو دعول پیٹ کر اعلان کیا گیا کہ انگریز چلے گئے اور ہمارا دیس آزاد ہو گیا۔ لوگوں نے سکھ کا سانس لیا۔ اگرچہ بٹوارے کے کارن دیس کے ٹکڑے ہو گئے، لاکھوں آدمی مرے اور لاکھوں کے گھر بار آجڑ گئے۔ لیکن پھر بھی آزادی تو ملی مگر آزادی سے چننے کی جو اُمیدیں بندھی ہوئی تھیں، پچھلے چار سال میں ان پر اوس پڑ گئی۔ بے روزگاری اور مہنگائی کم ہونے کی جگہ پہلے سے کئی گنا بڑھ گئی۔ تعلیم اور مہنگی ہو گئی۔ ریلوں کے کرائے اور ٹیکس بڑھ گئے۔ حالات دن دن بگڑتے ہی گئے۔ اب بھی

انگریز چلے گئے اور ہمارا دیس آزاد ہو گیا۔ لوگوں نے سکھ کا سانس لیا۔ اگرچہ بٹوارے کے کارن دیس کے ٹکڑے ہو گئے، لاکھوں آدمی مرے اور لاکھوں کے گھر بار آجڑ گئے۔ لیکن پھر بھی آزادی تو ملی مگر آزادی سے چننے کی جو اُمیدیں بندھی ہوئی تھیں، پچھلے چار سال میں ان پر اوس پڑ گئی۔ بے روزگاری اور مہنگائی کم ہونے کی جگہ پہلے سے کئی گنا بڑھ گئی۔ تعلیم اور مہنگی ہو گئی۔ ریلوں کے کرائے اور ٹیکس بڑھ گئے۔ حالات دن دن بگڑتے ہی گئے۔ اب بھی

भी उसी तरह کے گيروھ میں ہے۔ اب ووٹر کیا کر سکتے ہیں۔ اسے پانچ سال کے لیے چنا گیا ہے اور پانچ سال تک وہ ان کے سر پر رہے گا۔

اس طرح آدمی کا آدمی سے ویرواس اُٹھ جاتا ہے اور سچائی، ایمانداری کا کوئی مطلب نہیں رہ جاتا۔ حالت سدھرنے کی جگہ دن دن بیگڑتی جاتی ہے۔ اس کا سیرف ایک ہی ایلاج ہے اور وہ یہ ہے کہ اصل طاقت ہمیشہ ووٹروں کے پاس رہے۔ وہ ایسے ہو سکتا ہے کہ جس طرح چلتا کسی بھی آدمی کو چلتے کا ادھیکار رکھتی ہے، اسی طرح اگر کبھی بھی اسے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ آدمی جو وہ جوارہوں کے گروہ سے ملا ہوا ہے تو چلتا دوبارہ اپنے ووٹ ڈال کر اسے واپس بلا سکے۔ یعنی چلتا کو نہ صرف چلتے بلکہ پندے ہٹانے کا ادھیکار بھی ملنا چاہئے۔

یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ آج ہم کسی کو چلتے میں، کل اسے واپس بلاتے ہیں، پوسوں دوسرے کو چلتے میں اور تروسوں اسے واپس بلاتے ہیں۔ اس طرح چلتا جمہوریت اور لوک شاہی ایک کھول اور مذاق بن کر رہ جاتی ہے۔ اس لیے چلتا کو اپنے نمائندے چلتے کا ادھیکار دیا جا سکتا ہے لیکن چلتا جب چاہے اسے اپنے نمائندے واپس بلانے کا ادھیکار نہیں دیا جا سکتا۔

کسی جگہ میں انسان کو اپنے نمائندے چلتے کا بھی ادھیکار پراپت نہیں تھا۔ اس جگہ میں ساری راج شکتی صرف ایک شخص—راجا—کے ہاتھ میں ہوتی تھی اور اسے ایسے کا اوتار سمجھا جاتا تھا۔ جب دنیا آگے بڑھی اور چلتا اپنے نمائندے چلتے کا ادھیکار مانگنے لگی تو اس مانگ کا مذاق اڑایا گیا اور اس ادھیکار کے مانگنے والوں کو جہلوں میں ڈالا گیا اور گولیوں سے آڑیا گیا۔ ایک عرصہ تک اپنے نمائندے چن کر بھجولنے کی بات کو ناممکن مانا گیا۔ لیکن جگہ کو بدلنا تھا اور وہ بدلا۔ شہری آزادیاں، ووٹ، پریس اور پارٹیاں نئے جگہ کی دین میں جن سے چلتا نے اپنے نمائندے چلتے کا ادھیکار حاصل کیا ہے اور اس پر عمل ہونا ممکن ہو گیا ہے۔ اب دنیا اور آگے بڑھی ہے اور یونچے وادی جگہ سے نئے جن وادی جگہ نے جنم لیا ہے۔ جن دیسوں میں سچا جن وادی جگہ شروع ہو چکا ہے وہاں چلتا کو نہ صرف اپنے نمائندے چلتے بلکہ انہیں واپس بلانے کا ادھیکار بھی مل گیا ہے۔

برطانیہ، امریکہ اور فرانس وغیرہ میں یونچے وادی سرکاری قائم ہیں۔ وہاں چلتا کو صرف اپنے نمائندے چلتے کا ادھیکار ہے، انہیں واپس بلانے کا ادھیکار نہیں۔ اس کے خلاف دنیا کے لگ بھگ آدھے نقشے پر کچھ ایسے دیس دکھائی دیتے ہیں جہاں سچی جن وادی سرکاری بن گئی ہیں،

یہ اس طرح کے گروہ میں ہے۔ اب ووٹر کیا کر سکتے ہیں۔ اسے پانچ سال کے لیے چنا گیا ہے اور پانچ سال تک وہ ان کے سر پر رہے گا۔

اس طرح آدمی کا آدمی سے ویرواس اُٹھ جاتا ہے اور سچائی، ایمانداری کا کوئی مطلب نہیں رہ جاتا۔ حالت سدھرنے کی جگہ دن دن بیگڑتی جاتی ہے۔ اس کا صرف ایک ہی علاج ہے اور وہ یہ ہے کہ اصل طاقت ہمیشہ ووٹروں کے پاس رہے۔ وہ ایسے ہو سکتا ہے کہ جس طرح چلتا کسی بھی آدمی کو چلتے کا ادھیکار رکھتی ہے، اسی طرح اگر کبھی بھی اسے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ آدمی جو وہ جوارہوں کے گروہ سے ملا ہوا ہے تو چلتا دوبارہ اپنے ووٹ ڈال کر اسے واپس بلا سکے۔ یعنی چلتا کو نہ صرف چلتے بلکہ پندے ہٹانے کا ادھیکار بھی ملنا چاہئے۔

یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ آج ہم کسی کو چلتے میں، کل اسے واپس بلاتے ہیں، پوسوں دوسرے کو چلتے میں اور تروسوں اسے واپس بلاتے ہیں۔ اس طرح چلتا جمہوریت اور لوک شاہی ایک کھول اور مذاق بن کر رہ جاتی ہے۔ اس لیے چلتا کو اپنے نمائندے چلتے کا ادھیکار دیا جا سکتا ہے لیکن چلتا جب چاہے اسے اپنے نمائندے واپس بلانے کا ادھیکار نہیں دیا جا سکتا۔

کسی جگہ میں انسان کو اپنے نمائندے چلتے کا بھی ادھیکار پراپت نہیں تھا۔ اس جگہ میں ساری راج شکتی صرف ایک شخص—راجا—کے ہاتھ میں ہوتی تھی اور اسے ایسے کا اوتار سمجھا جاتا تھا۔ جب دنیا آگے بڑھی اور چلتا اپنے نمائندے چلتے کا ادھیکار مانگنے لگی تو اس مانگ کا مذاق اڑایا گیا اور اس ادھیکار کے مانگنے والوں کو جہلوں میں ڈالا گیا اور گولیوں سے آڑیا گیا۔ ایک عرصہ تک اپنے نمائندے چن کر بھجولنے کی بات کو ناممکن مانا گیا۔ لیکن جگہ کو بدلنا تھا اور وہ بدلا۔ شہری آزادیاں، ووٹ، پریس اور پارٹیاں نئے جگہ کی دین میں جن سے چلتا نے اپنے نمائندے چلتے کا ادھیکار حاصل کیا ہے اور اس پر عمل ہونا ممکن ہو گیا ہے۔ اب دنیا اور آگے بڑھی ہے اور یونچے وادی جگہ سے نئے جن وادی جگہ نے جنم لیا ہے۔ جن دیسوں میں سچا جن وادی جگہ شروع ہو چکا ہے وہاں چلتا کو نہ صرف اپنے نمائندے چلتے بلکہ انہیں واپس بلانے کا ادھیکار بھی مل گیا ہے۔

برطانیہ، امریکہ اور فرانس وغیرہ میں یونچے وادی سرکاری قائم ہیں۔ وہاں چلتا کو صرف اپنے نمائندے چلتے کا ادھیکار ہے، انہیں واپس بلانے کا ادھیکار نہیں۔ اس کے خلاف دنیا کے لگ بھگ آدھے نقشے پر کچھ ایسے دیس دکھائی دیتے ہیں جہاں سچی جن وادی سرکاری بن گئی ہیں،

نہیں ہے۔ کہنے کو کہا جاتا ہے کہ जनता की सरकार, जनता की मरजी से, जनता की मलाई के लिये काम करेगी। लेकिन जनता के चुने हुए लोगों की सरकारें भी जनता की मरजी के खिलाफ काम करती हैं। शहरी आबादियों पर पाबندियां लगाती हैं, जनता को उसकी मरजी के खिलाफ लड़ाई में भाँक देती हैं और कलचर और तहजीब को तबाह करती हैं।

बात यह है कि नुमाइन्दे चुनने के लिये वोट का अधिकार मिल जाने से ही हकूमत की असल ताकत, जिसे सावरेन्टी कहते हैं, चुनने वालों के हाथ में नहीं बल्कि चुने हुए लोगों के हाथ में रहती है। वह जैसे चाहें उसे इस्तेमाल करते हैं। एक बार चुने जाने के बाद जनता का उन पर कोई दबाव नहीं रहता और वह दूसरे चुनाव तक अपनी मन मानी करते रहते हैं।

मिसाल के तौर पर हमारे देस में अब जो चुनाव होने जा रहा है दूसरा चुनाव इसके पांच साल बाद होगा और इस होने वाले चुनाव के वोट तीन जनवरी की शाम तक पड़ेंगे। इस चुनाव में कोई आदमी अपने आप को वोटرو के सामने उम्मीदवार के तौर पर पेश करता है और सच्चे दिल से और लच्छेदार भाशा में कहता है कि अगर आप लोग मुझे अपना नुमाइन्दा चुन देंगे तो आइन्दा पांच साल में मैं लोगों के रोजगार और तालीम का प्रबन्ध करूंगा, उजड़े हुआँ को बसाऊंगा, समाजी चोरी नहीं होने दूँगा और देस के काम धंदों को तरक्की देने के लिये जितनी भी अच्छी अच्छी योजनाएं आज तक बनाई गई हैं उन्हें अमल में लाऊंगा वगैरा वगैरा।

तीन जनवरी की शाम तक वोटरो के हाथ में असल ताकत है वह जिसे चाहें चुन सकते हैं और वह उस आदमी को अपना नुमाइन्दा चुन लेते हैं। लेकिन चार जनवरी की सुबह को लोगों को एक दम मालूम होता है कि यह आदमी जितने वादे करता था उनमें से एक भी पूरा नहीं होगा क्योंकि यह गरीब जनता के दुश्मनों पूँजीपतियों और समाजी चोरो के एक गिरोह से मिला है। यह गिरोह चीनी और बनस्पति घी के कारखानों का मालिक है और चुनाव में इस आदमी को कामयाब बनाने के लिये उन लोगों ने रुपया लगाया था। अब वोटर कुछ नहीं कर सकते। वह अपना गला उसके हाथ में दे बैठे हैं और वह पांच साल तक जरूर उन का हाकिम रहेगा। जनता को लूटेगा, लुट-बाएगा और लोगों को भूका मारेगा। पांच साल बाद जब फिर चुनाव आयेंगे तो उसका कोई दूसरा भाई बन्द जो कभी कभी चोर बाजारी के खिलाफ भाशन भी करता रहा है लोगों से फिर वही वादे करेगा और मेम्बर या हाकिम बन जायगा और चुनाव के बाद यह भेद खुलेगा कि यह

मन है : کہلے کو کہا جاتا ہے کہ چلتا کی سرکار، چلتا کی مرضی سے چلتا کی بھلائی کے لئے کام کرے گی۔ لیکن چلتا کے چنے ہوئے لوگوں کی سرکاری بھی چلتا کی مرضی کے خلاف کام کرتی ہیں۔ شہری آبادیوں پر پابندیاں اتی ہیں، چلتا کو اسکی مرضی کے خلاف لڑائی میں ہونک دیتی ہیں اور کلچر اور تہذیب کو تباہ کرتی ہیں۔

بات یہ ہے کہ نمائندے چلنے کے لئے روت کا اندھیکار لے جاتے ہیں حکومت کی اصل طاقت جسے ساورنتی کہتے ہیں، چلنے والوں کے ہاتھ میں نہیں بلکہ چلنے والے لوگوں کے ہاتھ میں رہتی ہے۔ وہ جسے چاہیں استعمال کرتے ہیں۔ ایک بار چلنے والے کے بعد چلتا کا اُن پر کوئی دباؤ نہیں رہتا اور وہ دوسرے چلنے والے کی اپنی من مانی کرتے رہتے ہیں۔

مثال کے طور پر ہمارے دیس میں اب جو چلنے والے جا رہا ہے دوسرا چلنے والے کے پاس سال بعد ہوگا اور اس میں چلنے والے چلنے والے روت توں چلنے والے کی شام تک ہیں گے۔ اس چلنے والے میں کوئی آدمی اپنے آپ کو ووتروں کے سامنے امیدوار کے طور پر پیش کرتا ہے اور سچے دل سے اور لچھے دار بھاشا میں کہتا ہے کہ اگر آپ لوگ مجھے اپنا نمائندہ چن دیں گے تو آئندہ پانچ سال میں میں لوگوں کے روزگار اور تعلیم کا پر بندھ کروں گا۔ اچھے ہوؤں کو ہساروں گا، سماجی چوری نہیں ہونے دوں گا اور دیس کے کام دھندوں کو ترقی دینے کے لئے جتنی بھی اچھی اچھی پوجائیں آج تک بلائی گئی ہیں انہیں عمل میں لاؤں گا وغیرہ وغیرہ۔

تو چلنے والے کی شام تک ووتروں کے ہاتھ میں اصل طاقت ہے۔ وہ جسے چاہیں چن سکتے ہیں اور وہ اُس آدمی کو اپنا نمائندہ چن لیتے ہیں۔ لیکن چار چلنے والے کی صبح کو لوگوں کو ایک دم معلوم ہوتا ہے کہ یہ آدمی جتنے وعدے کرتا تھا اُن میں سے ایک بھی پورا نہیں ہوگا کیونکہ یہ غریب چلتا کے دشمنوں پونجی پتھوں اور سماجی چوروں کے ایک گروہ سے ملا ہے۔ یہ گروہ چھٹی اور ہلستہٹی گھی کے کارخانوں کا مالک ہے اور چلنے والے اس آدمی کو کامیاب بنانے کے لئے ان لوگوں نے روپیہ لگایا تھا۔ اب ووتر کچھ نہیں کر سکتے۔ وہ اپنا گلا اس کے ہاتھ میں دے دیتے ہیں اور وہ پانچ سال تک ضرور اُن کا حاکم رہے گا۔ چلتا کو لوتے گا، لٹوا لٹکا اور لوگوں کو بھوکا مارے گا۔ پانچ سال بعد جب پھر چلنے والے آئیں گے تو اس کا کوئی دوسرا بھائی بند جو کبھی کبھی چور بازاروں کے خلاف بھاشن بھی کرتا رہا ہے لوگوں سے پھر وہی وعدے کرے گا اور ممبر یا حاکم بن جائیگا۔ اور چلنے والے کے بعد یہ بھید کہلے گا کہ یہ

انسان کو—چاہے وہ کسی بھی دھرم یا فِرکے کا ہو،
 آسٹیک ہو یا ناسٹیک—جیندگی کے دُنیاوی ہکک یا
 اذیکار حاصل ہوں۔ ان اذیکاروں میں دو باتیں ضروری ہیں—

(1) ہر انسان کو اچھا بھوجن اور مکّان ملے
 تاکہ وہ اپنے شریز کو تندرست رکھ سکے اور مہلہ، آندھی
 اور دھوپ سے بچا سکے اور کام کرنے کے بعد اُسے آرام کرنے
 کی مہولکت ہو۔

(2) ہر انسان کو خود ایلومی اور کلچری
 ترقّی کرنے اور کُوم کی ایلومی اور کلچری ترقّی میں حصّہ لیلے کا
 موقع ملے۔

انسان دوسرے جانداروں کی طرح صرف پیت بھر کر
 ہی سکتش نہیں رہتا۔ ایلکی زندگی کا ایک عامی اور
 کلچری پہلو بھی ہے۔ وہ سوچتا ہے، ایلے کُوان کو آئے
 بڑھاتا ہے اور اس کُیان کے ذریعے دنیا کو سمجھنے اور سندر
 بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ رمانیں، مہابھارت، جھسی
 کتابیں، اچھی اچھی کہانیاں، تصویریں اور ہمارا تاج محل
 اس کُیان اور سندرنا کے روپ ہیں۔ جتنا جتنا یہ کُیان
 بڑھتا ہے اتنا اتنا ہی آدمی کا آتم سلمان یا خود داری
 بڑھتی ہے اور ایلنی شکتی پر بھروسہ پیدا ہوتا ہے۔ آج
 کا انسان یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ ایلنی مصلحت
 اور کوشش سے اُکھان، آندھ وشواس، تعصب، ہمت دھرمی
 اور حکومتوں کی لڑائیاں ختم کرکے ایلے جہون کو سکھی
 اور شاندار بنا سکتا ہے، بشرطیکہ اُسے اُسکا موقع ملے۔

جب ہم یہ مانگ کرتے ہیں کہ جلتا کے لئے روٹی اور
 ادھیکار چاہئے تو اُس کا مطلب وہ سارے سادھن جتنا
 ہوتا ہے جو انسان کو انسان بناتے ہیں۔ اُس میں روزگار اور
 مکّان کے علاوہ سب کے لئے تعامّی، ہولہ، لکھنے اور سوچنے
 کا حق بھی شامل ہوتا ہے۔

کسی سرکار کے ہوتے ہوئے اگر جلتا کی بڑی تعداد بھوکی
 اور اُن پڑھ رہتی ہے، اُسے لکھنے، پڑھنے، سوچنے اور ملنے
 جلتے کی آزادی حاصل نہیں تو وہ سرکار جمہوری یا جن
 وادی نہیں ہو سکتی۔ پھر بھوکی جلتا اُسے ایسا سہوگ
 نہیں دیتی اور اُسے بدلنے کی کوشش کرتی ہے۔ سرکار سے اُن
 سب باتوں کی گارنٹی لینے کے لئے ہی انسان نے صدیوں
 کی کوششوں کے بعد ووٹ کا ادھیکار پراپت کیا ہے۔ اُسی
 لئے ہر جمہوری، جن وادی یا لوک شاہی ودھان میں
 لکھا رہتا ہے کہ سرکار سب کے لئے روزگار اور تعلیم کا
 پربندہ کرے گی اور ایلنی کلچر کو آئے بڑھانے کے لئے جلتا
 کو شہری آزادیاں حاصل ہوں گی۔

لیکن تجربے سے انسان نے یہ بھی سمجھ لیا ہے کہ
 صرف ودھان میں اُن باتوں کا لکھا رہنا ہی کافی

کسی سرکار کے ہوتے ہوئے اگر جلتا کی بڑی تعداد بھوکی
 اور اُن پڑھ رہتی ہے، اُسے لکھنے، پڑھنے، سوچنے اور ملنے
 جلتے کی آزادی حاصل نہیں تو وہ سرکار جمہوری یا جن
 وادی نہیں ہو سکتی۔ پھر بھوکی جلتا اُسے ایسا سہوگ
 نہیں دیتی اور اُسے بدلنے کی کوشش کرتی ہے۔ سرکار سے اُن
 سب باتوں کی گارنٹی لینے کے لئے ہی انسان نے صدیوں
 کی کوششوں کے بعد ووٹ کا ادھیکار پراپت کیا ہے۔ اُسی
 لئے ہر جمہوری، جن وادی یا لوک شاہی ودھان میں
 لکھا رہتا ہے کہ سرکار سب کے لئے روزگار اور تعلیم کا
 پربندہ کرے گی اور ایلنی کلچر کو آئے بڑھانے کے لئے جلتا
 کو شہری آزادیاں حاصل ہوں گی۔

لیکن تاجر سے یہ بھی سمجھ لیا ہے کہ
 صرف ودھان میں اُن باتوں کا لکھا رہنا ہی کافی

وہ سوچو۔ ہر ایک آدمی کے دو نام ہوتے ہیں۔ ایک وہ جس سے دنیا آئے بلاتی ہے یا پہچانتی ہے اور دوسرا جس سے خدا آئے بلاتا ہے اور پہچانتا ہے۔ یہ دوسرا نام ہی سچا نام ہے۔ انسان جو پرارتہا بوجا کرتا ہے وہ صرف اس لئے ہی کہ کسی شبہ کھڑی نہیں ہو کر اسے کو اپنے کو بلاتا ہے اور اسی طرح اپنا سچا نام جان لے۔ ہو ایک کے لئے خدا نے ایک خاص نام رکھا ہوا ہے جس سے ہر ایک کھر میں ماں باپ اپنے بچوں کو الگ الگ نام سے بلاتے ہیں۔ جا کے لوگ اکثر نام پالے یا کرتے کی دور دعوپ میں لکھے جتے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو اگر وہ اپنا سچا نام پالے یا پالنے کے لئے رات دن تڑپیں۔ مگر اوروں سے مجھے کیا طلب۔ مجھے تو اپنا نام تلاش کرنا ہے اور اسی تلاش سلسلے میں ہی کبھی کبھی میں یہاں اس سمندر کنارے اکھلا آدھی رات گزر جانے کے بعد آیا کرتا ہوں۔ تک تو مجھے یہاں اس وقت کوئی نہیں ملا۔ مگر معلوم نہیں تم کہاں سے آج یہاں ٹھیک پڑے۔ کیا تم بھی مجھے نام کی تلاش میں یہی طرح ادھر ادھر بہکتے رہے ہو؟

میں کچھ جواب نہ دے سکا۔ صرف مہربی دونوں کہوں میں سے آنسو چہل چہلے لگے اور جب مہربی آنکھیں دھل کو کچھ صاف ہوئیں تو میں نے صان کے تاروں کی طرف ناکا اور پوچھا۔ ”بھلا تم ہی ہوا سچا نام بتا دو۔“

میں کچھ جواب نہ دے سکا۔ صرف مہربی دونوں کہوں میں سے آنسو چہل چہلے لگے اور جب مہربی آنکھیں دھل کو کچھ صاف ہوئیں تو میں نے صان کے تاروں کی طرف ناکا اور پوچھا۔ ”بھلا تم ہی ہوا سچا نام بتا دو۔“

چناؤ اور جنتا

(بھائی ہدسراج ’دھبر‘)

بڑے انتظار کے بعد سن 1952 کے شروع میں چناؤ ہونے کا فیصلہ ہو گیا۔ جیسے جیسے چناؤ نچدیک آ رہے ہیں اور پورانی پارٹیاں میدان میں اتر رہی ہیں اور اپنے اپنے پلےکشان مینیفیسٹو جاپ رہی ہیں۔ پلےکشان مینیفیسٹو کیا چیز ہے اور جنتا کو اسے کس نیگااہ سے دیکھنا چاہیے؟ ان دو باتوں پر ویچار کرنے کے بعد ہی آدمی اپنے وقت کا صحیح استعمال کر سکتا ہے۔

چناؤ اور جنتا

(بھائی ہدسراج ’دھبر‘)

بڑے انتظار کے بعد سن 1952 کے شروع میں چناؤ ہونے کا فیصلہ ہو گیا۔ جیسے جیسے چناؤ نچدیک آ رہے ہیں اور پورانی پارٹیاں میدان میں اتر رہی ہیں اور اپنے اپنے پلےکشان مینیفیسٹو جاپ رہی ہیں۔ پلےکشان مینیفیسٹو کیا چیز ہے اور جنتا کو اسے کس نیگااہ سے دیکھنا چاہیے؟ ان دو باتوں پر ویچار کرنے کے بعد ہی آدمی اپنے وقت کا صحیح استعمال کر سکتا ہے۔

جمہوریت یا لوک شاهی کا موٹے تار پر متلج یہ کہ چلتا کی سرکار، چلتا کی مرفی سے چلتا کی ملائی کے لئے کام کرے اور اس سرکار کے دھتے ہر

جمہوریت یا لوک شاهی کا موٹے طور پر مطلب یہ کہ چلتا کی سرکار، چلتا کی مرفی سے چلتا کی ملائی کے لئے کام کرے اور اس سرکار کے دھتے ہر

خود باد چرا دیکھو تو، سحر کی کسالت بجا دے

تو پککا پکےشور وادی

رہا ایک، ہے ایک، یہی تیر

وہی ایک کی صدا رہی جب

وہی پرگٹ ہوتا ہوتا لای

پانی میں کن کن میں جگہ، اس کی آوازی

تو پککا پکےشور وادی

—بہگواندین

344 قرا دیکھو تو، سحر کی فصل آگ

تو پکا لیکھشور وادی

رہا ایک، ہے ایک، یہی طے

اُسی ایک کی صدا دہی چ

وہی پرگٹ ہوتا ہوتا لے

پرائی میں کن کن میں چگ کے، اس ہی کی آوازی

تو پکا لیکھشور وادی

—بہگواندین

صوفیوں کی صحبت میں

(4)

(بائی گ. م.)

ایک دفعہ سمندر کے کنارے میں اکٹھے سیر کر رہا تھا۔ رات بہت بہت چمکی تھی۔ قریب قریب سب کے سب لوگ، جو وہاں سیر کرنے آئے تھے، اپنے اپنے گھر واپس چلے گئے تھے۔ ایک کانت میں بیٹھ کر میں آسند لوٹ رہا تھا کہ معلوم نہیں کہاں سے ایک فقیر، جس نے مہلے کچھلے کپڑے پہن رکھے تھے، میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ اسے دیکھ کر میں ہیرانی ہوئی۔ کیونکہ اس وقت سمندر کا کنارہ بالکل خالی تھا۔ تو یہ فقیر کہاں سے آگئے؟ مگر اس سوال کا تسلی بخش جواب اس وقت میں آپ کو نہ دے سکا۔ پھر ان کی عزت کرنے کی خاطر میں نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑے اور سر جھکیا۔ پھر میں نے ان سے بڑے ادب کے ساتھ ان کا نام پوچھا۔

”میرا نام؟“ انہوں نے میرا سوال دہرائے ہوئے کہا۔

”میں خود وہ نہیں جانتا، تو تمہیں کیا بتلاؤں؟“

”آپ نے کہا فرمایا؟ میں آپ کے کہنے کا مطلب کچھ سمجھا نہیں۔“ میں نے نمرتا سے کہا۔

”میرا نام؟“ انہوں نے جواب دیا۔ ”میں خود بھی تو جو کچھ سمجھا تھا وہاں اس کا پورا پورا مطلب ہی مدت تک نہیں سمجھ سکا تھا۔ مگر حال ہی میں ایک خدا کے بندے نے اس کا مطلب مجھے سمجھایا ہے اور تب سے میں دن رات اپنے نام کی تلاش میں ادھر ادھر بہکتا ہوں۔“

”تو کیا مہربانی کر کے آپ مجھے بھی نام کا راز سمجھا دیں گے؟“

”کہیں نہیں۔“ انہوں نے جواب میں کہا۔ ”کہیں نہ جو کچھ ایک خدا کا بندہ کہتا ہے وہ سب کے لئے ہوتا ہے۔“

हमा इन्हीं से पेट भरेंगे, पोखेंगे आजादी

तू पक्का एकेरवर बादी

भाई भाई भला लड़ें क्यों ?

कोट, कचहरी, कीच सड़ें क्यों ?

पंचों के भी पाँव पड़ें क्यों ?

प्रेम प्रीत से बाँटें छाएँ, सस्ती सोख सिखा दी

। तू पक्का एकेरवर बादी

कहीं बड़े हैं मेइतर भाई

कहीं बड़े हैं धोबी नाई

कहीं बड़ी बेशक बनियाई

कहीं पुरोहिताई ठकुराई, जायज सब में शादी

तू पक्का एकेरवर बादी

बली बनी, हाँ, रहे अमीरी

सेवक बनकर रहे बज्जीरी

सीख सिखाने रहे कक्कीरी

बूसेगा फिर कौन किसी को, रोबी ऐंठ मिटा दी

तू पक्का एकेरवर बादी

दारु सूफ बूफ खा जाती

सूफ बूफ ईश्वर से आती

यो ईश्वर की इज्जत जाती

दारु पी पी रब को भूले, फैलाते बरबादी

तू पक्का एकेरवर बादी

बैठे बैठे करें कमाई

ईश्वर की फिर कौन बढ़ाई

ब्याज सूद में यही बुराई

तन का, तेरा, तोड़ ताब तब नर बन जाता मादी

तू पक्का एकेरवर बादी

तोप बनी खाकर 'तू तेरा'

करे तमंचा तेरा डेरा

तेरा तीर का कम न तरेरा

जो भी इनको मेट मिटाए, अगला वह ही हादी

तू पक्का एकेरवर बादी

अपनी धुन का था तू धुनिया

सौ गुनियों का था तू गुनिया

बोला, राम संभालें दुनिया

बदबख्तो क्यों मरे जा रहे, रो रो नानी दादी

तू पक्का एकेरवर बादी

अब न गढ़ो पेटम बम प्यारो

जर्म जला इनसान उबारो

काफ़ी वह, हिम्मत मत हारो

बली ट्रस्टी = जर्म = कीटाणु. हादी = हिदायत देने वाला, उपदेश देने वाला.

कसा अनेह से भेत भेहें 'तू' योसों के आदी
तू पका अकेरवर बादी

भैनी भैनी भैनी भैनी भैनी भैनी

कोट 'कचहरी' कीच सड़ें क्यों ?

पंचों के भी पाँव पड़ें क्यों ?

प्रेम प्रीत से बाँटें छाएँ, सस्ती सोख सिखा दी

तू पका अकेरवर बादी

कहीं बड़े हैं मेइतर भाई

कहीं बड़े हैं धोबी नाई

कहीं बड़ी बेशक बनियाई

कहीं पुरोहिताई ठकुराई, जायज सब में शादी

तू पका अकेरवर बादी

बली बनी, हाँ, रहे अमीरी

सेवक बनकर रहे बज्जीरी

सीख सिखाने रहे कक्कीरी

बूसेगा फिर कौन किसी को, रोबी ऐंठ मिटा दी

तू पका अकेरवर बादी

दारु सूफ बूफ खा जाती

सूफ बूफ ईश्वर से आती

यो ईश्वर की इज्जत जाती

दारु पी पी रब को भूले, फैलाते बरबादी

तू पका अकेरवर बादी

बैठे बैठे करें कमाई

ईश्वर की फिर कौन बढ़ाई

ब्याज सूद में यही बुराई

तन का, तेरा, तोड़ ताब तब नर बन जाता मादी

तू पका अकेरवर बादी

तोप बनी खाकर 'तू तेरा'

करे तमंचा तेरा डेरा

तेरा तीर का कम न तरेरा

जो भी इनको मेट मिटाए, अगला वह ही हादी

तू पका अकेरवर बादी

अपनी धुन का था तू धुनिया

सौ गुनियों का था तू गुनिया

बोला, राम संभालें दुनिया

बदबख्तो क्यों मरे जा रहे, रो रो नानी दादी

तू पका अकेरवर बादी

अब न गढ़ो पेटम बम प्यारो

जर्म जला इनसान उबारो

काफ़ी वह, हिम्मत मत हारो

बली = ट्रस्टी = जर्म = कीटाणु. हादी = हिदायत देने वाला, उपदेश देने वाला.

پایا۔ دائری والوں کی دائری بھی نام کی ہے۔ دونوں کھلے تو صاف ہوتے ہیں۔ سیرک ٹوٹی اور دونوں مٹوں کے بیچ میں کھنکھارے نام لکھنا شروع کیا۔ اس طرح کے ہوتے ہیں کہ دور سے چہرہ بالکل صاف معلوم ہوتا ہے۔ مگر پاس سے کھنکھارے بال معلوم ہوتے ہیں۔ ایسے چہرے دو تین دن سے کسی نے دیکھا ہو۔ ازہر کے ہندوستانی طالب علموں میں دو ہندوستانی طالب علم ایسے ملے جنکی دائریاں اچھی خاصی ہیں۔ ان دونوں نے شکایت کی کہ ہمکو یہاں کے لوگ کھنکھارے اور دائری کہہ کر چوتھے ہیں۔

16 اگست '51

آپکا भाई—

अब्दुल्ला मिस्त्री

(बाकी फिर)

آپکا بھائی

عبداللہ مصری

15 اگست '51

(بالی پھر)

बापू

तू पक्का एकेश्वर बादी
एक राम है नाम उसी के रब, रहमान, खुदा, ब्रह्मादी

तू पक्का एकेश्वर बादी
सिर्फ अरब का नहीं खुदा है
नहीं हिन्द का राम खुदा है
रूप एक मंजूर खुदा है

अब इसमें झगड़ा ही क्या है, सीधी राह बतादी

तू पक्का एकेश्वर बादी
एक खुदा के हम सब बन्दे
जात पात, मत, मजहब, फन्दे
फाँस लड़ाने के ठव धन्दे

हम न फँसें इनमें बन अंधे, खड़तल बात जतादी

तू पक्का एकेश्वर बादी
काम न मिलने के सब झगड़े
मैं उसको वह मुझको रणड़े
हुए मित्रों से लूले लंगड़े

काम बहुत, हम काँते, पहनें, हाथ बनी ही खादी

तू पक्का एकेश्वर बादी
हाथ राम ने इसी लिये तो
हमें दया कर दान दिये दो
मरें भले, पर, अगर जियें तो

अक्टूबर '51

(298)

बापू

तू पका ایکویشور وادی
ایک رام ہے نام اُسی کے رب، رحمان، خدا، برہمادی

تو پکا ایکیشور وادی
صرف عرب کا نہیں خدا ہے
نہیں ہند کا رام جدا ہے
روپ ایک منظور خدا ہے

اب اس میں چھکڑا ہی کیا ہے، سودھی راہ بتادی

تو پکا ایکیشور وادی
ایک خدا کے ہم سب بندے
'جات پات' مت، 'مذہب' پھندے
پھانس لوانے کے قہب دھندے

ہم نہ پھنسن ان میں بن اندھے، کھڑتل بات جتادی

تو پکا ایکیشور وادی
کام نہ ملنے کے سب جھگڑے
میں اُس کو وہ مجھکو رگڑے
ہوئے ملوں سے لولے لگڑے

کام بہت، ہم کاٹوں، پہنوں، ہاتھ بلی ہی کھادی

تو پکا ایکیشور وادی
ہاتھ رام نے اُسی لئے تو
میں دیا کر دان دئے دو
میں بھلے، پر، اگر چھٹوں تو

اکتوبر '51

اھسااس برتاری (بھ بھم) اور کماتری (کھ بھم) دونوں ترھ کے بھم پایا جاتے ہیں۔ اھسااس برتاری مڄھبی پتھار سے ہے اور اھسااس کماتری ماکھی یا اھاریک پتھار سے ہے۔ ہم مسلمانان ہیں اور اسنام سب سے اچھا مڄھبی ہے یہ ہر مسلمان کا ایک اطری جڈہ (سواہارک بھارنا) ہے۔ ہر مڄھبی، ہر یہودی، ہر ہندو اور ہر دوسرے مڄھبی کا ماننے والا اپنے مڄھبی کے بارے میں یہی سمجھتا ہے۔ لیکن مصر کے مسلمان باوجود اس وچار میں کتر ہونے کے دوسرے مڄھبیوں کے لوگوں سے کوئی بھر نہیں رکھتے بلکہ سب کے ساتھ ایک سا مہل چول رکھتے ہیں۔

اھسااس کماتری یورپیان کسموں کی ریر مامولی مادی ترککی، ریر مامولی تاکت، شان شاکت، ٹاٹ بات، سڄ بڄ اور بمانہ بگیرا کی بڄھ سے ہے۔ اور بھ اس کسمی کو دور کرنے کے لیے ہر رجا جڈو جڈھ اور کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے کافی ترقی بھی کی ہے۔ مصر آج مڈل ایسٹ میں ترقی کے بعد سب سے بڑا چڑھا ملک ہے۔ مصری سرکار کو پچھلے سال کی کل آمدنی دو ارب اکیانوے لاکھ پچاس ہزار یعنی کچھ کم تین ارب دو سو ہے اور خراج تین ارب تیس کروڑ ہے جبکہ مصر کی کل آبادی دو کروڑ ساڑھے بائیس لاکھ ہے یعنی ہمارے صوبہ یو۔ پی سے آدھی آبادی ہے مگر آمدنی اور خرچ پانچ گنے سے بھی زیادہ ہے۔ اس سے مصر کی آج کی مالی ترقی کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے اور بھی بہت سے آنکرے دیئے جا سکتے ہیں۔

مصر کے مسلمانوں میں اتنی مذہبی کوائی نہیں ہے جتنی ہندستان کے مسلمانوں میں۔ مصر کی عورتیں عام طور پر سیر تفریح، سلیم تھٹر، جمعہ کی نماز، خرید فروخت کے لئے بے چھجک باہر نکلتی ہیں۔ زیادہ تر دیسی لباس میں ہوتی ہیں۔ مگر پڑھی لکھی عورتوں اور لڑکیوں سب کی سب یورپین لباس میں بے چھجک نکلتی ہیں اور بے برقعہ ہوتی ہیں۔ برقعہ والی عورتوں کا برقعہ بھی نام کو ہوتا ہے۔ یعنی پورا جسم تو اٹکا ڈھکا ہوتا ہے پر پٹیلوں تک درنوں بھر، دونوں ہاتھ اور چہرے کے اوپر کا حصہ بالکل نکلا دھتا ہے۔ صرف ناک کے سرے سے لیکر تھڈی تک ایک ہلکی جالی اس طرح کی لٹکتی ہے کہ پورا چہرہ ذرا غور سے دیکھلے پر دکھائی دیتا ہے۔

مصری لوگ عام طور پر دارمی اور مونیچہیں ملدواتے ہیں۔ بڑے بڑے علما اور مذہبی پوشوا بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ قاہرہ اور اسکندریہ کی اکثر مسجدوں کے پڑھن اماموں اور واعظوں سے بھی میں نے خاص طور سے ملاقات کی۔ ان میں دو تھن کے سوا سب کو کلہن شہوت (صلاحت)

اھسااس برتاری (بھ بھم) اور کماتری (کھ بھم) دونوں ترھ کے بھم پایا جاتے ہیں۔ اھسااس برتاری مڄھبی پتھار سے ہے اور اھسااس کماتری ماکھی یا اھاریک پتھار سے ہے۔ ہم مسلمانان ہیں اور اسنام سب سے اچھا مڄھبی ہے یہ ہر مسلمان کا ایک اطری جڈہ (سواہارک بھارنا) ہے۔ ہر مڄھبی، ہر یہودی، ہر ہندو اور ہر دوسرے مڄھبی کا ماننے والا اپنے مڄھبی کے بارے میں یہی سمجھتا ہے۔ لیکن مصر کے مسلمان باوجود اس وچار میں کتر ہونے کے دوسرے مڄھبیوں کے لوگوں سے کوئی بھر نہیں رکھتے بلکہ سب کے ساتھ ایک سا مہل چول رکھتے ہیں۔

اھسااس کماتری یورپیان کسموں کی ریر مامولی مادی ترککی، ریر مامولی تاکت، شان شاکت، ٹاٹ بات، سڄ بڄ اور بمانہ بگیرا کی بڄھ سے ہے۔ اور بھ اس کسمی کو دور کرنے کے لیے ہر رجا جڈو جڈھ اور کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے کافی ترقی بھی کی ہے۔ مصر آج مڈل ایسٹ میں ترقی کے بعد سب سے بڑا چڑھا ملک ہے۔ مصری سرکار کو پچھلے سال کی کل آمدنی دو ارب اکیانوے لاکھ پچاس ہزار یعنی کچھ کم تین ارب دو سو ہے اور خراج تین ارب تیس کروڑ ہے جبکہ مصر کی کل آبادی دو کروڑ ساڑھے بائیس لاکھ ہے یعنی ہمارے صوبہ یو۔ پی سے آدھی آبادی ہے مگر آمدنی اور خرچ پانچ گنے سے بھی زیادہ ہے۔ اس سے مصر کی آج کی مالی ترقی کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے اور بھی بہت سے آنکرے دیئے جا سکتے ہیں۔

مصر کے مسلمانوں میں اتنی مذہبی کوائی نہیں ہے جتنی ہندستان کے مسلمانوں میں۔ مصر کی عورتیں عام طور پر سیر تفریح، سلیم تھٹر، جمعہ کی نماز، خرید فروخت کے لئے بے چھجک باہر نکلتی ہیں۔ زیادہ تر دیسی لباس میں ہوتی ہیں۔ مگر پڑھی لکھی عورتوں اور لڑکیوں سب کی سب یورپین لباس میں بے چھجک نکلتی ہیں اور بے برقعہ ہوتی ہیں۔ برقعہ والی عورتوں کا برقعہ بھی نام کو ہوتا ہے۔ یعنی پورا جسم تو اٹکا ڈھکا ہوتا ہے پر پٹیلوں تک درنوں بھر، دونوں ہاتھ اور چہرے کے اوپر کا حصہ بالکل نکلا دھتا ہے۔ صرف ناک کے سرے سے لیکر تھڈی تک ایک ہلکی جالی اس طرح کی لٹکتی ہے کہ پورا چہرہ ذرا غور سے دیکھلے پر دکھائی دیتا ہے۔

مصری لوگ عام طور پر دارمی اور مونیچہیں ملدواتے ہیں۔ بڑے بڑے علما اور مذہبی پوشوا بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ قاہرہ اور اسکندریہ کی اکثر مسجدوں کے پڑھن اماموں اور واعظوں سے بھی میں نے خاص طور سے ملاقات کی۔ ان میں دو تھن کے سوا سب کو کلہن شہوت (صلاحت)

بائیں برباری ہوتے تھے۔ کیر بڑے بڑے پختہ بائیں برباری۔
جمناتا ٹٹو کے ٹٹو لکھی راہ دیکھتی تھی۔ جب اس کے سامنے
جسٹس پٹھناتا تب جمناتا بکریات بائیں برباری سے بکریات ہو
جائی بائیں جی جی کے ناروں سے کیشا گئے جاتی۔ کنبیا
پر فلوں کی بارش ہوتی۔ اس ترہ مینوں کا سکر تہ
کرتے ہوں جب جسٹس نینل کے کینارے پٹھناتا تب لوگوں کا
جوش ہڈ سے گزرتا جاتا۔ کنبیا بھی
ہوتی بائیں فٹ فٹ کر روتی بائیں چیختی بھی کیونکہ
میت کی بکریات اس کے سامنے دیکھا دیتی۔ مہاراجا،
بڈا بکریات بائیں پورہیت تینوں بکریات کر کنبیا کو پنام
کرتے بائیں اس کے رتھ سے اس کو بڑے بکریات کے ساتھ بکریات کرتے۔
کیر فلوں سے سچی ہڈی ایک ناہ پر اسے بیٹاتے۔ بھوپ
جلاتے، منتر پڈتے بائیں نینل دینی کی پوجا کرنے کے باڈ
اس سے پارینا کرتے بائیں کھتے—“ہے دینی! ہم تھکے
اپنی سب سے سندر کنبیا بٹت دے رہے ہیں۔ اب تو ہم سے سال
بھر خوش رہنا۔ ہم سب تھکے سہوک تھیں۔ ہمیں بازو سے بکریات اور سوکھ
سے بکریات (یعنی ہمارے یہاں پانی کی کمی بھی نہ ہو اور نہ
بازو آئے)۔

”ہم آگے سال کیر اسی دن تھکے اپنی سب سے
سندر کنبیا پش کریں گے۔“ یہ کھکر وہ لوگ اس جھتی
جائتی سندر کنبیا کو نینل ندی کی موجوں کے حوالے کر
دیتے تھے اور یہ دن مصر کا سب سے بڑا خوشی کا دن
ہوتا تھا۔

مصریوں میں یہ رواج ہزاروں برس جاری رہا۔ مصر پر
رومی مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ رومیوں نے بھی اس رسم
کو قائم رکھا۔ پھر رومیوں کو عرب مسلمانوں کے مقابلے میں
ہار ہوئی اور مصر اسلامی عملداری میں آیا۔ تب حضرت
عمر بن عاص کو جو مصر کے عرب حاکم تھے اس جھو ہتیا
کے روکنے کی فکر ہوئی۔ لیکن شریعت کی رو سے وہ جمناتا
کی مذہبی آزادی اُن کے دھن سہن اور رواجوں پر کسی
طرح کی پابندی نہیں لگا سکتے تھے۔ انہوں نے مصر کے
پختہ اور سرداروں کو بلا کر اپنے طور پر سمجھایا اور کہا
”آپ جشن جس طرح چاہیں کریں مگر ایک جھتی جائتی
نودوش کنبیا کو دریا میں نہ قبائیں۔ اُن لوگوں نے
کہا کہ اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو نول دیوی خفا ہو
جائے گی اور ہم سب تباہ ہوجائیں گے۔ بازو سے کھیتھاں
قرب جائیں گی یا پانی کی کمی سے سوکھ جائیں گی۔ عمرو
بن عاص نے اُن تمام باتوں کی تفصیل مدینہ دارالخلافت
میں بھیجی اور خلیفہ سے ہدایت مانگی۔ خلیفہ
حضرت عمر نے نینل ندی کے نام ایک خط لکھا۔ خط کا
مضمون یہ تھا—”یہ خط میں اللہ کے نام سے لکھ رہا
ہوں جو بڑا دیالو اور دیوان ہے۔ اے دریائے نینل میں
تجہ سے کھتا ہوں تو اگر آپ من سے چلتا ہے تو تھکے چلتے

اور برباری ہوتے تھے۔ پھر بڑے بڑے پختہ اور برباری۔
جمناتا ٹٹو کے ٹٹو لکھی راہ دیکھتی تھی۔ جب اس کے سامنے
جسٹس پٹھناتا تب جمناتا بکریات بائیں برباری سے بکریات ہو
جائی بائیں جی جی کے ناروں سے کیشا گئے جاتی۔ کنبیا
پر فلوں کی بارش ہوتی۔ اس ترہ مینوں کا سکر تہ
کرتے ہوں جب جسٹس نینل کے کینارے پٹھناتا تب لوگوں کا
جوش ہڈ سے گزرتا جاتا۔ کنبیا بھی
ہوتی بائیں فٹ فٹ کر روتی بائیں چیختی بھی کیونکہ
میت کی بکریات اس کے سامنے دیکھا دیتی۔ مہاراجا،
بڈا بکریات بائیں پورہیت تینوں بکریات کر کنبیا کو پنام
کرتے بائیں اس کے رتھ سے اس کو بڑے بکریات کے ساتھ بکریات کرتے۔
کیر فلوں سے سچی ہڈی ایک ناہ پر اسے بیٹاتے۔ بھوپ
جلاتے، منتر پڈتے بائیں نینل دینی کی پوجا کرنے کے باڈ
اس سے پارینا کرتے بائیں کھتے—“ہے دینی! ہم تھکے
اپنی سب سے سندر کنبیا بٹت دے رہے ہیں۔ اب تو ہم سے سال
بھر خوش رہنا۔ ہم سب تھکے سہوک تھیں۔ ہمیں بازو سے بکریات اور سوکھ
سے بکریات (یعنی ہمارے یہاں پانی کی کمی بھی نہ ہو اور نہ
بازو آئے)۔

”ہم آگے سال کیر اسی دن تھکے اپنی سب سے
سندر کنبیا پش کریں گے۔“ یہ کھکر وہ لوگ اس جھتی
جائتی سندر کنبیا کو نینل ندی کی موجوں کے حوالے کر
دیتے تھے اور یہ دن مصر کا سب سے بڑا خوشی کا دن
ہوتا تھا۔

مصریوں میں یہ رواج ہزاروں برس جاری رہا۔ مصر پر
رومی مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ رومیوں نے بھی اس رسم
کو قائم رکھا۔ پھر رومیوں کو عرب مسلمانوں کے مقابلے میں
ہار ہوئی اور مصر اسلامی عملداری میں آیا۔ تب حضرت
عمر بن عاص کو جو مصر کے عرب حاکم تھے اس جھو ہتیا
کے روکنے کی فکر ہوئی۔ لیکن شریعت کی رو سے وہ جمناتا
کی مذہبی آزادی اُن کے دھن سہن اور رواجوں پر کسی
طرح کی پابندی نہیں لگا سکتے تھے۔ انہوں نے مصر کے
پختہ اور سرداروں کو بلا کر اپنے طور پر سمجھایا اور کہا
”آپ جشن جس طرح چاہیں کریں مگر ایک جھتی جائتی
نودوش کنبیا کو دریا میں نہ قبائیں۔ اُن لوگوں نے
کہا کہ اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو نول دیوی خفا ہو
جائے گی اور ہم سب تباہ ہوجائیں گے۔ بازو سے کھیتھاں
قرب جائیں گی یا پانی کی کمی سے سوکھ جائیں گی۔ عمرو
بن عاص نے اُن تمام باتوں کی تفصیل مدینہ دارالخلافت
میں بھیجی اور خلیفہ سے ہدایت مانگی۔ خلیفہ
حضرت عمر نے نینل ندی کے نام ایک خط لکھا۔ خط کا
مضمون یہ تھا—”یہ خط میں اللہ کے نام سے لکھ رہا
ہوں جو بڑا دیالو اور دیوان ہے۔ اے دریائے نینل میں
تجہ سے کھتا ہوں تو اگر آپ من سے چلتا ہے تو تھکے چلتے

میں آہام تھی۔ مسیح کے پورانے لکھنؤ سے ہزاروں مورتیاں نکلنے لگی ہیں جو کراہیرا کے بچاویں گھر میں اب بھی موجود ہیں۔ بہت سے ملحد بھی توڑے پھوٹے زمانوں کے نیچے پائے گئے ہیں اور بہت سے فرعونوں کے دربار اور انکے زمانے کے سازسازان بھی ملے ہیں جن کے دیکھنے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مصر کی پرانی تہذیب اور وچار بھارت کی پرانی تہذیب اور وچاروں سے بہت کچھ ملتے جلتے تھے۔ خود اہرامات کی کہانی میں اس کے بہت سے ثبوت ملتے ہیں۔ ان اہرامات کی تعمیر آواگون کے فلسفے کی بنا پر ہوئی تھی۔ مصر کے پرانے پلندتوں کا عقیدہ تھا کہ آدمی موتا نہیں بلکہ صرف قالب یعنی شریر بدل دیتا ہے۔ پھر ایک زمانے کے بعد وہ اس سنسار میں پھر سے جنم لیتا ہے۔ جنم لیتے وقت اس کا پرانا قالب کسی طرح محفوظ رہ جائے تو جنم لینے والا پھر اپنی پہلی شان شوکت سے جنم لے گا۔ اسی فلسفے کے کارن بڑے لوگوں اور راجاؤں کی لاشیں ہمیشہ تک محفوظ رکھنے کے لئے بہت جتن کئے گئے۔ مسی تیار کی گئی اور پہاڑ اچھے مقبرے بنائے گئے جو آندھی پانی، بارش اور بھونڈل سے بھی بچ رہ سکے۔ اس میں شک نہیں کہ مصریوں کی یہ پرانی عمارتیں جوں کی توں اب تک کھڑی ہیں اور اسی طرح فرعونوں کی لاشیں بھی پانچ پانچ ہزار برس سے کھڑی ہیں۔ اس زمانے سے اس زمانے تک مصر میں بہت سے انقلاب ہوئے، بے شمار شاعریاں لکھی گئیں اور مکت لکھی گئیں مگر فرعونوں کے سب سے بڑے بادشاہیں اب تک موجود ہیں۔

بھارت کے لوگ جس طرح گنگا جمنہ کو پوتر ماننے لگے اور ان کی پوجا کرتے ہیں مصر کے پرانے باسی بھی نہل ندی کو مقدس (پاک) ماننے اور اسکی پوجا کرتے تھے۔ نہل دیوی کو خروہ رکھنے کے لئے مصری ہر سال گرمیوں کے موسم میں جبکہ نہل کی بارش کا زمانہ ہوتا ہے ایک بڑا جشن کرتے تھے۔ ہمارے یہاں کے کتبہ کے مہلہ کی طرح بہت بڑا مہلہ لکھا تھا۔ پلندت، ودوان، راجا، پرجا سبھی حصہ لیتے تھے۔ بہت کچھ دان ہن ہوتا تھا اور نہان ہوتا تھا۔ طرح طرح کی پوجائیں ہوتی تھیں۔ ہیرو گلیفٹی لکھاوت میں لکھ ہوئے بہت سے اشلوک اور ملتر پڑھے جاتے تھے ہر سال مصر کی ایک سندھ سے سندھ کھینچا پہلے سے چن لی جاتی تھی جو مہارانی کی طرح بہت تھاتھ بات اور ہاجے گجے کے ساتھ جشن میں کھائی جاتی تھی۔ اُسکو کھیتی کھڑے اور زہور پہنائے جاتے تھے۔ رنگا رنگ پھولوں کے ہار اس کے گلے میں ڈالے جاتے تھے۔ اُس کا بہت شاندار جلوس نکلتا تھا۔ جلوس میں کھینچا تو رتہ پر بٹھکتی تھی اور راجا پیدل اس رتہ کے آگے آگے سلامی دیتا ہوا چلتا تھا۔ راجا کے ارد گرد اس کے سب ملکری

بھارت کے لوگ جس طرح گنگا جمنہ کو پوتر ماننے لگے اور ان کی پوجا کرتے ہیں مصر کے پرانے باسی بھی نہل ندی کو مقدس (پاک) ماننے اور اسکی پوجا کرتے تھے۔ نہل دیوی کو خروہ رکھنے کے لئے مصری ہر سال گرمیوں کے موسم میں جبکہ نہل کی بارش کا زمانہ ہوتا ہے ایک بڑا جشن کرتے تھے۔ ہمارے یہاں کے کتبہ کے مہلہ کی طرح بہت بڑا مہلہ لکھا تھا۔ پلندت، ودوان، راجا، پرجا سبھی حصہ لیتے تھے۔ بہت کچھ دان ہن ہوتا تھا اور نہان ہوتا تھا۔ طرح طرح کی پوجائیں ہوتی تھیں۔ ہیرو گلیفٹی لکھاوت میں لکھ ہوئے بہت سے اشلوک اور ملتر پڑھے جاتے تھے ہر سال مصر کی ایک سندھ سے سندھ کھینچا پہلے سے چن لی جاتی تھی جو مہارانی کی طرح بہت تھاتھ بات اور ہاجے گجے کے ساتھ جشن میں کھائی جاتی تھی۔ اُسکو کھیتی کھڑے اور زہور پہنائے جاتے تھے۔ رنگا رنگ پھولوں کے ہار اس کے گلے میں ڈالے جاتے تھے۔ اُس کا بہت شاندار جلوس نکلتا تھا۔ جلوس میں کھینچا تو رتہ پر بٹھکتی تھی اور راجا پیدل اس رتہ کے آگے آگے سلامی دیتا ہوا چلتا تھا۔ راجا کے ارد گرد اس کے سب ملکری

جنگل جنگل تہذیبوں کو سمجھ کر کچھ جانتے، انکس یا کرم کی طرف لگاؤ اور دنیا بھر کے تعلیم دینے والوں کا فرض ہے کہ وہ لوگوں اور لوگوں کے الگ الگ سوچوں کو سمجھ کر انہیں انسانی سماج کا گھانا بڑھانے یا کلا اور کلچر کو ترقی دینے یا اچھے عمل سے پیشوں اور دستکاریوں کو بڑھانے اور ترقی دینے کی طرف لگائیں۔ یہی مانو دھرم یعنی مذہب انسانیت کا راستہ ہے۔ *

الگ الگ تہذیبوں کو سمجھ کر انہیں گھانا بڑھانے یا کرم کی طرف لگاؤ اور دنیا بھر کے تعلیم دینے والوں کا فرض ہے کہ وہ لوگوں اور لوگوں کے الگ الگ سوچوں کو سمجھ کر انہیں انسانی سماج کا گھانا بڑھانے یا کلا اور کلچر کو ترقی دینے یا اچھے عمل سے پیشوں اور دستکاریوں کو بڑھانے اور ترقی دینے کی طرف لگائیں۔ یہی مانو دھرم یعنی مذہب انسانیت کا راستہ ہے۔ *

مولانا अबدوللہ مصری کا خط—قاہرہ سے

مولانا عبداللہ مصری کا خط—قاہرہ سے

پیارے پندت سندر لال—آداب، تسلیمات، نمسے اور سب کچھ x x x x مجھے تو اپنے دیس کی ہر چیز سندر معلوم ہوتی ہے۔ گنگا جمن، کشی، متھرا، پرنداپن، کتلے سندر نام ہیں۔ پھر 'بھارت ماتا' اور 'جلتا'، بھولی بھالی دیویاں اور گھانی دھیانی، 'دیوی دیوتا' سبھی تو سندر ہیں۔ سبھی تو من موعن۔ آدمی پاپ بھی کرتا ہے اور پن بھی، سندسار میں اچالا بھی ہے اور اندھوہا بھی۔ سکھ دکھ کی اس دھرتی میں پاپ اور پن دونوں کا پایا جانا قدرتی ہے۔ اگر پاپ نہ ہو تو یہ سندسار سورگ بن کر ختم ہو جائے۔ اگر پن نہ ہو تو نرا نرک ہی نرک۔ ہمیں پاپوں کے ساتھ زیادہ پریم کرنا چاہئے کیونکہ وہ کم بدھی رکھنے کی وجہ سے زیادہ پریم کے حق دار ہیں۔ جیسے ہندو زمین زیادہ چل اور کھان کی حق دار ہوتی ہے۔

پیارے پندت سندر لال—آداب، تسلیمات، نمسے اور سب کچھ x x x x مجھے تو اپنے دیس کی ہر چیز سندر معلوم ہوتی ہے۔ گنگا جمن، کشی، متھرا، پرنداپن، کتلے سندر نام ہیں۔ پھر 'بھارت ماتا' اور 'جلتا'، بھولی بھالی دیویاں اور گھانی دھیانی، 'دیوی دیوتا' سبھی تو سندر ہیں۔ سبھی تو من موعن۔ آدمی پاپ بھی کرتا ہے اور پن بھی، سندسار میں اچالا بھی ہے اور اندھوہا بھی۔ سکھ دکھ کی اس دھرتی میں پاپ اور پن دونوں کا پایا جانا قدرتی ہے۔ اگر پاپ نہ ہو تو یہ سندسار سورگ بن کر ختم ہو جائے۔ اگر پن نہ ہو تو نرا نرک ہی نرک۔ ہمیں پاپوں کے ساتھ زیادہ پریم کرنا چاہئے کیونکہ وہ کم بدھی رکھنے کی وجہ سے زیادہ پریم کے حق دار ہیں۔ جیسے ہندو زمین زیادہ چل اور کھان کی حق دار ہوتی ہے۔

میں یہ خط قاہرہ (مصر) سے لکھ رہا ہوں۔ انہاس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیس بھی ہمارے دیس کی طرح دھرتی کا ایک بہت پرانا دیس ہے۔ یہاں کے بادشاہوں—فرعونوں کے مقبرے، جڈکو اس دیس والے اہرامات اور فرنگی لوگ پورا پورا کہتے ہیں، پانچ چوتھ ہزار برس کی تاریخ بتاتے ہیں اور انہاس کے کچھ ودوان انہیں اور بھی پرانا بتاتے ہیں۔ فرعون یہاں کے بسنے والوں کی پرانی بھاشا میں راجا مہاراجا یا بادشاہ کو کہتے تھے۔ مصر کے اس پرانے زمانے کی سندسار، دھن سہن، سوچ بچار اور دھرم کرم بھارت کے پرانے لوگوں کی ان چیزوں سے بہت کچھ ملتے جلتے تھے۔ مورتی پوجا مصر

میں یہ خط قاہرہ (مصر) سے لکھ رہا ہوں۔ انہاس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیس بھی ہمارے دیس کی طرح دھرتی کا ایک بہت پرانا دیس ہے۔ یہاں کے بادشاہوں—فرعونوں کے مقبرے، جڈکو اس دیس والے اہرامات اور فرنگی لوگ پورا پورا کہتے ہیں، پانچ چوتھ ہزار برس کی تاریخ بتاتے ہیں اور انہاس کے کچھ ودوان انہیں اور بھی پرانا بتاتے ہیں۔ فرعون یہاں کے بسنے والوں کی پرانی بھاشا میں راجا مہاراجا یا بادشاہ کو کہتے تھے۔ مصر کے اس پرانے زمانے کی سندسار، دھن سہن، سوچ بچار اور دھرم کرم بھارت کے پرانے لوگوں کی ان چیزوں سے بہت کچھ ملتے جلتے تھے۔ مورتی پوجا مصر

♣ جیواہا جانکاری کے لیے لکھنے کی آغزے کی کتاب 'The Essential Unity of All Religions' پڑھیے۔

♣ وہ وہ جانکاری کے لئے لکھنے کی انگریزی کتاب 'The Essential Unity of All Religions' پڑھیے۔

یہی تین پہلو دنیا کی ہر سہولت کے ہوتے ہیں۔ ایک سائنس، جہاں اور دنیا کا پہلو۔ دوسرا لوگوں کی ہمت، ان کے آرزوؤں، ان کے شوق اور بہادری کا پہلو اور تیسرا ان کے دھن سہن، ہرگز اور کام کاج کا پہلو۔ کسی بھی سہولت یا تہذیب کا گہاں کا بہتادار جتنا بڑا، جتنا طرح طرح کا اور جتنا تھوک اور سچا ہوگا، وہاں کے لوگوں کے بہادری، جذبات، شوق اور آدرش جتنے اونچے، جتنے سندر، جتنے بے لاگ اور جتنے تھوک ہونگے، ان کا دھن سہن جتنا پاک، جتنا انسانیت کے اصولوں پر قائم اور آدار اور روادار ہوگا، اتنی ہی وہ سہولت یا وہ تہذیب بڑی اور اونچی سمجھی جائے گی۔ اس طرح ہر تہذیب کا بڑیوں دھرم یا مذہب کے ان تھوکوں اصولوں میں تھوک تھوک ترقی کرنے اور ان پر تھوک تھوک عمل کرنے پر ہے۔

دنیا کے وکٹاؤں، اذیادوں اور تالیم دینے والوں کا خیال ہے کہ وہ ہمیشہ اس بات کا خیال رکھیں کہ ان کے وکٹاؤں کا دماغ، ان کا دل اور ان کا جسم تھوک تھوک اور ایک ساتھ مل کر چلیں اور بڑھیں۔ وہ تعلیم ہی اچھی تعلیم ہو سکتی ہے جو وکٹاؤں کے دماغ کو سچے اور کام آئے والے گہاں سے بھر دے، اس کے دل کو اونچا رکھے اور اسے دل پر قابو کرنا سکھائے اور اس کے دھن سہن کو نیک، پروکاری اور مصدقہ بنائے جس سے دماغ، دل اور جسم تھوک سندر دکھائی دیں۔ اس کے لئے سائنس کی تعلیم، مائو دھرم یعنی مذہب انسانیت کی تعلیم اور اچھی دستکاریوں اور پیشے کی تعلیم تھوک ضروری ہیں۔

آجکل یورپ کے بڑے بڑے وکٹاؤں میں یہ بات بڑی اچھی ہوئی لگی ہے کہ کس وکٹاؤں میں کتنے درجے کی اور کس طرح کی سمجھ ہے، اسے وہ خوب تجربے کر کر کے پتہ لگاتے ہیں۔ لیکن ابھی شاید ان کا دھن ان اس طرف نہیں گیا کہ ہر وکٹاؤں کے سوبھاؤ کو بھی سمجھنے کی کوشش کریں، یعنی یہ کہ وکٹاؤں میں گہاں کو بڑھانے کا پہلو زیادہ زور کا ہے یا اچھا کا پہلو زیادہ زور دار ہے یا عمل کا پہلو زیادہ چمکتا ہوا ہے۔ اس چوڑے کے بغیر سمجھ ہر لوگ یا لوگ کو سماج میں اس کی تھوک جگہ دے سکتا ناممکن ہے۔ اس کے بنا نہ وہ پھول کی طرح پورا پھل سکے گا اور نہ سماج کو اس سے پورا فائدہ پہونچ سکے گا۔ جس طرح حکم یا وید کا کام ہے کہ وہ اپنے روگی کے مزاج کو سمجھ کر یہ طے کرے کہ روگی کے اندر کف، وات یا پت میں کس کو بڑھانے اور کس کو دبانے کی ضرورت ہے، ویسے ہی دھرم گروں اور مذہبی لیڈروں کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے لوگوں کی

یہی تین پہلو دنیا کی ہر سہولت کے ہوتے ہیں۔ ایک سائنس، جہاں اور دنیا کا پہلو۔ دوسرا لوگوں کی ہمت، ان کے آرزوؤں، ان کے شوق اور بہادری کا پہلو اور تیسرا ان کے دھن سہن، ہرگز اور کام کاج کا پہلو۔ کسی بھی سہولت یا تہذیب کا گہاں کا بہتادار جتنا بڑا، جتنا طرح طرح کا اور جتنا تھوک اور سچا ہوگا، وہاں کے لوگوں کے بہادری، جذبات، شوق اور آدرش جتنے اونچے، جتنے سندر، جتنے بے لاگ اور جتنے تھوک ہونگے، ان کا دھن سہن جتنا پاک، جتنا انسانیت کے اصولوں پر قائم اور آدار اور روادار ہوگا، اتنی ہی وہ سہولت یا وہ تہذیب بڑی اور اونچی سمجھی جائے گی۔ اس طرح ہر تہذیب کا بڑیوں دھرم یا مذہب کے ان تھوکوں اصولوں میں تھوک تھوک ترقی کرنے اور ان پر تھوک تھوک عمل کرنے پر ہے۔

دنیا کے وکٹاؤں، اذیادوں اور تالیم دینے والوں کا خیال ہے کہ وہ ہمیشہ اس بات کا خیال رکھیں کہ ان کے وکٹاؤں کا دماغ، ان کا دل اور ان کا جسم تھوک تھوک اور ایک ساتھ مل کر چلیں اور بڑھیں۔ وہ تعلیم ہی اچھی تعلیم ہو سکتی ہے جو وکٹاؤں کے دماغ کو سچے اور کام آئے والے گہاں سے بھر دے، اس کے دل کو اونچا رکھے اور اسے دل پر قابو کرنا سکھائے اور اس کے دھن سہن کو نیک، پروکاری اور مصدقہ بنائے جس سے دماغ، دل اور جسم تھوک سندر دکھائی دیں۔ اس کے لئے سائنس کی تعلیم، مائو دھرم یعنی مذہب انسانیت کی تعلیم اور اچھی دستکاریوں اور پیشے کی تعلیم تھوک ضروری ہیں۔

آجکل یورپ کے بڑے بڑے وکٹاؤں میں یہ بات بڑی اچھی ہوئی لگی ہے کہ کس وکٹاؤں میں کتنے درجے کی اور کس طرح کی سمجھ ہے، اسے وہ خوب تجربے کر کر کے پتہ لگاتے ہیں۔ لیکن ابھی شاید ان کا دھن ان اس طرف نہیں گیا کہ ہر وکٹاؤں کے سوبھاؤ کو بھی سمجھنے کی کوشش کریں، یعنی یہ کہ وکٹاؤں میں گہاں کو بڑھانے کا پہلو زیادہ زور کا ہے یا اچھا کا پہلو زیادہ زور دار ہے یا عمل کا پہلو زیادہ چمکتا ہوا ہے۔ اس چوڑے کے بغیر سمجھ ہر لوگ یا لوگ کو سماج میں اس کی تھوک جگہ دے سکتا ناممکن ہے۔ اس کے بنا نہ وہ پھول کی طرح پورا پھل سکے گا اور نہ سماج کو اس سے پورا فائدہ پہونچ سکے گا۔ جس طرح حکم یا وید کا کام ہے کہ وہ اپنے روگی کے مزاج کو سمجھ کر یہ طے کرے کہ روگی کے اندر کف، وات یا پت میں کس کو بڑھانے اور کس کو دبانے کی ضرورت ہے، ویسے ہی دھرم گروں اور مذہبی لیڈروں کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے لوگوں کی

کے دھرم کا نام 'تاؤ' رکھا۔ تاؤ کا ارتھ بھی راستہ ہے۔ چینی شہد 'تاؤ' کے لگ بھگ وہ سب ارتھ ہوتے ہیں جو سلسکرت شہد 'دھرم' کے۔ تاؤ دھرم اور ویدک دھرم دونوں کے جاننے والوں کی رائے ہے کہ دونوں میں قدم قدم پر ایک دوسرے کے ساتھ گہری سمانتا ہے۔ 'تاؤ' شہد 'برہم' شہد کے بھی ارتھ میں آتا ہے۔

ہم ان میں سے کسی راستے کو بھی سمجھیں، پرکھیں اور اس پر چلیں، نتیجتاً ہر صورت میں ہمیں ایک ہی ملے گا، یعنی یہ کہ دھرم کا راستہ سکھ شانتی کا راستہ ہے، دکھ، موت اور قدر سے چھٹکارے کا راستہ ہے۔ وہ راستہ 'نیک خودی' یا 'استغنا تھاک' یعنی اپنی چھوٹی خودی کو سماج کی اور دنیا کی بے انت وصال آتما میں لہن یا فنا کر دینے کا راستہ ہے۔

دنیا کے سب دھرموں میں تین الگ الگ مارگ یا طریقے ملتے ہیں۔ ویدک دھرم میں انہوں نے ان مارگ، بھگتی مارگ اور کرم مارگ کہا گیا ہے۔ اسلام میں انہیں کو 'معرفت'، 'طریقت' اور 'شریعت' کہا جاتا ہے۔ یہی تین راستے ہستیوں کے لیے ہیں۔ ہستیوں کے لیے ہستیوں میں بھی ملتے ہیں۔ ہندو دھرم میں انہوں نے تین کو 'سمہک دھرم'، 'سمہک سیکلیپ' اور 'سمہک دیپام' کہا گیا ہے۔ جہن تواترہ سوتر میں بھی انہیں تھوں کا ذکر ہے۔ اوصوفی کتاب 'گلشن راؤ' میں ان تھوں کے اسرار کو خوب اچھی طرح سمجھایا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ تھوں کے راستے—'بود دائم میاے کفر و ایمان' یعنی کفر اور اسلام دونوں میں یہ ایک برابر ہیں۔

ایسے ہی مہا بھارت میں لکھا ہے—'اپنی زبان کو، اپنے من کو اور اپنے شریک کو' جو ان تھوں کو اپنی بھتی کے بس میں رکھ سکے وہی ترقی یافتہ ہے۔

ہندو گرنیتھ دھرم میں بھی 'بھگھو' کی تھیک یہی تعریف کی گئی ہے اور اس کو 'سادھوین' کہا گیا ہے۔ انہی کے سوبھاؤ کے یہ تھوں پہلو صاف ہیں—'گہان'، 'اچھا اور کرپا یعنی علم، خواہش اور عمل'۔ اسی لئے ان تھوں کے مطابق تھیں راستے یا راستے کے تھوں پہلو سب دھرموں میں پیمانے گئے ہیں—'تھوک چاند'، 'تھوک چاند اور تھوک عدل کرنا'۔ پارسی دھرم میں اسی کو ذرا بدل کر 'حمت'، 'حکمت'، 'حورشت' نام دیئے گئے ہیں جن کے معنی ہیں—'تھوک سوچنا'، 'تھوک بولنا اور تھوک پڑھنا'۔ اہلشعور میں بھی یہ خیال برابر آتا ہے۔ یہی مہا بھارت میں بھی بار بار دہرائی گئی ہے۔ زنداوستا میں لکھا ہے—

"اگر ہر دھرم ایشور کہتا ہے کہ جو لوگ بھلائی سوجتے ہیں، بھلائی کہتے ہیں اور بھلائی کرتے ہیں ان کے میں ساتھ رہتا ہوں اور ان کے نہیں جو برائی سوجتے ہیں، برائی کہتے ہیں اور برائی کرتے ہیں۔"

ہم ان میں سے کسی راستے کو بھی سمجھیں، پرکھیں اور اس پر چلیں، نتیجتاً ہر صورت میں ہمیں ایک ہی ملے گا، یعنی یہ کہ دھرم کا راستہ سکھ شانتی کا راستہ ہے، دکھ، موت اور قدر سے چھٹکارے کا راستہ ہے۔ وہ راستہ 'نیک خودی' یا 'استغنا تھاک' یعنی اپنی چھوٹی خودی کو سماج کی اور دنیا کی بے انت وصال آتما میں لہن یا فنا کر دینے کا راستہ ہے۔

دنیا کے سب دھرموں میں تین الگ الگ مارگ یا طریقے ملتے ہیں۔ ویدک دھرم میں انہوں نے ان مارگ، بھگتی مارگ اور کرم مارگ کہا گیا ہے۔ اسلام میں انہیں کو 'معرفت'، 'طریقت' اور 'شریعت' کہا جاتا ہے۔ یہی تین راستے ہستیوں کے لیے ہیں۔ ہستیوں کے لیے ہستیوں میں بھی ملتے ہیں۔ ہندو دھرم میں انہوں نے تین کو 'سمہک دھرم'، 'سمہک سیکلیپ' اور 'سمہک دیپام' کہا گیا ہے۔ جہن تواترہ سوتر میں بھی انہیں تھوں کا ذکر ہے۔ اوصوفی کتاب 'گلشن راؤ' میں ان تھوں کے اسرار کو خوب اچھی طرح سمجھایا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ تھوں کے راستے—'بود دائم میاے کفر و ایمان' یعنی کفر اور اسلام دونوں میں یہ ایک برابر ہیں۔

ایسے ہی مہا بھارت میں لکھا ہے—'اپنی زبان کو، اپنے من کو اور اپنے شریک کو' جو ان تھوں کو اپنی بھتی کے بس میں رکھ سکے وہی ترقی یافتہ ہے۔

ہندو گرنیتھ دھرم میں بھی 'بھگھو' کی تھیک یہی تعریف کی گئی ہے اور اس کو 'سادھوین' کہا گیا ہے۔ انہی کے سوبھاؤ کے یہ تھوں پہلو صاف ہیں—'گہان'، 'اچھا اور کرپا یعنی علم، خواہش اور عمل'۔ اسی لئے ان تھوں کے مطابق تھیں راستے یا راستے کے تھوں پہلو سب دھرموں میں پیمانے گئے ہیں—'تھوک چاند'، 'تھوک چاند اور تھوک عدل کرنا'۔ پارسی دھرم میں اسی کو ذرا بدل کر 'حمت'، 'حکمت'، 'حورشت' نام دیئے گئے ہیں جن کے معنی ہیں—'تھوک سوچنا'، 'تھوک بولنا اور تھوک پڑھنا'۔ اہلشعور میں بھی یہ خیال برابر آتا ہے۔ یہی مہا بھارت میں بھی بار بار دہرائی گئی ہے۔ زنداوستا میں لکھا ہے—

"اگر ہر دھرم ایشور کہتا ہے کہ جو لوگ بھلائی سوجتے ہیں، بھلائی کہتے ہیں اور بھلائی کرتے ہیں ان کے میں ساتھ رہتا ہوں اور ان کے نہیں جو برائی سوجتے ہیں، برائی کہتے ہیں اور برائی کرتے ہیں۔"

धर्म या रहानी साइन्स، मानव धर्म या मजہبہ انسانیت کا جو سب سے جدا جدا حصوں کا وہ حصہ ہے جو سب میں پایا جاتا ہے ہمیں یہ صاف بتاتا ہے کہ ایشوری کی اچھا کیا ہے۔ دوسرا یہ کہ خاص صورتوں میں اچھے اور سمجھداری کے قانون جو اچھے اور سمجھدار لوگوں کے بنائے ہوئے ہوں، ایسے لوگوں کے جو ایشوری کو یعنی سب کے کھت کھت میں رہنے والی آتما کو جاننے اور پہچان کر رہے ہوں، اور جو بے لاگ اور بے فرض ہو کر سب کا سب الگ الگ دھرم والوں کا سب جماعتوں اور سب پیشے والوں کا بھلا چاہتے ہوں، اور بھلا کرنے کی پوری کوشش کرتے ہوں، جن پر سب کو بہروسہ ہو—ایسے لوگوں کے بنائے ہوئے قانون ہی جہاں تک ممکن ہو سکتا ہے ایشوری کی اچھا کے انوسار ہو سکتے ہوں۔ ایسے لوگ ہی اللہ کے نزدیک ہیں اور اس کے ہوتے کہانے کے حقدار ہیں۔ وہ چلتا یا سماج کی دیباچہ آتما، 'روح کل' کے نمائندے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بنائے ہوئے قانونوں سے ہی چلتا کا بھلا ہو سکتا ہے۔ ایسے لوگوں کی حکومت ہی 'رام راج' یا 'حکومت الہی' کہلا سکتی ہے۔

'کریستیانیتی' راج کا بھی اصل مطلب وہی ہے جو دھرم کا۔ 'کریستیان' کا اترہ ہے 'ایشوری جہان میں نہایا ہوا' یعنی وہ جو اپنی چھوٹی خودی کو مٹا کر بڑی خودی یعنی سماج کی آتما یا پرمانا کو اس کی جگہ بٹھا چکا ہو۔

'ویدک دھرم' کا اترہ ہے جہان کا دھرم، سمجھداری کا دھرم۔ 'سلطان دھرم' کا اترہ ہے ہمیشہ کا دھرم۔ 'مانو دھرم' کا اترہ ہے سب انسانوں کا دھرم جسے آجکل یورپ میں 'ہومو سڈز' کہتے ہیں۔ 'پردہ دھرم' کا اترہ ہے بدھی یعنی عقل کا دھرم۔ آریہ دھرم کا اترہ ہے بھلے لوگوں کا دھرم۔ مذہب کا اترہ ہے راستہ، یعنی پتہ یا پتہ، نہکی کا راستہ، سکھ سوکھہ کا راستہ۔

اس راستے پر چلنے کے لیے روشنی ہر آدمی کو اپنے اندر سے ہی مل سکتی ہے۔ ہاگوت میں لکھا ہے—

"روشنی آدمی کے اپنے اندر ہی ہے اور کہیں نہیں، اور وہ روشنی سب پرانہوں میں ایک برابر ہے۔"

حضرت مہسول نے کہا ہے— "اس بات کو سمجھ لیتا ہے کہ سب کی آتما ہی مہری آتما ہے سچائی کو جاننا ہے اپنی طرح سب سے پہچان کرنا ہی ٹھیک زندگی ہے اور سب کے لیے وہی کرنا جو آدمی اپنے لیے چاہتا ہے یہی دھرم کا راستہ ہے۔"

جاپان کے پرانے دھرم کا نام 'شنتو' ہے۔ اور 'شنتو' کا اترہ بھی سب آتماوں کا راستہ ہے۔ لوتز نے جن

دھرم یا روحانی سائنس، مانو دھرم یا مذہب انسانیت کا جو سب سے الگ الگ دھرموں کا وہ حصہ ہے جو سب میں پایا جاتا ہے ہمیں یہ صاف بتاتا ہے کہ ایشوری کی اچھا کیا ہے۔ دوسرا یہ کہ خاص صورتوں میں اچھے اور سمجھداری کے قانون جو اچھے اور سمجھدار لوگوں کے بنائے ہوئے ہوں، ایسے لوگوں کے جو ایشوری کو یعنی سب کے کھت کھت میں رہنے والی آتما کو جاننے اور پہچان کر رہے ہوں، اور جو بے لاگ اور بے فرض ہو کر سب کا سب الگ الگ دھرم والوں کا سب جماعتوں اور سب پیشے والوں کا بھلا چاہتے ہوں، اور بھلا کرنے کی پوری کوشش کرتے ہوں، جن پر سب کو بہروسہ ہو—ایسے لوگوں کے بنائے ہوئے قانون ہی جہاں تک ممکن ہو سکتا ہے ایشوری کی اچھا کے انوسار ہو سکتے ہوں۔ ایسے لوگ ہی اللہ کے نزدیک ہیں اور اس کے ہوتے کہانے کے حقدار ہیں۔ وہ چلتا یا سماج کی دیباچہ آتما، 'روح کل' کے نمائندے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بنائے ہوئے قانونوں سے ہی چلتا کا بھلا ہو سکتا ہے۔ ایسے لوگوں کی حکومت ہی 'رام راج' یا 'حکومت الہی' کہلا سکتی ہے۔

'کریستیانیتی' راج کا بھی اصل مطلب وہی ہے جو دھرم کا۔ 'کریستیان' کا اترہ ہے 'ایشوری جہان میں نہایا ہوا' یعنی وہ جو اپنی چھوٹی خودی کو مٹا کر بڑی خودی یعنی سماج کی آتما یا پرمانا کو اس کی جگہ بٹھا چکا ہو۔

'ویدک دھرم' کا اترہ ہے جہان کا دھرم، سمجھداری کا دھرم۔ 'سلطان دھرم' کا اترہ ہے ہمیشہ کا دھرم۔ 'مانو دھرم' کا اترہ ہے سب انسانوں کا دھرم جسے آجکل یورپ میں 'ہومو سڈز' کہتے ہیں۔ 'پردہ دھرم' کا اترہ ہے بدھی یعنی عقل کا دھرم۔ آریہ دھرم کا اترہ ہے بھلے لوگوں کا دھرم۔ مذہب کا اترہ ہے راستہ، یعنی پتہ یا پتہ، نہکی کا راستہ، سکھ سوکھہ کا راستہ۔

اس راستے پر چلنے کے لیے روشنی ہر آدمی کو اپنے اندر سے ہی مل سکتی ہے۔ ہاگوت میں لکھا ہے—

"روشنی آدمی کے اپنے اندر ہی ہے اور کہیں نہیں، اور وہ روشنی سب پرانہوں میں ایک برابر ہے۔"

حضرت مہسول نے کہا ہے— "اس بات کو سمجھ لیتا ہے کہ سب کی آتما ہی مہری آتما ہے سچائی کو جاننا ہے اپنی طرح سب سے پہچان کرنا ہی ٹھیک زندگی ہے اور سب کے لیے وہی کرنا جو آدمی اپنے لیے چاہتا ہے یہی دھرم کا راستہ ہے۔"

جاپان کے پرانے دھرم کا نام 'شنتو' ہے۔ اور 'شنتو' کا اترہ بھی سب آتماوں کا راستہ ہے۔ لوتز نے جن

تھاگ سب اس میں آجاتے ہیں۔ بلکہ اس طرح کی قربانی یا اس طرح کے تھاگ کے کوئی آدمی ایسی چھوٹی چھوٹی نجی ضرورتوں کو بھی پورا نہیں کر سکتا۔ سوارتہ بھی پورما رہے کے سہارے ہی چل سکتا ہے۔ سندسار کا یہی اٹل نیم ہے۔ گھٹا میں شری کرشن نے کہا ہے:—

”بھگوان نے سرشتی کے شروع میں یگہ سے سب پرانہوں کو بنا کر انہیں یہ ہدایت کردی کہ اس یگہ سے ہی تم سب بھل بھول سکتے ہو۔ یہی وہ کام دھھلو گائے ہے جو تمہاری ساری اچھاؤں کو پورا کر سکتی ہے۔

یہاں اس ’یگہ‘ کا مطلب ہے ایک دوسرے کی سہارا، ایک دوسرے کی مدد اور ایک دوسرے کے لئے تھاگ یعنی ایسی چھوٹی سی خودی کو دوسروں کی یا سماج کی بھلائی میں قربان کر دینا۔ اسی طرح سماج بھی ہر آدمی کے لئے یگہ یعنی قربانی کرتا ہے۔ اسی لہن دین کو اس طرح کے قانونوں کے ذریعے قاعدے میں لایا جاتا ہے جو قانون انھیکاروں کو کرتویوں کے ساتھ اور انسانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ باندھتے ہیں۔ ہر آدمی کو یہ سمجھنا ہوتا ہے کہ میں سماج کا ایک چھوٹا سا حصہ ہوں۔ مہری آتما اسی بڑی آتما کا ایک ذرہ ہے، تھوہک اسی طرح جس طرح آدمی کے جسم کا ہر انگ اور ہر ذرہ سارے جسم کا انگ ہوتا ہے۔ جسم کی زندگی میں اُسکی زندگی اور جسم کی موت میں اُس کی موت ہوتی ہے۔ اس ایک بات کو سمجھ لیتا ہی سارے دھرم، مذہب یا ولہجن کا عطر ہے۔ اور آگے چل کر یہ جان لیتا کہ یہ سب اک الگ جانیں یا الگ الگ وجود اُسی ایک بڑے وجود سے نکلے اور بے ہیں اور آخر میں اُسی میں جا کر مل جائیں گے اور اس سمجھ سے جو سچا ہرپین، اونچاپین، اُردا اور رواناری آدمی میں پیدا ہوتی ہے یہی اونچے سے اونچا دھرم، مذہب یا ’ولہجن‘ ہے۔

اسلام شہد ’سلم‘ سے نکلا ہے، جس کے مانی ہیں ’شانتی‘ یا ’امین‘۔ ان معنوں میں اسلام شہد ہی اسلام دھرم کا سار ہے۔ اس کا مطلب ہے شانتی کے ساتھ اللہ کے سامنے جھکنا یعنی اپنے کو اُس کے حوالے کر دینا، اس کی سب آگھاؤں کو ماننا۔ سلسکرت میں اسی کو ’پرئی دھان‘ یا ’پریتی‘ کہا گیا ہے، یعنی خودی کو مارنا اور خدا کو اس کی جگہ بیٹھانا۔ ویدک اصول ہے—”نم کنتو تو ایہا“ یعنی ہے ایشور! تیری اچھا پوری ہو مہری نہیں۔ اس بھاؤ میں قرب کر اور اُس کے انوسار عمل کر کے ہی آدمی ساری دنیا کے ساتھ امن اور سکھ سے رہ سکتا ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کتے آدمی ایشور، خدا یا پرماٹما کی اچھا کو جان سکتے ہیں۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ ویاہک بلیادی دھرم، سائنسی

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کتے آدمی ایشور، خدا یا پرماٹما کی اچھا کو جان سکتے ہیں۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ ویاہک بلیادی دھرم، سائنسی

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کتے آدمی ایشور، خدا یا پرماٹما کی اچھا کو جان سکتے ہیں۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ ویاہک بلیادی دھرم، سائنسی

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کتے آدمی ایشور، خدا یا پرماٹما کی اچھا کو جان سکتے ہیں۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ ویاہک بلیادی دھرم، سائنسی

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کتے آدمی ایشور، خدا یا پرماٹما کی اچھا کو جان سکتے ہیں۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ ویاہک بلیادی دھرم، سائنسی

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کتے آدمی ایشور، خدا یا پرماٹما کی اچھا کو جان سکتے ہیں۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ ویاہک بلیادی دھرم، سائنسی

ہیرا ہرےک کو نہیں دیکھا جاتا۔ ہرےک ہسکی کرر نہیں کر سکتا۔ اسیلیئے ہسکی جنان وپماہوں اور ماسالوں میں بجان کیا جاتا ہے۔

ہجرت اسی نے انجیل میں ایک جگہ کہا ہے:—

“ہرےک کے راج کے ہمد جاننے کا تومہ مائکا دیا گیا ہے، لکین ون لوگوں کو یہ مائکا نہیں دیا گیا۔ جس کسی کے پاس چابی ہوگی اسی کو مائکا دیا جائیگا، اور وے بھوتاہت کے ساتھ میلےگا۔ لکین جس کسی کے پاس چابی نہیں ہے یا جس سے در ہے کہ وہ چابی کا غلط استعمال کرے اس سے کہی کہی جو کچھ اُسکے پاس ہے وہ بھی لے لیا جاتا ہے۔”

لکین فیر سبال سامنے آتا ہے کہ آخیر دھرم، مچھ یا ریلیجن ہے کیا چیز؟ یہاں ہم اس سوال پر بہت پر بھوت سرسری بیچار ہی کر سکتے ہیں۔

ہنگرےہی شبد ‘رلیجن’ دو لاتیانی شبدوں ‘ری’ اور ‘لیجری’ سے بنا ہے جنکے مانے ہیں ‘فیر سے بانڈنا’ یا نی جو چیز آدمیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اور سبکو ہمنان کے ساتھ ہمدردی اور ہرم کی قوری میں باندھے وہی ‘رلیجن’ ہے۔ آدمی کا نیچے درجے کا سوبھاؤ، اسکا من، اسکا نفس اے بار بار دوسرے آدمیوں سے اور ہمدان سے ہمارا رہتا ہے اور ‘رلیجن’ اے بار بار ہر سے چورتا رہتا ہے۔ اس ایکتا کی طرف ہر اور دھیان جمائے رکھنا، کھاتے پیتے چلتے پھرتے اسکا خیال رکھنا یہی دھرم کا سار ہے۔ اسی سے آدمی کے سب کام ٹھیک اور اچھے رہ سکتے ہیں۔ اسی سے قوموں میں وہ شکتی پیدا ہوتی ہے جس سے بڑی بڑی سبھیتاں جنم لیتی ہیں اور قائم رہتی ہیں۔ ایتھاس میں چلتی بڑی بڑی سبھیتاں ہرنی ہیں یا ہر ایک کا اپنا کوئی نہ کوئی خاص ‘رلیجن’ ہوتا ہے، کوئی نہ کوئی آدرش ہوتا ہے جسکو وہ ماننی اور پوجتی ہیں۔ ہر نئے رلیجن کی پیدائش کے ساتھ ساتھ یعلی دھرم کی پرانی بھاؤنا میں ہر سے جان ڈالے جانے کے ساتھ ساتھ لوگوں میں مل کر کام کرنے کی اچھا چاگتی ہے اور ہمیشہ اسی سے نئی سبھیتاں نے جنم لیا ہے۔

سکرت شبد ‘دھرم’ ‘دھ’ دھاتو سے نکلا ہے جسکے مانے ہیں ‘بانڈنا’ یا ‘سلبنا’ ہے، جو اর্থ رلیجن کا ہے وہی دھرم کا ہے۔

سماج میں لوگوں کو بانڈ رکھنا یا میلان رکھنا تہی ہو سکتا ہے جب سب ایک دوسرے کو کچھ دیتے رہیں اور ایک دوسرے سے لیتے رہیں۔ اسی کو ‘ہکر اور کرر’ یا ‘اخیکار اور کرتب’ ہنگرےہی میں ‘رائٹ ہنڈ ڈیوٹی’ کا نام دیا جاتا ہے۔ ایک دوسرے کے لیے آدھی آدھی کرانیاں یا

ہیرا ہرےک کو نہیں دیکھا جاتا۔ ہرےک ہسکی کرر نہیں کر سکتا۔ اسی لیے املی کھان اہماؤں اور مثالوں میں بیان کیا جاتا ہے۔

ہجرت ہسکی نے انجیل میں ایک جگہ کہا ہے:—
“ہیرےک کے راج کے ہمد جاننے کا تہمیں موقع دیا گیا ہے، لکین ان لوگوں کو یہ موقع نہیں دیا گیا۔ جس کسی کے پاس چابی ہوگی اسی کو موقع دیا جائیگا، اور اے ہیجریٹ کے ساتھ ملےگا۔ لکین جس کسی کے پاس چابی نہیں ہے یا جس سے در ہے کہ وہ چابی کا غلط استعمال کرے اس سے کہی کہی جو کچھ اُسکے پاس ہے وہ بھی لے لیا جاتا ہے۔”

لکین پھر سوال سامنے آتا ہے کہ آخر دھرم، مذہب یا رلیجن ہے کیا چیز؟ یہاں ہم اس سوال پر بہت سر سری وچار ہی کر سکتے ہیں۔

انگریزی شبد ‘رلیجن’ دو لاطینی شبدوں ‘ری’ اور ‘لیجری’ سے بنا ہے جن کے معنی ہیں ‘پہر سے باندھنا’ یعنی جو چیز آدمیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اور سب کو ہمدان کے ساتھ ہمدردی اور ہرم کی قوری میں باندھے وہی ‘رلیجن’ ہے۔ آدمی کا نیچے درجے کا سوبھاؤ، اسکا من، اسکا نفس اے بار بار دوسرے آدمیوں سے اور ہمدان سے ہمارا رہتا ہے اور ‘رلیجن’ اے بار بار ہر سے چورتا رہتا ہے۔ اس ایکتا کی طرف ہر اور دھیان جمائے رکھنا، کھاتے پیتے چلتے پھرتے اسکا خیال رکھنا یہی دھرم کا سار ہے۔ اسی سے آدمی کے سب کام ٹھیک اور اچھے رہ سکتے ہیں۔ اسی سے قوموں میں وہ شکتی پیدا ہوتی ہے جس سے بڑی بڑی سبھیتاں جنم لیتی ہیں اور قائم رہتی ہیں۔ ایتھاس میں چلتی بڑی بڑی سبھیتاں ہرنی ہیں یا ہر ایک کا اپنا کوئی نہ کوئی خاص ‘رلیجن’ ہوتا ہے، کوئی نہ کوئی آدرش ہوتا ہے جسکو وہ ماننی اور پوجتی ہیں۔ ہر نئے رلیجن کی پیدائش کے ساتھ ساتھ یعلی دھرم کی پرانی بھاؤنا میں ہر سے جان ڈالے جانے کے ساتھ ساتھ لوگوں میں مل کر کام کرنے کی اچھا چاگتی ہے اور ہمیشہ اسی سے نئی سبھیتاں نے جنم لیا ہے۔

سکرت شبد ‘دھرم’ ‘دھری’ (دھ) دھاتو سے نکلا ہے جسکے معنی ہیں ‘بانڈنا’ یا ‘سلبنا’ ہے، جو اوتہ رلیجن کا ہے وہی دھرم کا ہے۔

سماج میں لوگوں کو بانڈ رکھنا یا ملنے رکھنا تہی ہو سکتا ہے جب سب ایک دوسرے کو کچھ دیتے رہیں اور ایک دوسرے سے لیتے رہیں۔ اسی کو ‘حق اور فرض’ یا ‘ادھیکار اور کرتب’ انگریزی میں ‘رائٹ اینڈ ڈیوٹی’ کا نام دیا جاتا ہے۔ ایک دوسرے کے لیے چھوٹی چھوٹی قربانیاں یا

دوسرا بکرت ہوتا ہے اور بکرت ہونے کا دوسرا بکرت ہوتا ہے..... گیرانے کا ایک بکرت ہوتا ہے اور بنانے کا دوسرا بکرت ہوتا ہے، کوئی بکرت رونے کا ہوتا ہے اور کوئی ہسنے کا، کوئی بکرت چلنے کا ہوتا ہے اور کوئی بولنے کا۔“

موسلمد شاہد کی ایک مشہور حدیث ہے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ—”اس سے تم ایک ایسے زمانے میں ہو کہ جب جو جو حکم تم کو دیئے جارہے ہوں ان میں سے ایک دسواں حصہ بھی اگر تم چھوڑ دو گے تو تم برباد ہو جاؤ گے۔ اس کے بعد ایک زمانہ آئے گا کہ جب جو آدمی جو حکم اس وقت دیئے گئے ہوں ان کے دسویں حصے پر بھی عمل کریگا وہ نجات پائے گا۔“ (ترمذی)

مولانا جلال الدین رومی نے دین کی ’اصل‘ یعنی اس کے پردہ اٹھانے کو اُس کے ’فروع‘ یا گون انہ سے الگ کرتے ہوئے اپنی مثنوی میں لکھا ہے:—

من ز قرآن مغز را برداشتم
استخوان پودش سکن انداختم

یعنی میں نے قرآن میں سے گودا گودا لے لیا ہے اور ہڈیاں کتوں کے سامنے پھینک دی ہیں۔

مولانا روم کی مثنوی کو مسلمان عالم ”فارسی زبان کا قرآن“ کہتے ہیں۔

گہرا میں شری کرشن نے صاف صاف شہدوں میں ویدوں کے ریت رواجوں اور کرم کاڈوں پر زور دینے والوں کی نندا کی ہے اور انہیں ’ناسمجہ‘ کہا ہے۔

ایک اور بات بھی ہے۔ چلکی آتماں ابھی بچوں کی سی تھیں انہوں ہم دھیرے دھیرے کم ضروری چھڑوں سے ادھک ضروری چھڑوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ دھیرے دھیرے انہیں شہدوں سے اصل ارتہ کی طرف لاتے ہیں۔ انجیل میں کہا گیا ہے کہ—”بچوں کو دودھ دو اور بڑے آدمیوں کو کھانا دو“۔ حضرت موسیٰ اور حضرت محمد بھی یسوع مسیح یا پردے کے ’نورِ قاهر‘ یعنی اُس اللہ کے چہرے کو نہ دیکھ سکتے تھے۔ ارچن کی جب ایک پل کے لئے آگے بڑھے تو اس نے ’ہزاروں سرورجوں سے بھر کر‘ چمک والے اُس درات روپ کو دیکھا تو وہ کانپ اُٹھا۔ اُس نے اُنٹ کی جھوٹی کے سامنے آدمی کی ساری خودی اور اُس کا سارا وجود جل کر یا پگھل کر ختم ہو جاتا ہے۔

پران میں لکھا ہے—

”معمولی آدمیوں کے دیوتا ندیوں اور تالابوں میں ہوتے تھے، اُن سے زیادہ سوچنے سمجھنے والوں کے دیوتا آکاش اور روشنی میں ہوتے تھے، بچوں کے دیوتا لکڑی پتھر میں ہوتے تھے اور بدھی مان آدمی خود اپنی آتما کے اندر اچے ایشور اللہ کا درشن کرتا ہے۔“

دربخت لکائے کا ایک وقت ہوتا ہے اور اکھاڑے کا دوسرا وقت ہوتا ہے..... کراٹے کا ایک وقت ہوتا ہے اور ہلانے کا دوسرا وقت ہوتا ہے، کوئی وقت رونے کا ہوتا ہے اور کوئی ہلنے کا، کوئی سے چپ رہنے کا ہوتا ہے اور کوئی بولنے کا۔“

محمّد صاحب کی ایک مشہور حدیث ہے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ—”اس سے تم ایک ایسے زمانے میں ہو کہ جب جو جو حکم تم کو دیئے جارہے ہوں ان میں سے ایک دسواں حصہ بھی اگر تم چھوڑ دو گے تو تم برباد ہو جاؤ گے۔ اس کے بعد ایک زمانہ آئے گا کہ جب جو آدمی جو حکم اس وقت دیئے گئے ہوں ان کے دسویں حصے پر بھی عمل کریگا وہ نجات پائے گا۔“ (ترمذی)

مولانا جلال الدین رومی نے دین کی ’اصل‘ یعنی اس کے پردہ اٹھانے کو اُس کے ’فروع‘ یا گون انہ سے الگ کرتے ہوئے اپنی مثنوی میں لکھا ہے:—

من ز قرآن مغز را برداشتم
استخوان پودش سکن انداختم

یعنی میں نے قرآن میں سے گودا گودا لے لیا ہے اور ہڈیاں کتوں کے سامنے پھینک دی ہیں۔

مولانا روم کی مثنوی کو مسلمان عالم ”فارسی زبان کا قرآن“ کہتے ہیں۔

گہرا میں شری کرشن نے صاف صاف شہدوں میں ویدوں کے ریت رواجوں اور کرم کاڈوں پر زور دینے والوں کی نندا کی ہے اور انہیں ’ناسمجہ‘ کہا ہے۔

ایک اور بات بھی ہے۔ چلکی آتماں ابھی بچوں کی سی تھیں انہوں ہم دھیرے دھیرے کم ضروری چھڑوں سے ادھک ضروری چھڑوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ دھیرے دھیرے انہیں شہدوں سے اصل ارتہ کی طرف لاتے ہیں۔ انجیل میں کہا گیا ہے کہ—”بچوں کو دودھ دو اور بڑے آدمیوں کو کھانا دو“۔ حضرت موسیٰ اور حضرت محمد بھی یسوع مسیح یا پردے کے ’نورِ قاهر‘ یعنی اُس اللہ کے چہرے کو نہ دیکھ سکتے تھے۔ ارچن کی جب ایک پل کے لئے آگے بڑھے تو اس نے ’ہزاروں سرورجوں سے بھر کر‘ چمک والے اُس درات روپ کو دیکھا تو وہ کانپ اُٹھا۔ اُس نے اُنٹ کی جھوٹی کے سامنے آدمی کی ساری خودی اور اُس کا سارا وجود جل کر یا پگھل کر ختم ہو جاتا ہے۔

پران میں لکھا ہے—

”معمولی آدمیوں کے دیوتا ندیوں اور تالابوں میں ہوتے تھے، اُن سے زیادہ سوچنے سمجھنے والوں کے دیوتا آکاش اور روشنی میں ہوتے تھے، بچوں کے دیوتا لکڑی پتھر میں ہوتے تھے اور بدھی مان آدمی خود اپنی آتما کے اندر اچے ایشور اللہ کا درشن کرتا ہے۔“

سُکھی نے کہا ہے—

تکرککا ور نپسے ہئیانی بُبھ
رُہے واہیہ رُہے ہنسانی بُبھ

یانی کرک یا مہبہ باو جانوروں یا جانوروں کے سے
دیمارا والوں کے اندر ہوتا ہے۔ ہنسانی رُہے وہ ہے جو
سب رُہوں کی ایکتا کو سمجھتی ہے۔

اگرہی کا شبد 'ہنسان' 'ہنس' سے نیکلا ہے جسکے
مانی ہیں 'پرم' یا 'ہمدردی'۔ ہنسان وہ ہے جو سب کے
ساتھ پرم یا ہمدردی کرے، جو سب انسانوں کا دوست
ہو۔ ایسے ہی سنسکرت شبد 'آریہ' 'آری' (آری) دھاتو سے
نکلا ہے جس کا ارتھ 'جاننا' ہے۔ آریہ شبد کا ارتھ بتاتے ہوئے
ویدوان نے کہا ہے—

نیاوارتھم ارتی نام اترتہم یوگہو بھوتتویہ
اچتے ستتم چارتھہ ساریہ اتی کتھتے۔

یانی آریہ اس آدھی کو کہتا ہے جو دیکھوں کا دکھ دور
کرنے کے قابل ہو اور جس کے پاس ہمیشہ دکھی لوگ
اپنے دکھ دور کرنے کے لئے چل کر آویں۔

گیتا میں بار بار کہا گیا ہے کہ جو سب پرانیوں
کو ایک ہی نیگاہ سے دیکھتا ہے اور اپنے کو سب میں اور
اپنے اندر سب کو دیکھتا ہے، اور جو ایک ایشور کے اندر سب
کو اور سب کے اندر ایک ایشور کو دیکھتا ہے وہی گہانی
ہے اور وہی دیکھنے والا ہے۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ کسی بھی دھرم، مذہب کے سب
ریت رواج اور اسکی سب باتیں ایک برابر ضروری یا
ایک سی اہم نہیں ہوتیں۔ سب مذہبوں میں یہ
بات بےامنی گئی ہے کہ اُن میں کچھ باتیں زیادہ ضروری
ہوں اور کچھ کم، کچھ 'نتہ' ہوں اور کچھ 'کسمہ'
کچھ یکے حکم ہوں اور کچھ سمجھانے کے لئے مثال کے
طور پر کہہ گئے ہوں، کچھ 'مصلحتات' ہوں اور کچھ
'مشابہات'۔ سب مذہبوں میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ
دیہیں، کال اور حالت کے مطابق آدمی کے یہ چھوٹے
چھوٹے فرض یا اوپری ریت رواج بدلتے رہتے ہیں۔

مہابھارت میں لکھا ہے—

دیہی کال نیتنا نام
بہدے دھرمو ویہدیتہ

یانی دیہی اور کال، جگہ اور وقت کے فرق سے دھرم
ایک الگ ہوتے ہیں۔ یہاں پر دھرم سے مطلب انہوں
اوپری ریت رواجوں سے ہے۔

انجیل میں لکھا ہے—

یہ بھی ظاہر ہے کہ کسی بھی دھرم، مذہب کے سب
ریت رواج اور اسکی سب باتیں ایک برابر ضروری یا
ایک سی اہم نہیں ہوتیں۔ سب مذہبوں میں یہ
بات بےامنی گئی ہے کہ اُن میں کچھ باتیں زیادہ ضروری
ہوں اور کچھ کم، کچھ 'نتہ' ہوں اور کچھ 'کسمہ'
کچھ یکے حکم ہوں اور کچھ سمجھانے کے لئے مثال کے
طور پر کہہ گئے ہوں، کچھ 'مصلحتات' ہوں اور کچھ
'مشابہات'۔ سب مذہبوں میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ
دیہیں، کال اور حالت کے مطابق آدمی کے یہ چھوٹے
چھوٹے فرض یا اوپری ریت رواج بدلتے رہتے ہیں۔

جاپان کے پانچ بیڈان ڈاکٹر ایناچیو نیتو نے اپنی کتاب 'جاپان' میں لکھا ہے کہ ساتویں صدی عیسوی کے شروع میں جاپان میں ایک بہت بڑا سلطنت اور راج نہایت ہوا جس کا نام شوٹوکو تھا۔ جاپان کے انتہاس میں آئے بڑے سے بڑے مہاتماؤں میں گنا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ چمپ وہ مرا تو بڑے لوگ اس طرح روئے کہ جس طرح اُن کا بچہ مر گیا ہو اور نوجوان لوگ اس طرح روئے کہ مانو اُن کی ماں مر گئی ہو۔ اُس زمانے میں 'شلتو' دھرم جاپان میں پہلے سے موجود تھا اور کلفوشون دھرم چین سے اور بودھ دھرم بھارت سے کوریا کے راستے جاپان پہنچ چکے تھے۔ اُن تہاؤں مذہبوں کے پلندے پروہت آپس میں لڑتے لگے تھے۔ تو تھا کہ جاپان کے دھرم والوں میں چھکڑے نہ بڑے جائیں۔ شوٹوکو نے اُن چھکڑوں کا فیصلہ اُن شدتوں میں کیا:—

“شینتو دھرم، دھرم کی جڑ اور اسکا س्रोत ہے۔ جमीن اور آسمان کے پੈدا ہونے کے ساتھ ساتھ اس دھرم کے اُتار پڑے۔ یہ دھرم آدمی کو شری کا راستہ سکھاتا ہے۔ کنکوشین دھرم، دھرم کی شاخیں اور اس کے پتے ہیں۔ آدمی کی پیدائش کے ساتھ ساتھ اس دھرم کے کھلنے نکلنے۔ یہ دھرم آدمی کو بچ کا راستہ بتاتا ہے۔ بودھ دھرم، دھرم کا پھول اور اس کا پتہ ہے۔ آدمی کا دیمارا۔ تاکتوں کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس نے جنم لیا۔ یہ دھرم آدمی کو آخری راستہ دکھاتا ہے۔ اسلئے ان تانوں میں سے کسی کو چھوڑنا اور کسی کا لینا یا ایک کو دوسرے سے جیسا کہ پسند کرنا یا بڑا بتانا بے فائدہ ہے۔ $x \times x \times x$ باہر سے کسی نئے دھرم کے آنے اور اپنا دھرم جانے سے ہمارا کرم کی دیمارا اُتارنا ایک بڑا بڑا کام ہے۔ اس سے پہلے کے دھرموں کا ادھکار چھوڑنا نہیں چاہیگا۔ سچ یہ ہے کہ ہر نیا دھرم پرانے دھرم کی روشنی کو بڑھاتا اور چمکاتا ہے۔”

ایک انگریزی کاتب نے بہت اچھا کہا ہے—“دوسرے کا مزا کرنا بڑا دل والوں کا کام ہے۔ بڑے اور بڑے دل والوں کے تار تار کے مو بڑے اور بڑے دل والے ہیں۔”

چینی بودھ بیڈان ل-شون-یان نے لکھا ہے—

“اگرچہ اگلے مزا کرنا کی باتیں ایک دوسرے کے خلاف نہیں ہیں۔ بڑے دل والے لوگ جانتے ہیں کہ سب مذہبوں کے اندر ایک ہی سی سچائی ہے۔ چھوٹے دل والے لوگ ان کے فرقوں کو دیکھتے ہیں۔”

ہر زمانے کی پاک آتماؤں کے اندر ایک ہی سا کون اتر کر اُن سب کو ایک ایشور کے اور سب رسواؤں کے دروست بنا دیتا ہے۔

جاپان کے ایک بیڈان ڈاکٹر انازو نیتو نے اپنی کتاب 'جاپان' میں لکھا ہے کہ ساتویں صدی عیسوی کے شروع میں جاپان میں ایک بہت بڑا سلطنت اور راج نہایت ہوا جس کا نام شوٹوکو تھا۔ جاپان کے انتہاس میں آئے بڑے سے بڑے مہاتماؤں میں گنا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ چمپ وہ مرا تو بڑے لوگ اس طرح روئے کہ جس طرح اُن کا بچہ مر گیا ہو اور نوجوان لوگ اس طرح روئے کہ مانو اُن کی ماں مر گئی ہو۔ اُس زمانے میں 'شلتو' دھرم جاپان میں پہلے سے موجود تھا اور کلفوشون دھرم چین سے اور بودھ دھرم بھارت سے کوریا کے راستے جاپان پہنچ چکے تھے۔ اُن تہاؤں مذہبوں کے پلندے پروہت آپس میں لڑتے لگے تھے۔ تو تھا کہ جاپان کے دھرم والوں میں چھکڑے نہ بڑے جائیں۔ شوٹوکو نے اُن چھکڑوں کا فیصلہ اُن شدتوں میں کیا:—

“شلتو دھرم، دھرم کی جڑ اور اُس کا سرور ہے۔ زمین اور آسمان کے پید ہونے کے ساتھ ساتھ اُس دھرم کے اُتار پڑے۔ یہ دھرم آدمی کو شروع کا راستہ سکھاتا ہے۔ کلفوشین دھرم، دھرم کی شاخیں اور اُس کے پتے ہیں۔ آدمی کی پیدائش کے ساتھ ساتھ اُس دھرم کے کھلنے نکلنے۔ یہ دھرم آدمی کو بچ کا راستہ بتاتا ہے۔ بودھ دھرم، دھرم کا پھول اور اُس کا پتہ ہے۔ آدمی کی دیمارا۔ تاکتوں کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ اُس نے جنم لیا۔ یہ دھرم آدمی کو آخری راستہ دکھاتا ہے۔ اس لئے ان تہاؤں میں سے کسی کو چھوڑنا اور کسی کو لینا یا ایک کو دوسرے سے زیادہ پسند کرنا یا بڑا بتانا بے فائدہ ہے۔ $x \times x \times x$ باہر سے کسی نئے دھرم کے آنے اور اپنا دھرم جانے سے ہمارا کرم کی دیمارا اُتارنا ایک بڑا بڑا کام ہے۔ اس سے پہلے کے دھرموں کا ادھکار چھوڑنا نہیں چاہیگا۔ سچ یہ ہے کہ ہر نیا دھرم پرانے دھرم کی روشنی کو بڑھاتا اور چمکاتا ہے۔”

ایک انگریزی کاتب نے بہت اچھا کہا ہے—“دوسرے کا مزا کرنا بڑا دل والوں کا کام ہے۔ بڑے اور بڑے دل والوں کے طور طریقے ہی بڑے اور بڑے دل والے ہیں۔”

چینی بودھ بیڈان ل-شون-یان نے لکھا ہے—

“اگرچہ اگلے مزا کرنا کی باتیں ایک دوسرے کے خلاف نہیں ہیں۔ بڑے دل والے لوگ جانتے ہیں کہ سب مذہبوں کے اندر ایک ہی سی سچائی ہے۔ چھوٹے دل والے لوگ ان کے فرقوں کو دیکھتے ہیں۔”

ہر زمانے کی پاک آتماؤں کے اندر ایک ہی سا کون اتر کر اُن سب کو ایک ایشور کے اور سب رسواؤں کے دروست بنا دیتا ہے۔

ان سب الگ الگ باتوں، لہجوں اور طور طریقوں میں
ایک سے دوسرے تک پہنچی ہوئی اور دسی ہوئی ایک پہچانی
ایکٹا ہے جو ان سب کو سنبھالے اور ملائے ہوئے ہے۔ یہ وہ
سچائی ہے جسے کبھی ہمیں اپنی یاد سے نہیں ملنے
دینا چاہئے۔

کھڑے، متھے، صراحی، کلاس، بوتے، جگ وغیرہ بہترین
کٹلی بھی الگ الگ شکلوں کے ہوں ان سب کے اندر کا
پانی ایک ہے۔ لومپ، لالٹون، دیئے، قندیل، فانوس اور
بلمب کٹلی بھی الگ الگ شکلوں کے ہوں سب کے اندر
کی روشنی ایک ہے۔ لکڑی ہو یا کونٹہ، ایلے ہو یا کوئی
اور ایلدھن آگ سب کے اندر ایک ہے۔ چلتے پھرتے جانور
ان گنت ہیں اور ان گنت ہی ان کی شکلوں میں ہر جان
سب کے اندر ایک ہے۔ اسی طرح مذاہب بہت سے ہوں
اور سب کے الگ الگ ریت رواج اور نام روپ ہوں پر
عالم کھر یعلیٰ وہابک مانو دھرم، مذہب انسانیت ایک
ہی ہے۔

مشہور انگریز ودوان جے۔ ای۔ کارپنٹر نے اپنی کتاب
'دی پلنس آف کرشچینائی ان دی ریلیجنس آف دی
ورلڈ' میں چھن کا حال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے :-

مشرور انگریز ودوان جے۔ ای۔ کارپنٹر نے اپنی کتاب
'دی پلنس آف کرشچینائی ان دی ریلیجنس آف دی
ورلڈ' میں چھن کا حال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے :-

چھن میں یہ رواج ہے کہ جب کئی دیشوں یا
صوبوں کے لوگ ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو ہر ایک
دوسرے سے پرچھتا ہے۔ "آپ کس اونچے (سب لائم)
مذہب کے ہوں؟" "تو آدھوں میں شاید ایک کلفوشون
مذہب کا ماننے والا ہے" دوسرا ناؤ دھرم کا اور تیسرا پردھ
دھرم کا۔ اسکے بعد ان تینوں میں سے ہر ایک اپنے مذہب
کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کی دل کھول کر تعریف کرنا
شروع کر دیتا ہے۔ پھر وہ تینوں مل کر یہ کہتے ہیں —
'مذہب بہت سے ہیں' سمجھ ایک ہے' ہم سب
بھائی ہوں۔"

چھن کے اس رواج کو سن کر ایک طرح کے آدمی چلا
پڑینگے۔ "دھونگی!" دوسری طرح کے آدمی کہ پوینگے۔
"پرانے کھوسٹ، پائل، کاٹھ کے آلو!" ایک تیسری طرح
کے آدمی جن کی تعداد آجکل بد قسمتی سے شاید بہت
کم ہے، کہینگے۔ "کبھی اچھی انصاف" سمجھداری اور
شرافت کی بات ہے!" الگ الگ ویدیوں کے مامو اور
الگ الگ کلاؤں کے کلاؤنٹ جو اپنی اپنی وڈیا اور اپنی
اپنی کلا میں مگن ہوں اور اُسے سمجھتے ہیں، اگر وہ سمجھ
ویدوان اور کلاؤنٹ ہوں، تو ہم ملا یا نیم حکیم نہیں ہوں،
تو ایک دوسرے کی کلاؤں اور ویدیوں کے اندر اُسی ایک
انسانی ہوشیاری، لگن اور بدھی کی پرکھنا کو دیکھ سکتے
ہوں، اُس کی قدر کر سکتے ہیں اور اس کے سامنے آکر
کے ساتھ سر جھکا سکتے ہیں۔



جلد 11 اکتوبر سن 51 نمبر 4 نمبر 4 اکتوبر سن 51 11

جانت آدمی، پریم دھرم ہے، ہندوستانی بولی،
'نیا ہند' پھونچے گا گھر گھر لیتے پریم کی مچولی۔

جانت آدمی، پریم دھرم ہے، ہندوستانی بولی،
'نیا ہند' پھونچے گا گھر گھر لیتے پریم کی مچولی۔

راہی

(भाई अली अहमद एम० ए०)

راہی ! अपनी राह चला जा

रंग पर हैं सी सी धोके माया के कैले हैं फंदे
हैं फूल, ज़ियादा काटे काटों को भी फूल समझता

राही ! अपनी राह चला जा

ते पथ तेरा नाले टीले बन जाएंगे हिमाले
को दीवंगे काले इन कालों के सीस कुचलता

राही ! अपनी राह चला जा

ढुंढे, भूकम्प आए परबत से परबत टकराए
चलने से रुक जाए रुकने का तू नाम न लेना

राही ! अपनी राह चला जा

के मत ढूँढ इशारे भटका देगे राह ये तारे
पीत के सपने सारे इन सपनों को भूट समझता

राही ! अपनी राह चला जा

आँखें झपक सकते हैं दरिया राह भटक सकते हैं
और सूरज थक सकते हैं थकना काम नहीं है तेरा

राही ! अपनी राह चला जा

راہی

(بھائی علی احمد ایم . اے .)

راہی ! اپنی راہ چلا جا

ہنگام پر ہوں سو سو دھوکے مایا کے پھولے ہیں پھندے
کم ہوں پھول، زیادہ کاتے کاتوں کو بھی پھول سمجھتا

راہی ! اپنی راہ چلا جا

دوہیں کم پتہ تو را نالے تہلے بن جائیں گے ہمالے
تسلے کو دوڑیں گے کالے ان کاہوں کے سوس کچلتا

راہی ! اپنی راہ چلا جا

طوفان اٹھے، ہوا کمپ اٹھے پریت سے پریت ٹکرائے
دھرتی چلنے سے رک جائے رکے کا تو نام نہ لونا

راہی ! اپنی راہ چلا جا

آنکھوں کے مستعد ہونکہ اشارے بہتکا دیں گے راہ یہ تارے
چھوٹے پریت کے سہلے سارے ان سہلوں کو جھوٹ سمجھتا

راہی ! اپنی راہ چلا جا

تارے آنکھ جھپک سکتے ہیں دریا راہ بہتک سکتے ہیں
چاند اور سورج ٹھک سکتے ہیں تھکنا کام نہیں ہے تو را

راہی ! اپنی راہ چلا جا

هندستانی کلچر سوسائٹی

معاونی پرچہ

1951

[illegible]

THE UNIVERSITY OF CHICAGO

ہماری دنیا

ایڈیٹر—تاراچند، भगवानदीन, मुजफ्फर हसन, विशम्भर नाथ, सुन्दरलाल
 ایڈیٹر—تارا چند، بهکوان دین، مظفر حسن، بشمبہر ناتھ، سندر لال

ناयब एडीटर—सुरेश रामभाई, महमूद अहमद 'हुनर' نائب ایڈیٹر—سریش رام بهائی، محمود احمد 'هنر'

* * * * *

اس نمبر کے تمام لےख

اس نمبر کے خاص لیکھ

मानव धर्म या मनुष्ये इन्सानियत का रास्ता—
 डाक्टर भगवान दास

انسانو دھرم یا مذہب انسانیہت کا راستہ —
 ڈاکٹر بهکوان داس

मौलाना अब्दुल्ला मिस्री का खत—काहिरा से
 बापू (कविता)—भगवानदीन

مولانا عبداللہ مصری کا خط—قاہرہ سے

चुनाव और जनता—हंसराज 'रहबर'

بازو (کویتا)—بهکوان دین

येलगाड़ी नहीं जा सकती—जे. सी. कुमारप्पा
 गंगा से गोमती तक (कहानी)—मयंक राज
 बापू से—भगवानदीन

چلناؤ اور چلتا—مسراج 'رهبر'
 بول گاڑی نہوں چاسکتی—جے . سی . کمارپدا
 گنگا سے گوتمتی تک (کہانی)—مینگ راج
 باپو سے—بهکوان دین
 ہمارے رائے—

ہماری راي—

कम्युनिस्टों की चुनौती—भगवानदीन
 भूमिदान—भगवानदीन
 बल्ड बैक की ज्यादाती—सुरेश रामभाई
 चीन की आजादी का दूसरा बरस—भगवानदीन

کمونسٹوں کی چلوئی—بهکوان دین
 بهومی دان—بهکوان دین
 وراثت بولک کی زیادتی—سریش رام بهائی
 چین کی آزادی کا دوسرا برس—بهکوان دین

* * * * *

استانی کچرسوسائٹی، الآبار کلتچر سوسائٹی، ایلہاہاواڈ



اکتوبر 1951

قیمت دس آنا

قیمت دس آنا

ہندوستانی کلتچر

پر

نیشنوں (مکالوں) کے لیے

ینام

ہندستانی کلتچر

پر

نیشنوں (مقالوں) کے لئے

انعام

ہندوستانی کلتچر سوسائٹی نے تہ کیا ہے کہ ہندوستانی کلتچر پر تین سب سے اچھے نیشنوں (مقالوں) کے لیے تین ینام دیے جائے۔ پہلا ینام اک ہزار روپے، دوسرا ینام پانچ سو روپے اور تیسرا ینام ڈاڑے سو روپے۔

نیشنوں کے اس ہندوستانی کلتچر کے، جو پیکلے سارے زمانے میں روپ لیتی رہی ہے، ٹیکاڈ پہلوؤں کو بیان کرتے ہوئے آگے کے لیے اک ہندوستانی کلتچر کے رگ روپ کو بتانے کی کوشش ہونی چاہئے۔ نیشن انگریزی میں یا ہندوستانی میں ہونے چاہئیں۔ پانچ ہزار سے کم یا ہزار سے ادھک شبد نہ ہوں۔ فلسفہ پر، کافز پر، ایک طرف، ایک چوتھائی حاشہ چھوڑ کر، تائب کر کے نیشن کی تین کاپیاں 30 ستمبر سن 1951 تک نہجے پتے پر آجانی چاہئیں۔ ہندوستانی کلتچر سوسائٹی کو ق ہوگا کہ آنے ہوئے نیشنوں میں سے جسے چاہے شائع کرے۔

سندرلال

سکرٹری، ہندوستانی کلتچر سوسائٹی
145، مڈیگنج، ایلہاہاڈ۔

نوٹ:—یہ نیشن پہلے 30 جون تک مگاپ گپے اور ینام کی رکمیں کھ کم یں۔ اب اس کے لئے رقت رکم دونوں بڑھا دیے گئے ہوں۔

—سندرلال

ہندوستانی کلتچر سوسائٹی نے طہ کیا ہے کہ ہندوستانی کلتچر پر تین سب سے اچھے نیشنوں (مقالوں) کے لئے تین انعام دیے جائیں۔ پہلا انعام ایک ہزار روپے، دوسرا انعام پانچ سو روپے اور تیسرا انعام ڈاڑے سو روپے۔

نیشنوں میں اس ہندوستانی کلتچر کے، جو پیکلے ارے زمانے میں روپ لیتی رہی ہے، ٹیکاڈ پہلوؤں کو بیان تے ہوئے آگے کے لئے ایک ہندوستانی کلتچر کے رگ روپ بتانے کی کوشش ہونی چاہئے۔ نیشن انگریزی میں یا ہندوستانی میں ہونے چاہئیں۔ پانچ ہزار سے کم یا ہزار سے ادھک شبد نہ ہوں۔ فلسفہ پر، کافز پر، ایک طرف، ایک چوتھائی حاشہ چھوڑ کر، تائب کر کے نیشن کی تین کاپیاں 30 ستمبر سن 1951 تک نہجے پتے پر آجانی چاہئیں۔ ہندوستانی کلتچر سوسائٹی کو ق ہوگا کہ آنے ہوئے نیشنوں میں سے جسے چاہے شائع کرے۔

سندرلال

سکرٹری، ہندوستانی کلتچر سوسائٹی
145، مٹھی کنگ، الہ آباد

نوٹ — یہ نیشن پہلے 30 جون تک ملٹائے گئے تہ انعام کی رتمیں کچھ کم تہیں۔ اب اس کے لئے رقت رکم دونوں بڑھا دیے گئے ہوں۔

—سندرلال

ہندوستانی کلچر سوسائٹی

ہندوستانی کلچر سوسائٹی

1) ایک ایسی ہندوستانی کلچر کا بھانا، फैلانا اور کرنا جس میں سب ہندوستانی شامل ہوں۔

2) ایک فنائے کے لیے کتابوں، اخباروں، رسالوں کا بھانا۔

3) پڑائی، پڑوں، کتاب پڑوں، سبھاؤں، کانفرنسوں، سے سب پڑوں، جاتوں، ویراوریوں اور کتوں میں کا سب بھانا۔

4) ایک ایسی ہندوستانی کلچر کا بھانا، फैلانا اور کرنا جس میں سب ہندوستانی شامل ہوں۔

5) ایک فنائے کے لیے کتابوں، اخباروں، رسالوں کا بھانا۔

6) پڑائی، پڑوں، کتاب پڑوں، سبھاؤں، کانفرنسوں، سے سب پڑوں، جاتوں، ویراوریوں اور کتوں میں کا سب بھانا۔

—: 0 :—

—: 0 :—

سائڈی کے پرسیڈنٹ—میں عبداللہ مآزید عیالاء;
پرسیڈنٹ—ڈا۔ بربانوال اور ڈا۔ عبداللہ
اورننگ باڈی کے پرسیڈنٹ—ڈا۔ بربانوال;
—پ۔ سندرلال۔

7) ایک ایسی ہندوستانی کلچر کا بھانا، फैلانا اور کرنا جس میں سب ہندوستانی شامل ہوں۔

اورننگ باڈی کے اور ممبر—

8) سید مہمؤد، ڈا۔ تاراچند، سولہ سید
نصیری، میں مآزید علی سید، آری بی۔ جی۔
9) اس کے رڈا، پ۔ ویراوری ناٹھ، مہاتما
دین، سب پڑوں چندرا، کاشی مہمؤد عبداللہ
اور آری مآزید پالوال۔

10) ایک ایسی ہندوستانی کلچر کا بھانا، फैلانا اور کرنا جس میں سب ہندوستانی شامل ہوں۔

11) ایک ایسی ہندوستانی کلچر کا بھانا، फैلانا اور کرنا جس میں سب ہندوستانی شامل ہوں۔

نصیری کے کتوں کے لیے لکھیے۔

12) ایک ایسی ہندوستانی کلچر کا بھانا، फैلانا اور کرنا جس میں سب ہندوستانی شامل ہوں۔

سندرلال

سندرلال

سکرٹری، ہندوستانی کلچر سوسائٹی

سکرٹری، ہندوستانی کلچر سوسائٹی

145، سڈی گنج، رلاہاوا۔

145، مٹی گنج، الہ آباد۔

13) سوسائٹی کے نئے کتوں کے انصار ممبر کی
14) ایک روپیہ کتوں کے "نہا ہند" کے
15) سب پڑوں چندرا، کاشی مہمؤد عبداللہ
16) سب پڑوں چندرا، کاشی مہمؤد عبداللہ
17) سب پڑوں چندرا، کاشی مہمؤد عبداللہ
18) سب پڑوں چندرا، کاشی مہمؤد عبداللہ
19) سب پڑوں چندرا، کاشی مہمؤد عبداللہ
20) سب پڑوں چندرا، کاشی مہمؤد عبداللہ

21) سب پڑوں چندرا، کاشی مہمؤد عبداللہ
22) سب پڑوں چندرا، کاشی مہمؤد عبداللہ
23) سب پڑوں چندرا، کاشی مہمؤد عبداللہ
24) سب پڑوں چندرا، کاشی مہمؤد عبداللہ
25) سب پڑوں چندرا، کاشی مہمؤد عبداللہ
26) سب پڑوں چندرا، کاشی مہمؤد عبداللہ
27) سب پڑوں چندرا، کاشی مہمؤد عبداللہ
28) سب پڑوں چندرا، کاشی مہمؤد عبداللہ
29) سب پڑوں چندرا، کاشی مہمؤد عبداللہ
30) سب پڑوں چندرا، کاشی مہمؤد عبداللہ

पलाय हमें क्या सिखाता है

महात्मा गांधी की सलाह से अक्टूबर सन् 1947 में पच्छिमी और पूरबी पंजाब के दौरे के बाद वहाँ की भयंकर बरबादी और आपसी मार काट के कारन लोगों पर जो जो मुसीबतें आईं उन का दर्दनाक वर्णन. इस छोटीसी किताब में आज़कल की मुसीबतों को हल करने के लिये कुछ सुझाव भी पेश किये गए हैं. कीमत चार आने.

बंगाल और उससे सबक

इस छोटी सी किताब में 1949-50 में पूरबी और पच्छिमी बंगाल के फिरफेराराना भगडों पर रोशनी डाली गई है और ऐसे भगडों को हमेशा के लिये खत्म कर नेकी तरकीब भी सुझाई गई है. कीमत सिर्फ दो आने.

महात्मा गांधी की वसीयत

लेखक—श्री मंजूर अली सोखना

30 जनवरी को अपने देहान्त से कुछ घंटे पहले महात्मा गांधी ने कांग्रेस के जनरल सेक्रेटरी को बुला कर वह विधान दिया की वह उनकी तरफ से उसे आल इंडिया कांग्रेस कमेटी में पेश कर दें. यह छोटा सा विधान देश के महान् गांधी जी की आखिरी वसीयत है और इसकी व्याख्या गांधी जी के परम भक्त श्री मंजर अली सोखता ने की है जो गांधीबाद को समझने और अपनाने वाले देश के इने गिने लोगों में से एक हैं.

गांधीवाद को समझने के लिये इसका पढ़ना बहुत जरूरी है, 225 सफे की सुन्दर जिल्द बँधी किताब की कीमत सिर्फ ५० रुपये.

आज के शहीद

सम्पादक—श्री रतन लाल बंसल.

उन बहादुरों की कहानियाँ जिन्होंने विदेशी हाकिमों की पैदाई पूट की आग में इन्सानियत को भस्म होते देख एक छन की भी ढेर न की और उसे बुझाने की कोशिश में अपनी जान करवाने कर दी.

हर एकता प्रेमी के पढ़ने की किताब. कीमत सिर्फ
दो रुपये.

सुखिम देश भक्त

लेखक—श्री रतन लाल बंसल .

एक मुसलमान देशभक्तों के जीवन का हाल जिन्होंने अपनी जान हथेली पर रखकर हिन्दुस्तान और विदेशों में लड़े हुए भारत माता को गुलामी की जंजीरों से आजाद करने की कोशिश की, किताब बड़े दिलचस्प ढंग से लिखी गई है। प्रीत सिर्फ एक रूपया बारह आने.

॥ श्री गणेशाय नमः ॥

پنجاب ہمیں کیا سکھاتا ہے

مہاتما گاندھی کی علاج سے اکتوبر سن 1947 میں
بھوپالی اور پورانی پنجاب کے شوروں کے بعد دھلی کی بھیلگر
پورانی اور آپسی مار کاٹ کے کارن لوگوں پر جو جو
مصیبتیں آئیں اُن کا دردناک وزن . اس چھوٹی سی
کتاب میں آجکل کی مصیبتوں کو حل کرنے کے لئے
کچھ سبھاو بھی پیش کئے گئے ہیں . قیمت چار آنے .

بنگلہ اور اُس سے سبق

اس چھوٹی سی کتاب میں 1949-50 میں پوری
 اور پچھلی ہفتال کے فرقہ وارانہ جھگڑوں پر روشنی ڈالی
 گئی ہے اور ایسے جھگڑوں کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کی
 ترکیب بھی سچائی گئی ہے۔ قیمت صرف دو آنے۔

مہاتما گاندھی کی وصیت

لیکچرک - شری منظر علی سوختہ

30 جنوری کو اپنے دیہانت سے کچھ لہڑتے پہلے مہاتما گاندھی نے کانگریس کے جنرل سیکریٹری کو بلا کر یہ ودھان دیا کہ وہ ان کی طرف سے اسے آل انڈیا کانگریس کمیٹی میں پیش کر دیں۔ یہ چھوٹا سا ودھان دیش کے نام گاندھی جی کی آخری وصیت ہے اور اسکی ویانہیا گاندھی جی کے ہرم بھکت شری مظفر علی سوختہ نے کی ہے جو گاندھی داد کو سمجھنے اور اپنانے والے دیش کے لئے لکھے لوگوں میں سے ایک ہیں۔

گاندھی واد کو سمجھنے کے لئے اسکا پڑھنا بہت ضروری ہے۔ 225 صفحے کی سندر جاد باندھی کتاب کی قیمت صرف دو روپے۔

آج کے شہید

سمپادک — شری رتن لال بنسل

اُن بہادرروں کی کہانیاں جلدھوں نے ودیشی خاکوں
کی پہلائی بیوت کی آگ میں انسانیت کو بھسم ہوتے
دیکھ ایک چھن کی بھی دیر نہ کی آؤ اُسے بچانے کی
وشش میں اپنی جان قربان کر دی ۔
ہر ایک کتاب پریمی کے پڑھنے کی کتاب ۔ قومیت صرف
ہائی روپہ ۔

مسلم دیش بھکت

لوگوں کو ایک - شہری دین ال بلسل .

اُن مسلمان بھائیوں کے جھون کا حال جنہوں
بھائی جان ہتھولی پر رکھ کر ہندستان اور ویدیشوں میں
بے ہوش ہوتے بھارت مانا کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرنے کی
کوشش کی۔ کتاب پرے دلچسپ قلم نگار سے لکھی گئی ہے۔
قیمت صرف ایک روپیہ بارہ آنے۔

گیتا اور کوران

لکھک—پंडित सुन्दरलाल

اس کتاب کے شروع میں دنیا کے سب بڑے بڑے دھرموں کی ایکٹا کو دیا گیا ہے اور سب دھرموں کی کتابوں سے حوالے دے کر ملتی جلتی بنیادی سچائیوں کو بیان کیا گیا ہے۔

اس کے بعد گیتا کے لکھے جانے کے وقت کی اس دیش کی حالت، گیتا کے بڑھپن اور ایک ایک ابھیان کو لے کر گیتا کی تالیف کو بتلایا گیا ہے۔

آخر میں کوران سے پہلے کی عرب کی حالت، کوران کے بڑھپن اور ایک ایک بات پر کوران کی تالیف کو بیان کیا گیا ہے۔ اس میں کوران کی پانچ سو سے زائد آیتوں کا لفظی ترجمہ دیا گیا ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کوران میں جہاد، عالمیت، آخرت، جنت، جہنم، کافر و فاجر کسے کہا گیا ہے۔

جو لوگ سب دھرموں کی ایکٹا کو سمجھنا چاہیں یا ہندو دھرم اور اسلام دونوں کی ان دو امریتوں کی سچی جانکاری حاصل کرنا چاہیں انہیں اس کتاب کو ضرور پڑھنا چاہیے۔

پولے تین سو صفحہ کی سندر جلد ہندی کتاب کی قیمت صرف ڈیڑھ روپے۔

ہندو مسلم ایکٹا

اس میں وہ چار لکھتے جمع کر دیے گئے ہیں جو ملکیت جی نے کلسیائیٹری بورڈ کوالٹار کی دعوت پر کوالٹار میں دیے تھے۔

سوی ستر کی کتاب، قیمت صرف بارہ آنے۔

مہاتما گاندھی کے ولیدان سے سبک

لکھک—پंडित सुन्दरलाल

سامبردایکتا یعنی فرقہ پرستی کی بیماری پر راجکاجی، مہادیو اور ہتیہاسی پھل سے بیکار اور اسکا علاج جس نے آخر میں دیش پر مہاتما گاندھی تک کو ہمارے بچے میں نہ دیا۔

قیمت بارہ آنے۔

گیتا اور کوران

لکھک—پंडित सुन्दरलाल

اس کے بعد گیتا کے لکھے جانے کے وقت کی اس دیش کی حالت، گیتا کے بڑھپن اور ایک ایک ابھیان کو لے کر گیتا کی تالیف کو بتلایا گیا ہے۔

آخر میں کوران سے پہلے کی عرب کی حالت، کوران کے بڑھپن اور ایک ایک بات پر کوران کی تالیف کو بیان کیا گیا ہے۔ اس میں کوران کی پانچ سو سے زائد آیتوں کا لفظی ترجمہ دیا گیا ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کوران میں جہاد، عالمیت، آخرت، جنت، جہنم، کافر و فاجر کسے کہا گیا ہے۔

جو لوگ سب دھرموں کی ایکٹا کو سمجھنا چاہیں یا ہندو دھرم اور اسلام دونوں کی ان دو امریتوں کی سچی جانکاری حاصل کرنا چاہیں انہیں اس کتاب کو ضرور پڑھنا چاہیے۔

پولے تین سو صفحہ کی سندر جلد ہندی کتاب کی قیمت صرف ڈیڑھ روپے۔

ہندو مسلم ایکٹا

اس میں وہ چار لکھتے جمع کر دیے گئے ہیں جو ملکیت جی نے کلسیائیٹری بورڈ کوالٹار کی دعوت پر کوالٹار میں دیے تھے۔

سوی ستر کی کتاب، قیمت صرف بارہ آنے۔

مہاتما گاندھی کے ولیدان سے سبک

لکھک—پंडित सुन्दरलाल

سامبردایکتا یعنی فرقہ پرستی کی بیماری پر راجکاجی، مہادیو اور ہتیہاسی پھل سے بیکار اور اسکا علاج جس نے آخر میں دیش پر مہاتما گاندھی تک کو ہمارے بچے میں نہ دیا۔

قیمت بارہ آنے۔

ہندوستانی کلتور سوسائٹی کی کتابیں

نیچے لکھی سب کتابیں ناگاری اور اردو دونوں
لکھاوتوں میں بھارت میں مل سکتی ہیں۔ جو کتاب ایک
ہی لکھاوت میں چھپی ہے اس کا ذکر کر دیا گیا ہے۔

دس روپے سے زیادہ دام کی کتابیں خریدنے والوں
اور بکسٹروں کو خاص رعایت دی جائیگی۔

ڈاک یا ریل جہاز ہر حال میں گاہک کے ذمہ ہوگا۔

بھارت کا ودھان

پورا ہندی انوراد

جو 26 جنوری سن 1950 سے سارے بھارت میں لگو ہوا۔

’بھارت میں انگریزی راج‘ کے لکھک پ۔ سندرلال
دوراد مول انگریزی سے انوراد۔

ہر بھارت واسی کا فرض ہے کہ جس ودھان کے ادھین
سوادھین بھارت کا شاسن اس سے چل رہا ہے اسے اچھی
طرح سمجھ لے۔

یہی آپ آنے والے عام چناؤ میں جس پر بھارت
کا سارا بھیشیہ نربہر ہے، سمجھ کر حصہ لیتا چاہتے ہیں اور
آزاد بھارت میں اپنے ادھیکار سمجھنا چاہتے ہیں تو ضروری
ہے کہ آپ اس دستک کو دھیان سے پڑھ لیں۔

آسانی کے لئے کتاب کے آخر میں ہندی سے انگریزی
اور انگریزی سے ہندی ساٹھ پلئے کی شہد مالا دے دی
گئی ہے۔

بھارت کے ہر گھر میں اس دستک کا دھلا ضروری ہے۔

آسان ہامتاوڑہ بھاشا۔ رایل اٹھپےجی بکا ساہج۔
بھگ چار سو پلئے۔ کپڑے کی سندر جلد۔ قیمت کھول
سارے سات روپے۔

بھارت کا ودھان

پورا ہندی انوراد

جو 26 جنوری سن 1950 سے سارے بھارت میں لگو ہوا۔

’بھارت میں انگریزی راج‘ کے لکھک پلڈت سندر لال
دوراد مول انگریزی سے انوراد۔

ہر بھارت واسی کا فرض ہے کہ جس ودھان کے ادھین
سوادھین بھارت کا شاسن اس سے چل رہا ہے اسے اچھی
طرح سمجھ لے۔

یہی آپ آنے والے عام چناؤ میں جس پر بھارت
کا سارا بھیشیہ نربہر ہے، سمجھ کر حصہ لیتا چاہتے ہیں اور
آزاد بھارت میں اپنے ادھیکار سمجھنا چاہتے ہیں تو ضروری
ہے کہ آپ اس دستک کو دھیان سے پڑھ لیں۔

آسانی کے لئے کتاب کے آخر میں ہندی سے انگریزی
اور انگریزی سے ہندی ساٹھ پلئے کی شہد مالا دے دی
گئی ہے۔

بٹیک کرپوں میں ناج ہمارے جیسے دوسرے دیہوں کو بھی بھج سکے، ہمارے دیہے کے سداچار کو ایک دم اُڑھ اٹھادیا اور دیہے بھر آج سڑکاری نہروں کی رشوت خوری کو ایک ہونے والے کی کہانی بنا دیا۔ اس پروسی لال چوں یا اس کے اصولوں سے ہمیں کسی طرح کا خطرہ نہیں ہے۔

یہ سوال اس سبب اُچھ مصلیٰ نہیں رکھتا کہ نجی طور پر تعلقن جی فرقہ پرست ہوں یا نہیں اور میں تو اس درجہ تک ہوں۔ نہ اس سوال کے کچھ مصلیٰ ہوں کہ تعلقن جی کا نجی جھکاؤ امریکہ کی طرف کتنا ہے یا روس کی طرف کتنا۔ جس کانگریس کے تعلقن جی صدر ہوں وہ اپنی اعلان کی ماری پالیسی کے مطابق ملکرول پالیسی کی ہو یا گاؤں کے دھندوں کے معاملے میں بھی تعلقن جی کے ساتھ نہ چل رہی ہے، نہ چلے گا وعدہ کرتی ہے اور نہ چل سکتی ہے۔ صورت بالکل صاف ہے۔

ایک طرف امریکہ کی سامراجی لاسا، امریکی چالوں دیہے کی فرقہ پرست طاقتوں کچھ پونجی پتی اور پرانے واجاؤں اور جائیدادوں کا مٹا چلا دل ہے، جس کی کوششیں اگر کامیاب ہوں تو دیہے کو زبردست مصیبتوں اور ہو سکتا ہے بعد ایک بار راج کچی غلامی میں سے نکلتا پڑے۔ دوسری طرف دیہے کو کسی طرح ان سب خطروں سے بچانے کے کوشش ہے، جس کی سب سے زیادہ لگن اور سب سے زیادہ قابلیت مہاتما گاندھی کے بعد دیہے کو جواہر لال میں ہی دکھائی دیتی ہے۔ جواہر لال جی کا پچھلے چار برس کا رویہ ثابت کر رہا ہے کہ ان میں یہ قابلیت ہے۔

حالت کافی نازک ہے۔ ہماری بات اگر تعلقن جی کے دل میں آکر سکے تو ہم نمرتا کے ساتھ ان سے ہواوتھلا کرہنگامہ کہ وہ اپنے چاروں طرف نکالے قانون، خود اپنی شکستوں اور کمزوریوں کو سمجھیں اور اپنے اس وقت کے غلط آکرہ کو چھوڑ کر دیہے کی باگ پوری طرح جواہر لال جی کے ہاتھوں میں سونپ دے دیں۔

آل انڈیا کانگریس کمیٹی یا کانگریس کہا فیصلہ کرے گی اس سے ہمیں ایسک سمبندھ نہیں ہے۔ زیادہ بڑا سوال دیہے کے فیصلے کا ہے، اور اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اس سبب کو سلطنت کی حالت میں دیہے کا پہلا دیہے کی خودمختاری اور دیہے کی سلامتی اس میں اور گہرا لسی میں ہے کہ کم سے کم آئندہ کچھ برسوں کے لئے دیہے کی باگ پوری طرح جواہر لال جی کے ہاتھوں میں دے دی جائے۔

— سندر لال

31. 8. '51

31. 8. '51.

—سुन्दरलाल

میں ہیں۔ महात्मा गांधी نے देश کو اس خطرے سے ساफ ساफ
 راکھوں میں آگاہ کیا تھا۔ دوسری تارکات کچھ ऐसे राजाओं
 महाराजाओं की है जो जनता की इस वक्त की कमजोरियों
 और तकलीفों से फायदा उठा कर देश की नई एकता को
 तोड़ कर अपने अपने इलाकों में अपनी अपनी मनमानी
 हकूमतें फिर से कायम करना चाहते हैं۔ राश्ट्रीय संघ के
 बड़े से बड़े नेता कई बार साफ साफ कह चुके हैं कि
 हिन्दू पूंजीपतियों और हिन्दू राजाओं महाराजों को बदलना
 और फिर से कायम करना उनके खास ध्वेषों में से
 है۔ हालत जनवरी سن '48 से कहीं नाजुक बतलाई जाती
 है۔ यहाँ तक कि अगर जरूरत हो तो हथियारों की मदद से
 भी नेहरू सरकार को बदल देने की तयारियां सुनने में आ
 रही हैं। यह चारों तारकतें साफ साफ टन्डन जी और उनके
 दल के पीछे हैं, और जवाहरलाल के खिलाफ टंडन जी को
 पूरा पूरा बढ़ावा दे रही हैं।

टन्डन जी और जवाहरलाल का मामला शुरू हाते
 ही नागपुर से खबर आई थी कि संघ और महासभा दोनों
 ने देश भर में अपने आदमियों को यह गश्ती चिट्ठियां
 भेजी हैं कि जवाहरलाल जी के खिलाफ टन्डन जी को हर
 तरह से मदद दी जावे۔ नागपुर से श्री द्वारका प्रसाद मिश्र के
 कई बयान इस मामले को और भी साफ कर देते हैं। मिश्र
 जी ने रूस और अमरीका की लागडाट में अमरीका की
 सरकार साफ अपना झुकाव जाहिर किया है, रूसी या चीनी
 कम्युनिज्म को भारत के लिये सबसे बड़ा खतरा बताया
 है, अमरीकी ढंग की ब्रोकशाही के बचाव के लिये अपनी
 आवाज उठाई है, जवाहरलाल जी की विदेशी पालीसी को
 बह रालत और बरबाद करने वाली समझते हैं। पाकिस्तान
 की तरफ जवाहरलाल के रुख को बह पोच मानते हैं,
 उनकी राय है कि और कोई बात न सही तो पाकिस्तान के
 हिन्दुओं के बचाव के नाम पर ही हमें पाकिस्तान पर
 फौरन धावा बोल देना चाहिये, वरौरा, डाक्टर खरे ने भी
 मिश्र जी को उनके विचारों पर बधाई दी है। मिश्र जी अभी
 तक टन्डन जी के सबसे बड़े मददगार दिखाई दे रहे हैं।

यह सब बातें काफ़ी गहरी हैं। तफसीली बहस की
 यहां जरूरत नहीं। पाकिस्तान हो या कोई और देश हम
 दुनिया भर के साथ अमन से रहना चाहते हैं। हम जहाँ
 तक बन पड़े दुनिया की दलबन्धियों में पड़ना नहीं चाहते।
 और अगर भारत और किसी दूसरे देश में लड़ाई हो ही
 जावे तो देश मिश्र जी या उनके दल के मुकाबले में जवाहर
 लाल के हाथों में अपने को कहीं ब्रियादा सुरक्षित
 मानता है। भारत की जनता के सामने यह बात भी बिलकुल
 साफ है कि जिस लाल चीन ने दो बरस के अन्दर ही उस
 देश को जहाँ करोड़ों लोग नाज की कमी से मर रहे थे इस
 काबिल कर दिया कि वह न केवल अपना ही पेट पाले

मैंस हों۔ महاتما گاندھی نے دیس کو اس خطرے سے
 صاف صاف شدہوں میں آگاہ کیا تھا۔ دوسری طاقت
 کچھ ایسے راجاؤں مہاراجاؤں کی ہے جو چلتا کی اس
 وقت کی کمزوریوں اور تکلیفوں سے فائدہ اٹھا کر دیس کی
 نئی ایکتا کو توڑ کر اپنے اپنے علاقوں میں اپنی اپنی من مانی
 حکومتیں پور سے قائم کرنا چاہتے ہیں۔ راشٹریہ سنگھ کے
 بڑے سے بڑے नेता کئی بار صاف صاف کہ چکے ہیں کہ
 ہندو یونیتی یعنی اور ہندو راجوں مہاراجوں کو بھٹانا
 اور پھر سے قائم کرنا ان کے خاص آدیشوں میں سے ہے۔
 حالت جلوری سن '48 سے کہیں نازک پہلائی جاتی
 ہے۔ یہاں تک کہ اگر ضرورت ہو تو ہتھیاروں کی مدد سے
 بھی نہرو سرکار کو بدل دینے کی تہاریاں سننے میں
 آرہی ہیں۔ یہ چاروں طاقتیں صاف صاف تلڈن جی اور
 ان کے دل کے پیچھے ہیں، اور جواہر لال کے خلاف تلڈن
 جی کو پورا پورا بڑھاوا دے رہی ہیں۔

تلڈن جی اور جواہر لال کا معاملہ شروع ہوتے ہی
 ناگپور سے خبر آئی تھی کہ سنگھ اور مہا سبھا دونوں نے
 دیس بھر میں اپنے آدمیوں کو یہ گشتی چٹھیاں بھیجی
 ہیں کہ جواہر لال جی کے خلاف تلڈن جی کو ہر طرح
 سے مدد دی جاوے۔ ناگپور سے ہی شری دوارکا پرساد مشر
 کے کئی بیان اس معاملے کو اور بھی صاف کر دیتے ہیں۔
 مشر جی نے روس اور امریکہ کی لاگ ذات میں امریکہ
 کی طرف صاف اپنا جھکاؤ ظاہر کیا ہے، روسی یا چینی
 کمونزم کو بھارت کے لئے سب سے بڑا خطرہ بتایا ہے، امریکی
 ڈھنگ کی لوک شاہی کے بچاؤ کے لئے اپنی آواز اٹھائی
 ہے، جواہر لال جی کی ویدیشی پالیسی کو وہ غلط
 اور برباد کرنے والی سمجھتے ہیں۔ پاکستان کی طرف
 جواہر لال کے رخ کو وہ پوچھ مانتے ہیں، ان کی رائے ہے کہ
 اور کوئی بات نہ سہی تو پاکستان کے ہندوؤں کے بچاؤ کے
 نام پر ہی ہمیں پاکستان پر فوراً دھاوا بول دینا چاہئے،
 وغیرہ۔ ڈاکٹر کھرے نے بھی مشر جی کو ان کے راجاروں پر
 بدعاشی دی ہے۔ مشر جی ابھی تک تلڈن جی کے سب
 سے بڑے مددگار دکھائی دے رہے ہیں۔

یہ سب باتیں کافی گہری ہیں۔ تفصیلی بحث کی
 یہاں ضرورت نہیں۔ پاکستان ہو یا کوئی اور دیس ہم
 انہا بھر کے ساتھ امن سے رہنا چاہتے ہیں۔ ہم جہاں
 کا بن پڑے دنیا کی دل بندیوں میں پڑنا نہیں چاہتے۔
 اگر بھارت اور کسی دوسرے دیس میں لڑائی ہو
 ناوے تو دیس مشر جی یا ان کے دل کے مقابلے میں
 جواہر لال کے ہاتھوں میں اپنے کو کہیں زیادہ سرکشت
 مانتا ہے۔ بھارت کی چلتا کے سامنے یہ بات بھی بالکل
 اف ہے کہ جس لال چائن نے دو برس کے اندر ہی اس
 دیس کو جہاں کروڑوں لوگ ناچ کی کمی سے مر رہے
 تھے اس کا بل کر دیا کہ وہ نہ کہول اپنا ہی پھٹ پالے

راکشسیوں سے بھی ہے۔ لیکن سبالت کا راجکاجی یا مولکی پہلے اتنا بڑا ہے کہ اس کے سامنے راکشسیوں کا کرکٹ بہت ہی کم مانی رکھتا ہے۔

دونوں سے ہمارا پریشانی ایک پوڈی سے اوپر کا ہے۔ دونوں سے ہمارا غنیشٹ سمبندھ ہے۔ دونوں سے ہمیں پریم ہے۔ کچھ باتوں میں ہمارے بیچارے ٹنڈن جی سے ملتے ہیں جواہرلال جی سے نہیں۔ دوسری کچھ باتوں میں ہمارے بیچارے ٹنڈن جی کے مٹکاوتلے میں جواہر لال جی سے جیادہ ملتے ہیں۔ کچھ باتوں میں ہمارا دونوں سے متبہد ہے اور جادیر ہے۔ کچھ باتوں میں نہ ان دونوں کے بیچاروں میں نہ ان کے اور ہمارے بیچاروں میں۔

میسال کے لیے کنٹرول، بنسپتی دہی اور گاؤں کے دوسرے دھندوں کے بارے میں ہمارے بیچارے جواہرلال جی کی نیسبت ٹنڈن جی سے جیادہ ملتے ہیں۔ اس طرح کے سبالتوں کا بھی اپنا مہتو ہے۔ لیکن اس سے کسی نازک حالت میں دیکھ کر کہیں زیادہ بڑے خطروں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ کنٹرول یا بنسپتی دہی جیسے سبالتوں کو دہا کچھ دنوں کے بعد بھی حل کر سکتا ہے اور کرے گا لیکن جو زیادہ بڑے خطرات سامنے ہیں انہیں اگر ہم نے جلدی ہی حل نہ کیا یا ان کے معاملے میں ہم ذرا بھی چوک نہ تو کرے کہ ہم اپنے دیش اور آزادی دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

ہماری نئی آزادی کی چیزیں ابھی تک جملے نہیں پائوں۔ خاص کر امریکہ اور انگلستان کی راج کاجی اور مالی لاساؤں اور کوششوں سے ہمیں ہر وقت ڈر لگا ہوا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ دیش کا بتوارا انہوں کوششوں کا نتیجہ تھا۔ دہا کی سامراج پریمی طاقتیں ہوش سے اپنے مانتعت ملکوں یا کمزور ملکوں کے آپسی جھگڑوں خاص کر ان کی مذہبی گروہ بندیوں کو بھڑکاتی، بھڑکاتی اور ان سے فائدہ اٹھاتی رہی ہیں۔ آج بھی ہندستان میں ہو یا پاکستان میں، ہندو فرقہ پرستی ہو یا مسام فرقہ پرستی، دونوں کو امریکہ کے پوسے اور امریکہ اور انگلینڈ کے وعدوں سے کالی بھڑاوا مل رہا ہے۔ ہم یہاں ان چیزوں کی تفصیل میں جانا تھوک نہیں سمجھتے۔ ہندو مہا مہا اور راشٹریہ سویم سوک سنگھ کو امریکہ کی طرف سے بڑا ہارے دیئے جانے کی باتیں اخباروں میں آچکی ہیں اور وہ بے بلہاد نہیں ہیں۔

ان کے ساتھ دو اور طاقتیں ہیں جو، جانے یا انجانے، ملک کی نئی آزادی کے خلاف اس گہری اور خطرناک سازش میں حصہ لے رہی ہیں۔ ایک دیش کے وہ پونجی پتی جو مہانا گاندھی کے بلہدان کے بہت پہلے سے امریکی پونجی پتوں کے ساتھ مل کر اور حصہ بٹا کر دیش کی کردروں چوسے، ہٹنی چلتا کر اور ادھک چوسنے کی کوششوں

ہماری نئی آزادی کی چیزیں ابھی تک جملے نہیں پائوں۔ خاص کر امریکہ اور انگلستان کی راج کاجی اور مالی لاساؤں اور کوششوں سے ہمیں ہر وقت ڈر لگا ہوا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ دیش کا بتوارا انہوں کوششوں کا نتیجہ تھا۔ دہا کی سامراج پریمی طاقتیں ہوش سے اپنے مانتعت ملکوں یا کمزور ملکوں کے آپسی جھگڑوں خاص کر ان کی مذہبی گروہ بندیوں کو بھڑکاتی، بھڑکاتی اور ان سے فائدہ اٹھاتی رہی ہیں۔ آج بھی ہندستان میں ہو یا پاکستان میں، ہندو فرقہ پرستی ہو یا مسام فرقہ پرستی، دونوں کو امریکہ کے پوسے اور امریکہ اور انگلینڈ کے وعدوں سے کالی بھڑاوا مل رہا ہے۔ ہم یہاں ان چیزوں کی تفصیل میں جانا تھوک نہیں سمجھتے۔ ہندو مہا مہا اور راشٹریہ سویم سوک سنگھ کو امریکہ کی طرف سے بڑا ہارے دیئے جانے کی باتیں اخباروں میں آچکی ہیں اور وہ بے بلہاد نہیں ہیں۔

ان کے ساتھ دو اور طاقتیں ہیں جو، جانے یا انجانے، ملک کی نئی آزادی کے خلاف اس گہری اور خطرناک سازش میں حصہ لے رہی ہیں۔ ایک دیش کے وہ پونجی پتی جو مہانا گاندھی کے بلہدان کے بہت پہلے سے امریکی پونجی پتوں کے ساتھ مل کر اور حصہ بٹا کر دیش کی کردروں چوسے، ہٹنی چلتا کر اور ادھک چوسنے کی کوششوں

ان کے ساتھ دو اور طاقتیں ہیں جو، جانے یا انجانے، ملک کی نئی آزادی کے خلاف اس گہری اور خطرناک سازش میں حصہ لے رہی ہیں۔ ایک دیش کے وہ پونجی پتی جو مہانا گاندھی کے بلہدان کے بہت پہلے سے امریکی پونجی پتوں کے ساتھ مل کر اور حصہ بٹا کر دیش کی کردروں چوسے، ہٹنی چلتا کر اور ادھک چوسنے کی کوششوں

ان کے ساتھ دو اور طاقتیں ہیں جو، جانے یا انجانے، ملک کی نئی آزادی کے خلاف اس گہری اور خطرناک سازش میں حصہ لے رہی ہیں۔ ایک دیش کے وہ پونجی پتی جو مہانا گاندھی کے بلہدان کے بہت پہلے سے امریکی پونجی پتوں کے ساتھ مل کر اور حصہ بٹا کر دیش کی کردروں چوسے، ہٹنی چلتا کر اور ادھک چوسنے کی کوششوں

ان کے ساتھ دو اور طاقتیں ہیں جو، جانے یا انجانے، ملک کی نئی آزادی کے خلاف اس گہری اور خطرناک سازش میں حصہ لے رہی ہیں۔ ایک دیش کے وہ پونجی پتی جو مہانا گاندھی کے بلہدان کے بہت پہلے سے امریکی پونجی پتوں کے ساتھ مل کر اور حصہ بٹا کر دیش کی کردروں چوسے، ہٹنی چلتا کر اور ادھک چوسنے کی کوششوں

وہ جس کی جگہ یا تو مقرریت سے خود ہٹنے کی سوچ یا کسی کو ہٹانے کی سوچ تھیں۔ تھیں اسی طرح آج بھی مہرا دل جواہر لال جو مہری نظر میں، یعنی لاکھوں کروڑوں کی نظر میں، اُس کسوٹی پر کافی کھرا اُترنا معلوم ہوتا ہے جس کسوٹی پر گاندھی جی پرکھ گئے تھے۔ کسی ایک یا دس برس کی نظر میں کھوتا چلچ سکتا ہے، کسوٹی پر کھوتا پرکھا تو نہیں جاسکتا اور وہ یا وہ مقررہ اس جگہ ہٹتا ہے یا اُس جگہ کسی کو ہٹانے کی سوچیں تو کیا یہ ویسا ہی کام نہ ہوگا جیسا گاندھی جی کے ساتھ ہوا !

”اس میں شک نہیں کہ سنگتوں ویکتی سے ہوا ہوتا ہے۔ پر اصل میں سنگتوں دیکھنے کے لئے ہی ہوا ہوتا ہے اور بے جان تو ہوتا ہی ہے۔ اور بے جان کتنی ہی بڑی چیز کسی چہرے سے چہرے جاسدا سے بڑی نہیں مانی جاسکتی۔ مکان کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اُس کے ایک کونے میں آجائے والے آدمی سے ہرگز بڑا نہیں ہے۔ کانگریس کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو وہ سرکار کی اور ہر سنگتوں کی طرح بے جان مشین ہے۔ اسی لئے کانگریس بڑی نہیں۔ جواہر لال کانگریس سے بہت بڑے ہیں اور اگر تم سمجھ کر دیکھو تو جاندار ہونے کے ناتے تم بھی کانگریس سے بڑے ہو۔ تم کانگریس سے بڑے ہو یہ بات بڑی آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے اگر تم اپنے آپ کو جواہر لال کی پوزیشن میں لے جا سکو اور جواہر لال کو اپنی پوزیشن میں لا سکو۔ کیا تم نے انہیں بار پارلیمنٹ کے مہرے سے نہیں سنا کہ سرکار مشین ہوتی ہے اور وہ دیا اُترنا نہیں جانتی۔ اسی لئے سرکار کو سرکار کے ظالموں کی سزا نہیں دی جانی۔ مہرے خیال میں مجھ (کانگریس) سے مہری اصلیت سمجھ کر تمہاری تسلی ہوگئی ہوگی اور تمہیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ میں بڑی ہوتی ہوئی بھی اُن کاموں میں بڑی نہیں ہوں جن میں میں تم لے اپنا کوئی مطلب سیدھا کرنے کے لئے مجھ سے بڑا کرتا ہے۔“

”اس میں شک نہیں کہ سنگتوں ویکتی سے ہوا ہوتا ہے۔ پر اصل میں سنگتوں دیکھنے کے لئے ہی ہوا ہوتا ہے اور بے جان تو ہوتا ہی ہے۔ اور بے جان کتنی ہی بڑی چیز کسی چہرے سے چہرے جاسدا سے بڑی نہیں مانی جاسکتی۔ مکان کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اُس کے ایک کونے میں آجائے والے آدمی سے ہرگز بڑا نہیں ہے۔ کانگریس کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو وہ سرکار کی اور ہر سنگتوں کی طرح بے جان مشین ہے۔ اسی لئے کانگریس بڑی نہیں۔ جواہر لال کانگریس سے بہت بڑے ہیں اور اگر تم سمجھ کر دیکھو تو جاندار ہونے کے ناتے تم بھی کانگریس سے بڑے ہو۔ تم کانگریس سے بڑے ہو یہ بات بڑی آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے اگر تم اپنے آپ کو جواہر لال کی پوزیشن میں لے جا سکو اور جواہر لال کو اپنی پوزیشن میں لا سکو۔ کیا تم نے انہیں بار پارلیمنٹ کے مہرے سے نہیں سنا کہ سرکار مشین ہوتی ہے اور وہ دیا اُترنا نہیں جانتی۔ اسی لئے سرکار کو سرکار کے ظالموں کی سزا نہیں دی جانی۔ مہرے خیال میں مجھ (کانگریس) سے مہری اصلیت سمجھ کر تمہاری تسلی ہوگئی ہوگی اور تمہیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ میں بڑی ہوتی ہوئی بھی اُن کاموں میں بڑی نہیں ہوں جن میں میں تم لے اپنا کوئی مطلب سیدھا کرنے کے لئے مجھ سے بڑا کرتا ہے۔“

— بھگوان دین

25-8-'51

25. 8. '51.

— بھگوان دین

جواہر لال اور تندن جی--

اس سے دیکھ کے سامنے سب سے بڑا سوال جواہر لال جی اور تندن جی کا آپسی کرک ہے۔ ہر ہر اور گاؤں گاؤں میں اس کا چرچا ہے۔ لاکھوں لوگوں کو یہاں لگتا ہے کہ اس سوال کے نہایت پر ہی ایک بڑے درجے تک ملک کی آگے کی قسمت کا فیصلہ ہے۔

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس سوال کا سمبندہ شخصیتوں سے نہیں کہول وچاروں یا آدرشوں سے ہے۔ شخصیتیں وچاروں اور آدرشوں سے بالکل الگ کر کے نہیں دیکھی جا سکتیں۔ اِس سوال کا سمبندہ دونوں کی

جواہر لال اور تندن جی--

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس سوال کا سمبندہ شخصیتوں سے نہیں کہول وچاروں یا آدرشوں سے ہے۔ شخصیتیں وچاروں اور آدرشوں سے بالکل الگ کر کے نہیں دیکھی جا سکتیں۔ اِس سوال کا سمبندہ دونوں کی

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس سوال کا سمبندہ شخصیتوں سے نہیں کہول وچاروں یا آدرشوں سے ہے۔ شخصیتیں وچاروں اور آدرشوں سے بالکل الگ کر کے نہیں دیکھی جا سکتیں۔ اِس سوال کا سمبندہ دونوں کی

انہوں نے میری کیا گت بنا رکھی تھی اس کا حال تو میرے وہاں کے بھائیوں سے پوچھئے۔ ان کی ایک شاہی مہم تو مجھے آئے دن خون کے آنسو بہاتے پڑتے تھے، آئے دن سر کے بال نوچتے پڑتے تھے اور نہ جانے کیا کیا ہوگیا ہوتا تھا۔ مشر جی کا کہی مجھ سے پالا نہیں پڑا۔ وہ میری شکل صورت سے بالکل واقف نہیں۔ ہوں تو میرے بچے پر انہوں نے مجھ ماں کو کہی نہیں پہچانا۔ تھاکو شاہی کے ساتھ ہی وہ کہتے کودے مہم اسی کے ساتھ بڑے ہوئے مہم اسی سے انہوں نے بھاء دچایا ہے، اسی کے ساتھ مل کر انہوں نے اپنی دھاک جمائی ہے۔ اور اسی تھاکو شاہی کو وہ لوک شاہی نام سے پکارتے ہیں کھونکہ جس لہجے میں وہ بولتے ہیں نہ وہ لوک شاہی کا لہجہ ہے اور جو کام وہ لوک شاہی کے نام پر کرنا چاہتے ہیں نہ وہ لوک شاہی کا کام ہے۔

”اچھا ہوتا اگر وہ لوک شاہ نہ بن کر تانا شاہ بن کر خدے ہوتے پر مشکیل تو یہی ہے کہ تانا شاہ کہتے نہیں ہوا کرتے، تانا شاہ تو میں اور صرف میں ہی کہتے تھا کرتی ہوں۔“

— بھگوان دین

— بھگوان دین

کانگریس بنام میشر جی—

کانگریس اگر بول سکتی ہوتی تو وہ اپنے مشر جی کو بڑے پھار سے یوں سمجھاتی—

”پیارے میشر، یہ تو تم بیلکول ٹیک کہتے ہو کہ میں نے نہرو سے بہت بڑی ہوں اور ہاں، میں تم سے تو بہت ہی بڑی ہوں اور اس وجہ سے میرا انوہو نہرو سے بہت بڑا اور تم سے تو بہت ہی بڑا ہے۔ مجھے اپنی زندگی کا حال نہرو اور تم سے کہیں زیادہ اور کہیں اچھا معلوم ہے۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ میں کب چھوٹی تھی، کب بڑی ہوئی اور کب بڑی ہوتی ہوں اور کب چھوٹی ہو جاتی ہوں۔ میرا تمہارے صوبے ناگپور میں سن 20 میں آئی بڑی تھی جس کا کچھ ٹھکانہ نہیں۔ مگر مجھے بڑی کا انگریزوں نے بہت کم قدر مانا۔ پر جب گندھی بابا نے مجھ کو دسویں ہزارو سے گھٹاکر چھ ہزار کی چھوٹی بنا دیا تب میں دسویں ہزارو سے کئی لاکھ لگا بڑی ہوئی اور تب انگریز مجھ سے قدر لگے۔ اصل میں میں بڑی چھوٹی لگتی سے نہیں ہوتی، اچھے سنگھتوں سے بھی نہیں ہوتی، بہت جوش سے بھی نہیں ہوتی میں تو بڑی ہوتی ہوں سچے، پکے اور میری ماں بھارت اور اُسکے سب بچوں کو ایک نظر سے اور پھار سے دیکھتے والے دلوں سے۔ پھر چاہے وہ دس پانچ ہی ہوں اور

کانگریس بنام مشر جی—

کانگریس اگر بول سکتی ہوتی تو وہ اپنے مشر جی کو بڑے پھار سے یوں سمجھاتی—

”پیارے مشر، یہ تو تم بالکل ٹھیک کہتے ہو کہ میں نے نہرو سے بہت بڑی ہوں اور ہاں، میں تم سے تو بہت ہی بڑی ہوں اور اس وجہ سے میرا انوہو نہرو سے بہت بڑا اور تم سے تو بہت ہی بڑا ہے۔ مجھے اپنی زندگی کا حال نہرو اور تم سے کہیں زیادہ اور کہیں اچھا معلوم ہے۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ میں کب چھوٹی تھی، کب بڑی ہوئی اور کب بڑی ہوتی ہوں اور کب چھوٹی ہو جاتی ہوں۔ میرا تمہارے صوبے ناگپور میں سن 20 میں آئی بڑی تھی جس کا کچھ ٹھکانہ نہیں۔ مگر مجھے بڑی کا انگریزوں نے بہت کم قدر مانا۔ پر جب گندھی بابا نے مجھ کو دسویں ہزارو سے گھٹاکر چھ ہزار کی چھوٹی بنا دیا تب میں دسویں ہزارو سے کئی لاکھ لگا بڑی ہوئی اور تب انگریز مجھ سے قدر لگے۔ اصل میں میں بڑی چھوٹی لگتی سے نہیں ہوتی، اچھے سنگھتوں سے بھی نہیں ہوتی، بہت جوش سے بھی نہیں ہوتی میں تو بڑی ہوتی ہوں سچے، پکے اور میری ماں بھارت اور اُسکے سب بچوں کو ایک نظر سے اور پھار سے دیکھتے والے دلوں سے۔ پھر چاہے وہ دس پانچ ہی ہوں اور

جواہر لال کی تانا شاہی میں مہرے سکے ہوتے ہندو مسلمان، سکھ، عیسائی، جین، بودھ، پارسی جو برطانیہ کی چھوٹی لوک شاہی کے بہکاوے میں آکر دل بہار ہوتے تھے خوشی خوشی گلے مل رہے ہوں، ساتھ ساتھ کھاپی لیتے ہیں اور دن پر دن یہ امتیاز بڑھاتے جاتے ہیں کہ وہ سچے سچ ایک لوک شہنشی کے کوکہ جائے لال ہیں۔

”جواہر لال کی نانا شاہی میں میں باپو کی نانا شاہی کی طرح کہیل کود سکتی اگر ایکلو امریکی دھورتکا سے بھری لوگ شاہی نے سہرے بچوں کو بھکیا نہ ہوتا۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ سہرے بھتے بھک کر منجھ بدنم کرتے ہیں، منجھ مار ڈالتے ہیں اور سہرے مارنے کا الزام نانا شاہ کے سر منڈھ کر اُسے شہنشاہ بھلے کا موقع دے دیتے ہیں۔ نانا شاہ لوگ شاہی کا پودا کیا ہوا ہوتا ہے۔ لوگ شاہی اور نانا شاہ میں وہی رشتہ ہوتا ہے جو پانی اور منجھلی میں۔ پانی کے سوکھنے پر یعنی پانی میں پھوٹ پڑے پر (کوونکہ سوکھنے میں یہی تو ہوتا ہے کہ کچھ پانی پانی رہ رہ جاتا ہے کچھ پانی کچھ کا روپ لے لیتا ہے کچھ پانی بھاپ بن جاتا ہے اور کچھ کدوہی بھاگ جاتا ہے) جیسے منجھلی توپے لگتی ہے ویسے ہی لوگ شاہی میں پھوٹ پڑے پر نانا شاہ توپے لگتا ہے اور لوگ شاہی کا دم نکلنے سے پہلے ہی نانا شاہ کا دم نکل جاتا ہے۔ نانا شاہ لوگ شاہی کی نفرت کی چیز بن کر ایک پل بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ وہ تو اُس کے پیروں کی مورتی بن کر ہی زندہ رہ سکتا ہے۔ جواہر لال نانا شاہ نہیں ہے۔ لوگ شاہی نے اُسے نانا شاہ کے آسن پر بٹھا رکھا ہے۔ کوئی شہنشاہ نانا شاہ نہیں ہو سکتا کوونکہ وہ دل سے نانا شاہ ہوتا ہے اور لوگ شاہی کو یہ برداشت نہیں۔

”میں لوک شاہی ہوں پر میں سرسوتی کی طرح اپنا پتی سرسوتا نہیں رکھتی۔ میں کلواری ہی پیدا ہوئی ہوں کلواری ہی رکھتی ہوں اور کلواری ہی مرنی ہوں۔ جو آدمی لوک شاہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے وہ میرا پتی بلانا چاہتا ہے۔ لوک شاہ اور لوک پتی ایک معنی رکھتے ہیں۔ مجھے (لوک شاہی کو) کوئی لوک شاہ دھوکا نہیں دے سکتا۔ میں تانا شاہ کو صرف اس وجہ سے چاہتی ہوں کہ وہ میرا بیٹا ہوتا ہے پتی نہیں۔ میں اپنے قہرنگ می اٹھلی ناری ہوں۔ میں وواہ نہیں کرتی۔ میرا کوئی پتی نہیں پر میں انکنت پتروں والی ہوں۔ لوگ مسجودار ہوکر ہی مجھے اپنا سکتے ہیں۔ مسجود نہ ہونا کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور نہ بہتے جلنے کی۔

”مہر جی مہری دھائی دے کر ’لوگ شاہ‘ بلدا
چاہتے ہیں، تمہی تو وہ مجھ پارلمنٹری کمیٹی سے بھی باہر
نکل گیا چاہتے ہیں۔ اور جہاں وہ گھر ملتی تھ وہاں

में दाखिल होती हैं तो मेरा जी थूकने पर उतार होने पर भी थूकने की बात सोचना बन्द कर देता है क्योंकि वहां किसी सरकार का 'थूको मत' का साइनबोर्ड लगा हुआ मैं नहीं पाती. वहां मुझे बिलकुल यह नहीं मालूम होता कि मैं किसी दूसरे की हकूमत के नीचे हूँ. वहां मुझे बिलकुल अपना राज मालूम होता है. इसलिये वहां मैं थूकने को सिर्फ बेअदबी ही नहीं समझती गुनाह भी समझती हूँ.

"गांधी जी कहूँ या बापू! नहीं, बापू ही ठीक रहेगा. बापू की तानाशाही में, या बापू की तानाशाही में से, मैं उस हिन्दुस्तान में जहां मैं एक दिन मर चुकी थी, फिर पैदा हुई. बापू की तानाशाही में मैं फलों फूलों, भूली, खेती और घरों में बन्द माँ, बहनों और बेटियों को अपने साथ खुले मैदान में खेलने के लिये ले आई. बापू की तानाशाही में मैंने खाद और कीच को चन्दन चूरे, स्नो और क्रोम से आ मिलवाया. खाद से मांटे मांटे फल पैदा होते रहे हैं और कीच से कमल खिलते रहे हैं. यह तो सभी जानते थे. पर बापू की तानाशाही में मेरी मारकत लोग यह भी जान गए कि खाद और कीच इतने प्यारे भी हैं कि उन्हें चन्दन चूरे, स्नो और क्रोम की तरह अपनाया जाय. जिनकी परछाई से लोग गन्दे हो जाते थे उनके स्पर्श से बापू की तानाशाही में लोग पवित्र होने लगे. बापू की तानाशाही में माँ आमना कुरन को गोद खिलाने लगीं और जसोदा मैया मुहम्मद को दूध पिलाने लगीं. बापू की तानाशाही में मैं इसती ही नहीं थी, मेरा दिल उमड़ कर मेरी दोनों आँखों से प्रेम की गंगा और जमना बह निकलता था, जब मैं सबके मुँह से 'सत्त श्री अकाल' और 'अल्लाहो-अकबर' के नारे एक साथ निकलते सुनती थी. बापू कुछ हिन्दुस्तानियों और दुनिया के और लोगों की नजर में भी भते हा तानाशाह रहे हाँ, मेरी नजर में तो वह ऐसे ही थे जैसे गंगुआ तेली, कलुआ धोबी, चसीटा चमार, खूबी मेहतर और अंगना कन्जर.

"हाँ! जवाहर लाल की तानाशाही में, मैं खुद खेल नहीं पाती. मैं कड़कहा भी नहीं लगा सकती. पर हँस लेती हूँ, मुस्करा लेती हूँ, खुश रह लेती हूँ और हर तरह अमरीका, बरतानिया और फ्राँस से कहीं ज़ियादा अच्छी रह लेती हूँ. जवाहर लाल की तानाशाही में साइन्सदां ऐसे बन्द नहीं रखे जाते जैसे काफूर. जवाहर लाल की तानाशाही में समझदार किसी बात पर राय जाहिर करने से इत्तने नहीं रोके जाते जितने मेरे नाम से मराहूर रुस में. जवाहर लाल की तानाशाही में ब्राह्मन लड़की को अन्त्यज लड़के से विवाह करके भी हिन्दुस्तान के प्रधान बज़ीर का आशीर्वाद मिलता है. और अन्त्यज लड़का भी ब्राह्मन की लड़की से शादी करके आशीर्वाद से महसूस नहीं रह पाता.

मैंने दाखिल होती हूँ तो मेरा जी थूकने पर उतार होने पर भी थूकने की बात सोचना बन्द कर देता है क्योंकि वहां किसी सरकार का 'थूको मत' का साइनबोर्ड लगा हुआ मैं नहीं पाती. वहां मुझे बिलकुल यह नहीं मालूम होता कि मैं किसी दूसरे की हकूमत के नीचे हूँ. वहां मुझे बिलकुल अपना राज मालूम होता है. इसलिये वहां मैं थूकने को सिर्फ बेअदबी ही नहीं समझती गुनाह भी समझती हूँ.

"गंधी जी कहूँ या बापू! नहीं, बापू ही ठीक रहेगा. बापू की तानाशाही में, या बापू की तानाशाही में से, मैं उस हिन्दुस्तान में जहां मैं एक दिन मर चुकी थी, फिर पैदा हुई. बापू की तानाशाही में मैं फलों फूलों, भूली, खेती और घरों में बन्द माँ, बहनों और बेटियों को अपने साथ खुले मैदान में खेलने के लिये ले आई. बापू की तानाशाही में मैंने खाद और कीच को चन्दन चूरे, स्नो और क्रोम से आ मिलवाया. खाद से मांटे मांटे फल पैदा होते रहे हैं और कीच से कमल खिलते रहे हैं. यह तो सभी जानते थे. पर बापू की तानाशाही में मेरी मारकत लोग यह भी जान गए कि खाद और कीच इतने प्यारे भी हैं कि उन्हें चन्दन चूरे, स्नो और क्रोम की तरह अपनाया जाय. जिनकी परछाई से लोग गन्दे हो जाते थे उनके स्पर्श से बापू की तानाशाही में लोग पवित्र होने लगे. बापू की तानाशाही में माँ आमना कुरन को गोद खिलाने लगीं और जसोदा मैया मुहम्मद को दूध पिलाने लगीं. बापू की तानाशाही में मैं इसती ही नहीं थी, मेरा दिल उमड़ कर मेरी दोनों आँखों से प्रेम की गंगा और जमना बह निकलता था, जब मैं सबके मुँह से 'सत्त श्री अकाल' और 'अल्लाहो-अकबर' के नारे एक साथ निकलते सुनती थी. बापू कुछ हिन्दुस्तानियों और दुनिया के और लोगों की नजर में भी भते हा तानाशाह रहे हाँ, मेरी नजर में तो वह ऐसे ही थे जैसे गंगुआ तेली, कलुआ धोबी, चसीटा चमार, खूबी मेहतर और अंगना कन्जर.

جائے جب وہ ادا کرنے کے قابل ہو۔ اگر اس وقت ہرجانا شروع ہو گیا تو وہ اتنا کمزور ہو جائے گا کہ اپنا معمولی بچاؤ بھی نہ کر سکے گا۔ اور یہ حالت ایسی خطرناک ہوگی کہ کسی وقت بھی دوسری لڑائی کو جملہ دے سکتی ہے۔

ہندوستان کی رائے میں اصلی پرانی ہے جاپان کی ہاگ دوسرے کے ہاتھ میں رہنا۔ یہ نہیں ہونا چاہئے۔ اس کے بعد نہ تو جاپان کو اس وقت اتنا بڑھایا جائے کہ وہ چاہے جب دوسرے کے اشارے یا معمولی مدد سے کسی پر حملے کی بات سمجھے اور نہ اتنا کمزور رکھا جائے کہ کوئی بھی پورسی ملک آئے کچھ دنوں میں ہی پور اپہ ماتحت کرنے کی بات سوچے۔

اس صلحنامے پر روس، لال چین، ہندوستان اور ایشیا کے دوسرے دیش اگر دستخط نہیں کرتے تو یہ صلحنامہ نہ رہے؛ صلحنامے کا مذاق ہی رہے گا۔

—بھگوان دین

لوک شاہی بنام تانا شاہی—

اگر لوک شاہی کے زبان ہوتی اور وہ بول سکتی تو وہ یہ کہتی—

”میں نہ روس میں ہوں نہ چین میں۔ امریکہ اور برطانیہ میں تو جہنم بھرتی کے قانون کی وجہ سے میرے ہاؤں میں کوسوں جم سکتے ہیں۔ میں یورپ کے کسی ملک میں نہیں ہوں۔ ہاں، سویٹزرلینڈ کی پہاڑیوں میں میرا کچھ بڑا ہوا جاتا ہے۔ ایشیا کے اور ملکوں میں بھی میرا من نہیں لگ پاتا۔ جدوت گاندھی کے ہندوستان کی بات میں پھر، ہونگی، پر گاندھی کے بعد کے ہندوستان میں تو پھر میری کہیں جگہ نہ رہ گئی۔ میں لوک شاہی ہوں، نہ میں شہنشاہی کے ہی ساتھ رہ سکتی ہوں، نہ میں پریسڈنٹ شاہی کے ساتھ رہ سکتی ہوں۔ تانا شاہی میں اگر تانا شاہ سچے سچ اپنے دل کا شاہ بھی ہو تو وہاں میں رہنے بول سکتی ہوں۔ پر ایسے تانا شاہ کو تو کوئی ملک آسانی سے جملہ نہیں دیتا۔ اس لئے تانا شاہی کے ساتھ بھی میرا نباہ نہیں ہو سکتا۔ اصل میں میرا نباہ کسی دوسری شاہی کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ سرکار اور لوک شاہی ایسے ہی بے مہل ہیں جیسے اندھوا اور اچالا۔“

”میرا (لوک شاہی کا) میزاج اس طرح کا بنا ہوا ہے کہ میں جب ریل کے ڈبے میں بیٹھتی ہوں تو بڑی شانت ہوتی ہوں۔ پر جب ریل کے ڈبے میں ’ٹھکو مت‘ کا ساؤنڈ ہوتا ہے تو میرا دل پٹ جاتا ہے، اور اسی کے ساتھ میرا پٹ پٹنے لگتا ہے۔ میرا جی متلا اٹھتا ہے۔ پر جب میں کسی ’مسجد‘، ’گرجا‘، ’گروہا‘

”میں نہ روس میں ہوں نہ چین میں۔ امریکہ اور برطانیہ میں تو جہنم بھرتی کے قانون کی وجہ سے میرے ہاؤں میں کوسوں جم سکتے ہیں۔ میں یورپ کے کسی ملک میں نہیں ہوں۔ ہاں، سویٹزرلینڈ کی پہاڑیوں میں میرا کچھ بڑا ہوا جاتا ہے۔ ایشیا کے اور ملکوں میں بھی میرا من نہیں لگ پاتا۔ جدوت گاندھی کے ہندوستان کی بات میں پھر، ہونگی، پر گاندھی کے بعد کے ہندوستان میں تو پھر میری کہیں جگہ نہ رہ گئی۔ میں لوک شاہی ہوں، نہ میں شہنشاہی کے ہی ساتھ رہ سکتی ہوں، نہ میں پریسڈنٹ شاہی کے ساتھ رہ سکتی ہوں۔ تانا شاہی میں اگر تانا شاہ سچے سچ اپنے دل کا شاہ بھی ہو تو وہاں میں رہنے بول سکتی ہوں۔ پر ایسے تانا شاہ کو تو کوئی ملک آسانی سے جملہ نہیں دیتا۔ اس لئے تانا شاہی کے ساتھ بھی میرا نباہ نہیں ہو سکتا۔ اصل میں میرا نباہ کسی دوسری شاہی کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ سرکار اور لوک شاہی ایسے ہی بے مہل ہیں جیسے اندھوا اور اچالا۔“

”میں نہ روس میں ہوں نہ چین میں۔ امریکہ اور برطانیہ میں تو جہنم بھرتی کے قانون کی وجہ سے میرے ہاؤں میں کوسوں جم سکتے ہیں۔ میں یورپ کے کسی ملک میں نہیں ہوں۔ ہاں، سویٹزرلینڈ کی پہاڑیوں میں میرا کچھ بڑا ہوا جاتا ہے۔ ایشیا کے اور ملکوں میں بھی میرا من نہیں لگ پاتا۔ جدوت گاندھی کے ہندوستان کی بات میں پھر، ہونگی، پر گاندھی کے بعد کے ہندوستان میں تو پھر میری کہیں جگہ نہ رہ گئی۔ میں لوک شاہی ہوں، نہ میں شہنشاہی کے ہی ساتھ رہ سکتی ہوں، نہ میں پریسڈنٹ شاہی کے ساتھ رہ سکتی ہوں۔ تانا شاہی میں اگر تانا شاہ سچے سچ اپنے دل کا شاہ بھی ہو تو وہاں میں رہنے بول سکتی ہوں۔ پر ایسے تانا شاہ کو تو کوئی ملک آسانی سے جملہ نہیں دیتا۔ اس لئے تانا شاہی کے ساتھ بھی میرا نباہ نہیں ہو سکتا۔ اصل میں میرا نباہ کسی دوسری شاہی کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ سرکار اور لوک شاہی ایسے ہی بے مہل ہیں جیسے اندھوا اور اچالا۔“

”میں نہ روس میں ہوں نہ چین میں۔ امریکہ اور برطانیہ میں تو جہنم بھرتی کے قانون کی وجہ سے میرے ہاؤں میں کوسوں جم سکتے ہیں۔ میں یورپ کے کسی ملک میں نہیں ہوں۔ ہاں، سویٹزرلینڈ کی پہاڑیوں میں میرا کچھ بڑا ہوا جاتا ہے۔ ایشیا کے اور ملکوں میں بھی میرا من نہیں لگ پاتا۔ جدوت گاندھی کے ہندوستان کی بات میں پھر، ہونگی، پر گاندھی کے بعد کے ہندوستان میں تو پھر میری کہیں جگہ نہ رہ گئی۔ میں لوک شاہی ہوں، نہ میں شہنشاہی کے ہی ساتھ رہ سکتی ہوں، نہ میں پریسڈنٹ شاہی کے ساتھ رہ سکتی ہوں۔ تانا شاہی میں اگر تانا شاہ سچے سچ اپنے دل کا شاہ بھی ہو تو وہاں میں رہنے بول سکتی ہوں۔ پر ایسے تانا شاہ کو تو کوئی ملک آسانی سے جملہ نہیں دیتا۔ اس لئے تانا شاہی کے ساتھ بھی میرا نباہ نہیں ہو سکتا۔ اصل میں میرا نباہ کسی دوسری شاہی کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ سرکار اور لوک شاہی ایسے ہی بے مہل ہیں جیسے اندھوا اور اچالا۔“

لوک شاہی بنام تانا شاہی—

اگر لوک شاہی کے زبان ہوتی اور وہ بول سکتی تو وہ یہ کہتی—

”میں نہ روس میں ہوں نہ چین میں۔ امریکہ اور برطانیہ میں تو جہنم بھرتی کے قانون کی وجہ سے میرے ہاؤں میں کوسوں جم سکتے ہیں۔ میں یورپ کے کسی ملک میں نہیں ہوں۔ ہاں، سویٹزرلینڈ کی پہاڑیوں میں میرا کچھ بڑا ہوا جاتا ہے۔ ایشیا کے اور ملکوں میں بھی میرا من نہیں لگ پاتا۔ جدوت گاندھی کے ہندوستان کی بات میں پھر، ہونگی، پر گاندھی کے بعد کے ہندوستان میں تو پھر میری کہیں جگہ نہ رہ گئی۔ میں لوک شاہی ہوں، نہ میں شہنشاہی کے ہی ساتھ رہ سکتی ہوں، نہ میں پریسڈنٹ شاہی کے ساتھ رہ سکتی ہوں۔ تانا شاہی میں اگر تانا شاہ سچے سچ اپنے دل کا شاہ بھی ہو تو وہاں میں رہنے بول سکتی ہوں۔ پر ایسے تانا شاہ کو تو کوئی ملک آسانی سے جملہ نہیں دیتا۔ اس لئے تانا شاہی کے ساتھ بھی میرا نباہ نہیں ہو سکتا۔ اصل میں میرا نباہ کسی دوسری شاہی کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ سرکار اور لوک شاہی ایسے ہی بے مہل ہیں جیسے اندھوا اور اچالا۔“

”میرا (لوک شاہی کا) میزاج اس طرح کا بنا ہوا ہے کہ میں جب ریل کے ڈبے میں بیٹھتی ہوں تو بڑی شانت ہوتی ہوں۔ پر جب ریل کے ڈبے میں ’ٹھکو مت‘ کا ساؤنڈ ہوتا ہے تو میرا دل پٹ جاتا ہے، اور اسی کے ساتھ میرا پٹ پٹنے لگتا ہے۔ میرا جی متلا اٹھتا ہے۔ پر جب میں کسی ’مسجد‘، ’گرجا‘، ’گروہا‘

اس سولہ نامے کے زیرِ سُن '43 کے کاہیرا اور سُن '45 کے یالٹا اور پوٹسڈم پلانوں کے زُپر ہر تال فیری جا رہی ہے جن کی رُ سے جاپان کا وُن جُزیروں پر کوئی ہک نہی رُہ جاتا تھ جو وُس نے ہڈیا لیتے تھے اور جن کی رُ سے کوریا ہر ترہ سے آسُاد رُہنا چاہیے تھ اور جن کی رُ سے وُین کو وُس کے وُینے دُپ دُیسے جاپانیوں سے واپس مل جانے چاہیے تھے۔ وُنہی پلانوں کی رُ سے دُکھینی سُلّالین اور کُیڑا رُٹل ڈا پُ رُس کے ہا وُ میں ہونے چاہیے تھے۔ وُن ہی پلانوں کی شرتوں کی رُ سے جاپان آج بے ہڈیا رُ والا ہونا چاہیے تھ۔ پر پےسا مالُوم ہوتا ہے کُ جاپانیوں نے وُن پلانوں کو ہس ترہ وُرباد کُیا ہے کُ وُن کی یاد تک اُمریکے اور برطانیہ کو نہی رُہ گئی۔ تہی تو یہ نیا جاپانی مصلحانے جاپان کو اچے ہاتھوں تلواریں سے لوٹ کر رُھا ہے۔

اس نئے جاپانی مصلحانے کی خاص خاص شرطیں یہ ہیں :

- (1) جاپان کی ہڈ وُندی۔
- (2) جاپان کو فیر سے ہڈیا رُوں سے لوٹ کرنا۔
- (3) جاپان سے ہر جانا وُسل کرنا۔
- (4) جاپان میں اُمریکی کُوج کا وُنا رُہنا۔ اور
- (5) کارمُسا کی کُیا ہاللت رُہگی ؟

ہن سب شرتوں پر ڈُ۔ پُن۔ آو۔ میں شامل مُلکوں میں مت بھو ہے۔

ہندُستان وُن شرتوں کو ٹیک نہی سُمکتا جو کارمُسا کے بارے میں کی گئی ہے۔ وُہ جاپان سے ہس وُرت وُسل کرنے کے بھی وُلاک ہے اور یہ تو وہ رُکڑ پُسلد نہی کرنا کُہ جاپان کی زُمن پر دُوسرے مُلک کی فوجیں چھائی رُہیں۔

ہم نہی سُمکتے جاپان بھی ہس شرت پر کُہ اُس کے مُلک میں دُوسرے مُلک کی فوجیں بلی رُہیں کُہسے رُانی ہو سکتا ہے۔

معلوم ہوا ہے اُس مصلحانے کی رُ سے جاپان کے دُکو اور ہونن ٹاپو کسی دُوسرے مُلک کی دیکھ بھال میں رُہیں گے۔ اُس کے تو وُصف یہ معلیٰ رُہے کُہ جاپانی جاپان کے مالک رُہتے رُہتے بھی مُلکیت لے مے۔ لے میں دُوسرے مُلک سے دیے رُہیں گے۔

اپہٹا کے مُلک تو یہ چاہتے رُہے کُہ فارمُسا کا ٹاپو اُس چھٹی سرکار کو واپس کر دُیا جائے جو اُس وُقت سارے وُچن پر قابُض ہے پھر وہ سرکار چاہے کسی بھی طرُح کی کُیں نہ ہو۔

ہر جانا وُسل کرنے کے بارے میں ہندُستان کی یہ رُہے کُہ جاپان سے ہر جانا وُسی وُرت وُسل کُیا

اس سولہ نامے کے ذریعے سن '43 کے قاہرہ اور سن '45 کے یالتا اور پوٹسڈم کے اعلانوں کے اور ہر حال پہلوی جا رہی ہے جن کی دو سے جاپان کا اُن جزیروں پر کوئی حق نہیں رہ جاتا تھا جو اُس نے ہتھ لائے تھے اور جن کی دو سے کوریا ہر طرح سے آزاد رہنا چاہئے تھا اور جن کی دو سے چین کو اُس کے چھوٹے حصے جاپانہوں سے واپس مل جائے چاہئے تھے۔ انہیں اعلانوں کی دو سے دکھلی سکھالیں اور کھورائل ٹاپو روس کے ہاتھ میں ہونے چاہئے تھے۔ انہیں اعلانوں کی شرطوں کی دو سے جاپان آج بے ہتھار والا ہونا چاہئے تھا۔ پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جاپانہوں نے اُن اعلانوں کو اُس طرح برباد کیا ہے کہ اُن کی یاد تک امریکہ اور برطانیہ کو نہیں رہ گئی۔ تہی تو یہ نیا جاپانی مصلحانے جاپان کو اچے ہاتھوں تلوار

اس نئے جاپانی مصلحانے کی خاص خاص شرطیں یہ ہیں :

- (1) جاپان کی حد بندی۔
- (2) جاپان کو پھر سے ہتھاروں سے لوٹ کرنا۔
- (3) جاپان سے ہر جانا وصول کرنا۔
- (4) جاپان میں امریکی فوج کا بنا رہنا۔ اور
- (5) فارموسا کی کیا حالت رہے گی ؟

ان سب شرطوں پر یو۔ این۔ او۔ میں شامل ملکوں میں مت بھو ہے۔

ہندستان ان شرطوں کو تھک نہی سمجھتا جو فارموسا کے بارے میں کی گئی ہیں۔ وہ جاپان سے اُس وقت ہر جانا وصول کرنے کے بھی خلاف ہے اور یہ تو وہ رُکڑ پُسلد نہی کرنا کہ جاپان کی زمین پر دُوسرے ملک کی فوجیں چھائی رُہیں۔

ہم نہی سمجھتے جاپان بھی اُس شرط پر کہ اُس کے ملک میں دُوسرے ملک کی فوجیں بلی رُہیں کُہسے رُانی ہو سکتا ہے۔

معلوم ہوا ہے اُس مصلحانے کی دو سے جاپان کے دُکو اور ہونن ٹاپو کسی دُوسرے ملک کی دیکھ بھال میں رُہیں گے۔ اُس کے تو وُصف یہ معلیٰ رُہے کُہ جاپانی جاپان کے مالک رُہتے رُہتے بھی مُلکیت لے مے۔ لے میں دُوسرے ملک سے دیے رُہیں گے۔

اپہٹا کے ملک تو یہ چاہتے رُہے کُہ فارموسا کا ٹاپو اُس چھٹی سرکار کو واپس کر دُیا جائے جو اُس وُقت سارے وُچن پر قابُض ہے پھر وہ سرکار چاہے کسی بھی طرُح کی کُیں نہ ہو۔

ہر جانا وصول کرنے کے بارے میں ہندستان کی یہ رُہے کُہ جاپان سے ہر جانا اُسی وُقت وصول کُیا

ملکبازی

گناہ کے اندر کونسا چھوٹا ثابو اور بڑھا چھوٹا تھا آزاد
ملک ہر طرح کے ہتھیاروں سے اس چٹان سے اپنا بچاؤ
کھسے کریں گے ۔

اس جاپانی صاحبزادے میں تو ہم بھی پاتے ہیں
 کہ امریکہ جاپانی شہر کی مکھڑوں کے چہرے کو چھو کر
 اور اچے اور جاپان کے بے بیج میں دھڑکے کا پردہ کھلا کر کے
 خود مکھڑوں کا تماشا دیکھنا چاہتا ہے

جس نے جاہلیانیت اس پر سر سری نظر بھی ڈالی
 وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ جاہلانے پچھلے چہالہاس
 برس سے سوائے اس کے کہا ہی کیا ہے کہ وہ اپنے پڑوسوں
 پر آنے دن زبردستی کرتا رہے۔ یہ کس کو نہیں معلوم کہ
 جاہلان کے پاس نہ کھانے کے لئے کافی ناچ ہے اور نہ تن
 قھکنے کے لئے کافی روئی اور نہ بڑھئی ہوئی اولاد کے لئے
 کافی جگہ۔ ایسی حالت میں وہ ادھر کی طرف بڑھ
 بغیر کہنے رہے گا جدھر اسے کم سے کم خطرہ ہو۔

یہ کسے نہیں معلوم کہ جاپان ہرسوں کوریا اور فارموسا کا مالک رہ چکا ہے، روس میں زار شاہی کا مقابلہ کر کے اُس کو دھکا پہونچا چکا ہے اور چین کے ایک حصے پر بھی ہرسوں قبضہ رہ چکا ہے۔ یہو اِس صلحنامے میں اُن سب باتوں کی روک تھام کا کوئی انتظام نہ ہونے سے کیا یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ امریکہ جاپان کو ہم ہذاکر پیچوم کے دیشوں پر پھیلنا چاہتا ہے۔

کس کو نہیں معلوم کہ ہرطائفہ اور یورپ کے اور کدش اور امریکہ بھی اُس وقت صرف تماشا دیکھا کئے جب جاپان چھوٹ پر زبردستی کر رہا تھا۔ جب تک ہرل ہارپر پر جاپان کا حملہ نہ ہوا جو سن 1941 کی بات ہے تب تک کیا امریکہ مہدان میں کودا؟ صرف تب اور تبھی امریکہ نے جاپان کو سب سے بڑا مجرم مانا۔ اور کہا امریکہ کو یہ نہیں معلوم کہ وہ سو برس بھی جاپان سے لڑکر جاپان کو نہیں ہرا سکتا تھا اگر اُس نے ایٹم بم کے ناجائز استعمال کو جائز مان کر جاپانیوں پر نہ گرایا ہوتا۔ امریکہ یاد رکھ اُس نے جاپان کو دھرم یدھ میں نہیں جھینسا ادھرم یدھ میں جھینسا ہے۔ اگر کشتی میں کتنا لڑو نہ چلتا ادھرم ہے تو پچھلی لڑائی میں کس کا استعمال ادھرم دھتے ہوئے ایٹم بم کا استعمال ادھرم ہی رہے گا۔ ہمیں یاد ہے کہ اُس وقت ایک عیسائی پادری نے امریکہ کے ایٹم بم گرانے کے کام کو ادھرم کہا تھا۔ پر وہی تو ستون پرمسور کی آواز تھی۔ خیر، ان سب باتوں کو چھوڑیے۔ ہم تو یہی کہیں گے کہ امریکہ جان بوجھ کر یہ بھول کر رہا ہے اور سمجھ میں نہیں آتا کہیں کر رہا ہے۔

سولہ نامے میں سولہ کی جگہ لکھا ہے کہ بیج ہی دیکھا دیتے ہیں اور یہی حال برما اور انڈونیشیا کا ہے۔

آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ جو ہر طرح سے امریکی گٹ میں ہیں وہ تک گھبرائے ہوئے ہیں کہ یہ جاپان کو ہتھیاروں سے لیس کر کے کیا کیا جا رہا ہے۔ مگر یہ کہ پر شانت مہاساگر کے سارے ملک صلحنامے کے اس مسودے کو ہر طرح سے لڑائی نامہ مانتے ہیں۔

سنا ہے کہ آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ اس پر دس-خاکت کر رہے ہیں۔ تب تو ہم یہی کہیں گے کہ لڑنے کے لیے ان کے بلز پھوک رہے ہیں اور جاپان کے مقابلے میں مرنے کے لئے ان کے ہڈی نکل آئے ہیں۔ لیکن وہ مرنے نہیں چاہتے اور مرنے سے بچنے کا علاج انہوں نے یہ سوچا ہے کہ وہ دونوں مل کر امریکہ کے ساتھ جاپانی صلحنامے پر دستخط کرنے سے پہلے امریکہ کے ساتھ ایک صلحنامہ اور کر لیں۔ یہ چال تو ان کی تھپک ہے، پر یہ اس بات کی گارنٹی نہیں ہے کہ دوسری لڑائی نہیں ہوگی۔

کتنے مजे کی بات ہے کہ امریکا مرنے لگا جاپانی شہر میں جان ڈال کر یہ بھی سمجھتا ہے کہ وہ اسے سرکس کا شیر بدلتے رہے گا۔ اور اندر اندر یہ بھی دہکتا ہے کہ مجھ نہیں وہی شہر یہ امریکہ نہیں تو کہیں نہوزی لینڈ یا آسٹریلیا پر نہ چڑھ رہے۔ کیونکہ انہوں نے یہ خوب معلوم ہے کہ جاپانی شہر کا برسوں سے آسٹریلیا پر دانت رہا ہے۔ جب امریکہ کو خود اس صلحنامے میں لڑائی دکھائی دیتی ہے تو انڈونیشیا، برما اور ہندوستان کو وہی چار دکھائی دے، اس میں اچرج کیا۔

اس صلحنامے پر دستخط ہو جانے کے بعد اگر ایشیا کے ہندوستان، برما اور انڈونیشیا جیسے ملک دستخط کرنے سے رہ جاتے ہیں تو ان کو اس کے موافق کیا چارہ جائے گا کہ وہ یا تو کسی دوسرے گٹ سے ملیں یا یہ امریکہ کے ساتھ ویسا ہی صاحب نامہ بھریں جیسا آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کرنے جارہے ہیں اور یہ اپنے پڑوسی روس اور چین کو دشمن بنائیں۔

اس میں بھی کوئی شک نہیں کیا جا سکتا کہ جاپانی شہر آسٹریلیا کی طرف رخ نہ کر کے پچھم یا اتر پچھم کی طرف رخ کرے اور چھانگ کے ساتھ سازش کر کے جاپانی سمندر کو لنگھنے کی سوچنے لگے، تو یہ دوسری لڑائی شروع ہوگی اور پرشانت ساگر کا امن خطرے میں پڑ جائے گا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ امریکہ یہ سب خطرہ کون مولا لے رہا ہے۔ کیا اس کے پاس ایسی ہتھیاروں اور ایسی بم کا اثنا دھور لگ گیا ہے کہ جو اسے چین سے ہٹانے میں دیتا۔

اس صلحنامے کے مسودے میں یہ کہیں نہیں سوچا

کے لئے مرنے کی بات ہے کہ امریکہ مرنے لگا جاپانی شہر میں جان ڈال کر یہ بھی سمجھتا ہے کہ وہ اسے سرکس کا شیر بدلتے رہے گا۔ اور اندر اندر یہ بھی دہکتا ہے کہ مجھ نہیں وہی شہر یہ امریکہ نہیں تو کہیں نہوزی لینڈ یا آسٹریلیا پر نہ چڑھ رہے۔ کیونکہ انہوں نے یہ خوب معلوم ہے کہ جاپانی شہر کا برسوں سے آسٹریلیا پر دانت رہا ہے۔ جب امریکہ کو خود اس صلحنامے میں لڑائی دکھائی دیتی ہے تو انڈونیشیا، برما اور ہندوستان کو وہی چار دکھائی دے، اس میں اچرج کیا۔

اس صلحنامے پر دستخط ہو جانے کے بعد اگر ایشیا کے ہندوستان، برما اور انڈونیشیا جیسے ملک دستخط کرنے سے رہ جاتے ہیں تو ان کو اس کے موافق کیا چارہ جائے گا کہ وہ یا تو کسی دوسرے گٹ سے ملیں یا یہ امریکہ کے ساتھ ویسا ہی صاحب نامہ بھریں جیسا آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کرنے جارہے ہیں اور یہ اپنے پڑوسی روس اور چین کو دشمن بنائیں۔

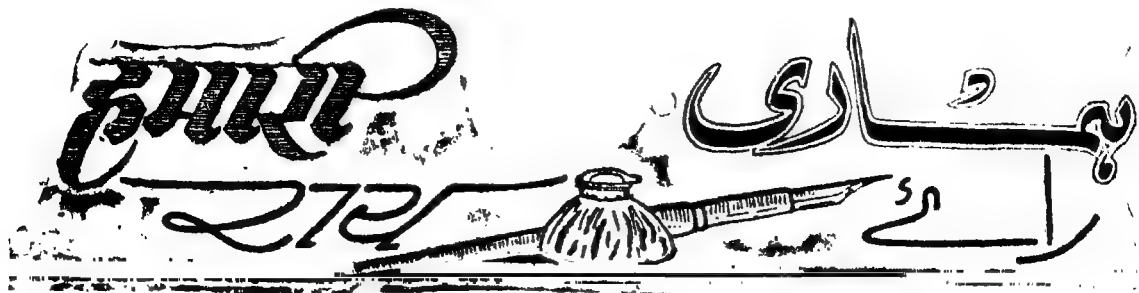
اس میں بھی کوئی شک نہیں کیا جا سکتا کہ جاپانی شہر آسٹریلیا کی طرف رخ نہ کر کے پچھم یا اتر پچھم کی طرف رخ کرے اور چھانگ کے ساتھ سازش کر کے جاپانی سمندر کو لنگھنے کی سوچنے لگے، تو یہ دوسری لڑائی شروع ہوگی اور پرشانت ساگر کا امن خطرے میں پڑ جائے گا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ امریکہ یہ سب خطرہ کون مولا لے رہا ہے۔ کیا اس کے پاس ایسی ہتھیاروں اور ایسی بم کا اثنا دھور لگ گیا ہے کہ جو اسے چین سے ہٹانے میں دیتا۔

اس صلحنامے پر دستخط ہو جانے کے بعد اگر ایشیا کے ہندوستان، برما اور انڈونیشیا جیسے ملک دستخط کرنے سے رہ جاتے ہیں تو ان کو اس کے موافق کیا چارہ جائے گا کہ وہ یا تو کسی دوسرے گٹ سے ملیں یا یہ امریکہ کے ساتھ ویسا ہی صاحب نامہ بھریں جیسا آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کرنے جارہے ہیں اور یہ اپنے پڑوسی روس اور چین کو دشمن بنائیں۔

اس میں بھی کوئی شک نہیں کیا جا سکتا کہ جاپانی شہر آسٹریلیا کی طرف رخ نہ کر کے پچھم یا اتر پچھم کی طرف رخ کرے اور چھانگ کے ساتھ سازش کر کے جاپانی سمندر کو لنگھنے کی سوچنے لگے، تو یہ دوسری لڑائی شروع ہوگی اور پرشانت ساگر کا امن خطرے میں پڑ جائے گا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ امریکہ یہ سب خطرہ کون مولا لے رہا ہے۔ کیا اس کے پاس ایسی ہتھیاروں اور ایسی بم کا اثنا دھور لگ گیا ہے کہ جو اسے چین سے ہٹانے میں دیتا۔

اس صلحنامے پر دستخط ہو جانے کے بعد اگر ایشیا کے ہندوستان، برما اور انڈونیشیا جیسے ملک دستخط کرنے سے رہ جاتے ہیں تو ان کو اس کے موافق کیا چارہ جائے گا کہ وہ یا تو کسی دوسرے گٹ سے ملیں یا یہ امریکہ کے ساتھ ویسا ہی صاحب نامہ بھریں جیسا آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کرنے جارہے ہیں اور یہ اپنے پڑوسی روس اور چین کو دشمن بنائیں۔

اس صلحنامے کے مسودے میں یہ کہیں نہیں سوچا



جاپانی سولہنامہ-

اس سولہنامے کا نام 'جاپانی سولہنامہ' دھوکے کا نام ہے۔ اس میں دکھاوا ہی دکھاوا ہے۔ صلح کی اصلیت نام کو بھی نہیں ہے۔ اس کا اگر ہم نام رکھیں تو وہ ہو سکتا ہے 'پریشانیت مہاساگری لڑائی نامہ' اس سولہنامے میں اُس یو۔ این۔ او۔ نے جو آج امریکہ کے ہاتھ میں کھول رہی ہے تیسری لڑائی کا ایسا بھیج بودیا ہے جس میں بہت جلدی کئے یہوتیں کہ اور جلدی ہی پہل لگ جائیں گے۔ اس سولہنامے میں صلح لہلے کے لگے جاپان کے پوزیسی لال چھون کے ماوتسے توئنگ کو بلرا تک نہیں دیا تھا۔ اور امریکہ کے ہاتھ میں کھلملے والے چھاننگ کے ملہ پر پتی باندھ دی گئی ہے۔ دھو اٹھانے کے دوسرے ملک وہ سب جہاں تک ہمیں پتہ چلا ہے اس سولہنامے کو پسند نہیں کرتے اور ایشیا کے ملکوں کی پسندگنی تو اس نے لگے بے حد ضروری تھی۔ پر نہ جانے اس بے حد ضروری کو یو۔ این۔ او۔ نے بے حد کی حد لاکھ کر صرف بے ضروری کیوں سمجھا۔

امریکہ اور انگریز دونوں مل کر اس سولہنامے کے تماشے کو ستمبر کے پہلے ہفتے میں سان فرانسسکو میں دیکھانے والے ہوں اور بڑی آن بان سے دیکھانے والے ہوں کیونکہ روس اس کے مسودے کے ایک دم خلاف ہے۔ جو جو امریکہ اس سولہنامے پر دستخط کریں گے ان کے بارے میں ہماری یہ رائے ہے کہ یا تو وہ امریکہ سے دب کر دستخط کر رہے ہیں یا ان کے بازو لڑائی کے لئے اتلے پھڑک رہے ہیں کہ وہ تیسری لڑائی میں اپنے کرتب دکھانے کی تہزی سے راہ دیکھ رہے ہیں۔

ہندوستان اور ممالکوں میں چاہے گندھی کا دیش نہ بھی رہا ہو پر دنیا میں سچے سچے مصلحتوں میں شانتی بٹائی دیکھنے میں وہ سو فوضی اور پوری ایمانداری سے گندھی کا دیش بنا ہوا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ جاپان کے کافی پاس ہے اور اُس کا جاپان سے سیکڑوں برس سے کلچری سمبندھ بھی رہا ہے۔ اتنا ہی نہیں وہ جاپان کی سامراج وادی کیولھوں سے ہی پوری طرح واقف ہے۔ اُس کو بھی اس

جاپانی صلح نامہ--

اس سولہنامے کا نام 'جاپانی سولہنامہ' دھوکے کا نام ہے۔ اس میں دکھاوا ہی دکھاوا ہے۔ صلح کی اصلیت نام کو بھی نہیں ہے۔ اس کا اگر ہم نام رکھیں تو وہ ہو سکتا ہے 'پریشانیت مہاساگری لڑائی نامہ' اس سولہنامے میں اُس یو۔ این۔ او۔ نے جو آج امریکہ کے ہاتھ میں کھول رہی ہے تیسری لڑائی کا ایسا بھیج بودیا ہے جس میں بہت جلدی کئے یہوتیں کہ اور جلدی ہی پہل لگ جائیں گے۔ اس سولہنامے میں صلح لہلے کے لگے جاپان کے پوزیسی لال چھون کے ماوتسے توئنگ کو بلرا تک نہیں دیا تھا۔ اور امریکہ کے ہاتھ میں کھلملے والے چھاننگ کے ملہ پر پتی باندھ دی گئی ہے۔ دھو اٹھانے کے دوسرے ملک وہ سب جہاں تک ہمیں پتہ چلا ہے اس سولہنامے کو پسند نہیں کرتے اور ایشیا کے ملکوں کی پسندگنی تو اس نے لگے بے حد ضروری تھی۔ پر نہ جانے اس بے حد ضروری کو یو۔ این۔ او۔ نے بے حد کی حد لاکھ کر صرف بے ضروری کیوں سمجھا۔

امریکہ اور انگریز دونوں مل کر اس سولہنامے کے تماشے کو ستمبر کے پہلے ہفتے میں سان فرانسسکو میں دیکھانے والے ہوں اور بڑی آن بان سے دیکھانے والے ہوں کیونکہ روس اس کے مسودے کے ایک دم خلاف ہے۔ جو جو امریکہ اس سولہنامے پر دستخط کریں گے ان کے بارے میں ہماری یہ رائے ہے کہ یا تو وہ امریکہ سے دب کر دستخط کر رہے ہیں یا ان کے بازو لڑائی کے لئے اتلے پھڑک رہے ہیں کہ وہ تیسری لڑائی میں اپنے کرتب دکھانے کی تہزی سے راہ دیکھ رہے ہیں۔

ہندوستان اور ممالکوں میں چاہے گندھی کا دیش نہ بھی رہا ہو پر دنیا میں سچے سچے مصلحتوں میں شانتی بٹائی دیکھنے میں وہ سو فوضی اور پوری ایمانداری سے گندھی کا دیش بنا ہوا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ جاپان کے کافی پاس ہے اور اُس کا جاپان سے سیکڑوں برس سے کلچری سمبندھ بھی رہا ہے۔ اتنا ہی نہیں وہ جاپان کی سامراج وادی کیولھوں سے ہی پوری طرح واقف ہے۔ اُس کو بھی اس

دیس بیدار کی خبریں

(اگست 1951)

1. مارکو کے اخبار "پرودا" میں انگریز منسٹر ماری سن کا چار وسماچار کی آزادی پر ایک لکھ اور اس کا جواب چھپا۔ لوک مائے ناک کی ایکٹوسویں برسی۔ وردھا میں گندھی وچار پریشد قائم ہوئی۔
2. ترومین چار پارلمنٹ یوجنا کے مطابق ہلدستان میں امریکی کارخانے کھلنے کا فیصلہ۔ پاکستانی بڑے وزیر کا ہل کسی شرط ہلدستان آنے سے انکار۔
3. تھل کے مسئلے پر ایران سے بات کرنے کے لئے استوائس مشن لندن سے روانہ۔ درہنگا ضلع میں زبردست بارش۔
4. کوسانگ کی بات چیت بھیج میں ہی آتک گئی۔ پرجا پارٹی کی کونسل نے کنٹرول ہٹانے کے موافق تھاپو پاس کیا۔
5. پلڈت جواہر لال کا پاکستان کو جواب۔
6. تھران میں انگلینڈ اور ایران کے بھیج بات چیت شروع۔ نئی دلی میں راج پتی نے پارلمنٹ کا نھا اجلاس کھولا۔
7. روسی سوویت کے صدر کا رشو شانتی کے لئے امریکی راجپتی کو خط۔ کوسانگ کی بات چیت پھر سے شروع کرنے کے لئے امریکی جنرل رچرے کی شرطیں۔
8. آسام کا کچھ حصہ بھوٹان کو دے دینے کا ہل پارلمنٹ میں پاس۔ سرکار کے پاس چاول کی کمی — آناج منسٹر کا اعلان۔
9. مصر کو برٹن مصر صا ح نامہ پر اعتراض۔ ہلدستان کے اٹا چماو 3 جنوری سے 24 جنوری تک ہوئے۔ ریلوے والوں نے ہوتال فی الحال نہیں کرنے کا فیصلہ کیا۔
10. پلڈت جواہر لال نے کانگریس ورکنگ کمیٹی اور سنٹرل کانگریسی پارلمنٹری بورڈ سے استعفی دے دیا۔
11. مولانا آزاد کا ورکنگ کمیٹی سے استعفی۔ دلی میں ورکنگ کمیٹی کی بھتھک شروع۔
12. پاکستان سرکار پختونستان کے لوگوں کو اپنا جلم جات حق لہنے سے نہیں روک سکتی — افغانی راج دوت کا اعلان۔
13. دلی میں ورکنگ کمیٹی کی بھتھک جاری۔
14. نپال کے راجہ دلی بھوٹچے۔
15. کانگریس صدر نے کہا کہ پلڈت جواہر لال کا استعفی کل ہلد کانگریس کمیٹی کی ایک خاص مہتک میں پیش کیا جائے گا۔ ہلدستان کے مسلمانوں کا پاکستان کی کشمیر پالیسی پر ڈاکٹر براہم کو مہمورینڈم۔
16. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
17. نوٹ — آئندہ سے ایک ماہ کی 15 تاریخ سے دوسرے کی 15 تاریخ تک کی خبریں دی جائیں گی۔

نیکالنے والے—بکرلا سبھی اور تاملناڈ راجا
اور سبھیہ پرچارکالیہم، تیرپور (دکھین بھارت)،
صفحہ 112؛ نام—بکرلا آئے۔

جب ہمارے پاس یہ کتاب آئی تو ہم حیرت میں
رہ گئے کہ یہ چھوٹا اب تک کہوں نہیں نکلی تھی۔ طرح
طرح کے مسئلوں پر مہاتما گاندھی کے چاروں کو جمع کر کے
کتابیں نکل چکی ہیں لیکن کتابیں پر جو ان کی خاص
لیکھائی تھی اب تک ندارد! اس لئے جاجو جی کا ہم
سب پر بڑا احسان ہے کہ انہوں نے مصاحبت کر کے یہ چھوٹا
تھار کی اور دنیا کے آگے رکھ دی۔

کتاب کے بارے میں کچھ بھی کہنا سوجھ کر دیکھ
دیکھنا ہے۔ ہاپو کے جو لکھنے یا اسبھیہ میں اس میں جمع
کی گئی ہیں ان میں وہ جان ہے، وہ آگ ہے، وہ سچائی
ہے کہ ہر کسی کو — اگر اس نے پہلے سے ہی اس کے خلاف
میں میں کوئی رائے نہ بھائی ہو— ماننا پڑے گا کہ چرخے ارد
کھادی کی ہلدستان کو ضرورت ہے، جتنی آزاد ہونے کے
لگے تھی اس سے کہیں زیادہ آزادی پانے کے بعد ہے۔
کھادی کے پہلے پر ہی ہمارے دیہاتی دھندے پہلےوں کے
ہمارے دیہات پہلےوں کے، ہلدستان پہلےوں کا ورنہ سب کا
بھلا دھار ہونے والا ہے، کوئی طاقت نہیں بچا سکتی۔

ہاپو میں، ہلدستان میں یا انسانی سماج میں
جیسے ذرا بھی دلچسپی ہے اس نے اگر یہ کتاب نہیں پڑھی
تو ہم کہیں گے کہ کچھ نہیں پڑھا۔ چودہ آئے میں یہ
کتاب بہت سستی ہے۔

—سوریش رامبائی

—سوریش رامبائی

چرخے کی تاتوک میمانسا

نیکالنے والے—منتری، بکرلا سبھی، سبھا پرام، بکرلا۔
صفحہ 72؛ نام ایک روپیا۔

یہ کتاب 'آئیڈیالوجی آف دی بکرلا' کا
ہندی انوواد ہے۔ منتری، بکرلا سبھی سے اتنی بھتی ضرور ہے کہ
کہ اگلی بار جب اسے چھوڑیں تو اس کی بولی سب
کی بولی جھسی کر دیں تاکہ ہر کوئی اسے آسانی سے
سمجھ سکے۔

—سوریش رامبائی

—سوریش رامبائی

کھری کہتے ہیں، سبھی کہتے ہیں، بے شک کہتے ہیں۔ کدو نے اس کتاب کے شروع میں ہی بتایا ہے کہ سماج کو روز کی زندگی کے لحاظ سے پانچ حصوں میں بانٹا جا سکتا ہے — مار کھاؤ (چھوٹا شہر جیسے)، لکھڑے (بلوچ جیسے)، چٹاگڑھ (چڑیا جیسے)، گروہ بلد (شہد کی مکھی جیسے) اور سوک (ماں جیسے)۔ یہی پانچ قسمیں حکومتوں، راہتوں میں بھی ملتی ہیں۔ یونٹنی پتوں کو جو خود کوئی مصیبت نہ کرے دوسروں کا پہنچا چوستے ہیں وہ مار کھاؤ درجہ میں گنتے ہیں، نوکر پوشہ کو لکھڑوں میں، کسانوں کو چٹاگڑھ میں، سربست دوس کو چوڑے میں، سوہا والا درجہ وہ ہے جس کی طرف گندھی جی نے ہمارا دھیان کھینچا اور جس کی خاطر انہوں نے کام کیا۔ سبھت کا اصلی نپ ہی یہی ہے کہ ہم مار کھاؤ اور لکھڑے پن سے اس حد تک سوہا کی طرف ہڑے۔

ڈاکٹر کمارپا نے بہت ہی سندر ہنگ سے سترے اور جھینسا کے آدھار پر سماج کے آئینہ اور نئیک ڈیوے کی تفسیر دی ہے جس میں انسان کو اپنے نیچے کی ترقی کا پورا موقع ملے گا اور وہ مشین کا ایک نکتہ پرزہ نہ رہ کر سماج کا ایک جاندار حصہ بنے گا جس کی سواوں کے ساتھ میں سماج اسے پالتا پھرتا ہے۔ یہی خاص چھڑ ہے جو سماج واد، سامیہ واد، سامراج واد، نازی واد وغیرہ کو ایک طرف اور گندھی واد کو دوسری طرف الگ کر دیتی ہے۔ اگر سچے سکھ اور شانتی کی انسان کو تمنا ہے تو اس راستے پر اسے چلنا ہوگا۔

خوشی کی بات ہے کہ اس کتاب میں جو آرٹھک تجویز ڈاکٹر کمارپا نے پیش کی ہے اسی کو عمل میں لانے کے لئے وہ ردھا نگر سے بیس میل دور ایک دیہات میں جا کر بیٹھ گئے ہیں اور کھیتی و غیرہ سب چیزوں کے پرہیز اپنے تھلک سے انہوں نے شروع کر دیئے ہیں۔

کتاب بہت ہی پھاری ہے اور پھلنے والے کے من کو ہر لہتی ہے۔ ہمارے دیہی بہاشاں میں اس کا انوود ضرور کیا جانا چاہئے۔

—سورہا رامپا

—سربش رامپا

دی آئیڈیالوجی آف دی چرخہ

(مہاتما گاندھی کے سادہ کے سبالت پر کچھ لکھوں
اور سپیچوں کا سمجھ)

مطابقت—ماہی جی کورن واس جاجو؛

لیکھاوت—جنگریجی؛

دی آئیڈیالوجی آف دی چرخہ

(مہاتما گاندھی کے کہانی کے سوال پر کچھ لکھوں
اور اسپچوں کا سمجھ)

مطابقت—بھائی جی کورن واس جاجو؛

لیکھاوت—جنگریجی؛

میکھتے، ان کے دل کا حال پوچھتے اور شام کو پرارتھنا میں ایک پروجن دیتے تھے۔ رات کو آرام کر صبح ۱۰ بجے نکل پڑتے۔

اپنے پروجنوں میں ونوبا جی نے سرورڈے، کھیتی، تالیم، عیوگ-بندوں، شہر-دہات، کدورتی ہلاک، سہیوگ، کدورت، ہاتھ بکھی، جن سےوا بگورا پر روشنی ڈالتی ہے اور دل میں کھڑ کر جانے والی باتیں کہی ہیں۔ مسال کے تار پر آدیل آباد فلسفے کے نمل گانوں کا پروجن لکھتے۔ اس میں انہوں نے کہا کہ ”ہمارے کھیت میں طرح طرح کے نکلے جہاز آئے ہوئے تھے۔ ان کے کاتلے کا جو کام ہوا اسی کا نام سوراج تھا۔ اب سوراج جانے کے بعد اس کھیت میں محنت کرنا ہے اور ہونا ہے۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ لوگوں کا یہی خیال ہے کہ اب تو کاتلے کا کام ہے۔ یہ بالکل غلط خیال ہے۔ تو وہ جو کھیتی میں محنت کر کے فصل لگانا ہے اسی کا نام ہے سرورڈے۔“ کاتلے سیدھے سادے لفظوں میں کتنی بڑی بات ونوبا جی نے کہ دی! اسی طرح کے انمول دنگوں سے یہ کتاب بھری ہوئی ہے۔ ونوبا جی کی سادگی، شاداد اور بے لاگ زندگی کی، ان کے دل کی تپ کی، ان کی پہلی اور دور درسی نگاہ کی، ان کے کہنے اور ٹھنڈے دماغ کی جھلک پوچھنے والے پر اثر ڈالے ہلا نہیں رہ سکتی۔ یہ کتاب پوچھنے سمجھنے اور عمل کرنے کی چیز ہے۔

تھائی سر مصنفوں کے قریب کی کتاب کا دام صرف پوس آئے دیکھ بھارت جن میں مہا منقل، وردھا نے ایک بوا بھاری آپکار کیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ ونوبا جی کی دوسری پوسٹیں اور اس طرح کا اور سامتہ بھی اسی طریقے سے نکل کر سچے جن سہوا کرتے دھلکے۔

— سریش رام بھائی

گانڈھین ایکو نامک تھات —

لکھنے والے — ڈاکٹر جے. سی. کمار پنا;

نیکالنے والے — بورا پینڈ کو، بربھ 2.

لیکھاوت — انگریزی؛ صفحہ — 72؛ دام — سوا روپہہ.

بمبئی یونیورسٹی کے ’سکول آف ایکو نامکس پینڈ سوشل جی‘ کے ڈائریکٹر، مشہور ارتہ شاستری پروفیسر سی. این. وکیل کی نگرانی میں ’لائبریری آف انڈین ایکو نامکس‘ نام سے کتابوں کی ایک مالا نکال رہی ہے۔ یہ کتاب اس مالا کا پہلا پھول ہے۔

گرامیوگ اور دیسی یا گندھی وادی ارتہ شاستر کے علمبردار ہونے کے ناتے ڈاکٹر جے. سی. کمار پنا کے نام سے یہی اور ویدی کے لوگ اچھی طرح واقف ہیں۔ وہ بات

گانڈھین ایکو نامک تھات —

لکھنے والے — ڈاکٹر جے. سی. کمار پنا;

نکالنے والے — وورا اینڈکو، بمبئی 2.

لکھاوت — انگریزی؛ صفحہ — 72؛ دام — سوا روپہہ.

بمبئی یونیورسٹی کے ’سکول آف ایکو نامکس اینڈ سوشل جی‘ کے ڈائریکٹر، مشہور ارتہ شاستری پروفیسر سی. این. وکیل کی نگرانی میں ’لائبریری آف انڈین ایکو نامکس‘ نام سے کتابوں کی ایک مالا نکال رہی ہے۔ یہ کتاب اس مالا کا پہلا پھول ہے۔

گرامیوگ اور دیسی یا گندھی وادی ارتہ شاستر کے علمبردار ہونے کے ناتے ڈاکٹر جے. سی. کمار پنا کے نام سے یہی اور ویدی کے لوگ اچھی طرح واقف ہیں۔ وہ بات

لیئے یا بیٹھے ہوا دل کو بھرنے کے لیے وہ آنکھ پھیلانے لگے۔
 دماغ میں نہ جانے کھوں بھگہ کیا تھا کہ کالے لوگوں پر
 شوکت دکھا کر اثر قائم رکھا جاسکتا ہے۔ آنکھ
 کو اور شان شوکت دکھا کر انگریز ہندوستان پر راج
 چاہتے تھے۔ سامراج کی دیوار کو جات بھڑ، رنگ
 اور بے جا ابھیمان مضبوط کرتے تھے۔ جو انگریز ہوی
 آج کی سہوا کے لیے انگلینڈ سے آتا تھا وہ انہیں شرابیوں
 دمست یہاں آتا تھا۔ سامراج کی یہ شرابیوں قبیلا
 کو بددمست نہیں کر پائیں۔ اس کا دل مزدوروں کے
 دھوکے کا ہے۔ وہ ایک انگریز اور ایک کالے ہندوستانی
 فرق نہیں کرتا۔ مزدوروں کی اس کے دل میں عزت
 ان سے ہمدردی رکھتا ہے۔ قبیلا ہوتا کو دوسرے انگریز
 سمجھتے تھے۔ مزدوروں سے ہمدردی رکھنے کے
 لیے ایلی پریسکا کو چھوڑنا پڑا، سول سروس چھوڑنی
 چاہئے بنگان کی ڈاکٹری چھوڑنی پڑی۔ لیکن وہ خواہش
 اس نے دکھ سہا تھا پھرتوں کے لیے، مانوتا کے لیے۔
 ناول گنگو نامی کسان کی کہانی ہے اور اس کہانی کا
 دیگی ملت کی کولی کھانڈ گنگو کی موت پر ہوتا
 گنگو اصل میں ہندوستان کے کسان سماج کا نمائندہ
 اس ناول میں انگریزی سامراج سے پیدا ہونے والی
 بھانوں اور چرتوں کا چکر سندر قہلک سے کھا گیا ہے۔
 ہی سامراج کی لوٹ کھسوٹ اور ظلم کی سچی کہانی
 بھان، ایک کولی، اپنے بچوں میں سمیٹ کر ویدیہی جلدنا
 گئی ہے اور انہیں ہمارا ہمدرد بنایا ہے۔

—محبوب دھوی

—سُجیو ریجیوی

سर्वोदय यात्रा

लिखने वाले—आचार्य विनोबा भावे.

निकालने वाले—भारत जैन महामण्डल, वर्धा.

लिखावट—नागरी, सफे 161; दाम सबा रुपया.

यह किताब उन फूलों का हार है जो रोज शाम को प्रार्थना
 के बाद विनोबा जी की बानी से बरसते थे. उन दिनों जब
 कि वह वर्धा से हैदराबाद तक की तीन सौ मील से ऊपर
 की यात्रा पैदल पूरी कर रहे थे. यह यात्रा 8 मार्च 1951
 से शुरू होकर 7 अप्रैल को खत्म हुई, यह यात्रा मध्य प्रदेश
 के वर्धा और यवतमाल जिलों के गांवों में होकर निजाम की
 रियासत हैदराबाद, आदिलाबाद, निजामाबाद, मेदक
 और हैदराबाद जिलों के गांवों में हुई. विनोबा जी रोज
 सुबेरे साढ़े चार पाँच बजे निकल जाते थे, दस-बारह-सत्रह
 मील चल कर एक गांव में ठहर जाते, वहाँ के लोगों से

وودے یا ترا

لکھنے والے — آچارہ ونوبا بھاوے .

نکالنے والے — بھارت جہن مہا مغلّال، وردھا .

لکھاوت — ناگری، صفحے 161؛ دام سوا روپیہ .

یہ کتاب ان پھولوں کا ہار ہے جو روزِ شام کو پرارتھنا
 مد ونوبا جی کی بانی سے برستے تھے . ان دنوں جب
 وہ وردھا سے حیدرآباد تک کی تین سو مہل سے اوپر
 باترا پیدل پوری کر رہے تھے . یہ باترا 8 مارچ 1951
 شروع ہوکر 7 اپریل کو ختم ہوئی . یہ باترا مدھیہ
 میں کے وردھا اور بھت مال ضلعوں کے گاؤں میں ہو
 طام کی ریاست حیدرآباد کے عادل آباد، نظام آباد،
 ک لہر حیدرآباد ضلعوں کے گاؤں میں ہوئی . ونوبا
 روزِ سویرے ساڑھے چار باترے بچھ لکھ جاتے تھے، دس بارہ
 مہل چلکر ایک گاؤں میں ٹھہر جاتے، وہاں کے لوگوں سے

دو پتیاں، ایک کلتی

لکھنے والے—ڈاکٹر سُرکاراج آنند؛ لکھاوت—
ناگری، صفحہ 277؛ تیسرا—چار روپے پتیج آئے۔

نکالنے والے—چیتنا پکاران لیمیٹڈ، آبائی روڈ،
دھیراواڈ دھولن۔

دش سے جیواکھ شیدش میں ڈاکٹر سُرکاراج آنند
آپنی رچناؤں کے لیے مشاہیر ہیں۔ انکی رچناؤں بنگرےجی
भाषा में होती हैं। डॉक्टर आनंद का पहला नावेल 'कुली'
का तरजुमा लगभग सभी योरोपी भाषाओं में हो चुका है।
'दो पतियां, एक कली' भी अंगरेजी भाषा में है। इस का
अनुवाद श्री श्यामू सन्यासी ने किया है। अनुवाद में बहाव
और भाषा की स्वाभाविकता दोनों हैं। जमादारों के जुल्म
और साहूकारों की लूट से परेशान होकर किसान मजदूर
बनने पर मजबूर हो जाता है। हिन्दुस्तान में अंगरेजी
साम्राजवादियों को यहां का कच्चा माल लूटना था, उन्हें
सस्ते मजदूरों की जरूरत थी। इसी लूट खसोट, जुल्म
जियादती और इन से पैदा होने वाले क्रूरता असरों का
चित्रन इस नावेल में किया गया है।

होशियर पुर गांव के गंगू नामी किसान की जायदाद
पर साहूकार कब्जा जमा लेता है। जमीन का मोह उसे
मजदूरी कर के अपनी जमीन वापस लेने का आदेश देता
है। उसी गांव के एक बूटा राम नाई के जाल में फंस कर
गंगू बाय बगान में आ जाता है। किसान का भ्रम यहां
टूट गया। बूटा राम हमदर्द होने के बजाय साहब लोगों
का ऐजेंट निकला। गंगू ने बड़े दुख से कहा "नाऊ बड़ा
छतीसा"। नौकर शाही का यह सिद्धान्त है कि हर एक
अपने बड़े की गाली सुनता और खुशामद करता है
और अपने से छोटों को गाली देता है और खुशामद
करवाता है। कहते हैं बिना इस सिद्धान्त के नौकर शाही
बल ही नहीं सकती। बाय बगान के साहबों, क्लरकों,
सरदारों, चपरासियों, बैरों सभी का यह सिद्धान्त है। सब
से कमजोर कुली है। उसी पर इन सब का गुस्सा उतरता
है, और हर एक किसी न किसी तरह कुलियों को सताता
और रिशवत लेता है, गामी और शाही का भी विचार नहीं
करता। सुलामी की प्रवृत्ति ने हिन्दुस्तानियों को पत्थर बना
दिया था। वह इनसानी भावनाओं से हमदर्दी करना भी
भूल गया थे। गंगू की पत्नी मरी पड़ी थी, बेचारा कफन के
लिये इरज-बूँद रहा था और हिन्दुस्तानी क्लर्क और
चपरासी साहब से मिलवाने और सिफारिश करने के लिये
उस कुली आदमी से रिशवत मांग रहे थे। इस दरय का
चित्रन रोय करके कर देता है। अंगरेज हिन्दुस्तान में सुट्टी
कर रहे थे, वह रोहड़ करे हुए रहते थे। अपने घर को छुपाने के

دو پتیاں، ایک کلتی

لکھنے والے—ڈاکٹر ملک راج آنند؛ لکھاوت—ناگری؛
صفحہ 277؛ تیسرا—چار روپے پتیج آئے۔

نکالنے والے—چیتنا پکاران لیمیٹڈ، عابد روڈ، جھڑاواڈ
دھولن۔

دیش سے زیادہ ودیش میں ڈاکٹر ملک راج آنند
اپنی رچناؤں کے لئے مشہور ہیں۔ ان کی رچنائیں
انگریزی بھاشا میں ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر آنند کا پہلا ناول
'کلی' کا ترجمہ لگ بھگ سبھی یورپی بھاشوں میں ہو
چکا ہے۔ 'دو پتیاں، ایک کالی' بھی انگریزی بھاشا میں ہے۔
اس کا انوواد شری شامو سنہاس نے کیا ہے۔ انوواد میں
بھاو اور بھاشا کی سوا بھاوکتا دونوں میں۔ زمہنداروں کے
ظلم اور ساہوکاروں کی لوت سے پریشان ہوکر کسان مژدور
بننے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ہندستان میں انگریزوں
سامراج وادہوں کو یہاں کا کچا مال لوٹنا تھا، انہوں سستے
مژدوروں کی ضرورت تھی۔ اسی لوت کھسوت، ظلم زیادتی
اور ان سے پیدا ہونے والے قدرتی اثروں کا چکرن اس ناول
میں کیا گیا ہے۔

ہوہار پور گاؤں کے گنگو نامی کسان کی جائداد
پر ساہوکار قبضہ جما لیتا ہے۔ زمین کا موہ اسے
مژدوری کر کے اپنی زمین واپس لینے کا آدیش دیتا ہے۔
اسی گاؤں کے ایک بوٹا رام نائی کے جال میں پھنس کر
گنگو چائے بکان میں آجاتا ہے۔ کسان کا بھرم بھان ٹوٹ گیا۔
بوٹا رام ہمدرد ہونے کے بجائے صاحب لوگوں کا ایجنت
نکلا۔ گنگو نے بڑے دکھ سے کہا "ناؤ بڑا چھتہسا"۔ نوکر
شاہی کا یہ سدھانت ہے کہ ہر ایک اپنے بڑے کی گالی سنتا
اور خوشامد کرتا ہے اور اپنے سے چھوٹوں کو گالی دیتا ہے اور
خوشامد کرواتا ہے۔ کہتے ہیں بلکہ اس سدھانت کے نوکر
شاہی چل ہی نہیں سکتی۔ چائے بکان کے صاحبوں
کلرکوں، سرداروں، چپراسوں، بدور سبھی کا یہ سدھانت
ہے۔ سب سے کمزور کلی ہے۔ اسی پر ان سب کا غصہ
اُترتا ہے، اور ہر ایک کسی نہ کسی طرح قلموں کو ستاتا
اور رشوت لیتا ہے، غمی اور شادی کا بھی وچار نہیں کرتا۔
قلموں کی پرورتنی نے ہندوستانیوں کو پتھر بنا دیا تھا۔ وہ
انسانی بھائناؤں سے ہمدردی کرنا بھی بھول گئے تھے۔
گنگو کی پتنی مری پڑی تھی، بے چارا کفن کے لئے قمرے
تھوٹکے رہا تھا اور ہندستانی کلرک اور چپراسی صاحب
سے ملوانے اور سنارہی کرنے کے لئے اس دکھی آدمی سے
وہوت مانگ رہے تھے۔ اس درشہ کا چکرن روٹھن کھڑے
کر دیتا ہے۔ انگریز ہندستان میں ملکی بھرتے۔ وہ
بے حد قمرے ہوئے دھتے تھے۔ اپنے قمر کو چھپانے کے

خود نابھورام جی پریسی نے۔ کتاب کے نام سے پڑھنے والوں کو کتاب میں کچھ لکھا ہے یہ سمجھنے میں کوئی دقت نہیں ہو سکتی اور پلٹت سکہ دل سنگھوی نے یہ لکھ کر کہ ”ایسے لکھک کا براہمن پر مہرا میں جھوٹ دھنا نوپک کا جھوٹ لکھن ہے“ یہ بتا دیا ہے کہ کتاب اپنے تھلک کی ایسی ہے جیسی اب تک اس سے پہلے کبھی نہیں لکھی گئی۔ ہم شری سنگھوی جی کی رائے میں رائے ملتے ہوئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر یہ کتاب بولتی ہندی میں لکھی جائے تو ہندستان میں ایک کرائی پھدا کر سکتی ہے۔ اور وہ کرائی پھلے کے لئے ہی ہوگی۔ یہ کتاب کچھ ہندو دھرم سے چومکر نہیں لکھی گئی۔

یہ کتاب کچھ ہندو دھرم سے چیدکر نہیں لکھی گئی۔ بڑے ٹنڈے جی سے इतिहास और विज्ञान دونों को निगाह में रखकर किसी का पक्षपात किये बिना लिखी गई है۔ जिन्होंने इसको लिखा है और जो कुछ उन्होंने इसमें कहा है वह वैसा कहने के हर तरह अधिकारी हैं क्योंकि वह संस्कृत के अच्छे ज्ञाता और चारों वेदों के पाठी होने के साथ साथ पच्छिमी विद्या अंगरेजी के जानकार भी हैं और पच्छिमी दर्शन शास्त्र को भी उन्होंने खूब पढ़ा है۔ कार्ल मार्क्स का भी किताब में जगह जगह हवाला है۔ कम से कम पौन सौ किताबों का इस किताब में निचोड़ मौजूब है۔ इस किताब की भूमिका लिखी है श्री नरेन्द्र देव जी ने۔

اس پستک کو ہمارے پاس مسالوچنا کے لیے آف ڈیڈ بارس ہو چکا۔ ہم تین بار اسکو پڑھ چکے اور ہر بار کچھ نہ کچھ ہماری جانکاری بڑی ہوئی۔ ہم اس پر ایک بڑی آلوچنا لکھنا چاہتے تھے پر کسی وجہ سے ویسا نہ کر سکے۔ اس وقت تو ہم اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب آنکھوں کھولنے والی کتاب ہے۔ اس میں کسی انلی ہے کہ اسکی ہواشا انلی سلسکرت سے کر دی گئی ہے۔ اے۔ میں ہندی لے کر پاس کرنے والا ویدیا رہی ہوئی اسے آسانی سے نہیں سمجھ سکتا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ سادھارن ہندی جان کاروں کے لئے یہ کتاب لکھی ہوئی نہیں گئی۔ پر دھرم پستکوں کی طرح یہ گہر میں دکھلے لائق تو ہے ہی۔

اس پستک کا مسئلہ اس ویاکھان کرم سے لیا گیا ہے جو لکھک نے نابھور وشو ویدالے میں دیئے تھے۔ اسلئے یہ یونہیروستی لائبریریوں میں دھلے کے کام کی زیادہ ہے اور معمولی آدمیوں کے کام کی کم۔

ایسی کتاب میں انڈیکس کا نہ ہونا بڑی بھاری کمی ہے۔ دوسرے ارتیشن میں پرکاشک اس کا خیال رکھیں۔ ہامی کے طور پر ہم کتاب میں سے نہچے کچھ دیئے دیتے ہیں:

”لوک مانیہ تلک لے ہندو دھرم کا جو نمون لکھت لکھن کھا ہے وہ سلعوش جلدک نہیں ہے۔“

پرا مانیہ ہندو ویدیشو سادھنا نام نیکتا۔

اپاسھا نام نہتہ ایتدھرمسید لکشتم۔

संघवी ने अपना अवलोकन लिखा है। पढ़ने वालों को ग्रन्थ शुरू करने से पहले उसे जरूर पढ़ लेना चाहिये, ऐसा करने से किताब के पढ़ने में किसी जगह भी अरुचि का डर नहीं रहेगा। यह किताब मराठी में लिखी गई है, गुजराती रूप इसका दिया जा चुका है और हिन्दी में इसको इस पुस्तक माला ने निकाला है। इस किताब में कोसाम्बी जी ने जहां आलोचना की है वहां खासी पैनी कर दी है। अगर इतनी पैनी न होती तब भी काम चल सकता था। पढ़ने वाले अगर उस पैनी आलोचना से अपने आपको बचालेंगे तो इस किताब में जो सचाई भरी पड़ी है उसका पूरा आनन्द ले सकेंगे।

कोसाम्बी जी ने इस किताब में हजारों बरस पहले से आज के दिन तक भारतीय संस्कृति के अनेकों रूपों को बड़ी गहराई से पढ़ समझ कर अपनी जो राय कायम की है वह ऐसी नहीं है जो यूँही उड़ा दी जाय। उन्होंने संस्कृति को पांच हिस्सों में बांटा है—एक वैदिक, दो श्रमन, तीन पौराणिक, चार पारवत्य, पांच संस्कृति और अहिंसा। और इन का मेल कुछ इस तरह बिठाया है जिस तरह आज तक किसी लेखक ने न किया। इसके पढ़ने में आनन्द तो आता है पर यह कहने के लिये कि कोसाम्बी जी ने जो कुछ लिखा है वही ठीक, इसके लिये इतिहास के बहुत बड़े ज्ञान की जरूरत है और उतने ज्ञान का दावा हम नहीं कर सकते। हम तो इस किताब के बारे में इतना कह सकते हैं कि आजकल जितनी ऐसी किताबें लिखी जाती हैं वह या तो इतिहास को निगाह में रखकर या विज्ञान को निगाह में रख कर या दोनों को ही निगाह में रख कर। और यह किताब जियावातर इतिहास को निगाह में रख कर लिखी गई है और इतिहास के बारे में कुछ विद्वानों की यह राय है कि वह कभी सच्चा नहीं हो सकता और हम भी इस राय के हैं। इसलिये हम को इसके समझने में थोड़ी मुशकिल होती है। हो सकता है यही मुशकिल पाठकों को भी हो।

कुछ भी सही कोसाम्बी जी ने इस किताब में ऐसे बिचार दे दिये हैं जिन पर चिन्तन करने के लिये जी मचल उठता है और ऐसी सामग्री इकट्ठी कर दी है जिससे इस विषय पर लिखने वाले लेखकों को बेहद मदद मिल सकती है।

किताब बड़े काम की है। भाशा बहुत मुशकिल नहीं है लायब्रेरियों के बड़े काम की है और लेखकों के पास तो यह रहनी ही चाहिये।

हिन्दू धर्म की समीक्षा—

यह इसी पुस्तकमाला का दूसरा फूल है। यह भी असल में मराठी में लिखी गई है और इसके लेखक हैं तर्क तीर्थ चंडित लक्ष्मन शास्त्री जोशी। इसका हिन्दी अनुवाद किया है

संस्कृत में लिखा हुआ है। पढ़ने वालों को ग्रन्थ शुरू करने से पहले उसे जरूर पढ़ लेना चाहिये। ऐसा करने से किताब के पढ़ने में किसी जगह भी अरुचि का डर नहीं रहेगा। यह किताब मराठी में लिखी गई है, गुजराती रूप इसका दिया जा चुका है और हिन्दी में इसको इस पुस्तक माला ने निकाला है। इस किताब में कोसाम्बी जी ने जहां आलोचना की है वहां खासी पैनी कर दी है। अगर इतनी पैनी न होती तब भी काम चल सकता था। पढ़ने वाले अगर उस पैनी आलोचना से अपने आपको बचालेंगे तो इस किताब में जो सचाई भरी पड़ी है उसका पूरा आनन्द ले सकेंगे।

कोसाम्बी जी ने इस किताब में हजारों बरस पहले से आज के दिन तक भारतीय संस्कृति के अनेकों रूपों को बड़ी गहराई से पढ़ समझ कर अपनी जो राय कायम की है वह ऐसी नहीं है जो यूँही उड़ा दी जाय। उन्होंने संस्कृति को पांच हिस्सों में बांटा है—एक वैदिक, दो श्रमन, तीन पौराणिक, चार पारवत्य, पांच संस्कृति और अहिंसा। और इन का मेल कुछ इस तरह बिठाया है जिस तरह आज तक किसी लेखक ने न किया। इसके पढ़ने में आनन्द तो आता है पर यह कहने के लिये कि कोसाम्बी जी ने जो कुछ लिखा है वही ठीक, इसके लिये इतिहास के बहुत बड़े ज्ञान की जरूरत है और उतने ज्ञान का दावा हम नहीं कर सकते। हम तो इस किताब के बारे में इतना कह सकते हैं कि आजकल जितनी ऐसी किताबें लिखी जाती हैं वह या तो इतिहास को निगाह में रखकर या विज्ञान को निगाह में रख कर या दोनों को ही निगाह में रख कर। और यह किताब जियावातर इतिहास को निगाह में रख कर लिखी गई है और इतिहास के बारे में कुछ विद्वानों की यह राय है कि वह कभी सच्चा नहीं हो सकता और हम भी इस राय के हैं। इसलिये हम को इसके समझने में थोड़ी मुशकिल होती है। हो सकता है यही मुशकिल पाठकों को भी हो।

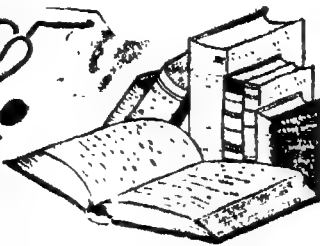
कुछ भी सही कोसाम्बी जी ने इस किताब में ऐसे बिचार दे दिये हैं जिन पर चिन्तन करने के लिये जी मचल उठता है और ऐसी सामग्री इकट्ठी कर दी है जिससे इस विषय पर लिखने वाले लेखकों को बेहद मदद मिल सकती है।

किताब बड़े काम की है। भाशा बहुत मुशकिल नहीं है लायब्रेरियों के बड़े काम की है और लेखकों के पास तो यह रहनी ही चाहिये।

हिन्दू धर्म की समीक्षा—

यह इसी पुस्तकमाला का दूसरा फूल है। यह भी असल में मराठी में लिखी गई है और इसके लेखक हैं तर्क तीर्थ चंडित लक्ष्मन शास्त्री जोशी। इसका हिन्दी अनुवाद किया है

کتابیں



کچھ

ہم چندر پستک مالا—

ہندی ग्रन्थ रत्नाकर कार्यालय, हीरा बाग, गिरगांव, बम्बई के मालिक श्री नाथूराम प्रेमी हिन्दी की अच्छी किताबें निकालने के लिये हिन्दुस्तान भर में मशहूर हैं. इस की एक वजह यह है कि वह खुद एक बड़े ऊंचे दर्जे के लेखक हैं. और दूसरी वजह यह है कि उनकी साहित्य की रुचि बड़ी ऊंची है. यह हेम चन्द्र मोदी पुस्तक माला उन्होंने ही शुरू की है. हेम चन्द्र प्रेमीजी के एकलौते बेटे थे. वह भारी जवानी में उन्हें छोड़ कर चल बसे. प्रेमी जी ने उनकी याद में दुख में गलने की जगह यही ठीक समझा कि उस जवान की मन लगती चीजें ही छापकर सस्ते दामों में पढ़ने वालों तक पहुँचा दी जायें. इस के लिये उन्होंने दस हजार रुपया अलग कर दिया. और इस तरह से बेटे की जगह बाप ने बेटे का श्राद्ध किया. यादगार का यह क्या ही अच्छा तरीका है.

इस पुस्तक माला की पांच किताबें हमें मिल चुकी हैं जिनके नाम हैं:

1. भारतीय संस्कृति और अहिंसा
2. हिन्दू धर्म की समीक्षा
3. जड़वाद
4. स्वतंत्र चिन्तन
5. नारी का मूल्य

इन में से स्वतंत्र चिन्तन और जड़वाद की आलोचना दिसम्बर सन '50 के 'नया हिन्द' में हो चुकी है. बाकी तीन की इसी अंक में दी जा रही हैं.

इस पुस्तक माला के सभी ग्रन्थ ऐसे हैं जो हर छात्रों की और हर घर में होना चाहियें.

भारतीय संस्कृति और अहिंसा

यह हेम चन्द्र मोदी पुस्तक माला का पहला फूल है. इसके लेखक हैं स्वर्गीय धर्मानन्द कोसाम्बी. इसका दाम दो रुपये है. इस पुस्तक के शुरू में मशहूर पंडित सुखलाल

हेम چندر پستک مالا—

ہندی گرنٹھ رتناکر کارہالہ، ہیرا باغ، گولگان، بمبئی کے مالک شری ناتھورام پریمی ہندی کی اچھی کتابیں نکلانے کے لئے ہندستان بھر میں مشہور ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ خود ایک بڑے اونچے درجے کے لکھک ہیں۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کی سادہ سادہ ہی بڑی اونچائی ہے۔ یہ ہم چندر موڈی پستک مالا انہوں نے ہی شروع کی ہے۔ ہم چندر پریمی جی کے اکلوتے بھتیجے تھے۔ وہ بھری جوانی میں انہیں چھوڑ کر چل بسے۔ پریمی جی نے ان کی یاد میں دیکھ میں کلمے کی جگہ یہی ڈھک سمجھا کہ اس جوان کی من لگتی چیزیں ہی چھپ کر سستے دامنوں میں پڑھنے والوں تک پہنچادی جائیں۔ اس کے لئے انہوں نے دس ہزار روپیہ الگ کر دیا۔ اور اس طرح سے بھتیجے کی جگہ باپ نے بھتیجے کا ش्राद्ध کیا۔ یادگار کا یہ کیا ہی اچھا طریقہ ہے۔

اس پستک مالا کی پانچ کتابیں ہمیں مل چکی ہیں جن کے نام ہیں:

1. بھارتیہ سندسکرتی اور اہلسا
2. ہندو دھرم کی سمیکشا
3. جڑ واد
4. سونلتنر چلتن
5. ناری کا مولی

ان میں سے سونلتنر چلتن اور جڑ واد کی آلوچنا دسمبر سن '50 کے 'نیا ہند' میں ہو چکی ہے۔ باقی تین کی اسی اٹک میں دی جارہی ہیں۔

اس پستک مالا کے سبھی گرنٹھ ایسے ہیں جو ہر لکھری اور ہر گھر میں ہونا چاہئیں۔

بھارتیہ سندسکرتی اور اہلسا

یہ ہم چندر موڈی پستک مالا کا پہلا پھول ہے۔ اسکے لکھک ہیں سورگیت دھرمائنند کوسامبھی۔ اسکا دام دو روپیہ ہے۔ اس پستک کے شروع میں مشہور پلڈت سکھ لال

کی۔ ماں نے کہا کہ تُو جو سوشیلا کی इतनी تारीک کرتی ہے تو फिर तू भी उसकी तरह क्यों नहीं पढ़ना लिखना शुरू करती. कुशीला ने कहा कि मेरा मन तो पढ़ने लिखने में लगता नहीं है. मैं सुशीला की तरह किस तरह काम करूं. मां ने कहा कि जब सुशीला का मन लग जाता है तो तेरा क्यों नहीं लगता. उसी के पास तू भी जा कर बैठा कर और जिस तरह वह सब करती है उसी तरह तू भी करना शुरू कर दे. कुशीला ने कहा कि अच्छी बात है मैं आज शाम को सुशीला से पूछूंगी.

नोट:—सुशीला और कुशीला की कहानी का यह सिलसिला यहाँ खत्म हो जाता है, मगर आगे की एक चिट्ठी में इसका नतीजा यह निकला है कि सुशीला के अच्छे असर में आकर कुशीला ने भी अपना मन पढ़ने लिखने में लगाया और अपना हर काम ठीक वक़्त पर सलीके से करना और पढ़ना सीखा, और थोड़े ही दिनों में वह भी एक बहुत अच्छी लड़की बन गई.

भारत देस

(बहन सैयदा फरहत)

कितना अच्छा, कितना प्यारा
सुन्दर भारत देश हमारा
फूल हैं इसमें रंग बिरंगे
नीले, पीले, सव्ज और ज़दे

सब से है इस बाग की शोभा
बाग का जीवन, सबका एका

भारत माता सबकी मां है
सब में अटकी उसकी जाँ है

हिन्दू, मुसलिम, सिक्ख, ईसाई
उसके पूत, आपस के भाई

सब के सुख से उसको सुख है
कोई दुखी हो, उसको दुख है

भारत बाग की नन्ही कलियो
नन्दे मुन्ने, प्यारे बच्चो !

बाग को अपने खूब सजाओ
अपनी लुगट से महकाओ

सब फूलों को अपनाओ तुम
पीत भरे नरामे गाओ तुम

बाग की रक्षा कर्ज है तुम पर
देश की सेवा कर्ज है तुम पर

(उरदू 'आजकल' से)

گوی۔ ماں نے کہا کہ تُو جو سوشیلا کی اتنی تارک کرتی ہے تو پھر تو بھی اُسکی طرح کیوں نہیں پڑھنا لکھنا شروع کرتی. کوشیلا نے کہا کہ میرا من تو پڑھنے لکھنے میں نہیں لگتا ہے۔ میں سوشیلا کی طرح کس طرح کام کروں۔ ماں نے کہا کہ جب سوشیلا کا من لگ جاتا ہے تو تھرا کیوں نہیں لگتا۔ اُسی کے پاس تو بھی جا کر بیٹھا کر اور جس طرح وہ سب کرتی ہے اُسی طرح تو بھی کرنا شروع کر دے۔ کوشیلا نے کہا کہ اچھی بات ہے میں آج شام کو سوشیلا سے پوچھوں گی۔

نوٹ:—سوشیلا اور کوشیلا کی کہانی کا یہ سلسلہ یہاں ختم ہو جاتا ہے، مگر آگے کی ایک چٹھی میں اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ سوشیلا نے اچھے اثر میں آکر کوشیلا نے بھی اپنا من پڑھنے لکھنے میں لگایا اور اپنا ہر کام تھوک و کھٹ سے کرنا اور پڑھنا سوکھا اور تھوڑے ہی دنوں میں وہ بھی ایک بہت اچھی لڑکی بن گئی۔

بھارت دیس

(بہن سیدہ فرحت)

کتنی اچھا، کتنا بھارا
سندر بھارت دیس ہمارا
پھول ہیں اس میں رنگ، برنگ
نیلے، پیلے، سبز اور اودے

سب سے ہے اس باغ کی شوہا
باغ کا جہول سب کا ایک

بھارت ماتا سب کی ماں ہے
سب میں اتنی اس کی جاں ہے

ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی
اس کے پوت، آپس کے بھائی

سب نے سکھ سے اس کو سکھ ہے
کوئی دکھی ہو، اس کو دہ ہے

بھارت باغ کی ننھی کلہو
نلہ ملے، پیارے بچو !

باغ کو اپنے خوب سجاؤ
اپنی خوشبو سے مہکاؤ

سب پھولوں کو اپناؤ تم
پریت بھرے نغمے گاؤ تم

باغ کی رکھا فرض ہے تم پر
دیس کی سیوا فرض ہے تم پر

(اردو 'آج کل' سے)

راہے،

کل کی بیٹی کی طرح آج ہی سوشلہ کو شہلا کی باتیں لکھی جاتی ہیں۔ سوشلہ نے کہا کہ بالوں کا گلدنا تو آسان ہے کہونکہ اُن کو ہر طرح سے چھو سکتے ہیں، تول سکتے ہیں اور ایک ایک لک کر کے گن سکتے ہیں۔ مگر تاروں کو تو نہ چھو سکتے ہیں نہ الگ الگ کر سکتے ہیں۔ پھر یہی گلدن والوں نے جتنے تارے آنکھ سے دکھائی دیتے ہیں اُن کو تو گن ہی لیا ہے۔ اُن کے علاوہ جتنے بڑی سے بڑی دور دراز سے دکھائی دیتے ہیں اُن کو بھی گن لیا ہے۔ اور صرف گلدن ہی نہیں ہے بلکہ ہر ایک تارے کا نام رکھ دیا ہے، اور ان کی فہرستیں بنائی ہیں اور اُنکو پہچاننے کی ترکیبیں نکال لی ہیں۔ کو شہلا نے پوچھا کہ تاروں کو کیوں کر گن سکتے ہیں وہ تو اتنی دور ہیں اور چھو نہیں دیتے وہاں ایک کے اوپر ایک پاس پاس کچھ دکھائی دیتے ہیں۔ سوشلہ نے کہا ابھی تو میں نے اتنا پڑھا نہیں ہے کہ سب طرح کے تاروں کو گن لوں اور پہچان لوں۔ مگر بڑے بڑے مشہور مشہور تاروں کا پہچاننا تو کچھ ہی مشکل نہیں ہے۔ یہ جو طرح طرح کی شکلوں تاروں کی ہیں نے کل رات کو تمہیں دکھائیں یہ اسی واسطے تو بنائی ہیں کہ جو جو تارے اُن شکلوں کو بناتے ہیں وہ فوراً پہچانے جاسکیں۔ کو شہلا نے پوچھا کہ اچھا بتاؤ کہ جتنے تارے ہمیں آنکھ سے دکھائی دیتے ہیں وہ کتنے ہیں۔ سوشلہ نے کہا کہ جتنے تارے آنکھ سے صاف دکھائی دیتے ہیں وہ تو صرف تین ہزار ہیں۔ اور ان میں سے تین سو یا چار سو تارے ایسے ہیں کہ جو اُن شکلوں کے ذریعے جو میں نے کل تمہیں دکھائیں، بڑی آسانی سے پہچانے جاسکتے ہیں۔ باتوں کا پہچاننا ذرا مشکل ہے، کو شہلا نے کہا کہ اری سوشلہ تجھے یہ سب باتیں کہوں کر اور کہاں سے معلوم ہوئیں۔ سوشلہ نے کہا کہ کچھ تو کتابوں کے پڑھنے سے اور کچھ اپنے بڑے بھائی سے جو دلچسپ ہیں پڑھتے ہیں۔

یہ باتیں ہر وہی دہی تھیں کہ اُنلے میں پانچ بیج لگے۔ سوشلہ نے کہا کہ میرے تو اُنلے کا وقت ہو گیا۔ میں تو اب نہالے دھولے جاتی ہوں، پھر پڑھنے لکھنے کا کام کرؤنگی۔ بہتر ہے کہ تم بھی اسی طرح کرو۔ سب کام ٹھیک وقت پر کرنے چاہئیں تاکہ فضول وقت ضائع نہ ہو۔ تم میری اچلی چادر اپنے بستروں میں باندھ کر لے جاؤ۔ میں تمہاری مہلی چادر کل تک دھواؤں گونگی۔ پھر چادر میں بدل لینگے۔ یہ کہ کر سوشلہ تو اُٹھ کر چلی گئی اور کو شہلا ایسا بسترا باندھ کر اپنے کمر چلی گئی اور اپنی ماں سے جا کر سوشلہ کی بڑی تारीک

کلی کی بیٹی کی طرح آج ہی سوشلہ کو شہلا کی باتیں لکھی جاتی ہیں۔ سوشلہ نے کہا کہ بالوں کا گلدنا تو آسان ہے کہونکہ اُن کو ہر طرح سے چھو سکتے ہیں، تول سکتے ہیں اور ایک ایک لک کر کے گن سکتے ہیں۔ مگر تاروں کو تو نہ چھو سکتے ہیں نہ الگ الگ کر سکتے ہیں۔ پھر یہی گلدن والوں نے جتنے تارے آنکھ سے دکھائی دیتے ہیں اُن کو تو گن ہی لیا ہے۔ اُن کے علاوہ جتنے بڑی سے بڑی دور دراز سے دکھائی دیتے ہیں اُن کو بھی گن لیا ہے۔ اور صرف گلدن ہی نہیں ہے بلکہ ہر ایک تارے کا نام رکھ دیا ہے، اور ان کی فہرستیں بنائی ہیں اور اُنکو پہچاننے کی ترکیبیں نکال لی ہیں۔ کو شہلا نے پوچھا کہ تاروں کو کیوں کر گن سکتے ہیں وہ تو اتنی دور ہیں اور چھو نہیں دیتے وہاں ایک کے اوپر ایک پاس پاس کچھ دکھائی دیتے ہیں۔ سوشلہ نے کہا ابھی تو میں نے اتنا پڑھا نہیں ہے کہ سب طرح کے تاروں کو گن لوں اور پہچان لوں۔ مگر بڑے بڑے مشہور مشہور تاروں کا پہچاننا تو کچھ ہی مشکل نہیں ہے۔ یہ جو طرح طرح کی شکلوں تاروں کی ہیں نے کل رات کو تمہیں دکھائیں یہ اسی واسطے تو بنائی ہیں کہ جو جو تارے اُن شکلوں کو بناتے ہیں وہ فوراً پہچانے جاسکیں۔ کو شہلا نے پوچھا کہ اچھا بتاؤ کہ جتنے تارے ہمیں آنکھ سے دکھائی دیتے ہیں وہ کتنے ہیں۔ سوشلہ نے کہا کہ جتنے تارے آنکھ سے صاف دکھائی دیتے ہیں وہ تو صرف تین ہزار ہیں۔ اور ان میں سے تین سو یا چار سو تارے ایسے ہیں کہ جو اُن شکلوں کے ذریعے جو میں نے کل تمہیں دکھائیں، بڑی آسانی سے پہچانے جاسکتے ہیں۔ باتوں کا پہچاننا ذرا مشکل ہے، کو شہلا نے کہا کہ اری سوشلہ تجھے یہ سب باتیں کہوں کر اور کہاں سے معلوم ہوئیں۔ سوشلہ نے کہا کہ کچھ تو کتابوں کے پڑھنے سے اور کچھ اپنے بڑے بھائی سے جو دلچسپ ہیں پڑھتے ہیں۔

یہ باتیں ہر وہی دہی تھیں کہ اُنلے میں پانچ بیج لگے۔ سوشلہ نے کہا کہ میرے تو اُنلے کا وقت ہو گیا۔ میں تو اب نہالے دھولے جاتی ہوں، پھر پڑھنے لکھنے کا کام کرؤنگی۔ بہتر ہے کہ تم بھی اسی طرح کرو۔ سب کام ٹھیک وقت پر کرنے چاہئیں تاکہ فضول وقت ضائع نہ ہو۔ تم میری اچلی چادر اپنے بستروں میں باندھ کر لے جاؤ۔ میں تمہاری مہلی چادر کل تک دھواؤں گونگی۔ پھر چادر میں بدل لینگے۔ یہ کہ کر سوشلہ تو اُٹھ کر چلی گئی اور کو شہلا ایسا بسترا باندھ کر اپنے کمر چلی گئی اور اپنی ماں سے جا کر سوشلہ کی بڑی تारीک

وہاں کو ٹیک ٹیک پڑنے اور سمجھنے سے بھگوان کا حال اور اسکی سرکاری مالدوم ہوتی ہے۔ اس واسطے چھوٹی یا بڑی جو چیز بھگوان کی بلائی ہوئی ہم کو ملے یا دکھائی دے اس کا اصل حال معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

کوشیلا نے پوچھا کہ اچھا یہ جو طرح طرح کی شکلوں تاروں کی بلائی ہیں اس کا کیا فائدہ ہے۔ کوشیلا نے کہا کہ یہ شکلوں کوئی اصوی تہوڑی ہیں۔ یہ تو صرف تاروں کو پہچاننے اور گندہ میں اور ان کو الگ الگ دوربین وغیرہ سے دیکھ کر ان کا حال معلوم کرنے کے واسطے ہیں ہی مقرر کر لی ہیں۔ اسی واسطے بعض بعض شکلوں تو ٹھیک ٹھیک مل جاتی ہیں اور بعض ٹھیک نہیں ملتیں۔ مثلاً بڑے کتے کے تو پھر بھی معلوم ہوتے ہیں، چونچہ بھی اور کن بھی۔ مگر چھوٹے کتے کا تو صرف منہ اور پیٹھ ہی پتہ دکھائی دیتی ہے۔ اصل مطلب تو ان کا صرف یہ ہے کہ سارے تارے گلے اور پہچانے جاسکیں۔ کوشیلا نے حیران ہو کر کہا کہ ہوں! تاروں کو بھی کوئی گن سکتا ہے؟ یہ تو اتنے سارے ہیں کہ کوئی ساری عمر گنے جائے تو بھی ختم نہ ہوں۔ سر کے بال اور آسمان کے تارے تو ان گنت ہیں، ان کو کیونکر کوئی گن سکتا ہے۔ کوشیلا نے کہا کہ جو پڑھے نہ لکھے نہ سوچے نہ عقل کو کام میں لائے اس کے لئے تو کوئی کام بھی آسان نہیں، سب مشکل معلوم ہونگے۔ مگر جو بھگوان کی دی ہوئی عقل کو کام میں لائے اور اچھی اچھی کتابیں پڑھ کر جو کچھ ان میں لکھا ہے اس کی بابت خوب سوچے وہ مشکل سے مشکل کام کے لئے بھی کچھ نہ کچھ طریقہ نکال لیتا ہے۔ دیکھو تمہیں تو آسمان کے تارے اور سر کے بال ان گنت معلوم ہوتے ہیں لیکن گنے والوں نے دونوں کو گن لیا ہے اور کتابیں میں لکھ دیا ہے۔ سر کے بال گندہ تو کچھ بہت مشکل بھی نہیں ہیں۔ کیونکہ اگر کسی کے بال بالکل برابر کاٹ کر تول لیں اور پھر جتنے بال ایک رتی یا ایک ماشے میں ہوں ان کو گن لیں تو پھر سارے بالوں کی گنتی معلوم ہو جائے گی۔ مثلاً اگر کسی کے سب بال جو کتے گئے آدھ پاؤ یعنی دو چھٹانک وزن میں ہوں اور ایک رتی میں سو بال گنے جائیں تو سارے بال آدھ پاؤ کی رتھاں ہلا کر پھر سو میں ضرب دینے سے نکل آئیں گے۔ جیسے دیکھو آدھ پاؤ کی دو چھٹانک اور دو چھٹانک کے 10 تولے اور دس تولوں کے 120 ماشے اور 120 ماشوں کی 960 رتھاں ہوں۔ اس لئے اگر ایک ایک رتی میں سو بال ہوتے ہیں تو 960 رتھیں میں 960 × 100 یعنی 96000 بال کل سر پر ہوتے۔ کوشیلا بڑی اچانک میں ہوں کہ آدھ پاؤ کے سر کے بال بھی گن سکتی ہے۔

کوشیلا نے پوچھا کہ اچھا یہ جو طرح طرح کی شکلوں تاروں کی بلائی ہیں اس کا کیا فائدہ ہے۔ کوشیلا نے کہا کہ یہ شکلوں کوئی اصوی تہوڑی ہیں۔ یہ تو صرف تاروں کو پہچاننے اور گندہ میں اور ان کو الگ الگ دوربین وغیرہ سے دیکھ کر ان کا حال معلوم کرنے کے واسطے ہیں ہی مقرر کر لی ہیں۔ اسی واسطے بعض بعض شکلوں تو ٹھیک ٹھیک مل جاتی ہیں اور بعض ٹھیک نہیں ملتیں۔ مثلاً بڑے کتے کے تو پھر بھی معلوم ہوتے ہیں، چونچہ بھی اور کن بھی۔ مگر چھوٹے کتے کا تو صرف منہ اور پیٹھ ہی پتہ دکھائی دیتی ہے۔ اصل مطلب تو ان کا صرف یہ ہے کہ سارے تارے گلے اور پہچانے جاسکیں۔ کوشیلا نے حیران ہو کر کہا کہ ہوں! تاروں کو بھی کوئی گن سکتا ہے؟ یہ تو اتنے سارے ہیں کہ کوئی ساری عمر گنے جائے تو بھی ختم نہ ہوں۔ سر کے بال اور آسمان کے تارے تو ان گنت ہیں، ان کو کیونکر کوئی گن سکتا ہے۔ کوشیلا نے کہا کہ جو پڑھے نہ لکھے نہ سوچے نہ عقل کو کام میں لائے اس کے لئے تو کوئی کام بھی آسان نہیں، سب مشکل معلوم ہونگے۔ مگر جو بھگوان کی دی ہوئی عقل کو کام میں لائے اور اچھی اچھی کتابیں پڑھ کر جو کچھ ان میں لکھا ہے اس کی بابت خوب سوچے وہ مشکل سے مشکل کام کے لئے بھی کچھ نہ کچھ طریقہ نکال لیتا ہے۔ دیکھو تمہیں تو آسمان کے تارے اور سر کے بال ان گنت معلوم ہوتے ہیں لیکن گنے والوں نے دونوں کو گن لیا ہے اور کتابیں میں لکھ دیا ہے۔ سر کے بال گندہ تو کچھ بہت مشکل بھی نہیں ہیں۔ کیونکہ اگر کسی کے بال بالکل برابر کاٹ کر تول لیں اور پھر جتنے بال ایک رتی یا ایک ماشے میں ہوں ان کو گن لیں تو پھر سارے بالوں کی گنتی معلوم ہو جائے گی۔ مثلاً اگر کسی کے سب بال جو کتے گئے آدھ پاؤ یعنی دو چھٹانک وزن میں ہوں اور ایک رتی میں سو بال گنے جائیں تو سارے بال آدھ پاؤ کی رتھاں ہلا کر پھر سو میں ضرب دینے سے نکل آئیں گے۔ جیسے دیکھو آدھ پاؤ کی دو چھٹانک اور دو چھٹانک کے 10 تولے اور دس تولوں کے 120 ماشے اور 120 ماشوں کی 960 رتھاں ہوں۔ اس لئے اگر ایک ایک رتی میں سو بال ہوتے ہیں تو 960 رتھیں میں 960 × 100 یعنی 96000 بال کل سر پر ہوتے۔ کوشیلا بڑی اچانک میں ہوں کہ آدھ پاؤ کے سر کے بال بھی گن سکتی ہے۔

اپنی سب چادرئیں کو سنبھال کر رکھو اور جہاں ایک ٹوکرا ہو وہاں ہی ہو اسے فوراً دھلیے کو دے دو اور دھوپیں جب کھڑے لائے تو خوب اچھی طرح دیکھ کر لو اور جو کچھ خراب دھلا ہوا ہو اسے پھر دھو کر لانے کے واسطے واپس کر دو اور اس کی دھلائی نہ دو، تو آپ سے آپ کھڑے ہوشہ اُچھے دھوپیں کہہ کر اور اچھے دھلیے لکھیں گے۔ مہرے پلاس تھیں چادرئیں اور بھی دعاوی ہوئی رکھی تھیں، میں ایک تمپھوں لائے دیکھی تھیں اور صبح تمپھا ہی مہلی چادر کو کھڑے کھاتے ایلنی دھوپیں سے دھلا دوں گی۔ پھر دیکھو تمپھا ہی چادر بھی ایسی ہی اُچھی ہو جاتی ہے کہ نہیں۔ یہ کہہ کر سوشیلا نے کوشیلا کو ایک اُچھی چادر لائی اور مہلی چادر میں کھڑے کھڑے باندھ کر رکھ دی۔ پھر جب دونوں ایلنی ایلنی کھڑے پر اٹھ کھڑے تو سوشیلا نے کوشیلا کو تاروں میں بڑا کھٹولا، چھوٹا کھٹولا، تاروں کا شور، سانپ اور پچھو، سمندر کا سانپ، اردھا اور کوا اور پھانہ یہ سب دکھایا، سفید اور لال دنیا دکھائی اور یہ بھی بتلایا کہ یہ جو تارے دکھائی دیتے ہیں ان میں سے جو لوک لوک نہیں کرتے وہ تو دنیا میں ہیں اور باقی سب سورج ہیں۔

صبح دن نکلنے سے ایک گھنٹہ پہلے جو سوشیلا کی آنکھ کھلی تو اس نے کوشیلا کو تاروں کا دیو، سانپ اور ہوا کتا اور چھوٹا کتا دکھایا۔

چلے بھان

11-6-'06

چلے وہان

11-6-'06

والدے

راہے،

کال بھی سوشیلا کوشیلا کا حال لکھا تھا آج فیر بھی۔

کوشیلا نے جب تاروں کا دیو اور کتے اور خوکھوں اور سانپ اور جہاز وغیرہ سب دیکھ لئے تو پھر اس نے سوشیلا سے پوچھا کہ ان تاروں کو دیکھنے اور پہچاننے سے فائدہ کیا؟ سوشیلا نے کہا کہ سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ بھگوان کی بدنی ہوئی جتنی زیادہ چیزوں کو ہم دیکھیں، پہچانیں اور ان کا سہی سہی حال معلوم کریں، اسی قدر زیادہ ہمیں یہ پتہ لگے گا کہ پر مشور اصل میں کون ہے، کھسا ہے اور اس کی کیا مرضی ہے۔ جس طرح ہم کو کسی آدمی کی بدائی ہوئی کتاب کو پڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ آدمی کھسا ہے اور اس کا کیا مطالب اور اسکی کیا رائے ہے، اسی طرح بھگوان کی بڑی بھاری کتاب، جو اس جگت کی شکل میں ہمارے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے،

کل بھی سوشیلا کوشیلا کا حال لکھا تھا آج پھر وہی۔

بच्चوں کی دُنیا

چہلے ودان
10-6-'06.

راہے،

کُشیلا کا من سُرشیلا میں پُسا لگا کی شام ہو گئی
اور اسے غرے جانے کی یاد ہی نہ آئی۔ سُرشیلا نے کہا
کی اگر تم رات کو یہاں ہی سو جاؤ تو میں تمہیں تارے دکھاؤں گی اور اُن
سے جو طرح طرح کی شکایاں ملتی ہیں وہ بھی۔ کُشیلا
نے کہا اچھا میں اپنے کُہر کو اُن پر ابھی آجاؤں گی۔
یہ کُہر کُشیلا نے اپنی ماں سے جا کر کہا کہ میں تو آج
سُوشیلا کے کُہر سُرُونکی۔ ماں نے پوچھا کہ کُہوں۔ کُشیلا
نے کہا کہ سُوشیلا نے تو مجھے آج بھی اچھی باتیں
سنائیں۔ مبرا من کرتا ہے کہ اُس کے پاس ہی بیٹھی
رہوں۔ ماں نے پوچھا کیا باتیں سُوشیلا نے بتائیں۔ کُشیلا
نے بتایا کہ دن میں تو پڑھنے لکھنے کی باتیں بتاتی رہی
اب رات کو تارے دکھائے گی۔ ماں نے پوچھا تاروں کو
دیکھنے سے کیا فائدہ ہے۔ کُشیلا نے کہا مجھے تو خبر نہیں۔
یہ بھی سُوشیلا سے پوچھ لوں گی۔ ماں نے کہا اچھی بات
ہے اگر سُوشیلا کے پاس تیرا اُٹنا من لگتا ہے تو وہاں جا کر
آج سو رہ۔ بستر ایلنا لے جا۔

کُشیلا اپنا بستر اُٹھا سُوشیلا کے یہاں پہنچی۔ دونوں
کی کہانیاں چھت پر بچہ لگیں۔ سُوشیلا نے جو ایلنا
بستر بچھا یا تو بڑا اُچلا اور صاف تھا۔ چادر بالکل سفید
دھالی ہوئی جس میں نہ گنجلت تھی نہ کوئی دھبہ۔
مگر کُشیلا نے جو ایلنا بستر اُٹھا تو اُس کی چادر بالکل
مہلی اور بدبو دار نکلی۔ اور سارے میں گنجلتیں پڑی
ہوئیں۔ سُوشیلا نے کہا اُرے کُشیلا مہلی چادر ہے، تم ایسی
خراب چادر پر خبر نہیں کہہ سکتی ہو۔ تم نے اُسے
دھلوایا کُہوں نہیں۔ کُشیلا نے کہا کہ ہم تو اکثر ایسے ہی
بستروں پر سوچا کرتے ہیں اور مہلی ماں کی چادر بھی
ایسی ہی مہلی کچھلی ہے۔ خبر نہیں سُوشیلا تیری
چادر ایسی اُچلی کھنکھرتی ہے۔ ہماری تو جب دھوہن
ہیں مہرور قتی۔ کُشیلا نے کہا یہ تو خبر دیکھنے کی بات ہے۔ اگر

بچوں کی دُنیا

چہلے ودان
10-6-'06

راہے،

کُشیلا کا من سُرشیلا میں پُسا لگا کی شام ہو گئی اور اسے غرے جانے کی یاد ہی نہ آئی۔ سُرشیلا نے کہا کی اگر تم رات کو یہاں ہی سو جاؤ تو میں تمہیں تارے دکھاؤں گی اور اُن سے جو طرح طرح کی شکایاں ملتی ہیں وہ بھی۔ کُشیلا نے کہا اچھا میں اپنے کُہر کو اُن پر ابھی آجاؤں گی۔ یہ کُہر کُشیلا نے اپنی ماں سے جا کر کہا کہ میں تو آج سُوشیلا کے کُہر سُرُونکی۔ ماں نے پوچھا کہ کُہوں۔ کُشیلا نے کہا کہ سُوشیلا نے تو مجھے آج بھی اچھی باتیں سنائیں۔ مبرا من کرتا ہے کہ اُس کے پاس ہی بیٹھی رہوں۔ ماں نے پوچھا کیا باتیں سُوشیلا نے بتائیں۔ کُشیلا نے بتایا کہ دن میں تو پڑھنے لکھنے کی باتیں بتاتی رہی اب رات کو تارے دکھائے گی۔ ماں نے پوچھا تاروں کو دیکھنے سے کیا فائدہ ہے۔ کُشیلا نے کہا مجھے تو خبر نہیں۔ یہ بھی سُوشیلا سے پوچھ لوں گی۔ ماں نے کہا اچھی بات ہے اگر سُوشیلا کے پاس تیرا اُٹنا من لگتا ہے تو وہاں جا کر آج سو رہ۔ بستر ایلنا لے جا۔

کُشیلا اپنا بستر اُٹھا سُوشیلا کے یہاں پہنچی۔ دونوں کی کہانیاں چھت پر بچہ لگیں۔ سُوشیلا نے جو ایلنا بستر بچھا یا تو بڑا اُچلا اور صاف تھا۔ چادر بالکل سفید دھالی ہوئی جس میں نہ گنجلت تھی نہ کوئی دھبہ۔ مگر کُشیلا نے جو ایلنا بستر اُٹھا تو اُس کی چادر بالکل مہلی اور بدبو دار نکلی۔ اور سارے میں گنجلتیں پڑی ہوئیں۔ سُوشیلا نے کہا اُرے کُشیلا مہلی چادر ہے، تم ایسی خراب چادر پر خبر نہیں کہہ سکتی ہو۔ تم نے اُسے دھلوایا کُہوں نہیں۔ کُشیلا نے کہا کہ ہم تو اکثر ایسے ہی بستروں پر سوچا کرتے ہیں اور مہلی ماں کی چادر بھی ایسی ہی مہلی کچھلی ہے۔ خبر نہیں سُوشیلا تیری چادر ایسی اُچلی کھنکھرتی ہے۔ ہماری تو جب دھوہن ہیں مہرور قتی۔ کُشیلا نے کہا یہ تو خبر دیکھنے کی بات ہے۔ اگر

ہمارا کہ جانتی ہے کہ وہ اپنی پوری شکتی ہر رجحاناتک پروگرام کے کام کو بڑھائے گی۔ ہر وہ سرورسہوا سنگھ کے نمائندے ہونے کا دعوہ نہیں کر سکتے۔

سچ سچ تو روزے سے یوگہ رجحاناتک کام کرنے والوں کا اپنی نجی 'آزاد' قلمک سے یا کسی راج کاجی پارٹی کے ممبروں کی حیثیت سے راج کاج میں حصہ لینا خود رجحاناتک پروگرام کے ہمت میں اچھا ہو سکتا ہے۔ ایسے موگے بھی آسکتے ہیں جب ہر رجحاناتک کام کرنے والے کو رجحاناتک کام کے اندر اپنی بلیانی شردھا کی رکشا کے لئے راج کاجی آندولن میں کودنا پڑے۔ لیکن یہ سوال اس سے پیدا نہیں ہوتا۔

(6) ان حالتوں میں سرورسہوا سنگھ کے لئے ایک راج کاجی پارٹی کی طرح کام کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ لیکن سنگھ چاہتا ہے کہ وہ رجحاناتک کام کرنے والے جو کسی راج کاجی سنگتوں کے ممبر ہیں اپنی پارٹیوں پر اس بات کے لئے زور ڈالوں کہ کھوج اس طرح کے لوگ ہی کھڑے کئے جاویں جو بے غرض ہوں، یوگہ میں اور جو پیسے کے یا کسی اور طرح کے بھجوا اثر میں نہ آسکیں۔ کھول اسی طرح ہم اپنی دھارا سبھاؤں کے ممبروں کے اور ان لوگوں کے جو دیہے کے اچھے شاسن کے لئے ذمہ دار ہیں نہتک یہی اخلاقی استر کو اونچا کر سکتے ہیں۔ ووٹروں کو عام طور پر سنگھ کی صلاح یہ ہے کہ انہیں کسی ایسے اہمہدوار کو ووٹ دینے سے انکار کر دینا چاہئے جسکی پداک زندگی ان کی رائے میں اتنی پوتر نہیں ہے جتنی ہوائی ضروری ہے، چاہے وہ اہمہدوار کسی ایسی پارٹی کی طرف سے بھی کہوں نہ کہوا کیا گیا ہو جس پارٹی کی طرف اس ووٹر کا نچھو جھکاؤ ہے۔ انہیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ کسی ایسے اہمہدوار کو ووٹ دینے کا جو فرقہ وارانہ وچار کا ہے یا جو اپنا مقصد پورا کرنے کے لئے ہنسب کے طریقوں کو کام میں لانے میں مہول وشولس رکھتا ہے، سوال ہی نہیں اٹھ سکتا کہونکہ یہ ہاتھیں 'سرورسہوا' کے اصولوں کے بالکل خلاف ہیں۔

پ্রেم کچھ نہیں مانگتا۔ بلیک کچھ نہ کچھ دیتا رکھتا ہے۔ پرم دیکھ سکتا ہے، کبھی ناواض نہیں ہوتا اور نہ کبھی بدلتا لیتا ہے۔ جہاں پرم ہے، وہاں بھگوان بھی ہے۔

—مہاتما گاندھی

پرم کچھ نہیں مانگتا بلکہ کچھ نہ کچھ دیتا رکھتا ہے۔ پرم دیکھ سکتا ہے، کبھی ناواض نہیں ہوتا اور نہ کبھی بدلتا لیتا ہے۔ جہاں پرم ہے، وہاں بھگوان بھی ہے۔

سچ سچ تو روزے سے یوگہ رجحاناتک کام کرنے والوں کا اپنی نجی 'آزاد' قلمک سے یا کسی راج کاجی پارٹی کے ممبروں کی حیثیت سے راج کاج میں حصہ لینا خود رجحاناتک پروگرام کے ہمت میں اچھا ہو سکتا ہے۔ ایسے موگے بھی آسکتے ہیں جب ہر رجحاناتک کام کرنے والے کو رجحاناتک کام کے اندر اپنی بلیانی شردھا کی رکشا کے لئے راج کاجی آندولن میں کودنا پڑے۔ لیکن یہ سوال اس سے پیدا نہیں ہوتا۔

(6) ان حالتوں میں سرورسہوا سنگھ کے لئے ایک راج کاجی پارٹی کی طرح کام کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ لیکن سنگھ چاہتا ہے کہ وہ رجحاناتک کام کرنے والے جو کسی راج کاجی سنگتوں کے ممبر ہیں اپنی پارٹیوں پر اس بات کے لئے زور ڈالوں کہ کھوج اس طرح کے لوگ ہی کھڑے کئے جاویں جو بے غرض ہوں، یوگہ میں اور جو پیسے کے یا کسی اور طرح کے بھجوا اثر میں نہ آسکیں۔ کھول اسی طرح ہم اپنی دھارا سبھاؤں کے ممبروں کے اور ان لوگوں کے جو دیہے کے اچھے شاسن کے لئے ذمہ دار ہیں نہتک یہی اخلاقی استر کو اونچا کر سکتے ہیں۔ ووٹروں کو عام طور پر سنگھ کی صلاح یہ ہے کہ انہیں کسی ایسے اہمہدوار کو ووٹ دینے سے انکار کر دینا چاہئے جسکی پداک زندگی ان کی رائے میں اتنی پوتر نہیں ہے جتنی ہوائی ضروری ہے، چاہے وہ اہمہدوار کسی ایسی پارٹی کی طرف سے بھی کہوں نہ کہوا کیا گیا ہو جس پارٹی کی طرف اس ووٹر کا نچھو جھکاؤ ہے۔ انہیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ کسی ایسے اہمہدوار کو ووٹ دینے کا جو فرقہ وارانہ وچار کا ہے یا جو اپنا مقصد پورا کرنے کے لئے ہنسب کے طریقوں کو کام میں لانے میں مہول وشولس رکھتا ہے، سوال ہی نہیں اٹھ سکتا کہونکہ یہ ہاتھیں 'سرورسہوا' کے اصولوں کے بالکل خلاف ہیں۔

پرم کچھ نہیں مانگتا بلکہ کچھ نہ کچھ دیتا رکھتا ہے۔ پرم دیکھ سکتا ہے، کبھی ناواض نہیں ہوتا اور نہ کبھی بدلتا لیتا ہے۔ جہاں پرم ہے، وہاں بھگوان بھی ہے۔

—مہاتما گاندھی

(4) فیر بھی یہ دھیان میں رکھنا ضروری ہے کہ آج کل کی حالت میں دھارا سبھاؤں اور سرکاروں کا اثر چلتا کی زندگی پر ہر طرف سے پڑتا ہے اور ہر جگہ اور ہر استر پر دھارا سبھانہیں اور سرکاریں واشتر کی نئی دھارا کو روک دیتی ہیں۔ ایسی حالت میں ان پارٹیوں کی سرکاریں جنہیں ایسے راج کاجی، سماجی اور مالی قہانچے میں وشواس ہے جس سے 'سرورڈے' کا آدرش پورا کرنے میں مدد نہیں مل سکتی، دھارائیک پروگرام کو پورا کرنے میں خود ہی رکاوٹ بن جاتی ہیں اور نئی نئی رکاوٹیں کھڑی کر دیتی ہیں۔ اس لئے جب کہ دھارائیک کام کرنے والوں کو اپنا کام بے روک کرتے دھارا چاہئے، انہیں سمجھ بوجھ کے ساتھ راج کاج میں اور دیہ کے ٹھہک ٹھوک شاسن میں دھارائیک لہجے کو بھی اپنی چوطرفہ دھارائیک سبھاؤں یعنی سبھاؤں کا بھی ایک حصہ سمجھنا چاہئے۔ اس کے لئے دوتروں کو اس طرح کی تعلیم دینا ان کا غرض ہے جس سے وہ اپنے وقت کی پوترتا اور اسکی شکتی کو سمجھنے لگیں اور سوچ سمجھکر اور نسوارتہ دھارائیک سے اپنے وقت کا اس طرح استعمال کرنا سیکھیں جس سے عام چلتا کا بھلا ہو اور پبلک زندگی میں پوترتا آوے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر دھارائیک کام کرنے والا کسی نہ کسی راج کاجی پارٹی کا ممبر ہی ہو۔ اصل میں ادھک اچھا یہی ہے کہ زیادہ تر دھارائیک کام کرنے والے کسی بھی راج کاجی پارٹی کے ممبر نہ ہوں۔

(5) اس سوال پر کہ سرورڈے سبھاؤں کے ممبروں کو راج کاج، چٹاو وغیرہ میں عملی حصہ لینا چاہئے یا نہیں یا خود آمہدوار ہونا چاہئے یا نہیں، سبھاؤں نے 11 اور 12 اکتوبر 1950 کے ٹھہراؤ کی فیر سے تصدیق کرتا ہے۔ وہ ٹھہراؤ یہ ہے—

”سبھاؤں کے آہدہدار اور پورا وقت دینے والے کامی، چاہے وہ تہنخواہ لیتے ہوں یا نہ لیتے ہوں، کسی راج کاجی سنگٹھن میں یا کسی گورنمنٹ یا لوکل گورنمنٹ میں کسی چٹاو کے عہدے کے لئے آمہدوار نہیں ہوں گے، اور اگر کسی طرح کے درودہ کے بھی وہ اس طرح کی کسی جگہ کے لئے چن لئے جارہیں تب بھی وہ اسے منظور نہیں کریں گے۔ وہ کسی چٹاو آندوان میں عملی حصہ نہیں لیں گے۔“

ظاہر ہے کہ اگر کسی روک ان ممبروں کے لئے نہیں ہے جو سبھاؤں کے عہدے دار یا پورا وقت دینے والے کامی کرتا نہیں ہیں۔ ایسے ممبر اگر ان کا سببندہ کسی خاص دھارائیک سسٹم سے ہے تو اس کے نہیں کے مانتصاف دیتے ہوئے اپنی نجی حیثیت سے، جس طرح وہ ٹھوک سبھاؤں راج کاج میں حصہ لینے کے لئے آزاد ہیں ان سے یہ

”سرورڈے سبھاؤں کے عہدے دار اور پورا وقت دینے والے کامی، چاہے وہ تہنخواہ لیتے ہوں یا نہ لیتے ہوں، کسی راج کاجی سنگٹھن میں یا کسی گورنمنٹ یا لوکل گورنمنٹ میں کسی چٹاو کے عہدے کے لئے آمہدوار نہیں ہوں گے، اور اگر کسی طرح کے درودہ کے بھی وہ اس طرح کی کسی جگہ کے لئے چن لئے جارہیں تب بھی وہ اسے منظور نہیں کریں گے۔ وہ کسی چٹاو آندوان میں عملی حصہ نہیں لیں گے۔“

ظاہر ہے کہ اگر کسی روک ان ممبروں کے لئے نہیں ہے جو سبھاؤں کے عہدے دار یا پورا وقت دینے والے کامی کرتا نہیں ہیں۔ ایسے ممبر اگر ان کا سببندہ کسی خاص دھارائیک سسٹم سے ہے تو اس کے نہیں کے مانتصاف دیتے ہوئے اپنی نجی حیثیت سے، جس طرح وہ ٹھوک سبھاؤں راج کاج میں حصہ لینے کے لئے آزاد ہیں ان سے یہ

آانے والے چناؤ کے بارے میں

(رचनात्मक या तामीरी काम करने वालों और
वोटروں की हिदायत)

29 जुलाई सन 1951 को वर्षा में सर्व सेवा संघ की एक बैठक हुई थी जिसमें आने वाले चुनाव के बारे में नीचे लिखा ठहराव पास हुआ :—

चूँकि सब रचनात्मक कामों का आखिरी मंशा ‘सर्वोदय’ यानी एक ऐसा समाज क्रायम करना है जिसमें कोई दूसरे से बेजा क्रायदा न उठावे और जिसकी बुनियाद सचाई, अहिंसा और सबके भले पर हो, और

चूँकि आने वाले चुनावों को निगाह में रखते हुए अलग अलग राजकाजी पारटियों की तरफ से प्रोग्राम और प्लान निकल रहे हैं जिनमें एक दूसरे से बहुत फरक नहीं है और जो एक दर्जे तक सर्वोदय की भाशा काम में लाते हैं, और

चूँकि बहुत से रचनात्मक काम करने वाले सर्व सेवा संघ से इस बारे में साक साक हिदायत चाहते हैं,

इसलिये इस मौके पर सर्व सेवा संघ इन मामलों पर नीचे लिखे मुताबिक अपने विचार और अपनी पालिसी जाहिर करता है :

(1) सर्व सेवा संघ राजकाजी पारटियों के इन प्रोग्रामों और प्लानों में से किसी को भी ‘सर्वोदय’ के क्रायम करने के लिये काफ़ी नहीं पाता. सर्व सेवा संघ को यह भी विश्वास नहीं होता कि यह पारटियाँ ताकत हासिल कर लेने पर इन प्रोग्रामों पर भी पूरी तरह और असरदार ढंग से अमल करेंगी, इसलिये यह संघ आज की राजकाजी पारटियों में से किसी को भी अपनाने के लिये तैयार नहीं है.

(2) संघ को यकीन है कि राजसत्ता से बिल्कुल अलग रहते हुए और वोटरोں की शुद्ध और निस्वार्थ सेवा में अपने को लगाए रखते हुए देश में राजकाजी शक्ति पैदा की जा सकती है और वोटरोں पर इस तरह का असर डाला जा सकता है और उनकी इस तरह रहनुमाई की जा सकती है कि वह ठीक तरह के आदमियों को ही चुन कर सत्ता की जगहों में भेजें.

(3) रचनात्मक काम करने वाले हकूमत चलाने की सीधी जिम्मेवारी अपने हाथ में लें. यह सबाल तभी पैदा होगा जब लोग खुद इस बात को महसूस करें और कहें कि वह चाहते हैं कि रचनात्मक काम करने वाले ही हकूमत अपने हाथ में लें और दूसरा कोई न ले. पर यह बर्मी अहिंसा की भाव है.

آنے والے چناؤ کے بارے میں

(رچناत्मक یا تعمیری کام کرنے والوں اور ووٹروں کو ہدایت)

29 جولائی سن 1951 کو ویدھا میں سرو سہوا سنگھ کی ایک بھتھک ہوئی تھی جس میں آنے والے چناؤ کے بارے میں نیچے لکھا تھہراو پاس ہوا :—

چونکہ سب رچناत्मक کاموں کا آخری ملشا ‘سروردے’ یعنی ایک ایسا سماج قائم کرنا ہے جس میں کوئی دوسرے سے بھجا فائدہ نہ اٹھاوے اور جس کی بھداد سچائی، اہلسا اور سب کے اہلیے پر ہو، اور

چونکہ آنے والے چناؤوں کو ناکھ میں دیکھتے ہوئے الگ الگ راج کچی پارٹوں کی طرف سے پروگرام اور اعلان نکل رہے ہیں جن میں ایک دوسرے سے بہت فرق نہیں ہے اور جو ایک درجے تک سروردے کی بھاشا کام میں لاتے ہیں، اور

چونکہ بہت سے رچناत्मक کام کرنے والے سرو سہوا سنگھ سے اس بارے میں صاف صاف ہدایت چاہتے ہیں،

اس لئے اس موقع پر سرو سہوا سنگھ ان معاملوں پر نیچے لکھے مطابق اپنے رچار اور اپنی پالسی ظاہر کرتا ہے :

(1) سرو سہوا سنگھ راج کچی پارٹوں کے ان پروگراموں اور اعلانوں میں سے کسی کو بھی ‘سروردے’ کے قائم کرنے کے لئے کافی نہیں پاتا. سرو سہوا سنگھ کو یہ بھی وشواس نہیں ہوتا کہ یہ پارٹیاں طاقت حاصل کر لھنے پر ان پروگراموں پر بھی پوری طرح اور اثردار قہلگ سے عمل کریں گی، اس لئے یہ سنگھ آج کی راج کچی پارٹوں میں سے کسی کو بھی اپنانے کے لئے تیار نہیں ہے.

(2) سنگھ کو یقین ہے کہ راج سکتا ہے بالکل الگ دھتے ہوئے اور ووٹروں کی شدھ اور نسوارتہ سہوا میں اپنے کو لکٹے دھتے ہوئے دیش میں راج کچی سکتی پھدا کی جا سکتی ہے اور ووٹروں پر اس طرح کا اثر ڈالا جا سکتا ہے اور ان کی اس طرح دھنسانی کی جا سکتی ہے کہ وہ بھک طرح کے آدمیوں کو ہی چن کر سکتا کی جگہوں میں بھیجیں.

(3) رچناत्मक کام کرنے والے حکومت چلانے کی سہدی طے داری اپنے ہاتھ میں لیں. یہ سوال تبھی پھدا ہوگا جب لوگ خود اس بات کو محسوس کریں اور کہیں کہ وہ چاہتے ہیں کہ رچناत्मक کام کرنے والے ہی حکومت اپنے ہاتھ میں لیں اور دوسرا کوئی نہ لے. پر یہ ابھی بھوشہ کی بات ہے.

کو میٹنگ کر کے آئیہندوؤں کا چناؤ کر لیا جاوے۔ دوسرے ہفتہ کو پاس کے ایک گاؤں میں سب لوگ اپنے چہرے ساتھ لیٹ جاتے۔ کٹائی کریں۔ لیکن اس سبھا میں جو سب سے اہم فیصلہ ہوا وہ یہ تھا کہ منڈل کے ممبر کسی چناؤ میں حصہ نہ لیں گے چاہے وہ مہونسپل بورڈ کا ہو یا دستوریت بورڈ کا۔ صوبے کی اسمبلی کا ہو یا سنٹرل اسمبلی کا۔ کانگریس کی دلیہندوؤں سے بھی دور رہیں گے۔

آخر میں صدر صاحب نے سب کو دھندہ واد دیا پھر میٹھانی اور نمکوں ملکا کر سب لوگوں کو چلیان دیا گیا اور سب لوگ اپنے اپنے گھر چل دیئے۔

دوسرے دن اخبار میں خبر چھپی کہ گاندھی لوگ سہوا منڈل کے نام سے شہر میں ایک سندھتا ہلی ہے جو گاندھی جی کے مشن کو آگے چلا رہی۔

پھر سلیچر کے اخبار میں خبر چھپی کہ اتوار کو منڈل کی میٹنگ ہوئی۔ سب ممبروں سے حاضر ہونے کی راتھلائی جاتی ہے۔ جگہ وہی پرانی تھی جہاں پہلی میٹنگ ہوئی تھی۔

سوموار کے اخبار میں چھپا کہ منڈل کے صدر وہی سچن چلے گئے جن کے گھر پر میٹنگ تھی۔ سکریٹری وہ نوجوان چلے گئے جنہوں نے سامہرد ایکٹ کا وردھہ کیا تھا۔ ساتھ ہی اگے اتوار کا پروگرام چھپا تھا کہ شہر کے نزدیک گاؤں میں کٹائی ہوگی۔

دوسرے سوموار کو اخبار میں خبر آئی کہ منڈل کی سبھا میں ادھک لوگ نہ جاسکے کیونکہ اس دن شہر کے ایک خاص رئیس کی موت ہوگئی تھی۔

تیسرے سوموار کو منڈل کی کوئی خبر اخبار میں نہ چھپی۔

چوتھا سوموار بھی خالی تھا۔

پانچویں سوموار کو ایک خاص خبر چھپی۔

”منڈل کے صدر شہر کانگریس کمیٹی کے چناؤ میں اپنے پنے بیروہی کو تین ووٹوں سے ہرا کر شہر کانگریس کمیٹی کے صدر چن لئے گئے۔ دونوں پارٹیوں میں بڑا سخت مقابلہ ہوا لیکن وردھہ دل کی ساری کوششیں اسپہل رہیں۔“

اور اُسکے دو دن بعد یہ خبر آئی کہ ان دنوں نوجوانوں نے جنہوں نے سامہرد ایکٹ کا وردھہ کیا تھا اور جنہوں سے ایک منڈل کے سکریٹری چلے گئے تھے کانگریس سے استعفیٰ دے دیا۔

دوسرے دن اخبار میں خبر چھپی کہ گاندھی لوگ سہوا منڈل کے نام سے شہر میں ایک سندھتا ہلی ہے جو گاندھی جی کے مشن کو آگے چلا رہی۔

پھر سلیچر کے اخبار میں خبر چھپی کہ اتوار کو منڈل کی میٹنگ ہوئی۔ سب ممبروں سے حاضر ہونے کی راتھلائی جاتی ہے۔ جگہ وہی پرانی تھی جہاں پہلی میٹنگ ہوئی تھی۔

سوموار کے اخبار میں چھپا کہ منڈل کے صدر وہی سچن چلے گئے جن کے گھر پر میٹنگ تھی۔ سکریٹری وہ نوجوان چلے گئے جنہوں نے سامہرد ایکٹ کا وردھہ کیا تھا۔ ساتھ ہی اگے اتوار کا پروگرام چھپا تھا کہ شہر کے نزدیک گاؤں میں کٹائی ہوگی۔

دوسرے سوموار کو اخبار میں خبر آئی کہ منڈل کی سبھا میں ادھک لوگ نہ جاسکے کیونکہ اس دن شہر کے ایک خاص رئیس کی موت ہوگئی تھی۔

تیسرے سوموار کو منڈل کی کوئی خبر اخبار میں نہ چھپی۔

چوتھا سوموار بھی خالی تھا۔

پانچویں سوموار کو ایک خاص خبر چھپی۔

”منڈل کے صدر شہر کانگریس کمیٹی کے چناؤ میں اپنے پنے بیروہی کو تین ووٹوں سے ہرا کر شہر کانگریس کمیٹی کے صدر چن لئے گئے۔ دونوں پارٹیوں میں بڑا سخت مقابلہ ہوا لیکن وردھہ دل کی ساری کوششیں اسپہل رہیں۔“

اور اُسکے دو دن بعد یہ خبر آئی کہ ان دنوں نوجوانوں نے جنہوں نے سامہرد ایکٹ کا وردھہ کیا تھا اور جنہوں سے ایک منڈل کے سکریٹری چلے گئے تھے کانگریس سے استعفیٰ دے دیا۔

اور اُسکے دو دن بعد یہ خبر آئی کہ ان دنوں نوجوانوں نے جنہوں نے سامہرد ایکٹ کا وردھہ کیا تھا اور جنہوں سے ایک منڈل کے سکریٹری چلے گئے تھے کانگریس سے استعفیٰ دے دیا۔

मेम्बर इकट्ठा होकर देशांत में जाया करें और वहीं सभा करके अगले इतबार का प्रोग्राम बना लिया करें.

सरदार जी ने कहा—“लेकिन सिर्फ सभा करने से तो काम नहीं चलेगा हमें कोई तामीरी काम भी करना चाहिये.”

एक सज्जन ने कहा—“हमें चाहिये कि हम हरिजनों की बस्तियों में जाकर उनका सुधार करें।”

सरदार जी ने कहा—“लेकिन हरिजनों में जाकर हमें खाली लोकचर नहीं देना चाहिये, हमें चाहिये कि हम अपने साथ अपनी औरतों को भी ले चलें, जो हरिजन बहनों में काम करें, हमें अपने साथ झाड़ू ले चलना चाहिये, जिससे कि हम उनकी बस्ती की सफाई करके उन्हें सफाई से रहना बता सकें, हमें अपने साथ साबुन और तेल भी ले चलना होगा, हम हरिजन बच्चों को नहलाएंगे, उनके सर में तेल लगाएंगे और उनके कपड़े धोकर उन्हें सिखाएंगे कि इस तरह बच्चों को साफ रखना चाहिये, हमारी औरतें यही काम हरिजन औरतों में करेंगी।”

सरदार जी के समर्थन में केवल सदर साहब बोले—
“सरदार जी ठीक कहते हैं.”

बाक़ी सब लोग ख़ामोश रहे.

फिर साम्प्रदायिकता विरोधी नौजवान ने कहा—“हमें मुसलमानों के मुहल्ले में चलकर एकता के लिये काम करना चाहिये.”

सरदार जी ने कहा—“एकता के लिये आज मुसलमानों से जियावा हिन्दुओं में काम करने की जरूरत है। पाकिस्तान बनने और बापू के शहीद होने से मुसलमानों की फिरका परस्ती बिलकुल खत्म हो गई है। अब हिन्दुओं की फिरका परस्ती खत्म करनी है। मैं यह नहीं कहता कि मुसलमानों में हमें न जाना चाहिये पर आप जानते हैं कि अभी दो महीने पहले हमारे शहर में मुसलमानों को कितना तिरस्कार पहुँचा है। जिन मुसलमानों की दुकानें जलाई गई हैं उनमें बहुत से ऐसे हैं जिनकी सारी पूँजी खत्म हो गई है। उनके पास जाने से पहले हमें हिन्दुओं के पास जाना चाहिये। प्रायश्चित्त के रूप में हमें उनसे चन्दा लेकर रूपया इकट्ठा करना चाहिये। जब हम रूपय जमा कर लें तब हम ऐसे मुसलमानों के पास जायँ जिन्हें रूपय की जरूरत है। हम उनसे माफ़ी मांगें और उनसे दरखास्त करें कि वह कुछ रूपय लेकर अपना कारबार शुरू करें। ऐसा करने ही से उनके दिल पर असर होगा और वह महसूस करेंगे कि हिन्दुओं का दिल बदला है। खाली लेकबर उन्हें सन्तांश नहीं दे सकता।”

सरदार जी की इस बात का भी केवल सदर साहब को ही समर्थन करना पड़ा, और फिर यह तय हुआ कि इतवार

مستمر اظہارِ ہمدردی و ہمدردی میں شامل کریں اور وہیں سما
کرنے والے افراد کا پروگرام بنا لیا کریں۔

سردار جی نے کہا۔ ”لیکن صرف سبھا کرنے سے تو کام نہیں چلے گا ہمیں کوئی تمہاری کام بھی کرنا چاہئے۔“
ایک سچن نے کہا۔ ”ہمیں چاہئے کہ ہم ہر جگہ
کم بستوں میں جا کر انکے سدھار کریں۔“

سردار جی نے کہا۔ "لیکن ہریجنوں میں جانور
ہمیں خالی لکچر نہیں دینا چاہئے۔ ہمیں چاہئے
کہ ہم اپنے ساتھ اپنی عورتوں کو بھی لے چلوں۔
جو ہریجن بہنوں میں کام کریں۔ ہمیں اپنے ساتھ
چھارو لے چلنا چاہئے، جس سے کہ ہم انکی ہستی
کی صفائی کر کے انہیں صفائی سے دھلا دیتا سکیں۔ ہمیں
اپنے ساتھ صابن اور تیل بھی لے چلنا ہوگا۔ ہم ہریجن
بچوں کو نہلاؤں گے، انکے سر میں تیل لگائیں گے اور انکے
کپڑے دھو کر انہیں سکھائیں گے کہ اس طرح بچوں کو
صاب رکھنا چاہئے۔ ہماری عورتیں یہی کام ہریجن
عورتوں میں کریں گی۔

سردار جی کے سمرتھن میں کھول صدر صاحب پرلے۔
 ’سردار جی ٹھیک کہتے ہوں۔‘
 باقی سب لوگ خاموش رہے۔

باقی سب لوگ خاموش رہے .

ہم سامورایہ بن کر دوردی نوجوان نے کہا۔ ”میں
مسلمانوں کے محلے میں چل کر اپنے کام کے لئے کام کرنا
چاہئے۔“

صدر دار حوی نے کہا۔ ”ایکجا کو ملے آج مسلمانوں سے
پانچ ہندوؤں میں کام کرنے کی ضرورت ہے۔ پاکستان
پہلے اور ہمارے کے شہر ہونے سے مسلمانوں کی فرقہ
پرستی بالکل ختم ہو گئی ہے۔ اب ہندوؤں کی فرقہ
پرستی ختم کرنی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ مسلمانوں
میں ہندو نہ جانا چاہئے پر آپ جانتے ہیں کہ ابھی
ابھی پہلے ہمارے شہر میں مسلمانوں کو کتنا نقصان
پہنچا ہے۔ جن مسلمانوں کی دکانیں چلائی گئی ہیں ان
میں بہت سے ایسے ہیں جن کی ساری پونجی ختم
ہو گئی ہے۔ انہی پاس جانے سے پہلے ہندوؤں کے پاس
جانا چاہئے۔ ہر شخصیت کے روپ میں ہوں ان سے چلندہ
لکچر روپے اکٹھا کرنا چاہئے۔ جب ہم روپے جمع کر لیں
پھر ہم ایسے مسلمانوں کے پاس جائیں جنہوں روپے کی
ضرورت ہے۔ ہم ان سے معافی مانگیں اور ان سے درخواست
کیں کہ وہ کچھ روپے لکچر ایسا کاروبار شروع کریں۔ ایسا
کے ہیں یہ ان کے دل پر اثر ہوگا اور وہ متحسوس کریں گے
ہندوؤں کا دل بدلے گا۔ خالی لکچر انہیں سلگوش
ہو گا۔“

سیدھا جی کی اس بات کا بھی کھول صدر صاحب
سپرٹھن کرنا ہوا۔ اور پھر یہ طے ہوا کہ اتوار

मैंने अपने मुहल्ले के लोगों से कहा कि यहाँ अस्सी बटे अखण्ड कटाई होनी चाहिये, लोग अगर पहले ही इनकार कर देते तो कोई बात न थी, मगर सब ने वादा किया और मैंने अपने घर में कटाई शुरू की, दूसरे ही दिन से लोगों का आना कम होने लगा, और आखिर में सिर्फ मैं और मेरे लड़के लड़कियाँ ही बरखा चलाते रहे, तो मेरा मतलब यह है कि हमें सब से पहले यह तय कर लेना चाहिये कि हम यहाँ जो कुछ तय करेंगे उस पर सच्चे दिल से अमल भी करेंगे, नहीं तो ऐसी किसी संस्था बनाने की कोई जरूरत नहीं, जिन को काम करना है वह हर हालत में काम करते रहेंगे, मैंने तीस बरस पहले बापू का संदेश सुना और तब से उनकी हर बात पर जहाँ तक हो सकता है अमल करता हूँ, मुझे अहिंसा पर पूरा विश्वास है, मुझे इसका तजरबा हो चुका है, पंजाब में इतने दंगे हुए पर मेरा अहिंसा पर से विश्वास न ढिगा, मेरे मुहल्ले पर कई बार हमले हुए पर मैं हर दफा अकेला हमला करने वालों के पास चला गया और मेरे अकेले समझाने पर वह हर बार लौट गए, मैं बरदू और गुरमुखी जानता था, पर जब गांधी जी ने हिन्दुस्तानी की यह तारीफ की कि दोनों लिखावटें सीखनी चाहियें तो मैंने हिन्दी भी लिखना सीख लिया, और अब भी मेरी राय है कि हमें गांधी जी की किसी बात को इस रोशनी में न देखना चाहिये कि हिन्दुस्तान का बटवारा हो गया है, हमें किसी हालत में भी पाकिस्तान की नक़ल न करनी चाहिये, पाकिस्तान में आज एक भी सिख नहीं रह गया है पर मेरे दिल में पाकिस्तान के खिलाफ कोई नफ़रत नहीं, अहिंसा पर विश्वास रखने वाले के दिल में नफ़रत तो होनी ही नहीं चाहिये, पाकिस्तान में ग़ैर मुसलमानों के साथ जो बरताव भी हो, हमें अपने यहाँ की अक़लियतों को खुश रखना अपना धर्म समझ लेना चाहिये, मुझे उम्मीद है कि आप जो भी संस्था बनाएंगे उसमें इन बातों का जरूर ध्यान रखेंगे."

सरदार जी के बाद एक दूसरे नौजवान सिख की बारी थी। यह नौजवान शायद सरदार जी के लड़के थे। उन्होंने कुछ न कहा और इस तरह लोगों के बारी बारी अपनी राय ब्यक्ति करने का सिलसिला खत्म हो गया।

अब फिर सवर की जगह बैठे हुए सज्जन की तरफ लोगों ने देखा. वन सज्जन ने नौकर को पान लाने का हुक्म दिया और फिर बोले—“आप लोगों ने जो विचार प्रकट किये उनसे हमें आगे काम करने में मदद मिलेगी. अब मैं चाहता हूँ कि संस्था का नाम तय हो जाय और काम की रूप रेखा तैयार हो जाय.”

थोड़ी बहस के बाद संस्था का नाम "गांधी लोक सेवा मण्डल" तय हो गया.

आगे के काम के लिये तय हुआ कि हर इतवार को सब

نے اپنے محلے کے لوگوں سے کہا کہ یہاں اسی گھلے
کا کٹائی ہونی چاہئے۔ لوگ اگر پہلے ہی انکار
بیعت تو کوئی بات نہ تھی۔ مگر سب نے وعدہ
ور میں نے اپنے گھر میں نکالی شروع کی۔ دوسرے ہی
سے لوگوں کا آنا کم ہونے لگا۔ اور آخر میں صرف میں
ہرے لڑکے لڑکوں ہی چرخہ چلاتے رہے۔ تو مہرہا مطلب
ہے کہ ہمیں سب سے پہلے یہ طے کر لینا چاہئے کہ ہم
جو کچھ ملے کریں گے اس پر سچے دل سے عمل بھی
کئے۔ نہیں تو ایسی کسی سہستہا بدنامی کی کوئی
ت نہیں۔ جن کو کام کرنا ہے وہ ہر حالت میں کام
رہیں گے۔ میں نے تیس برس پہلے باپو کا سہدیش
اور تب سے ان کی ہر بات پر جہاں تک ہو سکتا ہے
کرتا ہوں۔ مجھے اہلسا پر پورا وشواس ہے۔ مجھے
کا تجربہ ہو چکا ہے۔ پنجاب میں اتنے دنگے ہوئے پر
اہلسا پر سے وشواس نہ تھا۔ مہرے محلے پر کئی بار
ہوئے پر میں ہر دفعہ اٹھنا چاہتا تھا۔ والوں کے پاس
ہا اور مہرے اٹھنے سمجھانے پر وہ ہر بار لوت گئے۔ میں
اور گورمکھی جانتا تھا۔ پر جب گاندھی جی نے
ستائی کی یہ تعریف کی کہ دونوں لکھاوتیں سہستہا
نہیں تو میں نے ہلکی بھی لکھنا سہستہا لیا۔ اور اب
مہرے رائے ہے کہ ہمیں گاندھی جی کی کسی بات کو اس
ی میں نہ دیکھنا چاہئے کہ ہندستان کا بتاؤارہ ہو گیا
ہمیں کسی حالت میں بھی پاکستان کی نقل نہ
چاہئے۔ پاکستان میں آج ایک بھی سہستہا نہیں وہ
ہے پر مہرے دل میں پاکستان کے خلاف کوئی نفرت
۔ اہلسا پر وشواس رکھنے والے کے دل میں نفرت
ہی نہیں چاہئے۔ پاکستان میں ہر مسلمان کے
جو برتاؤ بھی ہو، ہمیں اپنے یہاں کی اہلہتوں کو
رکھنا اپنا دھرم سمجھ لینا چاہئے۔ مجھے اہلسا
آپ جو بھی سہستہا بدنامیں گے اس میں ان باتوں
پر ایمان رکھیں گے۔“

سردار جی کے بعد ایک دوسرے نوجوان سکہ کی باری
 یہ نوجوان شاہد سردار جی کے لڑکے تھے۔ انہوں نے
 نہ کہا اور اس طرح لوگوں کے باری باری ایلی دائے
 کرنے کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

ب پھر صدر کی جگہ پہنچے ہوئے سجن کی طرف
 نے دیکھا۔ اُن سجن نے نوکر کو پان لانے کا حکم دیا
 ہر بولے۔ ”آپ لوگوں نے جو وچار پرکت تھے اُن سے
 آئے کام کرنے میں مدد ملے گی۔ اب میں چاہتا
 کہ سندھیا کا نام طے ہو جائے اور کام کی روپ دیکھا
 ہو جائے۔“

ہوڑی بھٹ کے بعد سلسلہ کا نام "گندھی لوک
سلسلہ" طے ہوا۔

۱۔ یہ علم اللہ کی طرف سے ہوا ہے اور انوار کو عیب

کوئی نہیں یا بھیکوئیں نہیں تھی۔ انہوں نے کہا—”ہم میں سے کچھ سے کانگریسیوں کا ہندو مسلمانیت کی طرف سے بھروسہ بڑھ گیا ہے۔ ہم ماننے لگے ہیں کہ ہندوستان کا بڑھاپا ہونے کے بعد ہندو مسلمانیت پر گاندھی جی زور دے کر غلطی کر رہے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد یہ سوال ہی ختم ہو گیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ گاندھی جی دیش کی ایک راجستھانی بھائی چاہتے تھے۔ وہ بھاشا ہندی نہیں تھی۔ وہ بھاشا اردو بھی نہیں تھی۔ گاندھی جی دیش کی بھاشا ہندوستانی چاہتے تھے۔ آج آپ میں سے کئی ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ گاندھی جی کی یہ مانگ صحیح تھی۔ ابھی ابھی یہاں جتلمہ بھائیوں نے ہاؤس کی ہوں وہ سلسلہ لڈی ہندی میں کی ہیں۔ گاندھی جی ایسی بھاشا کو پسند نہیں کرتے تھے جو ایک عام آدمی سمجھ نہ سکے۔ میں چاہتا تھا کہ میں کتلمہ بھائی ہوں جو گاندھی جی کی ہندوستانی کی حمایت کرتے ہوں۔ اگر ہم سچے گاندھی بھکت ہوں، ہمیں گاندھی جی کے مشن سے پریم ہے تو ہمیں ان کی ان چیزوں کو خاص طور پر اپنانا چاہئے جن کی طرف سے گاندھی جی کا بار بار نام لیتے والے راج کاجی لوگ بے پرواہی برت رہے ہوں۔ ہمارا جو سنگتوں بلے اسکے سامنے پہلا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ وہ گاندھی جی کی ہندوستانی کا پرچار کرے۔ ہمارے جو ممبر ہوں ان کے لئے پہلی شرط یہ ہو کہ وہ ناگرو اور اردو دونوں لوہاں سیکھیں۔ جو لوگ گاندھی جی کے وچاروں کو پوری طرح نہیں اپناتے انہیں اپنے کو گاندھی جی کا بھکت اعلان کر کے جلتا کو دھوکا نہ دینا چاہئے گاندھی جی کے نام کا ناجائز فائدہ اٹھانا کسی بھی طرح اچھا نہیں ہے۔“

ایم۔ ایل۔ اے۔ صاحب نے ان سچوں کی طرف اس طرح دیکھا جیسے کہ وہ ہیں کہ یہ سب بھکار سوال ہیں۔ دوسرے لوگوں نے بھی ان سچوں کو چھکی ہی سمجھا اور بات آگے بڑھ گئی۔ اب ایک سردار جی کی باری آئی۔ سردار جی سر سے پیر تک بھائی کے کپڑے پہنے تھے۔ ان کے کپڑے بہت صاف تھے۔ قمیض پاجامہ اور پگڑی دیکھ کر صاف معلوم ہوتا تھا کہ ان کپڑوں نے دھوبی کا کپڑا نہیں دیکھا۔ سب کپڑے ہاتھ کے دھلے معام ہوتے تھے۔ لہل کا استعمال نہ کرنے سے کپڑوں میں سفیدی کی جگہ نہ آئی تھی۔ سردار جی نے بڑے درد بھرے لہجے میں بھائیوں سے شروع کی—”بھائیو! میری طرف سے ایک بات ہے۔ ہم یہاں اکٹھے ہوئے ہیں اور یہ طے کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں کہ ہمیں کام کرنا ہے۔ اس لئے جب ہم یہاں سے اکٹھے ہوئے ہیں ہمارے دلوں میں یہ بکا ارادہ ہونا چاہئے کہ ہم کام کریں گے۔ آج تو ہم بات کرنے میں بہت اکتھرتے ہیں مگر عمل کے وقت سب سے پہلے نظر آتے ہوں۔ میں آپ کو بتاؤں۔ پچھلے کچھ دنوں میں گاندھی جی کے موقع پر

ایم۔ ایل۔ اے۔ صاحب نے ان سچوں کی طرف اس طرح دیکھا جیسے کہ وہ ہیں کہ یہ سب بھکار سوال ہیں۔ دوسرے لوگوں نے بھی ان سچوں کو چھکی ہی سمجھا اور بات آگے بڑھ گئی۔ اب ایک سردار جی کی باری آئی۔ سردار جی سر سے پیر تک بھائی کے کپڑے پہنے تھے۔ ان کے کپڑے بہت صاف تھے۔ قمیض پاجامہ اور پگڑی دیکھ کر صاف معلوم ہوتا تھا کہ ان کپڑوں نے دھوبی کا کپڑا نہیں دیکھا۔ سب کپڑے ہاتھ کے دھلے معام ہوتے تھے۔ لہل کا استعمال نہ کرنے سے کپڑوں میں سفیدی کی جگہ نہ آئی تھی۔ سردار جی نے بڑے درد بھرے لہجے میں بھائیوں سے شروع کی—”بھائیو! میری طرف سے ایک بات ہے۔ ہم یہاں اکٹھے ہوئے ہیں اور یہ طے کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں کہ ہمیں کام کرنا ہے۔ اس لئے جب ہم یہاں سے اکٹھے ہوئے ہیں ہمارے دلوں میں یہ بکا ارادہ ہونا چاہئے کہ ہم کام کریں گے۔ آج تو ہم بات کرنے میں بہت اکتھرتے ہیں مگر عمل کے وقت سب سے پہلے نظر آتے ہوں۔ میں آپ کو بتاؤں۔ پچھلے کچھ دنوں میں گاندھی جی کے موقع پر

مجھے بہت کم فرصت ملتی ہے۔ پر مجھ سے جو سہوا ہو سکے گی اس کے لئے میں تیار ہوں۔

اب جن سجن کو بولنا تھا وہ ایک نوجوان تھے۔ انہوں نے بڑے جوش کے ساتھ کہا۔ ”ہمیں یہ نہ بولنا چاہئے کہ ہندو مسلم ایکٹا کے لئے کام کرتے ہوئے سارے کئے ہوں۔ ہمارے ہندوؤں سے سامہرد ایکٹنگوں کی آگ ایک قدم سے ضرور بچہ گئی ہے پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ آگ پھر نہیں سلگ سکتی۔ آج راشٹری سریم سوک سنگھ اور مہاسبھا والے چپ ہوئے ہیں پر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے دل بدل گئے ہیں۔ ہمارے ہندو نے جلتا میں سامہرد ایکٹا کے خلاف جو فصد پیدا کر دیا ہے اس سے قہر کر ہی یہ لوگ چپ ہو گئے ہیں۔ ہمیں اس کا دھیان رکھنا ہے کہ جہاں جلتا کا فصد کم ہوا، یہ لوگ پھر مہدان میں آجائیں گے اور سامہرد ایکٹا کا زہر پھولنا شروع کر دیں گے۔ ہمیں چاہئے کہ اپنی سلسلہ میں چمکر ایسے لوگوں کو رکھیں جو دل سے سامہرد ایکٹا کے خلاف ہوں۔ ہمیں اس سے سب سے ادھک زور ہندو مسلم ایکٹا پر دینا چاہئے اور ہندوؤں میں کھس کر سامہرد ایکٹا کے خلاف پرچار کرنا چاہئے۔“

ان کے پاس جو سجن بیٹھے تھے وہ بھی نوجوان تھے اور شاید یہ دونوں نوجوان آپس میں دوست تھے۔ کیونکہ ان سے جب پوچھا گیا تو انہوں نے بھی ہندو مسلم ایکٹا پر خاص زور دیا اور آخر میں یہ کہہ کر کہ میں بھائی کے پرتھک شبد کا سمرتھن کرتا ہوں، چپ ہو گئے اور سب لوگوں پر اس طرح نگاہ ڈالی۔ مانو دسروں سے بھی اپنا سمرتھن چاہتے ہیں۔

پر ان کی آشا پوری نہ ہوئی کیونکہ کسی نے بھی سامہرد ایکٹا کے وردہ یا ہندو مسلم ایکٹا کی بات نہ کی۔

ایک سجن نے ہرپچن ادمار پر زور دیا۔

دوسرے سجن نے ان کا پورا سمرتھن کیا۔

تیسرے سجن نے کتاڑے منڈل کرایم کرنے کا سوجاوا رکھا۔

چوتھے سجن نے سہواگرام آشرم کے تھلک پر ضلع میں ایک آشرم کھولنے کا پرستار کیا۔

پانچویں سجن نے ہرپچنوں میں شکشا پرچار کی طرف سب کا دھیان کھینچا اور ذات میں ہرپچن بھائیوں کو بوجھانے کے لئے سب سے اپنا نام لکھانے کی پرارتھنا کی۔

چھٹے سجن نے ’جو پانچوں کی راہ‘ کے باندھان میں پانچویں سجن کا سمرتھن کیا۔

لےکین ساتویں سجن کی بات پر ایک دم سب چپ ہو گئے۔ یہ سجن بھی ایک نوجوان تھے۔ ان کی آواز میں

اب جن سجن کو بولنا تھا وہ ایک نوجوان تھے۔ انہوں نے بڑے جوش کے ساتھ کہا۔ ”ہمیں یہ نہ بولنا چاہئے کہ ہندو مسلم ایکٹا کے لئے کام کرتے ہوئے سارے کئے ہوں۔ ہمارے ہندوؤں سے سامہرد ایکٹنگوں کی آگ ایک قدم سے ضرور بچہ گئی ہے پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ آگ پھر نہیں سلگ سکتی۔ آج راشٹری سریم سوک سنگھ اور مہاسبھا والے چپ ہوئے ہیں پر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے دل بدل گئے ہیں۔ ہمارے ہندو نے جلتا میں سامہرد ایکٹا کے خلاف جو فصد پیدا کر دیا ہے اس سے قہر کر ہی یہ لوگ چپ ہو گئے ہیں۔ ہمیں اس کا دھیان رکھنا ہے کہ جہاں جلتا کا فصد کم ہوا، یہ لوگ پھر مہدان میں آجائیں گے اور سامہرد ایکٹا کا زہر پھولنا شروع کر دیں گے۔ ہمیں چاہئے کہ اپنی سلسلہ میں چمکر ایسے لوگوں کو رکھیں جو دل سے سامہرد ایکٹا کے خلاف ہوں۔ ہمیں اس سے سب سے ادھک زور ہندو مسلم ایکٹا پر دینا چاہئے اور ہندوؤں میں کھس کر سامہرد ایکٹا کے خلاف پرچار کرنا چاہئے۔“

ان کے پاس جو سجن بیٹھے تھے وہ بھی نوجوان تھے اور شاید یہ دونوں نوجوان آپس میں دوست تھے۔ کیونکہ ان سے جب پوچھا گیا تو انہوں نے بھی ہندو مسلم ایکٹا پر خاص زور دیا اور آخر میں یہ کہہ کر کہ میں بھائی کے پرتھک شبد کا سمرتھن کرتا ہوں، چپ ہو گئے اور سب لوگوں پر اس طرح نگاہ ڈالی۔ مانو دسروں سے بھی اپنا سمرتھن چاہتے ہیں۔

پر ان کی آشا پوری نہ ہوئی کیونکہ کسی نے بھی سامہرد ایکٹا کے وردہ یا ہندو مسلم ایکٹا کی بات نہ کی۔

ایک سجن نے ہرپچن ادمار پر زور دیا۔

دوسرے سجن نے ان کا پورا سمرتھن کیا۔

تیسرے سجن نے کتاڑے منڈل کرایم کرنے کا سوجاوا رکھا۔

چوتھے سجن نے سہواگرام آشرم کے تھلک پر ضلع میں ایک آشرم کھولنے کا پرستار کیا۔

پانچویں سجن نے ہرپچنوں میں شکشا پرچار کی طرف سب کا دھیان کھینچا اور ذات میں ہرپچن بھائیوں کو بوجھانے کے لئے سب سے اپنا نام لکھانے کی پرارتھنا کی۔

چھٹے سجن نے ’جو پانچوں کی راہ‘ کے باندھان میں پانچویں سجن کا سمرتھن کیا۔

لےکین ساتویں سجن کی بات پر ایک دم سب چپ ہو گئے۔ یہ سجن بھی ایک نوجوان تھے۔ ان کی آواز میں

اس کو دے سے مارا جان کے باوجود سب نے ایک بار
فیر سب لوگوں کو پان پشہ کیے۔ انکے بولتے وقت جو
خاموشی چھائی تھی وہ توت گئی۔ سب لوگ آپس
میں دھیرے دھیرے کچھ باتیں کرتے گئے۔ آخر ایک
سے دوسرے کو ایک ایک کر کے اپنی رائے ظاہر کرنے کو
کہا گیا۔

ایک سب سے، جنہیں گاندھی جی کے ساتھ کچھ سے
دھیرے کا سوہانگہ مل چکا تھا کہتے گئے۔

”میں بھی یہی سوچا کرتا تھا کہ یہاں سے کسی سنگٹن
ہونا چاہیے جو گاندھی جی کے ساتھ رہے۔ آپ نے ہم سب کو ایک جگہ اکٹھا کر کے ہوا اچھا
کہا۔ میرے چار۔ میں ہمیں ایک نئی سلسلہ بنانی
چاہئے۔ وہی گاندھی جی کے ساتھ رہے۔ سب ایشیوں
کو پورا کرنے اور اس کے سب کاموں کا پالنے میں
سب بھائیوں کو نفع دینا ہو سکتی ہے۔ اسلئے ہمارا سچا
یہ ہے کہ ہمیں اپنی ایک الگ سلسلہ بنانی چاہئے۔“

ان کے بعد ان کی بغل میں بیٹھے ہوئے دوسرے
سب سے رائے دینے کو کہا گیا۔ یہ سب نے نگر کے کپڑے
کے بڑے ہڈیاری میں۔ ان کی دوکان پر اٹلی، انگلینڈ، امریکہ
جاپان اور بھارت کی ملوں کے ہر طرح کے کپڑے بکتے
لوہن یہ خود گاندھی جی کے بڑے بھتیجے ہیں۔ اور اپنے
استعمال کے لئے ہمیشہ ہڈیاری کے کپڑے خریدتے ہیں۔
ایک پان ارد مذہب میں رکھتے ہوئے انہوں نے کہا۔ ”یہ
دیکھ کا بہت ہوا درہانگہ ہے کہ آج جب دیکھ کو ہڈی
کی بہت ادھک ضرورت تھی تب وہ ان سے رنجیت (مستور)
ہو گیا۔ ہڈیاری میں وہ کہیں سے نہیں سکتے۔ لیکن
اب ہمارے آڑے بہت بڑی ذمہ داری آگئی ہے۔ ہمارا دھرم
ہے کہ ہڈیاری جو کچھ کہتے تھے ہم اس پر عمل کریں اور وہ جو
کام ادا ہوا چھوڑ گئے ہیں اسے پورا کریں۔ میں سن بائیس
سے گیارہ سب میں ہوں اور تب سے ہر ایک اپنے ہاتھ کے کتے
صوت کا کھڑا پہنتا ہوں۔ میرے چار میں ہم جو سلسلہ
بنائیں اس کے ہر سلسلے کے لئے یہ شرط ہو کہ وہ ایک گھنٹہ
روز چرخا چلائے اور دوسروں کو بھی چرخا چلانا سکھائے۔
یہ کہہ کر انہوں نے جوب سے سگریٹ کھس نکالا پھر ماس
نکالی مگر کچھ سوچ کر دونوں چھڑیں جوب میں رکھ لیں
اور ہاتھ بڑھا کر پھر ایک پان لے کر کھایا اور اپنے پاس بھتیجے
ہوئے ایک سب کی طرف اس طرح دیکھا مائو کہ وہ
ہوں کہ اب آپ کچھ کہئے۔

یہ سب شہر کانگریس کے عہدے دار ہونے کے ساتھ
ساتھ صوبہ کی اسمبلی اور دھان سب کے بھی ممبر تھے
انہوں نے کہا کہ ہم اس سلسلے کا
سوال کرتا ہوں جو ہڈیاری کے مشن کو لہر چلے۔

थोड़ी कुरते वाले बिलकुल घरीब माखम होते हैं। बीच दीवार की तरफ एक जगह खाली है। यह शायद इस जमे के सदर की जगह है। थोड़ी देर बाद एक सज्जन गले के अन्दर से हाथ में पान की थाली लिये आर और आपको जयहिन्द कर के उस खाली जगह पर बैठ गए।

उन के बैठने के बाद कुछ लोग कहते हैं अब कारवाई शुरू होनी चाहिये और वह सज्जन कहना शुरू करते हैं—

“मैं पहले तो आप सब लोगों से क्षमा चाहता हूँ कि आपने यहाँ पधारने का कष्ट किया।”—पान की थाली सरी तरफ बढ़ा कर उन्होंने लोगों से पान खाने की इत्थना की और एक बार चारों तरफ देख कर फिर बात शुरू की।

“मैंने आप लोगों को एक खास कारन से कष्ट दिया ... हम आज इस लिये इकट्ठा हुए हैं कि राष्ट्र पिता महात्मा गांधी को स्वर्ग सिधारे अभी पूरे दो महीने भी नहीं गिते। हमें विचार करना है कि बापू जो मिशन छोड़ गए हैं उसे हमें क्योंकर आगे बढ़ाना चाहिये। आज कांग्रेस में दो तरह के लोग हैं, एक वह जो बापू के रचनात्मक प्रोपामों को चला रहे हैं और राजनीति में कोई हिस्सा नहीं लेते, दूसरे वह लोग जो राजनीति में हिस्सा लेते हैं और बापू के रचनात्मक प्रोपाम से जिन्हें कोई दिलचस्पी नहीं, पहले वाले लोग राजनीति में आगे नहीं आते इसलिये उनका देश जनता तक नहीं पहुँच पाता, यह लोग अपने आश्रम बना रहे हैं और भारत की करोड़ों जनता से इनका सम्बन्ध बिलकुल कट सा गया है, दूसरे लोग जो राजनीति में दलदल में फंसे हैं उन्हें दलबन्दी और राजनीति भगड़ों। इतना समय ही नहीं मिलता कि वह रचनात्मक कामों में तरफ ध्यान दे सकें, होना तो यह चाहिये था कि हर कांग्रेसी गांधी जो के मिशन को आगे बढ़ाने के लिये ठ खड़ा होता पर ऐसा नहीं है, मैंने यह सोच कर कुछ पत्रों से बात की और फिर यह तय किया कि हमें अपने इतर ही में कांग्रेस से अलग एक संस्था बनानी चाहिये और बापू के मिशन को आगे बढ़ाने में लग जाना चाहिये, मैं कांग्रेस का विरोध करूँगे न कांग्रेस से अलग होंगे और हमारी इस संस्था के सदस्य कांग्रेस की दलबन्धियों का भाग न लेंगे, हमारे नगर में ऐसे लोगों की काफी तादाद है जो गांधीवाद को दिल से मानते हैं पर यह सब लोग बेखरे हुए हैं और उन के आपस में मिलने जुलने का कोई तरीका निकल आए तो यही लोग बहुत कुछ कर सकते हैं, अब हमारा संगठन हो जायगा तो दूसरे लोग भी हमारे साथ आएंगे और इस तरह हम बापू के मिशन को आगे बढ़ा सकेंगे, मैं चाहता हूँ कि आप लोग भी इस विषय पर अपने अपने विचार प्रकट करें।”

के देवती कर्तृ वाले बालक घरीब माखम होते हैं। मेरे दोस्तों की तरफ एक जगह खाली है। यह शायद इस जमे के सदर की जगह है। थोड़ी देर बाद एक सज्जन गले के अन्दर से हाथ में पान की थाली लिये आर और आपको जयहिन्द कर के उस खाली जगह पर बैठ गए।

उन के बैठने के बाद कुछ लोग कहते हैं अब कारवाई शुरू होनी चाहिये और वह सज्जन कहना शुरू करते हैं—

“मैं पहले तो आप सब लोगों से क्षमा चाहता हूँ कि आपने यहाँ पधारने का कष्ट किया।”—पान की थाली सरी तरफ बढ़ा कर उन्होंने लोगों से पान खाने की इत्थना की और एक बार चारों तरफ देख कर फिर बात शुरू की।

“मैंने आप लोगों को एक खास कारन से कष्ट दिया हम आज इस लिये इकट्ठा हुए हैं कि राष्ट्र पिता महात्मा गांधी को स्वर्ग सिधारे अभी पूरे दो महीने भी नहीं गिते। हमें विचार करना है कि बापू जो मिशन छोड़ गए हैं उसे हमें क्योंकर आगे बढ़ाना चाहिये। आज कांग्रेस में दो तरह के लोग हैं, एक वह जो बापू के रचनात्मक प्रोपामों को चला रहे हैं और राजनीति में कोई हिस्सा नहीं लेते, दूसरे वह लोग जो राजनीति में हिस्सा लेते हैं और बापू के रचनात्मक प्रोपाम से जिन्हें कोई दिलचस्पी नहीं, पहले वाले लोग राजनीति में आगे नहीं आते इसलिये उनका देश जनता तक नहीं पहुँच पाता, यह लोग अपने आश्रम बना रहे हैं और भारत की करोड़ों जनता से इनका सम्बन्ध बिलकुल कट सा गया है, दूसरे लोग जो राजनीति में दलदल में फंसे हैं उन्हें दलबन्दी और राजनीति भगड़ों। इतना समय ही नहीं मिलता कि वह रचनात्मक कामों में तरफ ध्यान दे सकें, होना तो यह चाहिये था कि हर कांग्रेसी गांधी जो के मिशन को आगे बढ़ाने के लिये ठ खड़ा होता पर ऐसा नहीं है, मैंने यह सोच कर कुछ पत्रों से बात की और फिर यह तय किया कि हमें अपने इतर ही में कांग्रेस से अलग एक संस्था बनानी चाहिये और बापू के मिशन को आगे बढ़ाने में लग जाना चाहिये, मैं कांग्रेस का विरोध करूँगे न कांग्रेस से अलग होंगे और हमारी इस संस्था के सदस्य कांग्रेस की दलबन्धियों का भाग न लेंगे, हमारे नगर में ऐसे लोगों की काफी तादाद है जो गांधीवाद को दिल से मानते हैं पर यह सब लोग बेखरे हुए हैं और उन के आपस में मिलने जुलने का कोई तरीका निकल आए तो यही लोग बहुत कुछ कर सकते हैं, अब हमारा संगठन हो जायगा तो दूसरे लोग भी हमारे साथ आएंगे और इस तरह हम बापू के मिशन को आगे बढ़ा सकेंगे, मैं चाहता हूँ कि आप लोग भी इस विषय पर अपने अपने विचार प्रकट करें।”

خاتم کرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے بودھ کلا کے سنگھرم کے سنگھرم نمونوں کو بھی مقبوضات کر ڈالا۔ پھر بھی کوریا کی سنگستان پہاڑیوں میں بھارتی کلا کے نشان وہاں کے بودھ مندروں میں آج بھی موجود ہیں۔

بھارت اور کوریا کا کلچری مہل ایشیا کے کلچری اتھاس کی بڑی مہتمو کی گھٹنا ہے۔ صدیوں پہلے بھارتی کلچر کی جو لہر بھارت سے چین کی طرف بڑھی تھی وہ چھ مہوں تک رک کر کوریا بھی پہونچی۔ پھر کوریا سے یہ لہر جاپان کی طرف بڑھی اور دھڑے دھڑے جاپان بھی اُس مہوں سے کوریا والوں نے ہی پہلے بودھ دھرم کا سنگدیش جاپان والوں کو سنایا تھا۔ اِس مہوں کوئی شک نہیں کہ بھارت اور کوریا نے کلچری مہل ہونے پر ہی بھارت اور جاپان میں بھی کلچری سہلند قائم ہوا۔ ایشیا کی کلچری ایکٹا کو بھارت اور کوریا کے سہلند کی یہی سب سے بڑی دین ہے۔

پچھلی کئی صدیوں سے ایشیا کے ملک بدیسی حکومت اور بدیسی ہندوؤں کے قریب سے اپنی پرانی کلچری ایکٹا اور راج نہتک مہترنا کہو بھتہ تھے۔ آج وہ اپنی پرانی دوستی اور پرانی ایکٹا قائم کرنے کو پھر اُتسک ہیں۔ بھارت اور چین اپنی اُنہاسک مہترنا کو پھر سے جکا چکے ہیں۔ اب وہ دن دور نہیں جب کوریا بھی بدیسی فوجوں کو اپنے دیس سے ہڈیڑ کر آزاد ہوگا اور اپنے پرانے دوست بھارت سے ایک بار پھر سہلند جوڑنے کے لئے ہاتھ آئے ہونگے گا۔

گانڈھی جی کے نام پر

(بابر انور عبداللہ)

مارچ سن '48 کی بات ہے۔ دیش پیتا مہاتما گانڈھی کو گپ پورے دو مہینے بھی نہیں دھپ تھے۔

ایک بلکلے کے باہر کے دالان میں پندرہ بیس آدمی بیٹھے ہیں۔ کھڑکی میں ایک بڑے فریم میں مہاتما گانڈھی کی تصویر دکھائی دے رہی ہے۔ مجمع میں ہر طبقے کے لوگ ہیں۔ کچھ کی دودھ سی سٹھ کھانسی کا کرنا۔ پاجامہ یا جھوٹی بٹلانی ہے کہ کھاتے پیتے ہی نہیں بچا کر بھی رکھنے والے طبقے سے اُنکا سہلند ہے۔ کچھ کی دھاری دار کھانسی کی آدھی آدھوں کی لمبوں اور دھلے پاجامے انہیں نچلے طبقے کا ظاہر کرتے ہیں۔ دو تین بالکل مہلی کھانسی

گانڈھی جی کے نام پر

(بھائی انور عبداللہ)

مارچ سن '48 کی بات ہے۔ دیش پیتا مہاتما گانڈھی کو گپ پورے دو مہینے بھی نہیں دھپ تھے۔

ایک بلکلے کے باہر کے دالان میں پندرہ بیس آدمی بیٹھے ہیں۔ کھڑکی میں ایک بڑے فریم میں مہاتما گانڈھی کی تصویر دکھائی دے رہی ہے۔ مجمع میں ہر طبقے کے لوگ ہیں۔ کچھ کی دودھ سی سٹھ کھانسی کا کرنا۔ پاجامہ یا جھوٹی بٹلانی ہے کہ کھاتے پیتے ہی نہیں بچا کر بھی رکھنے والے طبقے سے اُنکا سہلند ہے۔ کچھ کی دھاری دار کھانسی کی آدھی آدھوں کی لمبوں اور دھلے پاجامے انہیں نچلے طبقے کا ظاہر کرتے ہیں۔ دو تین بالکل مہلی کھانسی

पबित्र पुस्तक मानी जाती थी. इस किताब का कहां नाम था “सि-यू-की” (Si-Yu-Ki) यानी “पबित्रमी देसों का हाल.” यह किताब कोरिया के हर मठ में और हर किताब घर में पाई जाती थी.

कोरिया में बौद्ध धर्म के पतन के साथ साथ बौद्ध किताबों का भी बुरा हाल हुआ. मन्दिरों और मठों के बरबाद किए जाने के साथ साथ बौद्ध साहित्य भी बरबाद हो गया. फिर भी कुछ किताबें बच रही हैं जिन्हें जापानियों ने इकट्ठा किया और उन्हें फिर छपवाया.

6—कोरिया में भारती कला :—

कोरिया में बौद्ध धर्म के फैलने के साथ साथ वहां बौद्ध कला को भी रिवाज दिया गया. कोरिया के बौद्ध मन्दिरों में जो मूर्तियां क्रायम की गईं उन पर भारती बौद्ध बुत साष्ठी की छाप साफ़ दिखाई देती थी.

सिंहला की सलतनत के जमाने में (668-918 ई०) कोरिया में खास तौर से भारती कला का चलन था. इस जमाने में कोरिया से अनेक बौद्ध भिक्षु भारत आए थे. भारत से वह अपने साथ अनेक बौद्ध मूर्तियां और नक्काशी के नमूने कोरिया ले गए थे.

इसी जमाने में कोरिया में, अमिताभ बुद्ध और बोधिसत्व कुआन-यिन की मूर्तियां जगह जगह मन्दिरों में स्थापित की गईं, दोनों पर भारती कला का असर जाहिर था। अमिताभ बुद्ध आसन पर बैठे, एक पैर पर दूसरा पैर रखे, अपनी गोद में अपना हाथ रखे और ध्यान में मग्न दिखाए गए हैं। बोधिसत्व कुआन-यिन का रूप भी भारत से ही लिया गया है। बोधिसत्व सिंहासन पर शाही ठाठ के साथ आराम से बैठे हैं। उनका दायां पैर सिंहासन पर है और बायां हाथ बायें पैर पर से होता हुआ नीचे लटक रहा है। बायां पैर भी नीचे लटक रहा है और बायां हाथ सिंहासन को पकड़े हुए है।

इस जमाने की डीनी और कोरियाई कला पर अपनी राय जाहिर करते हुए मराठूर इतिहासकार केनेथ लाटुग्रेट लिखता है:—

“बौद्ध मन्दिरों में गान्धार की यूनानी बौद्ध कला या गुप्तवंश के जमाने की भारती कला का असर खास तौर से जाहिर है. इस जमाने में जितनी सुन्दर मूरतियां बनाई गईं उतनी सुन्दर मूरतियां कोरिया में कभी नहीं बनीं. इसके नमूने आज भी कोरिया और चीन में मौजूद हैं”.

कोरिया से मंगोल राज खतम होते ही कंगकत्सु धर्म के मानने वालों ने कोरिया के तमाम बौद्ध मन्दिरों और भिक्षुओं का गिरा दिया। चातु की जितनी मूर्तियाँ बनी थीं, सब को उन्होने गला डाला। बौद्ध धर्म का असर

آکھتار لےکر مائیتم بودھ کی راکھل میں ایس سلسار میں آئے
آپے آیتابہ شہد کا ارتھ ہے "چدوتی ہی چدوتی" یعنی
یانی نور ہی نور۔

ایس پنتھ کی تالیم کا نیچوڑ یہ ہے: بگوان
آمیتام بودھ میں پوری بکیت آئیر بھیشا رخلو، اونکی
پوجاکرو آئیر آپنے کو اونکی مرچی پر آڈو۔ یہی
نیروان پراپت کرنے کا راستا ہے۔

ایس پنتھ کے ماننے والے کوریاہی بکیت بگوان
آمیتام سے پراپت کرتے ہوئے کہتے ہیں:—
'نا-مو آمیتو پو'

یانی:—"ہے بگوان آمیتام! میں بکیت باو سے
آئیر توم پر پورا بھیشا کر کے تیری شرن میں آتا ہوں۔"

مڈھان بڈھوں کے لیے نیروان ہاسیل کرنے کا یہ
بکیت مارگ ہے۔

ایس پنتھ کے آیتابہ، بوبیڈرم کے چان پنتھ کا، تیڈھت
کے لاما پنتھ کا آئیر چین کے تیڈین-تائی پنتھ کا آئی
کوریا میں کاکھی پچار ڈھیا۔ این سب پنتھوں کو بھارت کے
آئیر چین کے بودھ بکیتوں نے قائم کھا تھا۔

5—کوریا میں بڈھ ساہتی

بڈھ ڈرم کے ساٹھ ساٹھ کوریا میں بڈھ ساہتی آئی
پہنچا۔ پہلے تو چین سے بھارت کا بڈھ ساہتی کوریا
لے جایا گیا فیر باد میں کوریا سے آئی بڈھ بھارت
آپے، بڈھ آپنے ساٹھ بڈھ ڈرم کی کیتاؤں کوریا لے
گئے۔ بڈھ ڈرم کے ہر پنتھ کا ساہتی کوریا پہنچا۔ وہاں
کے بڈھوں نے بہت سی بڈھ کیتاؤں کا آنوواد کیا۔

سن 1000 ایسوی کے کڑیہ چین سے بڈھ تریپٹک
(یانی سٹریپٹک، آئیر آمیڈرم پٹک) کی ایک کاپی
کوریا لائی گئی۔ یہ تریپٹک چین کے سمرات کی آکھا
سن 971 ایسوی میں تھار لیا گیا تھا۔ ایس میں آس
سے لگ کی بودھ ڈرم کی تمام کیتاؤں شامل تھیں۔ کوریا
کے راجہ نے ایس تریپٹک کا پھر سے سمپادن کر کے لے لیا
کے ڈھانوں کی ایک کیتی بڈھ تھی۔ تھار ڈھانے کے بعد
ایس تریپٹک کا ایک آڈیشن کوریا سے نکالا گیا۔ اسی کے آڈھار
پر جاپان میں سن 1880 ایسوی میں بودھ تریپٹک کا
ایک جاپانی آڈیشن تھار لیا گیا۔

سن 1251 ایسوی میں بودھ تریپٹک کوریا میں پہلی
بار چھاپ کر نکالا گیا۔

کوریا کے لوگ چین کے مڈھان بڈھ بڈھ بڈھ بڈھ
کی بڑی عزت کرتے تھے۔ ڈھان ساگ نے آپنی بھارت یاترا کی
کی جو کیتاب لکھی وہ کوریا میں بودھ ڈرم کی ایک بہت

آکھتار لے کر توم بودھ کی شکل میں ایس سلسار میں آئے
آپے آیتابہ شہد کا ارتھ ہے "چدوتی ہی چدوتی" یعنی
نور ہی نور۔

ایس پنتھ کی تعلیم کا نیچوڑ یہ ہے: بگوان آمیتابہ بودھ
میں بڑی بکیتی اور ڈھانوں کے آس کی پوجا کرو اور
آپے کو ان کی مرضی پر چھوڑ دو۔ یہی نیروان پراپت کرنے
کا راستہ ہے۔

ایس پنتھ کے ماننے والے کوریاہی بکیت بگوان آمیتابہ
سے پراپت کرتے ہوئے کہتے ہیں:—
'نامو آمیتو پو'

یعنی:—"ہے بگوان آمیتابہ! میں بکیتی باو سے
اور تھار پر پورا ڈھانوں کے تیری شرن میں آتا ہوں۔"
مہاپان بودھوں کے لئے نیروان حاصل کرنے کا یہ بکیتی
مارگ ہے۔

ایس پنتھ کے آیتابہ بودھ ڈرم کے چان پنتھ کا، تبت
کے لاما پنتھ کا اور چین کے تیڈین تائی پنتھ کا بھی کوریا
میں کالی پچار ڈھیا۔ این سب پنتھوں کو بھارت کے
چین کے بودھ بکیتوں نے قائم کھا تھا۔

5—کوریا میں بودھ ساہتی

بودھ ڈرم کے ساٹھ کوریا میں بودھ ساہتی بھی
پہنچا۔ پہلے تو چین سے بھارت کا بودھ ساہتی کوریا
لے جایا گیا پھر بعد میں کوریا سے جو بکیت بھارت آئے وہ
آپے ساٹھ بودھ ڈرم کی کیتاؤں کوریا لے گئے۔ بودھ ڈرم
کے ہر پنتھ کا ساہتی کوریا پہنچا۔ وہاں کے بکیتوں نے
بہت سی بودھ کیتاؤں کا آنوواد کیا۔

سن 1000 ایسوی کے قریب چین سے بودھ تریپٹک (یعنی
سٹریپٹک) لے لیا گیا اور (بڈھ ڈرم پٹک) کی ایک کاپی
کوریا لائی گئی۔ یہ تریپٹک چین کے سمرات کی آکھا
سن 971 ایسوی میں تھار لیا گیا تھا۔ ایس میں آس
سے لگ کی بودھ ڈرم کی تمام کیتاؤں شامل تھیں۔ کوریا
کے راجہ نے ایس تریپٹک کا پھر سے سمپادن کر کے لے لیا
کے ڈھانوں کی ایک کیتی بڈھ تھی۔ تھار ڈھانے کے بعد
ایس تریپٹک کا ایک آڈیشن کوریا سے نکالا گیا۔ اسی کے آڈھار
پر جاپان میں سن 1880 ایسوی میں بودھ تریپٹک کا
ایک جاپانی آڈیشن تھار لیا گیا۔

سن 1251 ایسوی میں بودھ تریپٹک کوریا میں پہلی
بار چھاپ کر نکالا گیا۔

کوریا کے لوگ چین کے مشہور بودھ بکیتوں وڈھان ساگ
کی بڑی عزت کرتے تھے۔ ڈھان ساگ نے اپنی بھارت یاترا
کی جو کیتاب لکھی وہ کوریا میں بودھ ڈرم کی ایک بہت

आपादी की लड़ाई के खिलाफ क्रु वला खों का साथ दिया था. इसलिये वह देस के दुशमन साबित हुए और जनता की सहानुभूति खो बैठे.

मंगोल राज का पतन होने के बाद कंगकूसू धर्म के मानने वालों ने ही कोरिया का राज संभाला. उन्होंने कानून बना कर बौद्ध धर्म का प्रचार बन्द कर दिया और कोरिया के सब बौद्ध मन्दिरों और मठों को गिरवा दिया. कोरिया के दो छोटे राजाओं ने अब भी बौद्ध धर्म को अपनाए रखने की कोशिश की. उन्हें गरी से उतार दिया गया. कोरिया के रहे सहे बौद्ध भिक्षु शहर छोड़ कर पहाड़ों और जंगलों में जा बसे. वहीं उन्होंने अपने मन्दिर और मठ कायम किये.

(पांच) जापानी राज का जमाना (1910—1945 ई०)

कुछ सदियों बाद सन 1910 ई० में जापानियों ने कोरिया पर कब्जा कर लिया. बौद्ध धर्म का कोरिया में फिर प्रचार शुरू हुआ. लेकिन इस बार भी विदेशी हुकूमत के साथ साथ बौद्ध धर्म कोरिया में फिर से आया और विदेशी हुकूमत की मदद से ही उसे फैलाने की कोशिश की गई. शहरों में बौद्ध मन्दिर और बौद्ध मठ फिर से कायम किये गए. बौद्ध धर्म की पुरानी किताबों को इकट्ठा करके उन्हें नए सिरे से छपवाया गया. जगह जगह बौद्ध सोसाइटियां कायम की गई. कुछ समय के लिये कोरिया में बौद्ध धर्म का असर बढ़ता दिखाई पड़ा. इसी बीच दूसरा महायुद्ध छिड़ गया और कोरिया से जापानी राज उठ गया. इसके बाद कोरिया में बौद्ध धर्म का क्या हाल हुआ होगा यह कहना अभी कठिन है.

4—कोरिया में बौद्ध धर्म के किरक्रे

कोरिया में बौद्ध धर्म की महायान सम्प्रदाय का ही प्रचार हुआ था. इस के कई किरक्रे समय समय पर कोरिया में कायम हुए जिसमें 'सक्रिय कमल पंथ' के मानने वाले सबसे ज्यादा थे.

'सक्रिय कमल पंथ' को चीनी भिक्षु बुद्ध-युआन ने भारती भिक्षु बुद्धवरा और बुद्धभद्र की मदद से चीन में कायम किया था. चूँकि इन भिक्षुओं का मठ एक ऐसे तालाब के किनारे था जिसमें सक्रिय कमल खिले थे इसलिये उनके किरक्रे का नाम 'सक्रिय कमल पंथ' पड़ गया. उस पंथ का प्रचार कोरिया में भी हुआ.

इस पंथ के लोग यह मानते हैं कि गौतम बुद्ध भगवान अमिताभ बुद्ध के अवतार थे, अमिताभ बुद्ध ही सारी दुनिया के सिरजनहार हैं, उन्हीं की आज्ञा से दुनिया कायम है और जो कुछ भी होता है उसके कारन वही हैं, वही

आदमी की लड़ाई के ख़لاف पक्ष का साथ दिया था. इस लिये वह देस के दुशमन साबित हुये और जनता की सहानुभूति खो बैठे.

मल्लिक राज का पतन होने के बाद कलक फुत्सू धर्म के मानने वालों ने ही कोरिया का राज संभाला. अनेकों ने कानून बनाए बौद्ध धर्म का प्रचार बन्द कर दिया और कोरिया के सब बौद्ध मन्दिरों और मठों को गिरवा दिया. कोरिया के दो छोटे राजाओं ने अब भी बौद्ध धर्म को अपनाए रखने की कोशिश की. उन्हें गरी से उतार दिया गया. कोरिया के रहे सहे बौद्ध भिक्षु शहर छोड़ कर पहाड़ों और जंगलों में जा बसे. वहीं उन्होंने अपने मन्दिर और मठ कायम किये.

(पांच) जापानी राज का जमाना (1910-1945 ई०)

कुछ सदियों बाद सन 1910 ई० में जापानियों ने कोरिया पर कब्जा कर लिया. बौद्ध धर्म का कोरिया में फिर प्रचार शुरू हुआ. लेकिन इस बार भी विदेशी हुकूमत के साथ साथ बौद्ध धर्म कोरिया में फिर से आया और विदेशी हुकूमत की मदद से ही उसे फैलाने की कोशिश की गई. शहरों में बौद्ध मन्दिर और बौद्ध मठ फिर से कायम किये गए. बौद्ध धर्म की पुरानी किताबों को इकट्ठा करके उन्हें नए सिरे से छपवाया गया. जगह जगह बौद्ध सोसाइटियां कायम की गई. कुछ समय के लिये कोरिया में बौद्ध धर्म का असर बढ़ता दिखाई पड़ा. इसी बीच दूसरा महायुद्ध छिड़ गया और कोरिया से जापानी राज उठ गया. इसके बाद कोरिया में बौद्ध धर्म का क्या हाल हुआ होगा यह कहना अभी कठिन है.

4—कोरिया में बौद्ध धर्म के किरक्रे

कोरिया में बौद्ध धर्म की महायान सम्प्रदाय का ही प्रचार हुआ था. इस के कई किरक्रे समय समय पर कोरिया में कायम हुए जिसमें 'सक्रिय कमल पंथ' के मानने वाले सबसे ज्यादा थे.

'सक्रिय कमल पंथ' को चीनी भिक्षु बुद्ध-युआन ने भारती भिक्षु बुद्धवरा और बुद्धभद्र की मदद से चीन में कायम किया था. चूँकि इन भिक्षुओं का मठ एक ऐसे तालाब के किनारे था जिसमें सक्रिय कमल खिले थे इसलिये उनके किरक्रे का नाम 'सक्रिय कमल पंथ' पड़ गया. उस पंथ का प्रचार कोरिया में भी हुआ.

इस पंथ के लोग यह मानते हैं कि गौतम बुद्ध भगवान अमिताभ बुद्ध के अवतार थे, अमिताभ बुद्ध ही सारी दुनिया के सिरजनहार हैं, उन्हीं की आज्ञा से दुनिया कायम है और जो कुछ भी होता है उसके कारन वही हैं, वही

(تین) کوریا کی سلطنت کا زمانہ (918—1392 ई०)

اس زمانے میں بودھ دھرم کوریا کا راج دھرم بن چکا تھا۔ راج دربار میں بودھ دھرم کے آئسو بڑے تھاکے سے منائے جاتے تھے۔ کوریا میں اسی وقت چنگے جگہ بڑے شاندار بودھ مندر قائم ہوئے۔ قانون بناکر یہ حکم دیا گیا کہ جس آدمی کے تین بیٹے ہوں وہ اپنا ایک بیٹا بودھ مندر کو بھکشو بننے کے لئے سونپ دے۔ راج کماروں کو پرہانے کے لئے بودھ بھکشو رکھے جاتے تھے۔

چودھویں صدی میں چینی سامرائے نے کوریا پر حملہ کرکے اسے اپنے अधीन کر لیا۔ اس نے کوریا میں بودھ مت کا پرچار کرنے میں ہر طرح کی مدد دی۔ اسی زمانے میں بھارتی بھکشو دھیان بودھ کوریا آیا تھا۔

(چار) چوژین کی سلطنت کا زمانہ (1392—1910 ई०)

اس زمانے میں کوریا کے اندر یکایک بودھ دھرم کا پتن شروع ہو گیا۔ اس پتن کی کہانی بھی بودھ دھرم کے اتھاس میں ایک انوکھی کہانی ہے۔ جب تک کوریا کے اپنے دیہی راجہ خود بودھ دھرم اپناتے رہے اور راجا کو بھی اسے اپنانے کے لئے ہمت دلاتے رہے تب تک کوریا کی چلتا کا پریم بودھ دھرم کے ساتھ بنا رہا اور پوچھا گیا۔ پر قبلگی خاں ایک ویدشی حسلہ ور تھا۔ کوریا اس سے پہلے کبھی درسوں کا غلام نہ ہوا تھا۔ کوریا کی چلتا میں قبلگی خاں کے خلاف بغاوت پیدا ہونے لگی۔ قبلگی خاں نے راج کا پورا زور لگا کر بودھ دھرم کو پھیلانا اور منوا چاہا۔ یہاں تک کہ اس کے زمانے میں کوریا کے بودھ مندر ہتھیار بند فوجوں سے بھرے دھتے تھے اور وہاں کے بودھ بھکشو سپاہیوں کی طرح ہتھیار باندھ کر باہر نکلتے تھے۔ دراجار اور رشوت خوری ان میں اور سارے راج کے اندر ہمت بڑھی چڑھی تھی۔ ویدشی راج سے نفرت ہو جانے کے ساتھ اس طرح بودھ دھرم سے بھی کوریا والوں کے دلوں میں نفرت پیدا ہو گئی تھی۔ کوریا نے اندر بودھ دھرم کی کراوت کا کھلا کارن کیا۔ کوریا والوں نے قبلگی خاں کی ویدشی حکومت کو اپنے دیش سے نکال دیا اور اسی کے ساتھ ساتھ اپنے دیش کے اندر سے بودھ دھرم کو ختم کر دیا۔

بودھ دھرم کی جگہ اب کوریا نے اندر چین ہی کے کنفوشس دھرم لے لی کہونکہ کنفوشس دھرم کے ماننے والوں نے ہی ایک کراتی کاری دل بن کر قبلگی خاں کے خلاف بغاوت کا جھنڈا کھڑا کیا تھا۔ اسی لئے عام چلتا کنفوشس دھرم کے ساتھ ہو گئی۔ دوسری طرف بودھ بھکشوں نے

(تین) کوریا کی سلطنت کا زمانہ (918—1392)

اس زمانے میں بودھ دھرم کوریا کا راج دھرم بن چکا تھا۔ راج دربار میں بودھ دھرم کے آئسو بڑے تھاکے سے منائے جاتے تھے۔ کوریا میں اسی وقت چنگے جگہ بڑے شاندار بودھ مندر قائم ہوئے۔ قانون بناکر یہ حکم دیا گیا کہ جس آدمی کے تین بیٹے ہوں وہ اپنا ایک بیٹا بودھ مندر کو بھکشو بننے کے لئے سونپ دے۔ راج کماروں کو پرہانے کے لئے بودھ بھکشو رکھے جاتے تھے۔

چودھویں صدی میں چینی سامرائے نے کوریا پر حملہ کرکے اسے اپنے अधीن کر لیا۔ اس نے کوریا میں بودھ مت کا پرچار کرنے میں ہر طرح کی مدد دی۔ اسی زمانے میں بھارتی بھکشو دھیان بودھ کوریا آیا تھا۔

(چار) چوژین کی سلطنت کا زمانہ (1392—1910)

اسی زمانے میں کوریا کے اندر یکایک بودھ دھرم کا پتن شروع ہو گیا۔ اس پتن کی کہانی بھی بودھ دھرم کے اتھاس میں ایک انوکھی کہانی ہے۔ جب تک کوریا کے اپنے دیہی راجہ خود بودھ دھرم اپناتے رہے اور راجا کو بھی اسے اپنانے کے لئے ہمت دلاتے رہے تب تک کوریا کی چلتا کا پریم بودھ دھرم کے ساتھ بنا رہا اور پوچھا گیا۔ پر قبلگی خاں ایک ویدشی حسلہ ور تھا۔ کوریا اس سے پہلے کبھی درسوں کا غلام نہ ہوا تھا۔ کوریا کی چلتا میں قبلگی خاں کے خلاف بغاوت پیدا ہونے لگی۔ قبلگی خاں نے راج کا پورا زور لگا کر بودھ دھرم کو پھیلانا اور منوا چاہا۔ یہاں تک کہ اس کے زمانے میں کوریا کے بودھ مندر ہتھیار بند فوجوں سے بھرے دھتے تھے اور وہاں کے بودھ بھکشو سپاہیوں کی طرح ہتھیار باندھ کر باہر نکلتے تھے۔ دراجار اور رشوت خوری ان میں اور سارے راج کے اندر ہمت بڑھی چڑھی تھی۔ ویدشی راج سے نفرت ہو جانے کے ساتھ اس طرح بودھ دھرم سے بھی کوریا والوں کے دلوں میں نفرت پیدا ہو گئی تھی۔ کوریا نے اندر بودھ دھرم کی کراوت کا کھلا کارن کیا۔ کوریا والوں نے قبلگی خاں کی ویدشی حکومت کو اپنے دیش سے نکال دیا اور اسی کے ساتھ ساتھ اپنے دیش کے اندر سے بودھ دھرم کو ختم کر دیا۔

بودھ دھرم کی جگہ اب کوریا نے اندر چین ہی کے کنفوشس دھرم لے لی کہونکہ کنفوشس دھرم کے ماننے والوں نے ہی ایک کراتی کاری دل بن کر قبلگی خاں کے خلاف بغاوت کا جھنڈا کھڑا کیا تھا۔ اسی لئے عام چلتا کنفوشس دھرم کے ساتھ ہو گئی۔ دوسری طرف بودھ بھکشوں نے

(ایک) تین ریاستوں کا زمانہ (57 بی سی 668 ई०)

اس زمانے میں کوریا تین ریاستوں میں بٹا ہوا تھا۔ اتر میں گوگوریو، دکھن پچھم میں پاکچے اور دکھن پورب میں سلہ۔ سن 372 عیسوی میں بودھ دھرم پرچار اتری راج گوگوریو میں شروع ہوا۔ کچھ سال بعد وہ دھرم کا سندھیں پاکچے ریاست میں پہونچا۔ اور ہر آخر میں سن 424 عیسوی میں سلہ راج میں بھی وہ دھرم کا پرچار شروع ہوا۔

کوریا کی زندگی پر بودھ دھرم جلدی چھا گیا کیونکہ اس کے مقابلے میں اس سے کنگفوتزے یا تائو کے سان وئی ہوا مذہب کوریا میں نہ تھا۔ یہر جہاں ایک طرف بودھ دھرم کے شاندار مندروں اس کی اثر دار تھم تھام نے دیا کے سادھے سادے باشندوں کو پوری طور سے اپنے بس میں کر لیا۔ دوسری طرف بودھ دھرم کے اونچے آدرش روپا والوں کے دماغ پر چھا گئے۔ بودھ دھرم نے مرد ورت دونوں کو براہوی کا درجہ دیا اس لئے عورتوں خاص اور سے بودھ دھرم کی طرف جھکوں اور انہوں نے برپا میں بودھ دھرم کے پرچار کام میں جوش کے ساتھ حصہ لیا۔

اسی زمانے میں کوریا کے قریب قریب تمام شہروں میں وہ مندروں اور بودھ متھ قائم کئے گئے۔ کوریا سے بودھ بھکشو بھارت گئے اور وہاں سے بودھ ساتھ کوریا آیا۔

(دو) سولہ کی سلطنت کا زمانہ (668 — 918 ई०)

یہ زمانہ کوریا میں بودھ دھرم کے اتھاس کا سلہ زمانہ ہا جاتا ہے۔ بھارت میں، چھن میں، کوریا میں اور ایشیا اور دیسوں میں بھی اس سے بودھ دھرم لوگوں کی شکی پر پوری طرح چھاپا ہوا تھا۔ نہ صرف عام چلتا ہی کہ ان دیسوں کے حکموں بھی بودھ دھرم کے کثر ماتلہ والے اور بودھ دھرم کے پرچار میں راج کی طرف سے پوری مدد دی جاتی تھی۔

چھن میں ان دنوں توگ خاندان راج کر رہا تھا اور بھارت میں سمرات مہشی۔ دونوں بودھ تھے کوریا میں لا کا راجہ سازے دیس پر حکومت کر رہا تھا۔ لا میں 424 عیسوی میں ہی بودھ دھرم پہل چکا تھا۔ اس نے میں بھی بھارت سے کوریا اور کوریا سے بھارت بہت سے بھکشو آئے اور گئے۔ بھارتی لا کا اثر اس زمانے کی کوریا بہت سازی اور نقاشی پر خوب ہوا۔

اسی زمانے میں بھارت اور کوریا کے بیچ مندروں کے بے تجارت کا بھی حال ملتا ہے اور اسی سے میں ہی کے کنگفوتز دھرم کا پرچار بھی کوریا میں شروع ہوا۔

(ایک) تین ریاستوں کا زمانہ (57 بی سی — 668 عیسوی)

اس زمانے میں کوریا تین ریاستوں میں بٹا ہوا تھا۔ اتر میں گوگوریو، دکھن پچھم میں پاکچے اور دکھن پورب میں سلہ۔ سن 372 عیسوی میں بودھ دھرم پرچار اتری راج گوگوریو میں شروع ہوا۔ کچھ سال بعد وہ دھرم کا سندھیں پاکچے ریاست میں پہونچا۔ اور ہر آخر میں سن 424 عیسوی میں سلہ راج میں بھی وہ دھرم کا پرچار شروع ہوا۔

کوریا کی زندگی پر بودھ دھرم جلدی چھا گیا کیونکہ اس کے مقابلے میں اس سے کنگفوتزے یا تائو کے سان وئی ہوا مذہب کوریا میں نہ تھا۔ یہر جہاں ایک طرف بودھ دھرم کے شاندار مندروں اس کی اثر دار تھم تھام نے دیا کے سادھے سادے باشندوں کو پوری طور سے اپنے بس میں کر لیا۔ دوسری طرف بودھ دھرم کے اونچے آدرش روپا والوں کے دماغ پر چھا گئے۔ بودھ دھرم نے مرد ورت دونوں کو براہوی کا درجہ دیا اس لئے عورتوں خاص اور سے بودھ دھرم کی طرف جھکوں اور انہوں نے برپا میں بودھ دھرم کے پرچار کام میں جوش کے ساتھ حصہ لیا۔

اسی زمانے میں کوریا کے قریب قریب تمام شہروں میں وہ مندروں اور بودھ متھ قائم کئے گئے۔ کوریا سے بودھ بھکشو بھارت گئے اور وہاں سے بودھ ساتھ کوریا آیا۔

(دو) لا کی سلطنت کا زمانہ (668 — 918 عیسوی)

یہ زمانہ کوریا میں بودھ دھرم کے اتھاس کا سلہ زمانہ ہا جاتا ہے۔ بھارت میں، چھن میں، کوریا میں اور ایشیا اور دیسوں میں بھی اس سے بودھ دھرم لوگوں کی شکی پر پوری طرح چھاپا ہوا تھا۔ نہ صرف عام چلتا ہی کہ ان دیسوں کے حکموں بھی بودھ دھرم کے کثر ماتلہ والے اور بودھ دھرم کے پرچار میں راج کی طرف سے پوری مدد دی جاتی تھی۔

چھن میں ان دنوں توگ خاندان راج کر رہا تھا اور بھارت میں سمرات مہشی۔ دونوں بودھ تھے کوریا میں لا کا راجہ سازے دیس پر حکومت کر رہا تھا۔ لا میں 424 عیسوی میں ہی بودھ دھرم پہل چکا تھا۔ اس نے میں بھی بھارت سے کوریا اور کوریا سے بھارت بہت سے بھکشو آئے اور گئے۔ بھارتی لا کا اثر اس زمانے کی کوریا بہت سازی اور نقاشی پر خوب ہوا۔

اسی زمانے میں بھارت اور کوریا کے بیچ مندروں کے بے تجارت کا بھی حال ملتا ہے اور اسی سے میں ہی کے کنگفوتز دھرم کا پرچار بھی کوریا میں شروع ہوا۔

میں بھارت اور کوریا کے درمیان سے چلنے لگے۔ چینی میں بھارتی بھکشوں نے بودھ دھرم کے پرچار میں کافی مدد پہنچائی انہیں بھکشوں میں سے کچھ کوریا بھی گئے۔ کوریا جانے والے بودھ بھکشوں میں دھیان بھدر کا نام نمایاں طور سے لیا جاتا ہے۔

دھیان بھدر بھج بھارت کا رہنے والا تھا۔ اس کا چھٹی نام چہ کونگ تھا۔ بودھ دھرم کا پرچار کرنے وہ چھٹی گیا تھا۔ چھٹی میں اس سے منگول خاندان راج کر رہا تھا۔ منگول شہد سے ہی منگل شہد بنا ہے اور یہ وہی خاندان تھا جس میں آٹھ چنگیز تھامور اور سمراٹ باہر پیدا ہوئے۔ چھٹی کا سمراٹ کھائی خان جو چنگیز خان کا پوتا تھا بودھ دھرم کا کنگر ماننے والا تھا۔ منگول راج کال میں بودھ دھرم چھٹی کا راج دھرم سمجھا جاتا تھا۔

دھیان بھدر بھج بھارت کا رہنے والا تھا۔ اس کا چھٹی نام چہ کونگ تھا۔ بودھ دھرم کا پرچار کرنے وہ چھٹی گیا تھا۔ چھٹی میں اس سے منگول خاندان راج کر رہا تھا۔ منگول شہد سے ہی منگل شہد بنا ہے اور یہ وہی خاندان تھا جس میں آٹھ چنگیز تھامور اور سمراٹ باہر پیدا ہوئے۔ چھٹی کا سمراٹ کھائی خان جو چنگیز خان کا پوتا تھا بودھ دھرم کا کنگر ماننے والا تھا۔ منگول راج کال میں بودھ دھرم چھٹی کا راج دھرم سمجھا جاتا تھا۔

کھائی خان نے کوریا پر حملہ کر کے اسے اپنی چھٹی سلطنت میں شامل کر لیا۔ بودھ دھرم کا پرچار اب وہاں اور زوروں سے ہونے لگا۔ اس کام میں حصہ لہنے کے لئے دھیان بھدر سن 1326 عیسوی میں چھٹی سے کوریا پہنچا۔

کھائی خان نے کوریا پر حملہ کر کے اسے اپنی چھٹی سلطنت میں شامل کر لیا۔ بودھ دھرم کا پرچار اب وہاں اور زوروں سے ہونے لگا۔ اس کام میں حصہ لہنے کے لئے دھیان بھدر سن 1326 عیسوی میں چھٹی سے کوریا پہنچا۔

کوریا میں دھیان بھدر 37 سال رہا۔ اس عرصے میں اس نے بودھ دھرم کا پرچار کیا اور دو بودھ کتابوں کا انواد چھٹی بھاشا میں کیا۔

کوریا میں دھیان بھدر 37 سال رہا۔ اس عرصے میں اس نے بودھ دھرم کا پرچار کیا اور دو بودھ کتابوں کا انواد چھٹی بھاشا میں کیا۔

سن 1363 عیسوی میں وہ کوریا میں ہی مرا۔

سن 1363 عیسوی میں وہ کوریا میں ہی مرا۔

سن 1363 عیسوی میں وہ کوریا میں ہی مرا۔

3—کوریا میں بودھ دھرم کا اُٹاؤ اور گراؤ

3—کوریا میں بودھ دھرم کا اُٹاؤ اور گراؤ

بھارت اور کوریا کے سہولت کو سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ کوریا میں بودھ دھرم کا کس طرح پرچار شروع ہوا وہ کیسے کوریائی زندگی پر چھا گیا اور پھر کسے اور کھوں اس کا اثر جاتا رہا۔

بھارت اور کوریا کے سہولت کو سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ کوریا میں بودھ دھرم کا کس طرح پرچار شروع ہوا وہ کیسے کوریائی زندگی پر چھا گیا اور پھر کسے اور کھوں اس کا اثر جاتا رہا۔

کوریا کے اتھاس کو عام طور سے پانچ حصوں میں بانٹا جاتا ہے :-

کوریا کے اتھاس کو عام طور سے پانچ حصوں میں بانٹا جاتا ہے :-

(i) تین ریاستوں کا زمانہ (57 بی. سی. — 668 عیسوی.)

(i) تین ریاستوں کا زمانہ (57 بی. سی. — 668 عیسوی.)

(ii) سولہ کی سلطنت کا زمانہ (668—918 عیسوی.)

(ii) سولہ کی سلطنت کا زمانہ (668 عیسوی — 918 عیسوی)

(iii) کورائی کی سلطنت کا زمانہ (918—1392 عیسوی.)

(iii) کورائی کی سلطنت کا زمانہ (918—1392 عیسوی)

(iv) چوہن کی سلطنت کا زمانہ 1392 — 1910 عیسوی.)

(iv) چوہن کی سلطنت کا زمانہ (1392—1910 عیسوی)

(v) جاپانی راج (1910—1945 عیسوی.)

(v) جاپانی راج (1910 — 1946 عیسوی)

کورییا سے آریہ ورمہ پہلے چین کی राजधानی چانگ آیا۔ چانگ کان سے وہ سن 638 عیسوی میں زلند نجا۔ نالند میں اس نے بودھ دھرم کی بہت سی بون کو نقل کیا۔ کہا جاتا ہے وہ 'وئے پٹک' اور 'ابھی' نام کے شاستر کا بہت بڑا ودان تھا۔

ستر برس کی عمر میں نالند میں ہی اُسکی موت ہو گئی۔

وہائی-نئے

جس سے آریہ ورمہ نالند میں تھا اُسی سے وہائی نام کا ایک اور کوریائی بودھ بھکشو بھارت آیا۔ کوریہ وہ بھی نالند میں تعلیم حاصل کرتے آیا تھا۔

بھارت آکر وہائی نے کچھ دن کہا کے مہابوڈھی در میں رہا۔ پھر وہ نالند چلا گیا۔ یہیں اُس نے دھرم کی کتابوں کو نقل کیا اور بودھ درشن کی نشانی۔

چینی یاتری آئی چنگ سن 671 عیسوی میں بن سے بھارت آیا تھا۔ وہ جب نالند کی لائبریری میں بلی کتابوں کو سجا کر رکھ رہا تھا تو اُسے وہائی نے ہاتھ کی لکھی کچھ کتابیں ملاں۔ اُس نے ن بودھ کتابوں کو نقل کیا تھا وہ اصل اور نقل دونوں اس موجود تھیں۔ آئی چنگ نے مٹھ کے بھکشوؤں سے ہمارے میں جب پوچھ تاجہ کی تو اُسے معلوم ہو کہ ائی نئے نالند مٹھ میں رہا کرتا تھا اور وہیں ساتھ ل کی عمر میں اُس نے شریہ چھوڑا۔

وہیون ٹائی

یہ بھی کورییا کا ایک بودھ بھکشو تھا۔ اس کا بھارتی نام وگیان دیو تھا۔ سن 650 عیسوی میں قبت اور نیپال کر بھارت آیا تھا۔

وہیون ٹائی بھارت کی سبھی مشہور بودھ جگہوں کو دیکھنے کے لیے بھارت میں کچھ دن ٹھوم پھر کر وہ کورییا واپس لا گیا۔

ان چار بھکشوؤں کے علاوہ اور بھی بہت سے بودھ بھکشو یا سے بھارت آئے۔ کہا جاتا ہے ساتویں صدی میں دو نہ بھکشو کورییا سے سندھ کے راستے ہو کر بھارت آئے۔ پر بدقسمتی سے شری وجے (سماترا) پہنچتے ہی اکی موت ہو گئی۔ ایک بھکشو کورییا سے کسی طرح سندھ کے راستے بھارت پہنچا پر بھارت پہنچتے ہی ل بسا۔

2 — کورییا میں بھارت کے بھکشو

کورییا میں بودھ دھرم کا پرچار شروع ہونے سے پہلے چین میں بودھ دھرم پہنچ چکا تھا۔ چین سے سکڑوں بودھ

وہن-تائی یہ بھی کورییا کا ایک بودھ بھکشو تھا۔ اسکا بھارتی نام وگیان دیو تھا۔ سن 650 عیسوی میں قبت اور نیپال کر بھارت آیا تھا۔

وہن-تائی بھارت کی سبھی مشہور بودھ جگہوں کو دیکھنے کے لیے بھارت میں کچھ دن ٹھوم پھر کر وہ کورییا واپس چلا گیا۔

ان چار بھکشوؤں کے علاوہ اور بھی بہت سے بودھ بھکشو یا سے بھارت آئے۔ کہا جاتا ہے ساتویں صدی میں دو نہ بھکشو کورییا سے سندھ کے راستے ہو کر بھارت آئے۔ پر بدقسمتی سے شری وجے (سماترا) پہنچتے ہی اکی موت ہو گئی۔ ایک بھکشو کورییا سے کسی طرح سندھ کے راستے بھارت پہنچا پر بھارت پہنچتے ہی ل بسا۔

2 — کورییا میں بھارت کے بھکشو

کورییا میں بودھ دھرم کا پرچار شروع ہونے سے پہلے چین میں بودھ دھرم پہنچ چکا تھا۔ چین سے سکڑوں بودھ

آریہ درما کو دیا کا ہودہ بھکشو تھا۔ اُسکا کو بیائی نام
 تھا تھا یہ پتہ نہیں لگتا۔ وہ بھی نالید مہن ہودہ
 دھرم کی تعلیم حاصل کرتے بہارت آیا تھا۔

بھارت اور کوریا کے سمبندھ کے اس اٹھاس کو سمجھنے کے لئے کچھ لکھی باتیں چند ضروری ہیں۔

پہلی یہ کہ کوریا اور بھارت دونوں ایشیا کے ملک ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے کافی دور ہیں۔ ان دونوں کے بیچ چین کا دیس ہے۔ کوریا چین کا بڑھی ہے اور چین بھارت کا۔ اس لئے پہلے تین سو سال تک بھارت اور کوریا کا کچھری لہن دین چین کی معرفت ہوتا رہا۔ ساتویں صدی میں کوریا سے بودھ بھکشو بھارت آئے گئے۔

دوسری یہ کہ کوریا جب راج کاجی نگاہ سے چین کے ادھون نہیں تھا تب بھی وہ عمدہ سے چین کے کچھری اثر میں رہا۔ چھٹی ہولی، چھٹی دھرم، چھٹی راج کاجی اور سماجی ڈانگ اور چھٹی کلا۔ ان سب کو کوریا والوں نے پوری طرح اپنایا۔ اس لئے چین والوں نے بھارت سے جو کچھ لیا اسے بھی کوریا والوں نے اپنا لیا۔

تیسری یہ کہ بھارت اور کوریا کے بیچ جو کچھ بھی لہن دین ہوا اسکا سمبندھ سیدھے یا ناسیدھے بودھ مذہب سے تھا۔

چوتھی یہ کہ بھارت کا کوریا کے ساتھ تجارتی سمبندھ بھی تھا۔

پانچویں یہ کہ کوریا سے جتنے بودھ بھکشو بھارت آئے ان میں سے کوئی اتنا مشہور نہیں ہوا جتنا چھٹی یا تری فامیان اور دھون سانگ۔ اس لئے ان کوریائی یا تریوں کے بارے میں بہت کم لکھا گیا ہے۔

ان باتوں کو دھیان میں رکھتے ہوئے بھارت اور کوریا کے مہل کے بارے میں ہمیں کچھ لکھی باتوں پر ایک سرسری نظر ڈالنی ہوگی۔

- (1) بھارت میں کوریا کے بودھ بھکشو۔
- (2) کوریا میں بھارت کے بودھ بھکشو۔
- (3) کوریا میں بودھ دھرم کا بٹاؤ اور گراؤ۔
- (4) کوریا میں بودھ دھرم کے فرقے۔
- (5) کوریا میں بودھ سادھتہ۔
- (6) کوریا میں بھارت کی کلا۔

1۔ بھارت میں کوریا کے بودھ بھکشو

کوریا میں بودھ دھرم کا پرچار سن 372 عیسوی میں شروع ہوا تھا۔ ساتویں صدی میں کوریا سے بودھ بھکشو بھارت آئے۔ بھارت میں انہوں نے خاص طور سے تین کام کیے۔

پہلا یہ کہ انہوں نے نالندہ بیربیڈالای میں بودھ تعلیم کی تالیف حاصل کی۔

دوسری یہ کہ کوریا اور بھارت کے درمیان ایک دوسرے سے کافی دور ہیں۔ ان دونوں کے بیچ چین کا دیس ہے۔ کوریا چین کا بڑھی ہے اور چین بھارت کا۔ اس لئے پہلے تین سو سال تک بھارت اور کوریا کا کچھری لہن دین چین کی معرفت ہوتا رہا۔ ساتویں صدی میں کوریا سے بودھ بھکشو بھارت آئے گئے۔

تیسری یہ کہ بھارت اور کوریا کے بیچ جو کچھ بھی لہن دین ہوا اسکا سمبندھ سیدھے یا ناسیدھے بودھ مذہب سے تھا۔

چوتھی یہ کہ بھارت کا کوریا کے ساتھ تجارتی سمبندھ بھی تھا۔

پانچویں یہ کہ کوریا سے جتنے بودھ بھکشو بھارت آئے ان میں سے کوئی اتنا مشہور نہیں ہوا جتنا چھٹی یا تری فامیان اور دھون سانگ۔ اس لئے ان کوریائی یا تریوں کے بارے میں بہت کم لکھا گیا ہے۔

ان باتوں کو دھیان میں رکھتے ہوئے بھارت اور کوریا کے مہل کے بارے میں ہمیں کچھ لکھی باتوں پر ایک سرسری نظر ڈالنی ہوگی۔

1۔ بھارت میں کوریا کے بودھ بھکشو۔

2۔ کوریا میں بھارت کے بودھ بھکشو۔

3۔ کوریا میں بودھ دھرم کا بٹاؤ اور گراؤ۔

4۔ کوریا میں بودھ دھرم کے فرقے۔

5۔ کوریا میں بودھ سادھتہ۔

6۔ کوریا میں بھارت کی کلا۔

1۔ بھارت میں کوریا کے بودھ بھکشو۔

2۔ کوریا میں بھارت کے بودھ بھکشو۔

3۔ کوریا میں بودھ دھرم کا بٹاؤ اور گراؤ۔

4۔ کوریا میں بودھ دھرم کے فرقے۔

5۔ کوریا میں بودھ سادھتہ۔

6۔ کوریا میں بھارت کی کلا۔

1۔ بھارت میں کوریا کے بودھ بھکشو۔

2۔ کوریا میں بھارت کے بودھ بھکشو۔

3۔ کوریا میں بودھ دھرم کا بٹاؤ اور گراؤ۔

4۔ کوریا میں بودھ دھرم کے فرقے۔

5۔ کوریا میں بودھ سادھتہ۔

6۔ کوریا میں بھارت کی کلا۔

نئی دنیا

روس میں عورت کو ہر طریقے سے مرد کے برابر کر دیا گیا ہے۔ صرف کفایت پر ہی نہیں بلکہ عمل میں بھی عورت کو برابر کے ادھکار مل گئے۔ شادی بیاہ اور طلاق کے قانونوں میں پہلے ڈھیل دی گئی اور پھر کڑائی کی جانے لگی۔ فلم وغیرہ کے ذریعے پر پھیلنے کے شادی کی اعمیوت اور ہار ہار کی شادی سے نفرت لوگوں کے دلوں میں جمائی گئی۔ انہوں ایک نئے جہیز کا پیمانہ سنایا گیا۔ لوگوں کی مالی حالت سدھار کر شادی کے لئے زمین تیار کر دی گئی۔ جو لوگ مالی اوجھل کی وجہ سے شادی نہ کر سکتے تھے وہ بڑے طریقوں سے جو واسطہ کی بھاس بچھاتے تھے۔ دوسرے میں آپ یہ بات نہیں دہی۔ دوسرے میں عورت اب مرد پر مالی طور پر نہیں رہتی۔

قانونوں کے ذریعے کچھ باتیں ایسی کی گئیں جن کی مثال کسی بھی دیش میں نہیں ملتی۔ کچھ یورپی دیہاتوں میں پہلے ایک بڑے کو اُس کے مرے ہوئے پتی کے کسی رشتہ دار سے شادی کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا، عورتوں پر گائی جاتی تھیں اور اُن کی اچھا کے خلاف اُن سے شادی کی جاتی تھی۔ لوگوں کو نہ بھگائے جانے، شادی بیاہ یا جلسے معاملاتوں میں کسی طرح کی زبردستی نہ ہونے دینے کی پوری ذمہ داری اُس علاقہ کے افسر کی ہے۔ اگر وہ اپنے فرض میں نا کامیاب ہوتا ہے تو اُس پر عدالت میں مقدمہ چلتا ہے اور سخت سزا دی جاتی ہے۔

کسی بھی دیش میں وہاں بھوی کو سناہ سناہ دھلے کی وہ آسانی نہیں ہے جو دوسرے میں ہے۔ اگر مرد کا تہادہ دوسری جگہ ہو جاتا ہے تو قانوناً عورت کی بھی تبدیلی اُسی جگہ کی ہو جاتی ہے۔

دوسرے میں طلاق کے مقدمے کم ہوتے جارہے ہیں، لوگ چھوڑ پکڑ کی پرورنی سے نفرت کرنے لگے ہیں اور ایک سنگٹھت کٹمبک جہیز اُن کا آدرش بن گیا ہے۔

قانونوں کے ذریعے کچھ باتیں ایسی کی گئیں جن کی مثال کسی بھی دیش میں نہیں ملتی۔ کچھ یورپی دیہاتوں میں پہلے ایک بڑے کو اُس کے مرے ہوئے پتی کے کسی رشتہ دار سے شادی کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا، عورتوں پر گائی جاتی تھیں اور اُن کی اچھا کے خلاف اُن سے شادی کی جاتی تھی۔ لوگوں کو نہ بھگائے جانے، شادی بیاہ یا جلسے معاملاتوں میں کسی طرح کی زبردستی نہ ہونے دینے کی پوری ذمہ داری اُس علاقہ کے افسر کی ہے۔ اگر وہ اپنے فرض میں نا کامیاب ہوتا ہے تو اُس پر عدالت میں مقدمہ چلتا ہے اور سخت سزا دی جاتی ہے۔

کسی بھی دیش میں وہاں بھوی کو سناہ سناہ دھلے کی وہ آسانی نہیں ہے جو دوسرے میں ہے۔ اگر مرد کا تہادہ دوسری جگہ ہو جاتا ہے تو قانوناً عورت کی بھی تبدیلی اُسی جگہ کی ہو جاتی ہے۔

دوسرے میں طلاق کے مقدمے کم ہوتے جارہے ہیں، لوگ چھوڑ پکڑ کی پرورنی سے نفرت کرنے لگے ہیں اور ایک سنگٹھت کٹمبک جہیز اُن کا آدرش بن گیا ہے۔

دوسرے میں طلاق کے مقدمے کم ہوتے جارہے ہیں، لوگ چھوڑ پکڑ کی پرورنی سے نفرت کرنے لگے ہیں اور ایک سنگٹھت کٹمبک جہیز اُن کا آدرش بن گیا ہے۔

بھارت اور کوریا کا سمبندھ

(بائیہان چندر ورما)

آج سے قریب سولہ سو سال پہلے سن 372 عیسوی میں، گیتم بودھ کا سہدش کوریا پہنچا۔ کوریا اپنی سادگی اور سچائی کے کارن ان دنوں 'سنیاسی دیش' کہلاتا تھا۔ اُسی سے بھارت اور کوریا کے دوچ کلچری سمبندھ قائم ہوا۔ قریب ایک ہزار سال تک یہ لہن دین جاری رہا۔

بھارت اور کوریا کا سمبندھ

(بائیہان چندر ورما)

آج سے قریب سولہ سو سال پہلے سن 372 عیسوی میں، گیتم بودھ کا سہدش کوریا پہنچا۔ کوریا اپنی سادگی اور سچائی کے کارن اُن دنوں 'سنیاسی دیش' کہلاتا تھا۔ اُسی سے بھارت اور کوریا کے دوچ کلچری سمبندھ قائم ہوا۔ قریب ایک ہزار سال تک یہ لہن دین جاری رہا۔

سویات अधिकारियों के सामने हर वक्त रूसी समाज को मजबूत करने का लयाल था और वह यह भी नहीं चाहते थे कि आपसी राजामन्दी के बजाय किसी दबाव के आधार पर किस को मियां बीबी की तरह रखा जाय. उन्होंने इसीलिये पहले ढील दी और फिर जैसे जैसे लोगों का नैतिक स्तर ऊंचा होता गया वह कानून को भी सख्त करते गए. सन '44 में तीसरा कानून पास करके तलाक़ पर रूस में सख्त रुकावट लगा दी गई.

नए कानूनों के अनुसार तलाक़ लेने वाले मर्द या औरत को एक जन अदालत के सामने दरखास्त देनी पड़ती है. इस दरखास्त को आम लोगों की जानकारी के लिये अखबारों में छाप दिया जाता है. अगर दरखास्त देने वाले इच्छा चाहिर करें तो मुकदमे की सुनवाई बन्द कमरे में भी हो सकती है. जन अदालत दूसरी पार्टी को बुलाने के लिये सम्मन जारी करती है. और दरखास्त में दिये कारनों की जाँच परताल करती है. जाँच परताल के बाद जन अदालत का फ़र्ज़ है कि वह हर मुमकिन तरह से दोनों मियां बीबी में मेल कराने की कोशिश करे. जब मेल से नाउम्मीदी हो जाती है तब मुकदमा ज़ियादा अधिकार वाली एक दूसरी बड़ी अदालत के सामने पेश कर दिया जाता है. इस अदालत को हक़ है कि वह तलाक़ की इजाजत दे या न दे. अगर तलाक़ की इजाजत मिज़ जाती है तो अदालत ही तय करती है कि बच्चे किसके पास रहें और उनका खर्च कौन उठाए. साथ ही साथ मियां बीबी की जायदाद के बटवारे का फैसला भी अदालत कर देती है.

अदालत के फैसले के बाद रजिस्ट्रार तलाक़ का सरटिफ़िकेट देता है और दोनों के पासपोर्ट में भी इस अलगाव को दर्ज कर देता है.

तलाक़ के लिये दरखास्त देने की फ़ीस अब सौ रूबल है जो करीब करीब सौ रुपए के बराबर होता है और रजिस्ट्रार के यहाँ से सरटिफ़िकेट लेने की फ़ीस पाँच सौ से दो हजार रूबल तक है.

रूस के तलाक़ के कानून में अनोखी बात यह है कि कानून में तलाक़ देने के लिये कोई कारन नहीं बताए गए. योरप के दूसरे देशों में जो कानून इस सम्बन्ध के हैं उनसे ज़ियादातर बदचलनी पर ही तलाक़ मिल सकता है. हर एक मुकदमे में एक ही कारन नहीं हो सकता. ऐसे भी अदालत के सामने गन्ध उछालना और एक दूसरे को बदचलन साबित करने के लिये गवाही दिलवाना बराबर बहुत बुरी बातें हैं.

नए कानून पास होने के बाद से रूस में तलाक़ के मुकदमे 33 फ़ीसदी रह गए हैं. आज योरप और अमरीका में सबसे कम तलाक़ जिस देश में होते हैं वह रूस है.

सोवियत अधिकारियों के सामने हर वक्त रूसी समाज को मजबूत करने का ख़याल था और वह यह भी नहीं चाहते थे कि आपसी राजामन्दी के बजाय किसी दबाव के आधार पर किस को मियां बीबी की तरह रखा जाय. उन्होंने इसीलिये पहले ढील दी और फिर जैसे जैसे लोगों का नैतिक स्तर ऊंचा होता गया वह कानून को भी सख्त करते गئے. सन '44 में तीसरा कानून पास करके तलाक़ पर रूस में सख्त रुकावट लगा दी गई.

नए कानून के अनुसार तलाक़ लेने वाले मर्द या औरत को एक जन अदालत के सामने दरखास्त देनी पड़ती है. इस दरखास्त को आम लोगों की जानकारी के लिये अखबारों में छाप दिया जाता है. अगर दरखास्त देने वाले इच्छा चाहिर करें तो मुकदमे की सुनवाई बन्द कमरे में भी हो सकती है. जन अदालत दूसरी पार्टी को बुलाने के लिये सम्मन जारी करती है. और दरखास्त में दिये कारनों की जाँच परताल करती है. जाँच परताल के बाद जन अदालत का फ़र्ज़ है कि वह हर मुमकिन तरह से दोनों मियां बीबी में मेल कराने की कोशिश करे. जब मेल से नाउम्मीदी हो जाती है तब मुकदमा ज़ियादा अधिकार वाली एक दूसरी बड़ी अदालत के सामने पेश कर दिया जाता है. इस अदालत को हक़ है कि वह तलाक़ की इजाजत दे या न दे. अगर तलाक़ की इजाजत मिज़ जाती है तो अदालत ही तय करती है कि बच्चे किसके पास रहें और उनका खर्च कौन उठाए. साथ ही साथ मियां बीबी की जायदाद के बटवारे का फैसला भी अदालत कर देती है.

अदालत के फैसले के बाद रजिस्ट्रार तलाक़ का सरटिफ़िकेट देता है और दोनों के पासपोर्ट में भी इस अलगाव को दर्ज कर देता है.

तलाक़ के लिये दरखास्त देने की फ़ीस अब सौ रूबल है जो करीब करीब सौ रुपए के बराबर होता है और रजिस्ट्रार के यहाँ से सरटिफ़िकेट लेने की फ़ीस पाँच सौ से दो हजार रूबल तक है.

रूस के तलाक़ के कानून में अनोखी बात यह है कि कानून में तलाक़ देने के लिये कोई कारन नहीं बताए गए. योरप के दूसरे देशों में जो कानून इस सम्बन्ध के हैं उनसे ज़ियादातर बदचलनी पर ही तलाक़ मिल सकता है. हर एक मुकदमे में एक ही कारन नहीं हो सकता. ऐसे भी अदालत के सामने गन्ध उछालना और एक दूसरे को बदचलन साबित करने के लिये गवाही दिलवाना बराबर बहुत बुरी बातें हैं.

नए कानून पास होने के बाद से रूस में तलाक़ के मुकदमे 33 फ़ीसदी रह गए हैं. आज योरप और अमरीका में सबसे कम तलाक़ जिस देश में होते हैं वह रूस है.

روک لگا دی گئی ہے۔ پہلے وہاں قاعدہ تھا کہ مہل اور بھوی کے رشتے داروں میں بھی شادی نہیں ہر سکتی تھی لیکن سروریت میں یہ قاعدہ اب نہیں مانا جاتا۔

یورپ میں عام طریقہ سے شادی کے بعد عورت مرد کا خاندانی نام اپنا لیتی ہے۔ روس میں خواتین بھی تو اپنا پہلے کا خاندانی نام ہی قائم رکھ سکتی ہے۔ نام بدلنا دونوں کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ مرد عورت کا نام اپنا لے اور عورت چاہے مرد کا۔ وہ جسے رجسٹرار کے سامنے اعلان کرنا پڑتا ہے۔ روس میں جب مرد کے نام کو عورت اپنا لیتی ہے تو گرامر کے اسرار اس کو زنانہ شکل دے دی جاتی ہے۔ جیسے مسٹر اوزن کی بھوی کو مسٹر اوزینہ کہا جاتا ہے۔

کسی مرد اور عورت کی شادی کے لئے تیسرا آدمی کی رضامندی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مرد اور عورت رجسٹرار کے یہاں درخواست دیتے ہیں اور اس کے ساتھ یہ ہر صاف صاف لکھتے ہیں کہ ان کی شادی میں کوئی قانونی باधा نہیں ہے اور دونوں ایک دوسرے کی تندرستی کے بارے میں پوری پوری جانکاری رکھتے ہیں؛ یہ دونوں پہلی شادی ہے، دوسری شادی ہے یا تیسری شادی ہے، اور پہلی شادی سے ان کے کوئی بچہ ہوئی ہے یا نہیں۔

کسی مرد اور عورت کی شادی کے لئے تیسرا آدمی کی رضامندی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مرد اور عورت رجسٹرار کے یہاں درخواست دیتے ہیں اور اس کے ساتھ یہ ہر صاف صاف لکھتے ہیں کہ ان کی شادی میں کوئی قانونی باधा نہیں ہے اور دونوں ایک دوسرے کی تندرستی کے بارے میں پوری پوری جانکاری رکھتے ہیں؛ یہ دونوں پہلی شادی ہے، دوسری شادی ہے یا تیسری شادی ہے، اور پہلی شادی سے ان کے کوئی بچہ ہوئی ہے یا نہیں۔

ہر ایک کا فرض ہے کہ اگر کوئی بات شادی میں اعتراض کے قابل ہے تو وہ آکر عدالت کو اطلاع دے۔ اس طرح کی اطلاع ملنے پر اس وقت تک کے لئے شادی منسوخ کر دی جاتی ہے جب تک معاملے کی جانچ نہ کر لی جائے۔

رجسٹرار مرد اور عورت کو شادی سمبندھی قانون پر مبنی کرتا ہے۔ شادی کے رجسٹر پر تین دنوں دستخط کر دیتے ہیں اور رجسٹرار اس شادی کا گواہ ہو جاتا ہے۔

طلاق

19 دسمبر 1917 میں تلاقِ سمبندھی وہ قانون پاس کیا گیا جس کا اردو ذکر آچکا ہے۔ اس قانون کے انوسار طلاق بچوں کا کہل ہوگا تھا۔ طلاق حاصل کرنے کی نوکس سلیمہ تک سے بھی کم تھی۔ ایک کارڈ لکھکر رجسٹرار کو سوچنا دے دیئے سے طلاق ہو جاتا تھا طلاق کی درخواست میں طلاق لہلہ کا کوئی کارڈ درج کرنا ضروری نہیں تھا۔ سن 36 میں اس سمبندھ میں دوسرا قانون پاس کیا گیا۔ یہ طلاق کے بارے میں فردا سخت قدم تھا۔ اب مہاں بھوی دونوں کو رجسٹرار کے سامنے حاضر ہونا ضروری قرار دیا گیا۔ ان کے پاسپورٹ میں بھی طلاق درج ہونے لگا اور پہلے سے نوکس بھوا دی گئی۔

19 دسمبر 1917 میں طلاق سمبندھی وہ قانون پاس کیا گیا جس کا اردو ذکر آچکا ہے۔ اس قانون کے انوسار طلاق بچوں کا کہل ہوگا تھا۔ طلاق حاصل کرنے کی نوکس سلیمہ تک سے بھی کم تھی۔ ایک کارڈ لکھکر رجسٹرار کو سوچنا دے دیئے سے طلاق ہو جاتا تھا طلاق کی درخواست میں طلاق لہلہ کا کوئی کارڈ درج کرنا ضروری نہیں تھا۔ سن 36 میں اس سمبندھ میں دوسرا قانون پاس کیا گیا۔ یہ طلاق کے بارے میں فردا سخت قدم تھا۔ اب مہاں بھوی دونوں کو رجسٹرار کے سامنے حاضر ہونا ضروری قرار دیا گیا۔ ان کے پاسپورٹ میں بھی طلاق درج ہونے لگا اور پہلے سے نوکس بھوا دی گئی۔

یورپ میں عام طریقہ سے شادی کے بعد عورت مرد کا خاندانی نام اپنا لیتی ہے۔ روس میں خواتین بھی تو اپنا پہلے کا خاندانی نام ہی قائم رکھ سکتی ہے۔ نام بدلنا دونوں کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ مرد عورت کا نام اپنا لے اور عورت چاہے مرد کا۔ وہ جسے رجسٹرار کے سامنے اعلان کرنا پڑتا ہے۔ روس میں جب مرد کے نام کو عورت اپنا لیتی ہے تو گرامر کے اسرار اس کو زنانہ شکل دے دی جاتی ہے۔ جیسے مسٹر اوزن کی بھوی کو مسٹر اوزینہ کہا جاتا ہے۔

کسی مرد اور عورت کی شادی کے لئے تیسرا آدمی کی رضامندی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مرد اور عورت رجسٹرار کے یہاں درخواست دیتے ہیں اور اس کے ساتھ یہ ہر صاف صاف لکھتے ہیں کہ ان کی شادی میں کوئی قانونی باधा نہیں ہے اور دونوں ایک دوسرے کی تندرستی کے بارے میں پوری پوری جانکاری رکھتے ہیں؛ یہ دونوں پہلی شادی ہے، دوسری شادی ہے یا تیسری شادی ہے، اور پہلی شادی سے ان کے کوئی بچہ ہوئی ہے یا نہیں۔

ہر ایک کا فرض ہے کہ اگر کوئی بات شادی میں اعتراض کے قابل ہے تو وہ آکر عدالت کو اطلاع دے۔ اس طرح کی اطلاع ملنے پر اس وقت تک کے لئے شادی منسوخ کر دی جاتی ہے جب تک معاملے کی جانچ نہ کر لی جائے۔

رجسٹرار مرد اور عورت کو شادی سمبندھی قانون پر مبنی کرتا ہے۔ شادی کے رجسٹر پر تین دنوں دستخط کر دیتے ہیں اور رجسٹرار اس شادی کا گواہ ہو جاتا ہے۔

طلاق

19 دسمبر 1917 میں طلاق سمبندھی وہ قانون پاس کیا گیا جس کا اردو ذکر آچکا ہے۔ اس قانون کے انوسار طلاق بچوں کا کہل ہوگا تھا۔ طلاق حاصل کرنے کی نوکس سلیمہ تک سے بھی کم تھی۔ ایک کارڈ لکھکر رجسٹرار کو سوچنا دے دیئے سے طلاق ہو جاتا تھا طلاق کی درخواست میں طلاق لہلہ کا کوئی کارڈ درج کرنا ضروری نہیں تھا۔ سن 36 میں اس سمبندھ میں دوسرا قانون پاس کیا گیا۔ یہ طلاق کے بارے میں فردا سخت قدم تھا۔ اب مہاں بھوی دونوں کو رجسٹرار کے سامنے حاضر ہونا ضروری قرار دیا گیا۔ ان کے پاسپورٹ میں بھی طلاق درج ہونے لگا اور پہلے سے نوکس بھوا دی گئی۔

روک لگ گئی۔ جاہلاد بٹانے اور سداہتہ کا ऐसा सवाल आ गया कि बहुत ही थोड़े लोग यह जंजाल पालने की हिम्मत करने लगे.

सन '44 में रूस में इस सम्बन्ध में एक और कानून पास हुआ. रूस अब खुशहाल हो चुका था, औरतें पूरी तरह अपने पैरों पर खड़ी हो चुकी थीं. यह वक्त था जब कानूनी लगाम को मोड़ने की जरूरत थी. अब एक और नए कानून के जरिये गैर कानूनी शादियों को कानूनी मानना बन्द कर दिया गया. केवल उन्हीं शादियों को अब कानूनी माना जाने लगा जो सरकारी दफ्तर में बाकायदा रजिस्टर कराई गई हों.

रूस में शादी की प्रथा

आज इस देश में सिर्फ उन्हीं शादियों को कानूनी माना जाता है जो बाकायदा रजिस्टर के दफ्तर में रजिस्टर कराई गई हों. सोवियत नागरिकों को पूरी आजादी है कि वह जो धर्म चाहें मानें और अपने धर्म के मुताबिक शादी ब्याह भी करें लेकिन राज ऐसी शादियों को कानूनी नहीं मानता.

यहाँ हर नागरिक को पासपोर्ट मिलता है. जिन लोगों की शादी होती है उनके पासपोर्ट पर दर्ज कर दिया जाता है कि इनकी शादी हो चुकी है. इस तरह अपनी पहली शादियों को छुपाया नहीं जा सकता.

सोवियत नागरिक और बाहरी नागरिक के बीच की शादी और या विदेशियों की शादी भी जो रूस में हो मामूली तरीके से रजिस्टर की जाती है.

अगर रूसी मर्द या औरत किसी बाहरी औरत या मर्द से शादी कर ले तो उसका नागरी हक नहीं छिनता.

शादी के लिये एक जरूरी शर्त उमर है. सोवियत रूस बहुत सी आजाद रिपब्लिकों का मजमूआ है. जियादातर रिपब्लिकों में औरत और मर्द दोनों की शादी के लिये कम से कम 18 साल उमर मुकर्रर है. कहीं कहीं हवा पानी के फर्क को ध्यान में रखकर 16 साल में भी शादी की इजाजत है.

सोवियत रूस में एक मर्द और एक औरत के सम्बन्ध को बहुत महत्व दिया जाता है और हर तरह से खयाल रखा जाता है कि कहीं भी एक मर्द या एक औरत का सम्बन्ध जियादा औरतों या बियादा मर्दों से न होने पाए. इस तरह का सम्बन्ध रखने पर सख्त सजा दी जाती है.

जिन लोगों का खून मिलता हो या आधे भाई और आधे बहिन हों उनकी शादी सोवियत रूस में नहीं हो सकती. बचेरे, ममेरे या फुकेरे भाई बहिनों में शादी पर

روک لگ گئی. جائداد بٹانے اور سداہتہ کا ऐसा सवाल आ गया कि बहुत ही थोड़े लोग यह जंजाल पालने की हिम्मत करने लगे.

سن '44 میں رूस میں اس سمبندھ میں ایک اور قانون پاس ہوا. رूस اب خوش حال ہو چکا تھا، اورتیں پوری طرح اپنے پوروں پر کھڑی ہو چکی تھیں. یہ وقت تھا جب قانونی لگام کو موڑنے کی ضرورت تھی. اب ایک اور نئے قانون کے ذریعے غیر قانونی شادیوں کو قانونی ماننا بند کر دیا گیا. کہول انہیں شادیوں کو اب قانونی مانا جانے لگا جو سرکاری دفتر میں با قاعدہ رجسٹر کرائی گئی ہوں.

روس میں شادی کی پرتھا

آج اس دیش میں صرف انہیں شادیوں کو قانونی مانا جاتا ہے جو با قاعدہ رجسٹرار کے دفتر میں رجسٹر کرائی گئی ہوں. سوویٹ ناگروں کو پوری آزادی ہے کہ وہ جو دھرم چاہیں مانوں اور اپنے دھرم کے مطابق شادی بیاہ بھی کریں لیکن راج ایسی شادیوں کو قانونی نہیں مانتا.

یہاں ہر ناگرو کو پاسپورٹ ملتا ہے. جن لوگوں کی شادی ہوتی ہے ان کے پاسپورٹ پر درج کر دیا جاتا ہے کہ ان کی شادی ہو چکی ہے. اس طرح اپنی پہلی شادیوں کو چھپایا نہیں جاسکتا.

سوویت ناگرو اور باہری ناگرو کے بیچ کی شادی اور یا ریشہوں کی شادی بھی جو کہ روس میں ہو، معمولی طریقے سے رجسٹر کی جاتی ہے.

اگر روسی مرد یا عورت کسی باہری عورت یا مرد سے شادی کرے تو اس کا ناگری حق نہیں چھلتا.

• شادی کے لئے ایک ضروری شرط عمر ہے. سوویٹ روس بہت سی آزاد ریپبلکوں کا مجموعہ ہے. زیادہ تر ریپبلکوں میں عورت اور مرد دونوں کی شادی کے لئے کم سے کم 18 سال عمر مقرر ہے. کہیں کہیں ہوا پانی کے فرق کو دھیان میں رکھ کر 16 سال میں بھی شادی کی اجازت ہے.

• سوویٹ روس میں ایک مرد اور ایک عورت کے سمبندھ کو بہت مہتمو دیا جاتا ہے اور ہر طرح سے خیال رکھا جاتا ہے کہ کہیں بھی ایک مرد یا ایک عورت کا سمبندھ زیادہ عورتوں یا زیادہ مردوں سے نہ ہونے پائے. اس طرح کا سمبندھ رکھنے پر سخت سزا دی جاتی ہے.

جن لوگوں کا خوں ملتا ہو یا آدمے بوئی اور آدمے ہوں ان کی شادی سوویٹ روس میں نہیں ہو سکتی. بچےرے، مامےرے یا فوکےرے भाई बहिनों में शादी पर

को सुधारने के बजाय एक नया रास्ता निकाल लिया। औरत को कमजोर मास्ती हालत से फायदा उठाया गया। और कानूनी सम्बन्ध शुरू हो गए, न रहा कोई कानून और न तलाक की जरूरत, इनकलाब का दौर अभी शुरू ही हुआ था। नया रूस भट्टी से निकल रहा था, औरत अभी पूरी तरह अपने पैरों पर खड़ी नहीं हो सकी थी, औरत की रक्षा अधिकांशियों के लिये संभव नहीं थी और समाज की हालत बदतर होती जा रही थी। आखिर सन '27 से रूसी अधिकांशियों ने फिर एक कानून पास किया और इस तरह के औरत कानूनी सम्बन्ध को भी कानूनी शादी मान कर औरत को नीचे गिरने से रोकने की कोशिश की। नये कानून के अनुसार नीचे लिखे सम्बन्ध रखने वाले कानूनी मियां बीबी मान लिये गए—

1. बहू मर्द और औरत जो साथ रहते हों.
2. जो आम तरीके से मियां बीबी समझे जाते हों.
3. जो सामे में घर गृहस्थी रखते हों.
4. जिन्होंने कभी भी एक दूसरे की देख रेख की हो और बच्चों का मिलकर पालन पोसन किया हो.

इसी क़ानून के ज़रिये अधिकारियों ने जायदाद और बिरासत की समस्या का भी निपटारा कर दिया.

शादी से पहले की जायदाद के मालिक औरत और पर्व अलग अलग मान लिये गए. लेकिन शादी के बाद की जायदाद में मियां और बीबी का बराबर का अधिकार मान लिया गया. अलगगव हो जाने पर अदालत को उस जायदाद का बटबारा करने का अधिकार दे दिया गया.

अगर दोनों में से कोई मर जाय तो औरत की जायदाद का मर्द और मर्द की जायदाद की औरत वारिस करार ले गई.

दोनों में से कोई किसी जिस्मानी वजह से काम करने लायक न हो तो तलाक के बाद दूसरे का उसको सहायता देना फर्ज माना गया. कानून ने उसे हक दिया कि वह यह सहायता अदालत के बल पर हासिल कर सके. जिस्मानी कमजोरी चाहे शादी के पहले की हो और चाहे तलाक के बाद पैदा हो गई हो पर यह सहायता देना जरूरी था.

इस कानून ने मर्द और औरत किसी को यह हक नहीं दिया कि वह किसी दूसरे की कमाई पर मौज करे और काम न करे. अगर दोनों खुद कमाने खाने के क़ाबिल तो नान मुफ़्का (खाना, कपड़ा बग़ैरा का ख़र्च) मिलने जरूरत नहीं है.

इस कानून से जिस गरीब शादी रचाने वालों पर काफ़ी

کو سدھارنے کے بجائے ایک نیا راستہ نکال لیا۔ عورت کی کمزور مالی حالت سے فائدہ اٹھایا گیا۔ فہر قانونی سمبندھ شروع ہوئے۔ نہ رہا کوئی قانون اور نہ طلاق کی ضرورت۔ انقلاب کا دور ابھی شروع ہی ہوا تھا، لہذا روس بھٹی سے نکل رہا تھا۔ عورت ابھی پوری طرح اٹھ پھروس پر کھڑی نہیں ہوسکی تھی۔ عورت کو رکھا ادھیکاریوں کے لئے سمبھو نہیں تھی اور سماج کی حالت بدتر ہوتی جا رہی تھی۔ آخر سن 27' میں روسی ادھیکاریوں نے پھر ایک قانون پاس کیا اور اس طرح کے فہر قانونی سمبندھ کو بھی قانونی شادی مان کر عورت کو نیچے کرنے سے روکنے کی کوشش کی: نئے قانون کے انوسار نیچے لکھ سمبندھ رکھنے والے قانونی مہاں بھی مان لئے گئے۔

1. وہ مر اور مورت جو ساتھ رہتے ہوں۔
2. جو عام طریقے سے کہاں بھی سمجھ جاتے ہوں۔
3. جو سادہ میں گر گھر ہستی رکھتے ہوں۔
4. جنہوں نے کبھی بھی ایک دوسرے کی دیکھ نہ کی ہو اور انہیں کا ملکر پالنے پر آمین کیا ہو۔

اسی قانون کے ذریعے ادھکاریوں نے جائداد اور وراثت کی سمجھوتہ کا بھی نھنارا کر دیا۔

شادی سے پہلے ہی جائیداد کے مالک عورت اور مرد الگ الگ مان لئے تھے۔ لیکن شادی کے بعد کی جائیداد میں سواں اور بیوی کا ہر ابر کا ادھیکار مان لیا گیا۔ الٹا ہو جانے پر عدالت کو اُس جائیداد کا بتوارہ کرنے کا ادھیکار دے دیا گیا۔

اگر دونوں میں سے کوئی مرجائے تو عورت کی جائداد کا مرد اور مرد کی جائداد کی عورت وارث قرار دی گئی۔

دونوں مہن سے کوئی کسی جسمانی وجہ سے کام کرنے کے لائق نہ ہو تو طلاق کے بعد دوسرے کا اس کو سہاڑنا فیذا فرض مانا گیا۔ قانون نے اُسے حق دیا کہ وہ یہ سہاڑنا عدالت کے بل پر حاصل کر سکے۔ جسمانی کمزوری چاہے شادی کے پہلے کی ہو اور چاہے طلاق کے بعد پیدا ہوگئی ہو یہ سہاڑنا فیذا ضروری تھا۔

اس قانون نے مرد اور عورت کسی کو یہ حق نہیں دیا کہ وہ کسی دوسرے کی کمائی پر موج کرے اور خود کام نہ کرے۔ اگر دونوں خود کما لے کھالے کے قابل ہوں تو نان نفقہ (کھانا، کھڑا وغیرہ کا خرچ) ملنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس قانون سے نٹ نٹی شادی دکانے والوں پر کافی

رُس میں ہنگامہ اس زمانے میں ہوا جب کہ یورپ میں ستروں کو پریم کرنے اور پریم کے آدھار پر شادی کرنے کا ادھکار پہلے سے مل چکا تھا۔ روسی ادھکاریوں نے دھپان سے اس وقت پر فور کیا اور اس نتیجے پر پہونچے کہ ان شادیوں میں اصلی پریم کا اثر کافی کم ہے۔ اتر، عہدہ، دھن دولت شادی بھاہ کے معاملے میں پریم کا اثر قائم ہے۔ اس زہریلی نفسا میں پریم کا انکر مرجھایا رہتا ہے۔ اس انکر کو ہرانے کے لئے روسی ادھکاریوں نے سب سے پہلے عورت کو راج کاجی، مالی اور سماجی ادھکار دے دیئے۔ ماں بطن کے بعد جو کتھناٹھاں سہلی پوتی تھیں ان کو دور کر دیا۔ عورت کو خود اس کے پیروں پر کھڑا کر دیا۔

سویات وکھانیوں نے اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا کہ انسان پیداہشی دراجاری ہوتا ہے اور خاص کر جنس کے معاملے میں نیت نرے اورت سے संबند رکھنے کی پڑتی مرقہ میں کھدرتی ہے۔ انکا کہنا ہے کہ ان سارے دھاروں کی جب آدھی کی پڑتی میں نہیں ہے بلکہ پڑستھوں نے یہ حالت اس پر لا رکھا ہے۔ دنیا کے اتھاس میں پہلی بار انھوں نے انسان کو سٹلسی یوجداؤں کے سہارے سداچاری ہڈانے کی کوشش شروع کی۔

روس میں جس طرح اُنھوں نے مالی خوش حالی پیدا کی اور کچھ ہرائیوں کا خانہ کیا اس کا بیان ہم پہلے کر چکے ہیں۔ سماج ویکتھوں سے ہڈا ہے اور ویکتھوں ایک مرد اور ایک عورت کے سمبند سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے شادی بھاہ کوئی ویکتھ گت سمبھا نہیں ہے۔ شادی بھاہ پر دیہے کے بھوشہ کا محل کھڑا ہے روسی ادھکاریوں نے سمجھ لیا تھا کہ بنا اس مہتو سے بھری سمبھا کا حل کئے وہ روس میں بڑھیا سماج پیدا ہی نہیں کر سکتے۔ اُنھیں دیکھیں شادی بھاہ کو سنگتھت اور پریم کے آدھار پر قائم کرنے کے لئے انھوں نے کیا کیا؟

سن 17 کا انقلاب ہوتے ہی اسی سال دسمبر میں شاہی بھاہ اور تلاق کے بارے میں خاص قانون پاس کئے گئے۔ ان قانونوں میں تلاق کو خوب تھل دے دی گئی۔ مرد یا عورت جسکا من چاہے رجسترا کو کارڈ لکھ کر طلاق حاصل کر سکتا تھا۔ کچھ لوگوں نے اس کا ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کیا۔ نیت نرے بھاہ دچائے جانے لگے۔ جس طرح لوگ کھڑے ہڈتھ ہیں اسی طرح بھوی اور مہاں ہڈالنے لگے۔ روز شادی اور روز طلاق سے سمجھ دار لوگوں کو نفرت ہوئی۔ ایسے لوگوں کا فیکتھوں اور دلتھوں میں ترسکار ہونے لگا۔ ٹرید یونین والوں نے اس پروردی کے خلاف جہاد شروع کر دیا۔ انھیں کو روز روز طلاق کے لئے جانے میں شرم آنے لگی۔ انھوں نے اپنے

روس میں انقلاب اُس زمانے میں ہوا جبکہ یورپ میں استروں کو پریم کرنے اور پریم کے آدھار پر شادی کرنے کا ادھکار پہلے سے مل چکا تھا۔ روسی ادھکاریوں نے دھپان سے اس وقت پر فور کیا اور اس نتیجے پر پہونچے کہ ان شادیوں میں اصلی پریم کا اثر کافی کم ہے۔ اتر، عہدہ، دھن دولت شادی بھاہ کے معاملے میں پریم کا اثر قائم ہے۔ اس زہریلی نفسا میں پریم کا انکر مرجھایا رہتا ہے۔ اس انکر کو ہرانے کے لئے روسی ادھکاریوں نے سب سے پہلے عورت کو راج کاجی، مالی اور سماجی ادھکار دے دیئے۔ ماں بطن کے بعد جو کتھناٹھاں سہلی پوتی تھیں ان کو دور کر دیا۔ عورت کو خود اس کے پیروں پر کھڑا کر دیا۔

سویات وکھانیوں نے اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا کہ انسان پیداہشی دراجاری ہوتا ہے اور خاص کر جنس کے معاملے میں نیت نرے اورت سے संबند رکھنے کی پڑتی مرقہ میں کھدرتی ہے۔ انکا کہنا ہے کہ ان سارے دھاروں کی جب آدھی کی پڑتی میں نہیں ہے بلکہ پڑستھوں نے یہ حالت اس پر لا رکھا ہے۔ دنیا کے اتھاس میں پہلی بار انھوں نے انسان کو سٹلسی یوجداؤں کے سہارے سداچاری ہڈانے کی کوشش شروع کی۔

روس میں جس طرح اُنھوں نے مالی خوش حالی پیدا کی اور کچھ ہرائیوں کا خانہ کیا اس کا بیان ہم پہلے کر چکے ہیں۔ سماج ویکتھوں سے ہڈا ہے اور ویکتھوں ایک مرد اور ایک عورت کے سمبند سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے شادی بھاہ کوئی ویکتھ گت سمبھا نہیں ہے۔ شادی بھاہ پر دیہے کے بھوشہ کا محل کھڑا ہے روسی ادھکاریوں نے سمجھ لیا تھا کہ بنا اس مہتو سے بھری سمبھا کا حل کئے وہ روس میں بڑھیا سماج پیدا ہی نہیں کر سکتے۔ اُنھیں دیکھیں شادی بھاہ کو سنگتھت اور پریم کے آدھار پر قائم کرنے کے لئے انھوں نے کیا کیا؟

سن 17 کا انقلاب ہوتے ہی اسی سال دسمبر میں شاہی بھاہ اور تلاق کے بارے میں خاص قانون پاس کئے گئے۔ ان قانونوں میں تلاق کو خوب تھل دے دی گئی۔ مرد یا عورت جسکا من چاہے رجسترا کو کارڈ لکھ کر طلاق حاصل کر سکتا تھا۔ کچھ لوگوں نے اس کا ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کیا۔ نیت نرے بھاہ دچائے جانے لگے۔ جس طرح لوگ کھڑے ہڈتھ ہیں اسی طرح بھوی اور مہاں ہڈالنے لگے۔ روز شادی اور روز طلاق سے سمجھ دار لوگوں کو نفرت ہوئی۔ ایسے لوگوں کا فیکتھوں اور دلتھوں میں ترسکار ہونے لگا۔ ٹرید یونین والوں نے اس پروردی کے خلاف جہاد شروع کر دیا۔ انھیں کو روز روز طلاق کے لئے جانے میں شرم آنے لگی۔ انھوں نے اپنے

کی اس طرح آہستی کو ہمارا سماج بڑی اونچی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور ایسی لڑکی کو 'شہلوتی' سمجھتا ہے۔ اس باب کا فیصلہ زیادہ تر درجہ پر منحصر ہوتا ہے۔ لڑکے والے دیکھتے ہیں جوڑے کہاں زیادہ ملے گا اور لڑکی والے دیکھتے ہیں کم سے کم میں کون فاسٹ جائیگا۔

آئیے اپنے اپنے چرواہے سے باہر نکل کر دیکھیں پریم اور شادی کا کیا سمجھ رہا ہے۔ شروع زمانے میں استری پرش سمجھنے کا اعتبار جانوروں سے شاید ہی کچھ اونچا رہا ہے۔ اس رنگ کا آدمی ان سب بھیدوں کو نہیں سمجھتا تھا۔ دھیرے دھیرے انسان کو کچھ سمجھ آئی اور گروپ وواہ کا رواج پیدا ہوا۔ ایک گروپ کی ساری عورتیں اسی گروپ کے سارے مردوں سے سمجھ رکھتی تھیں۔ کام تربیتی مرد کا حق تھا اور عورتیں کھول سادھن تھیں۔ بچہ کسے پیدا ہوتا ہے اس کی جانکاری ان کی سمجھ سے باہر کی چیز تھی۔ آدمی کی عقل کا اور وکاس ہوا اور اسکی سمجھ میں آیا کہ بچہ کیونکر پیدا ہوتا ہے، پیدا ہوا نہ انسان خالی صورت ہی کا بچہ نہیں ہے بلکہ مرد کا بھی اس کے پیدا کرنے میں حصہ ہے۔ اس سمجھ کے ساتھ ایک مرد اور ایک عورت کے سمجھ کا وچار پیدا ہوا۔ سماج کے وچاروں کی اس تبدیلی میں عورت کی دشا اور خراب ہوگئی۔ بہت سوں کے بچائے اب وہ ایک کی جائداد بن گئی۔ اس کا درجہ مرد کی داسی سے زیادہ کچھ نہ تھا۔ کسی کسی جگہ تو عورت کو سارا کام بھی خود ہی کرنا ہوتا تھا۔ وقت کا چکر چلتا رہا اور ہر چکر کے ساتھ انسان کا وچار بھی بدلتا گیا۔ آج کل کے شادی بیاہ کے ریت رواج پیدا ہوئے۔ شادی بیاہ میں دودھ اور خون کے بھید بھاؤ برتے جانے لگے۔ اس یگ کے لوگ جب جوان ہوتے تھے تو ساتھیوں سمیت گھوڑے پر سوار ہو کر کسی کنزور قبیلے پر حملہ کر کے کوئی لڑکی اٹھا لاتے تھے اور اُسے اپنی پتلی بنا لیتے تھے۔ ایسی زبردستی کی فضا میں سچے پریم کا انکار کسے پیدا ہو سکتا تھا۔

دھیرے دھیرے آدمی کو کھانے پینے کے انتظام اور دھارے پہنے کی دوسرے سے کچھ فرصت ملی۔ اپنے استحقاق کو کچھ سوچتے کر کے اس نے سوچنا شروع کیا۔ اس نے اس سمجھ میں طرح طرح کے وصول بنا ڈالے۔

ایک مرد اور ایک عورت کا سمجھ انسان نے ہزاروں برس کے تجربے سے سمجھا تھا۔ اس رواج کا مطلب یہ نہیں تھا کہ جو مرد اور عورت ایک دوسرے کو چاہتے اور پسند کرتے ہیں وہ آپس میں شادی کر لیں۔ مرد کو پریم آزادی تھی اور عورت طرح طرح کے پلہن میں جکڑی ہوئی تھی۔

دھیرے دھیرے آدمی کو کھانے پینے کے انتظام اور دھارے پہنے کی دوسرے سے کچھ فرصت ملی۔ اپنے استحقاق کو کچھ سوچتے کر کے اس نے سوچنا شروع کیا۔ اس نے اس سمجھ میں طرح طرح کے وصول بنا ڈالے۔

ایک مرد اور ایک عورت کا سمجھ انسان نے ہزاروں برس کے تجربے سے سمجھا تھا۔ اس رواج کا مطلب یہ نہیں تھا کہ جو مرد اور عورت ایک دوسرے کو چاہتے اور پسند کرتے ہیں وہ آپس میں شادی کر لیں۔ مرد کو پریم آزادی تھی اور عورت طرح طرح کے پلہن میں جکڑی ہوئی تھی۔

دھیرے دھیرے آدمی کو کھانے پینے کے انتظام اور دھارے پہنے کی دوسرے سے کچھ فرصت ملی۔ اپنے استحقاق کو کچھ سوچتے کر کے اس نے سوچنا شروع کیا۔ اس نے اس سمجھ میں طرح طرح کے وصول بنا ڈالے۔

ایک مرد اور ایک عورت کا سمجھ انسان نے ہزاروں برس کے تجربے سے سمجھا تھا۔ اس رواج کا مطلب یہ نہیں تھا کہ جو مرد اور عورت ایک دوسرے کو چاہتے اور پسند کرتے ہیں وہ آپس میں شادی کر لیں۔ مرد کو پریم آزادی تھی اور عورت طرح طرح کے پلہن میں جکڑی ہوئی تھی۔

آج جب کہ دنیا میں ہوتا ہوا انقلاب برپا ہے اور آزادی کی بھڑک مڑک ہوئی ہے۔ دنیا کی طرف عام طور پر اور ایشیا کی آزاد قوموں کی طرف خاص طور پر اپنی آزادی کے سوال کے حل کے لئے لگی ہوئی ہیں۔

آج جبکہ دنیا میں ہوتا ہوا انقلاب برپا ہے اور آزادی کی بھڑک مڑک ہوئی ہے۔ دنیا کی طرف عام طور پر اور ایشیا کی آزاد قوموں کی طرف خاص طور پر اپنی آزادی کے سوال کے حل کے لئے لگی ہوئی ہیں۔

روس میں سداچار

شادی اور تلاق

(بائی سوزیہ ریویو)

کسی نے کہا ہے شادی کر لینا آسان ہے پر اس کے بعد شادی کے لیے کلچر کی ضرورت ہے۔ سہن شہلکا کلچر کی ایک ہی نشانی ہے۔ لیکن اس دھندلکا مشقی کے یک میں سہن شہلکا کو کھڑتا سمجھا جاتا ہے۔ سہن شہلکا سے جب یہ دراو ہو تو شادی کی گڑی کھسے چل سکتی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ زیادہ تر شادیاں اسپہل ہوں۔ ہر گھر میں یہ شکیت سلی جاسکتی ہے۔

بہا ایک دوسرے کو جانے سمجھنے اور پسند کئے سہن شہلکا پیدا نہیں ہو سکتی اور جب تک سہن شہلکا کا جلم نہ ہو شادیاں بھی سپہل نہیں ہو سکتیں۔ بہا شادیوں کو سپہل بنائے دراچار کا نیٹارا بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ سپہلکا بھی ممکن ہے جب شادیاں استری پرش کی ایسی جانکاری اور چٹاؤ کے آدھار پر ہوں اور دونوں میں پریم چھلک ہونے کے بجائے دن بدن بوھتا رہے۔

دراچار کو مٹانے کی لڑائی میں روسی اندھکاروں نے اس بات کو سامنے رکھا اور ایسی پرستھی لائے کی کوشش کرتے رہے جس میں سچائی جانکاری اور پریم کے آدھار پر شادیاں ہو سکیں۔

سوال ہوتا ہے کیا اب تک ایک دوسرے کی جانکاری اور پریم کے آدھار پر شادیاں نہیں ہوئیں؟ راستہ میں یہ وجہ بالکل تھا ہے۔ یورپ میں اب یہ چھڑ پڑی ہو چکی ہے۔ لیکن ہمارے دیس میں اب بھی یہ ایک انقلابی وجہ ملتا جاتا ہے۔ اکا دکا باقی کہیں کہیں سر اٹھاتے ہیں۔ سماج ان کا ترستار کرتا ہے اور اس بغاوت کی سزا انہیں کئی طریقوں سے پہنچتی رہتی ہے۔ ہمارے استریاں بالکل گٹھ ہیں۔ اگر ماں باپ ان کو قصائی کے ہاتھ بھی دیکھ دیتے تو انہیں ملو نہ ہونا چاہئے۔ عورت

روس میں سداچار

شادی اور طلاق

(بہائی مجاہد روضی)

کسی نے کہا ہے شادی کر لینا آسان ہے پر اس کے بعد شادی کے لیے کلچر کی ضرورت ہے۔ سہن شہلکا کلچر کی ایک ہی نشانی ہے۔ لیکن اس دھندلکا مشقی کے یک میں سہن شہلکا کو کھڑتا سمجھا جاتا ہے۔ سہن شہلکا سے جب یہ دراو ہو تو شادی کی گڑی کھسے چل سکتی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ زیادہ تر شادیاں اسپہل ہوں۔ ہر گھر میں یہ شکیت سلی جاسکتی ہے۔

بہا ایک دوسرے کو جانے سمجھنے اور پسند کئے سہن شہلکا پیدا نہیں ہو سکتی اور جب تک سہن شہلکا کا جلم نہ ہو شادیاں بھی سپہل نہیں ہو سکتیں۔ بہا شادیوں کو سپہل بنائے دراچار کا نیٹارا بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ سپہلکا بھی ممکن ہے جب شادیاں استری پرش کی ایسی جانکاری اور چٹاؤ کے آدھار پر ہوں اور دونوں میں پریم چھلک ہونے کے بجائے دن بدن بوھتا رہے۔

دراچار کو مٹانے کی لڑائی میں روسی اندھکاروں نے اس بات کو سامنے رکھا اور ایسی پرستھی لائے کی کوشش کرتے رہے جس میں سچائی جانکاری اور پریم کے آدھار پر شادیاں ہو سکیں۔

سوال ہوتا ہے کیا اب تک ایک دوسرے کی جانکاری اور پریم کے آدھار پر شادیاں نہیں ہوئیں؟ راستہ میں یہ وجہ بالکل تھا ہے۔ یورپ میں اب یہ چھڑ پڑی ہو چکی ہے۔ لیکن ہمارے دیس میں اب بھی یہ ایک انقلابی وجہ ملتا جاتا ہے۔ اکا دکا باقی کہیں کہیں سر اٹھاتے ہیں۔ سماج ان کا ترستار کرتا ہے اور اس بغاوت کی سزا انہیں کئی طریقوں سے پہنچتی رہتی ہے۔ ہمارے استریاں بالکل گٹھ ہیں۔ اگر ماں باپ ان کو قصائی کے ہاتھ بھی دیکھ دیتے تو انہیں ملو نہ ہونا چاہئے۔ عورت

یہ پالیسی مقرر کی گئی تھی کہ ان کی روزی چرواہی کو بالکل قائم مست ہونا چاہیے۔ پورے ملک میں قانونی سہولتیں پہنچانے کے لئے کچھ دو سو ڈاکٹر بھیج دیئے گئے۔ ان کو قیام بھی رکھنے کے لئے فوج کے علاقہ چودہ ہزار پولیس رکھی گئی ہے۔ تعلیمی بجٹ کا 93 فی صدی حصہ فرانسیسی بچوں کی تعلیم پر خرچ کیا جاتا ہے۔ فرانسیسی کل ٹیکس کا کچھ 5 فی صدی ادا کرتے ہیں لیکن ملک کی آمدنی کا 95 فی صدی حصہ ان کے آرام کے لئے خرچ ہوتا ہے۔ اس ظلم نے ملک کو سخت مالی بدتری میں مبتلا کر دیا ہے۔ چلتا فریبی، جہالت اور درگ کا شکار ہو رہی ہے۔

آج کل استقلال پارٹی وہاں کی آزادی کی تحریک کی جان ہے۔ عام لوگوں کے علاوہ اس میں علماء دین، کار اور ہمواری بھی شامل ہیں۔ پارٹی کے پاس کافی پونجی ہے اور وہ پورے افریقہ اور پچھلی ایشیا میں بہت اثر رکھتی ہے۔ بھارت و پاکستان کی آزادی کے بعد سے یہ وہاں آزادی کی تحریک میں جان پڑ گئی ہے اور وہاں کا ہر دھڑ والا آج اپنے وطن کو غلامی سے چھٹکارا دلانے کے لئے بے چین ہے۔ ایک طرف اندوچین میں فرانسیسی سامراج کی دھچک بکھر رہی ہیں اور دوسری طرف مراٹو کی چلتا میں آزادی کی مانگ کی بارہ فرانسیسی سامراج کو بڑا کدورت کی طرح بھا لہانے کے لئے امدادیں بھی والی ہے۔ لیکن فرانس اہلی طاقت کے دھم میں اس آئے والے خطرے کو دیکھ نہیں رہا ہے اور وہ چھپے بھی ہو مراٹو کی زمین پر اپنے قدم جمائے رکھنا چاہتا ہے۔

لوک شاہی اور آزادی کا علمبردار امریکا کی اس تانا شاہی اور سامراجی پالیسی کی صرف مدد ہی نہیں کر رہا ہے بلکہ لوک شاہی اور آزادی ہی کے نام پر تیسری جنگ لڑنے کے لئے مراٹو میں اپنی فوجیں اتار رہا ہے اور ہوائی اڈے قائم کر رہا ہے۔ ایک طرف تو گوربا کو کمونسٹوں کے ہاتھوں سے بچانے کے لئے انسانی خون سے ہولی کھائی جا رہی ہے اور تیسری ہوی لوئی تک کا خطرہ مول لیا جا رہا ہے اور دوسری طرف نہ کھول ایک قوم کے غلامی کے زمانے کو لہا کھا جا رہا ہے بلکہ اس کی زندگی بھی دو بھر کی جا رہی ہے۔

مراٹو کے باشندوں اور ان کے پیارے وطن کی آزادی کے مسئلے کا حل اس کوشش پر نہیں ہے جس کے لئے وہاں کے چلی باز ہمیش بہمت شہادت کا پیالہ پیتے چلے آئے ہیں اور ان کے ارمانوں سے بھرے دل آزادی کی بات چوتھے چوتھے وطن کی خاک میں ملے رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے جگر کے خون سے اپنے پاک وطن کو رنگ دیا ہے۔

مراٹو کے باشندوں اور ان کے پیارے وطن کی آزادی کے مسئلے کا حل اس کوشش پر نہیں ہے جس کے لئے وہاں کے چلی باز ہمیش بہمت شہادت کا پیالہ پیتے چلے آئے ہیں اور ان کے ارمانوں سے بھرے دل آزادی کی بات چوتھے چوتھے وطن کی خاک میں ملے رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے جگر کے خون سے اپنے پاک وطن کو رنگ دیا ہے۔

مراٹو کے باشندوں اور ان کے پیارے وطن کی آزادی کے مسئلے کا حل اس کوشش پر نہیں ہے جس کے لئے وہاں کے چلی باز ہمیش بہمت شہادت کا پیالہ پیتے چلے آئے ہیں اور ان کے ارمانوں سے بھرے دل آزادی کی بات چوتھے چوتھے وطن کی خاک میں ملے رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے جگر کے خون سے اپنے پاک وطن کو رنگ دیا ہے۔

مراٹو کے باشندوں اور ان کے پیارے وطن کی آزادی کے مسئلے کا حل اس کوشش پر نہیں ہے جس کے لئے وہاں کے چلی باز ہمیش بہمت شہادت کا پیالہ پیتے چلے آئے ہیں اور ان کے ارمانوں سے بھرے دل آزادی کی بات چوتھے چوتھے وطن کی خاک میں ملے رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے جگر کے خون سے اپنے پاک وطن کو رنگ دیا ہے۔

مراٹو کے باشندوں اور ان کے پیارے وطن کی آزادی کے مسئلے کا حل اس کوشش پر نہیں ہے جس کے لئے وہاں کے چلی باز ہمیش بہمت شہادت کا پیالہ پیتے چلے آئے ہیں اور ان کے ارمانوں سے بھرے دل آزادی کی بات چوتھے چوتھے وطن کی خاک میں ملے رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے جگر کے خون سے اپنے پاک وطن کو رنگ دیا ہے۔

سن 1936 میں اسپین کی بڑی لڑائی کے موقع پر وہاں کے آج کے شاسک جنرل فرینکو نے جو اس وقت اسپینی مراکو کا گورنر تھا، اعلان کیا کہ اگر مراکو کی جنگ میں اس کا ساتھ دے لی تو حکومت ہائے اسپین اسے آزادی کی دولت سے مالا مال کرے گا۔ سپیدی سادی جنگ اس اعلان کے بعد سے اسپین کی گھریلو لڑائی کے سلسلے میں تیس ہزار سے زیادہ مراکشی سپاہی قتل ہوئے اور انہوں کی لاشوں کے ڈھیر پر جنرل فرینکو نے ایک نیا سامراج کہا۔ لیکن مراکو کو بحالہ آزادی ملنے کے اور زیادہ مصیبتوں سے دو چار ہونا پڑا اور غلامی کا شکنجہ پہلے سے ہی سخت کر دیا گیا۔

پچھلی بڑی لڑائی میں جبکہ فرانس جرمنی کے قبضے میں جا چکا تھا، اتحادیوں کی مدد سے اسی زمین پر جنرل قیگالے کی لیڈری میں آزاد فرانس کی تحریک پروان چڑھی۔ اتحادیوں اور جنرل قیگالے کے بڑے بڑے وعدوں کے جال میں پھنس کر ہزاروں مراکشی نوجوانوں نے جنگ ختم ہونے پر آزادی مل جانے کی امید میں اس تحریک کی کامیابی کے لئے اپنی جان کی بازی لگائی۔ تاریخ کے پلے کواہ میں کہ نازی ہوائی جہازوں، ٹینکوں اور توپوں کا کس دلدھری سے مقابلہ کرتے ہوئے وہ مراکو کے سپوت موت سے بھٹکے ہوئے۔ ان دیہات بھکتوں کو یہ کہاں خبر تھی کہ میدان جنگ میں ان کے بہے خون کے گارے سے فرانسیسی سامراج کی گری ہوئی دیواریں نئے سرے سے اونچی کی جائیں گی اور وہی دیواریں ان کے وطن کو انت کاں تک غلام بنائے رکھیں گی۔ روس جرمن سمجھوتے کے خلاف روس پر حملہ کرتے وقت ہٹلر نے کہا تھا کہ سمجھوتے توڑنے ہی کے لئے کئے جاتے ہیں۔ چند لمحہ فرانس جو نازیوں کے ہاتھوں غلامی کا موا چکا تھا اور ان کے ظلموں کا شکار ہو چکا تھا، خود ہٹلر کے قول پر عمل کرتے ہوئے جنگ کے انت پر اپنے وعدے سے پھر گیا۔ یہی نہیں مراکو پر فرانسیسی سامراجی شکنجہ اور بھی کس دیا گیا۔

اس وقت تک وہاں چار لاکھ فرانسیسی آباد ہو چکے ہیں اور ان کا آنا اور بسنا برابر جاری ہے۔ یورپ میں آئے دن جنگ کے در سے فرانسیسی یونٹی پتی مراکز میں طرح طرح کے گاربا میں اپنی یونٹی لگا رہے ہوں کیونکہ یہ علاقہ زیادہ محفوظ ہے۔ ایک طرف مراکو کی تجارت پر غیر ملکیوں کا پورا قبضہ ہوتا جا رہا ہے اور دوسری طرف مقامی کسانوں کو بے دخل کر کے ان کی زمینیں نئے آئے فرانسیسیوں کو دی جا رہی ہیں۔ مراکو کے رہنے والے اپنے باپ دادا کی دولت اور زمین پر محروم کئے جا رہے ہیں۔ پھر ملکی حکومت کی

اس وقت تک وہاں چار لاکھ فرانسیسی آباد ہو چکے ہیں اور ان کا آنا اور بسنا برابر جاری ہے۔ یورپ میں آئے دن جنگ کے در سے فرانسیسی یونٹی پتی مراکز میں طرح طرح کے گاربا میں اپنی یونٹی لگا رہے ہوں کیونکہ یہ علاقہ زیادہ محفوظ ہے۔ ایک طرف مراکو کی تجارت پر غیر ملکیوں کا پورا قبضہ ہوتا جا رہا ہے اور دوسری طرف مقامی کسانوں کو بے دخل کر کے ان کی زمینیں نئے آئے فرانسیسیوں کو دی جا رہی ہیں۔ مراکو کے رہنے والے اپنے باپ دادا کی دولت اور زمین پر محروم کئے جا رہے ہیں۔ پھر ملکی حکومت کی

اس وقت تک وہاں چار لاکھ فرانسیسی آباد ہو چکے ہیں اور ان کا آنا اور بسنا برابر جاری ہے۔ یورپ میں آئے دن جنگ کے در سے فرانسیسی یونٹی پتی مراکز میں طرح طرح کے گاربا میں اپنی یونٹی لگا رہے ہوں کیونکہ یہ علاقہ زیادہ محفوظ ہے۔ ایک طرف مراکو کی تجارت پر غیر ملکیوں کا پورا قبضہ ہوتا جا رہا ہے اور دوسری طرف مقامی کسانوں کو بے دخل کر کے ان کی زمینیں نئے آئے فرانسیسیوں کو دی جا رہی ہیں۔ مراکو کے رہنے والے اپنے باپ دادا کی دولت اور زمین پر محروم کئے جا رہے ہیں۔ پھر ملکی حکومت کی

اس وقت تک وہاں چار لاکھ فرانسیسی آباد ہو چکے ہیں اور ان کا آنا اور بسنا برابر جاری ہے۔ یورپ میں آئے دن جنگ کے در سے فرانسیسی یونٹی پتی مراکز میں طرح طرح کے گاربا میں اپنی یونٹی لگا رہے ہوں کیونکہ یہ علاقہ زیادہ محفوظ ہے۔ ایک طرف مراکو کی تجارت پر غیر ملکیوں کا پورا قبضہ ہوتا جا رہا ہے اور دوسری طرف مقامی کسانوں کو بے دخل کر کے ان کی زمینیں نئے آئے فرانسیسیوں کو دی جا رہی ہیں۔ مراکو کے رہنے والے اپنے باپ دادا کی دولت اور زمین پر محروم کئے جا رہے ہیں۔ پھر ملکی حکومت کی

گاہی سے بھارتیہ کی بھی بھائی کی گئی تھی اور ان کے سب کاموں پر کبھی قابضی لگا دی گئی تھی۔ لیکن سارے ملک میں بھارت کی آگ بھڑک جانے کے قدر سے جھلنے والے ان کو الگ نہیں کر سکا پھر بھی وہ اپنے اس ارادے کو عمل میں لانے کے لئے مریض دھونڈ رہا ہے۔

ساتویں اور دسویں صدی عیسوی کے درمیان مراکو عربوں کے قبضے میں آگیا اور جلد ہی عرب اور وہاں کے اصل باشندے بہتر آپس میں کھل مل گئے۔ عربوں نے وہاں ایک ایک ہزار برس تک شان اور کامیابی سے حکومت کی۔ ان کے زمانے میں مراکو نے ہر لحاظ سے بہت ترقی کی۔ لیکن اٹھارویں صدی عیسوی کے شروع سے مراکو کی قسمت کا ستارا چکر میں آگیا۔ اس زمانے کے سلطانوں کی آرام طلبی، قبیلوں کے آپسی جھگڑوں، جاگیرداروں کی آپس کی لڑائیوں اور آئے دن کی گوریلو جنگوں نے ملک کو تباہ و برباد اور کمزور کر دیا۔ نتیجتاً یہ ہوا کہ یورپ کے ملکوں کی لالچائی ناکاہوں اس پر پونے لگیں۔ 1912 عیسوی میں فرانس نے اٹری علاقہ کی ایک چٹانی کے علاوہ جو کہ اسپین نے قبضہ میں ہے، بالی پورے ملک پر قبضہ کر لیا لیکن دیا کو دھوکہ دینے کے لئے وہاں کے سلطان کو نام کے لئے بلانے دیا۔

فلانی میں چکر جانے پر وہاں کے باشندوں کی آنکھیں کھلیں اور انہوں نے اپنے گوریلو جھگڑے بند کر کے ملک پر نئی آہٹ کا مقابلہ کرنے کے لئے کوشش شروع کی۔ تب سے پورے مراکو کی جگہ اپنی آزادی کے لئے بہت سے قومی نعتوں کے ماتحت جن میں امیر عبدالکریم خاص ہیں۔ ہر ممکن قربانی کرتی چلی آئی ہے۔ لیکن باوجود ان کے مثال قربانیوں اور بڑی بڑی لڑائیوں کے وہ اب تک اپنے پیارے دیش کو فرانسیسی اور اسپینی سامراجیتوں کی غلامی سے آزاد کرانے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ آج پورے مراکو میں شاید ہی ایسا کوئی گھر ہو جہاں کا کوئی نہ کوئی لال ظالم فرانسیسیوں اور اسپینیوں کے ہاتھوں مٹی میں ملایا نہ جا چکا ہو۔ مراکو میں فرانسیسی و اسپینی راج کی تاریخ کے صفحے، وہاں کے بے گناہ، بوجوانوں، بزرگوں، بچوں اور عورتوں تک کے خون میں ڈبوئے ہوئے ہیں۔

امیر عبدالکریم نے ایک زبردست آزادی کی تحریک جن 1925 عیسوی میں ایک ساتھ فرانسیسی اور اسپینی سامراجیتوں سے تمام ملک کو پاک کرنے کے لئے شروع کی تھی۔ اس تحریک کی ناکامیابی اور امیر عبدالکریم کے پھانسی نکالنے کے بعد ان ظالم حکومتوں کے ہاتھوں ہزاروں بے گناہ عام لوگ بڑی بے دردی سے تلوار کے کھاتے اُتار دیئے گئے اور تحریک کو اس حد تک کچل دیا کہ لوگ پھر سر اٹھانے کی ہمت نہ کر سکیں۔

غلامی میں جکڑ جانے پر وہاں کے باشندوں کی آہٹیں بھڑکیں اور انہوں نے اپنے گوریلو جھگڑے بند کر کے ملک پر نئی آہٹ کا مقابلہ کرنے کے لئے کوشش شروع کی۔ تب سے پورے مراکو کی جگہ اپنی آزادی کے لئے بہت سے قومی نعتوں کے ماتحت جن میں امیر عبدالکریم خاص ہیں۔ ہر ممکن قربانی کرتی چلی آئی ہے۔ لیکن باوجود ان کے مثال قربانیوں اور بڑی بڑی لڑائیوں کے وہ اب تک اپنے پیارے دیش کو فرانسیسی اور اسپینی سامراجیتوں کی غلامی سے آزاد کرانے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ آج پورے مراکو میں شاید ہی ایسا کوئی گھر ہو جہاں کا کوئی نہ کوئی لال ظالم فرانسیسیوں اور اسپینیوں کے ہاتھوں مٹی میں ملایا نہ جا چکا ہو۔ مراکو میں فرانسیسی و اسپینی راج کی تاریخ کے صفحے، وہاں کے بے گناہ، بوجوانوں، بزرگوں، بچوں اور عورتوں تک کے خون میں ڈبوئے ہوئے ہیں۔

امیر عبدالکریم نے ایک زبردست آزادی کی تحریک جن 1925 عیسوی میں ایک ساتھ فرانسیسی اور اسپینی سامراجیتوں سے تمام ملک کو پاک کرنے کے لئے شروع کی تھی۔ اس تحریک کی ناکامیابی اور امیر عبدالکریم کے پھانسی نکالنے کے بعد ان ظالم حکومتوں کے ہاتھوں ہزاروں بے گناہ عام لوگ بڑی بے دردی سے تلوار کے کھاتے اُتار دیئے گئے اور تحریک کو اس حد تک کچل دیا کہ لوگ پھر سر اٹھانے کی ہمت نہ کر سکیں۔

بجیر ایک خوبصورت و شاندار شہر ہے۔ اس کا نام اس کے قیام کے زمانے سے ایک اسلامی مرکز (کولڈر) ہے۔ یہاں بوج کے زمانے سے ایک اسلامی جونیورسٹی قائم ہے۔ مراکو نامی شہر جو فرانسسہوں کے آنے سے پہلے ملک کی راجدھانی تھا، ایک بارونق شہر ہے۔ اٹلانٹک مہا سائبر پر کھسا بلانکا یہاں کا ایک بڑھتا ہوا بندرگاہ ہے۔ تلمیذ نامی شہر و بندرگاہ انگریزی اعظام میں ہے۔ جبرالٹر کے بالکل سامنے شہر و بندرگاہ سموعہ اسمبلی مراکو کی راجدھانی ہے۔ ان شہروں میں عرب تعمیرات کے اچھے سے اچھے نمونے دکھائی دیتے ہیں۔ یہاں نئی عمارتیں دنیا کی خوبصورت سے خوبصورت اور شاندار سے شاندار عمارتوں میں گلی جاتی ہیں۔

مراکو کے رہنے والے مسلمان ہیں۔ باوجود یورپ کے پاس ہونے اور فرانسیسی اثر کے وہاں کے باشندے ابھی تک پچھلی تہذیب کے اثر سے بڑی حد تک بچے ہوئے ہیں۔ ان کی عادتوں، دین سہن اور کھانے پینے کے ذائقے، لباس، ریت رواج اور قاعدے قانون سب پر اسلامی اور ایشیائی تہذیب کا اثر ہے۔ وہ اپنے اوتھے کھڑے ایمانداری، خود داری اور فہر معتمدی مہمانداری کی بنا پر دنیا کی قوموں کی تاریخ میں خاص جگہ رکھتے ہیں۔ آج بھی کوئی مراقشی نوجوان اپنے بزرگوں سے انکھ ملا کر بات کرنے یا ان کے سامنے تمباکو پیلے کی ہمت نہیں کر سکتا۔

دہات میں مراکو کے آج کل کے شاسک سلطان محمد محمد خامس دیتے ہیں لیکن ان کو ملک کے اندر کی یا باہر کی پالیسی میں دخل دینے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ وہ کھول ایک نام کے سلطان ہیں۔ اصل میں شاسن کے کل ادھکار فرانس کی سرکار کے مقرر کئے ہوئے ریڈیٹس جنرل کے ہاتھوں میں ہیں۔ جس کی آنکھ کے اشارے پر سلطان کا رہنا یا نہ رہنا تو ہوتا ہے۔ باوجود ان کی بلدیوں کے آجکل کے سلطان کو وہاں کی آزادی کی تحریک سے بھری دلچسپی ہے۔ وہ ایک ترقی پسند اور سچے انسان ہیں اور سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اپنے وطن کو باہری اثرات سے پاک کر کے چلتا کی زندگی کا استر بوجھانے کے لئے ان کا دل بے چین رہتا ہے۔ انہیں ملک کی بدولت وہ اپنی قوم میں سب کو پیارے ہیں۔

وہاں کی قومی پارٹی استقلال پارٹی کے ساتھ سلطان کی بڑھتی ہوئی دلچسپی کو دیکھ کر فرانس کی سرکار کو زبردست خطرہ محسوس ہونے لگا تھا۔ اس لئے آجکل کے ریڈیٹس جنرل جونہن نے ان کو بے جا دباؤ ڈال کر ان سے استقلال پارٹی سے علیحدگی کا اعلان کرا دیا۔ اس سلسلے میں ان کو

مراکو کے رہنے والے مسلمان ہیں۔ باوجود یورپ کے پاس ہونے اور فرانسیسی اثر کے وہاں کے باشندے ابھی تک پچھلی تہذیب کے اثر سے بڑی حد تک بچے ہوئے ہیں۔ ان کی عادتوں، دین سہن اور کھانے پینے کے ذائقے، لباس، ریت رواج اور قاعدے قانون سب پر اسلامی اور ایشیائی تہذیب کا اثر ہے۔ وہ اپنے اوتھے کھڑے ایمانداری، خود داری اور فہر معتمدی مہمانداری کی بنا پر دنیا کی قوموں کی تاریخ میں خاص جگہ رکھتے ہیں۔ آج بھی کوئی مراقشی نوجوان اپنے بزرگوں سے انکھ ملا کر بات کرنے یا ان کے سامنے تمباکو پیلے کی ہمت نہیں کر سکتا۔

دہات میں مراکو کے آج کل کے شاسک سلطان محمد محمد خامس دیتے ہیں لیکن ان کو ملک کے اندر کی یا باہر کی پالیسی میں دخل دینے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ وہ کھول ایک نام کے سلطان ہیں۔ اصل میں شاسن کے کل ادھکار فرانس کی سرکار کے مقرر کئے ہوئے ریڈیٹس جنرل کے ہاتھوں میں ہیں۔ جس کی آنکھ کے اشارے پر سلطان کا رہنا یا نہ رہنا تو ہوتا ہے۔ باوجود ان کی بلدیوں کے آجکل کے سلطان کو وہاں کی آزادی کی تحریک سے بھری دلچسپی ہے۔ وہ ایک ترقی پسند اور سچے انسان ہیں اور سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اپنے وطن کو باہری اثرات سے پاک کر کے چلتا کی زندگی کا استر بوجھانے کے لئے ان کا دل بے چین رہتا ہے۔ انہیں ملک کی بدولت وہ اپنی قوم میں سب کو پیارے ہیں۔

وہاں کی قومی پارٹی استقلال پارٹی کے ساتھ سلطان کی بڑھتی ہوئی دلچسپی کو دیکھ کر فرانس کی سرکار کو زبردست خطرہ محسوس ہونے لگا تھا۔ اس لئے آجکل کے ریڈیٹس جنرل جونہن نے ان کو بے جا دباؤ ڈال کر ان سے استقلال پارٹی سے علیحدگی کا اعلان کرا دیا۔ اس سلسلے میں ان کو

وہاں کی قومی پارٹی استقلال پارٹی کے ساتھ سلطان کی بڑھتی ہوئی دلچسپی کو دیکھ کر فرانس کی سرکار کو زبردست خطرہ محسوس ہونے لگا تھا۔ اس لئے آجکل کے ریڈیٹس جنرل جونہن نے ان کو بے جا دباؤ ڈال کر ان سے استقلال پارٹی سے علیحدگی کا اعلان کرا دیا۔ اس سلسلے میں ان کو

बाप के जमाने में मराठों की वस्त्रादी का सूरज कमाल पर था और दुनिया की सभी कौमों के दिलों में उसके बहु-प्यन का सिक्का जमा हुआ था। उस जमाने में यह देश विद्या और कला, तहजीब व कलचर का गह्वारा समझा जाता था.

ہیچ کے زمانے میں مراکو کی ترقی کا سوچ کمال پر
 تھا اور دنیا کی سب سے قوموں کے دلوں میں اُسکے ہر
 کا سکہ جسا ہوا تھا۔ اس زمانے میں یہ نہیں دیکھا اور کلا
 تھیلپ و کلچر کا گہوارہ سمجھا جاتا تھا۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ پرانے زمانے ہی سے یہ سرزمین اچھے مواقع اور زرخیزی کی بنا پر دنیا کی بہت سی قوموں کو اپنی طرف کھینچتی رہی ہے۔ جس قوم کے قبضہ میں افریقہ کا یہ حصہ رہا ہے، اُسی کا جہنم دارم ساگر کے ادھک تر ملکوں پر لہراتا رہا ہے۔

مراکو، آئر، پچھمی افریقہ میں ہے۔ اس کے آئر میں
روم سانکر اور پچھم میں اٹلانٹک مہا ساگر لہریں مارنے
ہیں۔ دکن میں صحارا کا بڑا ریگستان ہے اور یورپ میں
الجزیرہ کا علاقہ ہے۔ اس کا پہلاؤ 2,19,000 مربع میل ہے
اور آبادی لگ بھگ ایک کروڑ ہے۔ ملک میں عربی اور
پہری زبانیں بولی جاتی ہیں۔ جغرافیہ کے خیال سے
ملک کے تین حصے ہیں۔ آئر اور پچھم کے سمندری کنارے
کے اُپچاؤ مہدان، بیچ کے پہاڑ اور پتھاری علاقے جو اطلس
پہاڑ کے سلسلے کا ایک حصہ ہے اور دکن کا اوسر پہنچر
علاقہ جس میں کہیں کہیں نظلستان نظر آتے ہیں اور
اور جو آگے چل کر صحارا، ریگستان سے مل جاتا ہے۔ کنارے
کے علاقوں میں عام طور سے نہ زیادہ سردی ہوتی ہے اور نہ
زیادہ گرمی۔ پہاڑی اور پتھاری علاقے جازے میں بہت
تھلنے رہتے ہیں اور دکنی علاقے میں برداشت کے ناقابل
گرمی پڑتی ہے۔ بارش صرف جازے میں ہوتی ہے۔ دکنی
علاقے کو چھوڑ کر یہاں کی زمین عام طور سے اُپچاؤ ہے۔
گھنوں، جو، جوار، روٹی، تہناکو، کھجور، زیتون، سلندر، انگور
اور دوسرے مڈوے یہاں کی خاص پیداوار ہیں۔ یہاں کے
گھوڑے بہت مضبوط اور مستحکم ہوتے ہیں۔ سواری کے
علاقہ وہ کھیتی کے کام میں بھی لائے جاتے ہیں۔ یہاں کی
بھینیں اچھے اچھے قسم کے لون کے لئے مشہور ہیں۔

کہتی بازی اور باغبانی، قالین و شال کی بنائی،
چاندی، تانبہ و پھتل کے برتن اور چمچے کا سامان اور
تھوپیں چرانا یہاں کے خاص دھندے ہیں۔ غلہ، چمچہ و چمچے
کا سامان، اون، قالین، زیتون کا تیل، مریچہ و فیرہ باہر جاتے
ہیں اور کھڑے مشینری و زندگی کی دوسری ضروری
چیزیں باہر سے ملگائی جاتی ہیں۔ مراکو کہاتیں سے بھی
سالہ مال ہے جن میں تانبہ، پھتل، سوسہ، چستہ، نکل،
فاسفوسٹ، ابرق اور گو ہالت خاص ہوں۔

رباطہ، گھڑ، مارکو، کھسا پلانکا، تلچہر اور سہوٹہ یہاں کے بڑے اور مشہور شہر ہیں۔ رباط یہاں کی راجدھانی

نہ منجھسا آجادی کا دیکھتے ہوں کس دِل سے
ہاسمارک دِل کے آؤں پیتے ہوں کس دِل سے
! کا دِل بھکے ننگے مٹاتے ہوں کس دِل سے
رتے ہوں کس دِل سے یہ جیتے ہوں کس دِل سے
ہاسر دِل کو دِل آئے، ہم ہاسر دِل کو دِل آئے

کی نچل گلیوں نے بیجلی کی رگوں کو دیا ہے
میں نے اس دھڑکی دھڑکی کے فلوں کو دیا ہے
بھنگار کے ساگر کی بکلیاں لہروں کو دیا ہے
کے رکھنے والے دِل کو ایسی کیرنوں کو دیا ہے
ہاسر دِل کو دِل آئے، ہم ہاسر دِل کو دِل آئے

بیجلی کی دِل میں کیا خود کو دِل میں لٹا دی نہ سکی
! کو کام میں لٹا دی نہ سکی انسان کے کام آجادی نہ سکی
کو گرمایا لیکن سونوں کو گرمایا ہی نہ سکی
! دِل دبانے والی سبھت دِل کا دِل نہ سکی
ہاسر دِل کو دِل آئے، ہم ہاسر دِل کو دِل آئے

دِل دبانے والوں کو دِل دبانے کے سائے میں دِل دبانے آئے
دِل دبانے کو دِل دبانے کی دِل دبانے میں دِل دبانے آئے
تو دِل دبانے اس تیسری جگہ کو دِل دبانے آئے
دِل دبانے پر دِل دبانے کو دِل دبانے آئے
ہاسر دِل کو دِل آئے، ہم ہاسر دِل کو دِل آئے

مراکو

(آجادی سے دِل دبانے دِل دبانے کا دِل دبانے)

دِل دبانے سے مراکو کا نام دِل دبانے کے دِل دبانے پر
آجادی ہے لیکن دِل دبانے دِل دبانے، دِل دبانے
مراکو دِل دبانے کے دِل دبانے کے دِل دبانے
! دِل دبانے ہے، جیسے جیسے تیسری جگہ کا دِل دبانے
آجادی ہے جیسے جیسے یہ دِل دبانے آجادی ہے
دِل دبانے کا دِل دبانے دِل دبانے آجادی ہے

(26) منجھسا = مرہٹ، ہاسر دِل = دِل دبانے

(27) دِل دبانے = دِل دبانے دِل دبانے

یہ سب منجھسا آجادی کا دِل دبانے دِل دبانے
یہ سب ہاسر دِل دبانے کے دِل دبانے دِل دبانے
آجادی کا دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے
یہ دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے
ہم دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے

دِل دبانے کی دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے
دِل دبانے اس آجادی دِل دبانے دِل دبانے
دِل دبانے کے دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے
جو دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے
ہم دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے

دِل دبانے کو دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے
انسان کو دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے
دِل دبانے کو دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے
یہ دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے
ہم دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے

یہ دِل دبانے والوں کو دِل دبانے دِل دبانے
دِل دبانے کو دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے
دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے
یہ دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے
ہم دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے

مراکو

(دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے)

دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے
دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے
دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے
دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے
دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے دِل دبانے

(6) - منجھسا = مرہٹ، ہاسر دِل = دِل دبانے

(27) - دِل دبانے = دِل دبانے دِل دبانے

(21)

ہر باتیں ہنکی بن جائیں، ہر باتیں ہنکی بن جائیں
ہنکیا کو ساکھ نیگال جائیں، ہنکیا کو ساکھ نیگال جائیں
ہم دےس کے کرتا ہرتا اپنا کام جو پورا کر پائیں
ہنکیا ہر پر ایک رोज سیتارے اور ہاریاں لہراہیں
ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(22)

بھ ڈالستریٹ کا سٹا خانا بھڈٹ ہاؤس کا ساکھیا ہر
بھ دلتاالی کے ہاں پےب بھ ہڈمےسی کے ہڈ مंतर
بھ لڈٹاڈٹ تیاہارت میں بھ ہڈا تंत्र کا بھڈمہر
بھ لےن دےن کی ڈھن ڈام بھ راجنیاتی کی بھگر مگر
ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(23)

ہس ڈال سٹریٹ میں ہنکیا کا دیوالا بولا جاتا ہے
جو لڈٹواڈے، جو بیکواڈے بھ لٹاتا بولا جاتا ہے
ہس بھڈٹ ہاؤس میں سب کی ہڈختی رگوں کو بڈٹولا جاتا ہے
سرکاری، ملکی، کومیوں کو کڈٹوں میں تولا جاتا ہے
ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(24)

ہس دےس میں سب سے بڑا اپڈاڈے ہے جین وس سے ہسڈردنی
ہس سے مہی بڑا جڈم ہے امن عالم کا ہونا حامی
اور ایڈم ہم نے خلاف تو جس نے بڈولے سے ایک بات کہی
اُس نے تو بھٹھ بھٹھ مول ایک آفت اپنے سر لے لی
ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(25)

سولہ کروڑ میں ایک کروڑ کو مزدوری یا کام نہیں
یعنی کم سے کم ۱۵ کروڑ کو چہن نہیں آرام نہیں
یہ عالم ہے تو کہے کہتے جھٹا اُن پہ حرام نہیں
جہون کا سپارا - توٹ چلا ہے صبح نہیں یا شام نہیں
ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(24) بھنے آلام = بیکہ شانتی؛ ہامی = سمریک۔

* ایک کروڑ بیرونیوں کے ہاں بھٹھ بھٹھ کم سے کم
تین کروڑ ہونگے۔

(21)

ہر باتیں اُن کی بن جائیں، گرہاتیں اُن کی چل جائیں
ہنکیا کو صاف نکل جائیں، دھرتی پہ حکومت فرمائیں
اُس دیس کے کرتا دھرتا ایڈا کام جو پورا کر پائیں
ہنکیا ہر پر ایک روز ستارے اور دھاریاں لہراہیں
ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(22)

وہ وال اسٹریٹ کا سٹہ بڈہ وڈٹ ہاؤس کا ساکھیا ہر
وہ دلتاالی کے داؤں پہچ وہ قہلو میس کے چھو ملکر
وہ لوٹا لرت تجارت میں وہ بڈجا تڈٹر کا اڈمہر
وہ لہن دین کی دھوم دھام وہ راج نہت کی لگر مگر
ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(23)

اُس وال اسٹریٹ میں دنہا کا دیوالہ بولا جاتا ہے
جو لٹوا دے، جو بکواڈے وہ کھاتا بولا جاتا ہے
اُس وڈٹ ہاؤس میں سب کی دھکتی رگوں کو ٹٹولا جاتا ہے
سرکاری، ملکوں، قوموں کو کانٹوں میں تولا جاتا ہے
ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(24)

اُس دیس میں سب سے بڑا اپڈاڈے ہے جین وس سے ہسڈردنی
اُس سے بھو بڑا جڈم ہے امن عالم کا ہونا حامی
اور ایڈم ہم نے خلاف تو جس نے بڈولے سے ایک بات کہی
اُس نے تو بھٹھ بھٹھ مول ایک آفت اپنے سر لے لی
ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(25)

سولہ کروڑ میں ایک کروڑ کو مزدوری یا کام نہیں
یعنی کم سے کم ۱۵ کروڑ کو چہن نہیں آرام نہیں
یہ عالم ہے تو کہے کہتے جھٹا اُن پہ حرام نہیں
جہون کا سپارا - توٹ چلا ہے صبح نہیں یا شام نہیں
ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(24) امن عالم = وڈو شانتی؛ حامی = سمریک۔

* ایک کروڑ بیرونیوں کے ہاں بھٹھ بھٹھ کم سے کم
تین کروڑ ہونگے۔

(16)

آزادی، دین، دھرم، انسانی کی اس تہذیب کو کیا کہیے
یو. این. جی. میں "آزاد" گولاموں کی ترتیب کو کیا کہیے
انسانی کاروبار میں غلامی کی ترتیب کو کیا کہیے
جو اس سے رہتی دنیا کو ایسی تہذیب کو کیا کہیے
ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(17)

یہ لوگ ہیں اپنے اپنے لئے یاں کوئی کسی کا نہیں
یہ بات کہیں نہیں پڑی نہیں یہ خبر انہوں نے سنی نہیں
تاریخ اس مورخ سے کہ جہاں کھجائیں اسکی رہی نہیں
جو کام کریں وہ بھوکوں میں بیکاروں کی کوئی کسی نہیں
ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(18)

کل انسانوں کو چند انسان مول لے لیں بدنام درم
انسان انسان کا ساتھی ہے، انسان انسان کا ہے ہمدم
اسکو یہ بتاتے ہیں ڈھوکا، یہ کہتے ہیں اسکو مہاجر
خود غرضی اس تہذیب کی جڑ ہے دردی بلیاں محکم
ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(19)

دنیا بھر کا بھوپار مٹا کر خود بھوپاری بن بیٹھا
سچی جھوٹی صورت کو دھوکا دینا کا پتھاری بن بیٹھا
انسان کو مسووروں کا چارہ دیکر بھاداری بن بیٹھا
بلندر کو ملی ہندی کی گرہ فوراً پلستاری بن بیٹھا
ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(20)

سر سے قدم تک مہلک حربے ایک سیماہی سو ہتھیار
یہ دنیا کا پالنے والا یہ تہذیب کا ٹھکانہ داؤ
ٹولک، توپ، بارود، ہلانا اسکا سب سے بڑا ہتھیار
نقدی لے کر موت بھینچنا سب سے چوکھا کاروبار
ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(16)

آزادی، دین، دھرم، انسانی کی اس تہذیب کو کیا کہیے
یو. این. جی. میں "آزاد" گولاموں کی ترتیب کو کیا کہیے
انسانی کاروبار میں غلامی کی ترتیب کو کیا کہیے
جو اس سے رہتی دنیا کو ایسی تہذیب کو کیا کہیے
ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(17)

یہ لوگ ہیں اپنے اپنے لئے یاں کوئی کسی کا نہیں
یہ بات کہیں نہیں پڑی نہیں یہ خبر انہوں نے سنی نہیں
تاریخ اس مورخ سے کہ جہاں کھجائیں اسکی رہی نہیں
جو کام کریں وہ بھوکوں میں بیکاروں کی کوئی کسی نہیں
ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(18)

کل انسانوں کو چند انسان مول لے لیں بدنام درم
انسان انسان کا ساتھی ہے، انسان انسان کا ہے ہمدم
اسکو یہ بتاتے ہیں ڈھوکا، یہ کہتے ہیں اسکو مہاجر
خود غرضی اس تہذیب کی جڑ ہے دردی بلیاں محکم
ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(19)

دنیا بھر کا بھوپار مٹا کر خود بھوپاری بن بیٹھا
سچی جھوٹی صورت کو دھوکا دینا کا پتھاری بن بیٹھا
انسان کو مسووروں کا چارہ دیکر بھاداری بن بیٹھا
بلندر کو ملی ہندی کی گرہ فوراً پلستاری بن بیٹھا
ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(20)

سر سے قدم تک مہلک حربے ایک سیماہی سو ہتھیار
یہ دنیا کا پالنے والا یہ تہذیب کا ٹھکانہ داؤ
ٹولک، توپ، بارود، ہلانا اسکا سب سے بڑا ہتھیار
نقدی لے کر موت بھینچنا سب سے چوکھا کاروبار
ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(16) تہذیب = جھٹکا.

(18) ہمدم = ساتھی، دینیادے مہکم = مجبوت نیک.

* ماہلو ایک بہت چٹیا بناؤ جو امریکا میں غلاموں کو
بھیلا جاتا ہے. ہندوستان میں غلام کی کمی پوری کرنے کے لیے
کئیوں کو اس کا ماہلو امریکا نے بھجوا دیا.

(20) مہلک حربے = ہتھیار

(16) تہذیب = جھٹکا.

(18) ہمدم = ساتھی، دینیادے مہکم = مجبوت نیک.

* ماہلو ایک بہت چٹیا بناؤ جو امریکا میں غلاموں کو
بھیلا جاتا ہے. ہندوستان میں غلام کی کمی پوری کرنے کے لیے
کئیوں کو اس کا ماہلو امریکا نے بھجوا دیا.

(20) مہلک حربے = ہتھیار

ہم ڈاکٹر حبیب کو خیرباد کہتے ہیں ہم قلم حبیب کو خیرباد کہتے ہیں

(11)

دنیا بھر کو برباد کرے، دنیا بھر کا نورانا بھی
دنیا بھر کا وِروسی بھی، دنیا بھر کیج بھرانا بھی
دنیا بھر کو بھوکا مارے، دنیا بھر کا آن دانا بھی
دنیا بھر میں خیرات کرے دنیا بھر پر لکھانا بھی
ہم قادر دیس کو دیکھ آئے، ہم قادر دیس کو دیکھ آئے

(12)

اُس دیس مہن ڈالر کے سیٹھوں کے دل کی کلی کب پھوٹتی ہے
جب اُن کی تجارت دنیا بھر کو ایک بہار سے لوتی ہے
دوے مہن توں اٹھتی بھلائی کی عادت کب چھوڑتی ہے
سونے پر سونا گرتا ہے، مایا پر مایا توڑتی ہے
ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(13)

وہوت، دھمکی اور قتل سے ہی یا اپنا کام چلاتے ہیں
 نچھنگ کیا ہے گورے ملکر حبشیوں کو زندہ جلاتے ہیں
 لیکن جرموں میں یاں بڑے بڑے سجن گن ہاتھ بٹاتے ہیں
 اور اس گورہی تھکیم یہ اس درجہ ناز فرماتے ہیں
 ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(14)

اِس ٹینکسٹر طرز زندگی سے اب دنیا بھر کو خطرات
 اِس ٹینکسٹر راجِ نہتی سے اب دنیا میں قیامت برپا
 اِس ٹینکسٹر چول چہتی نے سارے سلسلہ کو لوٹا
 اِس ٹینکسٹر سنے ہمت نے دنیا کو ترک ہٹایا
 ہم قاتل دیس کو دیکھ آئے، ہم قاتل دیس کو دیکھ آئے

(15)

اے کے معنی ہیں ایتھم ہم، ایچ کا مطلب ہے ہاتھ و جن ہم
 ہتھوں کے کھجروں کو دیکھو کھل جائے گا سارا ابھد بہم
 اسکولوں گھروں، دفتروں بازاروں میں سچا ہے ایک اہم
 ہے دے کے یہاں ولس کے لئے بس مارا کت ہے دھرم کرم
 ہم قابل دیس کو دیکھ آئے، ہم قابل دیس کو دیکھ آئے

(11) نرماتا = کام بخانے والے؛ وندروہی = باہمی؛ دھمن؛
نیچ بھراتا = سنا بھائی۔ (13) گھلکستہ = لٹھروں؛ ڈاکوؤں
کے گروہ سے سمبندھ رکھنے والے۔ (15) کھروں = الف
ب کا کھائی جاتی ہیں۔

(6)

دنیا بہر سے سٹا ہوتا، دنیا بہر سے بھڑکا ہوئی ہے
دنیا بہر پر ہے دنیا بہر کا دنیا بہر پر اُٹکا ہوئی ہے
سب کے حق کا دلال ہوئی ہے آزادی کا تھکودار ہوئی ہے
اُس سیوا ہواؤ کے صدقے میں دنیا کا بلکا دمار ہوئی ہے
ہم ڈالر دھیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالر دھیس کو دیکھ آئے

(7)

اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں کی نہ وہاں قلات نہ کمی
وہ تعزیروں کی نوبت جھونک تقریروں کی گرما گرمی
وہ لکچر خالوں کی بھڑ بھڑ وہ پارٹیوں میں گھما گھمی
دنیا بھر کی ایسی تہ سی وہ راج نہایت میں ہت دھرمی
ہم قادر دیس کو دیکھ آئے ہم قادر دیس کو دیکھ آئے

(8)

وہ ہائی وڈ کا ہرستان وہ فلسفوں کی جھلکا جھلکی
وہ نرم گلابی مسکراہٹیں آنکھوں میں ہانکی ہانکی
وہ نوک پلک وہ ہر صورت جو ہن دس سے چھلکی چھلکی
وہ ایکٹروں کی لہک جھپک وہ ایکٹریسوں چہل بل کی
ہم ڈالر دیس ہو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(9)

وہ بھڑی بھڑے جل ٹھل جوتا کے رکھ دیلے کے چکر میں
وہ واپو ہان مٹھلاتے ہوئے آکاشوں کے بہو ساگر میں
وہ آؤں قلعے جو اُتارے ہرسا چڑھیں دنیا بہر میں
وہ ہمداروں کے گل ہادل جو اک لگا نہیں گھر گھر میں
ہم قالہ نہیں کو دیکھ آئے ہم قالہ دیس کو دیکھ آئے

(10)

وہ بہاری تھنک جو ہفت خزان طے کر ڈالیں بے خوف و خطر
وہ آرنڈی فولان آگ کا ہوتا ہوا ٹھن کر پور
وہ ترپھیں چٹکس باز ہوں سے ان چٹھیں چٹانوں میں سرور
وہ دنیا بھر کی موت کے سامنے آفت، غارت، فتنہ و شر
ہم ڈالو دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالو دیس کو دیکھ آئے

7) قلاب = کسی (9) بھری ہے = ملندری

پیر: ولیدیان دوائی جہاز؛ ہمارے ہم ہر سالے ولید۔

(10) سلامت خردان = دستم کو اسکی بہ دردی کا امتحان

لہجے کے لئے سات مہان کام سوچے گئے تھے۔ سات کتھن سے

گٹھن مندرلیں یا گم ؛ لوٹلری = لوپ خانہ ؛ گٹھن = ۱۰۰ = ۱۰۰

پہلے پہار! سرور! چہل! قلقلہ و شور = خرابی، ہراسی

ہم ڈالر دےس کو دےس آئے

(भाई रघुपति सहाय 'किरांक')

(1)

ہے رنگ بیرنگ وہاں جیون، ہم ڈالر دےس کو دےس آئے
وہ ہرا ہرا دولت کا چمن، ہم ڈالر دےس کو دےس آئے
جانے کے مجھے کپڑوں کی فہم، ہم ڈالر دےس کو دےس آئے
کوک کاٹھمے مگن، کوک کاٹھمے مگن، ہم ڈالر دےس کو دےس آئے
ہم ڈالر دےس کو دےس آئے، ہم ڈالر دےس کو دےس آئے

(2)

وہ راتوں کو بھی دن کا سماں، وہ درکانوں جگمگ جگمگ
وہ ریل پھل موٹر کاروں کی، ہر ڈالر دےس کو دےس آئے
وہ دھکی دھکی ہوئی ٹریفک، وہ دب جانے کا ڈر پگ پگ
بازاروں کا ہلکا سا جھکا، بھٹوں بھٹوں کا شور آلتا
ہم ڈالر دےس کو دےس آئے، ہم ڈالر دےس کو دےس آئے

(3)

وہ لڑک دھک ساٹ منجیلے باتیں آسماں سے کرتے تھے
ہر منجیلے ایک دھکیا جس پر سہا سہا-ہو-ہو-ہو گھومتے تھے
وہ چنچناہٹے لپٹوں کی رہ رہ کر چدتے اترتے تھے
آرہوں آہوں کے کاربار دین رات بیگتے سہرتے تھے
ہم ڈالر دےس کو دےس آئے، ہم ڈالر دےس کو دےس آئے

(4)

بھگتوں کو سناہی دے جاتی ہے گودھر کی مرلی کی بھگ
لندانیوں میں رہ رہ کر تھدی سکتے ہیں زنجیروں کی چھلک
کل آہٹ پر دھک پڑی سن لوتے ہیں زہر کی چھلک
دل کی دھڑکن سے آتی ہے ہر کان میں یاں ڈالر کی کھلک
ہم ڈالر دےس کو دےس آئے، ہم ڈالر دےس کو دےس آئے

(5)

باجے-باجے کا رانگ بھی ہے اور بال ڈانس کا رانگ بھی ہے
ہیچاؤں کی ہرمار بھی ہے، ویڈیو، کلا، گون گون بھی ہے
کچھ دان پن کا سوانک بھی ہے، آبدیش پاتھ ستسنگ بھی ہے
اور ان کے علاوہ بھی کچھ باتیں ہیں جن سے دنیا دگ بھی ہے
ہم ڈالر دےس کو دےس آئے، ہم ڈالر دےس کو دےس آئے

(2) ٹریفک = سواریاں اور سوک کی بھو؛ (3) وہم-
ہو-ہو = بھلا بیچارہ؛ لپٹوں = بیچاری سے چوہلے اترنے
والی مشین؛ (4) لندانیوں = جہاؤں؛ (5) بال ڈانس = آگرے
میں اور مرد میل کر ناچتے ہیں؛

ہم ڈالر دےس کو دےس آئے

(بھائی رگہ پتی سہائے 'فراق')

(1)

ہے رنگ بیرنگ وہاں جیون، ہم ڈالر دےس کو دےس آئے
وہ ہرا ہرا دولت کا چمن، ہم ڈالر دےس کو دےس آئے
جانے کے مجھے کپڑوں کی فہم، ہم ڈالر دےس کو دےس آئے
کوک کاٹھمے مگن، کوک کاٹھمے مگن، ہم ڈالر دےس کو دےس آئے
ہم ڈالر دےس کو دےس آئے، ہم ڈالر دےس کو دےس آئے

(2)

وہ راتوں کو بھی دن کا سماں، وہ درکانوں جگمگ جگمگ
وہ ریل پھل موٹر کاروں کی، ہر ڈالر دےس کو دےس آئے
وہ دھکی دھکی ہوئی ٹریفک، وہ دب جانے کا ڈر پگ پگ
بازاروں کا ہلکا سا جھکا، بھٹوں بھٹوں کا شور آلتا
ہم ڈالر دےس کو دےس آئے، ہم ڈالر دےس کو دےس آئے

(3)

وہ لڑک دھک ساٹ منجیلے باتیں آسماں سے کرتے تھے
ہر منجیلے ایک دھکیا جس پر سہا سہا-ہو-ہو-ہو گھومتے تھے
وہ چنچناہٹے لپٹوں کی رہ رہ کر چدتے اترتے تھے
آرہوں آہوں کے کار بار دین رات بیگتے سہرتے تھے
ہم ڈالر دےس کو دےس آئے، ہم ڈالر دےس کو دےس آئے

(4)

بھگتوں کو سناہی دے جاتی ہے گودھر کی مرلی کی بھگ
لندانیوں میں رہ رہ کر تھدی سکتے ہیں زنجیروں کی چھلک
کل آہٹ پر دھک پڑی سن لوتے ہیں زہر کی چھلک
دل کی دھڑکن سے آتی ہے ہر کان میں یاں ڈالر کی کھلک
ہم ڈالر دےس کو دےس آئے، ہم ڈالر دےس کو دےس آئے

(5)

باجے-باجے کا رانگ بھی ہے اور بال ڈانس کا رانگ بھی ہے
ہیچاؤں کی ہرمار بھی ہے، ویڈیو، کلا، گون گون بھی ہے
کچھ دان پن کا سوانک بھی ہے، آبدیش پاتھ ستسنگ بھی ہے
اور ان کے علاوہ بھی کچھ باتیں ہیں جن سے دنیا دگ بھی ہے
ہم ڈالر دےس کو دےس آئے، ہم ڈالر دےس کو دےس آئے

(2) ٹریفک = سواریاں اور سوک کی بھو؛ (3) وہم-
ہو-ہو = بھلا بیچارہ؛ لپٹوں = بیچاری سے چوہلے اترنے
والی مشین؛ (4) لندانیوں = جہاؤں؛ (5) بال ڈانس = آگرے
میں اور مرد میل کر ناچتے ہیں؛

सरकारी दफ्तरों में और कानूनी सम्झौतों और अवाक्यों में अंगरेजी की जगह बरती जायगी, यह जनता की भाशा नहीं, विद्वानों की जवान होगी, इसके माने यह हुए कि जैसे कभी संस्कृत की छत पड़ी थी, जिस की जगह कभी फारसी ने ली थी और अब अंगरेजी ले रही है, उसकी जगह यह नई भाशा की छत पड़ेगी, खयाल अच्छा है ! हम में जात पात का भेद तो बहुत पुराना है, मतों का भेद भी काफी पुराना है, इन मतों में भाशा का भेद कुछ नया है जो दिनों दिन जोर पकड़ रहा है, भाशा न्यायी न्यायी, लिपि अलग अलग, काँग्रेस कहती है कि अब सुबों का भी बटवारा भाशा के अनुसार होगा, हर प्रान्त में ऊँची से ऊँची पढ़ाई उस प्रान्त की भाशा में ही जायगी, जिसका शायद यह फल हो कि हर एक प्रान्त में एक विद्वानों की प्रान्ती भाशा और दूसरी आम जनता की, और फिर विद्वान भी शायद दो प्रकार के होंगे, एक प्रान्ती भाशा के और एक राश्ट्री भाशा के, और बहुत मुमकिन है कि आजकल के संस्कृत विद्वानों की तरह अंगरेजीवाँ भी अपने को एक अलग क्लास समझें ! उनके अलवार, किताबें, कलमें ही नहीं विरादरी भी अलग बन जाय, हर एक प्रान्त की महाजनी लिपि अलग और तो और हर एक मत की लिपि अलग, जाति सेवा भाव तो मुद्दत से सुनते आए थे अब प्रान्ती सेवा भाव की भनक भी कानों में पड़ने लगी है, हमारा इतिहास तो यही सिखाता है कि जहाँ राज बहुत फैला तो आपस की फूट ने उसे रहने न दिया, देखिये कल क्या होता है, यह साफ है कि एक नई जवान बना कर समाज में एक और छत डालना, जिसकी सीढ़ी न हो, नादानी सी मालूम होती है, क्यों न दिल्ली या आसपास की बोली को ही दफ्तरी जवान बनाया जाय, मेरा मतलब केवल भाशा के ढाँचे और बुनावट से है, शब्द तो सब जगह से लिये जा सकते हैं, अगर कुछ साइन्सी टर्मों की कमा दिखाई दे तो नई टर्म बनाने की जगह क्यों न उन टर्मों से ही काम लें जो आज कल सरकारी दफ्तरों में बरती जाती हैं, आखिर अगर दिल्ली ही राजधानी रही तो यहाँ के आप पास की बोली ही राज की बोली बनेगी, फिर क्यों नहीं इस नेक काम में हमारी सरकार इस बोली का हाथ बटावी.

अन्त में पंडित पद्म सिंह शर्मा की तरह मैं भी अपनी किताब को, केवल पहला शब्द बदल कर अक्षर के इस शेर से सज्जत करता हूँ :—

“बोली में जो सब शरीर होने के नहीं,
इस मुक्त के काम ठीक होने के नहीं,
मुमकिन नहीं शेष अमरल कैव बनने,
पंडित जी वालमीकि होने के नहीं।”

سرکاری دفتروں میں اور قانونی سمجھاؤں اور مذاکعات میں انگریزی کی جگہ برقی جائے گی۔ یہ جلتائی بھاشا نہیں، وکڑائیوں کی زبان ہوگی اس کے معنی یہ ہونگے کہ جس سے کہی، سنسکرت کی چھت پڑی تھی، جس کی جگہ کہی فارسی نے لی تھی اور اب انگریزی لے رہی ہے، اس کی جگہ یہ نئی بھاشا کی چھت پڑے گی۔ بھال اچھا ہے! ہم میں جانتے ماننے کا بھود تو بہت پرانا ہے۔ متوں کا بھود بھی کافی پرانا ہے۔ ان متوں میں بھاشا کا بھود کچھ نیا ہے جو دنوں دن روز پکڑ رہا ہے۔ بھاشا نہاری نہاری لہی انگ الگ۔ کنگریس کہتی ہے کہ اب دورں کا بھی بتووارا بھاشا کے انبساط ہوگا۔ ہر پرانت میں اونچی سے اونچی پوچھائی اس پرانت کی بھاشا میں دی جائے گی، جس کا شاید یہ پہل ہو کہ ہر ایک پرانت میں ایک وفوانوں کی پرائی بھاشا اور دوسری عام چلتا کی، اور پھر ودوان بھی شاید دو پرکار کے ہونگے، ایک پرائی بھاشا کے اور ایک راشٹری بھاشا کے۔ اور بہت ممکن ہے کہ آجکل کے سنسکرت ودوانوں کی طرح انگریزی دل بھی اپنے کو ایک انگ لاس سمجھیں! ان کے اخبار، کتابیں، فلمیں ہی نہیں بڑبڑی بھی انگ بن جائے۔ ہر ایک پرانت کی مہاجلی ٹہی انگ اور تو اور ہر ایک مٹ کی ٹہی انگ۔ جانی سہوا سہوا بھاؤ تو مدت سے سلجھ گئے تو، اب پرائی سہوا بھاؤ کی بھلک بھی کانوں میں پونے لگی ہے۔ ہمارا اتھاس تو یہی سمجھتا ہے کہ جہاں راج بہت پہلا تو آپس کی پھوٹ نے آسے دھتے نہ دیا۔ دیکھتے دل کہا گھوتا ہے۔ یہ صاف ہے کہ ایک نئی زبان ہمارے سماج میں ایک اور چھت دلنا، جس کی سوزھی نہ ہو، نادانی سی معلوم ہوتی ہے۔ انہوں نے دای یا اس پاس کی ہڑی کو ہی دفتری زبان بلایا جائے۔ مہرا مطلب کھول بھاشا نے تھانچے اور ہمارے سے ہے۔ شہد تو سب جگہ سے لٹے جاسکتے ہیں۔ اگر کچھ سائنسی قروں کی کمی دیکھائی دے تو نئی قروں میں ہلانے کی جگہ کہوں نہ ان قروں سے ہی کام لیں جو آج کل سرکاری دفتروں میں برتر جاتی ہیں۔ آخر گر دای ہی راجدھنی دے تو یہاں کے اس پاس کی ہولی ہی راج کی ہولی بنے گی۔ پھر کیوں نہیں اس نیک کام میں ہماری سرکار اس ہولی کا ہاتھ بٹاتی۔

انت میں پلذت ہدم ۔۔۔ لنگہ شرما کی طرح میں
بھی اپنی کتاب کو کھول پہا شید بدل کر اکثر نے اس
شعر سے ختم کرتا ہیں :—

”ہولی میں جو سب شریک ہونے کے نہیں،
اس ملک کے کام ٹھیک ہونے کے نہیں،
میں نہیں شیخ اسرار الحق نہیں،
چنی والہ ٹھیک ہونے کے نہیں۔“

دینیوں کی طرف سے جو کچھ بھی ہو، اس میں شک نہیں ہے کہ ہندوؤں کے لیے یہ ایک بڑا ہی مشکل کام ہے۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ سارے ہندوستان کی ایک بھاشا ہو۔ اگلے بڑے دین میں ایک بھاشا بنانے کے لیے تو سیکڑوں برس چاہئیں لیکن اب ہم اتنا تو کر سکتے ہیں کہ ہم اپنی واحد بھاشا ایسی بنائیں جو سب پرانتوں میں آسانی سے سمجھی جاسکے۔ اس کا سہل طریقہ یہ ہے کہ جو جو لفظ ہند کی ہر ایک بولی کی تشکیل میں اسی روپ یا دھڑے ہی روپ میں پائے جاتے ہیں انہیں اپنی واحد بھاشا میں تقسیم روپ میں لے آئیں چاہے وہ شبد کسی بھی پرانت کی بول بولی میں اُس تقسیم روپ میں نہ پایا جاتا ہو۔ یہ وجہ دیکھتے ہیں تو سادہ ہی نہیں سہل ہی معلوم ہوتا ہے۔ خرابی یہ تو کہ ہندو یہ کہ بھاشا دینا کے سارے موٹے موٹے نام جو میں نے دیکھے ہیں وہ ان سے لے کر اس کتاب میں لکھے ہیں وہ سب تو تھے:— (1) بھاشا جو دیس میں پھلتی ہے وہ اکثر راجدھانی کی بول بولی ہوتی ہے یا کہیں کہیں کسی کوئی یا دھڑے کی۔ (2) کوئی طاقت جلدی کسی بھاشا کے تانے بانے اور اُس کی بھارت کو بدل نہیں سکتی۔ ان تقسیم شدہ دیسوں سے ہمارے سب دیسوں کا تانا بٹنا ہو جاتا ہے۔ (3) ہمارے آج کل کی علمی زبان انگریزی ہے، سائنس کی زبان، اس وقت دیس میں انگریزی جاننے والوں کی گنتی سائنس کے جاننے والوں کی گنتی سے کئی گنی ہے، اس لیے یہ ناممکن ہے کہ ہمارے دیسوں کی انتہی جوانی میں اُس کا رنگ نہ آئے۔ (4) ہمارے دیس میں ہندو ہی نہیں دھرم اور دھرم کے لوگ بھی دھرم میں اُن سے ہمیں مل دیکھنا پڑے گا۔ (5) بھاشا سدا سربلحا کی طرف بہتی ہے، نوکدار، موٹے شبد یعنی جوڑے، بچلے والے شبدوں کے لیے میں چہمتے ہوں۔ (6) لہی کا بھاشا سے کھرا نانا ہوتا ہے۔ ہمارے دھان والے چاہے کتنا ہی دیوانگاری کو چاہیں ہمارے دیس کی آرتھک دشا کو دیوانگاری سے دور ہے۔ نہ نومن تول ہوگا نہ رادھا ناچیں گی۔ آج کل ہی نہیں دھڑے سدا سے مہا بلوان ہے۔ (7) اگلے دیس کا انہیں میں کچھ سناچا ہوں۔ اگر دیس کا رخ بدلتا ہے تو سائنس کے بہت لگاؤ چھوڑنا ہی ہوگا۔ (8) دنیا اب اتنی چھوٹی ہو گئی ہے کہ ہم بالکل ایک نہیں رہ سکتے۔ ہمارے بھاشا پر اور پرانتوں کی بھاشا کا ہی نہیں اور ملکوں کی زبان کا بھی اثر پڑے گا۔ کہیں کہیں کوئی کوئی ایکن دیں زبان سے کچھ بھائی مہری باتیں کا ہیں جواب دیتے ہیں کہ یہ سب کچھ ٹھیک ہے، لیکن وہ کوئی بھاشا یعنی بول بولی نہیں بنادے، وہ کہول ایک لکھی بولی، ایک دھڑے زبان بنادے ہیں جو

کبھی کبھی کوئی کوئی کہیں کہیں بھائی مہری باتیں کا ہیں جواب دیتے ہیں کہ یہ سب کچھ ٹھیک ہے، لیکن وہ کوئی بھاشا یعنی بول بولی نہیں بنادے، وہ کہول ایک لکھی بولی، ایک دھڑے زبان بنادے ہیں جو

میں لاطینی سیکھانے کے لیے لیکھی گئی تھی۔ بڑی دقت اس ہندی گرامر کا تھا۔ نام تو ہندی کی، لکھی گئی سنسکृत سیکھانے کے لیے۔ سُناتا ہوں یہ گرامر یو۔ پی۔ اور دہلی میں کورس میں ہے۔ دیکھ کر دِل ٹنڈا ہو گیا۔ ایسا مآلوس ہوتا ہے کہ اس میں بھی غلطی کرنے پر تِلے ہوئے ہیں جو انگریز اپنے دیس میں اُنہیں صدی تک کرتے آئے ہیں۔ ولیم واٹ نے اپنی انگریزی زبان کی گرامر (1767) میں لاطینی ترمیم کے برتے کی وجہ اِس طرح بیان کی ہے۔ ”چونکہ کسی آدمی کو پتہ نہیں کہ اُسے پھر کوئی اور زبان بھی سیکھنی پڑے تو اُسے انگریزی ہی کہوں نہ اِس طرح سیکھانی جائے جس سے اُسے اور زبان سیکھنے میں آسانی ہو۔“ کیا خوب! انگریزی سیکھنا چاہے ہر ایک کے لئے مشکل ہو جائے! کبھی اچرچ کی بات ہے کہ انگریزی جانتے ہوئے بھی ہمارے شکشا و بھائی اور یونیورسٹیاں دوسروں کی غلطیوں سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتیں۔ ایشور اُنہیں چرنچھو کرے تاکہ اپنی غلطیاں وہ آپ دیکھ سکیں اور ہماری سلتان کو اِس مصیبت سے چھٹکارا ملے۔

چاند بردائی ہماری بھاشا کا سب سے پہلا کوئی کہا جاتا ہے۔ اُس کی کویتا میں بہت سے فارسی کے لفظ پائے جاتے ہیں۔ یہ لاہور کا رہنے والا پرتھوی راج کے دربار کا کوئی تھا۔ ہندی کا دوسرا دور اکبر کے زمانے کا ہے۔ اُس میں بھی فارسی لفظوں سے پرہیز نہیں۔ اگر ہندی اردو کے وکاس اور جھکڑے کی بابت زیادہ جاننا ہو تو پلٹ پدم سنگھ شرما کی کتاب ”ہندی اردو اور ہندوستانی“ پڑھ لیجئے۔ ایک ہندی ساہتہ سہان کے سہایتی کی بابت یہ کہنا کہ وہ فارسی کے پکھ پانی تھے، تھیک نہیں معلوم ہوتا۔ اُن کے وچار کے انوسار ہندی کو بدیسی لفظوں سے صاف کرنے کا خہال بہت پرانا نہیں اور بہت کچھ چلند کم سمجھ مسلمانوں کی دیس کا پہل ہے۔ کچھ مسلمان ہندی شدوں سے پرہیز کرتے تھے، اُن کی دیکھا دیکھی کچھ ہندی بھی فارسی لفظوں کو اچھوت سمجھتے تھے۔ اِس پرہیز کی ایک اور وجہ بھی دو جاتی ہے۔ اُس پر تہذیبی دل سے وچار کرنے کی ضرورت ہے۔

میں پہلے لکھ آیا ہوں کہ بلجاریوں کی مہربانی سے دلی کی بولی دور دور کے دیسوں میں اُگر بولی نہیں تو سمجھی جانے لگی۔ اِس بولی میں بہت سے لفظ تو ہندی کے تھے، کچھ فارسی کے پیر سنسکرت کا شاید کوئی نہ تھا۔ اِسی طرح رمتے مانو سنکرت کی مہربانی سے کوئی دس دس سنسکرت کے ایسے لفظ جن کا واسطہ دھرم سے تھا سارے ہندستان میں سمجھے اور بولے جاتے تھے۔ میں یہ بھی لکھ آیا ہوں کہ مسلمانوں کے وچ سے پہلے سنسکرت صدیوں تک ہماری علمی زبان رہی ہے اور اُس لئے جب کسی پرکرت نے اُن

میں لاطینی سیکھانے کے لیے لکھی گئی تھی۔ بڑی دقت اس ہندی گرامر کا تھا۔ نام تو ہندی کی، لکھی گئی سنسکृत سیکھانے کے لیے۔ سُناتا ہوں یہ گرامر یو۔ پی۔ اور دہلی میں کورس میں ہے۔ دیکھ کر دِل ٹنڈا ہو گیا۔ ایسا مآلوس ہوتا ہے کہ اس میں بھی غلطی کرنے پر تِلے ہوئے ہیں جو انگریز اپنے دیس میں اُنہیں صدی تک کرتے آئے ہیں۔ ولیم واٹ نے اپنی انگریزی زبان کی گرامر (1767) میں لاطینی ترمیم کے برتے کی وجہ اِس طرح بیان کی ہے۔ ”چونکہ کسی آدمی کو پتہ نہیں کہ اُسے پھر کوئی اور زبان بھی سیکھنی پڑے تو اُسے انگریزی ہی کہوں نہ اِس طرح سیکھانی جائے جس سے اُسے اور زبان سیکھنے میں آسانی ہو۔“ کیا خوب! انگریزی سیکھنا چاہے ہر ایک کے لئے مشکل ہو جائے! کبھی اچرچ کی بات ہے کہ انگریزی جانتے ہوئے بھی ہمارے شکشا و بھائی اور یونیورسٹیاں دوسروں کی غلطیوں سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتیں۔ ایشور اُنہیں چرنچھو کرے تاکہ اپنی غلطیاں وہ آپ دیکھ سکیں اور ہماری سلتان کو اِس مصیبت سے چھٹکارا ملے۔

چاند بردائی ہماری بھاشا کا سب سے پہلا کوئی کہا جاتا ہے۔ اُس کی کویتا میں بہت سے فارسی کے لفظ پائے جاتے ہیں۔ یہ لاہور کا رہنے والا پرتھوی راج کے دربار کا کوئی تھا۔ ہندی کا دوسرا دور اکبر کے زمانے کا ہے۔ اُس میں بھی فارسی لفظوں سے پرہیز نہیں۔ اگر ہندی اردو کے وکاس اور جھکڑے کی بابت زیادہ جاننا ہو تو پلٹ پدم سنگھ شرما کی کتاب ”ہندی اردو اور ہندوستانی“ پڑھ لیجئے۔ ایک ہندی ساہتہ سہان کے سہایتی کی بابت یہ کہنا کہ وہ فارسی کے پکھ پانی تھے، تھیک نہیں معلوم ہوتا۔ اُن کے وچار کے انوسار ہندی کو بدیسی لفظوں سے صاف کرنے کا خہال بہت پرانا نہیں اور بہت کچھ چلند کم سمجھ مسلمانوں کی دیس کا پہل ہے۔ کچھ مسلمان ہندی شدوں سے پرہیز کرتے تھے، اُن کی دیکھا دیکھی کچھ ہندی بھی فارسی لفظوں کو اچھوت سمجھتے تھے۔ اِس پرہیز کی ایک اور وجہ بھی دو جاتی ہے۔ اُس پر تہذیبی دل سے وچار کرنے کی ضرورت ہے۔

میں پہلے لکھ آیا ہوں کہ بلجاریوں کی مہربانی سے دلی کی بولی دور دور کے دیسوں میں اُگر بولی نہیں تو سمجھی جانے لگی۔ اِس بولی میں بہت سے لفظ تو ہندی کے تھے، کچھ فارسی کے پیر سنسکرت کا شاید کوئی نہ تھا۔ اِسی طرح رمتے مانو سنکرت کی مہربانی سے کوئی دس دس سنسکرت کے ایسے لفظ جن کا واسطہ دھرم سے تھا سارے ہندستان میں سمجھے اور بولے جاتے تھے۔ میں یہ بھی لکھ آیا ہوں کہ مسلمانوں کے وچ سے پہلے سنسکرت صدیوں تک ہماری علمی زبان رہی ہے اور اُس لئے جب کسی پرکرت نے اُن

اور سب سے زیادہ رونے کی بات یہ ہے کہ آج ہمارے ہندوؤں میں سنہ ۱۹۰۱ء پر پہلی بار ہونے والے ۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں اورانی آئے، دوسری صدی بی سی میں یونانی آئے، پہلی صدی بی سی میں گوجر آئے، پھر ہندوؤں نے راجپوت، ملکہوں، ہون اور بہت سی قومیں — پچھم سے بھی یورپ سے بھی اور آئر سے بھی — دوچار ہزار کا لشکر جمع کرنا اور پچھم سے یورپ تک کا دھاوا بولنا ممکن ہو گیا۔ اور تو اور جو یہاں آگ لہانے بھی آیا کھر کا مالک بن بیٹھا۔ یونانی 'تچ' فرانسیسی 'انگریز' ہندیوار کے لئے آئے تھے، راجے بن ہوئے۔ عجیب تماشا ہے، اتنی قومیں یہاں آکر بسیں لیکن ہمارا خون ابھی تک شدہ آریوں کا ہی رہا اور اس لئے ہمارا دھرم ہے کہ ہم اپنی شدہ آریہ بھاشا وچک ہی ہوں! اور دوسری انہماک بات یہ ہے کہ اس عرصے میں چارے کتے ہی راج یہاں بلے اور لکے، براہمنی ٹھکس جو ہم پر دو تون ہزار برس ہوئے لکے لکے تھے وہ ہم اب تک ہوشی سے دیکھتے ہیں۔ کوئی ہلندو جلم نہیں لے سکتا، پتہ نہیں سکتا، مر نہیں سکتا اور تو اور پرکھوں کو یاد نہیں کر سکتا جب تک اپنی آمدنی کے انوسار وہ یہ ٹھکس ادا نہ کرے۔ چارے ہم سے پیسے لے لئے جھوٹ بولنے، چوری کرنے، رشوت لینے میں اور سب دیکھیں کہ وہ ہندوؤں کے ہوں، ہمارا یہ خوشی خوشی ٹوکس دینا ہلندو جاتی کو مہادھرمی اور مہا آتشی بلاتا ہے۔ اسلئے اس دھرم شکنی کو کسی طرح ہائی پہنچانے سے زیادہ اور کوئی پاپ ہوا نہیں ہو سکتا! ہماری بولی کا انہماک اس بات کا ثبوت ہے کہ جب کوئی پراکرت یعنی بول بولی، لکھی ہوئی کا روپ دھارن کرتی ہے تو اسکا مکھہ پرچار جانت پات کے وردہ ہوتا ہے اور اس طرح اس ٹوکس کو ہائی پہنچاتا ہے۔ ہودہ اور جہن مست نے بھی پرچار اپنی پراکرتوں میں کیا۔ صدیوں بعد ہندوستانی پیدا ہوئی۔ اس میں بھی کبیر، نانک آدسی نے یہی راگ الایہ۔ اسلئے ایسی بھاشا کو جھٹم دھن دینا مہا پاپ ہے! اور یہ یہ انگریزوں کیلئے جو براہمنی پراکرتی ہی چلتی ہے۔ ایسے کئے وکتن میں سندسکرت ہی میں پھر بچا سکتی ہے! اسلئے اسے لا ضرور سندسکرت کے روپ میں نہیں لا سکتے تو ہندوؤں کی ہی شکل میں سہی!

اور سب سے زیادہ رونے کی بات یہ ہے کہ آج ہمارے ہندوؤں میں سنہ ۱۹۰۱ء پر پہلی بار ہونے والے ۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں اورانی آئے، دوسری صدی بی سی میں یونانی آئے، پہلی صدی بی سی میں گوجر آئے، پھر ہندوؤں نے راجپوت، ملکہوں، ہون اور بہت سی قومیں — پچھم سے بھی یورپ سے بھی اور آئر سے بھی — دوچار ہزار کا لشکر جمع کرنا اور پچھم سے یورپ تک کا دھاوا بولنا ممکن ہو گیا۔ اور تو اور جو یہاں آگ لہانے بھی آیا کھر کا مالک بن بیٹھا۔ یونانی 'تچ' فرانسیسی 'انگریز' ہندیوار کے لئے آئے تھے، راجے بن ہوئے۔ عجیب تماشا ہے، اتنی قومیں یہاں آکر بسیں لیکن ہمارا خون ابھی تک شدہ آریوں کا ہی رہا اور اس لئے ہمارا دھرم ہے کہ ہم اپنی شدہ آریہ بھاشا وچک ہی ہوں! اور دوسری انہماک بات یہ ہے کہ اس عرصے میں چارے کتے ہی راج یہاں بلے اور لکے، براہمنی ٹھکس جو ہم پر دو تون ہزار برس ہوئے لکے لکے تھے وہ ہم اب تک ہوشی سے دیکھتے ہیں۔ کوئی ہلندو جلم نہیں لے سکتا، پتہ نہیں سکتا، مر نہیں سکتا اور تو اور پرکھوں کو یاد نہیں کر سکتا جب تک اپنی آمدنی کے انوسار وہ یہ ٹھکس ادا نہ کرے۔ چارے ہم سے پیسے لے لئے جھوٹ بولنے، چوری کرنے، رشوت لینے میں اور سب دیکھیں کہ وہ ہندوؤں کے ہوں، ہمارا یہ خوشی خوشی ٹوکس دینا ہلندو جاتی کو مہادھرمی اور مہا آتشی بلاتا ہے۔ اسلئے اس دھرم شکنی کو کسی طرح ہائی پہنچانے سے زیادہ اور کوئی پاپ ہوا نہیں ہو سکتا! ہماری بولی کا انہماک اس بات کا ثبوت ہے کہ جب کوئی پراکرت یعنی بول بولی، لکھی ہوئی کا روپ دھارن کرتی ہے تو اسکا مکھہ پرچار جانت پات کے وردہ ہوتا ہے اور اس طرح اس ٹوکس کو ہائی پہنچاتا ہے۔ ہودہ اور جہن مست نے بھی پرچار اپنی پراکرتوں میں کیا۔ صدیوں بعد ہندوستانی پیدا ہوئی۔ اس میں بھی کبیر، نانک آدسی نے یہی راگ الایہ۔ اسلئے ایسی بھاشا کو جھٹم دھن دینا مہا پاپ ہے! اور یہ یہ انگریزوں کیلئے جو براہمنی پراکرتی ہی چلتی ہے۔ ایسے کئے وکتن میں سندسکرت ہی میں پھر بچا سکتی ہے! اسلئے اسے لا ضرور سندسکرت کے روپ میں نہیں لا سکتے تو ہندوؤں کی ہی شکل میں سہی!

میں نے پچھن میں اردو کی اور سندسکرت کی گرامر میں کچھ کچھ پڑھی تھیں۔ ہندوؤں کی گرامر دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اس کتاب کو دیوناگری میں چھپوانے کے لئے میں نے اپنی ایک نوآوری سے اسکی ہندی گرامر کی۔ اسے دیکھ کر لنگلے مرے کی انگریزی گرامر یاد آئی جو انیسویں صدی کے شروع میں انگلینڈ کے بہت سے اسکولوں میں پڑھائی جاتی تھی، جو نام کو تو انگریزی سبھانے کے لئے لیکن اصل

میں نے بچپن میں اردو کی اور سندسکرت کی گرامر کو کچھ کچھ پڑھی تھی۔ ہندی کی گرامر دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اس کتاب کو دیوناگری میں چھپوانے کے لئے میں نے اپنی ایک نوآوری سے اسکی ہندی گرامر کی۔ اسے دیکھ کر لنگلے مرے کی انگریزی گرامر یاد آئی جو انیسویں صدی کے شروع میں انگلینڈ کے بہت سے اسکولوں میں پڑھائی جاتی تھی، جو نام کو تو انگریزی سبھانے کے لئے لیکن اصل

پژاگرت	سلسکرت	هندی	پنجابی
مٹھا	مرتکا	مٹھی	مٹھی
کلڑ ہو کلڑو کرشن		کٹہہ کھن کٹہہ کھن	
چٹنی سو	یاد رہا	چھسا	چھپا
سالو	شہال	سالا	سالا
ساملو	شہا مل	ساوولا	
ماؤس بجیا	اتر شرسی	مرسی	مراسی
پوتھم	پستکم	پوتھی	پوتھ
روکھ	ورکشہ	روکھ	روکھ
مسائرن	شہنائن	مسائرن	مسائرن
سائکرن	شرنکھان	سائیکل	سائیکل
سچ	سکھہ	سچ	سچ
داتنی	داتری	دات	داتن
گنگی	اگنی	آگ	آگ

سنسکرت کے بنائے جانے کا کارن میں سنسکرت کے
اب میں لکھ آیا ہوں۔ گو سنسکرت بلی تھی چوتھی
مدی بی۔ سی۔ میں، پہلے پتھر جس پر سنسکرت کھدی
لوٹی ہے وہ 150 بی۔ سی۔ کا ہے اور اہیکے بعد کے بھی
مغلے پتھر دو تین سو برس تک کے ملے ہوں وہ پراکرت میں
ہوں۔ سنسکرت پتھر پر تو تھہری صدی بی۔ سی۔ میں
ہونے شروع ہوتے ہوں۔ معلیہ کہ سنسکرت کو درباری زبان
ملے میں پانچ چھ سو برس لگے تھے۔ کسی نئی بھاشا کو
مندرہ برس میں دکنری زبان بنانے کا خیال اچھوتا ہے۔
اکہ دل کو سمجھاؤ، جو بھاشا بنائی جا رہی ہے نئی بھاشا
ہی نہیں ایک بناوٹی بھاشا ہے۔ آجکل پرانے سنسکرت
نہد ہی نہیں لگے جا رہے، بلکہ ہماری ہوائی کے معمولی
ہے معمولی لفظوں کو سنسکرت کا جامہ پہنایا جا رہا ہے۔
دوسرے لفظوں میں یوں کہنا شاید غلط نہ ہو کہ ہماری
ولی کو ویدک سے ملایا جا رہا ہے اور لفظوں کے لحاظ سے
ہم توں ہزار برس پہلے جانا چاہتے ہیں۔

آریہ یہاں ایک ہلے میں نہیں آئے، ایک دو صدی تک وہ پہرے میں آتے رہے۔ چوتھی لڑائی کے بعد آریہ کو اور آگے بڑھنا پڑا۔ یہاں آکر انہوں نے کھیتی باڑی سیکھی، سائے بنائے اور یہاں ہی براہمن پیدا ہوئے۔ ایکسا کا بھائی ان کے بھائی پیدا ہوئے۔ سب سے پہلے ایک ایک جاتیوں (Communities) میں ہی نہیں بلکہ ایک ایک جاتیوں (Castes) میں ہی بت گئی۔ سب سے پہلے تھوڑے تھوڑے گروہ کے لئے یہ نسل اور جات کی دیواریں بن گئیں۔ ان جاتیوں میں سے ایک ایک جاتی بن گئی۔ جو ایک جاتی کے لئے ایک جاتی بن گئی۔ ان جاتیوں میں سے ایک ایک جاتی بن گئی۔ ان جاتیوں میں سے ایک ایک جاتی بن گئی۔

आर्यों के आने से पहले सिन्ध पंजाब में तो जरूर और खयाल किया जाता है कि राजपूताना और दक्खिन में भी सरस्वती, नर्बदा और ताप्ती की बाधियों में सुमेरी सभ्यता फैली हुई थी। वह उस जमाने के लिहाज से बड़ी ऊँची सभ्यता गिनी जाती है। हिन्द के दूसरे हिस्सों का हाल मालूम नहीं लेकिन खयाल यही है कि वहाँ सभ्यता बहुत कम थी। उस जमाने की बोलियों का हमें अभी तक कुछ पता नहीं, लेकिन आर्यों के आने के दो तीन सौ बरस बाद जो बोली यहाँ बोली जाती थी वह वैदिक थी जो आर्य भाषा और हिन्द भाषा के जोड़ से पैदा हुई थी। इसलिये उसे पुरानी संस्कृत कहना ठीक नहीं क्योंकि यह प्राकृत यानी क्रुदरती भाषा थी। इस वैदिक भाषा में बड़े अच्छे अच्छे कवि हुए हैं जिनकी कविता को वेद कहते हैं। आहिस्ते आहिस्ते, जैसे कि हमेशा होता है इस भाषा के लफ्ज भी छोटे और स्वरों से लदने लगे और इसने देस देस में जाकर चार सौ बरस में कई रूप रंग बदले। इस अरसे में जात पात भी बन गई। सातवीं सदी बी. सी. में बौद्ध और जैन धर्मों ने जन्म लिया। इन धर्मों की दया से पांचवीं छठी सदी बी० सी० में जो प्राकृत बोली जाती थीं उन में से कुछ का ज्ञान अभी तक हो सकता है, इन प्राकृतों से एक बात साफ है कि हमारी आजकल की बोलियाँ उन प्राकृतों से ज्यादा मिलती जुलती हैं और संस्कृत जो पीछे बनाई गई थी उस से कम मिलती है। इसके माने यह हुए कि जिन्हें पंडित तद्भव शब्द कहते हैं वह असल में तत्सम है और तत्सम तद्भव।

पाली की डिक्शनरी में ऐसे सैकड़ों लफ्ज मिलते हैं। मैं नमूने के तौर पर थोड़े से लिखता हूँ :-

प्राकृत	संस्कृत	हिन्दी	पंजाबी
छै	षष	छै	छा
सत्ता	सप्त	सात	सत
संक्ता	सन्ध्या	साँफ	संक्ता
सिप्पी	शुक्ति	सीपी	सिप्पी
सिप्पी	शिल्पन	सेपी	सेपी
दस-दह	दश	दस	दस-दह
बारह	द्वादश	बारह	बारँ
तेरह	त्रयोदश	तेरह	तरँ
घर	गृह	घर	घर
कहाँ	कुत्र	कहाँ	किये
पुत्रो	पुर्ममाशी	पूनो	पुत्रो
रुखो	रुक्ष	रुखा	रुखौ
रोगी	रोगिन	रोगी	रोगी
सुई	सूची	सुई	सूँई

आर्यों के आने से पहले सिन्ध पंजाब में तो जरूर और खयाल किया जाता है कि राजपूताना और दक्खिन में सुमेरी सभ्यता फैली हुई थी। वह उस जमाने के लिहाज से बड़ी ऊँची सभ्यता गिनी जाती है। हिन्द के दूसरे हिस्सों का हाल मालूम नहीं लेकिन खयाल यही है कि वहाँ सभ्यता बहुत कम थी। उस जमाने की बोलियों का हमें अभी तक कुछ पता नहीं, लेकिन आर्यों के आने के दो तीन सौ बरस बाद जो बोली यहाँ बोली जाती थी वह वैदिक थी जो आर्य भाषा और हिन्द भाषा के जोड़ से पैदा हुई थी। इसलिये उसे पुरानी संस्कृत कहना ठीक नहीं क्योंकि यह प्राकृत यानी क्रुदरती भाषा थी। इस वैदिक भाषा में बड़े अच्छे अच्छे कवि हुए हैं जिनकी कविता को वेद कहते हैं। आहिस्ते आहिस्ते, जैसे कि हमेशा होता है इस भाषा के लफ्ज भी छोटे और स्वरों से लदने लगे और इसने देस देस में जाकर चार सौ बरस में कई रूप रंग बदले। इस अरसे में जात पात भी बन गई। सातवीं सदी बी. सी. में बौद्ध और जैन धर्मों ने जन्म लिया। इन धर्मों की दया से पांचवीं छठी सदी बी० सी० में जो प्राकृत बोली जाती थीं उन में से कुछ का ज्ञान अभी तक हो सकता है, इन प्राकृतों से एक बात साफ है कि हमारी आजकल की बोलियाँ उन प्राकृतों से ज्यादा मिलती जुलती हैं और संस्कृत जो पीछे बनाई गई थी उस से कम मिलती है। इसके माने यह हुए कि जिन्हें पंडित तद्भव शब्द कहते हैं वह असल में तत्सम है और तत्सम तद्भव।

पाली की डिक्शनरी में ऐसे सैकड़ों लफ्ज मिलते हैं। मैं नमूने के तौर पर थोड़े से लिखता हूँ :-

प्राकृत	संस्कृत	हिन्दी	पंजाबी
छै	षष	छै	छा
सत्ता	सप्त	सात	सत
संक्ता	सन्ध्या	साँफ	संक्ता
सिप्पी	शुक्ति	सीपी	सिप्पी
सिप्पी	शिल्पन	सेपी	सेपी
दस-दह	दश	दस	दस-दह
बारह	द्वादश	बारह	बारँ
तेरह	त्रयोदश	तेरह	तरँ
घर	गृह	घर	घर
कहाँ	कुत्र	कहाँ	किये
पुत्रो	पुर्ममाशी	पूनो	पुत्रो
रुखो	रुक्ष	रुखा	रुखौ
रोगी	रोगिन	रोगी	रोगी
सुई	सूची	सुई	सूँई

بائیں سو سائیکل بنائی جین کا آدھار ہا یہ ہے کہ ایسی سائیکل سو پری ماہا میں لکھو جو جلتا آسانی سے سمجھ سکے۔

ہمارے یہاں نہ ایک مت، نہ ایک لپی، نہ ایک ماہا، نہ کوئی کویڈ ڈیکٹوٹر جو بھت سے بھیشہ کی طرف ہمارا رخ بدلے۔ طاقت ووت کی ہے اور ووت بھی آن پڑھوں کا جن کا گزارہ کھیتی پر ہے۔ یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ جس دیس میں گزارہ بہت کچھ کھیتی باڑی پر ہو وہاں زور براہمنوں کا ہوتا ہے جو سدا بہوت نچاتے ہیں۔ ان کا بس چلے تو اور کسی کو پڑھنے نہ دیں۔ ہوسویں صدی میں یہ بات کھلم کھلا تو نہیں کہی جاسکتی پر بہاشا کو مشکل سے مشکل بلانکر وہی منورنہ سدا ہو سکتا ہے۔ اردو والوں نے اردو معلیٰ بنائی جو ”جو سمجھ سو سمجھ“ جو نہ سمجھ ایللی جہ لت کے حوالے۔ ہندی والے ہندی کو سلسکرت مئی بلارے ہیں جس سے ایک ایسی ہے کی دیوار کھینچ جائے جو آسانی سے تابی نہ جائے۔ دتتری بولی کے لئے وہ لپی چلی گئی جس کی لکھائی چھوٹائی دونوں پہلگی اور مشکل ہوں۔ ان براہمنوں کے آنہوہ چیلوں کا ووت لہنے کے لئے ہر ایک پارتی بہاشا کو دنوں دن مشکل بلارے ہے تاکہ دھل سے نہیں موٹے لفظوں کے جادو سے ووت لیا جائے۔ ہمیں آزادی بہت کچھ گاندھی جی کی مہربانی سے ملی۔ اگر وہ چاہتے تو شاید ڈکٹوٹر ہو سکتے تھے لیکن وہ اہلسا کا دیوتا کہنا بھی ملوانا تھا تو روٹھ کر۔ اس کے نملورتن (اسپہوگ) کے ہتھہار سے بھی براہمنی راج کوڈر تھا اس لئے ایک ادھک بھکے براہمن نے اسے مار ڈالا۔ کون جانے کل کہا ہوگا۔ ممکن ہے کہ یہاں کی حکومت کی باگ دوڑ کسی دن کسی ایسے فوجی اور کے ہاتھ آجائے جو ڈکٹوٹر بلانکر دیس کا رخ بدل دے۔ اگر ایسا جلد نہ ہوا تو کسی بھی سدھار کے لئے تب تک 25-30 برس صبر کرنا پڑے گا جب تک نئی پود جولن نہیں ہوتی۔ ممکن ہے کہ اس عرصے میں اس طرح کے براہمن پھر کسی بدیسی قوم کو یہاں بلانیں یا ایسی حالتیں پیدا کر دیں جن سے غوروں کا پھر ہند میں حکومت کرنا ممکن ہو جائے۔

کل کہا ہوگا اس پر لکھنا نادانی ہے۔ اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ جب تک کسی دیس کے بدن میں کوئی کیڈا لگا رہے وہ دیس پنپ نہیں سکتا۔ زبان کا جادو، زبان کی دیوار، مرے ہوئے بابا کی موٹی موٹی آنکھیں یہ تینوں بیماریاں جان لےنا نہ سہی دیس کا لکھ پڑس لیتی ہیں۔ بیڈان کہتے ہیں کہ ہتھاسا سب کر رہی ہرے دیکھاتا ہے؛ ہتھاسا اپنے ہتھاسا سب کر رہی ہرے دیکھاتا ہے؛ ہتھاسا اپنے ہتھاسا سب کر رہی ہرے دیکھاتا ہے۔

اور سو سائیکل بنائی جین کا آدھار ہا یہ ہے کہ ایسی سائیکل سو پری ماہا میں لکھو جو جلتا آسانی سے سمجھ سکے۔

ہمارے یہاں نہ ایک مت، نہ ایک لپی، نہ ایک ماہا، نہ کوئی کویڈ ڈیکٹوٹر جو بھت سے بھیشہ کی طرف ہمارا رخ بدلے۔ طاقت ووت کی ہے اور ووت بھی آن پڑھوں کا جن کا گزارہ کھیتی پر ہے۔ یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ جس دیس میں گزارہ بہت کچھ کھیتی باڑی پر ہو وہاں زور براہمنوں کا ہوتا ہے جو سدا بہوت نچاتے ہیں۔ ان کا بس چلے تو اور کسی کو پڑھنے نہ دیں۔ ہوسویں صدی میں یہ بات کھلم کھلا تو نہیں کہی جاسکتی پر بہاشا کو مشکل سے مشکل بلانکر وہی منورنہ سدا ہو سکتا ہے۔ اردو والوں نے اردو معلیٰ بنائی جو ”جو سمجھ سو سمجھ“ جو نہ سمجھ ایللی جہ لت کے حوالے۔ ہندی والے ہندی کو سلسکرت مئی بلارے ہیں جس سے ایک ایسی ہے کی دیوار کھینچ جائے جو آسانی سے تابی نہ جائے۔ دتتری بولی کے لئے وہ لپی چلی گئی جس کی لکھائی چھوٹائی دونوں پہلگی اور مشکل ہوں۔ ان براہمنوں کے آنہوہ چیلوں کا ووت لہنے کے لئے ہر ایک پارتی بہاشا کو دنوں دن مشکل بلارے ہے تاکہ دھل سے نہیں موٹے لفظوں کے جادو سے ووت لیا جائے۔ ہمیں آزادی بہت کچھ گاندھی جی کی مہربانی سے ملی۔ اگر وہ چاہتے تو شاید ڈکٹوٹر ہو سکتے تھے لیکن وہ اہلسا کا دیوتا کہنا بھی ملوانا تھا تو روٹھ کر۔ اس کے نملورتن (اسپہوگ) کے ہتھہار سے بھی براہمنی راج کوڈر تھا اس لئے ایک ادھک بھکے براہمن نے اسے مار ڈالا۔ کون جانے کل کہا ہوگا۔ ممکن ہے کہ یہاں کی حکومت کی باگ دوڑ کسی دن کسی ایسے فوجی اور کے ہاتھ آجائے جو ڈکٹوٹر بلانکر دیس کا رخ بدل دے۔ اگر ایسا جلد نہ ہوا تو کسی بھی سدھار کے لئے تب تک 25-30 برس صبر کرنا پڑے گا جب تک نئی پود جولن نہیں ہوتی۔ ممکن ہے کہ اس عرصے میں اس طرح کے براہمن پھر کسی بدیسی قوم کو یہاں بلانیں یا ایسی حالتیں پیدا کر دیں جن سے غوروں کا پھر ہند میں حکومت کرنا ممکن ہو جائے۔

کل کہا ہوگا اس پر لکھنا نادانی ہے۔ اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ جب تک کسی دیس کے بدن میں کوئی کیڈا لگا رہے وہ دیس پنپ نہیں سکتا۔ زبان کا جادو، زبان کی دیوار، مرے ہوئے بابا کی موٹی موٹی آنکھیں یہ تینوں بیماریاں جان لےنا نہ سہی دیس کا لکھ پڑس لیتی ہیں۔ بیڈان کہتے ہیں کہ ہتھاسا سب کر رہی ہرے دیکھاتا ہے؛ ہتھاسا اپنے ہتھاسا سب کر رہی ہرے دیکھاتا ہے؛ ہتھاسا اپنے ہتھاسا سب کر رہی ہرے دیکھاتا ہے۔

और जिन की वही तामील करा सकता था. और देशों के मुसलमानों की तरह तुर्क भी शरीयत का दीवानी कानून मानते थे. उसकी जगह कमाल ने स्विटजरलैंड का दीवानी कानून तुर्की में जारी कर दिया. परदा करना और कराना जुर्म बना दिये. इन दो सुधारों से औरत कानून में मर्द के बराबर हो गई. भारत में हिन्दू कोड (जो उसके सामने एक बहुत छोटा सुधार है) बार बरस से लटक रहा है. लटक लटक कर इतना दुबला हो गया है कि शायद सभा में और पतला पड़ कर कानूनी सभा की छलनी में से छन निकले. तुर्की में कमालपाशा ने जो सब से बड़ी और खूबसूरत मसजिद थी उसे कुछ तबदील करके अजायब घर बना लिया और कई मसजिदों को दफ्तर या स्कूल बना लिया. हमारे देश में सड़क को भी सीधा करने के लिये हम किसी मंदिर या मसजिद का कोना नहीं हिला सकते. वहां धर्म का सारा जादू अरबी हरकों में था. उसने अरबी हरकों को देस निकाला दिया. पहली जनवरी 1926 के बाद वहां एक किताब भी अरबी हरकों में नहीं छपी. हमारे यहां ब्राह्मनी लिपि को देस निकाला देने की जगह देवनागरी को सरकारी लिपि बनाने की तजवीज पास हो चुकी है. कमाल ने तुर्की में से वहां की ब्राह्मनी भाशा अरबी के सारे लफ्ज निकलवा डाले. हमारी सरकार ब्राह्मनी भाशा संस्कृत को बुला रही है ताकि यहां की प्रजा सरकारी बोली को समझ न सके.

तुर्कों के सिर का जिबासह लाल तुर्की टोपी काले फुंदने वाली हुश्मा करती थी. कमाल ने उसका पहना भी जुर्म करार दिया और तुर्कों को किरंगी टोपी पहनाई. तुर्की ब्राह्मनों का अपना ब्राह्मनी लिबास पहन कर घर से बाहर निकलना बन्द कर दिया. यह सब कुछ उसने अपने देस का रुख बदलने के लिये किया. इस के लिये उसे कुछ समाजी शास्त्र ही नहीं जड़ें भी काटनी पड़ीं. वह अपनी कौम को सदा यही ललकार कर कहता था "तुर्को, बहादुरो, बड़े चलो." 98 की सदी तुर्क मुसलमान हैं और 86 की सदी की मां बोली तुर्की है. योरपी जगानों में से फ्रांसीसी का सबसे ज्यादा खोर है. फिर जर्मन, फिर इतालियन. अंगरेजी की चौथी जगह है. साइन्सी टर्म फ्रांसीसी से लिये गए और बहुत से योरपी लफ्ज खबान में आम हो गए. इन सब सुधारों का बोली पर यह असर हुआ कि आजकल की तुर्की दसवी सदी की तुर्की से बहुत कुछ मिलती जुलती है. गो तुर्की में दूर कुल आठ हैं लफ्ज स्वरों से इतने लदे हैं कि बोली में शब्द घुल गई. इन सुधारों से पहले तुर्की में भी लिखने वाले बन्द पढ़े हुओं के लिये ऐसी भाशा और ऐसे विषयों पर लिखते थे जो सिक्र पढ़े हुए समझ सकते थे. आम जनता का किसी को ध्यान न था इन सुधारों ने काया पलट दी. अब कौमी नारा "लुल्लु डोयू" (लुल्लु = जनता, डोयू = मैं घुसो) है

और जिन की वही तामील करा सकता था. और देशों के मुसलमानों की तरह तुर्क भी शरीयत का दीवानी कानून मानते थे. उसकी जगह कमाल ने स्विटजरलैंड का दीवानी कानून तुर्की में जारी कर दिया. परदा करना और कराना जुर्म बना दिये. इन दो सुधारों से औरत कानून में मर्द के बराबर हो गई. भारत में हिन्दू कोड (जो उसके सामने एक बहुत छोटा सुधार है) बार बरस से लटक रहा है. लटक लटक कर इतना दुबला हो गया है कि शायद सभा में और पतला पड़ कर कानूनी सभा की छलनी में से छन निकले. तुर्की में कमालपाशा ने जो सब से बड़ी और खूबसूरत मसजिद थी उसे कुछ तबदील करके अजायब घर बना लिया और कई मसजिदों को दफ्तर या स्कूल बना लिया. हमारे देश में सड़क को भी सीधा करने के लिये हम किसी मंदिर या मसजिद का कोना नहीं हिला सकते. वहां धर्म का सारा जादू अरबी हरकों में था. उसने अरबी हरकों को देस निकाला दिया. पहली जनवरी 1926 के बाद वहां एक किताब भी अरबी हरकों में नहीं छपी. हमारे यहां ब्राह्मनी लिपि को देस निकाला देने की जगह देवनागरी को सरकारी लिपि बनाने की तजवीज पास हो चुकी है. कमाल ने तुर्की में से वहां की ब्राह्मनी भाशा अरबी के सारे लफ्ज निकलवा डाले. हमारी सरकार ब्राह्मनी भाशा संस्कृत को बुला रही है ताकि यहां की प्रजा सरकारी बोली को समझ न सके.

तुर्कों के सिर का जिबासह लाल तुर्की टोपी काले फुंदने वाली हुश्मा करती थी. कमाल ने उसका पहना भी जुर्म करार दिया और तुर्कों को किरंगी टोपी पहनाई. तुर्की ब्राह्मनों का अपना ब्राह्मनी लिबास पहन कर घर से बाहर निकलना बन्द कर दिया. यह सब कुछ उसने अपने देस का रुख बदलने के लिये किया. इस के लिये उसे कुछ समाजी शास्त्र ही नहीं जड़ें भी काटनी पड़ीं. वह अपनी कौम को सदा यही ललकार कर कहता था "तुर्को, बहादुरो, बड़े चलो." 98 की सदी तुर्क मुसलमान हैं और 86 की सदी की मां बोली तुर्की है. योरपी जगानों में से फ्रांसीसी का सबसे ज्यादा खोर है. फिर जर्मन, फिर इतालियन. अंगरेजी की चौथी जगह है. साइन्सी टर्म फ्रांसीसी से लिये गए और बहुत से योरपी लफ्ज खबान में आम हो गए. इन सब सुधारों का बोली पर यह असर हुआ कि आजकल की तुर्की दसवी सदी की तुर्की से बहुत कुछ मिलती जुलती है. गो तुर्की में दूर कुल आठ हैं लफ्ज स्वरों से इतने लदे हैं कि बोली में शब्द घुल गई. इन सुधारों से पहले तुर्की में भी लिखने वाले बन्द पढ़े हुओं के लिये ऐसी भाशा और ऐसे विषयों पर लिखते थे जो सिक्र पढ़े हुए समझ सकते थे. आम जनता का किसी को ध्यान न था इन सुधारों ने काया पलट दी. अब कौमी नारा "लुल्लु डोयू" (लुल्लु = जनता, डोयू = मैं घुसो) है

تو اب بکھرے ہو اور اپنا سوال پوچھ رہے ہو، نظر کرنی ہوگی۔ ہاں، اب کہو، کیا تمہیں تمہارے آنسو کہیں نظر آتے ہیں؟

”نہیں، مجھے تو آنسو کے بدلے کچھ کمل کے پھول نظر آتے ہیں۔“

”نہیں، مجھے تو آنسو کے بدلے کچھ کمل کے پھول نظر آتے ہیں۔“

”تو بس اب تمہیں تسلی ہوگئی کہ تمہارے آنسو کہاں گئے اور انکا کہا ہوا؟“

”تو بس اب تمہیں تسلی ہوگئی کہ تمہارے آنسو کہاں گئے اور انکا کہا ہوا؟“

”ہاں پرہو، اب میں سمجھا۔ تم کوئی ایسی کہمیا جانتے ہو جس سے نریشا کو آشا میں بدل دیتے ہو۔“

”ہاں، پرہو، اب میں سمجھا۔ تم کوئی ایسی کہمیا جانتے ہو جس سے نریشا کو آشا میں بدل دیتے ہو۔“

تب اس پرہو کے پھارے نے اپنا کومٹ لٹا اور ناچنا بند کیا۔ تاروں نے اپنی چوکھداری پوری کی اور اپنے ٹھروں کو واپس چلے گئے۔ میں بھی اپنی جھونپڑی کی طرف ہولیا۔ ابھی میں راستہ میں ہی تھا کہ مجھے انگریزی کی ایک کہات یاد آئی۔ اور جب تک میں اپنی جھونپڑی میں نہ داخل ہوا تب تک وہ کہات میرے گلوں میں گونجتی رہی۔

تب اس پرہو کے پھارے نے اپنا کومٹ لٹا اور ناچنا بند کیا۔ تاروں نے اپنی چوکھداری پوری کی اور اپنے ٹھروں کو واپس چلے گئے۔ میں بھی اپنی جھونپڑی کی طرف ہولیا۔ ابھی میں راستہ میں ہی تھا کہ مجھے انگریزی کی ایک کہات یاد آئی۔ اور جب تک میں اپنی جھونپڑی میں نہ داخل ہوا تب تک وہ کہات میرے گلوں میں گونجتی رہی۔

”مونس دس اپوانتمنت ازگدس اپوانتمنت۔“

”مونس دس اپوانتمنت ازگدس اپوانتمنت۔“

یعنی—
جب کبھی انسان ہوتا ہے نراس
تو سمجھ لے رہہ پرہو ہے اُسکے پاس۔

جب کبھی انسان ہوتا ہے نراس
تو سمجھ لے رہہ پرہو ہے اُسکے پاس۔

خالیس بولی—خچڑی بولی اور بولی کی دیوار

(بائے ممدن گوبال)

1923 میں ترکی میں پزاراج دھما، کمالاپاشا اسکا پھلکا پرسیڈنٹ ایک کڑی افسر تھا جمنے اپنی بھادری سے ترکی کو پہلی جنگ میں اس خربی سے بچایا کہ جوان ترکوں کی آنکھوں کا تارا بن گیا۔ قوم اور دیس کا سچا عاشق تھا اس لئے قوم بھی اس پر جان دیتی تھی۔ وہ دکتھتر بن بھٹھا۔ سپاہ کرے سفید کرے کسی کی مجال نہ تھی جو اس کے سامنے چوں کر سکے۔ وہ جانتا تھا کہ جب تک وہ ترکوں کا رخ نہ بدلے یعنی جب تک وہ پرامنوں کے جادو کے ملدور کو نہ توڑے اور اس میں ستمیبت کئے ہوئے ہوت کال دیوتا کو دیس سے نہ نکالے دیس ابھر نہیں سکتا۔ اس رخ کو بدلنے کے لئے اس نے پانچ چھ ایسے اہل شامی حکم دیے جو صرف وہ ہی دے سکتا تھا

خالص بولی—کھچڑی بولی اور بولی کی دیوار

(بھائی مدن گوبال)

1923 میں ترکی میں پزاراج دھما، کمال پاشا اس کا پہلا پرسیڈنٹ ایک فوجی افسر تھا جس نے اپنی بھادری سے ترکی کو پہلی جنگ میں اس خربی سے بچایا کہ جوان ترکوں کی آنکھوں کا تارا بن گیا۔ قوم اور دیس کا سچا عاشق تھا اس لئے قوم بھی اس پر جان دیتی تھی۔ وہ دکتھتر بن بھٹھا۔ سپاہ کرے سفید کرے کسی کی مجال نہ تھی جو اس کے سامنے چوں کر سکے۔ وہ جانتا تھا کہ جب تک وہ ترکوں کا رخ نہ بدلے یعنی جب تک وہ پرامنوں کے جادو کے ملدور کو نہ توڑے اور اس میں ستمیبت کئے ہوئے ہوت کال دیوتا کو دیس سے نہ نکالے دیس ابھر نہیں سکتا۔ اس رخ کو بدلنے کے لئے اس نے پانچ چھ ایسے اہل شامی حکم دیے جو صرف وہ ہی دے سکتا تھا

• پیکھلے نمبر سے آگے۔

• پیکھلے نمبر سے آگے۔

‘کادیر’ اور ‘مہکوان’ دونوں کے ٹیکے ایک ہی مانی ہیں۔ جو ‘مہکوان داس’ کا مطلب ہے ٹھیک وہی ‘عبدالقادر’ کا ہے۔ پارسی نام ‘امروزد’ اور سنسکرت ‘امروہدا’ دونوں کا ایک ہی مطلب ہے۔

دنیا کے ذہن کو فراموش کرنے والے اپنے اپنے دین اور کال کی ضرورت کے مطابق اسی ایک سائنس دھرم اسی دین القیاس کے خاص خاص پہلوؤں پر زور دیتے رہے ہیں۔ اصلی دھرم دینا یا عرفان ایک ہی ہے۔ چہرے وہی روپ نئے نئے۔

‘کادیر’ اور ‘مہکوان’ دونوں کے ٹیکے ایک ہی مانتے ہیں۔ جو ‘مہکوان داس’ کا مطلب ہے ٹھیک وہی ‘عبدالقادر’ کا ہے۔ پارسی نام ‘امروزد’ اور سنسکرت ‘امروہدا’ دونوں کا ایک ہی مطلب ہے۔

دنیا کے دھرموں کو قائم کرنے والے اپنے اپنے دین اور کال کی ضرورت کے مطابق اسی ایک سائنس دھرم اسی دین القیاس کے خاص خاص پہلوؤں پر زور دیتے رہے ہیں۔ اصلی دھرم دینا یا عرفان ایک ہی ہے۔ چہرے وہی روپ نئے نئے۔

سوفیوں کی صحبت میں

(3)

(گ. م.)

آधी رات کا بھرتا تھا۔ ساری دنیا سوئی ہوئی تھی۔ صرف آسمان کے تارے اور پرہیز کے پھارے جاگ رہے تھے۔ ایک ایسا ہی پرہیز کا پھارا ایک درخت کے نیچے اپنا مذہب اپنے گھٹنوں کے ہچے دیا کر بیٹھا ہوا تھا۔ جب قریب قریب دو گھنٹے گزر چکے تو اس نے اپنا سر اونچا کیا اور اپنا اپنا گھٹا جو اس کے پاس ہی پڑا ہوا تھا اٹھا کر اُسکے ساتھ کچھ گانے لگا اور ناچنے بھی لگا۔ اُسکے گانے میں مٹھاس تو تھی ہی، پر ایک چمبک جھسا اتر بھی تھا۔

میں کچھ دیر تک اُسکا گیت سن رہا تھا۔ آہستہ آہستہ اُسکا مطلب کیا ہے، مجھے معلوم ہوا۔ اس گیت کا مطلب کچھ اس طرح کا تھا—

“پرہیز آج میں تم سے ایک سوال پوچھتا ہوں۔ اُسکا جواب تمہیں دینا ہی ہوگا۔ اور اگر اُسکا جواب مجھے تم نے نہ دیا تو پھر تمہاری اور میری دوستی میں کچھ فرق آجائے گا۔

”میرا سوال یہ ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں کبھی سوچا ہے کہ میں تمہیں کبھی دیکھتا ہوں۔ اب تم مجھے بتاؤ کہ میرے وہ آنسو کہاں گئے۔ کیا وہ صرف میری آنسو ہی مل گئے؟

”پرہیز سوال کا جواب دیتے ہیں“ (اس سے پہلے کہ میں تمہیں بتاؤں کہ تمہاری آنسو کہاں گئے، تمہیں میری طرف آنا ہوگا جہاں میں کہتا ہوں۔ اور اس طرف جہاں

سوفیوں کی صحبت میں

(3)

(گ. م.)

آدھی رات کا وقت تھا۔ ساری دنیا سوئی ہوئی تھی۔ صرف آسمان کے تارے اور پرہیز کے پھارے جاگ رہے تھے۔ ایک ایسا ہی پرہیز کا پھارا ایک درخت کے نیچے اپنا مذہب اپنے گھٹنوں کے ہچے دیا کر بیٹھا ہوا تھا۔ جب قریب قریب دو گھنٹے گزر چکے تو اس نے اپنا سر اونچا کیا اور اپنا اپنا گھٹا جو اس کے پاس ہی پڑا ہوا تھا اٹھا کر اُسکے ساتھ کچھ گانے لگا اور ناچنے بھی لگا۔ اُسکے گانے میں مٹھاس تو تھی ہی، پر ایک چمبک جھسا اتر بھی تھا۔

میں کچھ دیر تک اُسکا گیت سن رہا تھا۔ آہستہ آہستہ اُسکا مطلب کیا ہے، مجھے معلوم ہوا۔ اس گیت کا مطلب کچھ اس طرح کا تھا—

”پرہیز آج میں تم سے ایک سوال پوچھتا ہوں۔ اُسکا جواب تمہیں دینا ہی ہوگا۔ اور اگر اُسکا جواب مجھے تم نے نہ دیا تو پھر تمہاری اور میری دوستی میں کچھ فرق آجائے گا۔

”میرا سوال یہ ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں کبھی سوچا ہے کہ میں تمہیں کبھی دیکھتا ہوں۔ اب تم مجھے بتاؤ کہ میرے وہ آنسو کہاں گئے۔ کیا وہ صرف میری آنسو ہی مل گئے؟

”پرہیز سوال کا جواب دیتے ہیں“ (اس سے پہلے کہ میں تمہیں بتاؤں کہ تمہاری آنسو کہاں گئے، تمہیں میری طرف آنا ہوگا جہاں میں کہتا ہوں۔ اور اس طرف جہاں

دے ہیں اور بدلتے رہتے۔ اللہ اہلکے دھنکے۔ اللہ اہلکے الگ الگ کتابوں
الگ الگ زبانوں اور الگ الگ رسالوں کے ذریعے ایک ہی
حقیقت دنیا کو سمجھانا چاہتا ہے۔

قرآن کہتا ہے۔ ”اللہ کے پریم کی مضبوط دسی اور
ایک دوسرے سے پریم تم سب کو ملانے دے گا۔ کہہ دو ایک
دوسرے سے پھلتے کی نہ سوچو۔“

وہ کہتا ہے۔ ”تم سب کے دل، دماغ اور سب کا
دھڑکے ایک ہو، تاکہ تم سب پھلو پھلو، سب سب سے (ہو)
سب مل کر کھاؤ، مل کر پیو، مل کر کام کرو، ساتھ ساتھ
چلو، ایک آواز سے بولو اور سب ایک ہی سچائی کو سمجھو۔“

چھٹی گونکہ شوکت میں لکھا ہے۔ ”اے سب
پڑوسیوں کے ساتھ میل ملاپ سے رہنا سیکھو، تم سب
بھائی ہو، سب کے ساتھ پریم سے رہو۔“

یہی بات اور اسی طرح کی باتیں انجیل میں جگہ
جگہ پڑھنے کو ملتی ہیں۔

مشہور عیسائی شہید جسٹن نے کہا ہے۔ ”جتنی
اچھی باتیں کہی گئی ہیں، دنیا کے کسی دیہی اور
کسی قوم میں بھی وہ سب ہم عیسائیوں کی ملکیت
ہیں۔“

ایک صوفی کہتا ہے۔

”فقط تدارت ہے نام ہی کا
دراصل سب ایک ہی ہیں، یارو !
جو آوازے ساکری کی مोज میں ہے
وہی کا جلاوا ہواہ میں ہے۔“

ایک صوفی عطار نے کہا ہے۔

”روح عقل اور علم سے زندگی کو جانتی ہے۔ روح کے
لئے تازی اور ترکی کا کوئی فرق نہیں ہے۔“

مولانا روم نے کہا ہے۔ ”روح کی دوستی عقل سے ہے
اور علم سے ہے۔ روح کے اندر ہندو، مسلم، عیسائی ترک کا
کوئی فرق نہیں۔“

روشنی میں بار بار کہا گیا ہے کہ آتما کی کوئی جات،
سمہدائے رنگ یا وزن نہیں ہوتا۔

سچے سچ فرق کیوں ناموں کا ہی ہے۔ بات ایک ہی ہے۔
جو اللہ ہے وہی ایشور ہے۔ جو اکبر کا مطلب ہے وہی
پریم یا تمہا کا لوتہ ہے۔ ”اللہ اکبر“ کے لفظی معنی ہیں
’پریمہور‘ یا ’تمہاہور‘ جو معنی ’رحیم‘ کے ہیں وہی
’شکر‘ کے ہیں۔ جو معنی ’رحمان‘ کے ہیں وہی ’شکر‘
کے ہیں۔ ’عاش‘ اور ’عبد‘ کے ایک ہی لوتہ ہیں۔

وہی کہتا ہے۔ ”تم سب کے دل، دماغ اور سب کا
دھڑکے ایک ہو، تاکہ تم سب پھلو پھلو، سب سب سے (ہو)
سب مل کر کھاؤ، مل کر پیو، مل کر کام کرو، ساتھ ساتھ
چلو، ایک آواز سے بولو اور سب ایک ہی سچائی کو سمجھو۔“

چھٹی گونکہ شوکت میں لکھا ہے۔ ”اے سب
پڑوسیوں کے ساتھ میل ملاپ سے رہنا سیکھو، تم سب
بھائی ہو، سب کے ساتھ پریم سے رہو۔“

یہی بات اور اسی طرح کی باتیں انجیل میں جگہ
جگہ پڑھنے کو ملتی ہیں۔

مشہور عیسائی شہید جسٹن نے کہا ہے۔ ”جتنی
اچھی باتیں کہی گئی ہیں، دنیا کے کسی دیہی اور
کسی قوم میں بھی وہ سب ہم عیسائیوں کی ملکیت
ہیں۔“

ایک صوفی کہتا ہے۔

”فقط تدارت ہے نام ہی کا
دراصل سب ایک ہی ہیں، یارو !
جو آوازے ساکری کی مोज میں ہے
وہی کا جلاوا ہواہ میں ہے۔“

ایک صوفی عطار نے کہا ہے۔

”روح عقل اور علم سے زندگی کو جانتی ہے۔ روح کے
لئے تازی اور ترکی کا کوئی فرق نہیں ہے۔“

مولانا روم نے کہا ہے۔ ”روح کی دوستی عقل سے ہے
اور علم سے ہے۔ روح کے اندر ہندو، مسلم، عیسائی ترک کا
کوئی فرق نہیں۔“

روشنی میں بار بار کہا گیا ہے کہ آتما کی کوئی جات،
سمہدائے رنگ یا وزن نہیں ہوتا۔

سچے سچ فرق کیوں ناموں کا ہی ہے۔ بات ایک ہی ہے۔
جو اللہ ہے وہی ایشور ہے۔ جو اکبر کا مطلب ہے وہی
پریم یا تمہا کا لوتہ ہے۔ ”اللہ اکبر“ کے لفظی معنی ہیں
’پریمہور‘ یا ’تمہاہور‘ جو معنی ’رحیم‘ کے ہیں وہی
’شکر‘ کے ہیں۔ جو معنی ’رحمان‘ کے ہیں وہی ’شکر‘
کے ہیں۔ ’عاش‘ اور ’عبد‘ کے ایک ہی لوتہ ہیں۔

وہی کہتا ہے۔ ”تم سب کے دل، دماغ اور سب کا
دھڑکے ایک ہو، تاکہ تم سب پھلو پھلو، سب سب سے (ہو)
سب مل کر کھاؤ، مل کر پیو، مل کر کام کرو، ساتھ ساتھ
چلو، ایک آواز سے بولو اور سب ایک ہی سچائی کو سمجھو۔“

چھٹی گونکہ شوکت میں لکھا ہے۔ ”اے سب
پڑوسیوں کے ساتھ میل ملاپ سے رہنا سیکھو، تم سب
بھائی ہو، سب کے ساتھ پریم سے رہو۔“

یہی بات اور اسی طرح کی باتیں انجیل میں جگہ
جگہ پڑھنے کو ملتی ہیں۔

نے کہا ہے کہ یہ سب اگلے پچھلے 'بدھ' اور پچھلے 'نہرتھکر' بار بار انہیں ایک بڑھاپی لوگوں کا اُپدیش دیتے رہے۔ میں کھول جب یہ انہاں لوگوں کے دلوں میں یہ مکی یا ہندوئی ہو گئی تو یہ مہا پرہی اپنی تھہک تھہک وندگی سے اُن نئی جان ڈالتے رہے میں اور ڈالتے رہے۔

انجیل میں لکھا ہے — "کہا کوئی ایسی بات ہے کی باہمی یہ کہا جاسکے کہ یہ نئی بات ہے ؟ ہر پہلے سے چلی آ رہی ہے" ہر بات سنانے ہے 'سورج نے کوئی بات نئی نہیں ہے' (اگلے ریاستکس)

حضرت عیسیٰ نے کہا ہے — "میں پورے دھرم اور پہلے کے دھرم اور پہلے کے دھرم کے کام کو نشی کے لئے نہیں آیا بلکہ اُسے پورا کرنے کے لئے آیا" (انجیل)

قرآن میں لکھا ہے — "جو بات میں تم نے سیکھا رہا ہے وہی بیہوشان نے دوسروں کو" اِکسواکو نے دوسروں کو اسی طرح ہنگ میں ایک دہی نے دوسرے کو ایک آدمی نے اُسے آدمی کو سکھائی ہیں" لوگ اُسے پھول گئے ہیں" سب جگہ موجود' سب کچھ جاننے والے سرورشتگی مان لیا کے اندر وہ سب کہاں موجود ہے۔"

قرآن میں یہ چھ بار بار اور طرح طرح سے کہی گئی ہے —

"جو بات اس قرآن میں کہی گئی ہے وہی سب کتابوں میں کہی گئی ہے۔"

"عربی قوم نہیں کہ جسکے اندر ہادی یعنی راہ لے والے نہ بھیجے گئے ہوں۔"

"اور اللہ نے جتنے رسول اس سے پہلے بھیجے ہوں اُن میں اُپدیش دیا ہے کہ سب کا اللہ ایک ہے اور اُنکو کھول اُس کی عبادت کرنی چاہئے۔"

"اور جتنے رسول بھیجے گئے ہیں اُن سب نے اپنی ہی زبان میں اُپدیش دیا ہے تاکہ لوگوں کے دلوں کی طرح کا شک نہ رہ جاوے۔"

"قرآن عربی میں اس لئے اُترا ہے کہ مکے اور اس کے شہروں کے لوگ اُسانی سے سمجھ سکیں۔"

"ہم اُن سب رسولوں میں کسی طرح کا فرق نہیں کرتے۔"

ان آیتوں سے اور اسی طرح کی اور بہت سی آیتوں سے ظاہر ہے کہ سب دھرموں کی بنیادی سچائیاں ہیں۔ سچائی ایک ہی سچائی ہے۔ اُس پر کسی کسی دھرم یا کسی رسول کا اجراء نہیں ہے۔ اور یہ سچا رواج دیکھ، کال اور حالات کے انحصار پر

انجیل میں لکھا ہے — "کہا کوئی ایسی بات ہے کی باہمی یہ کہا جاسکے کہ یہ نئی بات ہے ؟ ہر پہلے سے چلی آ رہی ہے" ہر بات سنانے ہے 'سورج نے کوئی بات نئی نہیں ہے' (اگلے ریاستکس)

حضرت عیسیٰ نے کہا ہے — "میں پورے دھرم اور پہلے کے دھرم اور پہلے کے دھرم کے کام کو نشی کے لئے نہیں آیا بلکہ اُسے پورا کرنے کے لئے آیا" (انجیل)

قرآن میں لکھا ہے — "جو بات میں تم نے سیکھا رہا ہے وہی بیہوشان نے دوسروں کو" اِکسواکو نے دوسروں کو اسی طرح ہنگ میں ایک دہی نے دوسرے کو ایک آدمی نے اُسے آدمی کو سکھائی ہیں" لوگ اُسے پھول گئے ہیں" سب جگہ موجود' سب کچھ جاننے والے سرورشتگی مان لیا کے اندر وہ سب کہاں موجود ہے۔"

قرآن میں یہ چھ بار بار اور طرح طرح سے کہی گئی ہے —

"جو بات اس قرآن میں کہی گئی ہے وہی سب کتابوں میں کہی گئی ہے۔"

"عربی قوم نہیں کہ جسکے اندر ہادی یعنی راہ لے والے نہ بھیجے گئے ہوں۔"

"اور اللہ نے جتنے رسول اس سے پہلے بھیجے ہوں اُن میں اُپدیش دیا ہے کہ سب کا اللہ ایک ہے اور اُنکو کھول اُس کی عبادت کرنی چاہئے۔"

"اور جتنے رسول بھیجے گئے ہیں اُن سب نے اپنی ہی زبان میں اُپدیش دیا ہے تاکہ لوگوں کے دلوں کی طرح کا شک نہ رہ جاوے۔"

"قرآن عربی میں اس لئے اُترا ہے کہ مکے اور اس کے شہروں کے لوگ اُسانی سے سمجھ سکیں۔"

"ہم اُن سب رسولوں میں کسی طرح کا فرق نہیں کرتے۔"

ان آیتوں سے اور اسی طرح کی اور بہت سی آیتوں سے ظاہر ہے کہ سب دھرموں کی بنیادی سچائیاں ہیں۔ سچائی ایک ہی سچائی ہے۔ اُس پر کسی کسی دھرم یا کسی رسول کا اجراء نہیں ہے۔ اور یہ سچا رواج دیکھ، کال اور حالات کے انحصار پر

ان آیتوں سے اور اسی طرح کی اور بہت سی آیتوں سے ظاہر ہے کہ سب دھرموں کی بنیادی سچائیاں ہیں۔ سچائی ایک ہی سچائی ہے۔ اُس پر کسی کسی دھرم یا کسی رسول کا اجراء نہیں ہے۔ اور یہ سچا رواج دیکھ، کال اور حالات کے انحصار پر

مذہبوں کے کام کرنے والے خود اس میں کیا کرتے ہیں۔ ان سب مذہبوں کے بانیوں نے صاف صاف یہ کہا ہے کہ ہم سب ایک ہی بلوائی سچاڑوں کا آپدیش دیتے آئے ہیں۔

آپدیشد میں لکھا ہے —

गवाम् अनेक वर्णानाम्
क्षीरस्यास्ति एक वर्णता
क्षीयन् पश्यते जानम्
लिगिनास्तु जवाम् यथा.

یانی گاؤں اگلے اگلے رنگوں کی ہوتی ہیں، پر دھبہ سب کا ایک رنگ کا یانی سکہ ہوتا ہے۔ جانی یانی آفریقہ دھبہ کو دیکھتا ہے اور اوپر کے ریت رواجوں میں پھنسے ہوئے لوگ گریوں کے رنگ کو دیکھتے ہیں۔ مولانا روم نے حضرت عیسیٰ کے آپدیشوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے —

جامیہ سد رنگ خاں لکھنے سکا
ساواہو یک رنگ گرنا بوجیا

یانی سیکڑوں رنگ کے کپڑے اس ساک مٹی میں پڑ کر اس طرح سکہ اور یکرنگ ہو گئے جس طرح سائوں رنگ ملکر سکہ روشنی بن جاتے ہیں۔

شری کرشن نے بھگوت گیتا میں دو بار کہا ہے —

”اے لوگو! لوگ سب طرف سے چل کر الگ الگ راستوں سے جی مٹا کر ہی پھنچتے ہیں۔“

یہی وہ آخری منزل ہے جس کی طرف ساری دنیا بڑھی جا رہی ہے۔

یاری دھرم کے بانی زرتشت نے لکھا ہے —

”اور ہم دنیا کے ان سب پہلے کے دھرموں کو مانتے اور پوجتے ہیں جو نیکی سکھاتے ہیں۔“

گاہا میں لکھا ہے کہ — ”اسی دھرم کو سچا دھرم سمجھتے ہیں۔“

جو زمانہ ہندوستان میں بدھ اور مہابھارت کا تھا وہی چھٹی صدی قبل مسیح میں تھا۔ چین کے لوگ بدھ لوتڑے اور کنگ لوتڑے تھیں۔ ایک تیسویں کی طرح برابر کے پیغمبر یا لوتڑے مانتے ہیں۔ کنگ لوتڑے نے کہا ہے — ”جو دین دھرم پہلے سے چلا آ رہا ہے میں کھول اسی کو آئے چلا رہا ہوں“ میں کوئی نئی بات نہیں کہہ سکتا۔“

بدھ نے اپنے سے پہلے کے ’دھرم‘ کا اور اپنے بعد کے ’دھرم‘ کا اور اسی طرح ’جن‘ یعنی مہابھارت کے پہلے کے اور اپنے بعد کے ’توریتوں‘ (پرانے یا راستے ہمارے والوں) کا ذکر کیا ہے اور دونوں

مذہبوں کے تمام کرنے والے خود اس میں کیا کرتے ہیں۔ ان سب مذہبوں کے بانیوں نے صاف صاف یہ کہا ہے کہ ہم سب ایک ہی بلوائی سچاڑوں کا آپدیش دیتے آئے ہیں۔

آپدیشد میں لکھا ہے —

गवाम् अनेक वर्णानाम्
क्षीरस्यास्ति एक वर्णता
क्षीयन् पश्यते जानम्
लिगिनास्तु जवाम् यथा.

یانی گاؤں اگلے اگلے رنگوں کی ہوتی ہیں، پر دھبہ سب کا ایک رنگ کا یانی سکہ ہوتا ہے۔ جانی یانی آفریقہ دھبہ کو دیکھتا ہے اور اوپر کے ریت رواجوں میں پھنسے ہوئے لوگ گریوں کے رنگ کو دیکھتے ہیں۔ مولانا روم نے حضرت عیسیٰ کے آپدیشوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے —

جامیہ سد رنگ خاں لکھنے سکا
ساواہو یک رنگ گرنا بوجیا

یانی سیکڑوں رنگ کے کپڑے اس صاف بھٹی میں پڑ کر اس طرح سکہ اور یک رنگ ہو گئے جس طرح سائوں رنگ ملکر سکہ روشنی بن جاتے ہیں۔

شری کرشن نے بھگوت گیتا میں دو بار کہا ہے —

”اے لوگو! لوگ سب طرف سے چل کر الگ الگ راستوں سے جی مٹا کر ہی پھنچتے ہیں۔“

یہی وہ آخری منزل ہے جس کی طرف ساری دنیا بڑھی جا رہی ہے۔

یاری دھرم کے بانی زرتشت نے لکھا ہے —

”اور ہم دنیا کے ان سب پہلے کے دھرموں کو مانتے اور پوجتے ہیں جو نیکی سکھاتے ہیں۔“

گاہا میں لکھا ہے کہ — ”اسی دھرم کو سچا دھرم سمجھتے ہیں۔“

جو زمانہ ہندوستان میں بدھ اور مہابھارت کا تھا وہی چھٹی صدی قبل مسیح میں تھا۔ چین کے لوگ بدھ لوتڑے اور کنگ لوتڑے تھیں۔ ایک تیسویں کی طرح برابر کے پیغمبر یا لوتڑے مانتے ہیں۔ کنگ لوتڑے نے کہا ہے — ”جو دین دھرم پہلے سے چلا آ رہا ہے میں کھول اسی کو آئے چلا رہا ہوں“ میں کوئی نئی بات نہیں کہہ سکتا۔“

بدھ نے اپنے سے پہلے کے ’دھرم‘ کا اور اپنے بعد کے ’دھرم‘ کا اور اسی طرح ’جن‘ یعنی مہابھارت کے پہلے کے اور اپنے بعد کے ’توریتوں‘ (پرانے یا راستے ہمارے والوں) کا ذکر کیا ہے اور دونوں

چاہیے۔ ہر بچہ اپنی آواز، تہذیب، اپنی پسند اور اپنے اندر کے کھوکھ کے अनुसार جو بات پڑے یا نہ پڑے اور جیگر کو چاہے آئے۔ لیکن اس طرح کے سب آدمی نوجوانوں کو بچہ نہ بچہ بچاتے ہی ہیں اور وہی چیزیں سکھاتے ہیں جو وہ خود بچوں کے لئے سب سے اچھا فائدے کی سمجھتے ہیں۔

ہم نے کمونسٹ اپنے نوجوانوں کو زوروں کے ساتھ کمونزم سکھاتے ہیں، اٹلی کے فاشسٹ انہیں فاشسزم سکھاتے ہیں۔ انگلینڈ اور امریکہ والے اپنے نوجوانوں کو زبردستی یونیورسٹیز بلکہ امیورسٹیز سکھاتے ہیں۔ ہاتھ سب آدمی کی کرتے ہیں پر سب اپنے اپنے یہاں کے نوجوانوں کو بڑے زوروں کے ساتھ اپنے اپنے سانچے میں تھالے کی پٹھوں میں لگے ہوئے ہیں۔ آزادی کی اس دھل میں سچائی کھول اٹتی ہے اور وہ بڑی ضروری چیز ہے۔ باقی زندگی کے لئے ہر لوگ لوگ کو اس کام، اس اہلکار یا اس پیشے کی تعلیم دینی چاہئے جو اس کی طبیعت اس کی طاقت اور اس کی پسند کے अनुसार ہو۔

ہم یہ تو ہوئی ہر بچے کی خاص تعلیم اس کے علاوہ اور اس کے ساتھ ساتھ ہر بچے کو عام اور ضروری کلچر تعلیم بھی چار چیزوں میں دینی چاہئے—پڑھنا، لکھنا، حساب اور مانو دھرم (مذہب انسانیت)۔

یہ ٹھیک ہے کہ بڑے ہو کر ہر لڑکے لڑکی کو اختیار ہے کہ وہ جس چیز کو چاہے مانے اور جسے چاہے نہ مانے، جو چاہے اپنائے رہے اور جو چاہے بھونک دے۔ بچوں آدمی خاص کر بچہ لکھ، روز اپنا مت اپنے وچار اور اپنی پارٹی بتاتے رہتے ہیں۔ یہ آئے دن کا بدلنا ہمارے سماج کو بہت نقصان پہونچا رہا ہے۔ اسکا علاج یہی ہے کہ ہم مذہب کے بنیادی اصولوں یعنی سب مذہبوں کے ان عام اصولوں کی جوہر انسان کے لئے ضروری روحانی اور اخلاقی یعنی ایمانیت اور نیتک، خوراک ہوں دنیا کے سب لوگوں اور لوگوں کو چھرتی صبر سے ہی پوری پوری تعلیم دیں۔ آگے چل کر ہمارے بچے کوئی بھی پیشہ کیوں نہ اپناتیں مانو دھرم کے یہ عام اصول ہی انکی ہر طرح کی زندگی میں بنیاد کا کام کریں گے اور انہوں گمراہی سے اور ایک دوسرے کی نفرت اور دشمنی سے بچاویں گے۔

اب سوال یہ جاتا ہے کہ یہ مانو دھرم یعنی یہ انسانی مذہب ہے کیا چیز۔ اسی کو ہم وشو دھرم یا عالمگور مذہب بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس انسانی مذہب میں وہ سب سچائیاں اور وہ سب کام شامل ہیں جو ادھک تر نہیں بلکہ سب بڑے بڑے مذہب تھیک مانتے ہیں۔ سب سے پہلے ہم یہ دیکھیں کہ ان سب ایک ایک

کاہیے۔ ہر بچہ اپنی آواز، تہذیب، اپنی پسند اور اپنے اندر کے کھوکھ کے अनुसार جو بات پڑے یا نہ پڑے اور جیگر کو چاہے آئے۔ لیکن اس طرح کے سب آدمی نوجوانوں کو بچہ نہ بچہ بچاتے ہی ہیں اور وہی چیزیں سکھاتے ہیں جو وہ خود بچوں کے لئے سب سے اچھا فائدے کی سمجھتے ہیں۔

ہم نے کمونسٹ اپنے نوجوانوں کو زوروں کے ساتھ کمونزم سکھاتے ہیں، اٹلی کے فاشسٹ انہیں فاشسزم سکھاتے ہیں۔ انگلینڈ اور امریکہ والے اپنے نوجوانوں کو زبردستی یونیورسٹیز بلکہ امیورسٹیز سکھاتے ہیں۔ ہاتھ سب آدمی کی کرتے ہیں پر سب اپنے اپنے یہاں کے نوجوانوں کو بڑے زوروں کے ساتھ اپنے اپنے سانچے میں تھالے کی پٹھوں میں لگے ہوئے ہیں۔ آزادی کی اس دھل میں سچائی کھول اٹتی ہے اور وہ بڑی ضروری چیز ہے۔ باقی زندگی کے لئے ہر لوگ لوگ کو اس کام، اس اہلکار یا اس پیشے کی تعلیم دینی چاہئے جو اس کی طبیعت اس کی طاقت اور اس کی پسند کے अनुसार ہو۔

ہم یہ تو ہوئی ہر بچے کی خاص تعلیم اس کے علاوہ اور اس کے ساتھ ساتھ ہر بچے کو عام اور ضروری کلچر تعلیم بھی چار چیزوں میں دینی چاہئے—پڑھنا، لکھنا، حساب اور مانو دھرم (مذہب انسانیت)۔

یہ ٹھیک ہے کہ بڑے ہو کر ہر لڑکے لڑکی کو اختیار ہے کہ وہ جس چیز کو چاہے مانے اور جسے چاہے نہ مانے، جو چاہے اپنائے رہے اور جو چاہے بھونک دے۔ بچوں آدمی خاص کر بچہ لکھ، روز اپنا مت اپنے وچار اور اپنی پارٹی بتاتے رہتے ہیں۔ یہ آئے دن کا بدلنا ہمارے سماج کو بہت نقصان پہونچا رہا ہے۔ اسکا علاج یہی ہے کہ ہم مذہب کے بنیادی اصولوں یعنی سب مذہبوں کے ان عام اصولوں کی جوہر انسان کے لئے ضروری روحانی اور اخلاقی یعنی ایمانیت اور نیتک، خوراک ہوں دنیا کے سب لوگوں اور لوگوں کو چھرتی صبر سے ہی پوری پوری تعلیم دیں۔ آگے چل کر ہمارے بچے کوئی بھی پیشہ کیوں نہ اپناتیں مانو دھرم کے یہ عام اصول ہی انکی ہر طرح کی زندگی میں بنیاد کا کام کریں گے اور انہوں گمراہی سے اور ایک دوسرے کی نفرت اور دشمنی سے بچاویں گے۔

اب سوال یہ جاتا ہے کہ یہ مانو دھرم یعنی یہ انسانی مذہب ہے کیا چیز۔ اسی کو ہم وشو دھرم یا عالمگور مذہب بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس انسانی مذہب میں وہ سب سچائیاں اور وہ سب کام شامل ہیں جو ادھک تر نہیں بلکہ سب بڑے بڑے مذہب تھیک مانتے ہیں۔ سب سے پہلے ہم یہ دیکھیں کہ ان سب ایک ایک

ہذا کو دوسرے کسی بھی مذہب کو ماننے لگتے ہیں ۔
 دلوں کی گہرائی کے اندر کسی نہ کسی مذہب کی باتیں سب
 کے اندر پھیلی رہتی ہے ۔ اس سے ظاہر ہے کہ آدمی کے لئے
 ضروری چیز 'مذہب' ہے 'یہ مذہب یا وہ مذہب نہیں ۔
 اب ہمارے لئے دو راستے رہ جاتے ہیں ۔ یا تو سب مذہبوں
 سے انکار کر دیں یا سب کو ماننے لگیں ۔ یہ دونوں ناسمکن
 ہیں ۔ اس لئے اصلی چیز اور سب سے اچھی اور عقل مندی
 کی چیز یہی ہے کہ جتنے بڑے بڑے مذہب دنیا میں ہیں
 ان سب میں سے ہم ان نام و رویوں اور دیت رواجوں کو الگ
 کر کے جو سب میں الگ الگ ہیں اور جو اپنی اپنی جگہ
 اور اپنے اپنے حالات میں مفید ہوسکتے ہیں ان سب چیزوں
 کو جمع کر لیں جو سب میں ایک سی ہیں اور جنہوں
 سب ضروری مانتے ہیں ۔ پھر ہم اپنے سب بچوں کو یہی
 اصلی روحانی ناچ کھلائیں انہیں ان ہی کی تعلیم دیں
 اور انہیں یہ بھی بتائیں کہ دیت رواج کے چھلکے سچائی
 کے دانوں کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہوسکتے ہیں وہ
 کھانے اور ہضم کرنے کی چیز نہیں ہیں ۔

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ پرانے زمانے میں جو کام مذہب سے لیا جاتا تھا وہ اب کلا قانون، فلسفے اور سائنس سے ملا کر لیا جاتا ہے۔ اس لئے اب ہمیں کسی نئے یا پرانے مذہب کی ضرورت نہیں رہی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آدمی کوئی تین یا چار تئروں میں بقی ہوئی چیز نہیں ہے، وہ ایک وجود ہے، ایک استقامت ہے۔ فلسفے، سائنس، قانون اور کلا کا مہل بگڑانے والی اس کے اندر کوئی ایک چیز ہوئی چاہئے۔ انگریزی شہد 'ریجن' کا اوتھ 'ہاندی' ہے۔ ہندی شہد 'دھرم' کا اوتھ سب کو سلہاتا ہے۔ دھرم یا مذہب ہی وہ چیز ہے جو سب لوگوں کے دلوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اور سب کو ایشور کے ساتھ ایک دورے میں باندھ رکھتی ہے۔ اس کے خلاف دنیا کے لوبہ لالچ اور دنیاوی خواہشیں ہمیں ایک دوسرے سے پہاڑتی ہیں۔ وحدانیت یا تصوف وہ چیز ہے جس میں فلسفہ، سائنس اور کلا، بلکہ کہنا چاہئے مذہب، سائنس اور کلا تھیں اگر مل جاتے ہیں اور جس میں سب مذہبوں کا عطر نہلچ کر آجاتا ہے۔ ہمیں یہ بھی نہ بھولنا چاہئے کہ آجکل کی سائنس کے بڑے بڑے بلذتوں کی کھوج نے ہمیں یہاں پہنچا دیا ہے کہ ساری مادی دنیا یعنی مازا جو چمک اوتھوں یعنی مادیوں 'ایکٹرون'، 'پروٹون'، 'نیوٹرون'، 'پلوٹرون'، 'پوزیٹرون' وغیرہ وغیرہ یہاں تک کہ بجلی کی طاقت اور آخیر میں کھول مائیکٹروسکوپس یعنی چمک شگفتی یا خضال کی طاقت سے بنی ہوئی ہے اور اسی سے قائم ہے۔

کچھ لوگ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ تعلیم میں
لوگوں اور لوگوں کو زیادہ سے زیادہ آزادی دینی

کامیابی اپنے کاموں کو ترقی دینے کی جگہ رکھتا ہے، مگر موجد کے بغیر کام چل سکتا تو ہم بھی ان سواؤں کا بھی جواب دیتے کہ ہمیں کوئی حق نہیں اور نہ اسکی کوئی ضرورت ہے۔ پر سچ یہ ہے کہ مذہب کے بنا کام چل نہیں سکتا۔ اس لئے جواب دینا پوتا ہے کہ ہمیں کو مذہبی تعلیم دینے کا ہمیں اتنا ہی حق ہے اور یہ ہمارا اتنا ہی زبردست فرض ہے جتنا انہیں لکھنا پڑتا، حساب، ہموکل، اڑھاس اور سائنس سکھانا۔ اتنا ہی نہیں، یہ سب چیزیں آدمی کی آتما کے بولے کے لئے اتنی ضروری نہیں ہیں جتنا مذہب۔ ہم یہ سب چیزیں اپنے بچوں کو اسلئے پڑھاتے ہیں کہونکہ ہم نے تجربے سے دیکھ لیا ہے کہ انہیں جاننے میں ہی ان کا بہلا ہے۔ اسوں اگر ہم غلطیاں کو چاہیں تو کر جائیں۔ غلطیاں انسانوں سے ہی ہوتی ہیں چونکہ کہانا کبھی کبھی لوگوں کو بد مذہبی اور نقصان کو دیتا ہے اسلئے لوگوں کا ہمارا ہم ہمیشہ کے لئے بدلہ نہیں کر سکتے۔ ہمیں چاہئے یہ کہ ہم اس بات کی بھی کوشش کریں کہ کہانا اچھا ہو، جلدی بچلے والا ہو اور جتنا چاہئے اتنا ہی دیا جائے جس سے تندرستی بڑھے بگڑے نہیں۔ اسی طرح مذہب کی اپنے بچوں کو تعلیم دیجئے سے تین باتوں کو جان لے لے کی پوری کوشش کرنی چاہئے — ایک یہ کہ مذہب کی کون کون سی باتیں یکی، محکم اور اتل ہیں، دوسری یہ کہ وہ باتوں آنچلی سے اونچلی سائنس کی گسوتی پر سچی اور کھری آرتی ہیں یا نہیں، اور اس پر بھی پورے تیسری بات ہے۔ ہمیں یہ دیکھنی چاہئے کہ کون کون سی باتیں سب مذہبوں میں ایک سی ہیں، جن پر سب کی رائے ملتی ہے، جن سے سب میں ایک دوسرے سے ہمدردی، مہل ملاپ اور پریم بڑھ سکے۔ کٹر مذہبی لوگوں کے اندر پین اور آن کی ایسی نفرتوں کو کم کرنے کا بھی یہی ایک طریقہ ہے۔

اسی سوال پر اب ہم دوسری طرح سے وجہ کریں۔ کہنا کے اندر کر لوگ اپنے اپنے دھرم میں پیدا ہوتے ہیں اور اسی کو چہتے دھتے ہیں، ٹھوک جس طرح ہر آدمی اپنے باپ دادا کی جائداد کو چہتا دھتا ہے۔ ہر ایک کو بچے ساتھ ساتھ پیدا ہوں ایک کسی مسلمان گھر میں اور دوسرا کسی ہندو گھر میں، اور ہم اسی سے ہندو بچے کو لے جا کر مسلمان گھر میں اور مسلمان بچے کو لے جا کر ہندو گھر میں رکھ دیں اور دونوں کو وہیں پلنے اور بڑا ہونے دیں، تو ہندو گھر میں پیدا ہوا بچہ بڑا ہو کر مسلمانوں کی سی سب باتوں کرنے لگے گا اور مسلمان گھر میں پیدا ہوا بچہ ہندوؤں کی طرح دھتے سہلے اور سوچنے لگے گا۔ اسی طرح اکثر لوگ اپنے جنم کے مذہب سے دھواس

اسی سوال پر اب ہم دوسری طرح سے وجہ کریں۔ کہنا کے اندر کر لوگ اپنے اپنے دھرم میں پیدا ہوتے ہیں اور اسی کو چہتے دھتے ہیں، ٹھوک جس طرح ہر آدمی اپنے باپ دادا کی جائداد کو چہتا دھتا ہے۔ ہر ایک کو بچے ساتھ ساتھ پیدا ہوں ایک کسی مسلمان گھر میں اور دوسرا کسی ہندو گھر میں، اور ہم اسی سے ہندو بچے کو لے جا کر مسلمان گھر میں اور مسلمان بچے کو لے جا کر ہندو گھر میں رکھ دیں اور دونوں کو وہیں پلنے اور بڑا ہونے دیں، تو ہندو گھر میں پیدا ہوا بچہ بڑا ہو کر مسلمانوں کی سی سب باتوں کرنے لگے گا اور مسلمان گھر میں پیدا ہوا بچہ ہندوؤں کی طرح دھتے سہلے اور سوچنے لگے گا۔ اسی طرح اکثر لوگ اپنے جنم کے مذہب سے دھواس

اسی سوال پر اب ہم دوسری طرح سے وجہ کریں۔ کہنا کے اندر کر لوگ اپنے اپنے دھرم میں پیدا ہوتے ہیں اور اسی کو چہتے دھتے ہیں، ٹھوک جس طرح ہر آدمی اپنے باپ دادا کی جائداد کو چہتا دھتا ہے۔ ہر ایک کو بچے ساتھ ساتھ پیدا ہوں ایک کسی مسلمان گھر میں اور دوسرا کسی ہندو گھر میں، اور ہم اسی سے ہندو بچے کو لے جا کر مسلمان گھر میں اور مسلمان بچے کو لے جا کر ہندو گھر میں رکھ دیں اور دونوں کو وہیں پلنے اور بڑا ہونے دیں، تو ہندو گھر میں پیدا ہوا بچہ بڑا ہو کر مسلمانوں کی سی سب باتوں کرنے لگے گا اور مسلمان گھر میں پیدا ہوا بچہ ہندوؤں کی طرح دھتے سہلے اور سوچنے لگے گا۔ اسی طرح اکثر لوگ اپنے جنم کے مذہب سے دھواس

نیا جنگ

اب دھرتی کی کوئی یہ کوئی ایتم ہم نہ ڈرائے
کہیں نہ کوئی ہورو شیمہ ناگا ساکی ہڈائے
زہریلی کیڑوں کا باطل موت نہ اب برسائے
کال نہ کوئی ہونے پائے بھوک نہ کوئی آگے

جنگ نہ ہونے پائے سانہی، جنگ نہ ہونے پائے !

یہی لڑائی جو پہلائے کال، بیعت، مہنگائی
کہیں نہ بکھیں ڈھلوان پھر اسکے رسوا اور سودائی
لوہے کے بدلے میں کرا دے جو سونیکری کمائی
اب نہ پیسہ لاکھ کوئی ڈالر کا جال بچھائے

جنگ نہ ہونے پائے سانہی، جنگ نہ ہونے پائے !

دوست ہمارا اب تو وہی ہے جنگ کا ہو جو دشمن
ایتم کی طاقت سے چلائے ٹریکٹروں کے انجن
ریگستانوں کو جو سیدھے اور ہلکا دے گلشن
کھیتی ہنسنا کاتے ہتھورا کاریگری پہلائے

جنگ نہ ہونے پائے سانہی، جنگ نہ ہونے پائے !

وہیت نام، ملایا، برما، عرب ہو یا افریقا
یونان، اٹلی، جرمن، فرانس، انگلینڈ ہو یا امریکہ
دنیا بھر میں جنگ پسندوں کا اب رنگ ہے پھیکا
بھوکے بھارت والے بھی دائوں سے نہیں لٹچائے

جنگ نہ ہونے پائے سانہی، جنگ نہ ہونے پائے !

بھوکی جنگ سے تھرا کر یہ سرمایہ داری
آز میں مذہب کی کروا دیتی ہے مارا ماری
خود تو چھپ جاتی ہے مرتی ہے جلتا ہے چاری
آپس کی یہ جنگ نہ بھوک اور تباہی لائے

جنگ نہ ہونے پائے سانہی، جنگ نہ ہونے پائے !

انسان اور مذہب

(ڈاکٹر بھگوان داس)

بہت سے لوگ مذہب کے نام پر کٹر، اندھے اور ناسمجھ
لوں کے آپس جھگڑوں، ہتھکڑوں، گھلسوں اور برے
برے پاپوں کو دیکھ کر یہ کہنے لگے ہیں کہ ہمیں اپنی
اپنی کو کتنی طرح کی بھی مذہبی تعلیم نہیں دینی
چاہیے۔ کتنی بڑی چیزیں ہیں جن کو آپر لگائے گا ہمیں
آپس کی جو مذہب آپس آپس میں دشمنی
پاؤں میں، کتنی بڑی چیزیں ہیں جن کو آپس میں

انسان اور مذہب

(ڈاکٹر بھگوان داس)

بہت سے لوگ مذہب کے نام پر کٹر، اندھے اور ناسمجھ
لوں کے آپس جھگڑوں، ہتھکڑوں، گھلسوں اور برے
برے پاپوں کو دیکھ کر یہ کہنے لگے ہیں کہ ہمیں اپنی
اپنی کو کتنی طرح کی بھی مذہبی تعلیم نہیں دینی
چاہیے۔ کتنی بڑی چیزیں ہیں جن کو آپر لگائے گا ہمیں
آپس کی جو مذہب آپس آپس میں دشمنی
پاؤں میں، کتنی بڑی چیزیں ہیں جن کو آپس میں



نیا ہند

جلد 11 ستمبر، سن '51 نمبر 3 ستمبر، سن '51 ستمبر، سن '51

جات آدمی، پریم دھرم ہے، ہندوستانی بولی،
'نیا ہند' پڑھنے والا ہر گھر پر لکھی ہوئی ہوگی۔

جات آدمی، پریم دھرم ہے، ہندوستانی بولی،
'نیا ہند' پڑھنے والا ہر گھر پر لکھی ہوگی۔

جنگ نہ ہونے پاے

(بھائی مظفر شاہجہاںپوری)

جنگ نہ ہونے پاے

(بھائی مظفر شاہجہاںپوری)

جنگ نہ ہونے پاے، جنگ نہ ہونے پاے !

جنگ نہ ہونے پاے، جنگ نہ ہونے پاے !

جنگ کے کارن بیک گاہ کیتانی ماریش اور سیتاؤں
کو بے ڈی اپنے نینوں کے تارے کیتانی مارے
لاکھ بٹاؤں لائی اک دو ہوں تو انہیں گناہیں
اب کی جنگ چھوڑ تو کم ہے جو نہ قیامت ڈھائے

جنگ کے کارن بیک گناہ کٹلی مریم اور سیتاؤں
کہو بیکہیں اپنے نہیں کے تارے کٹلی مائیں
لاکھ بٹاؤں لائی اک دو ہوں تو انہیں گناہیں
اب کی جنگ چھوڑ تو کم ہے جو نہ قیامت ڈھائے

جنگ نہ ہونے پاے، جنگ نہ ہونے پاے !

جنگ نہ ہونے پاے، جنگ نہ ہونے پاے !

مانگ کا سہارہ اچھا اور کیتانی کی چوڑی توٹی
کٹلی بانہوں سے جوشن آتے راتوں کی بھڑکی چھوٹی
جنگ کے خون کی دیو نے کھر کھر شانتی سبکی لوٹی
ہم پر تم پر سب پر بیکہیں کون کسے سمجھائے

مانگ کا سہارہ اچھا اور کیتانی کی چوڑی توٹی
کٹلی بانہوں سے جوشن آتے راتوں کی بھڑکی چھوٹی
جنگ کے خون کی دیو نے کھر کھر شانتی سبکی لوٹی
ہم پر تم پر سب پر بیکہیں کون کسے سمجھائے

جنگ نہ ہونے پاے، جنگ نہ ہونے پاے !

جنگ نہ ہونے پاے، جنگ نہ ہونے پاے !

اب نہ ہوں بھوہ جوان سہاڈن اب نہ بیکہیں برے
ڈھونگہٹ مہوں کھٹ کھٹ کے نہ کوئی دیا ملن کو ترے
بہر تی ہونے بیکہ کی خاطر جائے نہ کوئی کھر سے
جنگ کسی ساجن کو اپنی سجنی سے نہ چھوڑے

اب نہ ہوں بھوہ جوان سہاڈن اب نہ بیکہیں برے
ڈھونگہٹ مہوں کھٹ کھٹ کے نہ کوئی دیا ملن کو ترے
بہر تی ہونے بیکہ کی خاطر جائے نہ کوئی کھر سے
جنگ کسی ساجن کو اپنی سجنی سے نہ چھوڑے

جنگ نہ ہونے پاے، جنگ نہ ہونے پاے !

جنگ نہ ہونے پاے، جنگ نہ ہونے پاے !

ہم-آؤ-آؤ، آؤ-آؤ اور بچوں کے گالوں کی لالی
جنگ نے کیتا رکھی ہے ہر شوبہ پر بدحالی
مستقبل پر اب نہ ہرے دیکھ ہم پامالی
آؤ-آؤ-آؤ، آؤ-آؤ اور بچوں کے گالوں کی لالی

ہم-آؤ-آؤ، آؤ-آؤ اور بچوں کے گالوں کی لالی
جنگ نے کیتا رکھی ہے ہر شوبہ پر بدحالی
مستقبل پر اب نہ ہرے دیکھ ہم پامالی
آؤ-آؤ-آؤ، آؤ-آؤ اور بچوں کے گالوں کی لالی

”نہا ہند“

ہندستانی کلچر سوسائٹی

ک

ماہواری پرچا

ستمبر 1951

ہندستانی کلچر سوسائٹی

کا

ماہواری پرچا

ستمبر 1951

کیا کس سے	صفحہ سکا	کس سے
1۔ جنگ نہ ہونے پائے (کویتا) — بھائی مظفر شاہجہانپوری	197	...
2۔ انسان اور مذہب — ڈاکٹر بھگوان داس	198	...
3۔ صوفیوں کی صحبت میں — بھائی گ. م.	205	...
4۔ خالص بولی — کھڑکی بولی اور بولی کی دیوار — بھائی مدن گوپال	206	...
5۔ ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے (کویتا) — بھائی رگھو پتی سہائیہ 'فراق'	215	...
6۔ مرادو — بھائی سید سید حسن کاظمی	220	...
7۔ دوس میں سداچار — شادی اور طلاق — بھائی محبوب رضوی	226	...
8۔ بھارت اور کویتا کا سمجھدہ — بھائی بھان چندر ورما	233	...
9۔ گاندھی جی کے نام پر (کہانی) — بھائی انور عبداللہ	243	...
10۔ آنے والے چنار کے بارے میں	251	...
11۔ بچوں کی دنیا	254	...
12۔ کچھ کتابوں	259	...
13۔ دیس بدیس کی خبریں
14۔ ہمداری رائے — جاپانی صلح نامہ — بھگوان دین؛ لوک شاہی بنام تانا شاہی — بھگوان دین؛ کانگریس لیڈر بنام جی — بھگوان دین؛ جواہر لال اور تلخن جی — سندھ لال	269	...

ہندوستان میں ۱۰۰ روپے سال، باہر دس روپے سال، ایک پرچا دس روپے سال، ایک پرچا دس روپے سال.

قیمت — ہندوستان میں چھ روپے سال، باہر دس روپے سال، ایک پرچہ دس روپے سال.

مینیجر
نہا ہند

مینیجر
نہا ہند

مینیجر
نہا ہند

14، مئی کنج، الہ آباد.

نیا دنیا

پڑھائی تاراچند، بھگواندین، مہنکار حسن، بشمیر ناہ، سندر لال

ادیتور—تارا چند، بھگوان دین، مہنکار حسن، بشمیر ناہ، سندر لال

ناہیو پڑھائی—سورج رامبائی، مہمود احمد، ہنر

نائب ادیتور—سورج رامبائی، مہمود احمد، ہنر

*

*

*

*

*

*

اس نمبر کے خاص لکھ

اس نمبر کے خاص لکھ

انسان اور مذہب—ڈاکٹر بھگوان داس

انسان اور مذہب—ڈاکٹر بھگوان داس

ہم ڈاکٹر دے کو دے آئے (کویتا)

ہم ڈاکٹر دے کو دے آئے (کویتا)

—رہنما سہاے کیراٹ

—رہنما سہاے کیراٹ

مہنکار—سورج رامبائی، مہمود احمد، ہنر

مہنکار—سورج رامبائی، مہمود احمد، ہنر

بھارت اور کوریا کا سمبندھ—بھان چندر

بھارت اور کوریا کا سمبندھ—بھان چندر

گاندھی جی کے نام پر (کہانی)—انوار احمد

گاندھی جی کے نام پر (کہانی)—انوار احمد

ہماری رائے—

ہماری رائے—

جاپانی سلوہنامہ—بھگواندین

جاپانی سلوہنامہ—بھگواندین

لوک شاہی بنام تانا شاہی—بھگواندین

لوک شاہی بنام تانا شاہی—بھگواندین

کانگریس بنام میٹر جی—بھگواندین

کانگریس بنام میٹر جی—بھگواندین

*

*

*

*

*

*

کتابوں کی کتب خانہ، لاہور



پبلشرز، لاہور

ستمبر 1951

کتابوں کی کتب خانہ

پبلشرز، لاہور

हिन्दुस्तानी कलचर

पर

निबन्धों (मकालों) के लिये

इनाम

هندستانی کلچر

پر

نہندھوں (مقالوں) کے لئے

انعام

हिन्दुस्तानी कलचर सोसाइटी ने तय किया है कि हिन्दुस्तानी कलचर पर तीन सबसे अच्छे निबन्धों (मकालों) के लिये तीन इनाम दिये जाएं. पहला इनाम एक हजार रुपये, दूसरा इनाम पाँच सौ रुपये और तीसरा इनाम ठाई सौ रुपये.

निबन्धों में उस हिन्दुस्तानी कलचर के, जो पिछले सारे जमाने में रूप लेती रही है, टिकाऊ पहलुओं को बयान करते हुए आगे के लिये एक हिन्दुस्तानी कलचर के रंग रूप को बताने की कोशिश होनी चाहिये. निबन्ध अंगरेजी में या हिन्दुस्तानी में होने चाहियें. पाँच हजार से कम या दस हजार से अधिक शब्द न हों. कुलस्केप कागज पर, कागज के एक तरफ, एक चौथाई हाशिया छोड़कर, टाइप करके हर निबन्ध की तीन कापियाँ 30 सितम्बर सन् 1951 तक नीचे के पते पर आजानी चाहियें. हिन्दुस्तानी कलचर सोसाइटी को हक होगा कि आए हुए निबन्धों में से जिसे चाहे शाय्या करे.

सुन्दरलाल

सेक्रेटरी, हिन्दुस्तानी कलचर सोसाइटी

145, मुद्दीगंज, इलाहाबाद.

नोट:—यह निबन्ध पहले 30 जून तक मँगाए गए थे और इनाम की रकम कुछ कम थी. अब इस के लिये बजट और रकम दोनों बढ़ा दिये गए हैं.

—सुन्दरलाल

هندستانی کلچر سوسائٹی نے طے کیا ہے کہ هندستانی کلچر پر تین سب سے اچھے نہندھوں (مقالوں) کے لئے تین انعام دیئے جائیں. پہلا انعام ایک ہزار روپے، دوسرا انعام پانچ سو روپے اور تیسرا انعام ڈھائی سو روپے.

نہندھوں میں اُس هندستانی کلچر کے جو پچھلے سارے زمانے میں روپ لیتی رہی ہے، ٹکاؤ پہلوؤں کو بیان کرتے ہوئے آگے کے لئے ایک هندستانی کلچر کے رنگ روپ کو بتانے کی کوشش ہونی چاہئے. نہندھ انگریزی میں یا هندستانی میں ہونے چاہئیں. پانچ ہزار سے کم یا دس ہزار سے ادھک شبد نہ ہوں. فلسفیکپ کاغذ پر، کاغذ کے ایک طرف، ایک چوتھائی حاشیہ چھوڑ کر، ٹائپ کر کے 30 ستمبر سن 1951 تک نیچے کے پتے پر آجانی چاہئیں. هندستانی کلچر سوسائٹی کو حق ہوگا کہ آئے ہوئے نہندھوں میں سے جسے چاہے شائع کرے.

سندرلال

سکریٹری، هندستانی کلچر سوسائٹی

145، مٹھی گنج، الہ آباد

نوٹ — یہ نہندھ پہلے 30 جون تک ملگائے گئے تھے اور انعام کی رقمیں کچھ کم تھیں. اب اس کے لئے وقت اور رقم دونوں بڑھا دیئے گئے ہیں.

—سندرلال

ہندوستانی کلتور سوسائٹی

ہندوستانی کلتور سوسائٹی

مکرمہ

(1) ایک ایسی ہندوستانی کلتور کا بڑھانا، फैلانا اور پرچار کرنا جس میں سب ہندوستانی شامل ہوں۔

(2) ایکٹا پہلانے کے لئے کتابوں، اخباروں، رسالوں، پمپوں کا چھاپنا۔

(3) پڑائی، پڑائی، پڑائی، سبھاؤں، کانفرنسوں، کانفرنسوں سے سب بھائی، جاتوں، برادریوں اور فرقوں میں آپس کا میل بڑھانا۔

—: 0 :—

—: 0 :—

سوسائٹی کے پریسیڈنٹ—می॰ عبداللہ مہدی خواجہ؛
وائس پریسیڈنٹ—ڈا॰ بھگوانداس اور ڈا॰ عبداللہ
ہک؛ گورننگ باڈی کے پریسیڈنٹ—ڈا॰ بھگوانداس؛
سکرٹری—پ۰ سندرلال۔

گورننگ باڈی کے اراکین—

ڈا॰ سید محمد، ڈا॰ تاراچند، مولوی سید
سولیمان ندوی، می॰ منچر علی سوختہ، شی ۰ بی۔ جی۔
خیر، می॰ एस॰ کے۔ رتھ، پ۰ بشمبھار ناٹھ، महात्मा
भगवानदीन, सेठ पूनम चन्द रांका, काशी मोहम्मद अब्दुल
غفار اور شی ۰ اوم پرکاش پالہوال۔

ممبروں کے کاموں کے لیے لکھیے —

سندرلال

سکرٹری، ہندوستانی کلتور سوسائٹی

145، سڈی گنج، لکھنؤ۔

سندرلال

سکرٹری، ہندوستانی کلتور سوسائٹی

145، مٹھی گنج، لکھنؤ۔

نوٹ—سوسائٹی کے نئے کرایہ کے अनुसार ممبروں
کی فیس صرف ایک روپیہ کرنی گئی ہے۔ ”نیا ہند“ کے
جو گاہک ممبر بننا چاہتے ہیں ان کو صرف چھ روپیہ چلتا
ہے۔ یہی ممبر بننا لیا جاتا ہے۔ الگ سے ممبروں کی
فیس دینے والے سوسائٹی کی نئی ہوئی کوئی کتاب جو
ایک روپیہ دام کی ہوگی ملتے سکتے ہیں یا زیادہ دام
کی کتابیں ملنے پر ایک بار ایک روپیہ کم کرا سکتے ہیں۔

نوٹ—سوسائٹی کے نئے قاعدے کے अनुसार ممبروں کی
فیس صرف ایک روپیہ کرنی گئی ہے۔ ”نیا ہند“ کے
جو گاہک ممبر بننا چاہتے ہیں ان کو صرف چھ روپیہ چلتا
ہے۔ یہی ممبر بننا لیا جاتا ہے۔ الگ سے ممبروں کی
فیس دینے والے سوسائٹی کی نئی ہوئی کوئی کتاب جو
ایک روپیہ دام کی ہوگی ملتے سکتے ہیں یا زیادہ دام
کی کتابیں ملنے پر ایک بار ایک روپیہ کم کرا سکتے ہیں۔

فیرکراہندی-پر باپ

سمپادک—آری آریکران واس

دش پیتا مہاتما گاندھی نے راجکاج کے مہدان میں کرم رکتے ہی فیرکراہندی کے جہریلے نلیوں اور مہران نکرسانوں کا ہنداا کر لیا اا۔ یہی کارن اا کی ہندی نے اپنے ایں کی آخیری ساں تک فیرکراہندی کے ہلاک لہاڑی جاری رکھی۔

اس پستک میں سن 1921 سے سن 1948 تک گاندھی جی نے سامپراایکاتا کے سبال پر جو کھ کھا اا لیاا ہا سب اک جگہ جما کر دیا گیا ہے۔

ہارت کے آااا ہونے پر اہ اور مہ جہری ہو گیا ہے کی ہر ہارتااا سامپراایکاتا کے نکرسانوں کو سمکے اور اس جہر سے اپنے دلا اور دیمارا کو سا کرے۔

اہ کتاہ ہر ہندوستانی کو جہر پدنی ااہیے۔

سندر جلد۔ اچھا کاراا۔ دو ساں سکے۔ کیمت دو روپیہ۔

ااپ رہی ہے

ہکار

سمپادک—آری رپپتی سہاا 'فیراک'

پہلے پندرہ برس سے آاا تک کی ورد کو چنی ہرے کتااوں کا اہ سہا پدکر آپ کو مالوم ہوا کی ورد کتاا نے کس ترہ خاالی دنیا کو اڈ کر ہندی کی سچااوں سے اپنا نااا اڈ لیاا ہے۔ آاا کی ورد شایری گل و بولبول اور برس و فیراک تک ہی سیمت نہیں ہے۔ اب آپ کو ورد کتاا میں کسانوں اور مہدروں کے دلوں کی ہڈکنے سناڑی دےگی۔ گامامی، ہنباا اور لٹ لٹوٹ کے ہلاک آپ اک سےی آااا سونے آا آپ کے دلا کو آاا سے ہر دےگی۔

ناگری لکھااٹ میں سےا ہرور ورد کتاا سہا آاا تک نہیں نکلا۔ کتاا 15 ستمبر تک نکلا آااگی۔ سندر جلد۔ ہدیا کاراا۔ ہندا ااپاڑی۔ دام سیک ڈاڑی رپپا۔

مکھنے کا پتا—

مہاجر 'نیا ہند' 145، سڈیگن، اٹااااا۔

فرقہ بندی پر باپ

سمپادک—شری شریکرشن داس

دش پتا مہاتما گاندھی نے راج کاج کے مہدان میں دم رکھے ہی فرقہ بندی کے زہریلے نکرانوں اور ہمن نکرانوں کا اندازہ کر لیا اا۔ یہی کارن اا کہ انہوں نے اپنے ہمن کی آخری ساں تک فرقہ بندی کے خلاف لونی تار رکھی۔

اس پستک میں سن 1921 سے سن 1948 تک اندھی جی نے سامپراایکاتا کے سوال پر جو کھ کھا یا مکھا وہ سب ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے۔

ہارت کے آزاد ہونے پر یہ اور یہی ضروری ہو گیا ہے کہ ہارت اسی سامپراایکاتا کے نقصانوں کو سمکے اور اس زہر سے اپنے دلا اور دماغ کو صاف کرے۔

یہ کتاہ ہر ہندستانی کو ضرور پڑھنی ااہیے۔

سندر جلد۔ اچھا کاراا۔ دو ساں صفحے۔ کیمت دو روپیہ۔

ااپ رہی ہے

جہکار

سمپادک—شری رپپتی سہاا 'فراق'

پہلے پندرہ برس سے آا تک کی ورد کی چلی ہوئی کوپتاوں کا یہ سکرہ پڑکر آپکو معلوم ہوا کہ اردو کوپتا نے کس طرح خاالی دنیا کو چھوڑ کر ہندی کی سچااوں سے اپنا نااا اڈ لیا اا۔ آا کی اردو شامی ل و بلبل اور وصل و فراق تک ہی سیمت نہیں ہے۔ اب آپ کو اردو کوپتا میں کسانوں اور مزدوروں کے دلوں کی دہڑاہن سناڑی دےگی۔ فلامی، انہاے اور لوت کسرت کے خلاف آپ ایک ایسی آواز سناڑے جو آپ کے دلا کو جوش سے ہر دےگی۔

ناگری لکھااٹ میں ایسا ہرور اردو کوپتا سکرہ آا تک نہیں نکلا۔ کتاا 15 ستمبر تک نکل ااگی۔ سندر جلد۔ ہدیا کاراا۔ صندہ چھپائی۔ دام صرف تھائی روپیہ۔

مکھنے کا پتا—

مہاجر 'نیا ہند' 145، مٹی لکج، اٹاااا۔

پنجاب ہمیں کیا سیکھاتا ہے

مہاتما گاندھی کی سلاہ سے اکتوبر سن 1947 میں پچھمی اور پوری پنجاب کے دورے کے بعد وہاں کی بھینکر برہادی اور آپسی مار کاٹ کے کارن لوگوں پر جو جو مصیبتیں آئیں اُن کا دردناک ورنن۔ اس چھوٹی سی کتاب میں آجکل کی مصیبتوں کو حل کرنے کے لئے کچھ سچھاؤ بھی پیش کئے گئے ہیں۔ قیمت چار آنے۔

بنگال اور اُس سے سبق

اس چھوٹی سی کتاب میں 1949-50 میں پوری اور پچھمی بنگال کے فرقہ وارانہ جھگڑوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ایسے چھڑوں کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کی نکتہ بھی سمجھائی گئی ہے۔ قیمت صرف دو آنے۔

مہاتما گاندھی کی وصیت

لکھک—شری منظر علی سوختہ

30 جنوری کو اپنے دیہانت سے کچھ گھنٹے پہلے مہاتما گاندھی نے کانگریس کے جنرل سکرٹری کو بلا کر یہ ودھان دیا کہ وہ اُن کی طرف سے اسے آل انڈیا کانگریس کمیٹی میں بھیج کر دیں۔ یہ چھوٹا سا ودھان دیش کے نام گاندھی جی کی آخری وصیت ہے اور اُسکی ویاہیا گاندھی جی کے پرم بھکت شری منظر علی سوختہ نے کی ہے جو گاندھی واد کو سمجھنے اور اپنانے والے دیش کے لئے لکھے لوگوں میں سے ایک ہیں۔

گاندھی واد کو سمجھنے کے لئے اسکا پڑھنا بہت ضروری ہے۔ 225 صفحے کی سندر جلد بلندی کتاب کی قیمت صرف دو روپے۔

آج کے شہید

سمپادک—شری رتن لال بلسل

اُن بہادروں کی کہانیاں جنہوں نے ودیشی حاکموں کی پھلائی پھوٹ کی آگ میں انسانیت کو بھسم ہونے دیکھ کر ایک چین کی بھی دیر نہ کی اور اُسے بچھانے کی کوشش میں اپنی جان قربان کر دی۔

ہر عکثا پرمی کے پڑھنے کی کتاب۔ قیمت صرف دو روپے۔

مسلم دیش بھکت

لکھک—شری رتن لال بلسل

اُن مسلمان دیش بھکتوں کے جہوں کا حال جنہوں نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر ہندوستان اور ودیشوں میں رھتے ہوئے بھارت ماتا کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرنے کی کوشش کی۔ کتاب بڑے دلچسپ ڈھلگ سے لکھی گئی ہے۔ قیمت صرف ایک روپہ بارہ آنے۔

مٹنے کا پتہ—

مئی 145، 'نیا ہند'، ملہی گنج، اہ آباد۔

مہاتما گاندھی کی وصیت

30 جنوری کو اپنے دیہانت سے کچھ گھنٹے پہلے مہاتما گاندھی نے کانگریس کے جنرل سکرٹری کو بلا کر یہ ودھان دیا کہ وہ اُن کی طرف سے اسے آل انڈیا کانگریس کمیٹی میں بھیج کر دیں۔ یہ چھوٹا سا ودھان دیش کے نام گاندھی جی کی آخری وصیت ہے اور اُسکی ویاہیا گاندھی جی کے پرم بھکت شری منظر علی سوختہ نے کی ہے جو گاندھی واد کو سمجھنے اور اپنانے والے دیش کے لئے لکھے لوگوں میں سے ایک ہیں۔

گاندھی واد کو سمجھنے کے لئے اسکا پڑھنا بہت ضروری ہے۔ 225 صفحے کی سندر جلد بلندی کتاب کی قیمت صرف دو روپے۔

آج کے شہید

سمپادک—شری رتن لال بلسل

اُن بہادروں کی کہانیاں جنہوں نے ودیشی حاکموں کی پھلائی پھوٹ کی آگ میں انسانیت کو بھسم ہونے دیکھ کر ایک چین کی بھی دیر نہ کی اور اُسے بچھانے کی کوشش میں اپنی جان قربان کر دی۔

ہر ایک پرمی کے پڑھنے کی کتاب۔ قیمت صرف دو روپے۔

مسلم دیش بھکت

لکھک—شری رتن لال بلسل

اُن مسلمان دیش بھکتوں کے جہوں کا حال جنہوں نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر ہندوستان اور ودیشوں میں رھتے ہوئے بھارت ماتا کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرنے کی کوشش کی۔ کتاب بڑے دلچسپ ڈھلگ سے لکھی گئی ہے۔ قیمت صرف ایک روپہ بارہ آنے۔

مٹنے کا پتہ—

مئی 145، 'نیا ہند'، ملہی گنج، اہ آباد۔

गीता और کوران

لکھک—پंडित सुन्दरलाल

इस किताब के शुरू में दुनिया के सब बड़े बड़े धर्मों की एकता को दिखाया गया है और सब धर्मों की किताबों से हवाले दे दे कर मिलती जुलती बुनियादी सच्चाइयों को बयान किया गया है।

उसके बाद गीता के लिखे जाने के वक्त की इस देश की हालत, गीता के बड़प्पन और एक एक अध्याय को लेकर गीता की तालीम को बतलाया गया है।

आखिर में कुरान से पहले की अरब की हालत, कुरान के बड़प्पन और एक एक बात पर कुरान की तालीम को बयान किया गया है। इस में कुरान की पांच सौ से ऊपर आयतों का लम्बी तरजुमा दिया गया है। यह भी बताया गया है कि कुरान में जेहाद, आक्रबत, आखरत, जन्नत, जहन्नम, काफिर वगैरा किसे कहा गया है।

जो लोग सब धर्मों की एकता को समझना चाहें या हिन्दू धर्म और इसलाम दोनों की इन दो अमर पुस्तकों की सच्ची जानकारी हासिल करना चाहें उन्हें इस किताब को जरूर पढ़ना चाहिये।

पौने तीन सौ सफे की सुन्दर जिल्द बँधी किताब की क्रीमत सिर्फ ढाई रुपया।

हिन्दू मुसलिम एकता

इस में वह चार लेखर जमा कर दिये गये हैं जो पंडित जी ने कन्सीलियेटरी बोर्ड क्वालियर की हावत पर क्वालियर में दिये थे।

सौ सफे की किताब। क्रीमत सिर्फ बारह आने।

महात्मा गांधी के बलिदान से सबक्र

लेखक—पंडित सुन्दरलाल

साम्प्रदायिकता यानी फिरकापरस्ती की बीमारी पर राजकाजी, मजहबी और इतिहासी पहलू से विचार और उसका इलाज, जिसने आखिर में देश पिता महात्मा गांधी तक को हमारे बीच में न रहने दिया।

क्रीमत बारह आने।

गीता और कुरान

लिकھک—پندت سندر لال

اس کتاب کے شروع میں دنیا کے سب بڑے بڑے دھرموں کی ایکتا کو دکھایا گیا ہے اور سب دھرموں کی کتابوں سے حوالے دے دے کر ملتی جلتی بنیادی سچائیوں کو بیان کیا گیا ہے۔

اسکے بعد گیتا کے لکھ جانے کے وقت کی اس دیش کی حالت، گیتا کے بڑپن اور ایک ایک ادھیای کو لیکر گیتا کی تعلیم کو بتلایا گیا ہے۔

آخر میں قرآن سے پہلے کی عرب کی حالت، قرآن کے بڑپن اور ایک ایک بیت پر قرآن کی تعلیم کو بیان کیا گیا ہے۔ اس میں قرآن کی پانچ سو سے اوپر آیتوں کا لفظی ترجمہ دیا گیا ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ قرآن میں جہاد، عاقبت، آخرت، جنت، جہنم، کافر وغیرہ کسے کہا گیا ہے۔

جو لوگ سب دھرموں کی ایکتا کو سمجھنا چاہیں یا ہندو دھرم اور اسلام دونوں کی ان دو امر یستکون کی سچی جانکاری حاصل کرنا چاہیں انہیں اس کتاب کو ضرور پڑھنا چاہئے۔

پونے تین سو صفحے کی سندر جلد بلدی کتاب کی قیمت صرف دھائی روپہ۔

ہندو مسلم ایکتا

اس میں وہ چار لیکچر جمع کر دئے گئے ہیں جو پندت جی نے کلسیڈیٹری بورڈ کوالیار کی دعوت پر کوالیار میں دئے تھے۔

سو صفحے کی کتاب۔ قیمت صرف بارہ آئے۔

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبق

لیکھک—پندت سندر لال

سامپردایکتا یعنی فرقہ پرستی کی بیماری پر راج کچی، مٹھی اور اتھاسی پہلو سے وچار اور اسکا علاج جس نے آخر میں دیش پتا مہاتما گاندھی تک کو ہمارے بیچ میں نہ رہنے دیا۔

قیمت بارہ آئے۔

میلے کا پتہ—

ایڈیٹر 'نیا ہینڈ' 145، سڑکی گنج، اسلام آباد۔

میلے کا پتہ—

ایڈیٹر 'نیا ہینڈ' 145، مٹھی گنج، اسلام آباد۔

ہندوستانی کلچر سوسائٹی کی کتابیں

نیچے لکھی سب کتابیں ناگری اور اردو دونوں لکھاوتوں میں الگ الگ مل سکتی ہیں۔ جو کتاب ایک ہی لکھاوت میں چھپی ہے اس کا ذکر کر دیا گیا ہے۔

دس روپے سے زیادہ دام کی کتابیں خریدنے والوں اور بکسٹروں کو خاص رعایت دی جائیگی۔

ڈاک یا ریل خرچ ہر حالت میں گاہک کے ذمہ ہوگا۔

بھارت کا ودھان

پورا ہندی انوراد

جو 26 جنوری سن 1950 سے سارے بھارت میں لاگو ہوا۔

‘بھارت میں انگریزی راج’ کے لکھک پروفیسر سندرلال دواوا مول انگریزی سے انوراد۔

ہر بھارتی کا فرض ہے کہ جس ودھان کے ادھین سواندھین بھارت کا شاسن اس سے چل رہا ہے اسے اچھی طرح سمجھ لے۔

یہی آپ اپنے والد عام چلاؤ میں جس پر بھارت کا سارا بھوشہ نرہر ہے، سمجھ کر حصہ لینا چاہتے ہیں اور آزاد بھارت میں اپنے ادھیکار سمجھنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ آپ اس بک کو دھیان سے پڑھ لیں۔

آسانی کے لئے کتاب کے آخر میں ہندی سے انگریزی اور انگریزی سے ہندی ساٹھ پلے کی شہد مالا دی گئی ہے۔

بھارت کے ہر گھر میں اس بک کا رکھنا ضروری ہے۔

آسان ہامستارہ بھاشا، رایل آٹھ پیجی بڑا ساٹھ، لگ بھگ چار سو پلے، کپڑے کی سندر جلد، قیمت کچھل ساٹھ سات روپے۔

بھارت کا ودھان

پورا ہندی انوراد

جو 26 جنوری سن 1950 سے سارے بھارت میں لاگو ہوا۔

‘بھارت میں انگریزی راج’ کے لکھک پلڈت سندرلال دواوا مول انگریزی سے انوراد۔

ہر بھارتی کا فرض ہے کہ جس ودھان کے ادھین سواندھین بھارت کا شاسن اس سے چل رہا ہے اسے اچھی طرح سمجھ لے۔

یہی آپ اپنے والد عام چلاؤ میں جس پر بھارت کا سارا بھوشہ نرہر ہے، سمجھ کر حصہ لینا چاہتے ہیں اور آزاد بھارت میں اپنے ادھیکار سمجھنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ آپ اس بک کو دھیان سے پڑھ لیں۔

آسانی کے لئے کتاب کے آخر میں ہندی سے انگریزی اور انگریزی سے ہندی ساٹھ پلے کی شہد مالا دی گئی ہے۔

بھارت کے ہر گھر میں اس بک کا رکھنا ضروری ہے۔

آسان ہامستارہ بھاشا، رایل آٹھ پیجی بڑا ساٹھ، لگ بھگ چار سو پلے، کپڑے کی سندر جلد، قیمت کچھل ساٹھ سات روپے۔

میلنگ کا پتہ : —

مئینجر، ‘نیا ہند’ 145، بڑی گنج، کھارواہا۔

میلنگ کا پتہ : —

مئینجر، ‘نیا ہند’ 145، مٹھی کالج، الہ آباد۔

سमझتے ہیں۔ اس سے یہی پتا چلتا ہے کہ ہمارے
میں ابھی کتنا لوہہ باکی ہے۔ لیکن پریس والوں کو اس
سुधार سے घबरानا نہیں चाहیے क्योंकि अगर वह असल
में जो जान से अपने बुनियादी हक पर लड़ने को तैयार
रहेंगे तो कोई उनका बाल भी बांका नहीं कर सकता.

लेकिन हमें असली दुख तीसरे पैर की 'बो' दफा को
पढ़कर पहुँचा है. इस दफा का वास्ता हमारे देश के माली
मामलों और उद्योग धंदों से है. इसमें सरकार ने जो
अख्तियार अपने हाथ में ले लिये हैं उनसे तो हमें डर है
कि हमारे छोटे मोटे देहाती उद्योग धंदे जो इस वक्त लबे-
दम हालत में चल रहे हैं वह और भी चौपट हो जायेंगे.
आज जब हकूमत डंके की चोट पर विदेशी और देशी पूँजी
पतियों की पीठ सहला कर काम कर रही है तो हम यह
मानने से इनकार करते हैं कि वह इस दफा का इस्तेमाल
उनके बजाय किसी दूसरे के हक में करेगी. यहां यह बताने
की जरूरत नहीं कि किस तरह पिछले चार बरस में हमारी
आजाद सरकार ने एक के बाद एक देहाती धन्धों को पैरों
तले दबाया है. इस दफा के बन जाने पर तो हकूमत को
अपनी इस रविश को कमाल तक पहुँचाने में कोई भी
अड़चन बाकी नहीं रह जाती. अक्सोस कि हमारी सरकार
एक तरफसे तो विधान में सुधार कर प्रजा का हित महफूज
रखने की डाँग मारती है और दूसरी तरफसे उसको तबाह
और बेहाल कर देने के कदम उठाने में कोई कसर बाकी
नहीं रखती.

—सुरेश रामभाई

سمجھتے ہیں۔ اس سے یہی پتا چلتا ہے کہ ہمارے
وہاں میں ابھی کتنا لوچ باقی ہے۔ لیکن پریس
والوں کو اس سدھار سے گھبرانا نہیں چاہئے کیونکہ اگر وہ
اصل میں جی جان سے اپنے بنیادی حق پر لڑنے کو تیار
رہیں گے تو کوئی اُن کا بال بھی بانکا نہیں کر سکتا.

لیکن ہمیں اصلی دنگ تیسرے پیرے کی 'بی' دفعہ کو
پڑھکر پہنچا ہے۔ اسی دفعہ کا واسطہ ہمارے دیہی کے
مالی معاملوں اور ادیوگ دھندوں سے ہے۔ اس میں
سرکار نے جو اختیار اپنے ہاتھ میں لے لئے ہیں اُن سے تو
ہمیں ڈر ہے کہ ہمارے چھوٹے موٹے دیہاتی ادیوگ دھندے
جو اِس وقت لب دم حالت میں چل رہے ہیں وہ اور
بھی چوریت ہو جائیں گے۔ آج جب حکومت دنگ کی چوٹ
پر ودیشی اور دیہی پونجی پتوں کی پیتہ پہل کر کام
کر رہی ہے تو ہم یہ ماننے سے انکار کرتے ہیں کہ وہ اِس
دفعہ کا استعمال اُنکے بجائے کسی دوسرے کے حق میں
کرے گی۔ یہاں یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ کس طرح
پچھلے چار برس میں ہماری آزاد سرکار نے ایک کے بعد ایک
دیہاتی دھندوں کو پیروں تلے دبایا ہے۔ اِس دفعہ کے
بن جانے پر تو حکومت کو اپنی اِس روش کو کمال تک
پہنچانے میں کوئی بھی اڑچن باقی نہیں رہ جاتی۔
انسوس کہ ہماری سرکار ایک طرف سے تو دھان میں
سدھار کر پرچا کا ہت مستحفوظ رکھنے کی قہلنگ مارتی ہے
اور دوسری طرف سے اُسکو تباہ اور بے حال کر دینے کے
قدم اُٹھانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتی.

—سریش رام بھائی

गाहकों से—

हमारे गाहकों और दूसरे प्रेमियों ने देखा होगा कि
जुलाई के महीने से 'नया हिन्द' नई शकल में निकलना
शुरू हुआ है. जुलाई से हमारा नया साल भी शुरू होता
है, और ज़ियादातर गाहक इसी माह में बनते हैं. इसलिये
हमने अपने गाहक रजिस्टर को फिर से तैयार कराया है
और नए सिरे से गाहक नम्बर दिये हैं. सब भाई बहनों
से अरुण है कि अपना नया गाहक नम्बर नोट कर लें
और चिट्ठी पत्री के समय उसका हवाला दे दिया करें ताकि
कारवाई जल्दी की जा सके.

—मैनेजर, 'नया हिन्द'
145, मुद्दीगंज, इलाहाबाद.

گاہکوں سے—

ہمارے گاہکوں اور دوسرے پریمیں نے دیکھا ہوگا کہ
جولائی کے مہینے سے 'نیا ہند' نئی شکل میں نکلتا
شروع ہوا ہے۔ جولائی سے ہمارا نیا سال بھی شروع ہوتا
ہے اور زیادہ تر گاہک اِس ماہ میں بنتے ہیں۔ اِس لئے
ہم نے اپنے گاہک رجسٹر کو پھر سے تیار کرایا ہے اور نئے
سرے سے گاہک نمبر دئے ہیں۔ سب بھائی بہنوں سے
مرض ہے کہ اپنا نیا گاہک نمبر نوٹ کر لیں اور چٹھی
پتوں کے سے اُس کا حوالہ دے دیا کریں تاکہ کاروائی
جلدی کی جاسکے.

—مینیجر، 'نیا ہند'
145، متھی گنج، الہ آباد

विधान में सुधार—

पिछले जून के महीने में नई दिल्ली में हमारी पार्लिमेंट ने इन्डिया यानी भारत के विधान में (जो 26 जनवरी 1950 को लागू हुआ था) कुछ सुधार किये हैं और "विधान (पहला सुधार) ऐक्ट, 1951" के नाम से नया कानून पास किया है. यह पूरा ऐक्ट हम इस नम्बर में दे रहे हैं. इसको हम अलग से भी छपवा रहे हैं और जिन भाई बहनों के पास हमारी किताब 'भारत का विधान' हो वह एक कार्ड भेजकर "विधान (पहला सुधार) ऐक्ट, 1951" हम से मंगा सकते हैं.

सरकारी हलकों का कहना है कि डेढ़ बरस के अन्दर ही विधान में सुधार की ज़रूरत इस बजह से पड़ गई क्योंकि जनहित के जो बहुत से काम देश की या प्रदेशों की सरकारें करना चाहती थीं उनमें कानूनी तौर से रुकावटें थीं, जैसे जमींदारी-खतम-हो कानून बहुत सी जगह गस हो चुके थे मगर कई हाईकोर्टों ने विधान की रोशनी में उस कानून को बेजा ठहराया. इसी तरह से बोलने और विचार जाहिर करने की आजादी के बढ़ाने देश के खेलाफ ज़बानी और प्रेस में गन्दा प्रचार किया जाने लगा. इसी छोटी बड़ी खामियों को दुरुस्त करने के लिये यह सुधार ऐक्ट बनाया गया.

इस सुधार ऐक्ट में 14 पैरे हैं, जिनमें 3, 4 और 5 गस अहमियत रखते हैं. बाकी तो राजपंचायत, सदन की बैठकों को बुलाने, भंग करने के सिखसिले में राजपति, यासत पति या राज प्रमुख के हक, विदेशी जज के नियोन, पिछड़ी हुई जमातों की बेहतरी वगैरा से ताल्लुक रखते और जिन पर किसी को कोई एतराफ नहीं होगा. चौथे तौर पांचवें का ताल्लुक जमींदारी-खतम-हो कानून की काओं से है जिन से जनहित को कोई नुकसान नहीं होने ला है और अजि का हम स्वागत करते हैं.

सबसे ज्यादा बहस तब तीसरा पैरा है जो विधान 19 में सुधार है. इसके पहले हिस्से को हिन्दुस्तान अखबार वालों ने अपने बुनियादी अधिकार पर एक बरवस्त चोट महसूस किया और सारे प्रेस में इसकी बरवही. हकूमत की तरफ से प्रधान मंत्री पंडित जवाहर लाल नेहरू और पर मंत्री श्री राजगोपालाचारी ने इस शर को जायज और लाजमी बताया. हमें हसी इस त पर आती है कि जो अखबार वाले इस सुधार के लाफ कियाका शोर मचाते हैं और प्रेस की आजादी अलम बरदार बनते हैं वही अमली शकल में खुले तौर इसके सब से बड़े दुशमन हैं. इसका यह मतलब नहीं हम इस सुधार को मुनासिब और बेहतरी लाने वाला

उद्धान में सधार—

पिछले जून के महीने में नई दिल्ली में हमारी पार्लिमेंट ने इन्डिया यानी भारत के विधान में (जो 26 जनवरी 1950 को लागू हुआ था) कुछ सुधार किये हैं और "विधान (पहला सुधार) ऐक्ट, 1951" के नाम से नया कानून पास किया है. यह पूरा ऐक्ट हम इस नम्बर में दे रहे हैं. इसको हम अलग से भी छपवा रहे हैं और जिन भाई बहनों के पास हमारी किताब 'भारत का विधान' हो वह एक कार्ड भेजकर "विधान (पहला सुधार) ऐक्ट, 1951" हम से मंगा सकते हैं.

सरकारी हलकों का कहना है कि डेढ़ बरस के अन्दर ही उद्धान में सधार की ज़रूरत इस बजह से पड़ गई क्योंकि जनहित के जो बहुत से काम देश की या प्रदेशों की सरकारें करना चाहती थीं उनमें कानूनी तौर से रुकावटें थीं, जैसे जमींदारी-खतम-हो कानून बहुत सी जगह गस हो चुके थे मगर कई हाईकोर्टों ने उद्धान की रोशनी में उस कानून को बेजा ठहराया. इसी तरह से बोलने और विचार जाहिर करने की आजादी के बढ़ाने देश के खेलाफ ज़बानी और प्रेस में गन्दा प्रचार किया जाने लगा. इसी छोटी बड़ी खामियों को दुरुस्त करने के लिये यह सुधार ऐक्ट बनाया गया.

इस सधार ऐक्ट में 14 पैरे हैं, जिनमें 3, 4 और 5 गस अहमियत रखते हैं. बाकी तो राजपंचायत, सदन की बैठकों को बुलाने, भंग करने के सिखसिले में राजपति, यासत पति या राज प्रमुख के हक, विदेशी जज के नियोन, पिछड़ी हुई जमातों की बेहतरी वगैरा से ताल्लुक रखते और जिन पर किसी को कोई एतराफ नहीं होगा. चौथे तौर पांचवें का ताल्लुक जमींदारी-खतम-हो कानून की काओं से है जिन से जनहित को कोई नुकसान नहीं होने ला है और अजि का हम स्वागत करते हैं.

सबसे ज्यादा बहस तब तीसरा पैरा है जो विधान 19 में सुधार है. इसके पहले हिस्से को हिन्दुस्तान अखबार वालों ने अपने बुनियादी अधिकार पर एक बरवस्त चोट महसूस किया और सारे प्रेस में इसकी बरवही. हकूमत की तरफ से प्रधान मंत्री पंडित जवाहर लाल नेहरू और पर मंत्री श्री राजगोपालाचारी ने इस शर को जायज और लाजमी बताया. हमें हसी इस त पर आती है कि जो अखबार वाले इस सुधार के लाफ कियाका शोर मचाते हैं और प्रेस की आजादी अलम बरदार बनते हैं वही अमली शकल में खुले तौर इसके सब से बड़े दुशमन हैं. इसका यह मतलब नहीं हम इस सुधार को मुनासिब और बेहतरी लाने वाला

जुलाई के आखिरी हफ्ते में दिल्ली में इस कमीशन के सलाहकार बोर्ड की बैठक हुई थी। उसमें नायब सदर ने बड़ी एहतियात से समझाया कि यह प्लानिंग असल में कोई प्लानिंग ही नहीं है। और बताया कि इस रिपोर्ट में आज की मौजूदा हालात में कुछ अच्छे नतीजे निकालने के खयाल से कौच से तौर तरीके इस्तेमाल किये जायें इसको सिर्फ मलक ही गई है। कमीशन ने समाज में क्रांति पैदा करने की ईंग नहीं मारी है और न ऐसी कोई जीवन मान बदलने की कोशिश की है जिसके कारन आज के समाज के, कम से कम ऊँचे दर्जे के लोगों को अपना आराम का जीवन छोड़ना पड़े।

इस रिपोर्ट पर सरसरी निगाह दौड़ाने से ही यह पता चल जायगा कि हमारा दावा सही है। यह सचमुच कोई प्लानिंग ही नहीं है। इस मोटी किताब में बहुत सी इसी दुष्की आवाद योजनाएँ हैं। उनका एक दूसरे से कोई सम्बन्ध नहीं दिखाई देता। इनमें से कुछ में साम्राजवादी बू आती है, कुछ में समाजवाद की, कुछ में गांधीवादी होने का स्वांग है और कुछ तो क्रूर क्रूर समाजवादियों जैसी ही हैं। बिचार और मकसद का ताल मेल कहीं नजर नहीं आता। ऐसा साफ दिखाई देता है कि हर एक योजना में खास खास हितों के दबाव में आकर उनके फायदों को चक्का नहीं लगाया गया है। यह रिपोर्ट क्या बल्कि जुदा जुदा हितों के अपना वस्तु सीधा करने की की गई कोशिशों का हेरतनाक तमाशा है और कमीशन के मेम्बर अलग अलग मुकामों पर की गई इन कोशिशों के दबाव में आप हुए मालूम होते हैं।

राष्ट्र के सामने जो प्लानिंग रखा जाता है वह उसे एक मकसद की तरफ ले जाने वाला होना चाहिये, फिर वह मकसद चाहे माटीवादी हो, चाहे नैतिक, चाहे समाजी वा रहानी। ऐसा जब तक नहीं होता तब तक लोग उसको जोश से नहीं मंजूर कर सकते। और लोगों का उसका जोश से स्वागत किये बिना वह प्लानिंग असल में भी नहीं आ सकता। इसलिये जीवन का मकसद क्या हो इसका इस रिपोर्ट में कोई बिकर न होने की कमी को अगर जल्दी ही पूरा न किया गया तो इसके तैयार करने की सारी मेहनत बेकार जायगी।

हमें बताया गया है कि इस 'प्लानिंग' रिपोर्ट को पक्का करने के पहले पार्लियामेंट में गौर करने के लिये पेश किया जायगा। हमें आशा है कि यह मकसद की कमी वहाँ दूर कर दी जायगी और उसका स्वरूप ऐसा कर दिया जायगा कि वह एक मुनासिब और जोशीली वा जानदार चीज बन जायगी। आज का उसका स्वरूप बेकार सा ही है।

(‘ग्राम उद्योग पत्रिका’ से)

— जे. सी. कुमारप्पा

जहाँ के अखबारों में दली में इस कमीशन के सलाहकार बोर्ड की बैठक हुई थी। उसमें नायब सदर ने बड़ी एहतियात से समझाया कि यह प्लानिंग असल में कोई प्लानिंग ही नहीं है। और बताया कि इस रिपोर्ट में आज की मौजूदा हालात में कुछ अच्छे नतीजे निकालने के खयाल से कौच से तौर तरीके इस्तेमाल किये जायें इसको सिर्फ मलक ही गई है। कमीशन ने समाज में क्रांति पैदा करने की ईंग नहीं मारी है और न ऐसी कोई जीवन मान बदलने की कोशिश की है जिसके कारन आज के समाज के, कम से कम ऊँचे दर्जे के लोगों को अपना आराम का जीवन छोड़ना पड़े।

इस रिपोर्ट पर सरसरी निगाह दौड़ाने से ही यह पता चल जायगा कि हमारा दावा सही है। यह सचमुच कोई प्लानिंग ही नहीं है। इस मोटी किताब में बहुत सी इसी दुष्की आवाद योजनाएँ हैं। उनका एक दूसरे से कोई सम्बन्ध नहीं दिखाई देता। इनमें से कुछ में साम्राजवादी बू आती है, कुछ में समाजवाद की, कुछ में गांधीवादी होने का स्वांग है और कुछ तो क्रूर क्रूर समाजवादियों जैसी ही हैं। बिचार और मकसद का ताल मेल कहीं नजर नहीं आता। ऐसा साफ दिखाई देता है कि हर एक योजना में खास खास हितों के दबाव में आकर उनके फायदों को चक्का नहीं लगाया गया है। यह रिपोर्ट क्या बल्कि जुदा जुदा हितों के अपना वस्तु सीधा करने की की गई कोशिशों का हेरतनाक तमाशा है और कमीशन के मेम्बर अलग अलग मुकामों पर की गई इन कोशिशों के दबाव में आप हुए मालूम होते हैं।

राष्ट्र के सामने जो प्लानिंग रखा जाता है वह उसे एक मकसद की तरफ ले जाने वाला होना चाहिये, फिर वह मकसद चाहे माटीवादी हो, चाहे नैतिक, चाहे समाजी वा रहानी। ऐसा जब तक नहीं होता तब तक लोग उसको जोश से नहीं मंजूर कर सकते। और लोगों का उसका जोश से स्वागत किये बिना वह प्लानिंग असल में भी नहीं आ सकता। इसलिये जीवन का मकसद क्या हो इसका इस रिपोर्ट में कोई बिकर न होने की कमी को अगर जल्दी ही पूरा न किया गया तो इसके तैयार करने की सारी मेहनत बेकार जायगी।

हमें बताया गया है कि इस 'प्लानिंग' रिपोर्ट को पक्का करने के पहले पार्लियामेंट में गौर करने के लिये पेश किया जायगा। हमें आशा है कि यह मकसद की कमी वहाँ दूर कर दी जायगी और उसका स्वरूप ऐसा कर दिया जायगा कि वह एक मुनासिब और जोशीली वा जानदार चीज बन जायगी। आज का उसका स्वरूप बेकार सा ही है।

— जे. सी. कुमारप्पा

(‘ग्राम उद्योग पत्रिका’ से)

राय बांगी, बूँकि कनने के किसी ने कोई जबाब नहीं दिया, इसलिये मुझे वही मानना चाहिये कि इस बहन की शिकायत सही है.

प्रयाग महिला विद्यापीठ एक पुरानी संस्था है और मैं समझता हूँ कि इसके चलाने में उत्तर प्रदेश के कुछ कास नेताओं और साहित्य अद्वय वालों का भी हाथ है. उसकी आचार्या हिन्दी की मशहूर कवयित्री हैं. मैं आशा करता हूँ कि परीक्षा लेने वाले के बे इज्जती के अमल से बहन मुखतार बेगम सिद्दीकी के मन को जो धक्का लगा होगा, उसकी ठीक कल्पना वह करती होंगी.

यह बहन जिस विद्यालय से परीक्षा के लिये आई, उसके क्रायम करने वालों ने अपनी संस्था के नाम के साथ पूज्य कस्तूर बा का नाम जोड़ा है. मालूम नहीं, अपने एक विद्यार्थी के साथ किये गए इस बुरे तर्जें अमल पर उन्होंने क्या किया है. अगर वह इस बे इज्जती को चुपचाप सहते हैं, तो बेहतर होगा कि वह कस्तूरबा का नाम अपनी संस्था के नाम से हटा दें. जब तक उनके विद्यार्थी की इस बे इज्जती की सही भर पाई नहीं होती, और व्योहार की बराबरी और परीक्षा में इन्साफ किये जाने का इतमिनान नहीं मिलता, तब तक उन्हें अपने विद्यार्थियों को इस महिला विद्यापीठ की परीक्षाओं के लिये नहीं भेजना चाहिये.

घटना मामूली दिख सकती है. ऐसा महसूस हो सकता है कि एक लावक लेकिन कुछ पुराने खयाल वाले इस्तहान लेने वाले से एक मामूली छोटी लड़की की कुछ बे इज्जती हुई है, इसमें उसकी इतनी ज्यादा चरचा करने की क्या जरूरत है? लेकिन इन घटनाओं को छोटा मानने के खयाल में ही जोखम भरा है. यह मामूली सी दिखने वाली बदतमीजी एक खौफनाक रोग की शुरुआत हो सकती है.

यह घटना उत्तर प्रदेश की राजधानी में हुई है. इससे उसे और भी ज्यादा बढ़ाई मिल जाती है. इस से लोगों में चालू इस धारना को बल मिलता है कि उत्तर प्रदेश के नेता और वहां की हकूमत पिछ घसीटू फिरका बन्दी की तरफ झुक रहे हैं. इन्हीं छोटी घटनाओं से बाद में धर्म की जगहों को खराब करने, उन पर जबरदस्ती अपना कब्जा कर लेने और फिरकेवाराना देंगे वगैरा के राजधानों की शुरुआत होती है.

—किशोरलाल मशरुवाला

योजना या खिलवाड़—

नई दिल्ली की सरकार की तरफ से बनाए गए प्लानिंग कमिशन ने एक पंच साला योजना का ढाँचा पेश किया है. उस पर लोकमत आवाजमावा जाकर पक्षी रिपोर्ट तैयार की जायगी.

राले मानगी. چونکہ ان میں سے کسی نے کوئی جواب نہیں دیا، اس لئے مجھے یہی ماننا چاہئے کہ اس میں کی شکایت صحیح ہے.

پریاگ مہیلا ودیا پتھ ایک پرانی سندھیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کے چلانے میں اتر پردیش کے کچھ خاص نیتاؤں اور سادھو ادب والوں کا بھی ہاتھ ہے. اُسکی آچاریا ہندی کی مشہور کریتی ہیں. میں آشا کرتا ہوں کہ پریکشا لہنے والے کے بے عزتی کے عمل سے بہن مختار بیگم صدیقی کے من کو جو دھکا لگا ہوگا، اُس کی تھپک کاپلدا وہ کرتی ہونگی.

یہ بہن جس ودیالے سے پریکشا کے لئے آئیں، اُسکے قائم کرنے والوں نے اپنی سندھیا کے نام کے ساتھ پوجیہ کستوریا کا نام جوڑا ہے. معلوم نہیں، اپنے ایک ویدیارتھی کے ساتھ کئے کئے اس برے طرز عمل پر انہوں نے کہا کیا ہے. اگر وہ اس بے عزتی کو چپ چاپ سہتے ہیں، تو بہتر ہوگا، کہ وہ کستوریا کا نام اپنی سندھیا کے نام سے ہٹادیں. جب تک اُن کے ویدیارتھی کی اس بے عزتی کی صحیح بہر پائی نہیں ہوتی، اور بدوہار کی برابری اور پریکشا میں انصاف کئے جانے کا اطمینان نہیں ملتا، تب تک انہیں اپنے ویدیارتھیوں کو اس مہیلا ودیا پتھ کی پریکشاؤں کے لئے نہیں بھیجنا چاہئے.

گھٹنا معمولی دکھ سکتی ہے. ایسا محسوس ہو سکتا ہے کہ ایک لائق لیکن کچھ پرانے خیال والے امتحان لہنے والے سے ایک معمولی چھوٹی لڑکی کی کچھ بے عزتی ہوئی ہے، اس میں اُسکی اتنی زیادہ چرچا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ لیکن ان گھٹناؤں کو چھوٹا ماننے کے خیال میں ہی جو کچھ بہرا ہے. یہ معمولی سی دکھنے والی بدتمیزی ایک خوفناک روگ کی شروعات ہو سکتی ہے.

یہ گھٹنا اتر پردیش کی راج دھانی میں ہوئی ہے. اس سے اسے اور بھی زیادہ بڑائی مل جاتی ہے. اس سے لوگوں میں چالو اس دھارنا کو بل ملتا ہے کہ اتر پردیش کے نیتا اور وہاں کی حکومت پچھ کھسہوتو فرقہ بندی کی طرف جھک رہے ہوں. انہیں چھوٹی گھٹناؤں سے بعد میں دھرم کی جگہوں کو خراب کرنے، ان پر زبردستی اپنا قبضہ کر لینے اور فرقہ وارانہ دنگے وغیرہ کے رجحانوں کی شروعات ہوتی ہے.

— کشور لال مشروالا

یوجنا یا کھلاواڑ—

نئی دلی کی سرکار کی طرف سے بلانے کئے پلاننگ کمیشن نے ایک پانچ سالہ یوجنا کا ڈھانچہ پیش کیا ہے. اس پر لوگ صت آزمایا جا کر یکی رپورٹ تیار کی جائیگی.

‘میرا بھائی دھرم بابا کوٹھارہ میں پڑھا تھا، لیکن مجھے یہ دیکھ کر بڑا دکھ ہوا کہ پریکشا لینے والے نے میری بھائی بیوی کا سواہر ہی نہیں لیا، بلکہ ڈیپل کے نیچے اپنے پاؤں کے پاس رکھ دیا اور ڈیپل کو دے دیا۔ کارن یہ تھا کہ میں مسلمان ہوں۔’

‘جب میں دوسری ہندو لڑکیوں کے ساتھ رسوئی پکا رہی تھی، تب ایک آدمی نے میرا نام پوچھا، اور اُس کے بعد مجھے ہندو پریکشا دینے والوں سے دور رسوئی پکانے کے لئے کہا۔ اس بے عزتی کے بھوہار سے مجھے ہوا دکھ ہوا ہے۔’

—مختار بہکم صدیقی

‘باہر ہے کہ پریکشا لینے والے نے دوسرے اور تیسرے رے میں جینکا جیکر دیا ہے، ऐसी दो गलतियां कीं. इस र स्वाल हो सकता है कि उसने इस परीक्षा देने वाली के काम की काबलियत की जांच कैसे की? इस मजमून में सकी काबलियत का अन्दाजा किस आधार पर किया? रीक्षा देने वालियों के कुत्र नम्बरों पर और तमाम नतीजे र परीक्षा देने वाली की इस भूल का क्या नतीजा हुआ गा, यह भी कौन कह सकता है?’

‘سب سے ज्याدا چوٹ امتحان لینے والی کے من کے س شکا کا خیال کر کے لگتی ہے، जिसकी वजह से स निर्दोश परीक्षा देने वाली की ऐसी बेइज्जती हुई. यह क नौबतान लڑکی की जबर دست बेइज्जती थी. شاید اپنے بنگ کا यह किस्सा अकेला नहीं होगा. हिन्दुओं के भी ब्योहार के कारण अलग अलग धर्म और जातियों लिये अलग अलग संस्थाओं की मांग, बनावट और होती हुई है. आखिर में इसका नतीजा यह होता है कि नम के अलग अलग गिरोह हो जाते हैं, और फिर देश टुकड़े होते हैं या राज के टुकड़े होकर छोटे छोटे राज के होते हैं. कहने की जरूरत नहीं कि यही वह बीज था उसने दो-कौम-वाद को जन्म दिया, और जिससे आखिर हिन्दुस्तान के टुकड़े हो गए. वह बीज कितना ही गहरा भी न हो, अगर हमने उसे जड़ से नहीं उखाड़ दिया, तो कुत्तर राज बनाने का हमारा खयाल हवाई महल ही बिल होगा. अगर हिन्दुस्तान की जनता को एक होकर सजबूत कौम बनना है, तो इस किसिम के फरक या ल भेद को मिटा देना चाहिये.’

‘श्री सुरेश रामभाई ने वह जोड मेरे पास कुछ हफ्ते खे भेजा था. उसे आपने से पहले मैंने इन शिकायतों ल खर्चाई की खोज कर लेना ठीक समझा, और इस थाल से प्रयाग महिला विद्यापीठ, इलाहाबाद और खुरबा बालिका विद्यालय, लखनऊ के खास अधिकारियों ल खल कर इस घटना पर खकी जानकारी और

‘ظاہر ہے کہ پریکشا لینے والے نے دوسرے اور تیسرے رے میں جن کا ذکر ہوا ہے، ایسی دو غلطیاں کیں۔ اس پر سوال ہو سکتا ہے کہ اُس نے اس پریکشا دینے والی کے کام کی قابلیت کی جانچ کیسے کی؟ اس مقدموں میں اُسکی قابلیت کا اندازہ کس آدھار پر کیا؟ پریکشا دینے والیوں کے ال نمبروں پر اور تمام نتیجے پر پریکشا لینے والی کی اس بھول کا کیا نتیجہ ہوا ہوگا یہ بھی کارن کہہ سکتا ہے؟’

‘سب سے زیادہ چوٹ امتحان لینے والی کے من کے اس چہکار کا خیال کر کے لگتی ہے، جسکی وجہ سے اس نردھس پریکشا دینے والی کی بے عزتی ہوئی۔ یہ ایک نوجوان لڑکی کی زبردست بے عزتی تھی۔ شاید اپنے ذہنک کا یہ قصہ اٹھ نہیں ہوگا۔ ہندوؤں کے اسی بھوہار کے کارن الگ الگ دھرم اور جاتوں کے لئے الگ الگ سہستھاؤں کی مانگ، بناوٹ اور بڑھوتی ہوئی ہے۔ آخر میں اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جلتا کے الگ الگ گروہ ہو جاتے ہوں، اور پھر دیس کے ٹکڑے ہوتے ہیں یا راج کے ٹکڑے ہوکر چھوٹے چھوٹے راج کہڑے ہوتے ہیں۔ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہی وہ بیج تھا جس نے دو قوم واد کو جلم دیا، اور جس سے آخر میں ہندوستان کے ٹکڑے ہو گئے۔ یہ بیج کتنا ہی کھرا کیوں نہ ہو، اگر ہم نے اُسے جڑ سے نہیں اکھاڑ دیا، تو سیکولر راج بنانے کا ہمارا خیال ہوائی متصل ہی ثابت ہوگا۔ اگر ہندوستان کی جلتا کو ایک ہوکر ایک مضبوط قوم بننا ہے، تو اس قسم کے فوق یا جات بھد کو مٹا دینا چاہئے۔’

—مختار بہکم صدیقی

‘سب سے زیادہ چوٹ امتحان لینے والی کے من کے اس چہکار کا خیال کر کے لگتی ہے، جسکی وجہ سے اس نردھس پریکشا دینے والی کی بے عزتی ہوئی۔ یہ ایک نوجوان لڑکی کی زبردست بے عزتی تھی۔ شاید اپنے ذہنک کا یہ قصہ اٹھ نہیں ہوگا۔ ہندوؤں کے اسی بھوہار کے کارن الگ الگ دھرم اور جاتوں کے لئے الگ الگ سہستھاؤں کی مانگ، بناوٹ اور بڑھوتی ہوئی ہے۔ آخر میں اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جلتا کے الگ الگ گروہ ہو جاتے ہوں، اور پھر دیس کے ٹکڑے ہوتے ہیں یا راج کے ٹکڑے ہوکر چھوٹے چھوٹے راج کہڑے ہوتے ہیں۔ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہی وہ بیج تھا جس نے دو قوم واد کو جلم دیا، اور جس سے آخر میں ہندوستان کے ٹکڑے ہو گئے۔ یہ بیج کتنا ہی کھرا کیوں نہ ہو، اگر ہم نے اُسے جڑ سے نہیں اکھاڑ دیا، تو سیکولر راج بنانے کا ہمارا خیال ہوائی متصل ہی ثابت ہوگا۔ اگر ہندوستان کی جلتا کو ایک ہوکر ایک مضبوط قوم بننا ہے، تو اس قسم کے فوق یا جات بھد کو مٹا دینا چاہئے۔’

‘سب سے زیادہ چوٹ امتحان لینے والی کے من کے اس چہکار کا خیال کر کے لگتی ہے، جسکی وجہ سے اس نردھس پریکشا دینے والی کی بے عزتی ہوئی۔ یہ ایک نوجوان لڑکی کی زبردست بے عزتی تھی۔ شاید اپنے ذہنک کا یہ قصہ اٹھ نہیں ہوگا۔ ہندوؤں کے اسی بھوہار کے کارن الگ الگ دھرم اور جاتوں کے لئے الگ الگ سہستھاؤں کی مانگ، بناوٹ اور بڑھوتی ہوئی ہے۔ آخر میں اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جلتا کے الگ الگ گروہ ہو جاتے ہوں، اور پھر دیس کے ٹکڑے ہوتے ہیں یا راج کے ٹکڑے ہوکر چھوٹے چھوٹے راج کہڑے ہوتے ہیں۔ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہی وہ بیج تھا جس نے دو قوم واد کو جلم دیا، اور جس سے آخر میں ہندوستان کے ٹکڑے ہو گئے۔ یہ بیج کتنا ہی کھرا کیوں نہ ہو، اگر ہم نے اُسے جڑ سے نہیں اکھاڑ دیا، تو سیکولر راج بنانے کا ہمارا خیال ہوائی متصل ہی ثابت ہوگا۔ اگر ہندوستان کی جلتا کو ایک ہوکر ایک مضبوط قوم بننا ہے، تو اس قسم کے فوق یا جات بھد کو مٹا دینا چاہئے۔’

‘سب سے زیادہ چوٹ امتحان لینے والی کے من کے اس چہکار کا خیال کر کے لگتی ہے، جسکی وجہ سے اس نردھس پریکشا دینے والی کی بے عزتی ہوئی۔ یہ ایک نوجوان لڑکی کی زبردست بے عزتی تھی۔ شاید اپنے ذہنک کا یہ قصہ اٹھ نہیں ہوگا۔ ہندوؤں کے اسی بھوہار کے کارن الگ الگ دھرم اور جاتوں کے لئے الگ الگ سہستھاؤں کی مانگ، بناوٹ اور بڑھوتی ہوئی ہے۔ آخر میں اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جلتا کے الگ الگ گروہ ہو جاتے ہوں، اور پھر دیس کے ٹکڑے ہوتے ہیں یا راج کے ٹکڑے ہوکر چھوٹے چھوٹے راج کہڑے ہوتے ہیں۔ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہی وہ بیج تھا جس نے دو قوم واد کو جلم دیا، اور جس سے آخر میں ہندوستان کے ٹکڑے ہو گئے۔ یہ بیج کتنا ہی کھرا کیوں نہ ہو، اگر ہم نے اُسے جڑ سے نہیں اکھاڑ دیا، تو سیکولر راج بنانے کا ہمارا خیال ہوائی متصل ہی ثابت ہوگا۔ اگر ہندوستان کی جلتا کو ایک ہوکر ایک مضبوط قوم بننا ہے، تو اس قسم کے فوق یا جات بھد کو مٹا دینا چاہئے۔’

اس کامیابی کے بعد تھراو پاس رہے جن میں دو کو
تھراو میں اپنے پاؤں کا بھاری لٹکانا پڑا ہے۔ ان میں
سے ایک نے یہ کہا تھا کہ مینڈر، مینڈر یا دوسری
धार्मिक जगहों के बारे में हम कोई मलावा या छीना मपटी
आपस में नहीं करें और 14 अगस्त 1947 को जो हालत
थी वही बदस्तूर कायम रखी जाय। दूसरे ठहराव में एक
क्रौमी एकता मंडल कायम करने की तजवीज की गई थी
जो किसी राजकाजी दल या गिरोह में न हो कर आपसी
मेल भाई बंधे को बढ़ाने की कोशिश करेगा।

कहने की जरूरत नहीं कि दोनों ही ठहराव एक दम
जरूरी और मुनासिब हैं। धार्मिक जगहों के मामले में तो
सरकार को भी चाहिये कि 14 अगस्त 1947 वाली पोषीशन
को बनाए रखे और उसमें कोई आँच न आने दे। इसी में
हमारा सबका भला है।

क्रौमी एकता मंडल की कामयाबी बहुत कुछ उसके
कारकुनों के काम पर मुनहसिर है। हमें यकीन है कि
ब्रह्मचारी जी ऐसे साथियों के साथ काम करेंगे जिनके
दामन साफ होंगे और जो अपने असर से लोगों का दिल
हर लेंगे।

आखिर में हम फिर यही कहेंगे कि क्रौमी एकता की
जरूरत जितनी आज है उतनी कभी नहीं थी। अपने निजी
जीवन में हम में से हर एक को इस एकता का अलमबरदार
बन जाना है। इस वज्रत स्वामी रामतीर्थ का कहा एक शेर
हमें बाद आ रहा है—

चीस्त हिन्दू या मुसलमान
दो कुजा एक कुशागर,
गरबे कुजा दो शुमार आयद
व लेकिन गिल यकेस्त!

—सुरेश रामभाई

यू. पी. सरकार के लिये—

“नीचे वाला छत लखनऊ के मशहूर रोजाना अखबार ‘नیشنल
‘नेशनल हेराल्ड’ के 11 मई 1951 के नम्बर में छपा था :

‘मैं कस्तूरबा बालिका विद्यालय लखनऊ से प्रयाग
महिला विद्यापीठ, इलाहाबाद की प्रवेशिका परीक्षा में बैठी
थी। परीक्षा केन्द्र महिला विद्यालय कालिज में रखा
गया था।

‘हमारी रसोई की परीक्षा 3 मई को हुई। उस दिन मैंने
करीब दस रुपये खर्च करके सूचना के मुताबिक रसोई
तैयार की। परीक्षा की राह देखती बैठी रही, क्योंकि मेरा
अस सातवाँ था। लेकिन परीक्षा लेने वाले ने मुझे 20-25
लड़कियों के साथ बुलाया।

‘मैं सैलून में कूँ तैयार हो रही थी तब
एक तरफ हम आठ पंक्तियों का देहान को बिल्कुल चाहते
थे। उन में से एक में यह कहा था ‘के मल्लर’
सुन्दर या दूसरी देहामक जगहों के बारे में हम
को जेकरा या जेहना जेहनी आस में नहीं करों और
14 अगस्त 1947 को जो हालत थी वही बदस्तूर قائम
रही जाय। दूसरे ठहराव में एक क्रौमी एकता मंडल
लाने के लिये तजवीज की गئی थी जो किसी राज काजी
दल या गिरोह में न हो कर आपसी मेल भाई बंधे को
बढ़ाने की कोशिश करेगा।

‘कहने की जरूरत नहीं कि दोनों ही ठहराव एक दम
जरूरी और मुनासिब हैं। धार्मिक जगहों के मामले में तो
सरकार को भी चाहिये कि 14 अगस्त 1947 वाली पोषीशन
को बनाए रखे और उसमें कोई आँच न आने दे। इसी में
हमारा सबका भला है।

‘क्रौमी एकता मंडल की कामयाबी बहुत कुछ उसके
कारकुनों के काम पर मुनहसिर है। हमें यकीन है कि
ब्रह्मचारी जी ऐसे साथियों के साथ काम करेंगे जिनके
दामन साफ होंगे और जो अपने असर से लोगों का दिल
हर लेंगे।

‘आखिर में हम फिर यही कहेंगे कि क्रौमी एकता की
जरूरत जितनी आज है उतनी कभी नहीं थी। अपने निजी
जीवन में हम में से हर एक को इस एकता का अलमबरदार
बन जाना है। इस वज्रत स्वामी रामतीर्थ का कहा एक शेर
हमें बाद आ रहा है—

ज्योत हलदो या मुसलमान
दो कुजा एक कुशागर,
गरबे कुजा दो शुमार आयद
व लेकिन गिल यकेस्त!

—सुरेश रामभाई

यू. पी. सरकार के लिये—

“नीचे वाला छत लखनऊ के मशहूर रोजाना अखबार ‘नیشنल
‘नेशनल हेराल्ड’ के 11 मई 1951 के नम्बर में छपा था :
‘मैं कस्तूरबा बालिका विद्यालय लखनऊ से प्रयाग
महिला विद्यापीठ, इलाहाबाद की प्रवेशिका परीक्षा में बैठी
थी। परीक्षा केन्द्र महिला विद्यालय कालिज में रखा
गया था।

‘हमारी रसोई की परीक्षा 3 मई को हुई। उस दिन मैंने
करीब दस रुपये खर्च करके सूचना के मुताबिक रसोई
तैयार की। परीक्षा की राह देखती बैठी रही, क्योंकि मेरा
अस सातवाँ था। लेकिन परीक्षा लेने वाले ने मुझे 20-25
लड़कियों के साथ बुलाया।

ہر شخص کے لیے بہت سے کاموں کے لیے کام کرنے والے ہیں۔

ایک مہانما گاندھی کا بتایا راستہ اور دوسرا روس اور
لال چین کا راستہ۔ ان دونوں راستوں میں کچھ بلوائی
میل کی باتیں بھی ہوں اور کچھ بلوائی فرق کی بھی۔
اس بارے میں ہم اپنے وچار پھر کسی نمبر میں شاعر
کریں گے۔ اور کوئی بھیج کا راستہ ہمیں کسی کام کی جگہ
نہیں پہنچا سکتا۔ ان دوسرے راستوں میں سے کسی
پر چل کر بھی دیس کی مصیبتیں بڑھ سکتی ہیں
گہمت نہیں سکتیں۔ معلوم ہوتا ہے دیس کو اپنا تھپک
راستہ دیکھ سکے اور اُس پر چل سکے سے پہلے ابھی
کچھ اور کبھی آزمائشوں میں سے نکلنا باقی ہے۔

25 . 7 . '51

قومی ایکٹا کانفرنس اور منڈل

ہندستان کے آزاد ہو جانے اور اُسکے دوستوں میں
بت جانے کے بعد قومی ایکتا یا ہندو مسلم مول کی
بات کرنا پرانی اکھڑ کے فقیر چھوٹے بلدا معلوم ہوتا ہے ۔
اکثر بھائی بہن یہ سمجھتے ہیں کہ ہندستان ہندوؤں
کا دیس ہے جسے وہ اپنے دھرم، کلچر اور سبھوتا کے مطابق
بڈائیگی، اور مسلمان کا گھر تو پاکستان میں ہے ۔ لیکن
ذرا بھی سوچنے پر صاف ہو جاتا ہے کہ یہ خیال بہت
ہی بے بنیاد ہے اور ہم سب کو چوپٹ کر دینے والا ہے ۔
سچ تو یہ ہے کہ ہندو مسلم مول کی، قومی ایکتا کی
جتنی ضرورت آج ہے اتنی کبھی نہیں تھی ۔ جتنی
دیر اس دیس کے کل رہنے والوں کو ہندو، مسلمان،
سکہ، پارسی، عیسائی وغیرہ گھاتہ کی انگلیوں کی طرح
لیکھ ہونے میں لگتی آئی ہے دیر اُن کو ایک شاندار
قوم بن کر اپنا امر سلطنت دینا تک پہنچانے میں
لگتی ۔ خوشی کی بات ہے کہ ہمارے پردھان منتریں
پلندت جواہر لال نہرو کا اس چھڑ میں پورا یقین ہے اور اس
طرف قدم بڑھانے میں ذاتی طور پر اُنہوں نے کوئی
کوشش اُٹھا بھی نہیں رکھی ہے ۔ لیکن اس چھڑ
میں ہمیں متحد حکومت کے بہروپے نہیں دھنا ہے ۔
اس میں تو ہر آدمی تھوڑا بہت کچھ نہ کچھ کرے
ملک کے ایک اگلی بلنے میں ۔ زبردست مدد پہنچنا
سکتا ہے ۔ اس لئے 24-25 اپریل کو لکھنؤ میں جو
قومی ایکتا کانفرنس ہوئی اُسکا ہم بہت خوشی سے
سوائت کرتے ہیں ۔ اس کانفرنس کے صدر پلندت سندر لال
جی تھ لور اُسکے کرتا دھرتا غریب اُسے برہمنچاری تھ
جو لکھنؤ کی مسجد کے معاملے سے اپنے چھڑے اور غریب
بھوے دل کے لئے مشہور ہیں ۔

جاپان کو امریکا کے ہاتھ سے نیکالنے سے भारत کی سوشلسٹ سرکار کو کوئی واسطہ نہ ہوگا۔ ہمارے یہاں کی سوشلسٹ پارٹی انڈونیشیا سے لے کر مصر تک کے دیہاتوں سے لگے ہندوں کو رونا چاہتی ہے۔ یہ اچھی بات ہے۔ پر اس کے اعلان سے ظاہر ہے کہ لال چوہن اور لال دوس سے اسے خاصی نفرت ہے۔ اعلان میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ دنیا کی پیچھڑی ہوئی قوموں کو اُپر اُٹھانے کے لئے اور دنیا سے بھوک اور لڑائی مٹانے کے لئے یو۔ این۔ او۔ جو کوششیں کر رہی ہے ان کے ساتھ پورا پورا سہارہ دیا جائے گا۔ ظاہر ہے ہمارے یہاں کی سوشلسٹ پارٹی کو کھول کھول کر کمپوننتوں سے الٹا ہی نہیں انہیں امریکہ سے خاص لگاؤ بھی ہے۔

سर्वोदय योजना

پچھلے سال महात्मा गांधी کے असूलों के मानने वाले कुछ भाइयों ने 'सर्वोदय योजना' नाम से एक योजना निकाली थी जिसमें देश के जीवन के सब पहलुओं को मिगाह में रखते हुए देशवासियों को यह बताया गया था कि जनता के दुखों को दूर करने और देश को आगे बढ़ाने में हमें क्या क्या करना चाहिये। हमें अफसोस है कि उस योजना की तरफ देश के लोगों का ध्यान बहुत कम गया है। उस योजना के तैयार करने वाले चुनाव के लिये कोई पार्टी बनाकर देश के सामने नहीं आ रहे हैं। इसलिये चुनाव की इस गरमा गरमी में उनकी आवाज़ नकारखाने में तृती की आवाज़ ही हो सकती है। फिर भी हम 'नया हिन्द' के किसी अंगले अंक उस योजना की कुछ मोटी मोटी बातें देने की कोशिश करेंगे। सوشलिस्ट पार्टी के एलान में सर्वोदय योजना के बहुत से शब्द और फ़िररे शामिल कर लिये गए हैं। उससे यह असर पैदा हो सकता है कि सوشलिस्ट पार्टी के बिचार महात्मा गांधी के असूलों से मिलते जुलते हैं। पर ध्यान से पढ़ने पर भी हमें सوشलिस्ट एलान और महात्मा गांधी के बिचारों में कोई खास बात मिलती जुलती दिखाई नहीं देती।

दो ही रास्ते हैं

चुनाव जीतने के लिये अभी तक जितने एलान निकाले गए हैं हमें इनमें से किसी के जरिये भी देश का कोई खास भला दिखाई नहीं देता। काँग्रेस की फूट और उसके साथ उसका नाकारापन भी हमें बढ़ता ही दिखाई दे रहा है, घटता हुआ नहीं। बंगलौर के जलसे में दोनों दलों की फिर से मिलाने के लिये जो ठहराव पास किया गया है वह मिलाने की तरफ जाता हुआ दिखाई नहीं देता। उसका क़ुरती नवीजा-फूट का बढ़ना ही हो सकता था और हुआ

जापान को امریکہ کے ہاتھ سے نیکالنے سے भारत کی سوشلسٹ سرکار کو کوئی واسطہ نہ ہوگا۔ ہمارے یہاں کی سوشلسٹ پارٹی انڈونیشیا سے لے کر مصر تک کے دیہاتوں سے لگے ہندوں کو رونا چاہتی ہے۔ یہ اچھی بات ہے۔ پر اس کے اعلان سے ظاہر ہے کہ لال چوہن اور لال دوس سے اسے خاصی نفرت ہے۔ اعلان میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ دنیا کی پیچھڑی ہوئی قوموں کو اُپر اُٹھانے کے لئے اور دنیا سے بھوک اور لڑائی مٹانے کے لئے یو۔ این۔ او۔ جو کوششیں کر رہی ہے ان کے ساتھ پورا پورا سہارہ دیا جائے گا۔ ظاہر ہے ہمارے یہاں کی سوشلسٹ پارٹی کو کھول کھول کر کمپوننتوں سے الٹا ہی نہیں انہیں امریکہ سے خاص لگاؤ بھی ہے۔

سرودے یوجنا

پچھلے سال महात्मा गांधी کے असूलों के मानने वाले कुछ भाइयों ने 'सर्वोदय योजना' नाम से एक योजना निकाली थी जिसमें देश के जीवन के सब पहलुओं को मिगाह में रखते हुए देशवासियों को यह बताया गया था कि जनता के दुखों को दूर करने और देश को आगे बढ़ाने में हमें क्या क्या करना चाहिये। हमें अफसोस है कि उस योजना की तरफ देश के लोगों का ध्यान बहुत कम गया है। उस योजना के तैयार करने वाले चुनाव के लिये कोई पार्टी बनाकर देश के सामने नहीं आ रहे हैं। इसलिये चुनाव की इस गरमा गरमी में उनकी आवाज़ नकारखाने में तृती की आवाज़ ही हो सकती है। फिर भी हम 'नया हिन्द' के किसी अंगले अंक उस योजना की कुछ मोटी मोटी बातें देने की कोशिश करेंगे। सوشलिस्ट पार्टी के एलान में सर्वोदय योजना के बहुत से शब्द और फ़िररे शामिल कर लिये गए हैं। उससे यह असर पैदा हो सकता है कि सوشलिस्ट पार्टी के बिचार महात्मा गांधी के असूलों से मिलते जुलते हैं। पर ध्यान से पढ़ने पर भी हमें सوشलिस्ट एलान और महात्मा गांधी के बिचारों में कोई खास बात मिलती जुलती दिखाई नहीं देती।

دوہی راستہ ہیں

چناؤ جیتنے کے لئے ابھی تک چلتے اعلان نکلے گئے ہیں جن میں ان میں سے کسی کے ذریعے بھی دیہات کا کوئی خاص بھلا دکھائی نہیں دیتا۔ کانگریس کی پھرت اور اس کے ساتھ اس کا ناکارہ پن بھی ہمیں بڑھتا ہی دکھائی دے رہا ہے، گھٹتا ہوا نہیں۔ بنگلور نے جلسے میں دونوں دلوں کو پھر سے ملانے کے لئے جو تہہراو پاس کیا تھا وہ ملانے کی طرف جاتا ہوا دکھائی نہیں دیتا، اس کا کدرتی نتیجہ پھرت کا بڑھنا ہی ہو سکتا تھا اور ہوا

کے ہاتھوں میں آجائے تو وہ بیکوں، بیواں کمپنیوں، ہا کپڑاؤں، بیجلی اور رسایاتی کپڑوں کے کارخانوں، ی اور نیل جیسے بڑے بڑے بگائوں کو ہی نہیں، کپڑا، ہر اور سیمنٹ کے سب کارخانوں کو ہی کڑمیا دے گی اپنی سرکار اور سرکاری نوکروں کے ہاتھوں میں لے گی۔

سوشلسٹ پلان میں دےش کی سماجی، مالی اور جکاجی زندگی کو نپ سیرے سے اور بیکرل نپ دھنگ سے تعمیر کرنے کی بات کہی گئی ہے۔ بڑے بڑے پوجی پتھوں کو مٹانے اور دےش کے دھن کا جھان تک ہو سکے بربار بربار کرانے کا باءا کیا گیا ہے، کہا گیا ہے کہ جملہ داروں کی جملہین بیاں موبابا دیے جوت کرانے یگی، کسی اک آءامی کے پاس تیس اکڑ سے جیااا مین نہی رانے دی جاییگی، کسانوں اور مچدروں کے مبلے آاس آیاال رآا جاییگا، راکا لوگوں کے سالیانے د کر دیے جاییگے، کسی دےشباا کی مااوارو آامی اک سئ رپر سے کم نہ ہوگی، نہ کسی کو ہآار اپ سے آधिक दिया जायगा, जातपात की दोबारें तोड़ दी जयंगी, पट्टी दर्ज जातों की तालीम पर दस साल के अन्दर 5 अरब रुपया खर्च किया जायगा, सरकारी नौकरियों पट्टी दर्ज जातियों के लिये कुछ खास जगहें रक्खी जायंगी, की कमगिनत जमतें अपने अपने मजदूर, अपनी अपनी शा और अपनी अपनी लिपि को कायम रख सकेंगे और अपने खास स्कूलों में अपने बच्चों को इन सब बाबों तालीम दे सकेंगी, जो कारबार उद्योग धन्दे पूरी तरह कार के हाथ और सरकार के कन्ट्रोल में होंगे उन से बन्ध रखने वाली तिजारत भी सरकार के हाथ में होगी, जकल के कच्चे और अपूरे कन्ट्रोल की जगह समझदारी और पक्का कन्ट्रोल नीचे से से ऊपर तक कायम बा जावगा, नप सूबे भाशाओं के आधार पर कायम ये जायंगे, बरौरा बरौरा.

हमने पूरे प्लान का सार देने की कोशिश नहीं की. जल कुछ मोटी मोटी बातें नमूने के तौर पर बयान की हैं. में आहिर है कुछ बातें अच्छी हैं, और कुछ खास लोगों बा जमतों के बोट हासिल करने के लिये कही गई हैं.

इस प्लान में दो बातें खास बमकती हुई हैं. एक यह अगर सोशलिस्टों के हाथों में हकूमत आगई तो उनकी कार एंगलो-अमरीका और चीन-रूस इन दो दलों के बी मगडे में कोई हिसा न लेगी. इसका मतलब केवल में बटस्थ रहना नहीं बलक यह भी हो सकता है कि रिबा के मगडे से, या चीन के यू. एन. ओ. में लिये ने या न लिये जाने से, या कारमूसा के फिर से चीनी कार के हबाले किये जाने या न किये जाने से, या

अपने हाथों में अक्ली तो रो बेलकियों दमे कमिशन लोहा बोला' बेली और दसाली चीजों के कारखानों' जाले और नल जیسے بڑے بڑے بگائوں کو ہی نہیں' کہا' شکر اور سہولت کے سب کارخانوں کو بھی قومہا دیلگے یعنی اپنی سرکار اور سرکاری نوکروں کے ہاتھوں میں لے لیگے.

سوشلسٹ اعلان میں دےش کی سماجی، مالی اور راج کچی زندگی کو نئے سرے سے اور بالکل نئے دھنگ سے تعمیر کرنے کی بات کہی گئی ہے۔ بڑے بڑے پوجی پتھوں کو مٹانے اور دےش کے دھن کا جہاں تک ہو سکے بربار کا بربار کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ کہا گیا ہے بڑے زمینداروں کی زمین بڑا معارفہ دینے ضبط کر لی جائے گی، کسی ایک آدمی کے پاس تیس ایکڑ سے زیادہ زمین نہیں رہنے دی جائے گی، کسانوں اور مزدوروں کے بھلے کا خاص خیال رکھا جائے گا، راجہ لوگوں کے سالانے بلند کر دینے جائینگے، کسی دےش واسی کی ماہ واری آمدنی ایک سو روپے سے کم نہ ہوگی، نہ کسی کو ہزار روپے سے ادھک دیا جائے گا، جات پات کی دیواریں توڑ دی جائینگی، پتی درج جاتوں کی تعلیم پر دس سال کے اندر ایک عرب روپہ خرچ کیا جائے گا، سرکاری نوکریوں میں پتی درج جاتوں کے لئے کچھ خاص جگہیں رکھی جائینگی، دےش کی کم گنت جماعتیں اپنے اپنے مذہب، اپنی اپنی بھاشا اور اپنی اپنی لہی کو قائم رکھ سکیں گی اور اپنے خاص اسکولوں میں اپنے بچوں کو ان سب چیزوں کی تعلیم دے سکیں گی، جو کار بار آدیوگ دھندے پوری طرح سرکار کے ہاتھ اور سرکار کے کنٹرول میں ہونگے ان سے مبلدہ رکھنے والی تجارت بھی سرکار کے ہاتھ میں ہوگی، آج کل کے کچے اور ادھورے کنٹرول کی جگہ سمجھداری کا اور پکا کنٹرول بھجے سے اوپر تک قائم کیا جائے گا، نئے صوبے بھاشاؤں کے ادھار پر قائم کئے جائینگے، وفودہ وفودہ.

ہم نے پورے اعلان کا سار دینے کی کوشش نہیں کی. کہول کچھ موٹی موٹی باتیں نمونے کے طور پر بیان کی ہیں. ان میں ظاہر ہے کچھ باتیں چبی ہوں اور کچھ خاص لوگوں کے یا جماعتوں کے روت حاصل کرنے کے لئے کہی گئی ہیں.

اس اعلان میں دو باتیں خاص چمکتی ہوئی ہیں. ایک یہ کہ اگر سوشلسٹوں کے ہاتھوں میں حکومت اگلی تو ان کی سرکار اینگلو امریکہ اور چین روس ان دو دلوں کے کسی جھگڑے میں کوئی حصہ نہ لےگی. اس کا مطلب کہول بدہ میں تلسٹہ رھنا نہیں بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اوریا کے جھگڑے سے یا چین کے یو. این. او. میں لگے جائے یا نہ لگے جائے، یا کارموسا کے پھر سے چینی سرکار کے حوالے کئے جائے یا نہ کئے جائے، یا

को बारस बँसाने वाली बातें अधिक दिखाई देती हैं। उसमें कन्ट्रोल को धीरे धीरे हटाने की बात भी है और कन्ट्रोल को बढ़ाने की संभावना भी दिखाई गई है। पर यह साफ लिखा है कि देश की कम से कम आसन्नियों को ऊपर ले जाया जायगा और बड़ी से बड़ी आसन्नियों को घटाया जायगा। अगर कम से कम मजदूरी पाने वाले को 50 रुपये मिलते हैं तो अधिक से अधिक तनख्वाह वाले हाकिम को हजार से अधिक न मिलेगा। देश की जरूरत की जितनी चीजें देश के अन्दर बन सकती हैं उनके विदेशों से मंगाए जाने पर रोक लगाई जावेगी, जो जो चीजें गाँव के अन्दर घरेलू उद्योग धन्दों से तैयार हो सकती हैं उन्हें बनाने की बड़े बड़े कल कारखानों को इजाजत नहीं दी जायगी, कपड़ा और खाने की चीजें गाँव के धन्दों से ही बनेंगी, बड़ी बड़ी मिलों से नहीं, गाँव के उद्योग धन्दों को हर तरह बढ़ाया जायगा, बड़े बड़े कल कारखाने केवल हथियार, बिजली, मशीनरी जैसी चीजों के तैयार करने और खनिज पैदावार बढ़ाने के लिये ही रहेंगे। उस एतान में यह भी कहा गया है कि बहुत खियादा बड़े बड़े कल कारखानों के खुलने से देश के सारीबां को फायदा कम है नुकसान अधिक। कहा गया है कि उद्योग धन्दों को क्रायमियाने से मजदूरों के साथ इनसाफ नहीं हो सकता, बजाय निजी पूँजीवाद के इससे एक और ज्यादा भयंकर सरकारी पूँजीवाद पैदा हो जाता है। तालीम की बाबत कहा गया है कि अंगरेज सरकार ने जो जहर हमारे बच्चों की तालीम में अपनी सरज़ के लिये डाल दिया था वह अभी तक मौजूद है, हमें उस जहर को देश की तालीम से निकालना है, बुनियादी तालीम को बढ़ाने का जिक्र है, और रूस की मिसाल देकर कहा गया है कि हमें अपने देश में एक भी आदमी अनपढ़ नहीं रहने देना। ज़मीन की बाबत कहा गया है कि जो बोए जोते वही उसका मालिक। जात पात को ख़तम किया जायगा, बरौरा बरौरा।

कोई भी पार्टी अपने वादों को कहाँ तक पूरा कर सकेगी या न कर सकेगी यह एक अलग बात है। इसमें कोई शक नहीं कि आचार्य कपलानी की प्रजा पार्टी ने जो प्रोग्राम देश के सामने रक्खा है वह सरकारी काँग्रेस के प्रोग्राम से महात्मा गांधी के असूतों के ज्यादा निकट और जनता को ज्यादा उम्मीद दिलाने वाला है।

सोशलिस्ट पार्टी का एतान

अगला चुनाव जीतने के लिये तीसरा प्रोग्राम हमारे सामने इस देश की सोशलिस्ट पार्टी का है। सोशलिस्ट पार्टी के नेताओं को भी पूरा बक़ीन है कि देश के उद्योग धन्दों, वस्तुकारियों और विजारात को बेपदी और ना समझ जनता के हाथों में छोड़ना देश के लिये हितकर नहीं है! उन्होंने भी अपने एतान में कहा है कि अगर हकूमत

को फ़ारस पहुँचाने वाली बल्लें अहक दक़्क़ानि होंगी हैं। इसमें कन्ट्रोल को घटाने के लिये भी बात है। और कन्ट्रोल को बढ़ाने की संभावना भी दिखाई गئی है। पर यह साफ लिखा है कि देश की कम से कम आसन्नियों को ऊपर ले जाया जायगा और बड़ी से बड़ी आसन्नियों को घटाया जायगा। अगर कम से कम मजदूरी पाने वाले को 50 रुपये मिलते हैं तो अधिक से अधिक तनख्वाह वाले हाकिम को हजार से अधिक न मिलेगा। देश की जरूरत की जितनी चीजें देश के अन्दर बन सकती हैं उनके विदेशों से मंगाए जाने पर रोक लगाई जावेगी, जो जो चीजें गाँव के अन्दर घरेलू उद्योग धन्दों से तैयार हो सकती हैं उन्हें बनाने की बड़े बड़े कल कारखानों को इजाजत नहीं दी जायगी, कपड़ा और खाने की चीजें गाँव के धन्दों से ही बनेंगी, बड़ी बड़ी मिलों से नहीं, गाँव के उद्योग धन्दों को हर तरह बढ़ाया जायगा, बड़े बड़े कल कारखाने केवल हथियार, बिजली, मशीनरी जैसी चीजों के तैयार करने और खनिज पैदावार बढ़ाने के लिये ही रहेंगे। उस एतान में यह भी कहा गया है कि बहुत खियादा बड़े बड़े कल कारखानों के खुलने से देश के सारीबां को फायदा कम है नुकसान अधिक। कहा गया है कि उद्योग धन्दों को क्रायमियाने से मजदूरों के साथ इनसाफ नहीं हो सकता, बजाय निजी पूँजीवाद के इससे एक और ज्यादा भयंकर सरकारी पूँजीवाद पैदा हो जाता है। तालीम की बाबत कहा गया है कि अंगरेज सरकार ने जो जहर हमारे बच्चों की तालीम में अपनी सरज़ के लिये डाल दिया था वह अभी तक मौजूद है, हमें उस जहर को देश की तालीम से निकालना है, बुनियादी तालीम को बढ़ाने का जिक्र है, और रूस की मिसाल देकर कहा गया है कि हमें अपने देश में एक भी आदमी अनपढ़ नहीं रहने देना। ज़मीन की बाबत कहा गया है कि जो बोए जोते वही उसका मालिक। जात पात को ख़तम किया जायगा, बरौरा बरौरा।

कोई भी पार्टी अपने वादों को कहाँ तक पूरा कर सकेगी या न कर सकेगी यह एक अलग बात है। इसमें कोई शक नहीं कि आचार्य कपलानी की प्रजा पार्टी ने जो प्रोग्राम देश के सामने रक्खा है वह सरकारी काँग्रेस के प्रोग्राम से महात्मा गांधी के असूतों के ज्यादा निकट और जनता को ज्यादा उम्मीद दिलाने वाला है।

सोशलिस्ट पार्टी का एतान

अगला चुनाव जीतने के लिये तीसरा प्रोग्राम हमारे सामने है। सोशलिस्ट पार्टी का है। सोशलिस्ट पार्टी के नेताओं को भी पूरा बक़ीन है कि देश के उद्योग धन्दों, वस्तुकारियों और विजारात को बेपदी और ना समझ जनता के हाथों में छोड़ना देश के लिये हितकर नहीं है! उन्होंने भी अपने एतान में कहा है कि अगर हकूमत

کانگریس اور سرکار نے بہت کچھ کیا ہے۔ اب کبھی اس کام کو جاری رکھنے کی ضرورت ہے۔ ایتھاس کے رہنماؤں کو معلوم ہے کہ یہ پتی درج جائیگا اس سے کسی انگریز سرکار نے اپنی راج کچی ضرورت کے لئے کبھی نہیں دیکھ کے آزاد ہونے پر ہمیں کوئی مہمہ مقرر کرنی چاہئے تھی۔ پانچ برس یا ادھک سے ادھک دس برس—جس مہمہ کے بعد دیہی بھر میں کوئی 'پتی درج جاتا' یا 'پچھڑی ہوئی جماعت' نہ رہ جائے۔ یہ کام کوئی ناممکن کام بھی نہیں ہے۔ سن ۱۸۷۲ء میں جاپان نے اپنے یہاں کی اچھوت جاتوں، ایٹا اور ہیلن کے الگ وجود کو ختم کرنے کے لئے جو کچھ کیا تھا اور جتنی کامیابی کے ساتھ کیا تھا اسکی مثال ہمارے سامنے ہے۔ دوسرے تھلک بھی ہو سکتے ہیں۔ ہر کچھ جاتوں اور جماعتوں کو پتی درج جاتیں اور پچھڑی ہوئی جماعتیں بنائے رکھنے میں شاید آج کے کچھ راج کچی نہتوں کو بھی اسی طرح کا فائدہ دکھائی دیتا ہے جس طرح کا پہلے کے انگریز راج کچوں کو دکھائی دیتا تھا۔

علاقہ پر آج انڈیا کانگریس کمیٹی میں جو بھس ڈیڑھ سال میں کسی ممبر نے پوچھا کہ اس اعلان میں شراب بندی کا ذکر کیوں نہیں ہے۔ پلٹتے جواہر لال جی نے جواب دیا کہ شراب بندی سے ہماری ساری آرتھک ویوسٹھا "بالکل الٹ پلٹ ہو جائیگی"۔ یہ بھی کہا تھا کہ دیہی میں بہت سے قبیلے ایسے ہیں جنکے ریت رواج بنا شراب کے پورے نہیں ہوتے۔ شراب بندی ان کے ساتھ ظلم ہوگا اور 'بغارت' تک کا در ہے۔ اگر یہی سمجھو راجا رام موہن رائے اور لارڈ رلیم پیلنگ کو سستی کا رواج قانوناً بند کرنے کے وقت آجانی تو معلوم نہیں ملدو استریوں کی دشا آج کیا ہوتی! ان وچاروں اور آدرشوں کو رکھتے ہوئے کانگریس اور کانگریسی سرکاروں کو مہاتما گاندھی کے نام اور ان کے اصولوں کی دھائی دینے کا کوئی حق نہیں رہ جاتا۔ ہمیں دیکھ ہے کہ ہم کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔

اعلان میں کہیں ذکر نہیں کیا تھا کہ سرکاری نوکروں یا افسروں کی زیادہ سے زیادہ تنخواہ کی کیا حد ہونی چاہئے، نہ کہیں کم سے کم تنخواہ اور زیادہ تنخواہ کا کوئی اوسط بتایا گیا ہے۔ کچھ لوگوں نے چلھا تھا کہ یہ طے کر دیا جاوے کہ کسی پریوار کے پاس کتنے ایکڑ سے زیادہ یا جو بھی آنکڑا مقرر کر دیا جاوے اس سے زیادہ زمین نہ ہو۔ اس سبب سے بھی مذاق آ رہا تھا۔

ہرجا پارٹی کا اعلان

آج کل کی پریسی کی اسی ہرجا پارٹی کے مقابلے کے اعلان میں ہمیں گاندھی جی کے اصولوں کا پاس اور چلتا

ہرجا پارٹی کا اعلان

پلان میں کہا گیا ہے کہ देशوں کے مفادات میں बहुत तरक्की हुई है. कारा ! हमारे आजकल के बड़े बड़े हाकिम अपने मातहतों की काराशी रिपोर्टों पर राय कायम करने के बजाय पुराने बादशाहों की तरह कभी कभी मेस बदल कर जनता के अन्दर फिर सकते. वह खुद अनपढ़ाने कभी तीसरे दर्जे में सरकर करते तो उन्हें इस बारे में जनता के दुखों का कुछ अन्दाजा होता.

प्लान में बहुत सी बातें हैं जिनकी तकसील में जाना हम बेकार समझते हैं. गाँव के उद्योग धन्दों का जिकर जरूर है और, यह भी माना गया है कि देश भर में हाथ से कपड़ा बुनने वालों को सूत नहीं पहुंच रहा है, पर जाहिर है कि जो सरकार कपड़े के बड़े बड़े कल कारखानों को अपने हाथ में लेगी उससे गाँव के धन्दों को अधिक मदद की उम्मीद नहीं की जा सकती.

कंट्रोल एक जरूरी चीज बताई गई है, यह भी कहा गया है कि कंट्रोल से जो रिश्ततखोरी पैदा हो गई है उसका इलाज भी कंट्रोल को और अधिक कड़ा करना ही है. कहा गया है कि खाने और कपड़े के कंट्रोल के खिलाफ किसी कांग्रेसी को कानाफूसी भी नहीं करनी चाहिये !

एक जगह देश को यह भी बताया गया है कि आम लोगों के रहन सहन का स्तर इतना ऊँचा हो गया है कि बड़ी से बड़ी आमदनी और कम से कम आमदनी का फरक पहले से कम हो गया है ! मालूम होता है हमारे हाकिम किताबी फारमूलों, तकनीकी शब्दों और अपने मातहतों की रिपोर्टों के गोरखधन्दों से बाहर निकल कर दुनिया को देखने के नाकामिल हो गए हैं.

सरकारी नौकरियों की बाबत कहा गया है कि जिस "ऊँचे स्तर" तक सरकारी नौकर पहुँच गए हैं, उसे "कायम रखने" की जरूरत है !

कहा गया है कि जनता की तालीम और सेहत पर अधिक ध्यान देने के लिये हमारी सरकारों के पास पैसों की कमी है. पर "कला, साहित्य, संगीत, नाटक, गाना और नाचना" इन के प्रचार की जरूरत पर खूब जोर दिया गया है. कहा गया है कि इन चीजों का जनता में प्रचार किया गया तो जनता अनकलचर रह जायगी ! हम खुद कलचर के बड़े क्रायल हैं. हमें गाना, बजाना और नाचना भी अच्छा लगता है. पर हम इस प्लान के तैयार करने वालों को कैसे समझाएँ कि भारत की जनता को इस समय इन चीजों की निरवत ज़िन्दगी की कुछ और बुनियादी चीजों की कहीं ज़ियादा जरूरत है.

कहा गया है कि पट्टीदर्ज जातों (रोडवल्ड कास्ट्स) और पिछड़ी हुई जमातों (बैकवर्ड क्लासेज) के लिये

اعلان میں کہا گیا ہے کہ دیشوں کے مفادات میں بہت ترکی ہوئی ہے. کارا ! ہمارے آج کل کے بڑے بڑے حکم الامتصتوں کی کاغذی رپورٹوں پر رائے قائم کرنے کے بجائے پرانے بادشاہوں کی طرح کبھی کبھی ہوس بدل کر چلتا کے اندر بہرہ سکتے. وہ خود ان پہچانے کبھی تیسرے درجے میں سفر کرتے تو انہیں اس بارے میں چلتا کے دکھوں کا کچھ اندازہ ہوتا.

اعلان میں بہت سی باتیں ہیں جن کی تفصیل میں جانا ہم بیکار سمجھتے ہیں. گاؤں کے آدمیوں دھندوں کا ذکر ضرور ہے اور یہ بھی مانا گیا ہے کہ دیش میں ہاتھ سے کپڑا بنانے والوں کو سوٹ نہیں پہنچ رہا ہے، پر ظاہر ہے کہ جو سرکار کپڑے کے بڑے بڑے کل کارخانوں کو اپنے ہاتھ میں لے گئی اُس سے گاؤں کے دھندوں کو ادھک مدد کی اُمد نہ دین کی جاسکتی.

کنٹرول ایک ضروری چیز بتائی گئی ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ کنٹرول سے جو رشوت خوری پیدا ہو گئی ہے اسکا علاج بھی کنٹرول کو اور ادھک کڑا کرنا ہی ہے. کہا گیا ہے کہ کھانے اور کپڑے کے کنٹرول کے خلاف کسی کانگریسی کو کانا پھوسی بھی نہیں کرنی چاہئے !

ایک جگہ دیش کو یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عام لوگوں کے رہن سہن کا اسٹر اتنا اونچا ہوا ہے کہ بڑی سے بڑی آمدنی اور کم سے کم آمدنی کا فرق پہلے سے کم ہو گیا ہے ! معلوم ہوتا ہے ہمارے حاکم کتابی فارمولوں، تعلیمی شہدوں اور اپنے امتصتوں کی رپورٹوں کے گورکھ دھندوں سے باہر نکل کر دنیا کو دیکھنے کے نا قابل ہو گئے ہیں. سرکاری نوکریوں کی بابت کہا گیا ہے کہ جس "اونچے اسٹر" تک سرکاری نوکر پہنچ گئے ہیں اُسے "قائم رکھنے" کی ضرورت ہے !

کہا گیا ہے کہ چلتا کی تعلیم اور صحت پر ادھک دھیان دینے کے لئے ہماری سرکاروں کے پاس پیسوں کی کمی ہے. پر "کلا، ساہتیہ، سنگیت، ناٹک، گانا اور ناچنا" ان کے پرچار کی ضرورت پر خوب زور دیا گیا ہے. کہا گیا ہے کہ ان چیزوں کا چلتا میں پرچار نہ کیا گیا تو چلتا میں لچر رہ جائیگی ! ہم خود لچر کے بڑے قائل ہیں. ہمیں گانا، بجانا اور ناچنا بھی اچھا لگتا ہے. پر ہم اس اعلان کے تیار کرنے والوں کو کبھی سمجھائیں کہ بھارت کی چلتا کو اُس سے ان چیزوں کی نسبت زندگی کی کچھ اور بنیادی چیزوں کی کہیں زیادہ ضرورت ہے.

کہا گیا ہے کہ پتی درج جاتوں (شہدولڈ کاسٹس) اور پچھڑی ہوئی جماعتوں (بیک ورڈ کلاسز) کے لئے

سکولر راج کے حامی اٹھک کر غور جانب دلو یا روس
 اور چون سے زیادہ ہمدردی رکھنے والے ۔

کانگریس پارٹی کا اعلان

اسی جولائی مہینے میں بلکلور۔ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے موقع پر دیس کے بہت سے لوگوں کو آشنا ہو کر کانگریس کی یہ دل باندی مت کو پھر دونوں دل ایک ہو جائیں گے۔ پلڈت جواہر لال نہرو نے اسکے لئے کافی کوشش بھی کی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے سرکاری کانگریس کے اندر دوسرے 'وچاروں اور 'آدرشوں کا زور ہے۔ پلڈت جواہر لال نہرو کو سہلانا نہ مل سکی۔ اسی اوسر پر کانگریس نے اگلا چلنا چیتنے کے لئے اپنا پروگرام دیس کے سامنے رکھا۔ پروگرام کو ہم نے دیکھان سے کئی بار پڑھا۔ اُس میں بہت سی اچھی اچھی باتیں ہیں، جنہیں ایسے موقع کے اُس طرح کے پروگراموں میں عام طور پر ہوتی ہیں۔ اعلان میں مہاتما گاندھی اور اُن کے اصولوں کی بھی کافی دعائی دی گئی ہے۔ پر ہمیں اُس سارے پروگرام میں نہ کہیں گاندھی جی کے وچاروں اور اصولوں کا پاس دیکھانی دیتا ہے اور نہ ہماری رائے میں اُس سے دیس کی دکھی چلتا ہو کسی طرح کا تعارض بددھ سکتا ہے۔

اعلان میں جگہ جگہ کانگریسی سرکاروں کے اب تک کے کارناموں کی تعریفیں کی گئی ہیں، دیس کو آزادی دلانے کے لئے دیس پر کانگریس کے احسان کو دہرایا گیا ہے، سرکار کی کٹھنوں کو بھان کھا گیا ہے، یہ مانا گیا ہے کہ دیس میں لاکھوں آدمی بھلا کھائے، کھڑے اور مکان کے کسی طرح ابھ دن گزار رہے ہیں، اسکا خاص علاج بتلایا گیا ہے ۔

پلاننگ کہ پیشین یعنی پیش کی اندیشی کی پوجنا تیار کرنے والا کہ پیش پوجناؤں کی اور ہر کام پوجنا بنا کر کرنے کی پیش کو تعلیم دی گئی ہے۔ سب سے بڑی پوجنا سارے اعلان میں یہ چسکتی ہے کہ پیش کے قریب قریب سب اُپر درج دھندے اور اُن سے سمبند رکھنے والی ساری تجارت دھیرے دھیرے سرکار اور اُس کے نوکروں کے ہاتھوں میں آجائے۔

آجکل کی راج کچی بھاشا میں بہت سے شہد ہوں
 کافی دھوئے میں ڈال دیتے ہیں۔ جسے آندھروں کا
 نیشنلائزیشن، راشٹری کرن یا 'قومہانا' کہا جاتا ہے وہ آج
 کل کی حالت میں کمبل 'سرکاریا' ہے۔ اعلان میں
 اس طرح کے سرکاریانے کے اچھے نتیجوں کو بیان کیا گیا
 ہے۔ پر ادھک تر دیخیں ولسوں کا اب تک کا تجربہ یہی
 ہے کہ جو دھندے جلتا کے ہاتھوں سے چھن کر سرکار آو
 سرکاری آدمیوں کے ہاتھوں میں آگئے اُن میں جلتا کی
 جلتاں بھی ہیں گھٹی نہیں۔

ہماری رائے

دش اور راج کا جی پارٹیاں—

‘نیا ہند’ کے پچھلے نمبر میں ہم کانگریس اور اس کی دلہندی کے بارے میں اپنے کچھ خیالات پرکٹ کر چکے ہیں۔ سارے ملک میں ایک دوسرے کے خیالات پرکٹ کر رہے ہیں۔ آج سارا ملک ایک ہی آواز سے کہتا ہے کہ کانگریس اور اس کی دلہندی کے بارے میں ایک دوسرے کے خیالات پرکٹ کر رہے ہیں۔ آج سارا ملک ایک ہی آواز سے کہتا ہے کہ کانگریس اور اس کی دلہندی کے بارے میں ایک دوسرے کے خیالات پرکٹ کر رہے ہیں۔ آج سارا ملک ایک ہی آواز سے کہتا ہے کہ کانگریس اور اس کی دلہندی کے بارے میں ایک دوسرے کے خیالات پرکٹ کر رہے ہیں۔

فیر بھی مودے طور پر کانگریس میں دو طرح کے خیالات پرکٹ کر رہے ہیں۔ ایک طرف وہ لوگ ہیں جو کانگریس میں سیکولر یعنی بیوہاری راج چاہتے ہیں۔ دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو کڑے راج چاہتے ہیں۔ کانگریس میں سیکولر اور کڑے راج کے خیالات پرکٹ کر رہے ہیں۔ ایک طرف وہ لوگ ہیں جو کانگریس میں سیکولر یعنی بیوہاری راج چاہتے ہیں۔ دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو کڑے راج چاہتے ہیں۔ کانگریس میں سیکولر اور کڑے راج کے خیالات پرکٹ کر رہے ہیں۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ کانگریس والوں کے جو دو بڑے خیالات ہیں ان میں سے ایک سیکولر اور ایک کڑے راج کا ہے۔ بلکہ ہم اس میں شک نہیں کرتے کہ کانگریس والوں کے جو دو بڑے خیالات ہیں ان میں سے ایک سیکولر اور ایک کڑے راج کا ہے۔ بلکہ ہم اس میں شک نہیں کرتے کہ کانگریس والوں کے جو دو بڑے خیالات ہیں ان میں سے ایک سیکولر اور ایک کڑے راج کا ہے۔ بلکہ ہم اس میں شک نہیں کرتے کہ کانگریس والوں کے جو دو بڑے خیالات ہیں ان میں سے ایک سیکولر اور ایک کڑے راج کا ہے۔

دش اور راج کا جی پارٹیاں—

‘نیا ہند’ کے پچھلے نمبر میں ہم کانگریس اور اس کی دلہندی کے بارے میں اپنے کچھ خیالات پرکٹ کر چکے ہیں۔ سارے ملک میں ایک دوسرے کے خیالات پرکٹ کر رہے ہیں۔ آج سارا ملک ایک ہی آواز سے کہتا ہے کہ کانگریس اور اس کی دلہندی کے بارے میں ایک دوسرے کے خیالات پرکٹ کر رہے ہیں۔ آج سارا ملک ایک ہی آواز سے کہتا ہے کہ کانگریس اور اس کی دلہندی کے بارے میں ایک دوسرے کے خیالات پرکٹ کر رہے ہیں۔ آج سارا ملک ایک ہی آواز سے کہتا ہے کہ کانگریس اور اس کی دلہندی کے بارے میں ایک دوسرے کے خیالات پرکٹ کر رہے ہیں۔

فیر بھی مودے طور پر کانگریس میں دو طرح کے خیالات پرکٹ کر رہے ہیں۔ ایک طرف وہ لوگ ہیں جو کانگریس میں سیکولر یعنی بیوہاری راج چاہتے ہیں۔ دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو کڑے راج چاہتے ہیں۔ کانگریس میں سیکولر اور کڑے راج کے خیالات پرکٹ کر رہے ہیں۔ ایک طرف وہ لوگ ہیں جو کانگریس میں سیکولر یعنی بیوہاری راج چاہتے ہیں۔ دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو کڑے راج چاہتے ہیں۔ کانگریس میں سیکولر اور کڑے راج کے خیالات پرکٹ کر رہے ہیں۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ کانگریس والوں کے جو دو بڑے خیالات ہیں ان میں سے ایک سیکولر اور ایک کڑے راج کا ہے۔ بلکہ ہم اس میں شک نہیں کرتے کہ کانگریس والوں کے جو دو بڑے خیالات ہیں ان میں سے ایک سیکولر اور ایک کڑے راج کا ہے۔ بلکہ ہم اس میں شک نہیں کرتے کہ کانگریس والوں کے جو دو بڑے خیالات ہیں ان میں سے ایک سیکولر اور ایک کڑے راج کا ہے۔ بلکہ ہم اس میں شک نہیں کرتے کہ کانگریس والوں کے جو دو بڑے خیالات ہیں ان میں سے ایک سیکولر اور ایک کڑے راج کا ہے۔

18. उत्तर पेटروپولیسک سولہ میں تھریک و یونان بھی شریک ہونگے۔ شہری رفیع احمد قدوائی کا کانگریس سے استعفیٰ ہونگے۔
19. کوسانگ بات چیت میں اوجھل۔ مولانا آزاد دلی واپس۔ کنگ میں چواتر پر لائی چارج۔
20. جوردن کے شاہ عبداللہ گولی سے مار دیئے گئے۔ مل جل کر کام کرنے کے لئے پلڈت نہرو کی کانگریس والوں سے اپیل۔
21. راج پتی ٹرومین کے نمائندے نے تھل مسئلہ حل کرنے کے لئے کچھ سمجھاوا۔ عرب لوگ کے سکریٹری اعظم پاشا کو اطمینان کے ہندستان پر دیس پر چوٹائی نہیں کرے گا۔
22. انہیں میں آئے بنانے پر انگریزی اخباروں کی چیکنائی۔ پچھمی فوجی طاقتوں کا ساتھ دینے کے لئے مصر کی شرطوں۔ آچاریہ کرپانی کا گجرات میں دورہ۔ دکھنی آسام میں بہت بڑی بارہ۔
23. ایران کے معاملے میں اُمید کی نئی کرن۔ فرانس کے مارشل یوٹا گذر گئے۔ دنیا کی شانتی کے لئے سوویت حکومت سب سے بڑا خطرہ ہے۔ راج پتی ٹرومین۔
24. نہرو جی کا پاکستان کے بڑے وزیر کو خط۔ اتر پردیش میں ایک منسٹر نے استعفیٰ دیا۔
25. کوریا کی بات چیت آگے بڑھانے کے لئے لال دل کا نیا سمجھاوا۔ پلچ سالا یوجنا کی کامیابی کے لئے بدھسی پونجی کی ضرورت۔ قائی ٹھنس منسٹر کا اعلان۔
26. کوریا لوائی روکو بات چیت کے لئے ایجنڈے پر دونوں فریق راضی۔ پاکستانی بڑے وزیر کی صلح کی پانچ شرطوں کے ساتھ پلڈت نہرو کو دعوت۔
27. کراچی میں 'ڈیفنس دے' کے موقع پر بڑے وزیر کی طرف سے 'مکا' قومی نشان بنانے کا اعلان۔
28. کوسانگ کی بات چیت میں 'تھریک ترقی'۔ ہتھیار بندی کی تین سالا یوجنا۔ حکومت کی مشنری برتھن کی کو سدھارنے کے لئے گور والا کمیشن کی رپورٹ۔ بہار میں بارہ۔
29. نئی دلی میں نہرو جی کا اعلان کے ہندستان کسی بھی چکنی کا سامنا کرنے کو پوری طرح تیار ہے۔
30. کوریا میں لوائی بند کرنے کی بات چیت میں دونوں پارٹی اپنی جگہ اٹل۔ پلڈت جواہر لال کی بلا کسی شرط پاکستان کے بڑے وزیر کو دلی آئے کی دعوت۔
31. ابھان میں تھل صاف کرنے والے دنیا کے سب سے بڑے گارخانے میں کام بند۔ دکھن ویٹ نام کے گورنر مار ڈالے گئے۔ شہری رفیع احمد قدوائی نے نئی دلی کی کھیلٹ سے استعفیٰ دیا۔

18. उत्तर पेट्रोपुलिसक सुलह में थ्रिक व यूनान भी शामिल होंगे। श्री रफी अहमद क्विदाई का कांग्रेस से स्तीका.
19. कोसांग की बात चीत में अजुवन. मौलाना शाह दिल्ली वापिस. कटक में छात्रों पर लाठी चार्ज.
20. जोर्डन शाहके अबदुल्लाह गोली से मार दिये मिल जुल कर काम करने के लिये पंडित नेहरू की रिख वालों से अपील.
21. राजपति ट्रुमैन के नुमायन्दे के तेल मसला करने के लिये कुछ सुझाव. अरब लीग के सेक्रेटरी तम पाशा को इतमिनान कि हिन्दुस्तान परदेस पर ई नहीं करेगा.
22. स्पेन में अड्डा बनाने पर अंगरेजी अखबारों की रीका की चेतावनी. पच्छिमी फौजी ताकतों का साथ के लिये मिस्र की शर्तें. आचार्य कृपलानी का गुजरात में दक्खिनी आसाम में बहुत बड़ी बाढ़.
23. ईरान के मामले में डम्मीड की नई किरन. फ्रांस मार्शल पेंता का देहांत. दुनिया की शान्ति के लिये इकूमत सब से बड़ा खतरा है—राजपति ट्रुमैन.
24. नेहरू जी का पाकिस्तान के बड़े वजीर को खत. प्रदेश में एक मिनिस्टर का स्तीका.
25. कोरिया की बात चीत आगे बढ़ने के लिये लाल का नया सुझाव. नई पंच साला योजना की कामयाबी के बिदेसी पूँजीकी जरूरत—काईनैस मिनिस्टरका एलान.
26. कोरिया लड़ाई रोको बात चीत के लिये एजेन्डे दोनों फ्रीक राशी. पाकिस्तानी बड़े वजीर की सुलह आँख शर्तों के साथ पंडित नेहरू को दावत.
27. करांची में 'डिफेन्स डे' के मौके पर बड़े वजीर रफ़ से 'मुक्का' को क्रीमी निशान बनाने का एलान.
28. कोसांग की बात चीत में "थोड़ी तरक्की." ब्रिटेन बिहार बन्दी की तीन साला योजना. इकूमत की नरी को सुधारने के लिये गोरवाला कमीशन की रिपोर्ट. र में बाढ़.
29. नई दिल्लीमें नेहरू जी का एलान कि हिन्दुस्तान भी चुनौती का सामना करने को पूरी तरह तैयार.
30. कोरिया में लड़ाई बन्द करने की बात चीत में पार्टी अपनी जगह अटल. पंडित जवाहर लाल की किसी शर्त के पाकिस्तान के बड़े वजीर को दिल्ली आने आव.
31. अबादान में तेल साफ करने वाले दुनिया के से बड़े कारखाने में काम बन्द. दक्खिन बियत नाम के नर मार डाले गए. श्री रफी अहमद क्विदाई ने नई रि की कैबिनेट से स्तीका दिया.

دیس بیڈیس کی جولائی مہینے کی ڈائری

1. کوریا کی لڑائی روکنے کے سلسلے میں بات چیت کے ساتھ ساتھ ہی لڑائی روکنے کے سلسلے میں بات چیت

2. مولانا آزاد اسٹینڈل پہنچے۔ امریکی راج دوت

3. جاپان کے ملٹری ملڈل نے استعمال دیا۔

4. سوشلسٹ پارٹی کا چناؤ گوشا پتو پرکاشت۔

5. ہیگ کی عدالت نے ایران کے معاملے میں

6. ہیگ کا فیصلہ ایران کو نامنظور۔

7. ہند سرکار کے پچھلے چار سال کے کارناموں

8. کوریا لڑائی روکنے کی شروعات۔

9. امریکی راج پتی میں مل جانے کا فیصلہ۔

10. کوریا لڑائی روکنے کی شروعات۔

11. راج پتی میں مل جانے کا فیصلہ۔

12. کوریا لڑائی روکنے کی شروعات۔

13. کوریا لڑائی روکنے کی شروعات۔

14. کوریا لڑائی روکنے کی شروعات۔

15. کوریا لڑائی روکنے کی شروعات۔

16. کوریا لڑائی روکنے کی شروعات۔

17. کوریا لڑائی روکنے کی شروعات۔

دیس بیڈیس کی جولائی مہینے کی ڈائری

1. کوریا لڑائی روکنے کے سلسلے میں بات چیت

2. مولانا آزاد اسٹینڈل پہنچے۔ امریکی راج دوت

3. جاپان کے ملٹری ملڈل نے استعمال دیا۔

4. سوشلسٹ پارٹی کا چناؤ گوشا پتو پرکاشت۔

5. ہیگ کی عدالت نے ایران کے معاملے میں

6. ہیگ کا فیصلہ ایران کو نامنظور۔

7. ہند سرکار کے پچھلے چار سال کے کارناموں

8. کوریا لڑائی روکنے کی شروعات۔

9. امریکی راج پتی میں مل جانے کا فیصلہ۔

10. کوریا لڑائی روکنے کی شروعات۔

11. راج پتی میں مل جانے کا فیصلہ۔

12. کوریا لڑائی روکنے کی شروعات۔

13. کوریا لڑائی روکنے کی شروعات۔

14. کوریا لڑائی روکنے کی شروعات۔

15. کوریا لڑائی روکنے کی شروعات۔

16. کوریا لڑائی روکنے کی شروعات۔

17. کوریا لڑائی روکنے کی شروعات۔

18. کوریا لڑائی روکنے کی شروعات۔

19. کوریا لڑائی روکنے کی شروعات۔

20. کوریا لڑائی روکنے کی شروعات۔

بن گیا۔ کالج کے دنوں میں جے دیال جی نے ہی پرتھوی راج کو استمب پر اُتارا اور اُس میں چھٹی قابلیت کی سرافرازی کی۔ پرتھوی راج آج ہندوستانی فلمی دنیا کا سب سے اونچا کلا کار ہے اور نئے قدامت چمکتے آئے نورمانا کہتا بھی اُچھا ہے۔ پرتھوی نے پروفیسر صاحب کو دعوت دے رکھی تھی کہ وہ آکر اپنے پرانے شاگرد کی کامیابیوں کی سراہنا کریں اور ناکامیوں کو بتائیں۔ حیدرآباد میں جب پرتھوی تھیٹرس اپنا پر درشن کر رہا تھا تب پروفیسر صاحب وہاں پہنچ گئے۔ بہر ساتھ ہی ساتھ ان لوگوں نے حیدرآباد 'میسور' کوہا پور اور بمبئی وغیرہ کا دورہ کیا۔ پروفیسر جے دیال نے اس دورے کے سارے پروگرام کو دائری کی صورت میں لکھ ڈالا۔ اس دائری میں ان جگہوں کا اچھا پرچہ ملتا ہے جہاں جہاں اس تھیٹر نے دورہ کیا تھا۔ پرتھوی راج کے قدامتوں — غدار، دیوار آہوتی اور شکستہ — کے بارے میں بھی اس کتاب سے جانکاری ملتی ہے۔ پرتھوی راج اور اُسکی فلا پر ان فلموں میں کافی اچھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ پرتھوی تھیٹرس کے کلا کاروں میں سجن، راجکھور، زہرہ، سہتادیوی وغیرہ کے بارے میں بھی اس کتاب میں جانکاری ملتی ہے۔ کتاب کے آخر میں پرتھوی راج، اُسکے کتیب اور پرتھوی تھیٹرس کے لوگوں کی تصویریں دی ہوئی ہیں۔

یہ کتاب اُس آدمی نے لکھی ہے جو نہ کھول ناک کلا کا جانکار ہے بلکہ پرتھوی راج کو بھی خوب جانتا ہے۔ اس لئے پرتھوی راج اور اُسکی کلا کی سمدردنا اور مامشا کو سمجھنے کے لئے یہ کتاب اچھا سا دھن ہے۔

—محبوب رضوی

رچناत्मक कार्यक्रम

লেখক—মহাত্মা গান্ধী. অনুবাদক—কারীনাথ ত্রিবেদী.
নিকালনে वाले—नवजीवन प्रकाशन मन्दिर, अहमदाबाद.
सफे—पचास. दाम छै आने.

यह पचास सफे की किताब गांधी जी ने सन '45 में लिखी थी. नवजीवन प्रेस ने अब इसको तीसरी बार छपा है और छै आने दाम रखे हैं. यह किताब आज उतनी ही नई है जितनी सन '45 में थी. किताब के अंत में 27 जनवरी सन '48 के 'हरिजन' से 'कांग्रेस का स्थान और काम' लेखलेकर दे देने से यह किताब और भी काम की बन गई है. उससे यह पता चलता है कि गांधी जी कांग्रेस से क्या चाहते थे? यह सब के काम की किताब है और उन्हें तो इसे बहुत ध्यान से पढ़ना चाहिये जिनके हाथ में कांग्रेस की बाग डोर है.

—म.

লেখক—মহাত্মা গান্ধী. অনুবাদক—কারীনাথ ত্রিবেদী.
নিকালنے والے—নুজুবন প্রকাশন মন্দির, অহমদাবাদ.
সফে—পঁচাশ. দাম ছে আঁ.

یہ پچاس صفحے کی کتاب گاندھی جی نے سن '45 میں لکھی تھی۔ نوجوبن پریس نے اب اس کو تیسری بار چھاپا ہے اور چھ آئے دام رکھے ہیں۔ یہ کتاب آج اتنی ہی نئی ہے جتنی سن '45 میں تھی۔ کتاب کے انت میں 27 جنوری سن '48 کے 'ہریجن' سے کانگریس کا استھان اور کام' لکھ لے کر دے دینے سے یہ کتاب اور بھی کام کی بن گئی ہے۔ اُس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ گاندھی جی کانگریس سے کیا چاہتے تھے؟ یہ سب کے کام کی کتاب ہے اور انہیں تو اسے بہت دھیان سے پڑھنا چاہئے جن کے ہاتھ میں کانگریس کی باگ دور ہے۔

—م.

آج کل کے زمانے میں جب دہائی سال اور سلوں کا دور دورہ ہے اور سارے اخبار اسی کا رنگ لیتے ہیں، 'برخے کے آدھ' کو لے کر نکلنے والا آنگرہوئی زبان میں ایک نیا اخبار نکالنا हिम्मत और तरीक کا کام ہے۔ ہم بھی یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ آج نہیں تو کل، کل نہیں تو پرستوں کے آدھ کا زمانہ ہے۔ آج نہیں تو ہندستان ہی نہیں سارا عالم اس پر بدھاری ہوگا۔

آج کل کے کور پر ہی مہاتما جی کی لکھاوت میں 1944 کا لکھا انکا ایک امر سندھ ہے۔ "سچے بنو، نیک بنو اور نڈر بنو"۔ جو ہم سبھی لوگوں اور اخبار والوں کے سمجھنے پر چلنے اور ایلانے کی چیز ہے، خاص طور سے اس کسرتی کے موقع پر۔

یہ اخبار اسی جولائی سے نکلا شروع ہوا ہے۔ ہمارے سامنے پہلا ہی نمبر ہے جس میں آجاریہ وندہا، بھارے، شری کشورلال بھائی، کمارپا جی اور جاجو جی وغیرہ کے سارے اور بہترین لکھے ہیں۔ جگہ جگہ مہاتما جی کی بانی پرستی کٹی ہے جس سے چھڑ کی رونق ہو جاتی ہے۔ ہمارے اُمید ہے کہ آج اچھے لکھوں اور سچے ہوئے وچاروں سے 'کھائی ورت' بھائی اور گرام آندھوگ بعلی گان کے یعنی ہندستان کے سچے سروپ کو پیش کر کے سب کی اصلی سہرا کریگا۔

اس مہنگائی کے زمانے میں بھی اسکا سارنہ چلنے لہن روئے جیسی چھوٹی رقم ہے۔ ہماری سفارش ہے کہ آنگرہوئی سمجھنے والے سبھی لوگ چلھیں آمیرک دھندوں یا آرتھ شاستر سے دلچسپی لے یا رچناٹک کام پسند لے اسے ایڈائٹس اور چائے وہ بھلے مل و کارخانے کے طرفدار ہوں یہ بھی تصویر کے دوسرے رخ پر ناکہ ڈالیں۔ ہندستان کے ہر اسکول اور کالج لائبریری میں اسکا پہنچنا لازمی طور پر فائدہ پہنچائے گا۔

— سریش رام بھائی

یہ اخبار اسی جولائی سے نکلا شروع ہوا ہے۔ ہمارے سامنے پہلا ہی نمبر ہے جس میں آجاریہ وندہا، بھارے، شری کشورلال بھائی، کمارپا جی اور جاجو جی وغیرہ کے سارے اور بہترین لکھے ہیں۔ جگہ جگہ مہاتما جی کی بانی پرستی کٹی ہے جس سے چھڑ کی رونق ہو جاتی ہے۔ ہمارے اُمید ہے کہ آج اچھے لکھوں اور سچے ہوئے وچاروں سے 'کھائی ورت' بھائی اور گرام آندھوگ بعلی گان کے یعنی ہندستان کے سچے سروپ کو پیش کر کے سب کی اصلی سہرا کریگا۔

اس مہنگائی کے زمانے میں بھی اسکا سارنہ چلنے لہن روئے جیسی چھوٹی رقم ہے۔ ہماری سفارش ہے کہ آنگرہوئی سمجھنے والے سبھی لوگ چلھیں آمیرک دھندوں یا آرتھ شاستر سے دلچسپی لے یا رچناٹک کام پسند لے اسے ایڈائٹس اور چائے وہ بھلے مل و کارخانے کے طرفدار ہوں یہ بھی تصویر کے دوسرے رخ پر ناکہ ڈالیں۔ ہندستان کے ہر اسکول اور کالج لائبریری میں اسکا پہنچنا لازمی طور پر فائدہ پہنچائے گا۔

— سریش رام بھائی

— سریش رام بھائی

آئی گو ساؤتھ ویڈ پٹھی راج پینڈ ہیج پٹھی ٹیٹرس۔

لکھنے والے—پروفیسر جی۔دیا۔

نکالنے والے—پٹھی ٹیٹرس پبلیکیشنز، نمبر 4۔

بارشا آنگرہوئی، ساڈھ ڈیمائی اٹھ پٹی، سفا 80،
کریمت پانچ روپے آٹھ آنے۔

یہ کتاب پروفیسر جی۔دیا کی ڈائری ہے۔ پروفیسر ساڈھ پٹھی راج کے گورو بھی ہیں۔ انہی کی سادھ سے پٹھی نے अभिनयकला کو پڑا اور بڑا کلاکار

آئی گو ساؤتھ ویڈ پٹھی راج پینڈ ہیج پٹھی ٹیٹرس۔

لکھنے والے—پروفیسر جی۔دیا۔ نکالنے والے—پٹھی ٹیٹرس پبلیکیشنز، نمبر 4۔

بارشا آنگرہوئی، ساڈھ ڈیمائی اٹھ پٹی، سفا 80،
کریمت پانچ روپے آٹھ آنے۔

یہ کتاب پروفیسر جی۔دیا کی ڈائری ہے۔ پروفیسر صاحب پٹھی راج کے گورو بھی ہیں اور دوست بھی۔ انہوں کی صلاح سے پٹھی نے آہستہ آہستہ کو پڑھا اور بڑا کلاکار

2. कुछ لوگ ऐसे हैं जो महात्मा जी के लिखे नहीं हैं, बल्कि, जैसे लेख नम्बर 146, 169 स्वर्गीय महादेव भाई या प्यारे लाल जी या किसी और के कलम से हैं, यह बात काहिर हो जानी चाहिये थी।

तीसरी चीज एक सुझाव के तौर पर यह कहना चाहते हैं कि लेखों पर उन अखबारों की तारीखें दी हुई हैं जिनमें वह छपे, न कि वह जिन तारीखों पर महात्मा जी ने उन्हें अपने कलम से लिखा या स्पीच में कहा। अगर अगरले एडिशन में ऐसा हो सके तो और भी अच्छा होगा।

—सुरेश रामभाई

बैसिक एजुकेशन

लेखक—महात्मा गांधी.

लिखावट—अंगरेजी.

सफा—113. दाम—डेढ़ रुपया.

निकालने वाले—नवजीवन पब्लिशिंग हाउस, महमदाबाद.

‘सत्याग्रह’ वाली किताब की तरह इसमें महात्मा जी के नई तालीम सम्बन्धी लेख भाई भारतन कुमारप्पा ने जमा किये हैं, जो शिकायतें हमें उस किताब के बारे में रहीं वही [सके बारे में भी हैं]. जनवरी सन् 1945 में होने वाली नई तालीम कान्फरेन्स में महात्मा जी की दी हुई मार्के की स्पीच का इसमें कहीं छिकर ही नहीं है, जिसमें उन्होंने कहा था कि नई तालीम वालों की हालत उन लोगों की सी है जिनकी तब अथाह और असीम समुन्दर पर बह रही है जिसे सिवाय भगवान रूपी ध्रुव तारे के कोई दूसरा सहारा नहीं है.

किताब के एक एक सफे से पता चलता है कि देश की तालीम के सवाल के बारे में कितनी जबरदस्त आग महात्मा जी के सीने में धधकती रहती थी और वह नई तालीम को कितना जरूरी समझते थे. सचमुच उन्होंने अपने कुल तामीरी काम को राष्ट्र की नई तालीम बताया है.

तालीम में और महात्मा गांधी के विचारों में दिलचस्पी रखने वाले हर भाई बहन के पास यह किताब रहनी चाहिये.

—सुरेश रामभाई

बैसी वल्ट

सम्पादक—भाई एन. रामस्वामी.

लिखावट—अंगरेजी.

सालाना चन्दा—तीन रुपए.

निकालने वाले—बर्खा संघ की तामिलनाडु शाखा,

बदुर मलार और सर्वोदय प्रचारालायम तीरुपुर (साउथ इन्डिया रेलवे).

2. कुछ लोग ऐसे हैं जो महात्मा जी के लिखे नहीं हैं, बल्कि, जैसे लेख नम्बर 146, 169 स्वर्गीय महादेव भाई या प्यारे लाल जी या किसी और के कलम से हैं, यह बात काहिर हो जानी चाहिये थी.

तीसरी चीज एक सुझाव के तौर पर यह कहना चाहते हैं कि लेखों पर उन अखबारों की तारीखें दी हुई हैं जिनमें वह छपे, न कि वह जिन तारीखों पर महात्मा जी ने उन्हें अपने कलम से लिखा या स्पीच में कहा. अगर अगरले एडिशन में ऐसा हो सके तो और भी अच्छा होगा.

—सुरेश रामभाई

बैसिक एजुकेशन

लेखक—महात्मा गांधी.

लिखावट—अंगरेजी.

सफा—113. दाम—डेढ़ रुपया.

नकलें वाले—नरज्योत पब्लिशिंग हाउस, अहमदाबाद. 'सत्याग्रह' वाली किताब की तरह इसमें महात्मा जी के नई तालीम सम्बन्धी लेख भाई भारतन कुमारप्पा ने जमा किये हैं, जो शिकायतें हमें उस किताब के बारे में रहीं वही [सके बारे में भी हैं]. जनवरी सन् 1945 में होने वाली नई तालीम कान्फरेन्स में महात्मा जी की दी हुई मार्के की स्पीच का इसमें कहीं छिकर ही नहीं है, जिसमें उन्होंने कहा था कि नई तालीम वालों की हालत उन लोगों की सी है जिनकी तब अथाह और असीम समुन्दर पर बह रही है जिसे सिवाय भगवान रूपी ध्रुव तारे के कोई दूसरा सहारा नहीं है.

किताब के एक एक सफे से पता चलता है कि देश की तालीम के सवाल के बारे में कितनी जबरदस्त आग महात्मा जी के सीने में धधकती रहती थी और वह नई तालीम को कितना जरूरी समझते थे. सचमुच उन्होंने अपने कुल तामीरी काम को राष्ट्र की नई तालीम बताया है.

—सुरेश रामभाई

बैसी वल्ट

सम्पादक—भाई एन. रामस्वामी.

लिखावट—अंगरेजी.

सालाना चन्दा—तीन रुपए.

निकालने वाले—बर्खा संघ की तामिलनाडु शाखा, बदुर मलार और सर्वोदय प्रचारालायम तीरुपुर (साउथ इन्डिया रेलवे).

किताब विक्री तो खूब और अचानक यही इसी साख में इस का दूसरा एडीशन छापना पड़े, पर यह 'किसी के मन पर गहरा असर छोड़ जावगी, इसमें हमें शक है. हो सकता है, कोई चलते चलते रेल में किसी से यह किताब मांग कर पढ़ ले और तीसरे हिस्से की एक दो घटनाएँ पढ़ने के बाद वह किताब उससे वापस ले ली जाय तो कोई गहरा असर उसके मन पर रह जाय और किताब की राख पूरी कर दे.

—भ.

सत्याग्रह

लेखक—महात्मा गांधी, लिखावट—अंगरेजी.

संके—406, वाम—साढ़े चार रुपय.

निकालने वाले—नवजीवन पब्लिशिंग हाउस, अहमदाबाद.

अहमदाबाद का नवजीवन प्रकाशन मन्दिर जुदा जुदा मजमूनों पर महात्मा गांधी के लेखों का संप्रह सस्ते दामों में छाप कर दुनिया की और दुनिया के साहित्य की अच्छी सेवा कर रहा है. 'सत्याग्रह' नाम की किताब में महात्मा जी के सत्याग्रह से ताल्लुक रखने वाले 183 लेख, जो उन्होंने दक्खिन अफ्रीका के अपने अखबार 'इन्डियन ओपीनियन' और फिर हिन्दुस्तान में 'यंग इन्डिया', 'हरिजन' वगैरा में 1904 से लेकर 1946 तक लिखे थे, दिये गए हैं. जमा करने की मेहनत का काम भाई भारतन कुमारप्पा ने किया है जिन्होंने नवजीवन की खातिर इस तरह की और चीजें भी तैयार की हैं.

किताब को ग्यारह हिस्सों में बांटा गया है जिनसे सत्याग्रह के सभी पहलुओं पर अच्छी रोशनी पड़ती है.

'सत्याग्रह' और 'सर्वोदय'—यह दो लफ्ज महात्मा जी की ईजाद हैं. सर्वोदय उनकी जिन्दगी का मकसद था और सत्याग्रह उसको पाने का साधन. लेकिन मकसद मकसद है, दूर की चीज है, साधन अपनी चीज है, अपने करने की और काफी हद तक अपने बस की चीज है. इसलिये उस पर महात्मा जी जैसे सत्याग्रही के विचार पढ़ने लायक ही नहीं, सोचने और फिर समझ बूझकर अमल करने लायक हैं. यह किताब रतनों का खान है जिसमें जो जितना गहरा उतरेगा उतना ही ज्यादा पाएगा.

लेख जमा करने के बारे में दो बातें हम कहना चाहते हैं—

1. इस सिलसिले के कुछ लेख जरूर इसमें देने से रह गए हैं. हमें खास तौर से महात्मा जी के उस लेख का याद आ रही है जो उन्होंने 'दि ग्रेट सैम्टीनल' नाम से गुरुदेव रवीन्द्र नाथ के एक लेख के जवाब लिखा था.

कاتب बनें ली तो खूब और अचानक यही इसी साख में इस का दूसरा एडीशन छापना पड़े, पर यह 'किसी के मन पर गहरा असर छोड़ जावगी, इसमें हमें शक है. हो सकता है, कोई चलते चलते रेल में किसी से यह किताब मांग कर पढ़ ले और तीसरे हिस्से की एक दो घटनाएँ पढ़ने के बाद वह किताब उससे वापस ले ली जाय तो कोई गहरा असर उसके मन पर रह जाय और किताब की राख पूरी कर दे.

—भ.

स्तिया ग्रे

लेखक—महान्ता गान्धी, लिखावट—अंगरेजी.

संके—406, वाम—साढ़े चार रुपय.

निकालने वाले—नवजीवन पब्लिशिंग हाउस, अहमदाबाद.

अहमदाबाद का नवजीवन प्रकाशन मन्दिर जुदा जुदा मजमूनों पर महात्मा गांधी के लेखों का संप्रह सस्ते दामों में छाप कर दुनिया की और दुनिया के साहित्य की अच्छी सेवा कर रहा है. 'स्तिया ग्रे' नाम की किताब में महान्ता जी के स्तिया ग्रे से ताल्लुक रखने वाले 183 लेख, जो उन्होंने दक्खिन अफ्रीका के अपने अखबार 'इन्डियन ओपीनियन' और फिर हिन्दुस्तान में 'यंग इन्डिया', 'हरिजन' वगैरा में 1904 से लेकर 1946 तक लिखे थे, दिये गए हैं. जमा करने की मेहनत का काम भाई भारतन कुमारप्पा ने किया है जिन्होंने नवजीवन की खातिर इस तरह की और चीजें भी तैयार की हैं.

किताब को ग्यारह हिस्सों में बांटा गया है जिनसे सत्याग्रह के सभी पहलुओं पर अच्छी रोशनी पड़ती है.

'सत्याग्रह' और 'सर्वोदय'—यह दो लफ्ज महात्मा जी की ईजाद हैं. सर्वोदय उनकी जिन्दगी का मकसद था और सत्याग्रह उसको पाने का साधन. लेकिन मकसद मकसद है, दूर की चीज है, साधन अपनी चीज है, अपने करने की और काफी हद तक अपने बस की चीज है. इसलिये उस पर महात्मा जी जैसे सत्याग्रही के विचार पढ़ने लायक ही नहीं, सोचने और फिर समझ बूझकर अमल करने लायक हैं. यह किताब रतनों का खान है जिसमें जो जितना गहरा उतरेगा उतना ही ज्यादा पाएगा.

1. इस सिलसिले के कुछ लेख जरूर इसमें देने से रह गए हैं. हमें खास तौर से महात्मा जी के उस लेख का याद आ रही है जो उन्होंने 'दि ग्रेट सैम्टीनल' नाम से गुरुदेव रवीन्द्र नाथ के एक लेख के जवाब लिखा था.

یہ کتاب ہر ہندی جاننے والے کے گھر میں رہنی چاہیے۔ کیونکہ اس میں ساہتیہ کے اس سچے جاننے کا پتا دیا گیا ہے جو ہندی کا اپنا ہے اور جسے ہندی والے بولتے ہوئے تھے۔ ہر ہندی جاننے والے کو اس کتاب کے پڑھنے کے بعد ہندی پر اور زیادہ ابھمان کرنے کی ہمت ہو سکتی گی اور اسے یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس کے پاس ہندی ساہتیہ کی ایسی چھڑ ہے جو ودیشیوں کو سرفات کے طور پر بھولت کی جاسکتی ہے اور اگر ہم بھولتے نہیں ہیں تو اس خزانے کا کوئی نہ کوئی حصہ ضرور اب تک لٹھرو قومی روپ لے چکا ہے۔

سن 48 میں اس کا پہلا ایڈیشن چھاپا پر ہمارے سامنے یہ سن 50 کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ کتاب کی قدر ہوئی ہے، پر کافی نہیں۔ کہا می اچھا ہو اگر یہ کتاب زیادہ تعداد میں چھاپ کر آتے روپے کی جگہ چار روپے کی کردی جائے۔

—م۔

—م۔

گھرے پانی پیتھ

لکھک—ماہی اچوٹھیا پراساد گوپلیتیہ۔

صفحہ—224۔ دام ڈاڑی روپیہ۔

میلنے کا پتا—بھارتیہ جھان پیٹ، کاشی۔

یہ کتاب ناول نہیں ہے پھر بھی ہاتھ میں لے کر پڑھنے کو جی نہیں چاہتا۔ یہ کتاب کاویہ نہیں ہے کیونکہ اس میں سب رس موجود ہیں۔ یہ کہانیوں کی کتاب بھی نہیں ہے پر ہر بات اس قلم نگار سے کہی گئی ہے کہ وہ اپنے آپ میں کہانی بن گئی ہے اور کہانی کا رس دیتی ہے۔ گوٹھ جی کا قلم رسوا رسوا بن گیا ہے۔ اس کے ہتھ جو بھی چومتا ہے رسوا بن جاتا ہے۔ یہ سب تو ہے پر یہ کتاب جس غرض سے لکھی گئی ہے اس غرض کو پورا کر پانچویں اس میں ہمیں شک ہے۔ یہ تین حصوں میں بٹی ہے۔ ایک گروچلن کے چرنوں میں بیٹھکر جو سنا، دو انتہاس اور دھرم گرنتموں میں جو پڑھا، تین حصے کی آنکھوں سے جو دیکھا۔ پہلے دو بھاگن کا زیادہ حصہ ایسا ہے جو من کو مومہ لیتا ہے، خوش کرتا ہے پرچت پر کوئی گھرا اثر نہیں چھوڑ جاتا۔ 'گپوڑ شلکہ' کہانی درج کرنے میں لکھک نے کیا سوچا پتہ نہیں، اسی طرح سے 'رنگا سہار' ان کہانوں سے کوئی میل نہیں کھاتا جو 'ہمہ کی آنکھوں سے دیکھا' حصہ میں درج ہیں۔ دھرم کہانوں میں بھی کئی کہانیاں ایسا اچھا اثر نہیں چھوڑ سکتیں۔ پانچویں کو نویدہا میں ڈال سکتی ہیں۔ اچھا ہوتا اگر اسکا تیسرا پہلی 'ہمہ کی آنکھوں سے دیکھا' بھاگ-الک کتاب کی شکل میں چھوڑتا۔ تینوں بھاگ ساتھ چھوڑنے سے یہ

گھرے پانی پیتھ

لکھک—بھائی ایروڈھیا پراساد گوٹھلیہ۔

صفحہ—224۔ دام ڈاڑی روپیہ۔

میلنے کا پتہ—بھارتیہ جھان پیٹ، کاشی۔

یہ کتاب ناول نہیں ہے پھر بھی ہاتھ میں لے کر پڑھنے کو جی نہیں چاہتا۔ یہ کتاب کاویہ نہیں ہے کیونکہ اس میں سب رس موجود ہیں۔ یہ کہانیوں کی کتاب بھی نہیں ہے پر ہر بات اس قلم نگار سے کہی گئی ہے کہ وہ اپنے آپ میں کہانی بن گئی ہے اور کہانی کا رس دیتی ہے۔ گوٹھ جی کا قلم رسوا رسوا بن گیا ہے۔ اس کے ہتھ جو بھی چومتا ہے رسوا بن جاتا ہے۔ یہ سب تو ہے پر یہ کتاب جس غرض سے لکھی گئی ہے اس غرض کو پورا کر پانچویں اس میں ہمیں شک ہے۔ یہ تین حصوں میں بٹی ہے۔ ایک گروچلن کے چرنوں میں بیٹھکر جو سنا، دو انتہاس اور دھرم گرنتموں میں جو پڑھا، تین حصے کی آنکھوں سے جو دیکھا۔ پہلے دو بھاگن کا زیادہ حصہ ایسا ہے جو من کو مومہ لیتا ہے، خوش کرتا ہے پرچت پر کوئی گھرا اثر نہیں چھوڑ جاتا۔ 'گپوڑ شلکہ' کہانی درج کرنے میں لکھک نے کیا سوچا پتہ نہیں، اسی طرح سے 'رنگا سہار' ان کہانوں سے کوئی میل نہیں کھاتا جو 'ہمہ کی آنکھوں سے دیکھا' حصہ میں درج ہیں۔ دھرم کہانوں میں بھی کئی کہانیاں ایسا اچھا اثر نہیں چھوڑ سکتیں۔ پانچویں کو نویدہا میں ڈال سکتی ہیں۔ اچھا ہوتا اگر اسکا تیسرا پہلی 'ہمہ کی آنکھوں سے دیکھا' بھاگ-الک کتاب کی شکل میں چھوڑتا۔ تینوں بھاگ ساتھ چھوڑنے سے یہ

کچھ کتاہیں



آधونیک ہندی کویتا

اڈیٹر—نانو بائی باروٹ، گیریراج کیرور.

سفرے—84. دام اک روپیا.

میلنے کا پتا—گجرات ویداپیٹ، اہمداآباد.

اس کتاہ کو سرفے مانوں میں کڑی گیت پوٹی کھا جا سکتا ہے. اس میں پھلتیس انسان کوہتاؤں کو ایک جگہ اکٹھا کیا گیا ہے. کتاہ کے پھچھے مشکل شہدوں کی تھیلے دے کر آئے اور بھی زیادہ کام کا بلادیا گیا ہے. یہ پمائی کتاہ ہے جس میں نظائر 'اگر آبادی'، مہملی شرن گیت، 'مولانا الطاف حسین حالی'، ایودہ، 'اسکھ ہری اودہ'، 'ماہوں لال چتریدی'، 'سید اکبر حسین اکبر'، 'سمترا نندن پانت'، 'برج نارائن چکدست'، 'مہادیوی ورمہ'، 'سہارام شرن گیت'، 'سہدراکمار چوہان'، 'شہیر حسن خاں جڑھ'، 'چھپے پھلتیس کوئی ایک جگہ بیٹھے ہیں اور بچوں سے بڑھی باتوں کر رہے ہیں.

یہ کتاہ ہر اسکول لائبریری میں ہونا ضروری ہے.

اس طرح کی 'قومی گیت پرائمر' کے لئے گجرات ویدا پیٹھ کو بدھائی.

—ب.

—ب.

شعر و شاعری

اڈیٹر—اودھیا پرساد گوپلی.

سفرے—640. دام آٹ روپیا.

میلنے کا پتا—بھارتیہ ج्ञानपीठ, काशी.

مہا پंडित श्री राहुल सांकृत्यायन की प्रस्तावना ने यह बता दिया है कि यह किताब कितने मौलے की है और कितने काम की है और यह भी उन ही का कहना है कि यह किताब कितने गहरे अध्ययन के बाद लिखी गई है.

चोटी का कोई उरदू शायर नहीं छूट पाया, सभी का नमूना इस किताब में मौजूद है. उन शायरों की जीवनी देकर पाठकों के दिल में यह चाहिरा पैदा करने की कोशिश की गई है कि वह हम की और रचनाओं को मंगाए और पढ़ें.

شعر و شاعری

اڈیٹر—اودھیا پرساد گوپلی.

سفرے—640. دام آٹ روپیا.

میلنے کا پتا—بھارتیہ ج्ञानपीठ, काशी.

مہا پंडित श्री राहुल सांकृत्यायन की प्रस्तावना ने यह बता दिया है कि यह किताब कितने मौलے की है और कितने काम की है और यह भी उन ही का कहना है कि यह किताब कितने गहरे अध्ययन के बाद लिखी गई है.

चोटी का कोई उरदू शायर नहीं छूट पाया, सभी का नमूना इस किताब में मौजूद है. उन शायरों की जीवनी देकर पाठकों के दिल में यह चाहिरा पैदा करने की कोशिश की गई है कि वह हम की और रचनाओं को मंगाए और पढ़ें.

یہ،

اتل کی چिटھی میں سوشیلا اور کوشیلا کا حال لکھا
تیر اس میں بھی سوشیلا کا حال لکھا جائے گا۔ اور
چیتھیوں میں بھی اسی طرح۔ کوشیلا اُس روز سوشیلا
کے گھر شام تک تھری اور سوشیلا نے اُسے پوچھنے لکھنے اور
ہر کام تھیک تھیک وقت پر عقل کے مطابق کرنے کے بڑے
فائدے بتائے اور دکھایا کہ سوشیلا نے کبھی کبھی نئی
نئی باتیں اسی طریقے پر چلنے سے سیکھ لیں۔ اُس نے
کوشیلا کو ورزشیں بھی اُنکی طرح کی کرکے دکھائیں۔
کوشیلا نے پوچھا کہ اری تو نے یہ سب باتیں کہاں سے سیکھ
لیں۔ سوشیلا نے کہا کہ یہ سب باتیں کتابوں کے پڑھنے سے
معلوم ہو سکتی ہیں۔ آج کل کے زمانے میں طرح طرح کی
کتابیں ہر ایک قسم کی چیزیں ہوتی بکتی ہیں۔ جو
کوئی آدمی ان کو پڑھنا سیکھ لے پھر وہ جس کسی بات
یا چیز کا حال چاہے خود پوچھ کر معلوم کر سکتا ہے۔ کوشیلا
نے کہا کہ میں بھی چاہتی ہوں کہ پڑھنا لکھنا اچھی
طرح آجائے۔ مگر میرا من ہی نہیں لگتا۔ جب میں
پوچھنے لکھنے کو بٹھاتی ہوں تو ذرا من نہیں لگتا اور
یہی دل چاہتا ہے کہ جھٹ پٹ سب کچھ ختم ہو جائے
تو جا کر کھولیں۔ سوشیلا نے کہا کہ پڑھنا بھی تو ایک کھیل
ہی ہے اور بڑے تماشے کا کھیل ہے کہ جو کچھ چاہو اُسی کی
بابت پوچھ سکو۔ اگر تم معلوم کرنا چاہتی ہو کہ پھل کیا
چھڑ ہے کہاں سے آتا ہے اور اُسکے برتن کبوں کو بنتے
ہیں تو کتابوں کے پڑھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔
اگر تم جاننا چاہو کہ پہاڑ کبوں کو بنتے ہیں درخت
کبوں کو اُتتے ہیں چاند میں دھبے دھبے سے کبوں
دکھائی دیتے ہیں مچلے کبوں پرستا ہے اُندھی
کبوں چلتی ہے آدمی کیا ہے جانور کبوں بنے بجلی
کبوں چسکتی ہے اور چراغ کبوں کو جلتا ہے تو یہ سب اور
ہزاروں قسم کی اور باتیں کتابوں کے پڑھنے سے معلوم ہو
سکتی ہیں۔

چوٹکلا

پ—تو نے میرا کلام کبوں توڑا ؟

ہا—اس لیے کہ آپ مجھے سزا دیں۔

پ—کیا تو مجھے سزا اچھی معلوم ہوتی ہے ؟

ہا—سزا تو اچھی معلوم نہیں ہوتی لیکن

بعد ازاں مجھے کھانے کو مٹھائی دیتی ہیں !

چٹکلا

باپ — تو نے میرا قام کبوں توڑا ؟

بچہ — اس لیے کہ آپ مجھے سزا دیں۔

باپ — کیا تجھے سزا اچھی معلوم ہوتی ہے ؟

بچہ — سزا تو اچھی معلوم نہیں ہوتی لیکن

سزا کے بعد امان مجھے کھانے کو مٹھائی دیتی ہیں !

راہے،

کال کی بیڈی میں سوشیلا اور کوریلا کا بڑا سا حال لکھا تھا۔ آج بھی انہیں کا اور بڑا سا حال لکھا جاتا ہے۔ ایک دن کوریلا سوشیلا کے گھر گئی۔ کوئی نو دس بجے کا وقت ہوا۔ سوشیلا بچھی ہوئی اپنا حساب لکھ رہی تھی۔ کوریلا نے جا کر کہا کہ امی کیا کر رہی ہے؟ اٹو چلو اوپر چل کر کھلیں۔ سوشیلا نے کہا کہ میں پہلے اپنا حساب ختم کرلوں پھر کچھ اور کام کروں گی۔ تم بھی دیکھو، تم نے اپنا کل کا حساب لکھ لیا؟ کوریلا نے کہا مجھے تو حساب وساب لکھنا آتا نہیں اور نہ میرا ایسے کاموں میں من لگتا ہے۔ سوشیلا نے کہا کہ وہ حساب لکھنا تو بڑا اچھا من لگاتے والا کام ہے۔ دیکھو میں تو تین برس سے برابر اپنا حساب لکھتی ہوں۔ مجھے دس روپے مہینہ ملتا ہے، اسی میں اپنا سب کرتی ہوں۔ اور میرے پاس سب حساب ایک ایک پیسے کا موجود ہے۔ آج تیسرے سال کا آخری دن ہے اس لئے میں نے سب حساب جوڑ کر جمع کیا ہے۔ مجھے ان برسوں میں کل 360 روپے ملے۔ ان میں سے میں نے کل 110 روپے خرچ کئے ہیں اور باقی 250 روپے بینک میں جمع کرائے ہیں۔ یہ دیکھو میری بینک کی کتاب۔ اس میں 250 روپے تو اصل کے اور 15 روپے سود کے کل 265 روپے لکھے ہوئے ہیں۔ کوریلا نے کہا کہ تو نے روپیہ بینک میں کہوں جمع کروایا؟ کچھ کے کہنے کہوں نہیں؟ بلوائے میرا تو کہنے پہلے کو ہوا من کرتا ہے۔ سوشیلا نے کہا کہ کہنا بلوائے سے کہا فائدہ؟ صفت میں روپیہ فائدہ کرنا ہے۔ میں نے تو پچھلے تین برس میں 10 کتابیں انگریزی کی اور 25 کتابیں ہندی اور اردو کی پڑھی ہیں۔ کہیں بھی کہنے بلوائے کا کچھ فائدہ نہیں پڑھا۔ ہاں، نقصان بہت سے ہوئے ہیں۔ نہ میرا ایسی فضول باتوں کے کرنے کے واسطے من چاہتا ہے جن میں نقصان ہی نقصان ہو، فائدہ کچھ بھی نہ ہو۔ کوریلا نے کہا کہ جب سب عورتیں جو برا برا کہنے لگتی ہیں کہ ارے یہ لونڈیا تو نری مانس کا لوندا ہے۔ یہ کہنے کہوں نہیں پہنچتی۔ کدسی ہری نلکی نلکی معلوم ہوتی ہے۔ اس پر سوشیلا نے کہا کہ پہلے تو مجھے بھی عورتوں کی ایسی باتوں سے برا معلوم ہوتا تھا۔ مگر جب سے میں نے کتابیں میں پڑھا ہے کہ جب کبھی کوئی آدمی کوئی نہ کیا کلم کرتا ہے، تو چاہے جتنا اچھا کام کہوں نہ ہو، جو آدمی لکھنے کے قدر ہوتے ہیں وہ اسے ضرور برا کہتے ہیں، تب سے میں نے اچھے من کو سمجھا لیا کہ لوگوں کے برا بھلا کہنے پر کبھی نہ جانا چاہئے، بلکہ جو بات عقل کے مطابق ہو وہ کرنی چاہئے۔

والدہ

کال کی بیڈی میں سوشیلا اور کوریلا کا بڑا سا حال لکھا تھا۔ آج بھی انہیں کا اور بڑا سا حال لکھا جاتا ہے۔ ایک دن کوریلا سوشیلا کے گھر گئی۔ کوئی نو دس بجے کا وقت ہوا۔ سوشیلا بچھی ہوئی اپنا حساب لکھ رہی تھی۔ کوریلا نے جا کر کہا کہ امی کیا کر رہی ہے؟ اٹو چلو اوپر چل کر کھلیں۔ سوشیلا نے کہا کہ میں پہلے اپنا حساب ختم کرلوں پھر کچھ اور کام کروں گی۔ تم بھی دیکھو، تم نے اپنا کل کا حساب لکھ لیا؟ کوریلا نے کہا مجھے تو حساب وساب لکھنا آتا نہیں اور نہ میرا ایسے کاموں میں من لگتا ہے۔ سوشیلا نے کہا کہ وہ حساب لکھنا تو بڑا اچھا من لگاتے والا کام ہے۔ دیکھو میں تو تین برس سے برابر اپنا حساب لکھتی ہوں۔ مجھے دس روپے مہینہ ملتا ہے، اسی میں اپنا سب کرتی ہوں۔ اور میرے پاس سب حساب ایک ایک پیسے کا موجود ہے۔ آج تیسرے سال کا آخری دن ہے اس لئے میں نے سب حساب جوڑ کر جمع کیا ہے۔ مجھے ان برسوں میں کل 360 روپے ملے۔ ان میں سے میں نے کل 110 روپے خرچ کئے ہیں اور باقی 250 روپے بینک میں جمع کرائے ہیں۔ یہ دیکھو میری بینک کی کتاب۔ اس میں 250 روپے تو اصل کے اور 15 روپے سود کے کل 265 روپے لکھے ہوئے ہیں۔ کوریلا نے کہا کہ تو نے روپیہ بینک میں کہوں جمع کروایا؟ کچھ کے کہنے کہوں نہیں؟ بلوائے میرا تو کہنے پہلے کو ہوا من کرتا ہے۔ سوشیلا نے کہا کہ کہنا بلوائے سے کہا فائدہ؟ صفت میں روپیہ فائدہ کرنا ہے۔ میں نے تو پچھلے تین برس میں 10 کتابیں انگریزی کی اور 25 کتابیں ہندی اور اردو کی پڑھی ہیں۔ کہیں بھی کہنے بلوائے کا کچھ فائدہ نہیں پڑھا۔ ہاں، نقصان بہت سے ہوئے ہیں۔ نہ میرا ایسی فضول باتوں کے کرنے کے واسطے من چاہتا ہے جن میں نقصان ہی نقصان ہو، فائدہ کچھ بھی نہ ہو۔ کوریلا نے کہا کہ جب سب عورتیں جو برا برا کہنے لگتی ہیں کہ ارے یہ لونڈیا تو نری مانس کا لوندا ہے۔ یہ کہنے کہوں نہیں پہنچتی۔ کدسی ہری نلکی نلکی معلوم ہوتی ہے۔ اس پر سوشیلا نے کہا کہ پہلے تو مجھے بھی عورتوں کی ایسی باتوں سے برا معلوم ہوتا تھا۔ مگر جب سے میں نے کتابیں میں پڑھا ہے کہ جب کبھی کوئی آدمی کوئی نہ کیا کلم کرتا ہے، تو چاہے جتنا اچھا کام کہوں نہ ہو، جو آدمی لکھنے کے قدر ہوتے ہیں وہ اسے ضرور برا کہتے ہیں، تب سے میں نے اچھے من کو سمجھا لیا کہ لوگوں کے برا بھلا کہنے پر کبھی نہ جانا چاہئے، بلکہ جو بات عقل کے مطابق ہو وہ کرنی چاہئے۔

توہا کرتی تھی، اور سوئے وقت پورا ارادہ کر لیتی تھی کہ صبح ضرور چاہے کچھ ہی ہو ٹھیک پانچ بجے اٹھوں گی۔ اس واسطے جہاں پانچ بجے وہاں فوراً اُسکی آنکھ کھل جاتی تھی اور وہ فوراً اُٹھ اپنا بستر اُتار کر بسترے دکھلے کی جو جگہ مقرر کر رکھی تھی وہاں دکھ فوراً نہا دھو کر کھڑے پہن، چوٹی گلدھوا کر، ورزش کر پوہلے کو پہنچ جاتی تھی۔ چھ بجے سے نو بجے تک برابر پڑھتی تھی، پھر کھانا کھا کر جو جو چٹوہاں کسی کے پاس سے آتی تھیں سب کا روز جواب دے دیتی تھی۔ پھر بارہ بجے تک کھیلتی تھی اور پھر روٹی کھا، مہلے بٹلے وغیرہ کا کام توں بجے تک کرتی تھی۔ اس کے شام تک کا وقت اچھے اچھے کھیلوں میں جن سے عقل آئے، ہوا خوری میں اچھی اچھی کھانہاں پوہلے میں اور عقل مند کی اور باتوں کرنے میں گذارتی تھی۔ اور اسی وقت میں کھانا بٹلانا بھی روز سوکھا کرتی تھی۔ اور اس طرح روز بروز زیادہ عقل مند ہوتی جاتی تھی۔ بہت سی کتابیں پڑھ لی تھیں اور ہموشہ خوش رہتی تھی۔

مگر اُسکی بھیلی کوشیلا کو اُسکی ماں نے کچھ ہی نہ سکھایا تھا۔ اس واسطے جب سویرا ہوتا تو اسکا من بسترے پر سے اُٹھنے کو ہی نہیں کرتا تھا۔ اس واسطے جاگ پوئے کے بعد ہی بہت دیر تک ایلندا کرتی تھی۔ بڑی مشکل سے جب سب اُٹھ کر اپنے اپنے کام میں لگ جاتے تھے تب اُٹھتی تھی۔ اُٹھنے کے بعد بچانے اس کے کہ جہت پٹ نہا دھو کر کام سے لک، ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر پھرتی پھرتی تھی۔ کبھی کھاری کے پاس جا کر اُسکے مسائل پوہلے کا تماشہ دیکھنے لگتی۔ کبھی کوئی بچہ روتا ہوا تو اُسکو اُٹھا لیا۔ کبھی کسی سے یوں ہی راہی تو راہی باتوں میں لگ گئی۔ نہ نہانے دھونے کا وقت مقرر نہ چوٹی گلدھوانے کا۔ اور ورزش کرنے کا تو ذکر ہی نہ تھا۔ فرض اس طرح کبھی اُٹھ بچے نہاتی تھی کبھی نو بجے اور کبھی نہاتی ہی نہیں تھی۔ کبھی کسی نے بہت نہا تو کچھ پوہ لیا، ورنہ اُسی طرح سست پوہتہ دھلے یا اُلٹی سیدھی باتیں کرنے یا کسی ہانک سے کھلنے میں وقت ضائع کرتی تھی۔ نہ پوہلنا لکھنا اچھی طرح سوکھا تھا نہ سہلا پرونا نہ کھانا بٹلانا۔ ایک دن جو ترکاری بٹلے بھٹی تو دھلا نمک ڈال دیا اور ترکاری بالکل کچی وہ گئی، سب پوک گئی۔ چٹھی اتر اُس کے پاس کوئی بھیجتا تھا تو کبھی اُسکا جواب نہیں دیتی تھی چاہے کوئی کھانا ہی لکے کہ ضرور جواب دینا۔ کیونکہ جب کوئی چٹھی آتی تھی تو جلدی سے پوہکر جہاں پوہا وہیں چوہر کھل میں یا کسی اور بات میں لگ جاتی تھی۔ اور چٹھی ادھر ادھر ہو جاتی تھی، پھر جواب کہوں کر دیتی۔

بچوں کی دنیا

بچوں کی دنیا

ماہیو، بھنو،

بھائیو، بھائیو

میں نے جولائی نمبر میں آپ سے वायदा किया था कि आप को यह बता दिया जायगा कि नीचे दिये पत्र किस पिता ने किस बेटी को लिखे थे. तो सुनिये, वह भाग्यवान लड़की श्रीमती राधा रानी थी और उनके वह पिता दिल्ली के बाइज्जत और बहुतों के जाने पहचाने नागर स्वर्गीय श्री राधिका नारायन थे.

हमें अकसوس है कि बहुत तलाश करने पर भी इस सिलसिले की सब से पहली चिट्ठियां हमें नहीं मिल सकीं. अब यह सिलसिला 7 जून 1906 से शुरू होता है. नीचे कुछ चिट्ठियां दी जाती हैं जिन में एक कहानी कह कर बच्चों की अच्छी और बुरी तालीम में फर्क बताया गया है.

आपकी दीदी
योग माया

میں نے جولائی نمبر میں آپ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ کو یہ بتا دیا جائے گا کہ نیچے دیئے پتر کس نے کس بیٹی کو لکھے تھے. تو سنئے، وہ بھائیوں لڑکی شریمستی رادھا رانی تھیں اور ان کے وہ بڑا دادی کے ہا عزت اور بھائیوں کے جانے پہچانے ناگر سورگیتہ شری رادھیکا نارائن تھے.

ہمیں افسوس ہے کہ بہت تلاش کرنے پر بھی اس سلسلے کی سب سے پہلی چٹھیوں میں ہمیں نہیں مل سکے. اب یہ سلسلہ 7 جون 1906 سے شروع ہوتا ہے. نیچے کچھ چٹھیاں دی جاتی ہیں جن میں ایک کہانی کہہ کر بچوں کی اچھی اور بری تعلیم میں فرق بتایا گیا ہے.

آپ کی دیدی
یوگ مایا

سوشیلا اور کوشیلا

سوشیلا اور کوشیلا

کھوڑ

کھوڑ

7-6-'06

7-6-'06

راہے،

راہے،

کال کی چٹھی میں ایک بڑی ماں اور اس کے بچے کا حال لکھا گیا تھا. آج دو لڑکیوں کا حال سنا جن میں سے ایک کی ماں تو بہت بے پرواہ اور سست تھی اور دوسری کی ماں بڑی ہوشیار اور عقل مند تھی. ایک لڑکی کا نام کوشیلا تھا اور دوسری کا سوشیلا. دونوں ایک ہی گلی میں رہتی تھیں اور ایک دوسرے کی بہنیں تھیں. سوشیلا کو تو اس کی ماں نے چھتھن ہی سے بڑی اچھی اچھی عادتیں ڈالی تھیں. اس واسطے وہ روز گرمیوں میں پانچ بجے اور جازوں میں چھ بجے اٹھا کرتی تھی. ایک گھڑی اس کے پاس تھی، وہ اپنے سرہانے دیکھ کر

کال کی چٹھی میں ایک بڑی ماں اور اس کے بچے کا حال لکھا تھا. آج دو لڑکیوں کا حال سنا جن میں سے ایک کی ماں تو بہت بے پرواہ اور سست تھی اور دوسری کی ماں بڑی ہوشیار اور عقل مند تھی. ایک لڑکی کا نام کوشیلا تھا اور دوسری کا سوشیلا. دونوں ایک ہی گلی میں رہتی تھیں. اور ایک دوسرے کی بہنیں تھیں. سوشیلا کو تو اس کی ماں نے چھتھن ہی سے بڑی اچھی اچھی عادتیں ڈالی تھیں. اس واسطے وہ روز گرمیوں میں پانچ بجے اور جازوں میں چھ بجے اٹھا کرتی تھی. ایک گھڑی اس کے پاس تھی، وہ اپنے سرہانے دیکھ کر

شریमान سمجھیں گے اور کمیونسٹ سمجھیں گے تو سارا کام
سنبھل گیا ہوگا۔ یہ تو میں کمیونسٹوں کا ہی کام کر رہا ہوں۔
یہ ایک پھچر ہے، اُس پھچر کو دالتا ہوں۔ اور پھر اُس پر قانون
کا ہتھکڑا پڑے گا۔ ہمارا کام صرف قانون سے نہیں ہوگا، اگر یہ
پھچر کام نہیں دیکھی۔ اِس کی شروعات ہوتی ہے دان سے اور
خاتمہ ہوتا ہے قانون سے۔ اور کمیونسٹ شروعات کریں
گئے لاتھی سے اور خاتمہ کریں گے قانون سے۔ آخر میں
قانون سے خاتمہ وہ بھی کریں گے، میں بھی کرونگا، لیکن
شروعات میں میں پریم اور دان چاہتا ہوں، اور وہ لاتھی
اور لوٹ چاہتے ہیں۔

—بینوہا

شریمان سمجھیں گے اور کمیونسٹ سمجھیں گے تو سارا کام
سنبھل گیا ہوگا۔ یہ تو میں کمیونسٹوں کا ہی کام کر رہا ہوں۔
یہ ایک پھچر ہے، اُس پھچر کو دالتا ہوں۔ اور پھر اُس پر قانون
کا ہتھکڑا پڑے گا۔ ہمارا کام صرف قانون سے نہیں ہوگا، اگر یہ
پھچر کام نہیں دیکھی۔ اِس کی شروعات ہوتی ہے دان سے اور
خاتمہ ہوتا ہے قانون سے۔ اور کمیونسٹ شروعات کریں
گئے لاتھی سے اور خاتمہ کریں گے قانون سے۔ آخر میں
قانون سے خاتمہ وہ بھی کریں گے، میں بھی کرونگا، لیکن
شروعات میں میں پریم اور دان چاہتا ہوں، اور وہ لاتھی
اور لوٹ چاہتے ہیں۔

—ونہا

راجپتی کی رائے

(ہندوستانی پرچار سبھا بمبئی کے کام کے بارے میں)

گورنمنٹ ہاؤس، بمبئی۔

26. 5. '51

مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ ہندوستانی
پرچار سبھا اپنا نیک کام اسکولوں میں پڑنے والوں اور
بالیوں کے لیے، اپنے پرچارکوں کے ذریعے کلاسوں کھول کھول کر
برابر کر رہی ہے۔ ہندوستانی کا راستہ باپو کے دل کو
بہت بھارا تھا۔ اور اُن کی بڑی آرزو تھی کہ ہم میں سے
ہر ایک، ہندوستانی دونوں لکھاوتوں میں سیکھ لے۔ اِس
لئے یہ باپو کے تعمیری کاموں کا ضروری اور نہایت اہم حصہ
ہے، اور اُن سب کو جو اس مہدان میں کام کر رہے ہیں،
مبارک باد دینا چاہئے۔

ہندی کو ہند یونین کی سرکاری زبان مان
لینے کا یہ मतलब نہیں ہے کہ بالیوں کو اور اسکولوں میں،
نیجی سہل پر دونوں لکھاوتوں میں ہندوستانی سیکھانے کے
کام کو کسی طرح بھی روکا جائے۔

سچ تو یہ ہے کہ ہند یونین کی سرکاری زبان مان لینے کا یہ
مطلب نہیں ہے کہ بالیوں کو اور اسکولوں میں، نیجی طور
پر دونوں لکھاوتوں میں ہندوستانی سیکھانے کے کام کو کسی
طرح بھی روکا جائے۔

میں اسے کام کرنے والوں کی کوششوں کی پوری کامیابی
چاہتا ہوں۔

—راجندر پرساد

—راجندر پرساد

(‘منگل پربھات’ سے)

(‘منگل پربھات’ سے)

لوگ کہیں گے کہ جس کے پاس پانچ پانچ ہزار ایکڑ زمین ہوئی ہے، وہ سو ایکڑ زمین دیتا ہے تو اس سے کہا ہوگا؟ تو میں کہتا ہوں کہ ذرا صبر رکھو، ابھی 5 ہزار میں سے جو سو دیتا ہے، وہ پریم سے دیتا ہے تو میں لوں گا اور باقی کے چار ہزار نو سو ایکڑ بھی میرے ہی ہیں۔ جب یہ لوگ دیکھیں گے کہ ہم زمین دیتے جاتے ہیں غریبوں کو، اس سے غریبوں کا پریم ہی ہم کو ملتا ہے، تو پھر وہ خود کہیں گے کہ اور بھی لے لو۔

لیکن دوسرے قدم میں سب لے لینے والا ہوں تو پھر کمونسٹ ہم کو کہیں گے، کوسا بھولا آدمی ہے! لیکن اُن کو میں کہوں گا کہ بھولا میں نہیں ہوں، میرا دماغ میں جانتا ہوں۔ ایک دفعہ تھوڑی بھانپنا، تھوڑا واناورن ہونے دو کہ زمین غریبوں کو دینے میں فائدہ ہے، پھر ایک دفعہ واناورن تیار ہو جائے گا تو قانون میں کڑیوں کا۔ پھر وہ نہیں دیکھنے والا کہ آج سو ایکڑ ہوں، پانچ سال کے بعد اور 100 ایکڑ ملے گی، اور پھر پانچ سال کے بعد باقی 100 ایکڑ ملے گی۔ ایسے چار ہزار ملنے میں تو سو برس چلے جائیں گے۔ بات ایسی ہے کہ ہوا بدل جاتی، چاہئے اور ہوا بدل جاتی ہے تو قانون اُس کے ساتھ آتا ہی ہے۔ لیکن میں واناورن تیار کروں تو قانون کو لوگ پسند کریں گے۔ باپ ایسا ہی تو کرتا ہے۔ بچے کو مٹھائی کھانا ہے، لیکن مٹھائی دیتا ہے تو وہ پریم سے دیتا ہے اور طماچہ لگاتا ہے تو پریم سے لگاتا ہے۔ اور جو کڑی لوتلے کے لئے آتے ہیں، وہ بچے کو مٹھائی کھاتے تو ہوں، پر وہ پریم کی مٹھائی نہیں ہوتی۔ لیکن ماما جو طماچہ لگاتی ہے، وہ پریم کا ہوتا ہے۔ میں تو زمین لیتا ہوں، وہ پریم سے لیتا ہوں۔ مجھے تو تعجب لگتا ہے کہ جہاں میں جاتا ہوں، وہاں لوگ زمین دینے کے لئے کہیں تیار ہوتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کیا یہ گاندھی جی کی کرامات ہے؟ لوگ جانتے ہیں کہ یہ گاندھی جی کا آدمی ہے تو پریم سے دینے کو تیار ہوتے ہیں۔ لیکن اتنی ہی بات نہیں ہے، اور بھی بات ہے۔ گاندھی جی کی کرامات ہے، لیکن پرمیشور کی بھی کرامات ہے۔ پرمیشور کی مہما ہے کہ اتنی ساری زمین اپنے ہاتھ میں رکھ کر کوئی لے جانے والا نہیں ہے، ایسا لوگ جانتے ہیں۔ آخر اتنی زمین کو وہ خد بھی تو نہیں کر سکتے ہیں۔ اسی لئے اتنی زمین اپنے ہاتھ میں رکھنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے، یہ بات اُن کے دھیان میں آگئی۔ اس لئے آج میں وامن اوتار ہو گیا اور کہتا ہوں کہ زمین

دے دو۔ توں قدم دیکھتے تو بھی بس ہے۔ لیکن مجھے جو سو ایکڑ ملے ہیں، اتنے ہی میرے نہیں ہوں۔ وہ جو چار ہزار ایکڑ مجھے ہوں، وہ سارے میرے ہی ہیں۔ پرمیشور وامن کے تین قدموں میں سارا تریدہوں آگیا، ویسا یہ معاملہ ہے۔ تو یہ ساری خوبی اگر غریب لوگ سمجھیں گے

دے دو۔ توں قدم دیکھتے تو بھی بس ہے۔ لیکن مجھے جو سو ایکڑ ملے ہیں، اتنے ہی میرے نہیں ہوں۔ وہ جو چار ہزار ایکڑ مجھے ہوں، وہ سارے میرے ہی ہیں۔ پرمیشور وامن کے تین قدموں میں سارا تریدہوں آگیا، ویسا یہ معاملہ ہے۔ تو یہ ساری خوبی اگر غریب لوگ سمجھیں گے

لیکن تیسرے قدم میں سب لے لینے والا ہوں

تو پھر کمونسٹ ہم کو کہیں گے، کوسا بھولا آدمی ہے! لیکن انکو میں کہوں گا کہ بھولا میں نہیں ہوں، میرا دماغ میں جانتا ہوں۔ ایک دفعہ تھوڑی بھانپنا، تھوڑا واناورن ہونے دو کہ زمین غریبوں کو دینے میں فائدہ ہے؛ پھر ایک دفعہ واناورن تیار ہو جائیگا تو کانون میں کرا لوں گا۔ پھر راہ نہیں دیکھنے والا کہ آج سو ایکڑ ہوں، پانچ سال کے بعد اور 100 ایکڑ ملے گی، اور پھر پانچ سال کے بعد باقی 100 ایکڑ ملے گی۔ ایسے چار ہزار ملنے میں تو سو برس چلے جائیں گے۔ بات ایسی ہے کہ ہوا بدل جاتی، چاہئے اور ہوا بدل جاتی ہے تو قانون اُس کے ساتھ آتا ہی ہے۔ لیکن میں واناورن تیار کروں تو قانون کو لوگ پسند کریں گے۔ باپ ایسا ہی تو کرتا ہے۔ بچے کو مٹھائی کھانا ہے، لیکن مٹھائی دیتا ہے تو وہ پریم سے دیتا ہے اور طماچہ لگاتا ہے تو پریم سے لگاتا ہے۔ اور جو کڑی لوتلے کے لئے آتے ہیں، وہ بچے کو مٹھائی کھاتے تو ہوں، پر وہ پریم کی مٹھائی نہیں ہوتی۔ لیکن ماما جو طماچہ لگاتی ہے، وہ پریم کا ہوتا ہے۔ میں تو زمین لیتا ہوں، وہ پریم سے لیتا ہوں۔ مجھے تو تعجب لگتا ہے کہ جہاں میں جاتا ہوں، وہاں لوگ زمین دینے کے لئے کہیں تیار ہوتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کیا یہ گاندھی جی کی کرامات ہے؟ لوگ جانتے ہیں کہ یہ گاندھی جی کا آدمی ہے تو پریم سے دینے کو تیار ہوتے ہیں۔ لیکن اتنی ہی بات نہیں ہے، اور بھی بات ہے۔ گاندھی جی کی کرامات ہے، لیکن پرمیشور کی بھی کرامات ہے۔ پرمیشور کی مہما ہے کہ اتنی ساری زمین اپنے ہاتھ میں رکھ کر کوئی لے جانے والا نہیں ہے، ایسا لوگ جانتے ہیں۔ آخر اتنی زمین کو وہ خد بھی تو نہیں کر سکتے ہیں۔ اسی لئے اتنی زمین اپنے ہاتھ میں رکھنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے، یہ بات اُن کے دھیان میں آگئی۔ اس لئے آج میں وامن اوتار ہو گیا اور کہتا ہوں کہ زمین

कम्युनिस्ट जो काम करते हैं, वही मैं कर रहा हूँ।

जो जिस्म है, वह मेरा रूप नहीं है, मैं तो भगवान की चमक हूँ और यह एक बोला पहना है, तो वह भी निडर हो सकता है। अगर वह यह समझे कि हम तो भगवान की चमक हैं और यह शरीर ऊपर ऊपर का हमारा एक कपड़ा है, हम भगवान के प्रकाश भर ही हैं, तो हिम्मत आ जायगी। लोग मानते हैं कि हाथ में बंदूक आएगी तो हिम्मत आती है, लेकिन यह बिलकुल गलत खयाल है।

मेरा और उनका तरीका

यही देखो न कि कम्युनिस्टों ने विचार किया कि गरीब लोगों की सेवा करें, उनका विचार तो अच्छा है, लेकिन उन्होंने जो तरीका अलतियार किया है, उससे किसानों का कोई लाभ नहीं हो रहा है, बल्कि किसान डर गए हैं। गांधी जी हम लोगों में आए और उन्होंने हम को हिम्मत दी। वह आप लोगों ने देखा। अंगरेजों ने हमारे हाथ से हथियार छीन लिये थे तो गांधी जी ने कहा कि हमें हथियार का कोई इस्तेमाल नहीं। और सत्याग्रह को लड़ाई में जहाँ तक लोगों ने देखा, औरतें जो कभी घर से बाहर नहीं निकली थीं, उन्होंने भी अपनी जान खतरे में डाली और हिन्दुस्तान ने ऐसा कमाल देखा कि हजारों स्त्रियाँ बाहर आ गईं। मतलब उसका यह हुआ कि औजारों की ताकत कोई ताकत नहीं है, आत्मा की ताकत ही सच्ची ताकत है। लेकिन कम्युनिस्टों का अभी तक आत्मा की ताकत पर विश्वास नहीं बैठा, वह औजारों पर ही भरोसा रखे हुए हैं। अगर वह औजारों पर भरोसा रखते हैं तो वे देखेंगे कि हिन्दुस्तान के लोग उनके बारे में कोई हमदर्दी नहीं रखते। लेकिन अगर वे हथियारों का विश्वास छोड़ दें और आत्म-शक्ति पर विश्वास रखें तो वे देखेंगे कि मैं भी उनके साथ में शामिल होता हूँ। फिर मैं कहूँगा कि मैं भी एक कम्युनिस्ट हूँ और तुम भी कम्युनिस्ट हो ता दोनों मिल कर हिन्दुस्तान की सेवा करेंगे। लेकिन उन लोगों का तरीका अभी तक यह रहा कि वे एक-एक गाँव में फूट डालते हैं और मेरा तरीका यह होगा कि सारे गाँव को मैं एक बनाऊँगा। वह एक ही गाँव में एक घर वाले को दूसरे घर वाले के साथ लड़ाएँगे, मैं सब गाँव वालों को एक करूँगा।

वामनावतार का पहला क्रदम

अभी देखिये न कि मैं एक छोटे गाँव से हो आया, उस गाँव को लूट कर आया हूँ। उस गाँव में 50 एकड़ जमीन एक मालदार भाई से गरीबों को दिलवाई। उसके पहले भी 8 गाँवों में इसी तरह 100 एकड़, 75 एकड़ जमीन लोगों से ली और गरीबों को दिलवाई। आज आपके गाँव को भी कुछ लूटने वाला हूँ। लेकिन यह कम्युनिस्ट

जो काम करते हैं, वही मैं कर रहा हूँ।
जो जिस्म है, वह मेरा रूप नहीं है, मैं तो भगवान की चमक हूँ और यह एक बोला पहना है, तो वह भी निडर हो सकता है। अगर वह यह समझे कि हम तो भगवान की चमक हैं और यह शरीर ऊपर ऊपर का हमारा एक कपड़ा है, हम भगवान के प्रकाश भर ही हैं, तो हिम्मत आ जायगी। लोग मानते हैं कि हाथ में बंदूक आएगी तो हिम्मत आती है, लेकिन यह बिलकुल गलत खयाल है।

मेरा और उनका तरीका

यही देखो न कि कम्युनिस्टों ने विचार किया कि गरीब लोगों की सेवा करें, उनका विचार तो अच्छा है, लेकिन उन्होंने जो तरीका अलतियार किया है, उससे किसानों का कोई लाभ नहीं हो रहा है, बल्कि किसान डर गए हैं। गांधी जी हम लोगों में आए और उन्होंने हम को हिम्मत दी। वह आप लोगों ने देखा। अंगरेजों ने हमारे हाथ से हथियार छीन लिये थे तो गांधी जी ने कहा कि हमें हथियार का कोई इस्तेमाल नहीं। और सत्याग्रह को लड़ाई में जहाँ तक लोगों ने देखा, औरतें जो कभी घर से बाहर नहीं निकली थीं, उन्होंने भी अपनी जान खतरे में डाली और हिन्दुस्तान ने ऐसा कमाल देखा कि हजारों स्त्रियाँ बाहर आ गईं। मतलब उसका यह हुआ कि औजारों की ताकत कोई ताकत नहीं है, आत्मा की ताकत ही सच्ची ताकत है। लेकिन कम्युनिस्टों का अभी तक आत्मा की ताकत पर विश्वास नहीं बैठा, वह औजारों पर ही भरोसा रखे हुए हैं। अगर वह औजारों पर भरोसा रखते हैं तो वे देखेंगे कि हिन्दुस्तान के लोग उनके बारे में कोई हमदर्दी नहीं रखते। लेकिन अगर वे हथियारों का विश्वास छोड़ दें और आत्म-शक्ति पर विश्वास रखें तो वे देखेंगे कि मैं भी उनके साथ में शामिल होता हूँ। फिर मैं कहूँगा कि मैं भी एक कम्युनिस्ट हूँ और तुम भी कम्युनिस्ट हो ता दोनों मिल कर हिन्दुस्तान की सेवा करेंगे। लेकिन उन लोगों का तरीका अभी तक यह रहा कि वे एक-एक गाँव में फूट डालते हैं और मेरा तरीका यह होगा कि सारे गाँव को मैं एक बनाऊँगा। वह एक ही गाँव में एक घर वाले को दूसरे घर वाले के साथ लड़ाएँगे, मैं सब गाँव वालों को एक करूँगा।

वामनावतार का पहला क्रदम

अभी देखिये न कि मैं एक छोटे गाँव से हो आया, उस गाँव को लूट कर आया हूँ। उस गाँव में 50 एकड़ जमीन एक मालदार भाई से गरीबों को दिलवाई। उसके पहले भी 8 गाँवों में इसी तरह 100 एकड़, 75 एकड़ जमीन लोगों से ली और गरीबों को दिलवाई। आज आपके गाँव को भी कुछ लूटने वाला हूँ। लेकिन यह कम्युनिस्ट

وہیں کھانا کھاتے ہیں تو پولیس ہمیں ڈراتی ہے۔ اگر ہم کمیونسٹوں کو کھانا نہیں کھاتے ہیں تو وہ مار ڈالتے ہیں۔ اس طرح رات میں کمیونسٹوں سے خوف ہوتی ہے، دن میں پولیس والوں سے۔ ایسی صورت میں ہمیں کھا کرنا چاہئے؟

نقد و نثر کی طاقت پیدا کجھئے

نقد و نثر کی طاقت پیدا کجھئے

ہم نے کہا کہ آپ لوگوں کو نقد بدلانے کے لئے ہی میں آیا ہوں۔ اگر کوئی زبردستی سے آپ کے گھر میں گھس کر کھانا مانگتا ہے تو اس کو کھانے کی ذمہ داری آپ پر نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ ذمہ داری تو ہم پر نہیں ہے، لیکن وہ ہم کو مار ڈالیں گے تو ہم کیا کریں گے؟ میں نے ان کو سمجھایا کہ پرمشور نے جس کا مونا آج لکھ رکھا ہے، اس کا دنا کبھی تلنے والا نہیں ہے۔ اور اگر اس نے ہمارا مونا آج نہیں لکھا ہے تو کوئی کمیونسٹ ہم کو مار سکتا۔ والے نہیں۔ تو آپ لوگوں کو مرنے کا تو چھوڑنا چاہئے۔ جو لوگ مرنے سے ڈرتے ہیں، وہ زندہ نہیں ہوں، لیکن مر چکے ہیں۔ آپ سمجھتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی یہاں دھپے والا نہیں ہے، سارے کے سارے جانے والے ہیں۔ جب پرمشور کا بلاوا آتا ہے تو ہر ایک کو جانا ہی پوتا ہے۔ اس لئے کوئی ہمدردی کے ہمارے سامنے آئے گا تو اُسکے سامنے چھاتی کھلی کرنے کی ہمت ہم میں ہونی چاہئے۔ وہ اگر مارنے کے لئے آئے گا اور اگر وہ بھی ہمارا بھائی ہوگا تو اس پر من میں دیا ہونی چاہئے اور اُسکے ساتھ شانتی سے کھڑے ہو جانا چاہئے اور کھانا چاہئے کہ بھائی، زبردستی سے کوئی چھوڑ مانگتے ہو تو ہم دیلمے والے نہیں ہوں، ہم کو قتل کر کے جو لوہا ہے، وا لے جاؤ۔ جب ہم لوگ اس دنیا کو چھوڑ کر جاتے ہیں تو یہاں کا سارا سر انجام ساتھ لے کر نہیں جاتے ہیں۔ یہ جو نقد و نثر کی طاقت ہے، خونی لوگوں کا سامنا کرنے کی طاقت ہے، وہ طاقت ہم لوگوں میں ہونی چاہئے۔

ہمت ہمدردی میں نہیں ہوتی!

ہمت ہمدردی میں نہیں ہوتی!

ہمت ہمدردی میں نہیں ہوتی!

آج ایک بھائی نے کہا کہ "آندھر میں کا نکوہ حکومت تھی اُسکے بعد 700، 800 سال ہوئے، اس زمین میں کوئی بہادر انسان ہی پیدا نہیں ہوا۔ لیکن کسانوں میں سے کتنے ہی ایسے پیدا ہوئے ہونگے، جنہوں نے مصیبتوں کا سامنا کیا ہوگا۔ ان کا اتھاس لکھنے والا توڑے ہی کوئی ملے؟ اس سے ہم کو نا اُمید نہیں ہونا چاہئے، بلکہ کسان کو اپنی طاقت کھا ہے، اس کا انداز ہونا چاہئے۔ آپ نے پرمشور کا چتر حلا ہے۔ وہ چھوٹا سا بچہ تھا، لیکن اُس نے ہرنوہ کشپ کا سامنا کیا۔ اتنا ایک چھوٹا سا بچہ بھی اگر یہ سمجھ کہ یہ

मानے हुए नेता और सारे रास्ते के प्यारे तो हैं ही. इकूमव करने वाली पार्टी और साथ ही उसकी विरोधी पार्टी दोनों का नेता होने की अनोखी इच्छत उन्हें हासिल है, या हालत को दूसरी निगाह से देखते हुए इसे उनकी बड़ी कमनसीबी भी कहा जा सकता है. केवल तमाराबीन को यह हालत कितनी ही मजेदार क्यों न मालूम हो, लेकिन हम लोगों के लिये तो—जिनकी तकदीर इन नेताओं के साथ जुड़ी हुई है—यह वतनी ही बड़ी दर्दनाक और तकलीफ देह है, जितनी कि अयोध्या की जनता के लिये दशरथ के दरबार में चलनेवाली कैदई की साजिशें थीं.

क्या इस दर्दनाक चीज से बचा नहीं जा सकता? खुदी को मिटाने और सीधी तरह सोचने से बिगड़ी हुई हालत को सुधारा जा सकता है. भगवान हम में से हर एक को यह ताकत दे.

—कि० च० मरारुवाला

‘सबोदय’ से

कम्युनिस्ट जो काम चाहते हैं, वही मैं
कर रहा हूँ !

भाइयो और बहनो,

आज मैं आपके गाँव में आया और मैंने सुना कि कल पुलिस आपके वहाँ से चार लोगों को गिरफ्तार करके ले गई है. मैं सुनता हूँ कि जिन लोगों को पकड़ा है, उनके बारे में यह शंका है कि उन लोगों ने कम्युनिस्टों को कुछ मदद पहुँचाई. पुलिस को इस तरह शंका आई और इन लोगों को बह ले गए, इससे हमको डरना नहीं चाहिये. पुलिस वाले अपना काम करते हैं. आप लोगों को यह ध्यान में रखना चाहिये कि पुलिस आपकी मदद के लिये है, आपको तकलीफ देने के लिये नहीं. जो लोग गिरफ्तार हुए हैं, उन लोगों ने कम्युनिस्टों को मदद दी होगी तो कम्युनिस्टों के डर से दी होगी या उनके साथ हमदर्दी रखने के कारन दी होगी. यह कोई न समझे कि यह लोग जो पकड़े गए हैं, सारे के सारे गुनहगर होंगे. वह अगर बिना डर के जो कुछ हुआ है, पुलिस वालों को सुनाएंगे तो मैं उम्मीद करता हूँ कि उन्हें भी कोई तकलीफ नहीं होगी.

दोनों तरफ़ डर

आज एक नौजवान हम से मिलने आए थे. उन्होंने एक ख़ास पूछा कि कम्युनिस्ट आते हैं, हमको घमकाते हैं. हम

माने वाले नेता और सारे रास्ते के प्यारे तो हैं ही. इकूमव करने वाली पार्टी और साथ ही उसकी विरोधी पार्टी दोनों का नेता होने की अनोखी इच्छत उन्हें हासिल है, या हालत को दूसरी निगाह से देखते हुए इसे उनकी बड़ी कमनसीबी भी कहा जा सकता है. केवल तमाराबीन को यह हालत कितनी ही मजेदार क्यों न मालूम हो, लेकिन हम लोगों के लिये तो—जिनकी तकदीर इन नेताओं के साथ जुड़ी हुई है—यह वतनी ही बड़ी दर्दनाक और तकलीफ देह है, जितनी कि अयोध्या की जनता के लिये दशरथ के दरबार में चलनेवाली कैदई की साजिशें थीं.

क्या इस दर्दनाक चीज से बचा नहीं जा सकता? खुदी को मिटाने और सीधी तरह सोचने से बिगड़ी हुई हालत को सुधारा जा सकता है. भगवान हम में से हर एक को यह ताकत दे.

—क. डे. मशरूवाला

‘सरुद’ से

कम्युनिस्ट जो काम चाहते हैं, वही
मैं कर रहा हूँ !

भाइयो और बहनो,

आज मैं आपके गाँव में आया और मैंने सुना कि कल पुलिस आपके वहाँ से चार लोगों को गिरफ्तार करके ले गई है. मैं सुनता हूँ कि जिन लोगों को पकड़ा है, उनके बारे में यह शंका है कि उन लोगों ने कम्युनिस्टों को कुछ मदद पहुँचाई. पुलिस को इस तरह शंका आई और इन लोगों को बह ले गए, इससे हमको डरना नहीं चाहिये. पुलिस वाले अपना काम करते हैं. आप लोगों को यह ध्यान में रखना चाहिये कि पुलिस आपकी मदद के लिये है, आपको तकलीफ देने के लिये नहीं. जो लोग गिरफ्तार हुए हैं, उन लोगों ने कम्युनिस्टों को मदद दी होगी तो कम्युनिस्टों के डर से दी होगी या उनके साथ हमदर्दी रखने के कारन दी होगी. यह कोई न समझे कि यह लोग जो पकड़े गए हैं, सारे के सारे गुनहगर होंगे. वह अगर बिना डर के जो कुछ हुआ है, पुलिस वालों को सुनाएंगे तो मैं उम्मीद करता हूँ कि उन्हें भी कोई तकलीफ नहीं होगी.

दोनों तरफ़ डर

आज एक नौजवान हम से मिलने आये थे. उन्होंने एक ख़ास पूछा कि कम्युनिस्ट आते हैं, हमको घमकाते हैं. हम

ایک دردناک چیز

ایک دردناک چیز

ہمارے नेताؤں اور اخباروں نے یہ ظاہر کیا ہے کہ کل ہند کانگریس کمیٹی کی بلنگلور بیٹھک کو کانگریس کے بہتر ایکٹا پیدا کرنے میں بہت بڑی سہولت ملی ہے۔ لیکن بیٹھک مشکل سے پوری ہو پائی تھی کہ شری قدوائی اور شری جھن کے بھانوں اور استغفوں نے یہ صاف بتادیا کہ حالت پہلے ہی جھسی پکڑی ہوئی ہے۔ اُس میں دنی بھر سدھار نہیں ہوا ہے۔ ہر ایک کانگریسی اخبار نے شری قدوائی کے استغفوں کو راحت دینے والی مکتی مان کر اُسکا کھلا سواکت کیا ہے۔ لیکن اب کانگریس کو اُس پوچھپوچھ کی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جس کے لئے شری نہرو سدھار ہیں۔ اور وہ یہ کہ انہوں نے شری قدوائی اور شری جھن کو اپنے کیلندری ملتے ملقل میں بٹائے رکھا ہے باوجود اس بات کے کہ وہ دونوں پرجا پارٹی کے نہتے ہیں اور اُس کانگریس کے کثیر ورودمی ہیں جسکے صدر شری تلتن جی ہیں۔

ہم جنماتا کے لوگوں کے لیے، جنہیں کانگریس کے भीतري मतभेदों और फूट का बहुत कम ज्ञान है, सच्चे गुण-वोशों के आधार पर इन सारे कामों की क्षीमता आंकना मुश्किल है. जनता तो अखबारों में जो कुछ छपता है, उसी से फैसला कर सकती है. और जो घटनायें घट रही हैं, उन्हें वह कांग्रेस के भीतर पैठी हुई सझांध के बदसे बदतर होने की निशानी ही मान सकती है. जनता इस नतीजे पर आए बिना भी नहीं रह सकती कि यह सझांध ऊपर से नीचे तक सारे संगठन में फैली हुई है. नई दिल्ली और सूबा की सरकारों में बहुत ही महत्व वाले महकमों की जिम्मेदारी संभालने वाले अनेकों मिनिस्टर अपने समय, अकल और ताकत का काफी बड़ा हिस्सा मिनिस्टरों के नाते अपना कर्ज पूरा करने में नहीं, बल्कि इन गन्दे दाँब पेंचों और चाल-बाजियों में ही खर्च करते होंगे. क्या जनता यह समझे कि जनहित राज या वेलफेयर स्टेट इन साजिशों और शड्यंत्रों की कटीली चनी झाड़ियों के जंगल में से पैदा होगी ?

श्री जवाहर लाल नेहरू दो रानी वाले उस नामी राजा की तरह मालूम होते हैं— जिसकी बड़ी रानी पटरानी होने पर भी राजा की कृपापात्र नहीं है और छोटी कांई खास हक न रखते हुए भी राजा की कृपापात्र है. प्रजा पारटी के नेता श्री क्रिदवाई भी यह जाहिर करते हैं कि नेहरू जी मेरे नेता और प्यारे दोस्त हैं, और, बेराक नेहरू जी कांग्रेस के

ہمارے نہتوں اور اخباروں نے یہ ظاہر کیا ہے کہ کل ہند کانگریس کمیٹی کی بلنگلور بیٹھک کو کانگریس کے بہتر ایکٹا پیدا کرنے میں بہت بڑی سہولت ملی ہے۔ لیکن بیٹھک مشکل سے پوری ہو پائی تھی کہ شری قدوائی اور شری جھن کے بھانوں اور استغفوں نے یہ صاف بتادیا کہ حالت پہلے ہی جھسی پکڑی ہوئی ہے۔ اُس میں دنی بھر سدھار نہیں ہوا ہے۔ ہر ایک کانگریسی اخبار نے شری قدوائی کے استغفوں کو راحت دینے والی مکتی مان کر اُسکا کھلا سواکت کیا ہے۔ لیکن اب کانگریس کو اُس پوچھپوچھ کی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جس کے لئے شری نہرو سدھار ہیں۔ اور وہ یہ کہ انہوں نے شری قدوائی اور شری جھن کو اپنے کیلندری ملتے ملقل میں بٹائے رکھا ہے باوجود اس بات کے کہ وہ دونوں پرجا پارٹی کے نہتے ہیں اور اُس کانگریس کے کثیر ورودمی ہیں جسکے صدر شری تلتن جی ہیں۔

ہم جنماتا کے لوگوں کے لیے، جنہیں کانگریس کے भीतري मतभेदों और फूट का बहुत कम ज्ञान है, सच्चे गुण-वोशों के आधार पर इन सारे कामों की क्षीमता आंकना मुश्किल है. जनता तो अखबारों में जो कुछ छपता है, उसी से फैसला कर सकती है. और जो घटनायें घट रही हैं, उन्हें वह कांग्रेस के भीतर पैठी हुई सझांध के बदसे बदतर होने की निशानी ही मान सकती है. जनता इस नतीजे पर आए बिना भी नहीं रह सकती कि यह सझांध ऊपर से नीचे तक सारे संगठन में फैली हुई है. नई दिल्ली और सूबा की सरकारों में बहुत ही महत्व वाले महकमों की जिम्मेदारी संभालने वाले अनेकों मिनिस्टर अपने समय, अकल और ताकत का काफी बड़ा हिस्सा मिनिस्टरों के नाते अपना कर्ज पूरा करने में नहीं, बल्कि इन गन्दे दाँब पेंचों और चाल-बाजियों में ही खर्च करते होंगे. क्या जनता यह समझे कि जनहित राज या वेलफेयर स्टेट इन साजिशों और शड्यंत्रों की कटीली चनी झाड़ियों के जंगल में से पैदा होगी ?

श्री जवाहर लाल नेहरू दो रानी वाले उस नामी राजा की तरह मालूम होते हैं— जिसकी बड़ी रानी पटरानी होने पर भी राजा की कृपापात्र नहीं है और छोटी कांई खास हक न रखते हुए भी राजा की कृपापात्र है. प्रजा पारटी के नेता श्री क्रिदवाई भी यह जाहिर करते हैं कि नेहरू जी मेरे नेता और प्यारे दोस्त हैं, और, बेराक नेहरू जी कांग्रेस के

ही जाय जिस से सारी भी मिलती रहे। साथ ही साथ वह भी मानी हुई बात है कि कोका-कोला के फैसले से हमारे देश का काफी पैसा बाहर चला जायगा जो इसके अन्दर पबने वाले जुदा जुदा रसों और चीजों के लिये चाहिये, इसकी बनावट की सब से खास चीजें तो विदेश से ही आती हैं क्योंकि पेटेन्ट का अधिकार उन्हीं को मिला हुआ है" (मैसूर 9 अप्रैल, 1951)।

बताहिए कि बाहर की पेटेन्ट शुल्क चीजों से ठंडाईयां और शरबत अब सरकार हमें पिलाएगी और पैसा बाहर भिजवाएगी, यह सरकार की आम पालिसी है।

अब आगे हम क्या कहें ? हम बिके जा रहे हैं अपने पूँजीपतियों के हाथों में, और हम सब मिलकर बिके जा रहे हैं अमरीका व ब्रिटेन के पूँजीपतियों के हाथों में ! इसी का नाम तरक्की है, इसी का नाम वह बुनियादी चीज है जिस पर पंडित जवाहर लाल नेहरू हम से बलिहारी हो जाने को कहते हैं। हम फिर अर्ज करेंगे कि साइन्स की इन तकनीकों की हमारे देश में इस वजह से इस तरह के इस्तेमाल की बात हमारी समझ में नहीं आती, कई बार सारी रिपोर्ट हमने इधर से उधर तक और के साथ देखली, हर दफा पंडित जवाहर लाल नेहरू का सिर्फ एक जुमला हमारे विमारा में उतर आता है—“जनता की तरफ से बेरुखी दर असल बढ़ी है,” खूब बढ़ी है, बढ़ रही है।

यह बेरुखी ही एक सच्चाई है, यही पंडित जवाहर लाल की रिपोर्ट का निचोड़ है, यही आज़ाद हिन्दुस्तान की खुद-मुखतार सरकार के कारनामों का एक सर्विकेड है, यही देश की सब से बड़ी घटना है, सबसे दर्द भरी घटना है, सबसे खतरनाक घटना है।

—सुरेश रामभाई

अमन या जंग ?

“अगर दुनिया की जनता अमन कायम रखने और आखीर तक अमन की रक्षा करने का काम खुद अपने हाथ में ले ले तो अमन कायम रहेगा और सज्ज्वी पकड़ेगा, लेकिन अगर जंग की बातें फैलाने वाले दुनिया की आम जनता को भूटी बातों के जाल में फँसाने, उन्हें धोका देने और एक नई बड़ी जंग में बसीट खाने में कामियाब हो गए तो मुमकिन है जंग न टल सके।”

—स्टालिन

दुनियाँ जितने जंग से तरो होती रहती है, साथ ही साथ यह भी मानी हुई बात है कि कोका-कोला के फैसले से हमारे देश का काफी पैसा बाहर चला जायगा जो इसके अन्दर पबने वाले जुदा जुदा रसों और चीजों के लिये चाहिये, इसकी बनावट की सब से खास चीजें तो विदेश से ही आती हैं क्योंकि पेटेन्ट का अधिकार उन्हीं को मिला हुआ है" (मैसूर 9 अप्रैल, 1951)।

बताहिए कि बाहर की पेटेन्ट शुल्क चीजों से ठंडाईयां और शरबत अब सरकार हमें पिलाएगी और पैसा बाहर भिजवाएगी, यह सरकार की आम पालिसी है।

अब आगे हम क्या कहें ? हम बिके जा रहे हैं अपने पूँजीपतियों के हाथों में, और हम सब मिलकर बिके जा रहे हैं अमरीका व ब्रिटेन के पूँजीपतियों के हाथों में ! इसी का नाम तरक्की है, इसी का नाम वह बुनियादी चीज है जिस पर पंडित जवाहर लाल नेहरू हम से बलिहारी हो जाने को कहते हैं। हम फिर अर्ज करेंगे कि साइन्स की इन तकनीकों की हमारे देश में इस वजह से इस तरह के इस्तेमाल की बात हमारी समझ में नहीं आती, कई बार सारी रिपोर्ट हमने इधर से उधर तक और के साथ देखली, हर दफा पंडित जवाहर लाल नेहरू का सिर्फ एक जुमला हमारे विमारा में उतर आता है—“जनता की तरफ से बेरुखी दर असल बढ़ी है,” खूब बढ़ी है, बढ़ रही है।

यह बेरुखी ही एक सच्चाई है, यही पंडित जवाहर लाल की रिपोर्ट का निचोड़ है, यही आज़ाद हिन्दुस्तान की खुद-मुखतार सरकार के कारनामों का एक सर्विकेड है, यही देश की सब से बड़ी घटना है, सबसे दर्द भरी घटना है, सबसे खतरनाक घटना है।

—सुरेश रामभाई

अमन या जंग

“अगर दुनिया की जनता अमन कायम रखने और आखीर तक अमन की रक्षा करने का काम खुद अपने हाथ में ले ले तो अमन कायम रहेगा और सज्ज्वी पकड़ेगा, लेकिन अगर जंग की बातें फैलाने वाले दुनिया की आम जनता को भूटी बातों के जाल में फँसाने, उन्हें धोका देने और एक नई बड़ी जंग में बसीट खाने में कामियाब हो गए तो मुमकिन है जंग न टल सके।”

—स्टालिन

اس وقت نہیں یا ہم ان کے حق نہیں۔ یہ تو نہیں ہوگا۔ جب ہم میں کام سیکھنے اور سکھانے والوں کے ذہن کے پرانے جالے صاف ہو جائیں گے۔ تعلیم کے موجودہ قلمک سے وہ جالے ہوتے ہوں اور ان کو ہوج گھروں سے ہندوستانوں کو فائدہ نہیں پہنچانے دیتے۔

میسال کے تئیر پر ہم رڈکی کے بیلڈنگ ریسرچ انسٹیٹیوٹ کو لے جو رڈکی انجینیئرنگ یونیورسٹی سے اس قدم کے کاسلے پر ہے۔ یہ رڈکی یونیورسٹی بھی ابھی حال میں بنی ہے جس میں 180 لڑکے پڑتے ہیں جن کی خیریت میں 90 تو نجی نوکری ہیں، چوکیدار، چپراسی، ٹیکچرر، پروفیسر، ان کے ماں باپ ان پر دو سو ڈیڑھ سو روپے مہینہ خرچ کرتے ہیں اور جو تکروری لہجے کے بعد تھوڑے دنوں کی خوشامد کرتے ہیں وہ انہیں نوکری دے لیں۔ مگر اس شیطانی اور حیرت ناک چھڑ میں آگ نہیں جا کر ہم نئے کہلے ہوئے بیلڈنگ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی بات کریں جو ہندوستان کے گہارے کھوج گھروں میں سے ایک رتن ہے۔ وہاں جا کر آپ دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ یہ کھوج کی جا رہی ہے کہ دیہاتی آدمی سستے گھر، مظلوم گھر کو سے بنائے۔ چہرے پر کلمکیت ہو، ایسبیسٹس ہو یا اور کوئی شے چلی کا مسالہ !

اسی طرح دہلی میں مہسور میں فوڈ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ہے۔ وہاں یہ کھوج ہو رہی ہے کہ ہمیں چھٹی اور سستی خوراک کو سے ملے۔ کون نہیں جانتا کہ ہلسمپتی کے مقابلے کی یا تھل بہتر ہے، چھٹی کے مقابلے کو یا شکر بہتر ہے، تھل بہتر ہے، چھٹی کے مقابلے تازی، ہری یا آہلی چھڑ بہتر ہے۔ تو جہاں ضرورت یہ ہے کہ ہلسمپتی، چھٹی اور تانکوں کو تیار کرنے کے کارخانے بنائیں جائیں وہاں انسٹی ٹیوٹ والے اس بات پر مغر پچھی کرتے ہیں کہ کس طرح ایسی چھڑ بنائی جائے کہ اناج نہ ملنے پر پھٹ ہو جائے! کاش ایک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اس بات کے لئے کہلتا کہ روٹی یا ارن اور کھانا نہ ملنے پر کسی کھانا کو سے تین کیسے ڈھک لیا جائے۔ ہم نے کوکولا کے بارے میں اس فوڈ ٹھہر کے ڈائریکٹر کو لکھ کر پوچھا کہ اس میں کیا خوبیاں ہیں جو سڑک والے چوٹی سے اس کے کارخانے کہلتے دے رہی ہے، تو انہوں نے جواب دیا : —

”ایک سائنسدان کی حیثیت سے، مجھے تو اس بات پر یقین نہیں ہوتا کہ قدرت میں ہونے والے پھلوں، سبزیوں اور پودوں کے رسوں کو سڑا کر جو ہلکی نشہیلی چھڑیں تیار کی جاتی ہیں ان تک کے استعمال کو بند کر دینا ایک سچی برکت ہے۔ لیکن پھر، اب جب کہ ہماری قومی پالیسی کا ایک حصہ ہو گیا ہے تب ایک طرح سے یہ مناسب ہو گا کہ دوسری معمولی پوکائی والی چھڑوں کے استعمال کو ترقی

اسی طرح دہلی میں مہسور میں فوڈ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ہے۔ وہاں یہ کھوج ہو رہی ہے کہ ہمیں چھٹی اور سستی خوراک کو سے ملے۔ کون نہیں جانتا کہ ہلسمپتی کے مقابلے کی یا تھل بہتر ہے، چھٹی کے مقابلے کو یا شکر بہتر ہے، تھل بہتر ہے، چھٹی کے مقابلے تازی، ہری یا آہلی چھڑ بہتر ہے۔ تو جہاں ضرورت یہ ہے کہ ہلسمپتی، چھٹی اور تانکوں کو تیار کرنے کے کارخانے بنائیں جائیں وہاں انسٹی ٹیوٹ والے اس بات پر مغر پچھی کرتے ہیں کہ کس طرح ایسی چھڑ بنائی جائے کہ اناج نہ ملنے پر پھٹ ہو جائے! کاش ایک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اس بات کے لئے کہلتا کہ روٹی یا ارن اور کھانا نہ ملنے پر کسی کھانا کو سے تین کیسے ڈھک لیا جائے۔ ہم نے کوکولا کے بارے میں اس فوڈ ٹھہر کے ڈائریکٹر کو لکھ کر پوچھا کہ اس میں کیا خوبیاں ہیں جو سڑک والے چوٹی سے اس کے کارخانے کہلتے دے رہی ہے، تو انہوں نے جواب دیا : —

”ایک سائنسدان کی حیثیت سے، مجھے تو اس بات پر یقین نہیں ہوتا کہ قدرت میں ہونے والے پھلوں، سبزیوں اور پودوں کے رسوں کو سڑا کر جو ہلکی نشہیلی چھڑیں تیار کی جاتی ہیں ان تک کے استعمال کو بند کر دینا ایک سچی برکت ہے۔ لیکن پھر، اب جب کہ ہماری قومی پالیسی کا ایک حصہ ہو گیا ہے تب ایک طرح سے یہ مناسب ہو گا کہ دوسری معمولی پوکائی والی چھڑوں کے استعمال کو ترقی

اسی طرح دہلی میں مہسور میں فوڈ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ہے۔ وہاں یہ کھوج ہو رہی ہے کہ ہمیں چھٹی اور سستی خوراک کو سے ملے۔ کون نہیں جانتا کہ ہلسمپتی کے مقابلے کی یا تھل بہتر ہے، چھٹی کے مقابلے کو یا شکر بہتر ہے، تھل بہتر ہے، چھٹی کے مقابلے تازی، ہری یا آہلی چھڑ بہتر ہے۔ تو جہاں ضرورت یہ ہے کہ ہلسمپتی، چھٹی اور تانکوں کو تیار کرنے کے کارخانے بنائیں جائیں وہاں انسٹی ٹیوٹ والے اس بات پر مغر پچھی کرتے ہیں کہ کس طرح ایسی چھڑ بنائی جائے کہ اناج نہ ملنے پر پھٹ ہو جائے! کاش ایک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اس بات کے لئے کہلتا کہ روٹی یا ارن اور کھانا نہ ملنے پر کسی کھانا کو سے تین کیسے ڈھک لیا جائے۔ ہم نے کوکولا کے بارے میں اس فوڈ ٹھہر کے ڈائریکٹر کو لکھ کر پوچھا کہ اس میں کیا خوبیاں ہیں جو سڑک والے چوٹی سے اس کے کارخانے کہلتے دے رہی ہے، تو انہوں نے جواب دیا : —

”ایک سائنسدان کی حیثیت سے، مجھے تو اس بات پر یقین نہیں ہوتا کہ قدرت میں ہونے والے پھلوں، سبزیوں اور پودوں کے رسوں کو سڑا کر جو ہلکی نشہیلی چھڑیں تیار کی جاتی ہیں ان تک کے استعمال کو بند کر دینا ایک سچی برکت ہے۔ لیکن پھر، اب جب کہ ہماری قومی پالیسی کا ایک حصہ ہو گیا ہے تب ایک طرح سے یہ مناسب ہو گا کہ دوسری معمولی پوکائی والی چھڑوں کے استعمال کو ترقی

اگر یہی حالت کے تسمانیہ بدلتے گئے تو کھانے کا پانی بڑھ جائے گا۔

مہانہ دی پر جو ہیرا کونڈ ڈام بنایا جا رہا ہے اس کے سلسلے میں بھارتی کے نامی ہندوستان "بھارت جھوٹی" میں ہائی کمار بھوشن رائے کا ایک سمجھوتہ اور دلچسپ ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ ہماری سرکار یہ چاہتی ہے کہ امریکی سرکار نے جس طرح ایلن کولورڈو اور تھامس دیو کو پس میں کر لیا اسی طرح ہم بھی کر لیں۔ سرکار اس کی امید تھی کہ مہانہ دی میں تین جگہ پر — مہاراشٹر، ہریانہ اور باریج قائم باندھ کر پانی کے حوض تیار کئے جائیں۔ لیکن بعد میں تینوں کی جگہ صرف مہاراشٹر میں 4 کروڑ کے قریب تھا جو اب اور بڑھ گیا ہے۔ لیکن، جان لے لکھک کا کہنا ہے، جب کولورڈو جھوٹی دیو کا قیام میں لائے گئے امریکی والوں نے 134 حوض بنائے۔ مہانہ دی جھوٹی مہانہ دی کے لئے تین حوض سے کیا گئے والا ہے اور اب تو تینوں کی جگہ ایک ہی بن رہا ہے۔ یہی نہیں، کولورڈو ندی میں حوضوں کی عدد جہاں ایک ہزار سے دو ہزار سال تک کی ہے، مہانہ دی والوں کے لئے سرکاری سائز صرف چھ سو سال کا ہے اور بھائی کمار بھوشن رائے نے حساب لگا کر دکھایا ہے کہ یہ تھمک سے ایک سو سال ہی نہیں ہوگا! پھر، جب کولورڈو اسکیم پر کل خرچ 400 ارب روپے تھا، پھر 400 لاکھ سترہ سو ہزار دو سو تالیس یا دس ہزار ارب روپے یعنی ہزار بارہ سو کروڑ روپے کے (دیکھ) پورا تو مہانہ دی پر کل خرچ کتنا بیٹھتا اور وہ دیکھ، یہاں سے آئیگا؟ ان کا کہنا ہے — "ہماری ندی اسکیموں پر پورے سوچنے اور ان کی قیمت آنکھ کے قریب آئیگا ہے۔ الگ الگ آدمی ایک ہی چیز کو الگ الگ روشنی میں دیکھتے ہیں۔ اس لئے میں آئیگا کرتا ہوں کہ اگر میں صاف صاف اور کھل کر اپنی رائے کو پیش کر دوں جو سرکاری اسکیم بنانے والوں کی رائے سے بہت جدا ہے تو اسے ان کی شان کے خلاف نہیں سمجھا جائے گا۔"

مہانہ دی پر جو ہیرا کونڈ قائم بنایا جا رہا ہے اس کے سلسلے میں بھارتی کے نامی ہندوستان "بھارت جھوٹی" میں ہائی کمار بھوشن رائے کا ایک سمجھوتہ اور دلچسپ ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ ہماری سرکار یہ چاہتی ہے کہ امریکی سرکار نے جس طرح ایلن کولورڈو اور تھامس دیو کو پس میں کر لیا اسی طرح ہم بھی کر لیں۔ سرکار اس کی امید تھی کہ مہانہ دی میں تین جگہ پر — مہاراشٹر، ہریانہ اور باریج قائم باندھ کر پانی کے حوض تیار کئے جائیں۔ لیکن بعد میں تینوں کی جگہ صرف مہاراشٹر میں 4 کروڑ کے قریب تھا جو اب اور بڑھ گیا ہے۔ لیکن، جان لے لکھک کا کہنا ہے، جب کولورڈو جھوٹی دیو کا قیام میں لائے گئے امریکی والوں نے 134 حوض بنائے۔ مہانہ دی جھوٹی مہانہ دی کے لئے تین حوض سے کیا گئے والا ہے اور اب تو تینوں کی جگہ ایک ہی بن رہا ہے۔ یہی نہیں، کولورڈو ندی میں حوضوں کی عدد جہاں ایک ہزار سے دو ہزار سال تک کی ہے، مہانہ دی والوں کے لئے سرکاری سائز صرف چھ سو سال کا ہے اور بھائی کمار بھوشن رائے نے حساب لگا کر دکھایا ہے کہ یہ تھمک سے ایک سو سال ہی نہیں ہوگا! پھر، جب کولورڈو اسکیم پر کل خرچ 400 ارب روپے تھا، پھر 400 لاکھ سترہ سو ہزار دو سو تالیس یا دس ہزار ارب روپے یعنی ہزار بارہ سو کروڑ روپے کے (دیکھ) پورا تو مہانہ دی پر کل خرچ کتنا بیٹھتا اور وہ دیکھ، یہاں سے آئیگا؟ ان کا کہنا ہے — "ہماری ندی اسکیموں پر پورے سوچنے اور ان کی قیمت آنکھ کے قریب آئیگا ہے۔ الگ الگ آدمی ایک ہی چیز کو الگ الگ روشنی میں دیکھتے ہیں۔ اس لئے میں آئیگا کرتا ہوں کہ اگر میں صاف صاف اور کھل کر اپنی رائے کو پیش کر دوں جو سرکاری اسکیم بنانے والوں کی رائے سے بہت جدا ہے تو اسے ان کی شان کے خلاف نہیں سمجھا جائے گا۔"

یہ رائے ہے پورے لکھے انجینئرز لوگوں کی! تب پھر معمولی کسان تو یہی کہے گا۔ "بابا، بخشو! ہم کدواں کھود لیتے اور جو بیڑی بہت لہکتی ہے۔" کہنے کی ضرورت نہیں کہ ان بیڑیوں کا کتنا پتہ کم میں نہ آکر غلط طرح سے ضائع ہو جاتا ہے اور حساب کتاب کے معاملے میں جو بے توجہی رہی ہے اس کی چرچا تو پارلیمنٹ میں ہی آچکی ہے۔

دیکھان کے کھوج گھروں کے بارے میں ہمارے وہی حالت ہے جو دودھ کے جلے کی کھجور ہے، مانا کہ یہ اچھی چیز ہے، پیہچا کے گھر ہیں۔ لیکن ہمارے لائق نہیں، کم سے کم

یہی رائے ہے پورے لکھے انجینئرز لوگوں کی! تب پھر معمولی کسان تو یہی کہے گا۔ "بابا، بخشو! ہم کدواں کھود لیتے اور جو بیڑی بہت لہکتی ہے۔" کہنے کی ضرورت نہیں کہ ان بیڑیوں کا کتنا پتہ کم میں نہ آکر غلط طرح سے ضائع ہو جاتا ہے اور حساب کتاب کے معاملے میں جو بے توجہی رہی ہے اس کی چرچا تو پارلیمنٹ میں ہی آچکی ہے۔

دیکھان کے کھوج گھروں کے بارے میں ہمارے وہی حالت ہے جو دودھ کے جلے کی کھجور ہے، مانا کہ یہ اچھی چیز ہے، پیہچا کے گھر ہیں۔ لیکن ہمارے لائق نہیں، کم سے کم

हमारी बातें राक्षस साधित हैं। लेकिन पूत के कच्छन पाखने में जैसे कीकते हैं उससे ही हम उसके भागे का भन्दाबा लगा सकते हैं।

प्लानिंग कमीशन ने हाल में ही एक पंच-साला स्कीम मुल्क के आगे रखी है और बताया है कि किस काम में कितना रुपया खर्च करें तो पांच साल में हम अपने देश को क्या बना लेंगे, प्लानिंग कमीशन की रिपोर्ट को हम अच्छी तरह समझ रहे हैं और उम्मीद है कि अगले नम्बर में पूरे व्योरे के साथ उस पर अपनी राय जाहिर कर सकेंगे। मगर यहाँ हम एक बात कहे बिना नहीं रह सकते जो इस प्लानिंग कमीशन की रिपोर्ट को सरसरी तौर पर देखने से हमें चुभती हुई मालूम हुई, वह यह कि “न नौ मन तेल होगा न राधा नाचेंगी.” अगर कमीशन उन्हें नचाले गया तो राधा परदेसियों के हाथों बिकी जरूर रखी है.

नदी-स्त्रीयों को भी हम शुद्ध की आँखों से देखते हैं।
 गढ़ले तो हमारा दिल इस बात की गवाही नहीं देता कि
 इस तरह बामोदर, महानदी वगैरा पर डाम बांध बांध
 कर हम कोई खास काबू उनके बहाव पर पालेंगे और
 अपने सुखे खेतों को हरा कर लेंगे। हमें मालूम है कि पंजाब
 में जगह जगह जहाँ बड़े ज़ोरों से नहरें खोदी गई थीं या डाम
 बांधे गए थे वहाँ शुरु के बरसों में तो खूब अच्छी पौध लगी
 । किन्तु फिर बाद में कहीं कहीं ज़मीन पर उपजाऊ मिट्टी की
 गह नमकीनी मिट्टी—सज्जी जैसी—की तह जम गई और
 वह इलाक़े एक दम निरुद्ध से बन गए। यही हाल इन
 छीमों से भी ईश्वर न करे हो जाय !

अब तक जो इन ढामों का तजुरबा है वह भी दर्द भरा रहा. तीन ढामों को तो हम जानते हैं जिन के लिये तैयारी हुई, लाखों रुपय खर्च किये गए मगर जू में उन्हें बीच में ही छोड़ दिया गया—उत्तर प्रदेश में हनुमान, मधुवास में रामपद सागर ढाम और आसाम ब्रह्मपुत्रा ढाम. अभी 24 जुलाई को बंगाल के गवर्नर ने हा—“हम पच्छिमी बंगाल वालों को जब यह मालूम हुआ : दामोदर-बाढ़-रोक-ढाम स्कीम पर सरकार अब कोई धन नहीं दे रही है तो हम पस्त हिम्मत हो गए.” यानी मोदर बाढी स्कीम के मुकम्मल हो जाने पर भी दामोदर बाढ़ें पच्छिमी बंगाल के दुखियों को सताती रहेंगी.

भकरा-नंगल डाम पर साल भर साल खर्च का जो
मीना है, वह देखने की चीज है—

ہیکرا نفکل دام پر سال در سال خرچ کا جو نقصان
ہے وہ دیکھنے کی چیز ہے۔

सन्	करोड़ रुपये
1947	42
1948	70
1949	110
1950	133

انوریتہ جبل میں لاکھوں اُسکی کامیابی اسی میں ہے کہ وہ
 ہمیں ہماری منشا کے انورسار پہنچا دیتا ہے یا نہیں۔
 سب چیز طریقہ نہیں بلکہ مقصد ہے۔“

اس نژاد سے دیکھتے ہوئے وہ پھر ندی اکھنڈوں پر ہونچ گئے اور اُسکے بعد کھیتی پر۔ بڑی کھیتی آہانی سے پھرا کر انہوں نے ”کلہ پلاننگ“ کی صلاح دی ہے۔

سی کا نام ہے برتہ کنٹرول۔ اور کہونکہ اب تک یہ کنٹرول نہیں ہوا اسلئے اُن کے خیال سے اناج کا مسئلہ دیں پر بن تھوہا ہوگیا اور دیہی کے کچھ حصوں میں قحط جیسی حالت پودا ہوگئی۔ سرکار نے ’ارد غلہ اُچھاؤ‘ ندرلن چلایا جو کامیاب تو رہا ”مگر نتیجے اتنے صاف صاف نہیں دکھائی پڑے۔“ اسی سلسلے میں انہوں نے نایب وغیرہ کے موجودہ کنٹرول کو بھی ضروری بتایا ہے۔

بلذت جواہر لال نہرو نے اپنی رپورٹ میں اس بات کی
دعویٰ ظاہر کی ہے کہ اس چار سال کے عرصے میں ہم
نے نہادمان بننا ڈالا زمینداری پر تھا کو ختم کرنے کی
کمیونیزم (ج ڈالمن) ہندو کوڈ ہل جیسے انقلابی قدم کے لئے
مانوں کو ڈالا۔ مگر ہوا! میں کوئی فرق تو نہیں دیکھ
سکتا تھا۔ ہم بھی خوش ہو رہے تھے کہ چلو اچھا ہوا
ہو گیا، لیکن یہ سب کالے اکثر میں جن سے فائدہ تو
وہی دوسرے ہی اُٹھا لے جاتے ہیں۔

اپنی رپورٹ کے بعد والے حصے میں بلذات جی نے اپنی ویدیشی پالیسی، شمشور کا سوال، دونوں بلگالوں میں تاملانی، پرچا اور سوئٹس پارٹھوں او آئے والے چٹاؤ میں کنگریس کے فرض پر روشنی ڈالی ہے اور یہ صلاحیں ای ہیں کہ کہا کرنا چاہئے۔ اسی دوران میں انہوں نے مزدوری ملازموں کے کام کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے — 'میرا خیال ہے کہ جو سخت آؤچلا اُن کی کی جاتی ہے وہ بہت حد تک صحیح نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ انہوں نے کبھی بھی اتنی محنت سے کام نہیں کیا جتنا ان چند برس میں۔' اِسکے علاوہ یہ بھی بتایا ہے کہ چھڑیں کھسے چلانا چاہئیں۔

ہوئے اندر مگر دکھ کے ساتھ ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ اس پورے میں بلذت جی کی صرف ایک بات کے علاوہ کوئی دوسری چیز ہمارے لئے نہیں اُترتی۔ وہ ہے اُن کا یہ ماننا کہ سرکار اور خلیفہ میں بدزگوئی ہوئی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اُن چار برس میں سوائے اس بدزگوئی کے کسی دوسری چیز کی پیداوار نہیں ہوئی۔ اُس سے کہیں زیادہ کہ ہمیں اس بات کا ہے کہ جن تین چیزوں پر بلذت جی سب سے زیادہ زور دیتے ہیں—وگھان کھوج کھر، ندی اسکھیں اور پلاننگ کمیشن—وہ ملک میں تری لالے کے بجائے تباہی لالے والی ہوں۔ ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہم تمام سنگین باتوں سے بچ رہے ہیں اور ہماری دلی تمنا ہے کہ

باہر ہے کہ یہ رپورٹ پچھلے چار سال کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتی۔ یہ تو محض کچھ گتھائوں اور اندازہ انداز کی باتوں سے بھری ایک چھوٹی سی گتھی ہو سکتی ہے جس سے دوسروں کو موتا اندازہ ہو جائے اور آگے کے لئے راستہ نکالنے میں مدد ملے۔ لیکن ہماری مصیبت یہ اور بھی ہے کہ ایک چھوٹے سے لیکچر میں اس گتھی کی چاہے وہ چھوٹی ہی کیوں نہ ہو، سبھی چھڑوں کو نکال نکال کر جانچ کر ان کی قیمت پرکھنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اس لئے ہم صرف خاص خاص نمونوں کو لے کر سنتوش کریں گے۔

پंडित جواہر لال نے شुरु میں ہی کہا ہے کہ آزادی کے ساتھ ساتھ حکومت پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے— بٹوارا اور लाखों की तादाद में बे घरवालों का आना, कश्मीर पर पाकिस्तान का हमला, बापू की हत्या, चीजों के दाम बढ़ जाना और आर्थिक बन्दोबस्त बाँबाडोल हो जाना. इन सभी को दुरुस्त करने के फेर में सरकार बड़े बड़े चक्कों में फंसी चली गई और काम संभलते हुए भी नहीं संभल रहा था. नतीजा हुआ जनता और सरकार के बीच सहयोग की कमी. यह कमी बढ़ती ही गई और इन चार साल—में जबर्दस्त कोशिशों के होते हुए भी—जनता की सरकार के कामों के साथ बेरुखी हद को पहुंच गई.

इतना कहने के बाद जवाहर लाल जो ने अपनी सरकार के कारनामे गिनाये हैं. हम उन्हें चुन कर नीचे देते हैं—

1. रियासतों का मिलाया जाना जिसके लिये हम सब स्वागतीय सरदार पटेल के एहसान मन्द हैं.

2. हमारे देश में पिछले चन्द बरस में विज्ञानी खोज में मार्क की तरक्की, जिसे आम तौरसे नज़र बन्दान कर दिया जाता है. विज्ञान और उसके कारनामों की दुनिया में यह आगे की उन्नति के लिये एक बुनयादी चीज़ है.

3. नदियों वाली स्कीमें, जैसे दामोदर घाटी, भकरा नंगल और हीराकुण्ड.

4. शरणार्थियों का बसाना.

5. प्लानिंग कमोशन का कायम होना.

इसके बाद पंडित जी यह कथूल करते हैं कि देश की जो बुनयादी आर्थिक पेचीदगी थी उसे कामयाबी के साथ हल नहीं किया जा सका है. वह इस कमी को बहुत गहराई के साथ महसूस करते हैं और सारी जिम्मेदारी अपने मथे से लेते हैं.

आगे चलकर पंडित जी उसली बड़े सवाल पर आ जाते हैं कि हमें अपनी राजकाजी, माली और समाजी बदौतरी के लिये आगे क्या निशान रखना चाहिये और कौनसा रास्ता अपनाना है. उनका कहना है—“हम जो भी

हमारे हैं. यह रपورट पचले चार साल का कोئی اندازہ نہیں ہو سکتی. یہ تو محض کچھ گتھائوں اور اندازہ انداز کی باتوں سے بھری ایک چھوٹی سی گتھی ہو سکتی ہے جس سے دوسروں کو موتا اندازہ ہو جائے اور آگے کے لئے راستہ نکالنے میں مدد ملے. لیکن ہماری مصیبت یہ اور بھی ہے کہ ایک چھوٹے سے لیکچر میں اس گتھی کی چاہے وہ چھوٹی ہی کیوں نہ ہو، سبھی چھڑوں کو نکال نکال کر جانچ کر ان کی قیمت پرکھنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے. اس لئے ہم صرف خاص خاص نمونوں کو لے کر سنتوش کریں گے.

پندت جواہر لال نے شروع میں ہی کہا ہے کہ آزادی کے ساتھ ساتھ حکومت پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے — بٹوارہ اور لاکھوں کی تعداد میں بے گھر والوں کا آنا، کشمیر پر پاکستان کا حملہ، باپو کی ہتھ، چیزوں کے دام چڑھ جانا اور آرتھک بندوبست ڈانوا ڈول ہو جانا. ان سبھی کو درست کرنے کے بعد میں سرکار بڑے بڑے چکروں میں پھنسنی چلی گئی اور کام سنہلنے ہوئے بھی نہیں سنہل رہا تھا. نتیجہ ہوا چلنا اور سرکار کے پیچ سہوگ کی کمی. یہ کمی بڑھتی ہی گئی اور ان چار سال میں — زبردست کوششوں کے ہوتے ہوئے بھی — چلتا کی سرکار کے کاموں کے ساتھ بے رخی حد کو پہنچ گئی.

انہا کہنے کے بعد جواہر لال جی نے اپنی سرکار کے کارنامے گنائے ہیں. ہم انہیں چن کر نیچے دیتے ہیں —

1. ریاستوں کا ملایا جانا جس کے لئے ہم سب سوزگھ سردار پٹیل کے احسان مند ہیں.

2. ہمارے دیس میں پچھلے چاند برس میں وگھائی کھج میں معرکے کی ترقی جسے عام طور سے نظر انداز کر دیا جاتا ہے. وگھان اور اُسکے کارناموں کی دنیا میں یہ آگے کی اُلتی کے لئے ایک بنیادی چیز ہے.

3. ندیوں والی اسکیموں، جیسے دامودر گھاٹی، بھکرا ننگل اور ہیرا گنڈ.

4. شرنارتھیوں کا بسانا.

5. پلاننگ کمیشن کا قائم ہونا.

اسکے بعد پندت جی یہ قبول کرتے ہیں کہ دیس کی جو بنیادی آرتھک پیچیدگی تھی اسے کامیابی کے ساتھ حل نہیں کیا جا سکا ہے. وہ اس کمی کو بہت گہرائی کے ساتھ محسوس کرتے ہیں اور ساری ذمے داری اپنے مٹھے لگتے ہیں.

آگے چلکر پندت جی اصولی بڑے سوالوں پر آجاتے ہیں کہ ہمیں اپنی راج کاچی، مالی اور سماجی پیچیدگی کے لئے آگے کیا نشان رکھنا چاہئے اور کون سا راستہ اپنانا ہے. ان کا کہنا ہے — “ہم جو بھی

कश्चित्त को समझ नहीं सकते। ईरानी दो हिस्सों में बट गये. 90 वीं सदी से ज्यादा अनपढ़ और पाँच वीं की सदी पढ़े हुए. इन दो हिस्सों को जुवा करने के लिये खान की दीवार चुनी गई. इस दीवार को खड़ी करने वाले थे ईरान के ब्राह्मन जिन्हें शायद वह मीलाना कहते हैं. इन ब्राह्मनों का चाहे वह किसी देस या जमाने के हों सबसे बड़ा हथकंडा है जादू टोने का और खास कर भाशा का जादू. बोलेंगे ऐसी बोली जो दूसरा अच्छी तरह से समझ न सके, जो पाठ कराएंगे तो ऐसी बोली में जो समझ से बाहर हो. ताबीज गुरमंत्र सब का यही ढंग. दूसरा जादू जो वह सदा चलाते हैं वह है बड़े बाप के बेटे का ताकि जजमान आगे की न सोचें पीछे की ही ताकते रहें.

तुरकों के पुराने इतिहास में जाने की जरूरत नहीं। इतना कहना काफी है कि मुसलमानों के आने से पहले भी तुरकी एक बहुत बड़ा राज था। ज़बान बहुत सादा मुसलमी हुई। ग्रामर सादा और ग्रामरी जिन्स से पाक, कुज आठ स्वर और लफ़्ज़ स्वरों से लड़े हुए। गो अरबों की हकूमत तुरकों पर बहुत दिन न रह सकी, अरबी अपने इलाक़ा ख़जाने की वजह से उन्नीसवीं सदी तक तुरकी ज़बान की गरदन पर सवार रही और उस में जुड़े हुए व्यंजनों की बीमारी पैदा कर दी। तुरकी मुसलमानों की हकूमत दूर दूर के मुल्कों तक फैली यहाँ तक कि अरब भी इनके राज में आ गया। तुर्क मुसलमान ही न हुए इसलाम के ख़जीफ़ा भी बन बैठे, इस का नतीजा यह हुआ कि तुरकी ब्राह्मणों की पाँचों वंगलियाँ जी में, वही ब्राह्मणों के हथकड़े ज़बान के जादू तुरकी में भी खेले जाने लगे, ज़बान की दीवार वहाँ भी खड़ी की गई, शुक़र इतना है कि यह दीवार शहर और देहात के

انیسویں صدی میں ایوانہوں کو بھی لوگ راج کی سوجھ بوجھ، قانونی مجلسوں میں بھی، توڑتے تھے۔ بادشاہ اچھے بھی ہوئے بڑے بھی۔ سن 1921 میں رضا خاں ایک فوجی افسر نے حکومت کی باگ زبردستی اپنے ہاتھ میں لے لی اور 1925 میں شاہ ہی نہیں ملک کا ایک ڈکٹیٹر بن بیٹھا۔ وہ دیس پریمي تھا اس لئے دیس کو بھی اس سے پرہیز کر لیا۔ وہ دیس کا رخ بدلا چاہتا تھا۔ ائمہ دیکھو، یہ جگہ دیکھنا چھوڑ دو۔ کسی گروے دیس کو سدھارنے کا یہی گرو ملتا ہو سکتا ہے۔ پردہ آرا کر ارد شادی طلاق نے قانون میں سدھار کر کے عورتوں کو آزاد کیا۔ اور بولی کو عربی سے چھوڑ کر پرچا کو وہاں نے براہمنوں کی قید میں سے نکالا اور وہ فاصلہ کرا کر جو ایرانی کو ایرانی سے جدا کرتی تھی دیس میں ایکٹا پھدا کی اور تعلیم آسان کر دی۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ ایران میں مسلمان ہی رہتے ہیں، اُن کی لہی ایک ہے اور بولی بھی بہت کچھ ایک۔

جس پر ہی نہیں پڑی۔ اس لیے اس لیے کہ ہم کچھ
یہی سے سرسری نگاہ تو رکوں اور ایرانیوں کے انہاس
جغرافیہ پر قائلوں اور پھر اچھے انہاس اور جغرافیہ
ہیں ملائیں۔

ایران کے شروع کی تاریخ کی بابت لکھنے کی یہاں
بہت نہیں۔ شاید ہندوستان سے پہلے آریہ ایران میں جا کر
۔ ایران اور آریہ دونوں ایک ہی دھات سے ہیں۔ جو
ی فارسی ہے وہ ویدک سے بہت کچھ ملتی جلتی ہے۔
ن آہستہ آہستہ اُس قانون کے مطابق جو ہر بولی پر
ہے اُس کے بلند ایسے کہلے کہ سوروں سے لد گئی۔ لفظ
ن گیس کو چھوٹے ہوتے گئے۔ چھٹی صدی بی۔ سی۔
ن ایرانی راج کو وہ چاند لگے کہ روم ساگر سے لے کر
استکان میں کشمیر کی گھاٹیوں اور سندھ کی وادیوں
پہیل گھا۔ گو چوتھی صدی بی۔ سی۔ میں سکندر
اُس ملک کو فتح کر لیا پر راج ایران میں ایرانیوں کا
دھا۔ یہ تھوک کہ وہ دو صدیوں تک یونان کو خراج
دے۔ تب سے ساتویں صدی عیسوی تک یعنی کوئی
چار برس تک ایران میں راج بہت کچھ ایرانی آریوں
ی رہا۔ نتیجہ یہ کہ ایرانی بہا شا سدھرتی رہی۔
یہ صدی میں مسلمان عربوں نے ایران کو جیتا۔
انہوں نے اسلام ضرور قبول کیا لیکن اسلام کی پڑھیزگاری
ن اچھے میں سمو نہ سکی۔ وہی کہلانے پلانے کا پریم
اور چتر کلا کا انوراگ شعرو سخن کا شوق اور پرکرتی
پوجا اُن میں جاری رہی۔ یہ ہیں چار خاص گن
ن کے۔ ہمیں بھی دعویٰ ہے آریہ ہونے کا لیکن اُن کے
میں سے ایک بھی اب ہمارے میں نہیں پڑتا جانا۔
تھوڑا بہت غلطی سے کہیں دکھائی دے جاتا ہے تو وہ مسجد
ن ایرانیوں، یونانیوں اور پچھلی قوموں کی مہربانیوں
لیجئے ہے۔ گو اس مذہبی قوم پر عرب کچھ زیادہ مدت
حکومت نہ کر سکے۔ عربی نے اپنا سکھ ایرانی پر جمع
۔ اُس میں کچھ تو حکومت کا ہاتھ تھا لیکن بہت سا
اُس علمی ذخیرے کا تھا جو عربوں کے علمی شوق نے۔ اری
کے علموں سے عربی میں جمع کو لیا تھا۔ عربی صدیوں
پچھلی تیشا ہی ہی نہیں بہت سے یورپی دیسوں کی
ن زبان دہی ہے۔ اس میں صدیوں میں جب حکومت کی
ن ایرانیوں کے ہاتھ مہر پھر آگئی تو ایرانی نے ہر پھر
۔ فردوسی نے اُس صدی کے آخر میں شاہنامہ لکھا
ن کی زبان شدہ ایرانی ہے۔ پھر بہا و دیا کے اس نام
نرسار جس کو میں بہت دفعہ لکھ چکا ہوں عربی
علمی زبان تھی اُس نے ایرانی کو دبا لیا۔
ہے جو چودھویں صدی میں پیدا ہوا تھا اُسکی
ری عربی لفظوں سے لدی ہوئی ہے۔ نتیجہ یہ
نوی ایرانی کچھ عربی جانتے دنا اپنی بولی کی

جس پر ہی نہیں پڑی۔ اس لیے اس لیے کہ ہم کچھ
یہی سے سرسری نگاہ تو رکوں اور ایرانیوں کے انہاس
جغرافیہ پر قائلوں اور پھر اچھے انہاس اور جغرافیہ
ہیں ملائیں۔

ایران کے شروع کی تاریخ کی بابت لکھنے کی یہاں
بہت نہیں۔ شاید ہندوستان سے پہلے آریہ ایران میں جا کر
۔ ایران اور آریہ دونوں ایک ہی دھات سے ہیں۔ جو
ی فارسی ہے وہ ویدک سے بہت کچھ ملتی جلتی ہے۔
ن آہستہ آہستہ اُس قانون کے مطابق جو ہر بولی پر
ہے اُس کے بلند ایسے کہلے کہ سوروں سے لد گئی۔ لفظ
ن گیس کو چھوٹے ہوتے گئے۔ چھٹی صدی بی۔ سی۔
ن ایرانی راج کو وہ چاند لگے کہ روم ساگر سے لے کر
استکان میں کشمیر کی گھاٹیوں اور سندھ کی وادیوں
پہیل گھا۔ گو چوتھی صدی بی۔ سی۔ میں سکندر
اُس ملک کو فتح کر لیا پر راج ایران میں ایرانیوں کا
دھا۔ یہ تھوک کہ وہ دو صدیوں تک یونان کو خراج
دے۔ تب سے ساتویں صدی عیسوی تک یعنی کوئی
چار برس تک ایران میں راج بہت کچھ ایرانی آریوں
ی رہا۔ نتیجہ یہ کہ ایرانی بہا شا سدھرتی رہی۔
یہ صدی میں مسلمان عربوں نے ایران کو جیتا۔
انہوں نے اسلام ضرور قبول کیا لیکن اسلام کی پڑھیزگاری
ن اچھے میں سمو نہ سکی۔ وہی کہلانے پلانے کا پریم
اور چتر کلا کا انوراگ شعرو سخن کا شوق اور پرکرتی
پوجا اُن میں جاری رہی۔ یہ ہیں چار خاص گن
ن کے۔ ہمیں بھی دعویٰ ہے آریہ ہونے کا لیکن اُن کے
میں سے ایک بھی اب ہمارے میں نہیں پڑتا جانا۔
تھوڑا بہت غلطی سے کہیں دکھائی دے جاتا ہے تو وہ مسجد
ن ایرانیوں، یونانیوں اور پچھلی قوموں کی مہربانیوں
لیجئے ہے۔ گو اس مذہبی قوم پر عرب کچھ زیادہ مدت
حکومت نہ کر سکے۔ عربی نے اپنا سکھ ایرانی پر جمع
۔ اُس میں کچھ تو حکومت کا ہاتھ تھا لیکن بہت سا
اُس علمی ذخیرے کا تھا جو عربوں کے علمی شوق نے۔ اری
کے علموں سے عربی میں جمع کو لیا تھا۔ عربی صدیوں
پچھلی تیشا ہی ہی نہیں بہت سے یورپی دیسوں کی
ن زبان دہی ہے۔ اس میں صدیوں میں جب حکومت کی
ن ایرانیوں کے ہاتھ مہر پھر آگئی تو ایرانی نے ہر پھر
۔ فردوسی نے اُس صدی کے آخر میں شاہنامہ لکھا
ن کی زبان شدہ ایرانی ہے۔ پھر بہا و دیا کے اس نام
نرسار جس کو میں بہت دفعہ لکھ چکا ہوں عربی
علمی زبان تھی اُس نے ایرانی کو دبا لیا۔
ہے جو چودھویں صدی میں پیدا ہوا تھا اُسکی
ری عربی لفظوں سے لدی ہوئی ہے۔ نتیجہ یہ
نوی ایرانی کچھ عربی جانتے دنا اپنی بولی کی

ہماری بولی کسی کا۔ آخر مل جل کر ہی سمجھا کرنا پڑا۔ دوسری بات یہ کہ لاطینی اور جرمنیت دونوں آریہ بھاشا کی بیٹی ہیں۔ کھول جعفریہ دونوں کا جدا۔ ایک اتر میں جا کر بسی، دوسری دکھن میں جن سے ان کے رنگ روپ میں ہی نہیں بلات میں بھی فرق ہو گیا۔ ہماری بولی کھجڑی نہیں ست نچی ہے۔ گو مجھے اب یاد نہیں کہ بچپن میں اسے سیکھنے کے لئے مجھے خاص مشکل ہوئی تھی۔ اتنی سمجھ اب ضرور ہے کہ ایک ہندوستانی بچے کے لئے یہ کھڑی بولی ہندوستانی سیکھنا اتنا آسان نہیں جتنا شاید ایک برج باسی کے لئے برج بھاشا یا ایک مدراسی کے لئے اپنی ماں بولی سیکھنا۔ اس لئے اگر ہمارے بچوں کے بچوں اور ان کے بچوں کے لئے یہ آسان بنائی جاسکے اور ہم نہ ہمارے نو ہم اپنی سلطنت کے دشمن ہیں۔ آج کل کچھ بھائی اس کا ست نچاؤ نکالنے کی دھن میں ہیں اور اگرچہ وہ آسان کے معنی نہیں سمجھتے کھول شدہ کو سمجھتے ہیں انکا ہاتھ پٹانا ہمارا دھرم ہے! کیونکہ مشکل لفظ تو کس کر آپ ہی آسان ہو جائیگا (زبان کی اس بارہ کو کوئی نہیں روک سکتا) بھاشا بنا ہلے ایک نچی نہیں ہو سکتی۔ لیکن بھلے سے بھلے یہ سوچنا ضروری ہے کہ کیا ہم بھلے میں سہل ہو سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو کوشش فضول ہی نہیں نقصان ہی پہونچاتی ہے۔

یہ تو سب جانتے ہیں کہ اس صدی کے شروع میں دو ایشیائی قومیں آزادی حاصل کرتے ہی یہ کام کر سکیں۔ جیسا کہ میں حرفوں کے باب میں لکھ آیا ہوں۔ ترک اپنی زبان میں سے سارے عربی اور فارسی لفظ نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ ایرانیوں نے سارے عربی لفظوں کو دیس نکال دینا ٹھیک نہیں سمجھا لیکن ان کی ایرانی میں جتنے فضول انگلیت بھرتی کے لفظ گھس گئے تھے ان سب کو انہوں نے مار بھٹایا۔ ہمارے بھائی بھی ان تروں اور ایرانیوں کی طرح ان عربی اور فارسی لفظوں کو جو ہماری ہندوستانی میں آگئے ہیں نکالنا چاہتے ہیں اور بڑے زوروں سے کہتے ہیں کہ جو ترک اور ایرانی کر سکیں وہ ہم تو بہت آسانی سے کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے پاس سلسکرت کا بھندار موجود ہے۔ ظاہر تو ان کی بات سولہ آئے پکی معلوم ہوتی ہے۔ فارسی میں ایک کہاوت ہے—آدھے حکم سے جان کا تر اور آدھے مے سے ایمان کا تر—اسی طرح آدھے پلڈت سے دیس کا تر۔ ہمارے پلڈت آدھے پلڈت ہیں۔ اپنا اتھاس تو سچ ہوگا اتھاس نہیں اٹی رونا ہے۔ اُسے تو وہ جان ہی نہیں سکتے کیونکہ ہمارے کچھ بڑوں نے اُس پر خوب موٹا گارھا پوچھا پھو رکھا ہے اور دوسروں کا اتھاس جانتے ہی انہیں کبھی

یہ تو سب جانتے ہیں کہ اس صدی کے شروع میں دو ایشیائی قومیں آزادی حاصل کرتے ہی یہ کام کر سکیں۔ جیسا کہ میں حرفوں کے باب میں لکھ آیا ہوں۔ ترک اپنی زبان میں سے سارے عربی اور فارسی لفظ نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ ایرانیوں نے سارے عربی لفظوں کو دیس نکال دینا ٹھیک نہیں سمجھا لیکن ان کی ایرانی میں جتنے فضول انگلیت بھرتی کے لفظ گھس گئے تھے ان سب کو انہوں نے مار بھٹایا۔ ہمارے بھائی بھی ان تروں اور ایرانیوں کی طرح ان عربی اور فارسی لفظوں کو جو ہماری ہندوستانی میں آگئے ہیں نکالنا چاہتے ہیں اور بڑے زوروں سے کہتے ہیں کہ جو ترک اور ایرانی کر سکیں وہ ہم تو بہت آسانی سے کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے پاس سلسکرت کا بھندار موجود ہے۔ ظاہر تو ان کی بات سولہ آئے پکی معلوم ہوتی ہے۔ فارسی میں ایک کہاوت ہے—آدھے حکم سے جان کا تر اور آدھے مے سے ایمان کا تر—اسی طرح آدھے پلڈت سے دیس کا تر۔ ہمارے پلڈت آدھے پلڈت ہیں۔ اپنا اتھاس تو سچ ہوگا اتھاس نہیں اٹی رونا ہے۔ اُسے تو وہ جان ہی نہیں سکتے کیونکہ ہمارے کچھ بڑوں نے اُس پر خوب موٹا گارھا پوچھا پھو رکھا ہے اور دوسروں کا اتھاس جانتے ہی انہیں کبھی

اور بے لگ سیما ہے جو انہیں کی پروا نہ کرتے ہوئے
نیچے اور دھوم کی خدمت کرتے کرتے ہوش کے لئے آرام
کی نیند سو گئے۔ ہم سب اللہ سے آئے ہیں اور اللہ ہی
کی طرف ہم سب کو جانا ہے۔

اور بے لگ سیما ہے جو انہیں کی پروا نہ کرتے ہوئے
نیچے اور دھوم کی خدمت کرتے کرتے ہوش کے لئے آرام
کی نیند سو گئے۔ ہم سب اللہ سے آئے ہیں اور اللہ ہی
کی طرف ہم سب کو جانا ہے۔

("احرار" دہلی کے آنداز پر)

("احرار" دہلی کے آنداز پر)

خالص بولی - کھجڑی بولی اور بولی کی دیوار

(भाई मदन गोपाल)

خالص بولی - کھجڑی بولی اور بولی کی دیوار

(بهائی مدن گوپال)

کچھ انگریزی و دانوں کا یہ خیال درست معلوم
ہوتا ہے کہ ایک انگریز کے لئے انگریزی سمجھنا زیادہ
مشکل ہے یہ نسبت ایک جرمن یا فرانسیسی کے لئے
جرمن یا فرانسیسی سمجھنا۔ وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ
فرانسیسی، اسپینش اور اٹالین رومانی زبانیں ہیں
جن کی جڑیں اکثر لاطینی سے نکلی ہیں اس لئے ان
زبانوں کے بہت سے لفظ ایسے ہیں جن کی جڑ وہی ہوئے
کے کارن ان سب لفظوں کا جو اُس جڑ سے نکلے ہیں
سمجھنا اور یاد کرنا بہت زیادہ آسان ہے۔ یہی حال
سربوئیش، ڈینش اور جرمن کا ہے کہونکہ اُن کے اکثر
لفظ جرمنک جڑوں سے نکلے ہوئے ہیں اس لئے جب
ایک جڑ سمجھ لی تو اُس جڑ سے جتنے لفظ اپنی
بولی میں آئے ہیں اُن کی شکل چونکہ آپس میں
ملتی جلتی ہے اور وہ ایک ہی گھرانے کے معلوم ہوتے
ہیں انہیں سمجھنا اور یاد رکھنا مشکل نہیں ہوتا۔
انگریزی چونکہ ایک کھجڑی بولی ہے جس میں اکثر
لاطینی جڑوں کے لفظ اور جرمنک جڑوں کے لفظ ہی
نہیں کافی یونانی لفظ بھی آئے ہیں اس لئے انہیں
جاننے کے لئے یادداشت پر زیادہ زور ڈالنا پڑتا ہے۔ بالکل
خالص بولی تو دنیا میں نہ کوئی ہوئی اور نہ کوئی ہے۔
تھوڑے ہدیس لفظ تو ہر زبان میں آہی جاتے ہیں۔ اُن سے
زبان کی بناوت میں فرق نہیں آتا وہ تو دال میں
حک مسالے کا ہی کام دیتے ہیں۔

کچھ انگریزی و دانوں کا یہ خیال درست معلوم
ہوتا ہے کہ ایک انگریز کے لئے انگریزی سمجھنا زیادہ
مشکل ہے یہ نسبت ایک جرمن یا فرانسیسی کے لئے
جرمن یا فرانسیسی سمجھنا۔ وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ
فرانسیسی، اسپینش اور اٹالین رومانی زبانیں ہیں
جن کی جڑیں اکثر لاطینی سے نکلی ہیں اس لئے ان
زبانوں کے بہت سے لفظ ایسے ہیں جن کی جڑ وہی ہوئے
کے کارن ان سب لفظوں کا جو اُس جڑ سے نکلے ہیں
سمجھنا اور یاد کرنا بہت زیادہ آسان ہے۔ یہی حال
سربوئیش، ڈینش اور جرمن کا ہے کہونکہ اُن کے اکثر
لفظ جرمنک جڑوں سے نکلے ہوئے ہیں اس لئے جب
ایک جڑ سمجھ لی تو اُس جڑ سے جتنے لفظ اپنی
بولی میں آئے ہیں اُن کی شکل چونکہ آپس میں
ملتی جلتی ہے اور وہ ایک ہی گھرانے کے معلوم ہوتے
ہیں انہیں سمجھنا اور یاد رکھنا مشکل نہیں ہوتا۔
انگریزی چونکہ ایک کھجڑی بولی ہے جس میں اکثر
لاطینی جڑوں کے لفظ اور جرمنک جڑوں کے لفظ ہی
نہیں کافی یونانی لفظ بھی آئے ہیں اس لئے انہیں
جاننے کے لئے یادداشت پر زیادہ زور ڈالنا پڑتا ہے۔ بالکل
خالص بولی تو دنیا میں نہ کوئی ہوئی اور نہ کوئی ہے۔
تھوڑے ہدیس لفظ تو ہر زبان میں آہی جاتے ہیں۔ اُن سے
زبان کی بناوت میں فرق نہیں آتا وہ تو دال میں
حک مسالے کا ہی کام دیتے ہیں۔

انگریزی میں یہ دو بھانتی ہیں کہوں اور کہسے آیا ؟
اس کا جواب انگلینڈ کی ہسٹری دیتی ہے جس میں
بڑے کی یہاں کوئی ضرورت نہیں۔ یہ بتانا ضروری معلوم
ہوتا ہے کہ چودھویں صدی سے لیکر انیسویں صدی تک یعنی
پانچ سو برس ان دونوں میں ایک دوسرے کو نکالنے کے لئے
خوب جنگ رہی لیکن چلی کسی کی نہیں۔ کبھی کسی کا

انگریزی میں یہ دو بھانتی ہیں کہوں اور کہسے آیا ؟
اس کا جواب انگلینڈ کی ہسٹری دیتی ہے جس میں
بڑے کی یہاں کوئی ضرورت نہیں۔ یہ بتانا ضروری معلوم
ہوتا ہے کہ چودھویں صدی سے لیکر انیسویں صدی تک یعنی
پانچ سو برس ان دونوں میں ایک دوسرے کو نکالنے کے لئے
خوب جنگ رہی لیکن چلی کسی کی نہیں۔ کبھی کسی کا

سن 1921 میں مہری راج گجی زندگی شروع ہوئی۔ گجی ہار مولانا سے بہت کچھ مت بہت ہوئے۔ لیکن مولانا جب بھی ملتے اُسی پہلے ہی سی صحبت اور اُتلے ہی اُپے ہن سے ملتے۔ مہرے دل میں بھی مولانا کا ادب اور مان بڑھتا چلا گیا۔

سن 1947 میں پوربی پنجاب کے وچڑنے کے ساتھ لُخی-نا بھی وچڑا۔ میں بھی بہت تن ہوکر دِلّی آگیا۔ لّی میں مولانا ہسرت سے ملنا۔ ہماری موسی باتوں ہال سنکر بہت ہمدردی آہیر کی۔ ولید ساہب دہانت کی لبر سن کر بہت دُکھی دُپ۔ اس کے ہ مولانا جب جب دِلّی آتے میرے مکان پر آکر آتے اور ہمیشہ مجھ سے آتے اور بچوں سے صحبت کی باتیں کرتے۔

24 اپریل سن '51 کو میں کسی کام سے لکھنؤ آیا۔ مولانا ہسرت لکھنؤ آکر آئے۔ کرب دو تین سے بیمار تھے۔ علاج ہو رہا تھا۔ 25 اپریل کی صبح مولانا ہسرت سے ملنے گئے۔ میں نے دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ اب سچے گھر کی طرف جانے کی تیاریاں ہوں۔ سلام کر کے برابر کی چار پائی پر بیٹھ گیا۔ مولانا نے آہستہ آہستہ اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اُن کا ہاتھ اُپے دونوں ہاتھوں میں لے کر کچھ رک کر میں نے کہا—”آپ کو یاد ہوگا پہلی مرتبہ آپ سن 1912 میں لدھیانہ آئے تھے۔ مہرے ایک سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا تھا کہ میں اتنا تندرست اُسی لُخی ہوں کہ مہرے دل کے کسی کونے میں موت کا تر ہائی نہیں رہا۔“

مولانا نے جواب دیا—”مجھے یاد ہے۔“

میں نے پھر کہنا شروع کیا—”ایک انسان انسانی قوم کے لئے اور ایک مسلمان اسلام کے لئے اپنی زندگی میں جو اچھی سے اچھی خدمت کر سکتا ہے آپ نے اُنہوں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ اللہ کے یہاں کسی کا کوئی عمل فضل نہیں جاتا۔ آپ کو بھی اِس کا نیک پھل ضرور ملے گا۔“

مولانا نے کمزور آواز میں جواب دیا—”میں شہید ہے۔“

اِس قدرے کے ساتھ ساتھ مولانا کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ مولانا کا یہ جواب خدا کے خوف میں قویا ہوا تھا۔ ایسا جواب ایک روحانی پرمہنگار آدمی ہی دے سکتا ہے۔

مولانا ہسرت آجکل کی زبان میں سچے مسلمان اور سچے کمیونسٹ تھے۔ اُسی لئے وہ کسی جدت میں کھپ نہ سکے۔ وہ ہندستان کی راج گجی زندگی کا ایک خاص باب (ادھیانہ) تھے۔ وہ ایک بہادر

مولانا نے جواب دیا—”مجھے یاد ہے۔“

میں نے پھر کہنا شروع کیا—”ایک انسان انسانی قوم کے لئے اور ایک مسلمان اسلام کے لئے اپنی زندگی میں جو اچھی سے اچھی خدمت کر سکتا ہے آپ نے اُنہوں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ اللہ کے یہاں کسی کا کوئی عمل فضل نہیں جاتا۔ آپ کو بھی اِس کا نیک پھل ضرور ملے گا۔“

مولانا نے کمزور آواز میں جواب دیا—”میں شہید ہے۔“

اِس قدرے کے ساتھ ساتھ مولانا کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ مولانا کا یہ جواب خدا کے خوف میں قویا ہوا تھا۔ ایسا جواب ایک روحانی پرمہنگار آدمی ہی دے سکتا ہے۔

مولانا ہسرت آجکل کی زبان میں سچے مسلمان اور سچے کمیونسٹ تھے۔ اُسی لئے وہ کسی جدت میں کھپ نہ سکے۔ وہ ہندستان کی راج گجی زندگی کا ایک خاص باب (ادھیانہ) تھے۔ وہ ایک بہادر

جواب ملا۔ ”میرے دل کے کسی کونے میں मौلا کا
 ڈر نہیں رہا۔ شہید ہونے کا شوق بڑھتا جا رہا ہے۔ سب
 مشکلوں سے گذر چکا ہوں۔ اب ایک پھانسی رہ گئی ہے۔ اسکی
 لئے اب کو ہر وقت تیار ہونا چاہئے۔“

یہ جملے مولانا کی زبان سے بہت ہی قدرتی اور سیدھے
 سادے قلمک سے نکلے۔ مہرے لئے اُن جملوں میں بہت
 کچھ تھا۔ اُن سے مہرے دل اور دماغ پر جو اثر ہونا چاہئے
 تھا وہی ہوا۔

”اس وقت آپ کا ماہانہ خرچ کتنا ہے؟“

”صرف پانچ روپے ماہوار میں میں اپنی زندگی اچھی
 طرح گزار رہتا ہوں۔ زندگی کی ضرورتوں کو کم سے کم کر
 دیا ہے۔“

میرے والد صاحب کانپور میں تعلیم کے لئے تھہرے
 ہوئے تھے۔ اُسی زمانے میں مولانا حسرت سے اُن کا گہرا مہل
 چول ہو گیا۔ والد صاحب سے مولانا حسرت کی زندگی کے
 حالات سنانے کا اکثر موقع ملا۔

ایک دن والد صاحب نے لکھے لکھے کہ حسرت کی طرح
 زندگی گزارنے والے آدمی بہت ہی کم ہوتے۔ ایک سفر
 میں میرا اُن کا ساتھ ہوا۔ مہرے ساتھ کھر کا بڑا کھانا تھا
 جو تین چار آدمیوں کے لئے کافی تھا دوپہر کے وقت میں
 نے کھانا نکالا اور مولانا حسرت سے کھانا کھانے کے لئے کہا۔
 انہوں نے انکار کر دیا۔ جب میں نے بہت حد کی تو پہلے
 لگے۔ ”بھائی! میں کئی برس سے لکھنؤ روزے رکھتا
 ہوں۔ میں جس راستے پر چل رہا ہوں اسکی ہر تکلیف
 برداشت کرنے کے لئے جسم کو عادی بنانا ہے۔“

والد صاحب نے بتایا کہ مولانا حسرت کا یہ عمل قریب
 پچاس برس جاری رہا اور جہاں تک ہو سکتا تھا کوئی نہ
 کوئی بہانہ لیکر اسے ساتھیوں اور دوستوں سے چھپاتے تھے۔

مولانا حسرت علی گڑھ سے ایک رسالہ ”اردوئے معلول“
 نکالتے تھے۔ اُن دنوں مولانا نے پاس اتنا درپہ نہ تھا کہ
 نوکر رکھ کر کام کرائے، اس لئے مولانا خود اور اُن کی بہکم
 صاحبہ اور اُن کا ایک لائق شاگرد تھلوی ملکر پریس کی
 ہیلڈ مشین چلاتے تھے۔ خود ہی پتھر جمانے تھے اور پیک
 کر کے ڈاکخانے پہنچانے تک کے سب کام خود ہی کرتے تھے۔
 اسی پرچے سے آپ کی درزی تھی۔

مولانا حسرت کا والد صاحب سے جو سبب بند تھا اسکی
 بنا پر میں اکثر مولانا سے ملتا رہا۔ ہر بار ملاقات کے بعد
 جب لوٹتا تو بہت کچھ لے کر لوٹا۔

مौلانا ہसरत موہانی سے ملاقات

(भाई मौलाना हबीबुर्रहमान लुधियानवी)

مہینہ تو یاد نہیں۔ سن 1912 کی ایک صبح کو کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے فوراً دروازہ کھولا۔ میرے سامنے ایک باعزت انسان جس کے چہرے پر معانیت، سنجیدگی اور پرمہنگاری کے آثار دکھائی دیتے تھے بہت ہی سادہ مگر صاف ستھرے لباس میں کھڑا تھا۔

”آپ کا اسم شریف (شुभ नाम)؟“

”فضل الحسن۔“

”سید فضل الحسن ہسرت؟“

”جی ہاں۔“

مौلانا ہسرت سے میری یہ پہلی ملاقات تھی۔

میں نے کौरن دو منجیلی مساجد کا وہ کمرہ جس میں میرے والد صاحب رہتے تھے کھول دیا اور मौلانا ہسرت کو اسی کمرے میں ٹھہرایا۔

اُس زمانے میں मौلانا ہسرت بہت ہی سخت رناک آدمی سمجھے جاتے تھے، اُس لئے انگریز سرکار کی طرف سے سی۔ آئی۔ ڈی. کے دو آدمی ہر وقت मौلانا کی نگرانی اور دیکھ بھال کے لئے رہتے تھے۔

مؤلانا کو اپنے مکان پر دیکھ کر مجھے کتنی خوشی ہوئی اُس کا کیا کوئی اندازہ کر سکتا ہے! رسمی بات چیت کے بعد میں نے پوچھا — ”کیا آپ کے لدھیانہ تشریف لانے کا مقصد صرف قبلہ والد صاحب سے ملاقات کرنا ہے یا کچھ اور بھی؟“

انہوں نے جواب دیا — ”انگریزی مال کے هندوستان میں بائیسیت کی تحریک چلانا چاہتا ہوں۔ اس سلسلے میں هندوستان کے علما کے فتویٰ لینے کے لئے ایک مسودہ تیار کیا ہے۔ اس وقت دیوبند سے آ رہا ہوں۔ اس فتویٰ پر دیوبند میں صرف شہخ آلفڈ مؤلانا محمود الحسن نے دستخط کئے ہیں۔ آپ کے والد صاحب سے دستخط لینے کے لئے لدھیانہ آیا ہوں۔“

اُن دنوں والد صاحب لدھیانہ نہ تھے اس لئے فتویٰ پر اُن کے دستخط نہ مل سکے۔

مؤلانا قیوم دن لدھیانہ تھے۔ اُن کے اس قہام کا میری طبیعت پر بہت اثر پڑا اور اُس تہوڑے سے میرے میں ملکی اور مذہبی حالات پر انہوں نے مجھے بہت کچھ بتایا۔

مؤلانا کے روانہ ہونے سے تھوڑی دیر پہلے حیممت کر کے میں نے پوچھا — ”آپ کی تندرستی اس قدر اچھی کیسے ہے؟“

مولانا ہسرت موہانی سے ملاقات

(بھائی مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی)

مہینہ تو یاد نہیں۔ سن 1912 کی ایک صبح کو کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے فوراً دروازہ کھولا۔ میرے سامنے ایک باعزت انسان جس کے چہرے پر معانیت، سنجیدگی اور پرمہنگاری کے آثار دکھائی دیتے تھے بہت ہی سادہ مگر صاف ستھرے لباس میں کھڑا تھا۔

”آپ کا اسم شریف (شुभ नाम)؟“

”فضل الحسن۔“

”سید فضل الحسن ہسرت؟“

”جی ہاں۔“

مولانا ہسرت سے میری یہ پہلی ملاقات تھی۔

میں نے فوراً دو منجیلی مسجد کا وہ کمرہ جس میں میرے والد صاحب رہتے تھے کھول دیا اور मौلانا ہسرت کو اسی کمرے میں ٹھہرایا۔

اُس زمانے میں मौلانا ہسرت بہت ہی خطرناک آدمی سمجھے جاتے تھے، اُس لئے انگریز سرکار کی طرف سے سی۔ آئی۔ ڈی. کے دو آدمی ہر وقت मौلانا کی نگرانی اور دیکھ بھال کے لئے رہتے تھے۔

مؤلانا کو اپنے مکان پر دیکھ کر مجھے کتنی خوشی ہوئی اُس کا کیا کوئی اندازہ کر سکتا ہے! رسمی بات چیت کے بعد میں نے پوچھا — ”کیا آپ کے لدھیانہ تشریف لانے کا مقصد صرف قبلہ والد صاحب سے ملاقات کرنا ہے یا کچھ اور بھی؟“

انہوں نے جواب دیا — ”انگریزی مال کے هندوستان میں بائیسیت کی تحریک چلانا چاہتا ہوں۔ اس سلسلے میں هندوستان کے علما کے فتویٰ لینے کے لئے ایک مسودہ تیار کیا ہے۔ اس وقت دیوبند سے آ رہا ہوں۔ اس فتویٰ پر دیوبند میں صرف شہخ آلفڈ مؤلانا محمود الحسن نے دستخط کئے ہیں۔ آپ کے والد صاحب سے دستخط لینے کے لئے لدھیانہ آیا ہوں۔“

اُن دنوں والد صاحب لدھیانہ نہ تھے اس لئے فتویٰ پر اُن کے دستخط نہ مل سکے۔

مؤلانا قیوم دن لدھیانہ تھے۔ اُن کے اس قہام کا میری طبیعت پر بہت اثر پڑا اور اُس تہوڑے سے میرے میں ملکی اور مذہبی حالات پر انہوں نے مجھے بہت کچھ بتایا۔

مؤلانا کے روانہ ہونے سے تھوڑی دیر پہلے حیممت کر کے میں نے پوچھا — ”آپ کی تندرستی اس قدر اچھی کیسے ہے؟“

वर्षी पहने टालेखों में घूम रहे थे. वह नई नई चीजें देख रहे थे. दूसरे दिन उनके एक दल ने "अपने" लेखक के दर्शन करने का निश्चय किया. उन लोगों ने अपने आने की खबर गोर्की को पहले से नहीं दी थी. रुसी भाई चारे के मुताबिक यह बात एकदम साफ थी कि उनका लेखक उनका स्वागत करेगा ही. उन्होंने ठीक ही सोचा था. जब वह लोग आए तो गोर्की ने उनका स्वागत किया और अन्दर ले गए. दूसरे दिन गोर्की ने मुझे हँसते हुए सुनाया कि इन लोगों ने (जिनकी सेवा गोर्की के लिये सब से बड़ी चीज थी) उन्हें हैरान कर डाला. घर में घुसते घुसते उन्होंने पूछना शुरू किया—“आप यहां कैसे रहते हैं?” “आपके रहने का ढंग एक दम बुर्जुआ है—और फिर आप रूस क्यों नहीं चलते?” गोर्की को इस सब की जवाबदही करनी पड़ी. असल में यह सीधे सादे भोले भाले लोग उतने कठोर नहीं थे जितना कि वह दिखा रहे थे. उन लोगों ने आराम से चाय पी, बात चीत की और चलते वक़्त एक एक करके गोर्की के गले लगे. यह घटना अचरज भरी चीज थी. गोर्की इस नई पीढ़ी के भोले पन से मुग्ध हो गए थे. इन लोगों की बेतक-लुकी से उन्हें ज़रा भी परेशानी नहीं हुई. वह बार बार कह रहे थे—“हम लोगों की दुनिया में कितना फ़रक़ था ! या तो हम लोग डरपोक होते थे या बेरहम. लेकिन आत्मविश्वास तो नाम को भी नहीं था.” और जब मैंने कहा—“मेरे खयाल में आपकी सबसे बड़ी इच्छा उनके साथ ही चले जाने की थी.” तो उन्होंने मेरी ओर देखा और कहा—“आप ने कैसे जान लिया ? सचमुच आख़िर तक मैं सोच रहा था कि मैं किताबें, कागज़ वगैरा सब कुछ छोड़ छाड़ कर इन जवानों के साथ पंद्रह दिन के लिये चला जाऊँ. इससे मुझे मालूम हो जाता कि रूस अब क्या है. दूर रहने से आदमी अपनी सबसे अच्छी चीज़ को भूल जाता है और हममें से किसी ने निर्वासन (जलावतनी) में कोई भी काम की चीज़ नहीं लिखी.”

अनुवादक—प्रकाश चन्द्र चतुर्वेदी

तमाम सोना

(भाई नरम आफ़न्दी)

माया माटी है और लोना है तू,
संसार की हाट में खिलौना है तू.

समझा ही नहीं आपको मूरख लोभी,
बाहर भीतर तमाम सोना है तू.

अगस्त '51

दोसरे दिन उन के एक दल ने "अपने" लेखक के दर्शन करने का निश्चय किया. उन लोगों ने अपने आने की खबर गोर्की को पहले से नहीं दी थी. रुसी भाई चारे के मुताबिक यह बात एकदम साफ़ थी कि उनका लेखक उनका स्वागत करेगा ही. उन्होंने ठीक ही सोचा था. जब वह लोग आए तो गोर्की ने उनका स्वागत किया और अन्दर ले गए. दूसरे दिन गोर्की ने मुझे हँसते हुए सुनाया कि इन लोगों ने (जिनकी सेवा गोर्की के लिये सब से बड़ी चीज थी) उन्हें हैरान कर डाला. घर में घुसते घुसते उन्होंने पूछना शुरू किया—“आप यहां कैसे रहते हैं?” “आपके रहने का ढंग एक दम बुर्जुआ है—और फिर आप रूस क्यों नहीं चलते?” गोर्की को इस सब की जवाबदही करनी पड़ी. असल में यह सीधे सादे भोले भाले लोग उतने कठोर नहीं थे जितना कि वह दिखा रहे थे. उन लोगों ने आराम से चाय पी, बात चीत की और चलते वक़्त एक एक करके गोर्की के गले लगे. यह घटना अचरज भरी चीज थी. गोर्की इस नई पीढ़ी के भोले पन से मुग्ध हो गए थे. इन लोगों की बेतक-लुकी से उन्हें ज़रा भी परेशानी नहीं हुई. वह बार बार कह रहे थे—“हम लोगों की दुनिया में कितना फ़रक़ था ! या तो हम लोग डरपोक होते थे या बेरहम. लेकिन आत्मविश्वास तो नाम को भी नहीं था.” और जब मैंने कहा—“मेरे खयाल में आपकी सबसे बड़ी इच्छा उनके साथ ही चले जाने की थी.” तो उन्होंने मेरी ओर देखा और कहा—“आप ने कैसे जान लिया ? सचमुच आख़िर तक मैं सोच रहा था कि मैं किताबें, कागज़ वगैरा सब कुछ छोड़ छाड़ कर इन जवानों के साथ पंद्रह दिन के लिये चला जाऊँ. इससे मुझे मालूम हो जाता कि रूस अब क्या है. दूर रहने से आदमी अपनी सबसे अच्छी चीज़ को भूल जाता है और हममें से किसी ने निर्वासन (जलावतनी) में कोई भी काम की चीज़ नहीं लिखी.”

अनुवादक—प्रकाश चन्द्र चतुर्वेदी

तमाम सोना

(भैया नरम आफ़न्दी)

माया माटी है और लोना है तू,
संसार की हाट में खिलौना है तू.

समझा ही नहीं आपको मूरख लोभी,
बाहर भीतर तमाम सोना है तू.

(150)

अगस्त '51

مافکے ہانکنے والا، سوچی یا آوارہ سمجھا جاتا تھا۔ وہ یورپی طرح روسی 'معمولی آدمی' تھے۔ راستے میں کوئی بھی انکی طرف بڑا دھیان دیتے اور بڑا کوئی خاص بات دیکھ کر تنگ جاسکتا تھا۔ لیکن آملے سامنے ہوتے ہوتے بات چیت کرنے پر معلوم ہو جاتا تھا کہ وہ کون ہیں۔ ان جانے میں ہی وہ اپنی کہانوں کے پاتر (کردار) کے ساتھ سمجھ ہی کھل مل جاتے تھے۔ ایک بار انہوں نے ایک بڑے آدمی کا حال سنا یا اور انکی بات کا ترجمہ ہونے کے پہلے ہی اس بڑے کی یورپی شکل مہرے سامنے آگئی۔ یہ کہوا، تھکا ہوا بڑھا انہوں نے پاتر کے سے ملا تھا۔ آپ ہی آپ گورگی کا سر آگے کو جھک گیا۔ کلدھ بھی جیسے ہوجھ سے جھک گئے اور وہ انکھوں جو ابھی تک چمک رہی تھیں، ان میں تھکن آگئی۔ آواز بھی لوہوانے لگی۔ ان جانے میں ہی گورگی وہ بڑھا بن گئے۔ فوراً ہی کوئی فلسفی کی بات آئی تو گورگی تھٹھا مار کر فلسفے لکے ان کا چہرہ پھر سے چمکے لگا۔ جب وہ گاؤں اور جلتا کے بارے میں بات چیت کرتے تو انہیں بڑا آند آتا تھا۔ انکی ہر ایک بات ہر ایک چیز سول اور سواہواک تھی۔ انکی چال قہال، پھٹلے کا قہلگ، فلسفی وغیرہ سب کچھ! ایک دن شام کو انہوں نے پڑانے روسی سپاہی کا بھوس پلایا، کمر میں ایک تلوار لٹکائی اور انکی انکھیں کوئی خاص چیز دیکھنے لگیں، بھوس تن گئیں، چال میں تھڑی آگئی۔ لیکن ایک چھن بعد یہ بھوس ہٹاتے ہی بھوس کی طرح مدھر کھلکھلاہٹ انکے چہرے پر کھیلنے لگی۔ انکے اندر اچرچ بھری شکتی تھی۔ شریور وگھان کے سارے بلندھن توڑ کر وہ کھول ایک بھوسہ کے سہارے زندہ رہتے تھے۔ ان میں بے پناہ اچھا شکتی تھی اور اپنا فرض پورا کرنے کی اہملاشا ہی انہوں زندہ رکھتی تھی۔ روز صبح وہ اپنے سندر اکشروں میں اپنے ناول کا حصہ لکھتے تھے اور سیکڑوں سوالوں کے جواب دیتے تھے جو ان نے دیس کے نئے لکھک اور کارکرتا خطوں کے ذریعے پوچھتے تھے۔ انکے ساتھ رہکر مجھے روس کا تجربہ ہوا، پولشیک درس کا نہیں پڑانے روس کا بھی نہیں بلکہ روس کی مہان طاقتور جلتا کا۔ ان دنوں وہ یورپی طرح سے کسی فوصلے پر نہیں پہنچ پائے تھے۔ پڑانے کرانتکاری ہونے کے ناتے انہیں کرانتی کی آغشا تھی، وہ لہلہ کے مگر تھے پھر بھی یورپی طرح سے پارتی میں شامل ہونے سے جھجھک رہے تھے۔ لیکن انہیں صدا وہاں ہی چلتا لگی رہتی تھی۔

سندھوک سے مجھے ایک ایسا سین دکھائی دیا جو لکے درس کی چھانکتی تھا۔ اس سے ان کے من کی کھلچا قلی کی یورپی تصویر مہرے سامنے آگئی۔ ان دنوں پہلا روسی جہاز نہپاز کے بلندگاہ پر لگا تھا۔ جوان جہازی جہازوں نے پچھم کی دنیا کبھی نہیں دیکھی تھی اپنی

سंजोग से मुझे एक ऐसा सीन दिखाई दिया जो रुस की माँकी था. इससे उनके मन की खींचातानी की तस्वीर मेरे सामने आगई. उन दिनों पहला रूसी जहाज नेपलस के बन्दरगाह पर लगा था. जवान जहाजी होने पच्छिम की दुनिया कभी नहीं देखी थी अपनी

12. ہیدراہاد (جاگیروں کا ختم) کرایہ، 1358
کسلی (1358 کسلی کا نمبر ۷۸۷)

13. ہیدراہاد جاگیر (مبادی) کرایہ، 1359
کسلی (1359 کسلی کا نمبر ۷۸۷)

Proprietor:—مالک

Sub-proprietor:—زب-مالک

Under-proprietor:—نازب-مالک

Intermediary:—بچوایا

Tenure:—پتہ

Conversion:—بدلاؤ

Alienation of land:—زمین دوسرے کے نام
کر دینا.

Commutation:—مبادی

1. حیدرآباد (جاگیروں کا ختم) 1358
(1358 فصلی کا نمبر ۷۸۷)

1. حیدرآباد جاگیر (مبادی) 1359
(1359 فصلی کا نمبر ۷۸۷)

Proprietor:—مالک

Sub-proprietor:—زب مالک

Under proprietor:—نائب مالک

Intermediary:—بچوایا

Tenure:—پتہ

Conversion:—بدلاؤ

Alienation of land:—دوسرے کے نام کر دینا

Commutation:—مبادی

گورکی کی ایک جھلک

(لکھک اسٹیفن زویگ)

روس سے واپس آتے وقت جو سب سے قیمتی چیز
میں ساتھ لایا وہ تھی گورکی کے ساتھ دوستی جن سے
بار ماسکو میں ہی ملاقات ہوئی تھی۔ ایک دو
ہفتہ میں ان سے سو ریلنگوں میں ملا جہاں وہ اپنی
سی سداہارنے کے لئے گئے ہوئے تھے۔ اس بار ان کا
ہوکر تین کہیں نہ پہنچنے والے دن بتانے کا
مجھے ملا۔

ملاقات کا بھی ایک دلچسپ پہلو تھا۔ گورکی
دیشی بہاشا نہیں جانتے تھے اور میں روسی بہاشا
جانتا تھا۔ اسکی وجہ سے ہونا تو یہ چاہئے تھا
وہم دونوں ایک دوسرے کے سامنے مودنی کی طرح
چلپ بیٹھے رہیں یا بات چیت کریں تو اپنی
بری دودوگ کی معرفت جو دو بہاشے یا ترجمان
کی تھیں۔ گورکی دنیا کے ساتھ ہی سب سے
کہانی کار تھے۔ کہانی انکے لئے کہل ۱۱
ہی بلکہ وہ انکے سوجھ بوجھ کی آئینہ بھی تھی۔
ان سے ہرے ہرے تھے اور اپنی دچلاؤں کے ساتھ
بہاؤ جاتے تھے۔ اسی لئے انکی بہاشا جانی
بات انکے چہرے سے سمجھ میں آجاتی تھی۔
طرح سے 'روسی' تھے۔ اس بہاؤ کو دوسرے شہدوں
میں کہا جاسکتا۔ انکی شکل میں کوئی بھی
می نہیں تھی جو دوسروں کو اپنی طرف
کوئی بھی اس لمحہ کسی کو مزدور کسان

اس سے واپس آتے وقت جو سب سے قیمتی چیز
میں ساتھ لایا وہ تھی گورکی کے ساتھ دوستی جن سے
بار ماسکو میں ہی ملاقات ہوئی تھی۔ ایک دو
ہفتہ میں ان سے سو ریلنگوں میں ملا جہاں وہ اپنی
سی سداہارنے کے لئے گئے ہوئے تھے۔ اس بار ان کا
ہوکر تین کہیں نہ پہنچنے والے دن بتانے کا
مجھے ملا۔

ملاقات کا بھی ایک دلچسپ پہلو تھا۔ گورکی
دیشی بہاشا نہیں جانتے تھے اور میں روسی بہاشا
جانتا تھا۔ اسکی وجہ سے ہونا تو یہ چاہئے تھا
وہم دونوں ایک دوسرے کے سامنے مودنی کی طرح
چلپ بیٹھے رہیں یا بات چیت کریں تو اپنی
بری دودوگ کی معرفت جو دو بہاشے یا ترجمان
کی تھیں۔ گورکی دنیا کے ساتھ ہی سب سے
کہانی کار تھے۔ کہانی انکے لئے کہل ۱۱
ہی بلکہ وہ انکے سوجھ بوجھ کی آئینہ بھی تھی۔
ان سے ہرے ہرے تھے اور اپنی دچلاؤں کے ساتھ
بہاؤ جاتے تھے۔ اسی لئے انکی بہاشا جانی
بات انکے چہرے سے سمجھ میں آجاتی تھی۔
طرح سے 'روسی' تھے۔ اس بہاؤ کو دوسرے شہدوں
میں کہا جاسکتا۔ انکی شکل میں کوئی بھی
می نہیں تھی جو دوسروں کو اپنی طرف
کوئی بھی اس لمحہ کسی کو مزدور کسان

12. دفا 372 میں سہار—بیجان کی دفا 372 کی دہارا (3) کی دپ-دہارا (د) میں، "دو برس" شبدوں کی جگہ "تین برس" شبد رکھ دیے جائیگے۔

13. دفا 376 میں سہار—بیجان کی دفا 376 کی دہارا (1) کے انت میں، نیچے لکھے شبد جوڑے جائیگے، یانی:—

"کوئی ऐसा जज, इस बात के रहते भी कि वह भारत का नागर नहीं है, उस हाई कोर्ट का सरजज या किसी दूसरे हाई कोर्ट का सरजज या कोई दूसरा जज नियोजे जाने का पात्र होगा."

14. नवीं पट्टी का जोड़ा जाना—विधान की आठवीं पट्टी के बाद, नीचे लिखी पट्टी जोड़ दी जायगी यानी:—

"नवीं पट्टी

[दफा 31 बी]

1. बिहार जमीन सुधार ऐक्ट, 1950 (1950 का बिहार ऐक्ट नम्बर तीस).
2. बम्बई पट्टादारी और कारशकारी जमीन ऐक्ट, 948 (1948 का बम्बई ऐक्ट नम्बर सरसठ).
3. बम्बई मालकी पट्टा अन्त ऐक्ट, 1949 (1949 का बम्बई ऐक्ट नम्बर इकसठ).
4. बम्बई तालुकदारी पट्टा अन्त ऐक्ट, 1949 (1949 का बम्बई ऐक्ट नम्बर बासठ).
5. पंचमहाल मेहवासी पट्टा अन्त ऐक्ट, 1949 (1949 का बम्बई ऐक्ट नम्बर तिरसठ).
6. बम्बई खोटी अन्त ऐक्ट, 1950 (1950 का बम्बई ऐक्ट, नम्बर छै).
7. बम्बई परगना और कुलकरनी बतन अन्त ऐक्ट, 50 (1950 का बम्बई ऐक्ट नम्बर साठ).
8. मध्य प्रदेश मालिकाना अधिकारों का (मिलकियतें, जल, दूसरे के नाम की गई जमीन) अन्त ऐक्ट, 1950 (1951 का मध्य प्रदेश ऐक्ट नम्बर एक).
9. मदरास मिलकियत (अन्त और रैयतबाड़ी में ताव) ऐक्ट, 1948 (1948 का मदरास ऐक्ट नम्बर छब्बीस).
10. मदरास मिलकियत (अन्त और रैयतबाड़ी में ताव) सुधार ऐक्ट, 1950 (1950 का मदरास ऐक्ट नम्बर एक).
11. उत्तर प्रदेश जमींदारी अन्त और जमीन सुधार ऐक्ट, 1950 (1951 का उत्तर प्रदेश ऐक्ट नम्बर एक).

12. دفعه 372 میں سدهار—وہمان کی دفعه 372 کی دہارا (3) کی آپ دہارا (اے) میں، "دو برس" شبدوں کی جگہ "تین برس" شبد رکھ دیے جائیگے۔

13. دفعه 376 میں سدهار—وہمان کی دفعه 376 کی دہارا (1) کے انت میں، نیچے لکھے شبد جوڑے جائیگے، یعنی:—

"کوئی ایسا جج اس بات کے رختے بھی کہ وہ بھارت کا ناگر نہیں ہے، اس ہائی کورٹ کا سر جج یا کسی دوسرے ہائی کورٹ کا سر جج یا کوئی دوسرا جج نہوجے جانے کا پائر ہوگا۔"

14. نویں پٹری کا جوڑا جانا—وہمان کی آٹھویں پٹری کے بعد، نیچے لکھی پٹری جوڑ دی جائے گی یعنی:—
"نویں پٹری"

[دفعه 31 بی]

1. بہار زمین سدهار ایکٹ، 1950 (1950 کا بہار ایکٹ نمبر تیس).
2. بمبئی پٹہ داری اور کشتکاری زمین ایکٹ، 1948 (1948 کا بمبئی ایکٹ نمبر سرسٹھ).
3. بمبئی مالکی پٹہ انت ایکٹ، 1949 (1949 کا بمبئی ایکٹ نمبر اکسٹھ).
4. بمبئی تعلقداری پٹہ انت ایکٹ، 1949 (1949 کا بمبئی ایکٹ نمبر باسٹھ).
5. پنج مصالح مہواسی پٹہ انت ایکٹ، 1949 (1949 کا بمبئی ایکٹ نمبر ترسٹھ).
6. بمبئی کھوٹی انت ایکٹ، 1950 (1950 کا بمبئی ایکٹ نمبر چھ).
7. بمبئی پرکڈہ اور کلکرنی وطن انت ایکٹ، 1950 (1950 کا بمبئی ایکٹ نمبر ساٹھ).
8. مدھیہ پردیش مالکانہ ادھیکاروں کا (ملکیتیں، مصالح، دوسرے کے نام کی گئی زمین) انت ایکٹ، 1950 (1951 کا مدھیہ پردیش ایکٹ نمبر ایک).
9. مدراس ملکیت (انت اور رعیت واری میں بدلاؤ) ایکٹ، 1948 (1948 کا مدراس ایکٹ نمبر چھبیس).
10. مدراس ملکیت (انت اور رعیت واری میں بدلاؤ) سدهار ایکٹ، 1950 (1950 کا مدراس ایکٹ نمبر ایک).
11. اتر پردیش زمینداری انت اور زمین سدهار ایکٹ، 1950 (1951 کا اتر پردیش ایکٹ نمبر ایک).

”آرامش میں جہاں ہر سال کے پہلے اجلاس“ شہد رکھ دیے جائیں گے۔

(2) دھارا (2) میں، ”اور یہ بھٹ سدن کے اور کاموں سے پہلے ہو“ شہد نکال دیے جائیں گے۔

8. دفا 174 میں सुधार— विधान की दफा 174 की जगह, नीचे लिखी दफा रख दी जायगी, यानी:—

”174. रियासत की कानून सभा के इजलास, उनका बरखास्त होना और उनका भंग होना— (1) रियासत पति समय समय पर रियासत की कानून सभा के सदन को या हर सदन को मिलने के लिये जिस समय और जिस जगह ठीक समझेगा बुलाएगा, लेकिन एक इजलास में उसकी आखिरी बैठक और अगले इजलास में उसकी पहली बैठक की जो तारीख ठहराई गई हो उनके बीच छै महीने नहीं बीतने पायेंगे.

(2) रियासत पति समय समय पर—

(ए) सदन को या किसी सदन को बरखास्त कर सकता है.

(बी) आम सदन को भंग कर सकता है.”

9. दफा 176 में सुधार— विधान की दफा 176 में,—

(1) धारा (1) में, ”हर इजलास“ शब्दों की जगह ”आम सदन के हर आम चुनाव के बाद पहले इजलास के आरम्भ में और हर साल के पहले इजलास“ शब्द रख दिये जायेंगे;

(2) धारा (2) में, ”और यह बहस सदन के और कामों से पहले हो“ शब्द निकाल दिये जायेंगे.

10. दफा 341 में सुधार— विधान की दफा 341 की धारा (1) में, ”किसी रियासत के रियासत पति या राज प्रमुख से सलाह करके“ शब्दों की जगह ”किसी रियासत के बारे में, और जहाँ वह कोई ऐसी रियासत है जो पहली पट्टी के भाग (ए) या भाग (बी) में दर्ज है, वहाँ उस रियासत के रियासत पति या राज प्रमुख से सलाह करके“ शब्द रख दिये जायेंगे.

11. दफा 342 में सुधार— विधान की दफा 342 की धारा (1) में, ”किसी रियासत के रियासत पति या राज प्रमुख से सलाह करके“ शब्दों की जगह ”किसी रियासत के बारे में, और जहाँ वह कोई ऐसी रियासत है जो पहली पट्टी के भाग (ए) या भाग (बी) में दर्ज है, वहाँ उस रियासत के रियासत पति या राज प्रमुख से सलाह करके“ शब्द रख दिये जायेंगे.

के आरम्भ में اور ہر سال کے پہلے اجلاس“ شہد رکھ دیے جائیں گے.

(2) دھارا (2) میں، ”اور یہ بھٹ سدن کے اور کاموں سے پہلے ہو“ شہد نکال دیے جائیں گے.

8. دفعہ 174 میں سدھار — ودھان کی دفعہ 174

کی جگہ ”ریاست کی قانون سبھا کے اجلاس“ ان کا

پرخواست ہونا اور ان بھٹک ہونا — (1) ریاست پتی سے سے پر ریاست کی قانون سبھا کے سدن کو یا ہر سدن کو ملنے کے لئے جس سے اور جس جگہ تھٹک سمجھ کا ہلانے کا لیکن ایک اجلاس میں اسکی آخری بھٹک اور اگلے اجلاس میں اسکی پہلی بھٹک کی جو تاریخ تھرائی ٹٹی ہو ان کے بیچ چھ مہینے نہیں بھٹنے پائیں گے.

(2) ریاست پتی سے سے پر —

(اے) سدن کو یا کسی سدن کو پرخواست کر سکتا ہے.

(بی) عام سدن کو بھٹک کر سکتا ہے.

9. دفعہ 176 میں سدھار — ودھان کی دفعہ 176

میں،—

(1) دھارا (1) میں، ”ہر اجلاس“ شہدوں کی جگہ ”عام سدن کے ہر عام چلاؤ کے بعد پہلے اجلاس کے آرمبھ میں اور ہر سال کے پہلے اجلاس“ شہد رکھ دیے جائیں گے.

(2) دھارا (2) میں، ”اور یہ بھٹ سدن کے اور کاموں سے پہلے ہو“ شہد نکال دیے جائیں گے.

10. دفعہ 341 میں سدھار — ودھان کی دفعہ

341 کی دھارا (1) میں، ”کسی ریاست کے ریاست پتی یا راج پر مکہ سے صلاح کرکے“ شہدوں کی جگہ ”کسی ریاست کے بارے میں، اور جہاں وہ کوئی ایسی ریاست ہے جو پہلی پتی کے بھاگ (اے) یا بھاگ (بی) میں درج ہے، وہاں اس ریاست کے ریاست پتی یا راج پر مکہ سے صلاح کرکے“ شہد رکھ دیے جائیں گے.

11. دفعہ 342 میں سدھار — ودھان کی دفعہ

341 کی دھارا (1) میں، ”کسی ریاست کے ریاست پتی یا راج پر مکہ سے صلاح کرکے“ شہدوں کی جگہ ”کسی ریاست کے بارے میں، اور جہاں وہ کوئی ایسی ریاست ہے جو پہلی پتی کے بھاگ (اے) یا بھاگ (بی) میں درج ہے، وہاں اس ریاست کے ریاست پتی یا راج پر مکہ سے صلاح کرکے“ شہد رکھ دیے جائیں گے.

(بی) "अधिकारों" शब्द में, किसी मिलकियत के सम्बन्ध में, वह सब अधिकार शामिल होंगे जो किसी मालिक, उप-मालिक, नायब-मालिक, पट्टेदार या दूसरे बिचौलिया को हासिल हैं, और उसमें कमीन की माल गुजारी के बारे में सब अधिकार या निज नियम शामिल होंगे."

5. नई दफा 31बी का जोड़ा जाना—विधान की दफा 31 ए के बाद, जिसे धारा 4 से जोड़ा गया है, नीचे लिखी दफा जोड़ी जायगी, यानी:—

"31 बी. कुछ ऐक्टों और क्रायदों का सरदुरुस्त ठहराया जाना.—दफा 31 ए के बन्धानों की आसियत में कमी किये बिना, नशी पट्टी में दर्ज ऐक्टों या क्रायदों में से किसी को भी या उनके किसी बन्धानों को, इस बिना पर कि वह ऐक्ट, क्रायदा या बन्धान इस भाग के किन्हीं बन्धानों से बे मेल है या वह उन अधिकारों में से किसी को छीन लेता है या कम कर देता है जो इस भाग के किन्हीं बन्धानों में दिये गए हैं, न रद्द समझा जायगा और न कभी रद्द हुआ समझा जायगा और इसके खिलाफ किसी अदालत या पंच अदालत का फैसला, डिम्री या हुकम होते हुए भी, उन ऐक्टों, और क्रायदों में से हर एक, किसी अधिकारी कानून सभा के इस शक्ति के अधीन कि वह उसे सुधार सकती है या रद्द कर सकती है, अमल में रहेगा."

6. दफा 85 में सुधार—विधान की दफा 85 की जगह नीचे लिखी दफा रख दी जायगी, यानी:—

"85. राज पंचायत के इजलास, उनका बरखास्त होना और भंग होना—(1) राजपति समय समय पर राज पंचायत के हर सदन को जिस समय और जिस जगह ठीक समझेगा मिलने के लिये बुलायगा, लेकिन एक इजलास में उस सदन की आखिरी बैठक और अगले इजलास में उसकी पहली बैठक की जो तारीख ठहराई गई हो, उनके बीच छै महीने नहीं बीतने पायंगे."

(2) राजपति समय समय पर—

(ए) सदनों को या किसी एक सदन को बरखास्त कर सकता है;

(बी) लोक सदन को भंग कर सकता है."

7. दफा 87 में सुधार.—विधान की दफा 87 में,—

(1) धारा (1) में "हर इजलास" शब्दों की जगह "लोकसदन के हर आक चुनाव के बाद पहले इजलास

(बी) "अधिकारों" शब्द में, किसी मिलकियत के सम्बन्ध में, वह सब अधिकार शामिल होंगे जो किसी मालिक, उप-मालिक, नायब-मालिक, पट्टेदार या दूसरे बिचौलिया को हासिल हैं, और उसमें कमीन की माल गुजारी के बारे में सब अधिकार या निज नियम शामिल होंगे."

5. नئی دفعہ 31 بی کا جوڑا جانا — ودھان کی دفعہ 31 اے کے بعد، جسے دھارا 4 سے جوڑا گیا ہے، نیچے لکھی دفعہ جوڑی جائے گی، یعنی:—
"31 بی. کچھ ایکٹوں اور قاعدوں کا سردرست تھراپا

جانا. — دفعہ 31 اے کے بندھانوں کی اہمیت میں کسی گٹے ہٹا، نویں پتی مور درج ایکٹوں یا قاعدوں میں سے کسی کو بھی یا ان کے کسی بندھانوں کو، اس بند پر کہ وہ ایکٹ، قاعدہ یا بندھان اس بھاگ کے کلہیں بندھنوں سے بے میل ہے یا وہ ان ادھیکاروں میں سے کسی کو چھین لیتا ہے یا کم کر دیتا ہے جو اس بھاگ کے کلہیں بندھانوں میں دئے گئے ہیں، نہ رد سمجھا جائے گا اور نہ کبھی رد ہوا سمجھا جائے گا، اور اس کے خلاف کسی عدالت یا پنچ عدالت کا فیصلہ، ترقی یا حکم ہوتے ہوئے بھی، ان ایکٹوں، اور قاعدوں میں سے ہر ایک، کسی ادھیکاری قانون سبھا کے اس شکتی کے ادھین کہ وہ اسے سدھار سکتی ہے یا رد کر سکتی ہے، عمل میں رہے گا."

6. دفعہ 85 میں سدھار — ودھان کی دفعہ 85 کی جگہ نیچے لکھی دفعہ رکھ دی جائے گی، یعنی:—

"85. راج پنچایت کے اجلاس، ان کا برخاست ہونا اور بھنگ ہونا — (1) راج پتی سے سے ہر راج پنچایت کے ہر سدن کو جس سے اور جس جگہ تھیک سمجھ کا ملنے کے لئے بلائے گا لیکن ایک اجلاس میں اس سدن کی آخری بھنگ اور اگلے اجلاس میں اسکی پہلی بھنگ کی جو تاریخ تھپرائی گئی ہو، ان کے بیچ چھ مہینے نہیں پائوں گے."

(2) راج پتی سے سے پر—

(اے) سدنوں کو یا کسی ایک سدن کو برخاست کر سکتا ہے؛

(بی) لوک سدن کو بھنگ کر سکتا ہے."

7. دفعہ 87 میں سدھار — ودھان کی دفعہ 87

میں —

(1) دھارا (1) میں "ہر اجلاس" شبدوں کی جگہ "لوک سدن کے ہر عام چناؤ کے بعد پہلے اجلاس

(2) कोई कानून जो विधान के आरम्भ से ठीक पहले भारत के भूभाग में अमल में था, और जो इस धारा की उपधारा (1) से सुधारी हुई विधान की दफा 19 के बन्धानों से मेल खाता है, सिर्फ इसी बिना पर न रद्द समझा जायगा, न कभी भी रद्द हुआ समझा जायगा, कि वह एक ऐसा कानून है जो उस अधिकार को छीन लेता है या कम कर देता है जो अधिकार उस दफा की धारा (1) की उपधारा (ए) में दिया गया है और जिस के अमल को उस दफा की धारा (2) से, जैसी वह शुरू में कानून बनी थी, नहीं बचाया गया था।

समभाव— इस उपधारा में “कानून अमल में” शब्दों के वही मानी हैं जो विधान की दफा 13 की धारा (1) में हैं।

4. नई दफा 31 ए का जोड़ा जाना—विधान की दफा 31 के बाद नीचे लिखी दफा जोड़ी जायगी, और वह हमेशा से जोड़ी हुई समझी जायगी, यानी:—

31 ए. उन कानूनों का बचाव जो मिलकियतों वगैरा को हासिल करने का बन्धान करते हैं— (1) इस भाग के, ऊपर लिखे बन्धानों में, किसी बात के रहते भी, किसी भी कानून को जो इस बात का बन्धान करता है कि राज किसी मिलकियत को या उसके बारे में किन्हीं अधिकारों को हासिल कर ले या जो ऐसे किन्हीं अधिकारों को खत्म कर देने या उनमें बदल बदल कर देने का बन्धान करता है, इस बिना पर रद्द नहीं समझा जायगा कि वह कानून इस भाग के किन्हीं बन्धानों से बेमेल है या वह उन अधिकारों में से किसी को छीन लेता है या कम कर देता है जो इस भाग के किन्हीं बन्धानों में दिये गए हैं:

शर्तें कि जहां वह कानून कोई ऐसा कानून है जिसे किसी रियासत की कानून सभा ने बनाया है, वहाँ उस कानून पर इस दफा के बन्धान तब तक नहीं लागू होंगे जब तक कि वह कानून राजपति के विचार के लिये रखा न गया हो और उस पर राजपति की मंजूरी न मिल गई हो।

(2) इस दफा में,—

(ए) “मिलकियत” शब्द के, किसी मुकामी क्षेत्र के सम्बन्ध में, वही मानी होंगे जो उस क्षेत्र में अमल में जमीन के पट्टों के सम्बन्ध के मौजूदा कानून में उस शब्द के या उसकी बराबरी के मुकामी शब्द के मानी होते हैं, और उसमें हर जागीर, इनाम, या माफ़ी या इसी तरह की दूसरी देनगी भी शामिल होगी।

(2) (कौनो कानून जो उद्धान के आरम्भ से ठीक पहले

भारत के बेवबहाग मेल मेल में था, और जो इस धारा की उपधारा (1) से सुधारी हुई उद्धान की दफा 19 के बलदहानों से मेल खाता है, सिर्फ इसी बिना पर न रद्द समझा जायगा, न कभी भी रद्द हुआ समझा जायगा, कि वह एक ऐसा कानून है जो उस अधिकार को छीन लेता है या कम कर देता है जो अधिकार उस दफा की धारा (1) की उपधारा (ए) में दिया गया है और जिस के अमल को उस दफा की धारा (2) से, जैसी वह शुरू में कानून बनी थी, नहीं बचाया गया था।

समभाव— इस उपधारा में “कानून अमल में” शब्दों के वही मानी हैं जो विधान की दफा 13 की धारा (1) में हैं।

4. नई दफा 31 ए का जोड़ा जाना—उद्धान की दफा

31 के बाद निचे लिखी दफा जोड़ी जायगी, और वह हमेशा से जोड़ी हुई समझी जायगी, यानी:—

“31 ए. उन कानूनों का बचाव जो मिलकियतों वगैरा

को हासिल करने का बलदहान करते हैं— (1) इस बहाग

के, ऊपर लिखे बलदहानों में, किसी बात के रहते भी, किसी भी कानून को जो इस बात का बलदहान करता है कि राज किसी मिलकियत को या उसके बारे में किन्हीं अधिकारों को हासिल कर ले या जो ऐसे किन्हीं अधिकारों को खत्म कर देने या उनमें बदल बदल कर देने का बलदहान करता है, इस बिना पर रद्द नहीं समझा जायगा कि वह कानून इस भाग के किन्हीं बलदहानों से बेमेल है या वह उन अधिकारों में से किसी को छीन लेता है या कम कर देता है जो इस भाग के किन्हीं बलदहानों में दिये गए हैं:

शर्तें कि जहां वह कानून कोई ऐसा कानून है जिसे किसी रियासत की कानून सभा ने बनाया है, वहाँ उस कानून पर इस दफा के बलदहान तब तक नहीं लागू होंगे जब तक कि वह कानून राजपति के विचार के लिये रखा न गया हो और उस पर राजपति की मंजूरी न मिल गई हो।

(2) इस दफा में,—

(ए) “मिलकियत” शब्द के, किसी मुकामी क्षेत्र

के सम्बन्ध में, वही मानी होंगे जो उस क्षेत्र में अमल में जमीन के पट्टों के सम्बन्ध के मौजूदा कानून में उस शब्द के या उसकी बराबरी के मुकामी शब्द के मानी होते हैं, और उसमें हर जागीर, इनाम, या माफ़ी या इसी तरह की दूसरी देनगी भी शामिल होगी।

हुई नागरों की किन्हीं जमातों की सरकारों के लिये, या पट्टी दर्ज जातों और पट्टी दर्ज कबीलों के लिये, कोई खास बन्धान करने से राज को नहीं रोकेगी."

3. दफा 19 में सुधार और कुछ कानूनों का सरदुरुस्त ठहराया जाना—

(1) विधान की दफा 19 में,—

(ए) धारा (2) की जगह नीचे लिखी धारा रख दी जायगी, और यह समझा जायगा कि उस धारा को हमेशा से नीचे लिखे रूप में कानून बनाया गया, यानी:—

"(2) धारा (1) की उपधारा (ए) की किसी बात का किसी मौजूदा कानून के अमल पर वहाँ तक कोई असर नहीं होगा जहाँ तक वह कानून राज की सुरक्षा के, विदेशी राजों के साथ दोस्ताना रिश्तों के, जन-व्यवस्था के, भलसंसी या सदाचार के, हितों में, या अदालत की तौहीन के, मानहानि के, या किसी जुर्म के लिये एकसाने के, सम्बन्ध में, उस अधिकार से काम लेने पर उचित रुकावटें लगाता है जो उस उपधारा में दिया गया है, और न उस उपधारा की किसी बात से राज को कोई ऐसा कानून बनाने से रोका जा सकेगा."

(बी) धारा (6) में, उन शब्दों की जगह जो "उस उपधारा की किसी बात का" शब्दों के साथ शुरू होते हैं और "कोई ऐसा कानून बनाने से रोका जा सकेगा" शब्दों के साथ खतम होते हैं, नीचे लिखे शब्द रख दिये जायेंगे, यानी:—

"उस उपधारा की किसी बात का किसी मौजूदा कानून के अमल पर वहाँ तक कोई असर नहीं होगा जहाँ तक उस कानून का सम्बन्ध,—

(एक) ऐसी पेशे सम्बन्धी या तकनीकी जोगताओं से है जो किसी पेशे को अपनाने, या कोई धन्दा, व्योपार या कारबार करने के लिये जरूरी हो, या

(दो) राज के, या किसी ऐसी एकतनी के जो राज की मिलकियत है या उसके दबान में है, किसी व्योपार, कारबार, उद्योग या सेवा करने से है, चाहे वह व्योपार, कारबार, उद्योग या सेवा नागरों को उस से पूरे तौर पर या कुछ हद तक अलग रख कर की जाती हो या नहीं,

और न उस उपधारा की किसी बात से राज को कोई ऐसा कानून बनाने से रोका जा सकेगा जिसका सम्बन्ध इन में से किसी से हो."

होई नागरों की कलहों जमातों की तरफ से लिये, या पट्टी दर्ज जातों और पट्टी दर्ज कबीलों के लिये, कोई खास बन्धान करने से राज को नहीं रोकेगी."

3. दफा 19 में सुधार और कुछ कानूनों का सर

दरست ठहराया जाना—

(1) दफा की दफा 19 में—

(अ) (2) धारा (2) की जगह नीचे लिखी धारा रख दी जायगी, और यह समझा जायगा कि उस धारा को हमेशा से नीचे लिखे रूप में कानून बनाया गया, यानी:—

"(2) धारा (1) की उपधारा (ए) की किसी बात का किसी मौजूदा कानून के अमल पर वहाँ तक कोई असर नहीं होगा जहाँ तक वह कानून राज की सुरक्षा के, विदेशी राजों के साथ दोस्ताना रिश्तों के, जन-व्यवस्था के, भलसंसी या सदाचार के, हितों में, या अदालत की तौहीन के, मानहानि के, या किसी जुर्म के लिये एकसाने के, सम्बन्ध में, उस अधिकार से काम लेने पर उचित रुकावटें लगाता है जो उस उपधारा में दिया गया है, और न उस उपधारा की किसी बात से राज को कोई ऐसा कानून बनाने से रोका जा सकेगा"

(बी) धारा (6) में, उन शब्दों की जगह जो "उस उपधारा की किसी बात का" शब्दों के साथ शुरू होते हैं और "कोई ऐसा कानून बनाने से रोका जा सकेगा" शब्दों के साथ खतम होते हैं, नीचे लिखे शब्द रख दिये जायेंगे, यानी:—

"उस उपधारा की किसी बात का किसी मौजूदा कानून के अमल पर वहाँ तक कोई असर नहीं होगा जहाँ तक उस कानून का सम्बन्ध,—

(एक) ऐसी पेशे सम्बन्धी या तकनीकी जोगताओं से है जो किसी पेशे को अपनाने, या कोई धन्दा, व्योपार या कारबार करने के लिये जरूरी हो, या

(दो) राज के, या किसी ऐसी एकतनी के जो राज की मिलकियत है या उसके दबान में है, किसी व्योपार, कारबार, उद्योग या सेवा करने से है, चाहे वह व्योपार, कारबार, उद्योग या सेवा नागरों को उस से पूरे तौर पर या कुछ हद तक अलग रख कर की जाती हो या नहीं,

और न उस उपधारा की किसी बात से राज को कोई ऐसा कानून बनाने से रोका जा सकेगा जिसका सम्बन्ध इन में से किसी से हो."

और न उस उपधारा की किसी बात से राज को कोई ऐसा कानून बनाने से रोका जा सकेगा जिसका सम्बन्ध इन में से किसी से हो."

आ सकती थीं. काम की जगहों पर दो महीने से लेकर पाँच बरस के बच्चों के लिये देख भाल संस्थाएँ मुफ्त बना दी गईं. दिन में कई घंटों की छुट्टी माँ को दे दी जाती थी ताकि वह जा कर बच्चे को दूध पिला सके. ऐसे सब बच्चों को नकदी और कपड़े वगैरह की सहायता सरकार से मिलने लगी.

औरतों को माँ बनने के बाद जो कठिनाइयाँ मिलनी पड़ती थीं वह ख़तम कर दी गईं और उसी के साथ साथ प्रचार के सारे साधनों के जरिये जनता को शिक्षा भी दी गई. यह चौथा क़दम था. माँ बनने के खिलाफ़ जो ग़लत धारणाएँ बन गई थीं उनका जोरदार दंग से खंडन किया गया. माँ बनना एक मान बताया गया और आदर्श और पवित्र जीवन बिताने के लिये लोगों को उभारा गया.

रूस की औरतें अब सदाचार के आदर्श को पूरा कर सकती थीं, माँ बनने का आनन्द ले सकती थीं, घर गृहस्थी ठीक रख सकती थीं, बच्चों को प्रेम दे सकती थीं और साथ ही साथ किसी तरह की माली चिन्ता से भी दूर थीं—उनकी कामल भावनाएँ उभर आई थीं, सारे पोचे धुल गए थे. आखिरी क़दम वहाँ की सरकार ने यह उठाया कि सन् '44 में पेट गिराने के सम्बन्ध के क़ानूनों को बदल दिया और पहले जो चीज़ क़ानूनी जायज़ ठहरा दी गई थी अब ग़ैर क़ानूनी ठहरा दी गई. रूस में अब पेट गिराना ग़ैर क़ानूनी है. जिस तरह और जिन असूतों को सामने रख कर क़दम उठाए गए उनका नतीजा यह है कि सारी रूसी क़ौम इस काम को बुरा समझने लगी है और पेट गिराना रूस में अब क़रीब क़रीब ना पैद है.

असूती तहों. काम की जगहों पर दो महीने से लेकर पाँच बरस के बच्चों के लिये देख भाल संस्थाएँ मुफ्त बना दी गईं. दिन में कई घंटों की छुट्टी माँ को दे दी जाती थी ताकि वह जा कर बच्चे को दूध पिला सके. ऐसे सब बच्चों को नकदी और कपड़े वगैरह की सहायता सरकार से मिलने लगी.

औरतों को माँ बनने के बाद जो कठिनाइयाँ मिलनी पड़ती थीं वह ख़तम कर दी गईं और उसी के साथ साथ प्रचार के सारे साधनों के जरिये जनता को शिक्षा भी दी गई. यह चौथा क़दम था. माँ बनने के खिलाफ़ जो ग़लत धारणाएँ बन गई थीं उनका जोरदार दंग से खंडन किया गया. माँ बनना एक मान बताया गया और आदर्श और पवित्र जीवन बिताने के लिये लोगों को उभारा गया.

रूस की औरतें अब सदाचार के आदर्श को पूरा कर सकती थीं, माँ बनने का आनन्द ले सकती थीं, घर गृहस्थी ठीक रख सकती थीं, बच्चों को प्रेम दे सकती थीं और साथ ही साथ किसी तरह की माली चिन्ता से भी दूर थीं—उनकी कामल भावनाएँ उभर आई थीं, सारे पोचे धुल गए थे. आखिरी क़दम वहाँ की सरकार ने यह उठाया कि सन् '44 में पेट गिराने के सम्बन्ध के क़ानूनों को बदल दिया और पहले जो चीज़ क़ानूनी जायज़ ठहरा दी गई थी अब ग़ैर क़ानूनी ठहरा दी गई. रूस में अब पेट गिराना ग़ैर क़ानूनी है. जिस तरह और जिन असूतों को सामने रख कर क़दम उठाए गए उनका नतीजा यह है कि सारी रूसी क़ौम इस काम को बुरा समझने लगी है और पेट गिराना रूस में अब क़रीब क़रीब ना पैद है.

विधान (पहला सुधार) ऐक्ट, 1951

भारत के विधान में सुधार करने के लिये एक ऐक्ट.

[18 जून, 1951]

राज पंचायत नीचे लिखा ऐक्ट बनाती है:—

1. छोटा सरनामा— इस ऐक्ट को विधान (पहला सुधार) ऐक्ट, 1951 कहा जाय.

2. दफ़ा 15 में सुधार— विधान की दफ़ा 15 में नीचे लिखी धारा जोड़ दी जायगी:—

“(4) इस दफ़ा की, या दफ़ा 29 की धारा (2) की कोई बात, समाजी और तालीमी निगाह से पिछड़ी

उद्धान (पहला सुधार) ऐक्ट, 1951

भारत के उद्धान में सुधार करने के लिये एक ऐक्ट.

[18 जून, 1951]

राज पंचायत नीचे लिखा ऐक्ट बनाती है:—

1. छोटा सरनामा— इस ऐक्ट को उद्धान (पहला सुधार) ऐक्ट, 1951 कहा जाय.

2. दफ़ा 15 में सुधार— उद्धान की दफ़ा 15 में नीचे लिखी धारा जोड़ दी जायगी:—

“(4) इस दफ़ा की, या दफ़ा 29 की धारा (2) की कोई बात, समाजी और तालीमी निगाह से पिछड़ी

کا پیچھا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں پڑی۔ جب دوا سستی، अच्छی और जानकारी हाथों से मिलती हो तो महंगे, नातजरबेकार मुजरिमों के पास कोई क्यों जाने लगा !

दूसरा बड़ा कदम रूस ने यह उठाया कि इस काम के लिये अस्पताल खोले गए. यहाँ खाली दवा नहीं दी जाती थी बल्कि सलाह मशविरों के लिये एक बोर्ड भी कायम था. इस अस्पताल में ऐसी औरतें बुलाई जाती थीं और उन्हें गुप्त मद्द देने का वायदा किया जाता था. इन अस्पतालों और केन्द्रों का काम "गुप्त कत्ल करना" नहीं था बल्कि पेट गिराने वाली औरतों को समझा बुझा कर ऐसा काम करने से रोकना था. इस काम में यह अस्पताल बहुत कामयाब रहे. ऐसी औरतें परेशानी की हालत में रहती हैं. वह चाहती हैं कि किसी न किसी सूरत मामला बाहिर हो जाने से पहले उसका निपटारा करलें. बेचारियों को पेट गिराने के बारे में कुछ ज्ञान नहीं होता. उड़ी उड़ाई बातें उनके कानों में पड़ी रहती हैं. ऐसे वक़्त में उन्हें एक सच्चे दोस्त, एक सच्चे हमदर्द की जरूरत होती है जो उन्हें सलाह दे सके और उनके दिल में बैठे हुए डर को कम कर सके. अस्पतालों में सलाहकार बोर्डों ने बहुत सफलता हासिल की. जालझड़ी या औरत पेट गिराने के लिये आती थी वह इस सलाहकार बोर्ड के सामने लाई जाती थी. बोर्ड के मेम्बर बड़ी हमदर्दी से उसे सब चीज़ें बताते थे. सब ऊँच नीच समझाकर उससे इरादा बदलने की अपील करते थे. इन लोगों की हमदर्दी ने ज़बरदस्त असर किया. चन्द साल के अन्दर 51 फ़ासदी ऐसी औरतों ने पेट गिराने से तोबा कर ली. इन्हीं अस्पतालों में उन के बच्चे पैदा हुए और जियं. बाक़ी 49 फ़ासदी औरतें किसी सूरत से मां बनने के लिये राखी न की जा सकीं. उनका आपरेशन कर दिया गया. दूसरा चारा भा न था. इन अस्पतालों से निराश होकर यह औरतें फिर मुजरिमों के फन्दे में फँस जातीं.

पेट गिराना क़ानूनी बना देने से बारह साल में रूस के अन्दर करीब तीन लाख औरतों की जान बचाली गई. लेकिन रूस के अधिकारियों का असली मक़सद कुछ और था. आन्दोलन का रुख अब दूसरी तरफ़ पलटा गया. पेट गिराने वाली औरतें आम तौर से ख़राब नहीं होतीं. पेट गिराने के कारणों को मालूम करने की कोशिश की गई और उन कारणों को दूर करने के लिये क़ानून बनाए गए. यह इस रास्ते का तीसरा क़दम था.

हर औरत को गर्भ के ज़माने में मुफ़्त दवा और डाक़्टरी मदद दी जाने लगी. सोहर से पहले पाँच हफ़्ते की छुट्टी और सोहर के बाद छह हफ़्ते की छुट्टी औरतों को मिलने लगी. सोहर का ज़माना ख़तम करने के बाद माँ अपने काम या नौकरी पर बिना किसी रुकावट के फिर

का पीछा करने की कोئی ضرورت نہیں پڑی۔ جب دوا سستی، अच्छی اور جانکار ہاتھوں سے ملتی ہو تو مہنگے، نا تجربہ کار مجرموں کے پاس کیوں جانے لگا !

دوسرا بڑا قدم روس نے یہ اٹھایا کہ اس کام کے لئے اسپتال کھولے گئے۔ یہاں خالی دوا نہیں دی جاتی تھی بلکہ صلاح مشورہ کے لئے ایک بورڈ بھی قائم تھا۔ اس اسپتال میں ایسی عورتیں بلائی جاتی تھیں اور انھیں گھٹ۔ دد دینے کا وعدہ کیا جاتا تھا۔ ان اسپتالوں اور کولمڈورس کا کام "گھٹ قتل کرنا" نہیں تھا بلکہ ہیٹ گرانے والی عورتوں کو سمجھا بچھا کر ایسا کام کرنے سے روکنا تھا۔ اس کام میں یہ اسپتال ہیٹ کامیاب رہے۔ ایسی عورتیں پریشانی کی حالت میں رہتی ہیں۔ وہ چاہتی ہیں کہ کسی نہ کسی صورت معاملہ ظاہر ہو جائے سے پہلے اس کا نتیجہ کاربوں۔ بوجھاریوں کو ہیٹ گرانے کے بارے میں کچھ گھانا نہیں ہوتا۔ آری آزائی باتیں ان کے کانوں میں پڑی رہتی ہیں۔ ایسے وقت میں انہیں ایک سچے دوست، ایک سچے ہمدرد کی ضرورت ہوتی ہے جو انہیں صلاح دے سکے اور ان کے دل میں بیٹھ ہوئے ہو کو کم کر سکے۔ اسپتالوں میں صلاح کاربوتوں نے ہیٹ سہلکار حاصل کی۔ جو لڑکی یا عورت ہیٹ گرانے کے لئے آتی تھی وہ اس صلاح کاربوت کے سامنے لائی جاتی تھی۔ بورڈ کے ممبر بڑی ہمدردی سے اسے سب چیزیں بتاتے تھے۔ سب اونچ نیچ سمجھا کر اس سے ارادہ بدلنے کی اپیل کرتے تھے۔ ان لوگوں کی ہمدردی نے زبردست اثر کیا۔ چند سال کے اندر 51 فی صدی ایسی عورتوں نے ہیٹ گرانے سے توبہ کر لی۔ انہیں اسپتالوں میں ان کے بچے پیدا ہوئے اور گئے۔ باقی 49 فی صدی عورتیں کسی صورت سے ماں بننے کے لئے راضی نہ کی جاسکیں۔ ان کا آپریشن کر دیا گیا۔ دوسرا چارہ بھی نہ تھا۔ ان اسپتالوں سے نراش ہو کر یہ عورتیں پھر مجرموں کے پھلندے میں پھنس جاتیں۔

ہیٹ گرانے کا قانونی بل دینے سے بارہ سال میں روس کے اندر قریب تین لاکھ عورتوں کی جان بچا لی گئی۔ لیکن روس نے ان مہکاریوں کا اصلی مقصد کچھ اور تھا۔ آندولن کا رخ اب دوسری طرف پلٹا گیا۔ ہیٹ گرانے والی عورتیں عام طور سے خراب نہیں ہوتیں۔ ہیٹ گرانے کے کاربوں کو معلوم کرنے کی کوشش کی گئی اور ان کاربوں کو دور کرنے کے لئے قانون بنائے گئے۔ یہ اس راستے کا تیسرا قدم تھا۔

ہر صورت کو توبہ کے زمانے میں مفت دوا اور ڈاکٹری مدد دی جانے لگی۔ سوھر سے پہلے پانچ ہفتے کی چھٹی اور سوھر کے بعد چھ ہفتے کی چھٹی عورتوں کو ملنے لگی۔ سوھر کا زمانہ ختم کرنے کے بعد ماں اپنے کام یا نوکری پر پلٹا کسی رکارت کے پھر

یورپ میں یہ لکھنا بھی خبط بھی چل پڑا ہے کہ ماں بٹنے سے خربصورتی ختم ہو جاتی ہے۔ اس لئے بھی ہیٹ گرانے کو اور ادھک بڑھاوا ملا۔ ہندستان میں بھی آج کل یہ روگ زور پکڑ رہا ہے۔ چھ پھدا کرنے میں عورتوں کو جسمانی تکلیف برداشت دینی پڑتی ہے۔ ہیٹ گرانے میں بھی شاید تکلیف تھائی پڑتی ہے۔ لیکن یہ تکلیف ایک بار ہو کر ختم ہو جاتی ہے اور بچہ پھدا کرنے پر تکلیف اور چاٹا رابر بنی رہتی ہے۔ لگاتار تکلیف سے ایک بار تکلیف تھالیدا زیادہ اچھا ہے۔

روسی وکھانہوں نے اس بات کی جانچ پڑتال کی اور اس نتیجے پر پہونچے کہ ہیٹ گرانے کی جڑیں یورپ اور اچاز میں ہیں۔ اگر عورتوں کو مالی چلتا سے چھٹی سے دی جائے اور ان کا سداچار اونچا کر دیا جائے تو ہیٹ گرانے کا مسئلہ خود بخود ختم ہو جائے گا۔ زار کے سالے میں ہیٹ گرانے کی وجہ سے 25 ہزار عورتوں ہر سال مرجتی تھیں۔ قانون ہیٹ سخت تھا۔ کوئی اکثر ہیٹ نہیں کرا سکتا تھا۔ ایسا کرنے پر قتل کے جرم میں سزا دی جاتی۔ اسی طرح کا قانون قریب قریب دوسرے ملکوں میں بھی جاری ہے۔

روس میں پہلی مرتبہ ہیٹ گرانے کے خلاف زبردست ملی تجویز کی گئی۔ ان کا پہلا قدم یہ تھا کہ ہیٹ گرانے کو قانون بنادکر جائز ٹھہرا دیا گیا۔ ہر ڈاکٹر کو ہیٹ گرانے کی اجازت دے دی گئی۔ یہ بات عجیب مکتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہیٹ گرانے آسان ہو گیا تو بڑے ہی ادھک لوگ ہیٹ گرائیں گے۔ پر نتیجہ اُلٹا ہوا۔ پہلے آئیے دیکھ لیں ان دیشوں میں ہیٹ گرانے کی کیا حالت رہی جہاں اب بھی سخت قانون لاکو ہیں اور ہیٹ گرانے والے کو سخت سزا دی جاتی ہے۔ امریکہ و ہیٹ لے لیجئے۔ چھ لاکھ اسی ہزار بچے اُس دیش میں ہر سال پھدا ہوئے سے پہلے ماریوئے جاتے تھے۔ موجودہ زمانے کی تمام ایجادوں کے ہوتے ہوئے بھی آٹھ ہزار عورتوں وہاں ہر سال ہیٹ گرانے کی وجہ سے مرجاتی ہیں۔ لیکن روس میں چھ لاکھ ہیٹ گرانے والے تھے۔ آج ہیٹ گرانے قریب قریب ناپید ہے۔ اس سے پہلے چھ لاکھ ہیٹ گرائیں تو سزا پاتے تھے لیکن ادھ ڈاکٹر نرس اور دوسرے ایسے ہی لوگ خطرناک طریقوں سے ہیٹ گراتے تھے اور بچے میں نہ آتے تھے۔ نتیجہ یہ تھا کہ خطرناک دواؤں کے استعمال سے عورتوں کی تندرستی پر زبردست اثر پڑتا تھا اور موت بھی ہو جاتی تھی۔ سو ہیٹ روس میں ایک طرف ہ نائون پاس کیا گیا کہ وہ ڈاکٹر ہیٹ کرا سکتا ہے اور دوسری طرف یہ بھی قانون بنا دیا گیا کہ غیر ڈاکٹروں کو ہیٹ گرانے کے جرم میں سخت سزا دی جائے گی۔ مجرموں

स्थان মুক্ত होते हैं, जहां काम करने वाली औरतें अपने बच्चों को छोड़ सकती हैं।

पेट गिराने की समस्या को जिन तरीकों से रूस में हल किया गया है उन पर रोशनी डालने से पहले यह जान लेना जरूरी है कि यह समस्या क्या और क्यों है। कुछ माँ ऐसी होती हैं जो मां बनना नहीं चाहती और किसी न किसी ढंग से पैदा होने वाली जिन्दगी को मौत की गोद में पटक देती हैं। कहते हैं औरतों की भावनाएं मद से अधिक कोमल होती हैं। किसी कोमल भावना वाले के लिये क्या यह मुमकिन है? लेकिन जब कोमल भावनाओं पर डर, भूट, धोके के मोटे मोटे पोचे फिरे हों तो क्या किया जाय। कोई औरत भी शायद पेट गिराना नहीं चाहती लेकिन मजबूरी को क्या किया जाय। वह सब कुछ करना पड़ता है जिसे करने को मन नहीं चाहता। सदाचार को ऊपर उठाने के लिये जरूरी है कि इन पोचों को धो दिया जाय और आदमी की कोमल भावनाओं को बचाकर रखा जाय। आइये देखें वह कौन सी हालतें हैं जो एक मां को पैदा होने से पहले बच्चे को मारने पर मजबूर कर देती हैं। रूस और योरोपी देशों की समस्या हमारे देश से कुछ अलग है। हमारे यहां कुछ साल पहले तो सिर्फ लोक लाज के कारन पेट गिराया जाता था। किसी कमजोरी में पड़ कर या किसी तरह धोका खाकर कुंवारी या विधवा औरतें पेट से हो जाती थीं और अपने को समाज में बेइज्जत होने से बचाने के लिये उन्हें इस तरह के खून अपनी गरदन पर लेने पड़ते थे। लेकिन अब बड़े बड़े घरों में जीवन स्तर ऊंचा रखने के लिये बर्थ कन्ट्रोल पर अमल किया जाता है और जब वह असफल रहता है तो पेट गिराने की नौबत आती है! पर दूसरे देशों में और दूसरे कारन भी हैं जो मजबूर करते हैं कि पेट गिरा दिया जाय। रोजी रोजगार पेट गिराने के मसले पर बहुत असर रखते हैं। योरोप में बहुत सी औरतों को अपनी रोजी खुद कमाना पड़ती है। पहली लड़ाई के बाद मर्दों की कमी हो गई थी। उस वक़्त से औरतों में नौकरी का सिलसिला और ज़ोरों से चल पड़ा है। उसी वक़्त से पेट गिराने की समस्या भी बहुत भयानक हो गई है। मां बनने में इन बेचारी औरतों को नौकरी से हाथ धोना पड़ता है। जब नौकरी ही न रहे तो खुद क्या खाएं और बच्चे को क्या खिलाएं। इस संकट से फुरसत पाने के लिये यही अच्छा समझा जाता है कि पैदा होने से पहले ही इस जंजाल से छुटी पा ली जाय। जीवन स्तर बढ़ाने का भी सवाल योरोप के लोगों के सामने है। रहने सहने के ढंग में बढ़ती और आसायश बड़े बड़े खानदान वालों के लिये नामुमकिन है। इस लिये कोशिश की जाती है कि कम से कम बच्चे पैदा हों ताकि पालन पोसन की ज़िम्मेदारी से छुटकारा मिल सके और जीवन मौज में बिताया जा सके।

استهانى مکتف ہوتے ہوں، جہاں کام کرنے والی عورتیں اپنے بچوں کو چھوڑ سکتی ہیں۔

پہت گرانے کی مسیہا کو جن طریقوں سے روس میں حل کیا گیا ہے ان پر روشنی ڈالنے سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ یہ مسیہا کیا اور کیوں ہے۔ کچھ ماٹھوں ایسی ہوتی ہیں جو ماں بننا نہیں چاہتیں اور کسی نہ کسی قہرنگ سے پیدا ہونے والی زندگی کو موت کی گرد میں پٹک دیتی ہیں۔ کہتے ہیں عورتوں کی بھاؤناہیں مرد سے ایک کومل ہوتی ہیں۔ کسی کومل بھاؤنا والے کے لئے کہا یہ ممکن ہے؟ لیکن جب کومل بھاؤناؤں پر قر، جبروت دھوکے کے موٹے موٹے پوچے پھرے ہوں تو کہا کیا جائے۔ کوئی عورت بھی شاید پھت گرانہ نہیں چاہتی۔ لیکن مجبوری کو کہا کیا جائے۔ وہ سب کچھ کرنا پڑتا ہے جسے کرنے کو من نہیں چاہتا۔ سداچار کو اوپر اٹھانے کے لئے ضروری ہے کہ ان پوچوں کو دھو دیا جائے اور آدمی کی کومل بھاؤناؤں کو اچاگر کہا جائے۔ اٹھ دیکھیں وہ کونسی حالتیں ہیں جو ایک ماں کو پیدا ہونے سے پہلے بچے کو مارنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ روس اور یورپی دیشوں کی مسیہا ہمارے دیش سے کچھ الگ ہے۔ ہمارے یہاں کچھ سال پہلے تو صرف لوگ لاج کے کارن پھت گرایا جاتا تھا۔ کسی کمزوری میں پڑ کر یا کسی طرح دھوکا کھائے کھواری یا بندھوا عورتوں پھت سے ہو جاتی تھیں اور اپنے کو سماج میں بے عزت ہونے سے بچانے کے لئے اُنہیں اس طرح کے خون اپنی گردن پر لٹھ پڑتے تھے۔ لیکن اب بڑے بڑے گھروں میں جہون استر اونچا رکھنے کے لئے برتھ کنٹرول پر عمل کیا جاتا ہے اور جب وہ اسپل رہتا ہے تو پھت گرانے کی نوبت آتی ہے! پر دوسرے دیشوں میں اور دوسرے کارن بھی ہیں جو مجبور کرتے ہیں کہ پھت گرا دیا جائے۔ روزی (روزگار) پھت گرانے کے مسئلے پر پھت اثر رکھتے ہیں۔ یورپ میں پھت سی عورتوں کو اپنی روزی خود کمانی پڑتی ہے۔ پہلی لڑائی کے بعد مردوں کی کمی ہوگئی تھی۔ اُس وقت سے عورتوں میں نوکری کا سلسلہ اور زوروں سے چل پڑا ہے۔ اُسی وقت سے پھت گرانے کی مسیہا بھی پھت بھانک ہوگئی ہے۔ ماں بدلنے میں ان بوجھاری عورتوں کو نوکری سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ جب نوکری ہی نہ رہے تو خود کہا کھائیں اور بچے کو کہا کھائیں۔ اُس جھنجھٹ سے فرصت پانے کے لئے یہی اچھا سمجھا جاتا ہے کہ پیدا ہونے سے پہلے ہی اس جھنجھٹ سے چھٹی پالی جائے۔ جہون استر بڑھانے کا بھی سوال یورپ کے لوگوں کے سامنے ہے۔ رھنے سہنے کے قہرنگ میں بڑھتی اور آسائش بڑے بڑے خاندان والوں کے لئے ناممکن ہے۔ اِس لئے کوشش کی جاتی ہے کہ کم سے کم بچے پیدا ہوں تاکہ پالن پوسن کی ذمہ داری سے چھٹکارا مل سکے اور جہون موج میں بتایا جاسکے۔

جگہ پہنچا ہوا ہے۔ دھکا لگ جانے، کوئی جیسمانی گڈبڈی ہو جانے سے بھی پेट گिर جاتا ہے۔ ہمیں رोग کے इस پہلو سے یहाँ मतलब نہیں ہے۔ यह हावसे पहتियात سے روکے جا सकते हैं۔ ہم "پेट گिरانے" کے उस پہلو پر रोशनी ڈالنا चाहتے हैं जिसे कत्ल कहा जाता है۔ इस हरकत को सभी कत्ल मानते हैं۔ चाहे मजहब के मानने वाले हों और चाहे साइन्स के प्रेमी किसी की भी इस बारे में दूसरी राय नहीं है۔ पेट गिराने का मतलब है किसी नये इन्सान को पैदा होने से पहले मार डालना۔ एक नई ज़िन्दगी को पैदा न होने देने के सवाल पर सोचते सोचते एक और सवाल खड़ा हो जाता है۔ आखिर बर्थ कंट्रोल को क्या कहा जायगा ? क्या बर्थ कंट्रोल (दवाओं और डाक्टरी के जरिये बच्चों की पैदाइश को रोकना) कत्ल करने का बढ़िया ढंग नहीं है ? और क्या इस के इत्ते-माल का प्रचार करने वालों को कत्ल के उभारने के इलजाम में सजा दी जा सकती है ? जवाब यह दिया जाता है, नहीं, बर्थ कंट्रोल पर कानून हाथ नहीं उठा सकता۔ संस्थाएँ खुली हुई हैं۔ वह बर्थ कंट्रोल का प्रचार करती रहती हैं۔ दुनिया में इस चीज़ का प्रचार बहुत संगठित ढंग से किया जा रहा है۔ दूसरे देशों की सरकारें आबादी के बढ़ने से घबरा रही हैं۔ वह हर तरह का सहयोग बर्थ कंट्रोल आन्दोलन को देती हैं। पर रूस में मामला बिलकुल उलटा है۔ बर्थ (जन्म) को कंट्रोल करने की कौन कहे वहाँ बर्थ बढ़ाने के लिये इनाम दिये जाते हैं। 15 करोड़ डालर हर साल माताओं की सेवा में खर्च किया जाता है। ज्यादा बच्चे पैदा करने वाली माताओं को मान दिया जाता है। इस तरह के मान को जाहिर करने के लिये वहाँ तीन तमरो होते हैं: (1) मेटरनिटी मद्र, (2) आडर आफ मर्से गिलोरी और (3) हीरोइन मद्र۔ जो मां जितने ज्यादा बच्चे पालती या पैदा करती है उतना ही बड़ा तमगा उसे दिया जाता है।

माताओं को नकदी सहायता भी दी जाती है। हर गर्भ वती स्त्री को डाक्टरी मदद, जरूरी छुट्टी और रियायतें तो दी ही जाती हैं। हर स्त्री को तीसरा बच्चा पैदा होने पर 80 डालर इनाम दिया जाता है। चौथे बच्चे की पैदाइश पर 250 डालर इकट्टा और 16 डालर हर महीने मां को दिये जाते हैं। पांचवें बच्चे के पैदा होने पर 34 डालर इकट्टा और 24 डालर हर महीने मां को आमदनी होती है। इस तरह दस बच्चों तक मामला चलता रहता है। ग्यारहवें बच्चे की पैदाइश पर इकट्टा 1000 डालर और 60 डालर हर महीने मां को दिये जाते हैं। बिधवा माओं को 20 डालर से 40 डालर तक हर बच्चे के लिये बाहर बरस तक मिलता है। छोटे बच्चों की देखभाल के लिये

जगہ پہنچا ہوا ہے۔ دھکا لگ جانے، کوئی جسمانی گڈبڈی ہو جانے سے بھی ہیبت گرجاتا ہے۔ یہاں مطلب نہیں ہے۔ یہ حادثے احتیاط سے روکے جاسکتے ہیں۔ ہم "ہیبت کرانے" کے اُس پہلو پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں جسے قتل کہا جاتا ہے۔ اس حرکت کو سبھی قتل مانتے ہیں۔ چاہے مذہب کے ماننے والے ہوں اور چاہے سائنس کے پریسی کسی کی بھی اس بارے میں دوسری رائے نہیں ہے۔ ہیبت کرانے کا مطلب ہے کسی نئے انسان کو پیدا ہونے سے پہلے مار ڈالنا۔ ایک نئی زندگی کو پیدا نہ ہونے دینے کے سوال پر سوچتے سوچتے ایک اور سوال کھڑا ہو جاتا ہے۔ آخر برتھ کنٹرول کو کیا کہا جائے گا ؟ کیا برتھ کنٹرول (دواؤں اور ڈاکٹری کے ذریعے بچوں کی پیدائش کو روکنا) قتل کرنے کا بڑھیا تعلک نہیں ہے ؟ اور کیا اس کے استعمال کا پرچار کرنے والوں کو قتل کے اہلکار کے الزام میں سزا دی جاسکتی ہے ؟ جواب یہ دیا جاتا ہے 'نہیں' برتھ کنٹرول پر قانون ہاتھ نہیں اُٹھا سکتا۔ سڈسٹھائٹھن کھلی ہوئی ہیں۔ وہ برتھ کنٹرول کا پرچار کرتی رہتی ہیں۔ دنیا میں اس چیز کا پرچار ہیبت سنگتہمت ڈھنگ سے کیا جا رہا ہے۔ دوسرے دیشوں کی سرکاریں آبادی کے بڑھنے سے ڈھبرا رہی ہیں۔ وہ ہر طرح کا سپہوگ برتھ کنٹرول آندہلن کو دیتی ہیں۔ پر روس میں معاملہ بالکل اُلٹا ہے۔ برتھ (جلم) کو کنٹرول کرنے کی کون کہے وہاں برتھ بڑھانے کے لئے انعام دیئے جاتے ہیں۔ پندرہ کروڑ ڈالر ہر سال ساتاؤں کی سہوا میں خرچ کیا جاتا ہے۔ زیادہ بچے پیدا کرنے والی ساتاؤں کو مان دیا جاتا ہے۔ اس طرح کے مان کو ظاہر کرنے کے لئے وہاں تون تمنے ہوتے ہیں: (1) مہترنتی مدر، (2) آرڈر آف مدرس کڈوری اور (3) ہیروئن مدر۔ جو ماں جتنے زیادہ بچے پالتی یا پیدا کرتی ہے اتنا ہی بڑا تمنے اُسے دیا جاتا ہے۔

ساتاؤں کو نقدی سہائتا بھی دی جاتی ہے۔ ہر گربھوتی لستری کو ڈاکٹری مدر، ضروری چھٹی اور رعائتیں نو دی می جاتی ہیں۔ ہر استری کو تھسرا بچہ پیدا ہونے پر 80 ڈالر انعام دیا جاتا ہے۔ چوتھے بچے کی پیدائش پر 250 ڈالر اکٹھا اور 16 ڈالر ہر مہینے ماں کو دیئے جاتے ہیں۔ پانچویں بچے کے پیدا ہونے پر 34 ڈالر اکٹھا اور 24 ڈالر ہر مہینے ماں کو آمدنی ہوتی ہے۔ اس طرح دس بچوں تک معاملہ چلتا رہتا ہے۔ گھارہویں بچے کی پیدائش پر اکٹھا 1000 ڈالر اور 60 ڈالر ہر مہینے ماں کو دیئے جاتے ہیں۔ ودھوا ماؤں کو 20 ڈالر سے 40 ڈالر تک ہر بچے کے لئے بارہ برس تک ملتا ہے۔ چھوٹے بچوں کی دیکھ بھال کھلئے

روس میں سداचार—گرم ہتیا

(ہائی میجسٹریٹ)

گुप्त रोगों और वेश्या पन से क्रूरत पाकर रूसी अधिकारियों ने दुराचार के खिलाफ लड़ाई बन्द नहीं की. न्हें उन सारी हालतों को बदलना था जो आदमी को अदाचार से गिराती हैं. वेश्यापन को खतम करने का जरूरी मतलब दुराचार या बदचलनी को खतम करना नहीं होता. सरे कुछ देशों में भी कानून बना दिया गया है कि कोई प्रौरत वेश्या नहीं बन सकती और न अपना बदन बेचने के लिये किसी जगह दुकान लगा सकती है. फिर भी दुराचार हां खूब फल फूल रहा है. अन्तर इतना हुआ है कि दुराचार के स्थानों का नाम नाइट क्लब, बालरूम, होटल और रा रख दिया गया है. कोठे न सही बिजली के पोल के नीचे ही दुकान लगा ली जाती है. पुलिस वाले कानून का बा नचाते रह जाते हैं लेकिन इस तरह के अपराधी हाथ हां आते. जो कानून को धोका देना चाहे उसके लिये प्रनगिनत मौके कानून ही पैदा कर देते हैं. इन देशों के लोग कानून और सजा के बल पर रोके जाते हैं इसलिये यह कानून को धोका दे सकते हैं. रूस में साइन्सी असूल पर और एक खास ढंग से वेश्यापन को खतम किया गया है. हां पहले लोगों का सदाचार ऊँचा किया गया. लोग खुद अब किसी चीज के खिलाफ खड़े हो जायें तो उन्हें कानून की जरूरत नहीं होती. लोगों के दिल और दिमाग को अपील की जाय तो कानून को धोका देने की जरूरत भी नहीं होती. रूस में अगर कानून बने तो तब बने जब उनको ठोड़ने की किसी में इच्छा बाकी न रह गई थी. रूसी कानून अब इसलिये हैं कि किसी मानसिक कमजोरी से गिरते नसान पर जरा रोक रखी जा सके. अभी वहां ऐसे कानूनों की जरूरत भी है. बुराई का असर जल्दी होता है. जब गारों तरफ लू चल रही हो तो ठण्डे कमरे से बिना इतियात किये निकलना खतरनाक साबित होता है. कहने का मतलब यह है कि उन दूसरे देशों की तरह रूस में श्याओं और वेश्यापन के स्थानों को कोई दूसरा लुभावना नाम नहीं दिया गया बल्कि इस काम के खिलाफ खुद जनता की भावना इतनी उभार दी गई है और उसको इसके किसान इस तरह बता दिये गए कि अब बिना किसी कानून और सजा के ही वहां के लोग इन बुराइयों से दूर गगते हैं. सब से बड़ी बात यह है कि वहां वह हालात हो अब नहीं हैं जो किसी भले आदमी को मजबूर करके इन जाँ में डकेल देते हैं.

दुराचार के एक पहलू को खतम करके अधिकारियों ने सरे पहलू पर नजर डाली. "पेट गिराने" का रोग जगह.

روس میں سداچار—گریه هتیا

(ہائی میجسٹریٹ)

گرمت روئوں اور ویشھا پن سے فرصت پا کر روسی ادھیکاریوں نے درا چار کے خلاف لڑائی بند نہیں کی. انہیں ان ساری حالتوں کو بدلنا تھا جو آدمی کو سداچار سے گرائی ہیں. ویشھا پن کو ختم کرنے کا ضروری مطلب دراچار یا بد چلنی کو ختم کرنا نہیں ہوتا. دوسرے کچھ دیشوں میں بھی قانون بنا دیا گیا ہے کہ کوئی صورت ویشھا پن نہیں بن سکتی اور نہ اپنا بدن بھجولے لکے کسی جگہ دوکان لگا سکتی ہے. پھر بھی درا چار وہاں خوب پھول پھول رہا ہے. اندر اندر ہوا ہے کہ دراچار کے استھانوں کا نام "نایت کلب" "بال روم" ہوٹل وغیرہ رکھ دیا گیا ہے. تو تو. نہ سہی بھلی کے پول نے نیچے ہی دوکان لگائی جانی ہے. "بومس" والے قانون کا قنڈا نچاتے رہ جاتے ہیں لیکن اس طرح کے اپرا دمی ہاتھ نہیں آتے. جو قانون کو دھوکا دینا چاہے اس کے لئے ان کثمت موقع قانون ہی پیدا کر دیتے ہیں. ان دیشوں کے لوگ قانون اور سزا کے بل پر روکے جاتے ہیں اس لئے یہ قانون کو دھوکا دے سکتے ہیں. روس میں سائنسی اصول پر اور ایک خاص تھلک = ویشھا پن کو ختم کیا گیا ہے. وہاں پہلے لوگوں کا سداچار اونچا کیا گیا. لوگ خرد جب کسی چیز کے خلاف کھڑے ہو جاتے ہیں تو انہیں قانون کی ضرورت نہیں ہوتی. لوگوں کے دل اور دماغ کو اہل کی جائے تو قانون کو دھوکا دینے کی ضرورت بھی نہیں رہتی. روس میں اگر قانون بنے تو تب بلے جب ان کو توڑنے کی کسی میں اچھا باقی نہ رہ گئی تھی. روسی قانون کوہل اس لئے ہیں کہ کسی مانسک کمزوری سے گرنے اسان پر ذرا درک رکھی جاسکے. ابھی وہاں ایسے قانونوں کی ضرورت بھی ہے. برائی کا اثر جلدی ہوتا ہے. جب چاروں طرف لو چل رہی ہو تو تھاندے کمرے سے بنا احتیاط کئے نکلتا خطرناک ثابت ہوتا ہے. کہلے کا مطلب یہ ہے کہ ان دوسرے دیشوں کی طرح روس میں ویشھاؤں اور ویشھا پن کے استھانوں کو کوئی دوسرا لہاؤنا نام نہیں دیا گیا بلکہ اس کام کے خلاف خرد جلتا کی لہاؤنا اتلی آہار دی گئی ہے اور اس کو اس کے نقصان اس طرح بتا دیئے گئے کہ اب بنا کسی قانون اور سزا کے ہی وہاں کے لوگ ان برائیوں سے دور بھاگتے ہیں. سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہاں وہ حالات ہی اب نہیں ہیں جو کسی پہلے آدمی کو مجبور کرکے ان کوہوں میں ڈھکیل دیتے ہیں.

دراچار کے ایک پہلو کو ختم کرکے ادھیکاریوں نے دوسرے پہلو پر نظر ڈالی. "پھت گرانے" کا درگ جگہ

اس طرح دھارا سبھا سے باہر کے لوگ وزیر بنائے جالینگے تو اس سے نیچے لئے فائدہ ہونگے:—

1. योग्य जानकारी को देकर वजीर बनाया जा सकेगा.

2. धारा सभा उन पर अंकुश रख सकेगी. सारी धारा सभा यह काम करने के लिये आजाद रहेगी.

3. आलोचकों को वजीर बनाकर उनका मुँह बन्द करने की चाल न चली जा सकेगी.

4. हर चालाक आदमी को खुश करने का सवाल न होगा, इसलिये थोड़े से वजीरों से काम चलाया जा सकेगा. इससे खर्च में बचत होगी.

5. वजीर बाहर के आदमी होंगे इसलिये चुनाव वाले लोग वजीरों को परेशान न कर सकेंगे.

6. चुनाव की चक्क-चक्क से बचे रहने के कारन वजीर लोग आफिस का काम अच्छी तरह कर सकेंगे.

7. हुकूमत का और आफिस का काम करने के लिये ही उन्हें रखा गया है, इसलिये उन्हें इस काम में खास ध्यान देना होगा. दलबन्धियों के झगड़ों से वह लगभग बचे रहेंगे.

8. प्रान्त के बाहर के भी वजीर होने से सरकारों में प्रान्तीयता का भाव न पनप पायगा और भारत के एक जान होने में इससे मदद मिलेगी.

9. धारा सभा का हर मेम्बर वजीर बनने के लिये जो लिफ्टम भिड़ता रहता है वह बन्द हो जायगी.

इस देश की हालत के मुताबिक यही तरीका ठीक है. हमारे आज के विधान में इस तरह का सुधार होना जरूरी है.

1. یوگہ جان کاروں کو ڈھونڈ کر وزیر بنایا جاسکے گا.

2. دھارا سبھا ان پر انکس رکھ سکیگی. ساری دھارا سبھا یہ کام کرنے کے لئے آزاد رہیگی.

3. آلوچکوں کو وزیر بناکر ان کا منہ بند کرنے کی چال نہ چلی جاسکے گی.

4. ہر چالاک آدمی کو خوش کرنے کا سوال نہ ہوگا. اس لئے تھوڑے سے وزیروں سے کام چلایا جاسکے گا. اس سے خرچ میں بچت ہوگی.

5. وزیر باہر کے آدمی ہونگے اس لئے چناؤ والے لوگ وزیروں کو پریشان نہ کر سکیں گے.

6. چناؤ کی چم چم سے بچے رہنے کے کارن وزیر لوگ آفس کا کام اچھی طرح کر سکیں گے.

7. حکومت کا اور آفس کا کام کرنے کے لئے ہی انہیں رکھا گیا ہے، اس لئے انہیں اس کام میں خاص دھیان دینا ہوگا. دل بندیوں کے جھگڑوں سے وہ لگ بھگ بچے رہیں گے.

8. پرائنٹ کے باہر کے بھی وزیر ہونے سے سرکاروں میں پرائنٹ کا بھاؤ نہ پمپ پائوگا اور بھارت کے ایک جان ہونے میں اس سے مدد ملے گی.

9. دھارا سبھا کا ہر ممبر وزیر بننے کے لئے جو تکریم بھرانا رہتا ہے وہ بند ہو جائے گی.

اس دیہ کی حالت کے مطابق یہی طریقہ ٹھیک ہے. ہمارے آج کے ویدمان میں اس طرح کا سدھار ہونا ضروری ہے.

प्रेम-डगर

(भाई 'नज्म' आफन्ती)

सुध बुध का बनी पीत नगर क्या जाने,
यह तुझमें है सूक्त बूक्त अगर, क्या जाने.
आँखें खोलते हुए चला जाता है,
मूरख तू प्रेम की डगर क्या जाने.

پریم ڈگر

(بھائی نجم آفندی)

سودہ بدھ کا دھلی پمت نگر کیا جانے،
یہ تجھ میں ہے سوچہ بوجہ اگر، کیا جانے.
آنکھیں کھولے ہوئے چلا جاتا ہے،
مورخ تو پریم کی فکر کیا جانے.

۴۔ دھاروا سبھا کے ممبر جب وزیر یا سکریٹری میں جاتے ہیں تب جس حلقے سے اُن کا چناؤ ہوا تھا، جن لوگوں نے انہیں چناؤ میں مدد کی تھی وہ لوگ اپنا اپنا کام کرانے کے لئے دھاوا ڈالنے لگتے ہیں۔ اُنکو اُن کا کام نہ کیا جائے تو اگلا چناؤ ہونے میں وہ ساتھ نہ دیندے یا ورنہ کرہیکے 'اسلئے اُن کے بیجا کام بھی کرنے پڑتے ہیں۔

6. चुनाव-हलके के लोगों से मिलने जुलने में इतना समय निकल जाता है कि बज्जीर और नायब बज्जीर लोग अपने आफिस का काम नहीं के बराबर कर पाते हैं.

6. چٹار حلقہ کے لوگوں سے ملنے جلنے میں آندا سے نکل جاتا ہے کہ وزیر اور نائب وزیر لوگ اپنے آپس کا کام نہیں کے برابر کر پاتے ہیں۔

7. धारा सभा के मेम्बर होने के, कारन वज्जीर बगौरा लोग अपने को नौकर की तरह जिम्मेदार नहीं समझते हैं। एक तरह से मालिकों में ही अपनी गिनती करते हैं। इसलिये कहीं कहीं ऐसा होता है कि दफ्तर खाली पड़ा रहता है। सब वज्जीर बगौरा अपने अपने बंगलों पर आफिस बना लिया करते हैं और जनता को अपने काम के लिये बंगलों बंगलों भटकना पड़ता है। इस तरह साहब को आफिस के नौकर घर के नौकर के रूप में मिल जाते हैं। आफिस के नाम पर बंगलों को महल बनाने में और मबद मिल जाती है। साहब बहादुर घर में सो रहे हों तब भी वह आफिस की हाजरी समझी जाती है।

7. دھارا سبھا کے ممبر ہونے کے کارن وزیر وغیرہ لوگ اپنے کو نوکر کی طرح ذمہ دار نہیں سمجھتے تھے۔ ایک طرح سے مالکوں میں ہی اپنی گنتی کرتے تھے۔ اسلئے کہیں کہیں ایسا ہوتا ہے کہ دفتر خالی پڑا رہتا ہے۔ سب وزیر وغیرہ اپنے اپنے بندکلوں پر آفس چلنا لیا کرتے ہیں اور جلتا کو اپنے کام کے لئے بندکلوں بندکلوں بھٹکاتا پڑتا ہے۔ اس طرح صاحب کو آفس کے نوکر گھر کے نوکر کے روپ میں مل جاتے ہیں۔ آفس کے نام پر بندکلوں کو معطل بنانے میں آؤر مدد مل جاتی ہے۔ صاحب بہادر گھر میں سو رہے ہوں تب بھی وہ آفس کی حاضری سمجھتی جاتی ہے۔

8. धारा सभा के मेम्बरों पर चुनाव का भूत सदा सवार रहता है इसलिये वह सरकारी काम के बहाने अपने प्रचार में लग जाते हैं। वजीर बन जाने पर तो यह काम और भी बढ़ जाते हैं, इसलिये शासन के काम में वह कम से कम समय दे पाते हैं। दौरा भत्ता, पारटी मीटिंग या इसी निगाह से मिलना जुलना उनके खास प्रोग्राम बन जाते हैं।

8 دھارا سبھا کے ممبروں پر چلاؤ کا بیہوش سدا
سوار رہتا ہے اس لئے وہ سرکاری کام کے بھانے اپنے پرچار میں
لگ جاتے ہیں۔ وزیر بن جانے پر تو یہ کام اور بھی بڑھ
جاتے ہیں، اِس لئے شاسن کے کام میں وہ کم سے کم سے دے
پاتے ہیں۔ دورۂ بہتہ، پارٹی مہلتنگ یا اِسی نکاح سے ملنا
چلنا اُن کے خاص پروگرام بن جاتے ہیں۔

यह ऐसी बुराईयाँ हैं जिनसे लोकशाही सरकार सच-मुच लोकशाही नहीं बन पाती और उसके सभी लाभ नष्ट हो जाते हैं। इसके लिये कुछ सुधार करने की जरूरत है। एक सुधार की तरफ ज़ास तौर पर ध्यान खींचा जाता है—

یہ ایسی برائیاں تھیں جن سے لوگ شاہی سرکار سے
میں لوگ شاہی نہیں بن پاتی اور اس کے سبھی وہ نشت
ہوجاتے ہیں۔ اس کے لئے کچھ سدھار کرنے کی ضرورت ہے۔
ایک سدھار کی طرف خاص طور پر دھیان کھینچنا
چاہتا ہوں۔

सरकार बनाने का काम धारा सभा या पार्लिमेन्ट तो करे पर वज्जीर धारा सभा या पार्लिमेन्ट के बाहर के आदमी ही बनाए जायँ, बल्कि इसमें प्रान्त से बाहर के आदमी भी लिये जायँ. हाँ, यह ठीक है कि धारा सभा में जिस दल का बहुमत होगा उस दल की पालिसी को स्वीकार करने वाले या उसी पालिसी को मानने वाले लोग ही वज्जीर बनाए जायँगे और धारा सभा उन्हें अलग कर सकेगी. उन्हें धारा सभा की राय के अनुसार काम करना होगा, पर वह धारा सभा के किसी फ़ैसले में वोट न दे सकेंगे. हाँ, कोई बात भी सरकार की तरफ से पेश कर सकेंगे.

سرکار بنانے کا کام دھارا سبھا یا پارلیمنٹ تو کرے پر وزیر دھارا سبھا یا پارلیمنٹ کے باہر کے آدمی ہی بنائے جائیں، بلکہ اس میں پرائنٹ سے باہر کے آدمی بھی لئے جائیں۔ ہاں، یہ تھپک ہے کہ دھارا سبھا میں جس دل کا بہومت ہوگا اُس دل کی پالیسی کو سویکار کرنے والے یا اسی پالیسی کو ماننے والے لوگ ہی وزیر بنائے جائیں گے اور دھارا سبھا انہیں الگ کر سکے گی۔ انہیں دھارا سبھا کی رائے کے انوسار کام کرنا ہوگا، پر وہ دھارا سبھا کے کسی فیصلے میں وقت نہ دے سکیں گے۔ ہاں، کوئی بات بھی سرکار کی طرف سے پیش کر سکیں گے۔

(نکاحیاتی) کی سچائی سے متاثر کیا۔ اس لیے یہ طریقہ لوگوں کی طرف سے قبول نہیں کیا گیا۔ اس لیے یہ طریقہ لوگوں کی طرف سے قبول نہیں کیا گیا۔ اس لیے یہ طریقہ لوگوں کی طرف سے قبول نہیں کیا گیا۔

1. ہر طرح کے اچھے اچھے جانکار چناؤ لوگوں کے ذریعہ کیا جائے۔ زیادہ تر جانکاروں میں اچھے طرح کام کرنے کی لیاقت ہوتی ہے۔ یہ لوگ چناؤ کرنے کی لیاقت نہیں ہوتی یا طبیعت نہیں ہوتی۔ جب دھارا سبھا کے ممبروں میں سے ہی وزیر بننے کے لیے آدمی لیا جائے گا تو اسے درجہ کے جانکاروں کی کمی ہو سکتی ہے۔ صحت منتری کے لیے ہونے والی تندرستی کا اچھا جانکار نہیں ملتا۔ شکشا منتری کے لیے اونیچے درجہ کا تعلیم شاستری نہیں ملتا۔ کھیتی منتری کے لیے کھیتی و دیا کا اچھا جانکار نہیں ملتا۔ اس لیے وزیر منقل میں کھیتا آدمی بھر لیا جاتا ہے۔

2. دھارا سبھا سرکار کے اوپر انکس (کنٹرول) رکھنے کے لیے ہے۔ ہر دھارا سبھا کے سبھی ممبر اتنی لیاقت نہیں رکھتے کہ سرکار پر انکس رکھ سکیں۔ سیکرٹری ہونے پر لگ بھگ وہی سب سے زیادہ لیاقت کے حامل ہوتے ہیں یا آپ منتری، سکریٹری وغیرہ۔ تب انہیں انکس رکھنے کے لیے کوئی نہیں دیا جاتا۔ جو وہ جاتے ہیں وہ لگ بھگ یا تو ان کے مددگار ہوتے ہیں یا ان میں سے ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں دھارا سبھا اور سرکار قریب قریب ایک ہو جاتی ہے۔ تب دھارا سبھا کا سرکار پر انکس کھسے دے سکتا ہے؟ کچھ بچے کچھ لوگ تھکا بھلے ہی کرلیں تو نئے چناؤ تک سرکار کو بدل نہیں سکتے۔ دھارا سبھا سرکار پر انکس تبھی رکھ سکتی ہے جب سرکار دھارا سبھا سے الگ ہو، دھارا سبھا کا حصہ نہیں۔

3. آج کے طریقے میں سرکار بنانے والے لوگ اپنی برائی سے بچنے کے لیے برائی بناتے والے ممبروں کو سرکار میں شامل کر لیتے ہیں۔ دیکھا کہ کوئی ممبر پول پٹی کھولنے میں زیادہ ہوشیار ہے تو اسے بھی منتری بنانا ساجھ دار بنالیا۔ اس سے خراج بڑھ جاتا ہے اور سرکار کی بے لگامی جہوں کی نہیں ہوتی ہے۔ اس حال سے لوگ بھائی نہیں ہو جاتی۔

4. برقی سرکار کے سب سے زیادہ جہاں تین وزیر کام کرتے تھے اور کام اچھی طرح ہوتا تھا وہاں دس دس دس دس سکریٹری رکھ لیے جاتے ہیں۔ اس طرح آج سرکار کھلے والوں کا چلتا پر بوجھ چوکنی بچ گنا ہوا ہے۔

1. ہر طرح کے اچھے اچھے جانکار چناؤ لوگوں کے ذریعہ کیا جائے۔ زیادہ تر جانکاروں میں اچھے طرح کام کرنے کی لیاقت ہوتی ہے۔ یہ لوگ چناؤ کرنے کی لیاقت نہیں ہوتی یا طبیعت نہیں ہوتی۔ جب دھارا سبھا کے ممبروں میں سے ہی وزیر بننے کے لیے آدمی لیا جائے گا تو اسے درجہ کے جانکاروں کی کمی ہو سکتی ہے۔ صحت منتری کے لیے ہونے والی تندرستی کا اچھا جانکار نہیں ملتا۔ شکشا منتری کے لیے اونیچے درجہ کا تعلیم شاستری نہیں ملتا۔ کھیتی منتری کے لیے کھیتی و دیا کا اچھا جانکار نہیں ملتا۔ اس لیے وزیر منقل میں کھیتا آدمی بھر لیا جاتا ہے۔

2. دھارا سبھا سرکار کے اوپر انکس (کنٹرول) رکھنے کے لیے ہے۔ ہر دھارا سبھا کے سبھی ممبر اتنی لیاقت نہیں رکھتے کہ سرکار پر انکس رکھ سکیں۔ سیکرٹری ہونے پر لگ بھگ وہی سب سے زیادہ لیاقت کے حامل ہوتے ہیں یا آپ منتری، سکریٹری وغیرہ۔ تب انہیں انکس رکھنے کے لیے کوئی نہیں دیا جاتا۔ جو وہ جاتے ہیں وہ لگ بھگ یا تو ان کے مددگار ہوتے ہیں یا ان میں سے ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں دھارا سبھا اور سرکار قریب قریب ایک ہو جاتی ہے۔ تب دھارا سبھا کا سرکار پر انکس کھسے دے سکتا ہے؟ کچھ بچے کچھ لوگ تھکا بھلے ہی کرلیں تو نئے چناؤ تک سرکار کو بدل نہیں سکتے۔ دھارا سبھا سرکار پر انکس تبھی رکھ سکتی ہے جب سرکار دھارا سبھا سے الگ ہو، دھارا سبھا کا حصہ نہیں۔

3. آج کے طریقے میں سرکار بنانے والے لوگ اپنی برائی سے بچنے کے لیے برائی بناتے والے ممبروں کو سرکار میں شامل کر لیتے ہیں۔ دیکھا کہ کوئی ممبر پول پٹی کھولنے میں زیادہ ہوشیار ہے تو اسے بھی منتری بنانا ساجھ دار بنالیا۔ اس سے خراج بڑھ جاتا ہے اور سرکار کی بے لگامی جہوں کی نہیں ہوتی ہے۔ اس حال سے لوگ بھائی نہیں ہو جاتی۔

4. برقی سرکار کے سب سے زیادہ جہاں تین وزیر کام کرتے تھے اور کام اچھی طرح ہوتا تھا وہاں دس دس دس دس سکریٹری رکھ لیے جاتے ہیں۔ اس طرح آج سرکار کھلے والوں کا چلتا پر بوجھ چوکنی بچ گنا ہوا ہے۔

وہاں ہر کم پانچنے میں لگے کیونکہ وہاں ہر کام اور
جس کا ہر گناہ ہر گناہ کی سزا سونے، بولنے اور کر
کالنے کا بل آیا۔ یہ بل آیا اور اندر بیٹھی ساری طاقتوں
کا ایک ہوا اور ایک ہوا کے آنا چسکی اور وجہ دہی کے
کارشن ہوئے۔

اب چلتا کھسے؟ نکلتے سے اب کیا مطلب؟ کھسی
چلتا؛ کس کی ہار؟ سب من، وچن، کرم اپنے رام کو
سمرن۔

اب مانتی آتما کے سامنے ہیں :-

سب میں رام اور رام میں سب

یانی

میں سب میں اور سب میں۔

—بھگواندین

اب منجھی آتما کے سامنے ہیں :-

سب میں رام اور رام میں سب

یعنی

میں سب میں اور سب میں۔

—بھگوان دین

لوکشاہی سرکار—ایک سہما

(سوامی ستمہ بہکت)

راجا یا تاناشاہ (ڈکٹٹر) کی سرکار آپکو
:پسند ہو یا نہ ہو، آپ اسے آسانی سے بدل نہیں
سکتے، اسے بدلنے کا اختیار آپکے ہاں میں نہیں
ہوتا۔ وہ 'اچھا' کرے تو اسکی مہربانی، نہ کرے
تو آپ کی کسمت۔ پر آج کا زمانہ ایسی پراپرٹی
کو سہ نہیں سکتا، اس لیے سانس میں لگنا
جگہ 'لوکشاہی' (جمہوری) سرکار ہو گئی ہے۔ جن
انہیں چونکر بناتی ہے اور آشا کی جاتی ہے کہ
جن کی رضا کے अनुसार یہ کام کرے گی۔ اگر
جن کی رضا کے अनुसार یہ کام نہ کرے تو
پارلیمنٹ یا دھارا سبھا کو اس کا اختیار
ہے کہ اس سرکار کو اس کے واران میں
اس طرح کی سرکاری بنانے کی ہو جاتا
ہو جاتا ہے۔ اس کے अनुसार دھارا سبھا
جس پارٹی کا بیشتر ہوتا ہے اس پارٹی کے
ممبروں میں سے کچھ ممبر سرکار
یا وزیر مقرر ہوتے ہیں جو کہ دھارا
سبھا کے اندر دھارے کرتے ہیں۔ اس طرح
کی سرکار لوک شاہی یا جن ترقی سرکار
کہلاتی ہے۔ ان کیلئے کے دھان

لوکشاہی سرکار کے کام میں لاتے
سماں ہم نے ہمارے کی حالت پر دھان
نہیں دیا اور نہ ممبروں کی

لوک شاہی سرکار—ایک سہما

(سوامی ستمہ بہکت)

راجہ یا تاناشاہ (ڈکٹٹر) کی سرکار آپ کو پسند
ہو یا نہ ہو، آپ اسے آسانی سے بدل نہیں سکتے، اسے
بدلنے کا اختیار آپ کے ہاتھ میں نہیں ہوتا۔ وہ اچھا
کرتے تو اسکی مہربانی، نہ کرتے تو آپ کی کسمت۔
پر آج کا زمانہ ایسی پراپرٹی کو سہ نہیں سکتا، اس لیے
سانس میں لگنا جگہ 'لوکشاہی' (جمہوری) سرکار ہو گئی
ہے۔ جن انہیں چونکر بناتی ہے اور آشا کی جاتی ہے کہ
جن کی رضا کے अनुसार یہ کام کرے گی۔ اگر جن کی رضا
کے अनुसार یہ کام نہ کرے تو پارلیمنٹ یا دھارا سبھا
کو اس کا اختیار ہے کہ اس سرکار کو اس کے واران میں
اس طرح کی سرکاری بنانے کی ہو جاتا ہو جاتا ہے۔ اس
کے अनुसार دھارا سبھا جس پارٹی کا بیشتر ہوتا ہے
اس پارٹی کے ممبروں میں سے کچھ ممبر سرکار یا وزیر
مقرر ہوتے ہیں جو کہ دھارا سبھا کے اندر دھارے کرتے
ہیں۔ اس طرح کی سرکار لوک شاہی یا جن ترقی سرکار
کہلاتی ہے۔ ان کیلئے کے دھان

لوکشاہی سرکار کے کام میں لاتے
سماں ہم نے ہمارے کی حالت پر دھان
نہیں دیا اور نہ ممبروں کی

دوران کے مہلک خدے کرنا اور رंग لٹا سکتا ہے۔ یہ ماننا سماج کے رول سے رہنے کے قابل نہیں ہو سکتا۔ مارکس نے مادیवादी صاحبوں کو اتنا مہذب دیا کہ نैतिक सिद्धान्त और चाल-चलन की सफाई एकدم पीछे آ جا पड़ी—दया, कृपा, इत्यादि उसकी जगह में ऐसे की शाखें बनकर रह गईं. यह किसी हद तक ठीक है कि मادیवादी चक्र नैतिक विचारों पर अपना असर डालता है पर श्रेष्ठ और हर हालत में नहीं; अगर हर तरह से ऐसे की बुद्धि पर नैतिक महील खड़ा होता तो गरीबी में वह महील गिर पड़ना चाहिये था पर वैसा न कभी हुआ न होता सुना. अकाल के मौके पर मां को अपने बच्चे बेचने की बात सुनी है और वह ठीक भी है पर कहीं इज्जत में एक. अपवाद तो उलटा यह साबित करता है कि नैतिक बल ऐसे से कहीं ज्यादा बलवान होता है; कुछ भी हो मार्क्स का फलसफा कच्चे नैतिक सिद्धान्तों पर टिका हुआ है.

जो आदमी अपने वक्त की समाजी और आर्थिक हालत में क्रांति पैदा कर दे और लोगों के दिल में उथल-पुथल मचा दे और उनको उन गुलामियों से निकाल दे वही इतिहास बनाता है और वही इतिहास को उलट पुलट डालता है. बुद्ध, महावीर, ईसा से लेकर गांधी तक का इतिहास गवाह है कि यह लोग अपने वक्त की समाजी और आर्थिक अवस्था में पैदा नहीं उसके खिलाफ खड़े हुए और अर्थ को नीचा दिखाकर इज्जत और ऊँचे चाल-चलन को राज गद्दी दिलवाई. समाज-सेवा की भावना और मानव सेवा की भावना जगाकर वह यह जादू कर पाये. मानवता या मानव प्रेम अपने आप में धोके की चीज है अगर उसकी तह में आत्मबल न हो और आत्मबल की पहचान है कर्म, क्योंकि कर्म आत्मबल का फल है और वह कर्म ऐसा होना चाहिये जो आदमी में सच्ची और निर्मल भावना पैदा करे और ऐसी कोई भी इच्छा पैदा करे कि वह कर्तव्य को समझने लगे और उसको पूरा करने में जुट जाये. वस अब आत्मा की मँगाई यही है कि हम समाज को ऐसी तालीम दें कि उनमें जब भावना की तरंगें उठें तो वह सच्ची और मानवोचित हों. दया, पानी, रोशनी की तरह नेकी, ईमानदारी, अहिंसा, सच्चाई के दाम बुद्धि नहीं आँक सकती, उसे तो मन ही आँकेगा. वह तो भावना की तराजू में ही तुलना करती है.

अब सुनिये, आत्मा किस तरह मँगेगी:—

है हिम्मत तो अपने अन्दर समा जाओ और अपने स्वयं बानी राम को खोज लो.

ज्ञान, वचन, कर्म से अपने कर्म के हुक्म पालने में लग जाओ.

हوش के متصل कपड़े को जाचो رنگ لاسکتا ہے وہ مانو سماج کے رول سے رہنے کے قابل نہیں ہو سکتا. مارکس نے مادی صاحبوں کو اتنا مہذب دیا کہ نئیک سیدھانت اور چال چال کی صفائی ایک دم پیچھے جا پڑی—دیا، کڈا، ہمدردی اُسکی نظر میں پیسے کی شاخیں بن کر رہ گئیں. یہ کسی حد تک ٹھیک ہے کہ مادی وادی چکر نئیک وچاروں پر ایذا اثر ڈالتا ہے پر ہمیشہ اور ہر حالت میں نہیں؛ اگر ہر طرح سے پیسے کی بلوڈ پر نئیک متصل کپڑا ہوتا تو غریبی میں وہ متصل کر پونا چاہئے تھا پر پیسا نہ کہی ہوا نہ ہونا سنا. اکال کے موقع پر ماں کو اپنے بچے بچنے کی بات سنی ہے اور وہ ٹھیک بھی ہے پر کہیں ہزاروں میں ایک. ایوان تو آلتا یہ ثابت کرتا ہے کہ نئیک بل پیسے سے کہیں زیادہ بلوان ہوتا ہے؛ کچھ بھی ہو مارکس کا فلسفہ کچھ نئیک سدھانتوں پر ٹکا ہوا ہے.

جو آدمی اپنے وقت کی سماجی اور آرٹھک حالت میں کرائنتی پیدا کر دے اور لوگوں کے دل میں اٹھل پٹھل مچا دے اور انکو اُن غلامیوں سے نکال دے وہی اِتناس بلانا ہے اور وہی اِتناس کو آنت پلٹ ڈالتا ہے. بدھ، مہابیر، مسیح سے لیکر گاندھی تک کا اِتناس گواہ ہے کہ یہ لوگ اپنے وقت کی سماجی اور آرٹھک اوستھا میں پیدا نہیں اُسکے خلاف کھڑے ہوئے اور اِتنہ کو نیچا دکھائے اخلاق اور اونچے چال چال کو راج کدی دلوائی. سماج سہوا کی بھارنا اور مانو سہوا کی بھارنا جگا کر وہ یہ جادو کر پائے. مانوتا یا مانو پریم اپنے آپ میں دھوکے کی چیز ہے اگر اُسکی تہ میں آتم نہ ہو اور آتم بل کی پہچان نہ کرے، کیونکہ کرم آتم بل کا پھل ہے اور وہ کرم ایسا ہونا چاہئے جو آدمی میں سچائی اور نرمی بھارنا پیدا کرے اور ایسی کوئی بھی اچھا پیدا کرے کہ وہ کرتوبہ کو سمجھنے لگے اور اُسکو پورا کرنے میں جت جائے. بس اب آتما کی منجھائی یہی ہے کہ ہم سماج کو ایسی تعلیم دیں کہ اُن میں جب بھارنا کی ترنگوں تھیں تو وہ سچائی اور مانوچت ہوں. ہوا، پانی، روشنی کی طرح نہکی، ایمانداری، املسا، سچائی کے دام بدعی نہیں آتے سکتے، اُسے تو من ہی آئے گا. وہ تو بھارنا کی لراڑ میں ہی تل سکتی ہے.

اب سنئے، آتما کس طرح منجھے گی:—

ہے ہمت تو اپنے اندر سما جاؤ اور اپنے ستیہ یعنی رام کو کھوج لو.

من، وچن، کرم سے اپنے کرم کے حکم پالنے میں لگ جاؤ.

آزادی کی اسکو سمجھتے ہیں کہ سماج سے الگ تھلک رہنے کو وہ آزاد ہوں اور یہی تو بمبئی نگر جانے والی سڑک ہے جहाँ آزادی گولامی کا روپ لے لیتی ہے۔ جو ایک (الگ) یہ سمجھتا ہے کہ سماج کے ساتھ اسکا آزادی کا رشتہ ہے وہی ایک (الگ) سمجھتا ہے کہ وہ آزاد ہے۔ ایسی بھوار میں چھوٹے بڑے مہندوں کے ناتے دوسرے سے ایک کا رتی بھر قدر بھی من بہر آزادی کو کہا سکتا ہے۔

آزادی کا نام سے پچھم میں ایک نہاد رہن کھڑا ہو گیا ہے۔ پچھم کے لوگ من مائی کے دوت واد سے ادب گئے ہیں کہونکہ اب تک وہاں یا تو یہ مانا جاتا تھا کہ آدمی بس من (مائلد) ہے یا یہ مانا جاتا تھا کہ آدمی بس مائی (مہتر) ہے یا یہ مانا جاتا تھا کہ آدمی بس من مائی (مائلد مہتر) کا پتلا ہے۔ خاص وادی کہتے ہیں آدمی نہ من ہے نہ مائی ہے اور نہ من مائی۔ وہ ہے پرس (Person)۔ بس اس وچار دھارا کا نام ہے خاص واد یا پرس واد۔ اس وچار دھارا نے آدرش واد اور مائی واد کو بہت پچھم چھوڑ دیا اور یہ وچار دھارا ہندو درشن دھارا سے گائی ہوئی ایک نہر ہی سی لگتی ہے۔ یہاں ذرا وچار اور کرم کا رشتہ سمجھ لیا جائے۔ ہم پہلے وچارتے ہیں یا پہلے کرم کرتے ہیں؟ اسکا جواب بہت مشکل اور بہت آسان ہے۔ مشکل یوں کہ کوئی کرم ایسا نہیں جسکے پچھم وچار نہ ہو۔ آسان یوں کہ کرم سامنے ہے وچار آنکھ کے پرے اسلئے کرم ضروری اور پہلے۔ کرم کو بڑا سمجھنا ہی پورے کا کہونکہ کرم میں وچار شامل ہے۔ وچار تو اکھلا اور نکلا ہے۔ اُسے بڑا سمجھنے سے کہا فائدہ۔ آدرش واد میں یہ بڑا عیب ہے کہ بس سوچے جاوے سوچے جاوے اور اسلئے وہ ہی کو مائی واد کی کہانی میں جا پٹختا ہے۔ یہاں کوئی یہ سوال کھڑا کر سکتا ہے کہ کرم تو سر سے پھر تک مائی واد ہے۔ اب؟ بس اسی کے لئے آیا خاص واد۔ وہ کہتا ہے نہ آدرش واد کی پہلی چوٹیاں ناپتے پھرو، نہ مارکس رشی کے مائی واد کے سمندر میں غوطہ کھاتے پھرو۔ اس میں شک نہیں کہ مارکس رشی نے مانو سماج پر بڑا احسان کیا ہے۔ انہوں نے آدمی کے جھون کو اس طرح کھول کر سمجھا دیا ہے جس طرح جراح آدمی کی لاش کو چھو کر دگ دگ کا ٹھکانا دیتا ہے، اُنہا ہی کہوں؟ انہوں نے تو یہ سکھایا کہ جھون کا بدل ڈالنا آدمی کے ہاتھ کی بات ہے اور یہ کہ وہ کلمے بدلا جاسکتا ہے؟

خاص واد نام سے پچھم میں ایک نہاد رہن کھڑا ہو گیا ہے۔ پچھم کے لوگ من مائی کے دوت واد سے ادب گئے ہیں کہونکہ اب تک وہاں یا تو یہ مانا جاتا تھا کہ آدمی بس من (مائلد) ہے یا یہ مانا جاتا تھا کہ آدمی بس مائی (مہتر) ہے یا یہ مانا جاتا تھا کہ آدمی بس من مائی (مائلد مہتر) کا پتلا ہے۔ خاص وادی کہتے ہیں آدمی نہ من ہے نہ مائی ہے اور نہ من مائی۔ وہ ہے پرس (Person)۔ بس اس وچار دھارا کا نام ہے خاص واد یا پرس واد۔ اس وچار دھارا نے آدرش واد اور مائی واد کو بہت پچھم چھوڑ دیا اور یہ وچار دھارا ہندو درشن دھارا سے گائی ہوئی ایک نہر ہی سی لگتی ہے۔ یہاں ذرا وچار اور کرم کا رشتہ سمجھ لیا جائے۔ ہم پہلے وچارتے ہیں یا پہلے کرم کرتے ہیں؟ اسکا جواب بہت مشکل اور بہت آسان ہے۔ مشکل یوں کہ کوئی کرم ایسا نہیں جسکے پچھم وچار نہ ہو۔ آسان یوں کہ کرم سامنے ہے وچار آنکھ کے پرے اسلئے کرم ضروری اور پہلے۔ کرم کو بڑا سمجھنا ہی پورے کا کہونکہ کرم میں وچار شامل ہے۔ وچار تو اکھلا اور نکلا ہے۔ اُسے بڑا سمجھنے سے کہا فائدہ۔ آدرش واد میں یہ بڑا عیب ہے کہ بس سوچے جاوے سوچے جاوے اور اسلئے وہ ہی کو مائی واد کی کہانی میں جا پٹختا ہے۔ یہاں کوئی یہ سوال کھڑا کر سکتا ہے کہ کرم تو سر سے پھر تک مائی واد ہے۔ اب؟ بس اسی کے لئے آیا خاص واد۔ وہ کہتا ہے نہ آدرش واد کی پہلی چوٹیاں ناپتے پھرو، نہ مارکس رشی کے مائی واد کے سمندر میں غوطہ کھاتے پھرو۔ اس میں شک نہیں کہ مارکس رشی نے مانو سماج پر بڑا احسان کیا ہے۔ انہوں نے آدمی کے جھون کو اس طرح کھول کر سمجھا دیا ہے جس طرح جراح آدمی کی لاش کو چھو کر دگ دگ کا ٹھکانا دیتا ہے، اُنہا ہی کہوں؟ انہوں نے تو یہ سکھایا کہ جھون کا بدل ڈالنا آدمی کے ہاتھ کی بات ہے اور یہ کہ وہ کلمے بدلا جاسکتا ہے؟

لیکن وہ اس دھن میں جا پٹختا ہے کہ وہاں کہا تھا؟ مائی واد کا نکلا ناچ! انہاس کی کرائیوں پر

لیکن، وہ اس دھن میں جا پٹختا ہے کہ وہاں کہا تھا؟ مائی واد کا نکلا ناچ! انہاس کی کرائیوں پر

इसी तरह की मन, बचन, कर्म की तरलीनता का नाम है 'ईश्वरार्पण'.

रहे क्रोध, मान, माया लोभ यह तो ऊपर की रीति से किये अभ्यास के बाद बेदम हो जाते हैं और इस वक्त आदमी में काम करने की ताकत बे हिसाब बढ़ जाती है.

वसे अपने पन का ध्यान नहीं रहता और इसी को कुछ लोग कहते हैं कि वह तो ईश्वर के हाथ का औजार भर रह गया है.

बस इसी अवस्था का नाम है :—

“सब में और सब मुझ में”

भगवद्गीता का यही सन्देश और यही निचोड़ है. आत्म-मैफाई की कला पर इससे बढ़ कर और क्या कहा जा सकता है. गीता जो उपनिषदों का निचोड़ है, वह गुस्से को ठंडा करती है, मानको डाती है, मोह का नाश करती है, लालच की जड़ काटती है. उस गीता से न जाने कैसे कोई यह मतलब निकाल बैठता है कि उस में भगवान ने अर्जुन को लड़ाई का उपदेश दिया. गीता को निरकाम कर्म करने का प्रन्थ बताना और फिर अर्जुन के उस जयद्रथवध कर्म को उस गीता की कसौटी पर ठीक उतारना जिसको अर्जुन ने अभिमन्यु का बदला लेने के लिये किया था, कहाँ तक ठीक हो सकता है उसे हरेक आसानी से समझ सकता है.

यह ठीक है कि आत्म-मैफाई में आजकल का समाज आवे जाता है पर आज का समाज तो निरा स्वार्थी बना हुआ है और बहुत जल्दी ही या तो उसको सुधारना होगा या किसी में मिल जाना होगा. सुधार इसके सिवाय क्या हो सकता है कि अब एक (अलगिया, व्यशिट, इनडिविजु-अल) सब के लिये रहना सीखे और सब (समशिट) एक की रक्षा के लिये तैयार रहें.

समाज के लिये न जीकर जो अपने लिये जीता है वही पूजा, पैसा-प्रतिष्ठा का भूका होता है और अपने किसी मतलब को पूरा करने के लिये वह सारे स्वांग रचता है, तरह तरह के रूप धरता है. आज इसी बजह से सिपाही सिपाही है, आदमी नहीं; पुजारी पुजारी है, बनिया बनिया है और कारीगर कारीगर है, आदमी कोई भी नहीं. यह क्या बात है कि जो कल दारोसा था आज दारोसा न रहने से दो कौड़ी का भी आदमी नहीं रहता ? असल में वह जब दारोसा था तब आदमी नहीं था, अपने दारोसापन से पूजा, प्रतिष्ठा, पैसा कमाने में लगा था, फिर वह दो कौड़ी का रह ही जायगा. यही हाल आज बज्जोरों तक का है, और अगर दारोसा था बज्जोर ने निरकाम कर्म किया होता तो जीते जी उनकी इफ्तत समाज में बनी रहती. दारोसा और बज्जोर अपने मोहदे पर रह कर आकादी का अर्थ भूल जाते हैं. वह

इसी طرح की 'मन' 'वचन' 'कर्म' की तरलीनता का नाम है 'ईश्वरार्पण'.

रहे क्रोध, मान, माया लोभ ये तो ऊपर की रीति से किये अभ्यास के बाद बेदम हो जाते हैं और इस वक्त आदमी में काम करने की ताकत बे हिसाब बढ़ जाती है. वसे अपने पन का ध्यान नहीं रहता और इसी को कुछ लोग कहते हैं कि वह तो ईश्वर के हाथ का औजार भर रह गया है.

बस इसी अवस्था का नाम है :—

“मैं सब में और सब मुझ में”

भगवद्गीता का यही सन्देश और यही निचोड़ है. आत्म-मैफाई की कला पर इससे बढ़ कर और क्या कहा जा सकता है. गीता जो उपनिषदों का निचोड़ है, वह गुस्से को ठंडा करती है, मानको डाती है, मोह का नाश करती है, लालच की जड़ काटती है. उस गीता से न जाने कैसे कोई यह मतलब निकाल बैठता है कि उस में भगवान ने अर्जुन को लड़ाई का उपदेश दिया. गीता को निरकाम कर्म करने का प्रन्थ बताना और फिर अर्जुन के उस जयद्रथवध कर्म को उस गीता की कसौटी पर ठीक उतारना जिसको अर्जुन ने अभिमन्यु का बदला लेने के लिये किया था, कहाँ तक ठीक हो सकता है उसे हरेक आसानी से समझ सकता है.

यह ठीक है कि आत्म-मैफाई में आजकल का समाज आवे जाता है पर आज का समाज तो निरा स्वार्थी बना हुआ है और बहुत जल्दी ही या तो उसको सुधारना होगा या किसी में मिल जाना होगा. सुधार इसके सिवाय क्या हो सकता है कि अब एक (अलगिया, व्यशिट, इनडिविजु-अल) सब के लिये रहना सीखे और सब (समशिट) एक की रक्षा के लिये तैयार रहें.

समाज के लिये न जीकर जो अपने लिये जीता है वही पूजा, पैसा-प्रतिष्ठा का भूका होता है और अपने किसी मतलब को पूरा करने के लिये वह सारे स्वांग रचता है, तरह तरह के रूप धरता है. आज इसी बजह से सिपाही सिपाही है, आदमी नहीं; पुजारी पुजारी है, बनिया बनिया है और कारीगर कारीगर है, आदमी कोई भी नहीं. यह क्या बात है कि जो कल दारोसा था आज दारोसा न रहने से दो कौड़ी का भी आदमी नहीं रहता ? असल में वह जब दारोसा था तब आदमी नहीं था, अपने दारोसापन से पूजा, प्रतिष्ठा, पैसा कमाने में लगा था, फिर वह दो कौड़ी का रह ही जायगा. यही हाल आज बज्जोरों तक का है, और अगर दारोसा था बज्जोर ने निरकाम कर्म किया होता तो जीते जी उनकी इफ्तत समाज में बनी रहती. दारोसा और बज्जोर अपने मोहदे पर रह कर आकादी का अर्थ भूल जाते हैं. वह

کی یہ بات کہ ہونے لگا ہے کہ کہنے والا خود بھی تھک تھک سمجھ رہا ہے یا نہیں؛ خیر، اس بات کو چھوڑتے، ہمارے کام کی بات تو اتنی ہی ہے کہ ایک خاص پن ہم سب میں ہے۔

بھگپن اور خواہش کو سمجھنے کے بغیر آتما-مہارے میں لگنا خطرے کی بات ہے۔

ہم تو پن میں سے خواہش ہی ہمارے کام کا ہے۔ یہی آتما کے اچھا نیک ہے، اسی کو سمجھنا چاہیے، یہ خواہش بھگپن میں آتما ہی ہے پر مہارے بہت ہے اور مہارے آتما کو اگر کوئی اہلکار کہہ دے کہ بھگپن تو برا ہی کہا کرتا ہے؟ آج خاص پن ہے جو روپ لے رہا ہے وہ پرمانہ کے نیک والا نہیں ہو سکتا، وہ تو دیکھ کے نیک والا ہی ہو سکتا ہے اور مہارے آتما مائی والوں (جو وادیں) کا دیا 'خیر' نام ہی پاسکتی ہے۔ جرمین ڈاکٹر نیش نے اسی کے بھگپن کا 'اہلکار بھرا الگ پن' (ایکو اسٹک انڈیوڈیوڈیٹی) کہا تو تھک ہی کہا۔ جو مار دھار میں آتما پورنہ مانے، جو دنیا پر چھا جائے گی فکر میں مست ہو کر جی چاہے کہ دلیہ میں آتما پورنہ مانے، وہ اہلکار بھرا الگ پن نام نہیں پائے گا تو اور کہا!

ہندو دھرم نے اس بھگپن اور خواہش کو اپنے ہنگ سے بھگپن سمجھا ہے، اور ایسا سمجھا ہے کہ بھگپن پر بھگپن کیا جائے تو دنیا میں چاروں اور امن چاروں امن میں چھائی ہوئے۔ اس دھرم کو دلیہوں سے چھوٹا ثابت کرنا تو امن چھان کو لگاتا ہے یا اسکو دلیہوں سے یہ ثابت کرنا کہ نہیں وہ دھرم ہم کو اہلکار کا پاتہ دیتا ہے، دھرم کے ساتھ اہلکار کرنا ہے۔ ہندو دھرم کا نچوڑ ہے—ایک انوک میں سمایا ہے اور ایک ایک میں پختی سمجھ سب میں اور سب سمجھ میں۔

خواہش ایک آدمی کے انوکھ پن کا ثبوت نہیں ہے وہ تو سارے آدمیوں کے انوکھ پن کا ثبوت ہے، اس خاص پن سے تو ہم آدمی اور جانور کو الگ الگ کر پاتے ہیں۔

ہندوستان کا ہتھیار بتاتا ہے کہ ہندو سے اس دھرم میں دو طرح کی وجہ دھارائیں پختی آئی ہیں—ایک کھان دھارا اور دوسری انوکھ دھارا۔ انوکھ کا دوسرا نام براہمن سلسلہ اور شرم سلسلہ ہے۔ کھان دھارا الگ پن پر زور دیتی ہے اور خاص پن کو بہت کم چھوتی ہے۔ انوکھ دھارا خاص پن پر زور دیتی ہے اور الگ پن میں سمائی رہتی ہے۔ کھان دھارا اور انوکھ دھارا کے دوسرے

ان دو پن میں سے خاص پن ہی ہمارے کام کا ہے۔ یہ آتما کے زیادہ نیک ہے اسی کو سمجھ لیتا چاہئے، یہ خاص پن اصل میں آتما ہی ہے پر مہارے بہت ہے اور مہارے آتما کو اگر کوئی اہلکار کہہ دے کہ بھگپن تو برا ہی کہا کرتا ہے؟ آج خاص پن ہے جو روپ لے رہا ہے وہ پرمانہ کے نیک والا نہیں ہو سکتا، وہ تو دیکھ کے نیک والا ہی ہو سکتا ہے اور مہارے آتما مائی والوں (جو وادیں) کا دیا 'خیر' نام ہی پاسکتی ہے۔ جرمین ڈاکٹر نیش نے اسی کے بھگپن کا 'اہلکار بھرا الگ پن' (ایکو اسٹک انڈیوڈیوڈیٹی) کہا تو تھک ہی کہا۔ جو مار دھار میں آتما پورنہ مانے، جو دنیا پر چھا جائے گی فکر میں مست ہو کر جی چاہے کہ دلیہ میں آتما پورنہ مانے، وہ اہلکار بھرا الگ پن نام نہیں پائے گا تو اور کہا!

ہندو دھرم نے اس بھگپن اور خواہش کو اپنے ہنگ سے بھگپن سمجھا ہے، اور ایسا سمجھا ہے کہ بھگپن پر بھگپن کیا جائے تو دنیا میں چاروں اور امن چاروں امن میں چھائی ہوئے۔ اس دھرم کو دلیہوں سے چھوٹا ثابت کرنا تو امن چھان کو لگاتا ہے یا اسکو دلیہوں سے یہ ثابت کرنا کہ نہیں وہ دھرم ہم کو اہلکار کا پاتہ دیتا ہے، دھرم کے ساتھ اہلکار کرنا ہے۔ ہندو دھرم کا نچوڑ ہے—ایک انوک میں سمایا ہے اور ایک ایک میں پختی سمجھ سب میں اور سب سمجھ میں۔

خواہش ایک آدمی کے انوکھ پن کا ثبوت نہیں ہے وہ تو سارے آدمیوں کے انوکھ پن کا ثبوت ہے، اس خاص پن سے تو ہم آدمی اور جانور کو الگ الگ کر پاتے ہیں۔

ہندوستان کا ہتھیار بتاتا ہے کہ ہندو سے اس دھرم میں دو طرح کی وجہ دھارائیں پختی آئی ہیں—ایک کھان دھارا اور دوسری انوکھ دھارا۔ انوکھ کا دوسرا نام براہمن سلسلہ اور شرم سلسلہ ہے۔ کھان دھارا الگ پن پر زور دیتی ہے اور خاص پن کو بہت کم چھوتی ہے۔ انوکھ دھارا خاص پن پر زور دیتی ہے اور الگ پن میں سمائی رہتی ہے۔ کھان دھارا اور انوکھ دھارا کے دوسرے

خواہش ایک آدمی کے انوکھ پن کا ثبوت نہیں ہے وہ تو سارے آدمیوں کے انوکھ پن کا ثبوت ہے، اس خاص پن سے تو ہم آدمی اور جانور کو الگ الگ کر پاتے ہیں۔

ہندوستان کا ہتھیار بتاتا ہے کہ ہندو سے اس دھرم میں دو طرح کی وجہ دھارائیں پختی آئی ہیں—ایک کھان دھارا اور دوسری انوکھ دھارا۔ انوکھ کا دوسرا نام براہمن سلسلہ اور شرم سلسلہ ہے۔ کھان دھارا الگ پن پر زور دیتی ہے اور خاص پن کو بہت کم چھوتی ہے۔ انوکھ دھارا خاص پن پر زور دیتی ہے اور الگ پن میں سمائی رہتی ہے۔ کھان دھارا اور انوکھ دھارا کے دوسرے

آत्म-مَکھاڑ

ہماری آتما ساک نہیں ہے، ہوتا ہی نہیں، یہ ہوتی نہیں ہے کہ اسکو مانجھنے کی ضرورت ہے۔

آپ سب سے الگ، میں آپ سے الگ، یوں ہم سب الگ الگ ہیں۔ اس کا نام ہے الک پن۔ الک پن کو کچھ لوگ 'پنکھو'، انفرادیت یا انڈیویجوئلٹی بھی کہتے ہیں۔ یہ الک پن سب میں موجود ہے۔

الک پن کے بارے میں کچھ کا یہ کہنا ہے کہ یہ الک پن ایسا ہے، جیسے ہوند کا الک پن، جو پانی میں ملکر پانی میں ہی گھل جاتی ہے اور پھر ہوند جیسی کوئی چیز ہی نہیں رہ جاتی۔ کچھ کا یہ کہنا ہے کہ نہیں، یہ الک پن سدا قائم رہتا ہے۔

اس الک پن کی بات ہم نے یوں کہی کہ آتم منجھائی میں اگلے والے الک پن لوگوں نے ایسی دو الک پن باتوں ہمارے سامنے رکھی ہیں۔

اس جانکاری سے آتم منجھائی میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی اور نہ ہونی چاہئے۔

آپ کسی طرح سوچتے ہیں، میں کسی طرح سوچتا ہوں۔ آپکی بات سب سن لیتے ہیں، میری بات کوئی نہیں سناتا۔ آپ سے کچھ لوگ ڈرتے ہیں، مجھے کچھ لوگ ڈراتے ہیں۔ یوں آپ اور میں الگ الگ ہیں۔ اس طرح کا الک پن بھی سب میں ملتا ہے۔ یہ خاص طرح کا الک پن 'خاص پن' کہلاتا ہے، جسے 'وہشتو'، 'پرستو'، شخصیت یا پرسنالٹی بھی کہتے ہیں۔

اس خاص پن کے بارے میں کوئی کچھ کہتا ہے، کوئی کچھ۔ ایک کا کہنا ہے -- یہی پرہی یا پرمانا ہے؛ دوسرے کا کہنا ہے -- یہی آتما ہے؛ تیسرے کا کہنا ہے -- یہی اہلکار ہے؛ چوتھے کا کہنا ہے -- یہی الک پن کی پورنتا کا روپ ہے؛ پچھلے یہی پورنتا ہے؛ پانچویں کا کہنا ہے -- یہ الک پن کوئی چیز نہیں ہے پانچ بہت ملکر جو پتلا بنا اسی کا یہ نتیجہ ہے۔ یہ پانچواں اپنی بات کو دوسروں کے من میں پتھالنے کے لئے یہ دلیل دیتا ہے کہ پرکرتی یعنی صورت میں ایسا آئے دن ہوتا رہتا ہے۔ کوئی بھی جو چیز مانع ایک تیسری چیز بن جاتی ہے، اور آج کے ایتم وائیں نے تو نئے نئے تلو بدلے بھی شروع کر دیئے ہیں، جیسے پلوٹونیم، کوریم، اموریکیلیوم۔ یہ پانچواں اس دلیل کے زور پر اس خاص پن کو بہت معمولی، خود جیسی چیز تو سمجھتا ہے، پر اسکو آدمی تک پہنچانے میں آتما پوجھنے بلا دیا ہے۔

آتم منجھائی

ہماری آتما ساک نہیں ہے، ہوتا ہی نہیں، یہ ہوتی نہیں ہے کہ اسکو مانجھنے کی ضرورت ہے۔

آپ سب سے الگ، میں آپ سے الگ، یوں ہم سب الگ الگ ہیں۔ اس کا نام ہے الک پن۔ الک پن کو کچھ لوگ 'پنکھو'، انفرادیت یا انڈیویجوئلٹی بھی کہتے ہیں۔ یہ الک پن سب میں موجود ہے۔

الک پن کے بارے میں کچھ کا یہ کہنا ہے کہ یہ الک پن ایسا ہے، جیسے ہوند کا الک پن، جو پانی میں ملکر پانی میں ہی گھل جاتی ہے اور پھر ہوند جیسی کوئی چیز ہی نہیں رہ جاتی۔ کچھ کا یہ کہنا ہے کہ نہیں، یہ الک پن سدا قائم رہتا ہے۔

اس الک پن کی بات ہم نے یوں کہی کہ آتم منجھائی میں اگلے والے الک پن لوگوں نے ایسی دو الک پن باتوں ہمارے سامنے رکھی ہیں۔

اس جانکاری سے آتم منجھائی میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی اور نہ ہونی چاہئے۔

آپ کسی طرح سوچتے ہیں، میں کسی طرح سوچتا ہوں۔ آپکی بات سب سن لیتے ہیں، میری بات کوئی نہیں سناتا۔ آپ سے کچھ لوگ ڈرتے ہیں، مجھے کچھ لوگ ڈراتے ہیں۔ یوں آپ اور میں الگ الگ ہیں۔ اس طرح کا الک پن بھی سب میں ملتا ہے۔ یہ خاص طرح کا الک پن 'خاص پن' کہلاتا ہے، جسے 'وہشتو'، 'پرستو'، شخصیت یا پرسنالٹی بھی کہتے ہیں۔

اس خاص پن کے بارے میں کوئی کچھ کہتا ہے، کوئی کچھ۔ ایک کا کہنا ہے -- یہی پرہی یا پرمانا ہے؛ دوسرے کا کہنا ہے -- یہی آتما ہے؛ تیسرے کا کہنا ہے -- یہی اہلکار ہے؛ چوتھے کا کہنا ہے -- یہی الک پن کی پورنتا کا روپ ہے؛ پچھلے یہی پورنتا ہے؛ پانچویں کا کہنا ہے -- یہ الک پن کوئی چیز نہیں ہے پانچ بہت ملکر جو پتلا بنا اسی کا یہ نتیجہ ہے۔ یہ پانچواں اپنی بات کو دوسروں کے من میں پتھالنے کے لئے یہ دلیل دیتا ہے کہ پرکرتی یعنی صورت میں ایسا آئے دن ہوتا رہتا ہے۔ کوئی بھی جو چیز مانع ایک تیسری چیز بن جاتی ہے، اور آج کے ایتم وائیں نے تو نئے نئے تلو بدلے بھی شروع کر دیئے ہیں، جیسے پلوٹونیم، کوریم، اموریکیلیوم۔ یہ پانچواں اس دلیل کے زور پر اس خاص پن کو بہت معمولی، خود جیسی چیز تو سمجھتا ہے، پر اسکو آدمی تک پہنچانے میں آتما پوجھنے بلا دیا ہے۔

हुए ही ये कि मैंने अपने बाहर के दरवाजे पर जो शब्द लिखे हुए थे उन्हें जिस तरह मेरे बंदे ने पढ़ा था, सुचार दिया. और फिर घर से बाहर निकल पड़ा. बरसों तक एकान्त में दुनिया से दूर रहा और जब दिल ने पूरी पूरी गबाही दी कि ईश्वर है और हर जगह है तब मैं एकान्त से बाहर निकल कर फिर दुनिया में वापस आया और आजकल जब कभी भी कोई मौका मिलता है तो दुनिया के लोगों को 'प्रसु हैं' ऐसी बातें करता हूँ, और हमेशा प्रसु के प्रेम का गीत गाता रहता हूँ."

तब जिस स्टेशन पर उन्हें उतरना था, वहाँ गाड़ी आ पहुँची, और वह अपनी जगह से उठकर गाड़ी के बाहर निकले. मैंने उन्हें नाम किया. उन्होंने मुझे आशीर्वाद दिया और कहा—“बेटा, तुम्हें भी प्रसु को पहचानने की बेसबरी और बेचैनी का बुझा. जल्दी ही और जोर से चढ़े.”

यह उनका आशीर्वाद कब फलेगा, यह तो मैं नहीं कह सकता, हाँ, इतना जरूर कहूँगा कि उनका यह आशीर्वाद मैं अपने जीवन की एक बहुत बड़ी और कीमती वरिष्ठा समझता हूँ.

जब मैं अपने कमरे में आया तो मेरे दरवाजे पर जो शब्द लिखे हुए थे उन्हें जिस तरह मेरे बंदे ने पढ़ा था, सुचार दिया. और फिर घर से बाहर निकल पड़ा. बरसों तक एकान्त में दुनिया से दूर रहा और जब दिल ने पूरी पूरी गबाही दी कि ईश्वर है और हर जगह है तब मैं एकान्त से बाहर निकल कर फिर दुनिया में वापस आया और आजकल जब कभी भी कोई मौका मिलता है तो दुनिया के लोगों को 'प्रसु हैं' ऐसी बातें करता हूँ, और हमेशा प्रसु के प्रेम का गीत गाता रहता हूँ."

तब जिस स्टेशन पर उन्हें उतरना था, वहाँ गाड़ी आ पहुँची, और वह अपनी जगह से उठकर गाड़ी के बाहर निकले. मैंने उन्हें नाम किया. उन्होंने मुझे आशीर्वाद दिया और कहा—“बेटा, तुम्हें भी प्रसु को पहचानने की बेसबरी और बेचैनी का बुझा. जल्दी ही और जोर से चढ़े.”

यह उनका आशीर्वाद कब फलेगा, यह तो मैं नहीं कह सकता, हाँ, इतना जरूर कहूँगा कि उनका यह आशीर्वाद मैं अपने जीवन की एक बहुत बड़ी और कीमती वरिष्ठा समझता हूँ.

साजन रूप पुजारी निकले

(भाई 'विसमिल' शेखपुरी)

भौरों ने भी कहा था ऐसा
वी को जान न अपने जैसा
लोग जिन्हें कहते थे योगी

अकसर वह संसारी निकले
साजन रूप पुजारी निकले.

मैंने समझा प्यार करेंगे
औरों का ना ध्यान करेंगे
झिंतने मनन से भोले भाले

उतने अत्याचारी निकले
साजन रूप पुजारी निकले.

प्रेम पुजारी कहने वाले
प्रेम नगर में रहने वाले
दो दिन इस दुनिया में जाकर

जोवन के व्योपारी निकले
साजन रूप पुजारी निकले.

साजन रूप पुजारी निकले

(भाई 'विसमिल' शेखपुरी)

भौरों ने भी कहा था ऐसा
वी को जान न अपने जैसा
लोग जिन्हें कहते थे योगी

अकसर वह संसारी निकले
साजन रूप पुजारी निकले.

मैंने समझा प्यार करेंगे
औरों का ना ध्यान करेंगे
झिंतने मनन से भोले भाले

उतने अत्याचारी निकले
साजन रूप पुजारी निकले.

प्रेम पुजारी कहने वाले
प्रेम नगर में रहने वाले
दो दिन इस दुनिया में जाकर

जोवन के व्योपारी निकले
साजन रूप पुजारी निकले.

جواب ملا—”میرا ساٹ برس کا لڑکا۔“

”وہ کسے، ماई ساہب؟“

”تو سن لو میری प्रभु سے ‘प्रेम सगार’ की कहानी :

”आज से बालीस बरस पहिले मैं एक प्रोफेसर था. मुझे अपने इल्म पर बड़ा ही घमंड था और शास्त्रार्थ का तो मुझे एक खास शौक था. औरों को दलील बाजी में किस तरह से हरा दूं इसी फिक में मैं दिन रात रहता था. एक दफा हमारे शहर में एक बड़े विद्वान आए. उनसे आम लोगों के सामने मैंने ”ईश्वर है या नहीं“ इस मजमून पर दलील छेड़ी. आखिर मैं बहस में उनसे जीत गया. लोगों में मेरी बाह बाह होने लगी और मेरे राहुर की तो कोई हद ही न रही, यहाँ तक कि मैंने अपने घर के बाहर के दरवाजे पर बड़े अक्षरों में यह शब्द लिखा दिये—

GOD IS NO WHERE

यानी ईश्वर कहीं भी नहीं है.

”इसके बाद मैं अपनी नास्तिकता के नशे में रात दिन चूर रहने लगा.

”इतने में मेरे घर में एक लड़का पैदा हुआ. मगर उसके पैदा होने से भी मेरे दिल में प्रभु का या उसकी कृपा का रत्ती भर भी खयाल न आया. वह जब साढ़े पाँच बरस का हुआ तो मैंने उसे एक अंगरेजी स्कूल में पढ़ने के लिये भेजा. आहिस्ता आहिस्ता वह अंगरेजी के कुछ छोटे छोटे फिकरे पढ़ने लगा.

”एक दिन जब वह और मैं शाम को सैर करके घर वापस आए तो वह घर में दाखिल होने की जगह अचानक दरवाजे के बाहर खड़ा हो गया और जो शब्द उस पर अंगरेजी में लिखे हुए थे उन्हें चुपचाप पढ़ने लगा. फिर मेरी तरफ देखकर कहने लगा—

”पिताजी, मैं बताऊँ दरवाजे पर क्या लिखा हुआ है?”

”अगर बता सकते हो तो बताओ, बेटा!” मैंने जवाब दिया.

”फिर वह शब्दों को एक एक करके पढ़ने लगा. उसने उन्हें इस तरह पढ़ा—

‘GOD IS NOW HERE’

यानी ईश्वर अब यहीं ही है.

”सालूम नहीं क्यों, अपने बेटे को इन शब्दों को इस तरह पढ़ते देखकर मेरे सारे जिस्म में एक क्रिस्म की बिजली दौड़ उठी और मेरे मुँह से अपने आप वह शब्द निकल पड़े—’बात तो बिल्कुल सही है!’ उस वक़्त से मुझे एक क्रिस्म की बेचैनी का बुखार बढ़ गया और सारी रात उस बुखार में मैं पड़ा रहा. सुबह हुई, अभी घर के लोग सोए

जवाब ملا— ”मिरा साट برس का लुका.“

”वे कसके, बेथानी صاحب?“

”तु سن لو मेरी प्रभु से ‘प्रेम सगार’ की कहानी :

”आज से चालीस برس पहिले मेहन एक प्रोफेसर था. मेहन अपने एल्म पर बड़ा ही घमंड था और शास्त्रार्थ का तो मेहन एक खास शौक था. औरों को दलील बाजी मेहन में किस तरह से हरा दूं इसी फिक मेहन में दिन रात रहता था. एक दफा हमारे शहर मेहन में एक बड़े विद्वान आए. उनसे आम लोगों के सामने मेहन में ”ईश्वर है या नहि“ इस मजमून पर दलील छेड़ी. आखिर मेहन में बहस मेहन में उनसे जीत गया. लोगों मेहन में मेरी बाह बाह होने लगी और मेरे राहुर की तो कोई हद ही न रही, यहाँ तक कि मेहन में अपने घर के बाहर के दरवाजे पर बड़े अक्षरों मेहन में यह शब्द लिखा दिये—

GOD IS NO WHERE

يعني ايشور کيہیں بھی نہیں ہے .

”اس کے بعد میں اپنی ناस्तیکتا کے نشے میں رات دن

چور رہنے لگا .

”انے میں میرے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا . مگر اُس کے پیدا ہونے سے بھی میرے دل میں پرہو کا یا اس کی کرپا کا رتی بھر بھی خیال نہ آیا . وہ جب ساڑھے پانچ برس کا ہوا تو میں نے اسے ایک انگریزی اسکول میں پڑھانے کے لئے بھیجا . آہستہ آہستہ وہ انگریزی کے کچھ چھوٹے چھوٹے فقرے پڑھنے لگا .

”ایک دن جب وہ اور میں شام کو سہر کر کے گھر واپس آئے تو وہ گھر میں داخل ہونے کی جگہ اچانک دروازے کے باہر کھوا ہوگیا اور جو شہد اس پر انگریزی میں لکھے ہوئے تھے انہیں چپ چاپ پڑھنے لگا . پھر میری طرف دیکھ کر کہنے لگا —

”’پتا چي‘ میں بتاؤں دروازہ پر کھا لکھا ہوا ہے ؟“

”اگر بتا سکتے ہو تو بتاؤ، بیٹا!“ میں نے جواب دیا .

”پھر وہ شہدوں کو ایک ایک کر کے پڑھنے لگا . اُس نے

انہیں اسطرح پڑھا —

‘GOD IS NOW HERE’

يعني ايشور اب يہاں ہی ہے .

”معلوم نہیں کون“ اپنے بھتے کو ان شہدوں کو اسطرح پڑھتے دیکھ کر میرے سارے جسم میں ایک قسم کی بھلی دور آئی اور میرے منہ سے اپنے آپ یہ شہد نکل پڑے—”بات تو بالکل صحیح ہے!“ اُس وقت سے مجھے ایک قسم کی بھلی کا بخار چوم لگا اور ساری رات اس بخار میں میں پڑا رہا . صبح ہوئی، ابھی گھر کے لوگ سوئے

ہر شے کی قدرت کے قانونوں کو ماننا ہے۔ یہی وہ قانون ہے جو سب قوموں، سب ملکوں اور سب مذہبوں کے گہائی، مہانتا اور سائنس دان بتاتے آئے ہیں۔ ان قانونوں کو ماننا اور انہیں عمل کرنے سے ہی اس دنیا اور دوسری دنیا میں آدمی کو سکھ مل سکتا ہے۔

وہ قاعدے قانون ہیں جن پر سب الگ الگ دھرم ایک دائرے میں۔

ہم آج تک سنتے آئے ہیں کہ ہر بچے کو تین آواز دینی پڑنا، لکھنا اور دھرم سکھانا ضروری ہے۔ ان تین میں سے ایک چوتھا آواز 'یونیورسٹل ریلیجن' یا تہذیبی و اخلاقی ماحول میں انسانیت، انسانیت کا بھی اس میں جوڑ لیا جائیگا۔ یہ پہلے اس ماحول کو دھرم کو کھوج نکالنا اور سمجھنا ہوگا۔ یہ ماحول دھرم وہ اصول ہیں جو سب دھرم مذہبوں کے اندر ایک برابر پائے جاتے ہیں۔ دنیا کے تعلیم دیئے والوں اور سائنس دانوں کا فرض ہے کہ وہ اس کام میں مدد دیں۔ الگ الگ مذہبوں اور فرقوں کے اندر سے ایک دوسرے کو جواہر بہن نکالیں، اس کے لئے دنیا کے سب بڑے بڑے مذہبوں کی کھوج ضروری ہے۔ پھر ان ایکٹ کے قیمتی جواہرات کو جمع کر کے کتابوں اور پائوں کی صورت میں دنیا کے سب لڑکوں اور لڑکیوں کو سکھائیں۔ دنیا کو ایک کرنے کے چترئے طریقے بتائے جارہے ہیں ان میں سب سے مہذب سب سے ضروری اور سب سے نیک طریقہ یہی ہے۔

یہ وہ قاعدے قانون ہیں جن پر سب الگ الگ دھرم ایک دائرے میں۔

ہم آج تک سنتے آئے ہیں کہ ہر بچے کو تین آواز دینی پڑنا، لکھنا اور دھرم سکھانا ضروری ہے۔ ان تین میں سے ایک چوتھا آواز 'یونیورسٹل ریلیجن' یا تہذیبی و اخلاقی ماحول میں انسانیت، انسانیت کا بھی اس میں جوڑ لیا جائیگا۔ یہ پہلے اس ماحول کو دھرم کو کھوج نکالنا اور سمجھنا ہوگا۔ یہ ماحول دھرم وہ اصول ہیں جو سب دھرم مذہبوں کے اندر ایک برابر پائے جاتے ہیں۔ دنیا کے تعلیم دیئے والوں اور سائنس دانوں کا فرض ہے کہ وہ اس کام میں مدد دیں۔ الگ الگ مذہبوں اور فرقوں کے اندر سے ایک دوسرے کو جواہر بہن نکالیں، اس کے لئے دنیا کے سب بڑے بڑے مذہبوں کی کھوج ضروری ہے۔ پھر ان ایکٹ کے قیمتی جواہرات کو جمع کر کے کتابوں اور پائوں کی صورت میں دنیا کے سب لڑکوں اور لڑکیوں کو سکھائیں۔ دنیا کو ایک کرنے کے چترئے طریقے بتائے جارہے ہیں ان میں سب سے مہذب سب سے ضروری اور سب سے نیک طریقہ یہی ہے۔

سفریوں کی سوہبت میں

(2)

(بائی گ. م. م.)

"یہ لگن آپکی پرہیز سے کب کی لگی ہوئی ہے، بائی صاحب؟" میں نے اپنے ساتھی سے، جو میرے ساتھ سفر کر رہے تھے، پوچھا۔

"تقریباً تیس برس سے۔" انہوں نے جواب دیا۔

"اور اس راستے پر پہلے آپکو کون لایا؟" میں نے پوچھا۔

صوفیوں کی صحبت میں

(2)

(بائی گ. م. م.)

"یہ لگن آپکی پرہیز سے کب کی لگی ہوئی ہے، بائی صاحب؟" میں نے اپنے ساتھی سے، جو میرے ساتھ سفر کر رہے تھے، پوچھا۔

"تقریباً تیس برس سے۔" انہوں نے جواب دیا۔

"اور اس راستے پر پہلے آپکو کون لایا؟" میں نے پوچھا۔

* अधिक जानकारी के लिये लेखक की अंगरेजी किताब—The Essential Unity of All Religions पढ़िये

* अधिक जानकारी के लिये लेखक की अंगरेजी किताब—The Essential Unity of All Religions पढ़िये

کو مظلوم کی ضرورت تھی۔ یہ وہ مظلوم ہے جسے وہ
 شانتی اور سکون ملے گا جو اس سے
 پہلے نہ مل سکتا تھا اور ظلم بھی۔ آدمی کے دل سے
 یہ بات نہیں مٹ سکتی کہ اگر اُسے ساری دنیا بھی
 مل جاوے پر اُسکی آتما یا روح اُس سے کہو جاوے تو
 اُسے کوئی فائدہ نہیں۔ اگر سمجھدار آدمی لوگوں کو
 سچا اور سائنسی مذہب نہ دیکھے تو لوگ مجبور
 ہوکر جھوٹے دھرموں اور اذہم و شواسوں کے اُن مذہبوں میں
 پھنسے رہیں گے جو دنیا بھر کے پندے پندے پادری
 اور کتھ ملا اُنہیں دیتے رہتے ہیں۔ دھرم مذہب کی
 پھاس کھول اُن لوگوں میں نہیں ہوتی جو جانوروں
 کی طرح آگے بڑھتے نہیں دیکھ سکتے یا اُن لوگوں میں
 بھی نہیں ہوتی جو سب دیکھ بھال کر اپنی اہمیت
 آتما کے اندر ساری دنیا کا دھرم یعنی راز
 دیکھ چکے ہیں۔ یہ دوسرے لوگ دھرم مذہب
 سے اوپر اُٹھ چکے۔ آج کی دنیا میں اِس طرح کے
 آدمی بڑے ہی ہیں۔ ادھک تر لوگوں کے لئے دھرم کی
 ضرورت ہے اِسی لئے دھرم زندہ ہے۔ اُسکا ایک روپ ختم
 ہو جاتا ہے تو وہ دوسرا روپ دھارن کر لیتا ہے۔

سوامی شکر اچاریہ نے لکھا ہے—”جو آدمی چاہا
 گہان اور کرم ٹھڈوں گلوں سے اوپر اُٹھ جاتا ہے اُسکے لئے
 پھر نہ کوئی دھرمی یا حکم ہے اور نہ کسی چھوڑ کا نشہ
 یا ملامی۔“

اسی بات کو صوفی دوسرے شہدوں میں کہتا ہے—
 ”جو رب کو پہنچ گیا وہ رب ہو گیا جسکے لئے سب رب ہی
 رب ہے اُسکے لئے پھر الگ رب کہاں جہاں سورج ہی سورج
 ہے وہاں رات کہاں صوفی اپنے کو مٹا چکا جس نے اپنے کو
 مٹا دیا اُسکے لئے کوئی مذہب نہیں جو یار تک پہنچ
 گیا اُسے دوسرا کوئی مطلب نہیں۔“

اگر یہ بات سچ ہے اور یہ سچ ہے کہ انسان کے دل
 کے اندر یہ بات جسی ہوئی ہے کہ اِس زندگی کے بعد
 بھی کوئی زندگی ہے اور آدمی اُس زندگی کو اور
 اِس زندگی کے ساتھ اُسکے سبب سے چاہتا اور
 سمجھتا چاہتا ہے، اگر یہ بات ہے اور یہ سچ ہے کہ
 سائنس جہوں کے لئے ہے جہوں سائنس کے لئے نہیں
 تو سمجھدار آدمی کبھی اِس بات کو آخری نہیں مان
 سکتا کہ سائنس اور مذہب دونوں میں مول ناممکن
 ہے۔ حقیقت سائنس وید معرفت اور گہان پانچوں
 کے ایک ہی معنی ہیں۔ ہمیں اِن پانچوں کو ایک
 دوسرے کی روشنی میں دیکھکر اِن کی ایکتا کو سمجھنا ہے۔
 —ویہشک سوتر میں لکھا ہے—”یتو اہیہودے نہہ
 شرے یس سدھی سدھرمہ۔“ یعنی جس بات سے اِس دنیا
 میں اور دوسری دنیا میں دونوں میں آدمی کو سکھ ملے
 وہی دھرم ہے۔ ایشور اللہ کی آگاہوں کو ماننے کا مطالبہ ہی

کے شریک کی ضرورت تھی۔ یہ وہ مظلوم ہے جسے وہ
 شانتی اور سکون ملے گا جو اس سے
 پہلے نہ مل سکتا تھا اور ظلم بھی۔ آدمی کے دل سے
 یہ بات نہیں مٹ سکتی کہ اگر اُسے ساری دنیا بھی
 مل جاوے پر اُسکی آتما یا روح اُس سے کہو جاوے تو
 اُسے کوئی فائدہ نہیں۔ اگر سمجھدار آدمی لوگوں کو
 سچا اور سائنسی مذہب نہ دیکھے تو لوگ مجبور
 ہوکر جھوٹے دھرموں اور اذہم و شواسوں کے اُن مذہبوں میں
 پھنسے رہیں گے جو دنیا بھر کے پندے پندے پادری
 اور کتھ ملا اُنہیں دیتے رہتے ہیں۔ دھرم مذہب کی
 پھاس کھول اُن لوگوں میں نہیں ہوتی جو جانوروں
 کی طرح آگے بڑھتے نہیں دیکھ سکتے یا اُن لوگوں میں
 بھی نہیں ہوتی جو سب دیکھ بھال کر اپنی اہمیت
 آتما کے اندر ساری دنیا کا دھرم یعنی راز
 دیکھ چکے ہیں۔ یہ دوسرے لوگ دھرم مذہب
 سے اوپر اُٹھ چکے۔ آج کی دنیا میں اِس طرح کے
 آدمی بڑے ہی ہیں۔ ادھک تر لوگوں کے لئے دھرم کی
 ضرورت ہے اِسی لئے دھرم زندہ ہے۔ اُسکا ایک روپ ختم
 ہو جاتا ہے تو وہ دوسرا روپ دھارن کر لیتا ہے۔

سوامی شکر اچاریہ نے لکھا ہے—”جو آدمی چاہا
 گہان اور کرم ٹھڈوں گلوں سے اوپر اُٹھ جاتا ہے اُسکے لئے
 پھر نہ کوئی دھرمی یا حکم ہے اور نہ کسی چھوڑ کا نشہ
 یا ملامی۔“

اسی بات کو صوفی دوسرے شہدوں میں کہتا ہے—
 ”جو رب کو پہنچ گیا وہ رب ہو گیا جسکے لئے سب رب ہی
 رب ہے اُسکے لئے پھر الگ رب کہاں جہاں سورج ہی سورج
 ہے وہاں رات کہاں صوفی اپنے کو مٹا چکا جس نے اپنے کو
 مٹا دیا اُسکے لئے کوئی مذہب نہیں جو یار تک پہنچ
 گیا اُسے دوسرا کوئی مطلب نہیں۔“

اگر یہ بات سچ ہے اور یہ سچ ہے کہ انسان کے دل
 کے اندر یہ بات جسی ہوئی ہے کہ اِس زندگی کے بعد
 بھی کوئی زندگی ہے اور آدمی اُس زندگی کو اور
 اِس زندگی کے ساتھ اُسکے سبب سے چاہتا اور
 سمجھتا چاہتا ہے، اگر یہ بات ہے اور یہ سچ ہے کہ
 سائنس جہوں کے لئے ہے جہوں سائنس کے لئے نہیں
 تو سمجھدار آدمی کبھی اِس بات کو آخری نہیں مان
 سکتا کہ سائنس اور مذہب دونوں میں مول ناممکن
 ہے۔ حقیقت سائنس وید معرفت اور گہان پانچوں
 کے ایک ہی معنی ہیں۔ ہمیں اِن پانچوں کو ایک
 دوسرے کی روشنی میں دیکھکر اِن کی ایکتا کو سمجھنا ہے۔
 —ویہشک سوتر میں لکھا ہے—”یتو اہیہودے نہہ
 شرے یس سدھی سدھرمہ۔“ یعنی جس بات سے اِس دنیا
 میں اور دوسری دنیا میں دونوں میں آدمی کو سکھ ملے
 وہی دھرم ہے۔ ایشور اللہ کی آگاہوں کو ماننے کا مطالبہ ہی

کے شریک کی ضرورت تھی۔ یہ وہ مظلوم ہے جسے وہ
 شانتی اور سکون ملے گا جو اس سے
 پہلے نہ مل سکتا تھا اور ظلم بھی۔ آدمی کے دل سے
 یہ بات نہیں مٹ سکتی کہ اگر اُسے ساری دنیا بھی
 مل جاوے پر اُسکی آتما یا روح اُس سے کہو جاوے تو
 اُسے کوئی فائدہ نہیں۔ اگر سمجھدار آدمی لوگوں کو
 سچا اور سائنسی مذہب نہ دیکھے تو لوگ مجبور
 ہوکر جھوٹے دھرموں اور اذہم و شواسوں کے اُن مذہبوں میں
 پھنسے رہیں گے جو دنیا بھر کے پندے پندے پادری
 اور کتھ ملا اُنہیں دیتے رہتے ہیں۔ دھرم مذہب کی
 پھاس کھول اُن لوگوں میں نہیں ہوتی جو جانوروں
 کی طرح آگے بڑھتے نہیں دیکھ سکتے یا اُن لوگوں میں
 بھی نہیں ہوتی جو سب دیکھ بھال کر اپنی اہمیت
 آتما کے اندر ساری دنیا کا دھرم یعنی راز
 دیکھ چکے ہیں۔ یہ دوسرے لوگ دھرم مذہب
 سے اوپر اُٹھ چکے۔ آج کی دنیا میں اِس طرح کے
 آدمی بڑے ہی ہیں۔ ادھک تر لوگوں کے لئے دھرم کی
 ضرورت ہے اِسی لئے دھرم زندہ ہے۔ اُسکا ایک روپ ختم
 ہو جاتا ہے تو وہ دوسرا روپ دھارن کر لیتا ہے۔

سے اور دوسرے دیکھ کر سامنے کرتے ہوئے اپنی طرف اور دوسری طرف اپنے فرسوں کو پورا کرتے رہنا اور اس سے اپنے خود کے لئے کوئی بدلہ نہ چاہنا ہی دونوں یعنی دونوں کے اوپر آتا ہے۔

یونان کے ایک مشہور ملحد، ڈیلفک تمہیل پر یہ دو واقعہ کہہ دے ہوئے تھے۔ ایک — ’کوئی چھوڑ حد سے زیادہ نہیں‘ اور دو — ’اپنے کو جانو‘۔ یہ دونوں باتیں ایک دوسرے کو پورا کرتی ہیں۔ جو کسی بات میں بھی حد سے بڑھتا ہے وہ اپنے کو نہیں جان سکتا۔ یہ سمجھنا ہی سب سے مشکل ہے۔ یہ سمجھنا ہی سب سے مشکل ہے۔ یہ سمجھنا ہی سب سے مشکل ہے۔

پارسی دھرم کے بانی زرتشت نے لکھا ہے — ”اچالا اور اندھارا، اچھائی اور ہرائی جو ایک دوسرے کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں ہمیشہ سے چلی آ رہی ہیں۔ یہ وہ ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ ہمارے سوچ فکر میں ہمارے ہاتھوں میں اور ہمارے کاموں میں سب جگہ یہ ساتھ ساتھ اور الگ الگ دکھائی دیتی ہیں۔ سمجھدار آدمی روشنی کی طرف چلتے ہیں اور نا سمجھ تب تک اندھیرے کی طرف کو چلتے رہتے ہیں جیتک وہ سمجھدار نہ ہو جائیں۔ انہیں پرانے راستوں پر چلکر اچھی اور بری اچھائیوں آدمی میں پیدا ہوتی ہیں۔ انہیں سے ایک لغت کی طرف جاتے ہیں اور دوسرے مصیبت کی طرف۔ اے اہر مزد (ایشور) ! مجھے اپنے من پر قابو حاصل کر کے اس دونوں سے اوپر اُٹھتے ہوئے سہارے راستے پر چلنے کی طاقت دے۔“

سب دھرم یسٹکوں میں ایشور اللہ کے ناموں کے بارے میں بھی یہ دونوں موجود ہیں اور سب دھرم والوں نے ایشور کو دو ناموں سے پکارا ہے۔

قرآن اُسے ’الاول‘ اور ’الآخر‘ کہہ کر پکارتا ہے۔ ویدوں میں اُسے ’ادی‘ اور ’انت‘ کہا گیا ہے۔ دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ قرآن اُسے ’الباطن‘ اور ’الظاہر‘ کہہ کر پکارتا ہے۔ وید اُسے ’اویکت‘ اور ’ویکت‘ کہتا ہے۔ دونوں کا ایک ہی مطلب ہے۔ قرآن میں اُسے ’البائی‘ اور ’الجمی‘ کہا گیا ہے۔ ویدوں میں اُسے ’سوشتا‘ اور ’سلہارتا‘ کہا گیا ہے۔ دونوں کا تھیک وہی ملتا ہے۔ قرآن میں ’المتنی‘ اور ’المہمت‘ نام آتے ہیں۔ ویدوں میں اُسے ’بھو‘ اور ’مر‘ کہا گیا ہے۔ یعنی جان ڈالنے والا اور مارنے والا۔ قرآن میں جو ’المفضل‘ اور ’الہامی‘ سے مطلب ہے وہی ویدوں میں ’مالی‘ اور ’تارک‘ سے ہے۔ یعنی لہانے والا یا آسانے والا اور تھیک راستہ بتانے والا۔ قرآن میں ’الغفار‘ اور ’الرزاق‘ نام آتے ہیں۔ ویدوں میں انہیں کے مقابلے کے ’رودر‘ اور ’شمو‘ ہیں۔ قرآن میں ’غفار‘ اور ’غفار‘ کا بھی

پارسی دھرم کے بانی زرتشت نے لکھا ہے — ”اچالا اور اندھارا، اچھائی اور ہرائی جو ایک دوسرے کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں ہمیشہ سے چلی آ رہی ہیں۔ یہ وہ ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ ہمارے سوچ فکر میں ہمارے ہاتھوں میں اور ہمارے کاموں میں سب جگہ یہ ساتھ ساتھ اور الگ الگ دکھائی دیتی ہیں۔ سمجھدار آدمی روشنی کی طرف چلتے ہیں اور نا سمجھ تب تک اندھیرے کی طرف کو چلتے رہتے ہیں جیتک وہ سمجھدار نہ ہو جائیں۔ انہیں پرانے راستوں پر چلکر اچھی اور بری اچھائیوں آدمی میں پیدا ہوتی ہیں۔ انہیں سے ایک لغت کی طرف جاتے ہیں اور دوسرے مصیبت کی طرف۔ اے اہر مزد (ایشور) ! مجھے اپنے من پر قابو حاصل کر کے اس دونوں سے اوپر اُٹھتے ہوئے سہارے راستے پر چلنے کی طاقت دے۔“

سب دھرم یسٹکوں میں ایشور اللہ کے ناموں کے بارے میں بھی یہ دونوں موجود ہیں اور سب دھرم والوں نے ایشور کو دو ناموں سے پکارا ہے۔

قرآن اُسے ’الاول‘ اور ’الآخر‘ کہہ کر پکارتا ہے۔ ویدوں میں اُسے ’ادی‘ اور ’انت‘ کہا گیا ہے۔ دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ قرآن اُسے ’الباطن‘ اور ’الظاہر‘ کہہ کر پکارتا ہے۔ وید اُسے ’اویکت‘ اور ’ویکت‘ کہتا ہے۔ دونوں کا ایک ہی مطلب ہے۔ قرآن میں اُسے ’البائی‘ اور ’الجمی‘ کہا گیا ہے۔ ویدوں میں اُسے ’سوشتا‘ اور ’سلہارتا‘ کہا گیا ہے۔ دونوں کا تھیک وہی ملتا ہے۔ قرآن میں ’المتنی‘ اور ’المہمت‘ نام آتے ہیں۔ ویدوں میں اُسے ’بھو‘ اور ’مر‘ کہا گیا ہے۔ یعنی جان ڈالنے والا اور مارنے والا۔ قرآن میں جو ’المفضل‘ اور ’الہامی‘ سے مطلب ہے وہی ویدوں میں ’مالی‘ اور ’تارک‘ سے ہے۔ یعنی لہانے والا یا آسانے والا اور تھیک راستہ بتانے والا۔ قرآن میں ’الغفار‘ اور ’الرزاق‘ نام آتے ہیں۔ ویدوں میں انہیں کے مقابلے کے ’رودر‘ اور ’شمو‘ ہیں۔ قرآن میں ’غفار‘ اور ’غفار‘ کا بھی

سب دھرم یسٹکوں میں ایشور اللہ کے ناموں کے بارے میں بھی یہ دونوں موجود ہیں اور سب دھرم والوں نے ایشور کو دو ناموں سے پکارا ہے۔

قرآن اُسے ’الاول‘ اور ’الآخر‘ کہہ کر پکارتا ہے۔ ویدوں میں اُسے ’ادی‘ اور ’انت‘ کہا گیا ہے۔ دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ قرآن اُسے ’الباطن‘ اور ’الظاہر‘ کہہ کر پکارتا ہے۔ وید اُسے ’اویکت‘ اور ’ویکت‘ کہتا ہے۔ دونوں کا ایک ہی مطلب ہے۔ قرآن میں اُسے ’البائی‘ اور ’الجمی‘ کہا گیا ہے۔ ویدوں میں اُسے ’سوشتا‘ اور ’سلہارتا‘ کہا گیا ہے۔ دونوں کا تھیک وہی ملتا ہے۔ قرآن میں ’المتنی‘ اور ’المہمت‘ نام آتے ہیں۔ ویدوں میں اُسے ’بھو‘ اور ’مر‘ کہا گیا ہے۔ یعنی جان ڈالنے والا اور مارنے والا۔ قرآن میں جو ’المفضل‘ اور ’الہامی‘ سے مطلب ہے وہی ویدوں میں ’مالی‘ اور ’تارک‘ سے ہے۔ یعنی لہانے والا یا آسانے والا اور تھیک راستہ بتانے والا۔ قرآن میں ’الغفار‘ اور ’الرزاق‘ نام آتے ہیں۔ ویدوں میں انہیں کے مقابلے کے ’رودر‘ اور ’شمو‘ ہیں۔ قرآن میں ’غفار‘ اور ’غفار‘ کا بھی

धर्म मजहब की जरूरत

(डाक्टर भगवान दास)

دھرم مذہب کی ضرورت

(ڈاکٹر بھگوان داس)

दुनिया के सब बड़े बड़े मजहबों की धर्म पुस्तकों को मिला कर पढ़ने से उन में तरह तरह की समानता देखने में मिलती है। मिसाल के तौर पर यह खयाल सब धर्म पुस्तकों में पाया जाता है कि लगभग हर चीज के दो हल होते हैं और समझदारी इसी बात में है कि हम दोनों हलुओं को मिला कर देखें और जहाँ तक हो सके बीच के रास्ते से चलने की कोशिश करें। उपनिषद् में लिखा है— यह सारा जगत द्वन्द्वय (दुई से भरा) है, यहाँ की सब चीजें दो दो के जोड़ों में रहती हैं।”

कुरान में अल्लाह कहता है—“हमने सब चीजें दो दो जोड़ों में बनाई हैं।”

ठीक यही बात इनजील में कही गई है।

कभी कभी इन दो में से देख भाल कर एक को चुनना पड़ जाता है। योगभाष्य में लिखा है—“आदमी के चित्त पानी की नदी एक दूसरे के खिलाफ दो तरफ को बहती होती है, कभी भलाई और नेकी की तरफ और कभी पाप और बरबादी की तरफ। एक सूफी ने कहा है—“एक कड़ुवे पानी की नदी और दूसरी मीठी पानी की नदी दोनों साथ साथ बहती रहती हैं, और इन दोनों के बीच से तलवार की चार की तरह बारीक असली सकून और सलामती का रास्ता है।”

महाभारत में लिखा है—“जिस तरह सरदी और गरमी के बीच एक जगह है जहाँ न सरदी है और न गरमी, वही तरह सुख और दुख के बीच में शान्ति का वह मुकाम है जहाँ न सुख है और न दुख।” यही खयाल सब मजहबी पुस्तकों में मिलता है। गाँता में बार बार यह विचार आया है—“ऐ अर्जुन ! जो आदमी द्वन्द्व (दुई या द्वैत) से ऊपर उठ जाता है वह आसानी के साथ सब बन्धनों से छूट जाता है। जो कामयाबी और नाकामयाबी में एक रस होता है, जो अपने पराए का फरक नहीं करता, जिसे किसी और नहीं, जो अपने लिये जो कुछ भी मिल जाय उसी से संतोष मान लेता है, वह दुनिया में अपना कर्ज पूरा करते हुए भी अपने कामों से बन्धन में नहीं पड़ता।”

सब धर्म पुस्तकें हमें यह समझाती हैं कि इस दुनिया में लाभ और हानि, नफा और नुकसान, सुख और दुख साथ साथ चलते हैं। जब तक हमारे अलग अलग जिसमें हैं जब तक यह सब रहेंगे। इसलिये इन सब का शान्त चित्त

दुनिया के सब बड़े बड़े मजहबों की धर्म पुस्तकों को मिला कर पढ़ने से उन में तरह तरह की समानता देखने में मिलती है। मिसाल के तौर पर यह खयाल सब धर्म पुस्तकों में पाया जाता है कि लगभग हर चीज के दो हल होते हैं और समझदारी इसी बात में है कि हम दोनों हलुओं को मिला कर देखें और जहाँ तक हो सके बीच के रास्ते से चलने की कोशिश करें। उपनिषद् में लिखा है— यह सारा जगत द्वन्द्वय (दुई से भरा) है, यहाँ की सब चीजें दो दो के जोड़ों में रहती हैं।”

कुरान में अल्लाह कहता है—“हमने सब चीजें दो दो जोड़ों में बनाई हैं।”

ठीक यही बात इनजील में कही गई है।
कभी कभी इन दो में से देख भाल कर एक को चुनना पड़ जाता है। योगभाष्य में लिखा है—“आदमी के चित्त पानी की नदी एक दूसरे के खिलाफ दो तरफ को बहती होती है, कभी भलाई और नेकी की तरफ और कभी पाप और बरबादी की तरफ। एक सूफी ने कहा है—“एक कड़ुवे पानी की नदी और दूसरी मीठी पानी की नदी दोनों साथ साथ बहती रहती हैं, और इन दोनों के बीच से तलवार की चार की तरह बारीक असली सकून और सलामती का रास्ता है।”

महाभारत में लिखा है—“जिस तरह सरदी और गरमी के बीच एक जगह है जहाँ न सरदी है और न गरमी, वही तरह सुख और दुख के बीच में शान्ति का वह मुकाम है जहाँ न सुख है और न दुख।” यही खयाल सब मजहबी पुस्तकों में मिलता है। गाँता में बार बार यह विचार आया है—“ऐ अर्जुन ! जो आदमी द्वन्द्व (दुई या द्वैत) से ऊपर उठ जाता है वह आसानी के साथ सब बन्धनों से छूट जाता है। जो कामयाबी और नाकामयाबी में एक रस होता है, जो अपने पराए का फरक नहीं करता, जिसे किसी और नहीं, जो अपने लिये जो कुछ भी मिल जाय उसी से संतोष मान लेता है, वह दुनिया में अपना कर्ज पूरा करते हुए भी अपने कामों से बन्धन में नहीं पड़ता।”

सब धर्म पुस्तकें हमें यह समझाती हैं कि इस दुनिया में लाभ और हानि, नफा और नुकसान, सुख और दुख साथ साथ चलते हैं। जब तक हमारे अलग अलग जिसमें हैं जब तक यह सब रहेंगे। इसलिये इन सब का शान्त चित्त

(27)

विचारियों उफती है तेरी शरारत पर जनता की आँखों से
बारूद की वृ आती है बराबर अब जनता की साँसों से
डुगियार ! उपकता है अब और ही कुछ जनता की बातों से
खुद मौत की आँख भपक जाती है अब जनता की निगाहों से
वह झलका सब का पैमाना, तारीख ने बी छापा मारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाव चलेगा बंजारा.

(28)

वह देखा कि अब दुनिया भर में मजदूरों के दल सजते हैं
वह सुन कि सताए हुए तेरे शेरों की तरह गरजते हैं
गुस्ते से वह चेहरे दमकते हैं शोलों से वह सीने में जते हैं
वह बागियों के लश्कर में कहीं अब क्रूर के डंके बजते हैं
वह उबे शरर वह इनकलाब के काले नाग ने फुनकारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाव चलेगा बंजारा.

(29)

मैं बाल स्ट्रीट के सड़े बाजों का असली रूप दिखाता हूँ
इस हुक्मरान तबके के रुख से आज नकाब उठाता हूँ
दुनिया भर में इस फैले हुए खतरे से तुम्हें चौंकाता हूँ
अमरीकी बंजारानामा गा गा के 'फिराक' सुनाता हूँ
सब मिल के लगाओ देश देश में जनता की जय का नारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाव चलेगा बंजारा.

['फिराक' साहब की इस कविता में जहाँ
अमरीकी हिन्दुगी का खासा चित्र है वहाँ इसमें
हिन्दुस्तानी बोल बाल के कुछ चुने हुए महावरे भी
भरे हुए हैं जैसे बे भाव की पड़ना. बारा न्यारा.
दुकान बढ़ाना. पक्ले पड़ना. पारा बढ़ना. सर भारना.
बाल फसल. शौतान की आँत. बातों में आना. दो
दिन की चाँदनी फिर अन्धेरा पाल. बगौरा बगौरा.
यह हिन्दी सीखने वालों के लिये बड़े काम के हैं.

इसी तरह की 'फिराक' साहब की एक दूसरी
कविता "हम बालर देस को देख आप" सितम्बर के
'नया हिन्द' में हम छाप रहे हैं.

—एडीटर]

(27)

चलकियाँ उफती हैं तेरी शरारत पर जनता की आँखों से
बारूद की वृ आती है बराबर अब जनता की साँसों से
डुगियार ! उपकता है अब और ही कुछ जनता की बातों से
खुद मौत की आँख भपक जाती है अब जनता की निगाहों से
वह झलका सब का पैमाना, तारीख ने बी छापा मारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाव चलेगा बंजारा.

(28)

वह देखा कि अब दुनिया भर में मजदूरों के दल सजते हैं
वह सुन कि सताए हुए तेरे शेरों की तरह गरजते हैं
गुस्ते से वह चेहरे दमकते हैं शोलों से वह सीने में जते हैं
वह बागियों के लश्कर में कहीं अब क्रूर के डंके बजते हैं
वह उबे शरर वह इनकलाब के काले नाग ने फुनकारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाव चलेगा बंजारा.

(29)

मैं बाल स्ट्रीट के सड़े बाजों का असली रूप दिखाता हूँ
इस हुक्मरान तबके के रुख से आज नकाब उठाता हूँ
दुनिया भर में इस फैले हुए खतरे से तुम्हें चौंकाता हूँ
अमरीकी बंजारानामा गा गा के 'फिराक' सुनाता हूँ
सब मिल के लगाओ देश देश में जनता की जय का नारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाव चलेगा बंजारा.

['फिराक' साहब की इस कविता में जहाँ
अमरीकी हिन्दुगी का खासा चित्र है वहाँ इसमें
हिन्दुस्तानी बोल बाल के कुछ चुने हुए महावरे भी
भरे हुए हैं जैसे बे भाव की पड़ना. बारा न्यारा.
दुकान बढ़ाना. पक्ले पड़ना. पारा बढ़ना. सर भारना.
बाल फसल. शौतान की आँत. बातों में आना. दो
दिन की चाँदनी फिर अन्धेरा पाल. बगौरा बगौरा.
यह हिन्दी सीखने वालों के लिये बड़े काम के हैं.

इसी तरह की 'फिराक' साहब की एक दूसरी
कविता "हम बालर देस को देख आप" सितम्बर के
'नया हिन्द' में हम छाप रहे हैं.

—एडीटर]

(22)

ही तरह बहुत दुनिया भर के मजदूरों और किसानों ने की तेरी बिदस्तों पर हैरत दीवानों ने फूरजानों ने बाबल सीनों में जोर भरा फिर खून हुए अरमानों ने ओ पैतरेबाज अब देखेगा कि सताए हुए इनसानों ने दुनिया के अखाबे में तुमको एक रोज़ उठा के दे मारा सब ठाट पका रह जाएगा जब लाह चलेगा बंजारा.

(23)

जो बात बनाई थी तूने वह बात बिगड़ने वाली है जो बज्र जमाई थी तूने वह बज्र उखलने वाली है अब छूटे हुए राशों की बगावत जोर पकड़ने वाली है बंजारे सर की खेरे मना के भाव की पकड़ने वाली है तारे नजर आएंगे दिन ॐ अब सर पे बजेगा नक्कारा सब ठाट पका रह जाएगा जब लाह चलेगा बंजारा.

(24)

दुनिया को बनाये आज़ादी तूने दिये गूच्छे पर गूच्छे दुनिया भर से आज़ादी के वादे हैं तेरे मूटे सच्चे जो आजाएँ भरों में तेरे अब लोग नहीं ऐसे कच्चे क्या मर्गे - कोरिया आज़ादी है ओ आज़ादी के बच्चे अब कौदे जिन्दगी से तुमको यह दुनिया देगी छुटकारा सब ठाट पका रह जाएगा जब लाह चलेगा बंजारा.

(25)

एदम बम चीन पे फेंकोगे? बड़ बड़ के बोलना क्यों बाबा इस बिद्व शास्त्रि के सागर में यूँ ज़हर बोलना क्यों बाबा जीवन बाज़ार में मौत की यह दुकान खोलना क्यों बाबा तहजीब की फूल सी कदरों को काँटों में तोलना क्यों बाबा बाज़ार की मकर चाँदनी दो दिन फिर अधियारा पख़वारा सब ठाट पका रह जाएगा जब लाह चलेगा बंजारा.

(26)

बाज़ारे जहाँ में देखें कब तक मची रहे यह लेव देव दुनिया के गले का फंदा कब तक तेरे कज़ों की जनेव दुनिया की मिटाने की बमकी, यह क्या भाव यह महासेव तेरा ही एदम बम करदे सर पर तेरे बम महादेव वह दिन लह गए कि फिरे ऐंझा, कोई ज़ल्लिम हत्यारा सब ठाट पका रह जाएगा जब लाह चलेगा बंजारा.

(22)

किसी طرح بہت دنیا بھر کے مزدوروں اور کسانوں نے کی تھری بدعتوں پر عہدوت دیوانوں نے فوزانوں نے گھاٹل سینوں میں زور بھرا پھر خون ہوئے ارمانوں نے لڑ پھلتے باز اب دیکھ گاہ ستائے ہوئے انسانوں نے دنیا کے اکھاڑے میں تجھ کو ایک روز اٹھائے دے مارا سب تھکت پورا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بلجارا.

(23)

جو بات بلائی تھی تو نے وہ بات بگڑنے والی ہے جو بزم جمائی تھی تو نے وہ بزم اکھڑنے والی ہے اب لئے ہوئے ہاتھوں کی بغاوت زور پکڑنے والی ہے بلجارے سر کی خھر منائے بھاؤ کی پڑنے والی ہے تارے نظر آئیں گے دن کو جب سر پہ بچے گا نغارا سب تھکت پورا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بلجارا.

(24)

دنیا کو بھام آزادی تو نے دیکھے کچے پر کچے دنیا بھر سے آزادی کے وعدے میں تھری جھوٹے سچے جو آجائیں بھروں میں تھری اب لوگ نہیں ایسے کچے کیا مرگ کوریا آزادی ہے او آزادی کے بچے اب لہد زندگی سے تجھ کو یہ دنیا دے گی چھٹکارا سب تھکت پورا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بلجارا.

(25)

ایتم ہم چین پہ پھینکو گے، بڑ بڑ کے بولنا کہوں بابا اس وشو شانتی کے ساگر میں یوں زہر گھولنا کہوں بابا جھوں بازار میں موت کی یہ دوکان کھولنا کہوں بابا تھلہسیکی پھول سی قدروں کو کانٹوں میں تولنا کہوں بابا قالر کی مکر چاندنی دو دن پھر اندھارا پکھوارا سب تھکت پورا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بلجارا.

(26)

بازار جہاں میں دیکھیں کب تک مچی رہے یہ لہو دیو دنیا کے گٹے کا پھندا کب تک تھری قبروں کی جلیو دنیا کو مٹانے کی دھمکی، یہ دیا بھاؤ یہ مہاسیو تھرا ہی ایتم ہم کر دے سر پر تھری ہم مہاسیو وہ دن لہ گٹے کہ پھرے اینگھتا، کوئی ظالم ہتھارا سب تھکت پورا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بلجارا.

(22) तरह देना = मौका देना; बिदस्तों = नई नाजायज़ बातों;

फूरजानों = अफ़समंदों (23) बज्र = महाकिल (24) भरों =

बहुकने में; मर्गे कोरिया = कोरिया की मौत (26) कज़ों का जनेव =

हिन्दुओं के जनेक में तीन भागे तीन कज़ों की अलामत होती है—

बाला पिता का कज़, गुरु का कज़ और ईश्वर का कज़; लेव = सेवा.

(22) طرح دنیا = موقع دنیا; بدعتوں = نئی

ناجائز باتوں; فوزانوں = عقل مندوں (23) بزم = مجلس

(24) بھروں = بھانے میں; مرگ کوریا = کوریا کی

موت. (26) قبروں کا جلیو = قلمروں کے جلیو میں تھیں

دھمکی تھیں قبروں کی علامت ہوتے ہوں—ساں پتا کا

قبریں، گرو کا قبریں اور لہو کا قبریں; سہو = سہوا

(17)

دین رات بڑی ڈالار ڈالار کب تک اس صبح میں مری بابا
کب تک اس گم میں بولی بابا کب تک یہ دھیان بڑی بابا
کچھ سوچی سمجھی گور کرو کچھ اپنے جی میں درو بابا
"اب مروت نکارا باج چلا چلنے کی فکر کرو بابا"
اٹھ جانا ہے تم کو دنیا سے ڈالار کا فک کے پستار
سب ٹاٹ پکا رہ جاؤگا جب لاہ چلے گا بھجارا۔

(18)

بھجاری! مشرق مغرب کو اپنا ہی دیکھ کھا تھوڑا ہے
رجوے 'قلیس' آنن ہاور بت ماروں کو کس پر چھوڑا ہے
کھا دنیا بھر کو لوٹ لے اب بھی کاربار کا توڑا ہے
کچھ روز اُسے کر زہر مار دنیا کا لہو جو نکھوڑا ہے
جہور جہاں ان تہرے پتھروں کو کر دیں گے ناکارا
سب ٹھٹ پوا رہ جائے گا جب لاہ چلے گا بھجارا۔

(18)

(19)

یہ ہو۔ ان۔ او۔ میں بھاری یہ پھوڑ پھانس یہ دھل فصل
یہ حفظ امن کے پاکوڑہ راضی ناسے میں دن و بدل
یہ بین الاقوامی سازش یہ تانا شامی چھل بل کل
یہ آگ دھراں یہ چنگاری یہ تیسری جنگ کے دل بادل
پہلے اجل ہے تہرے لئے بھجنا ہوا امن کا نقارا
سب ٹھٹ پوا رہ جائے گا جب لاہ چلے گا بھجارا۔

(19)

یہ یو۔ ان۔ او۔ میں بھاری یہ پھوڑ پھانس یہ دھل فصل
یہ حفظ امن کے پاکوڑہ راضی ناسے میں دن و بدل
یہ بین الاقوامی سازش یہ تانا شامی چھل بل کل
یہ آگ دھراں یہ چنگاری یہ تیسری جنگ کے دل بادل
پہلے اجل ہے تہرے لئے بھجنا ہوا امن کا نقارا
سب ٹھٹ پوا رہ جائے گا جب لاہ چلے گا بھجارا۔

(20)

(20)

یہ مارشل ایڈ، یہ پیسک ایڈ، یہ لہن دین دشتہ نانا
اور بین الاقوامی بھلک کا وہ شیطان کی آنت بھی کھاتا
یہ ڈالر سامراج کا احسان اب تو اٹھایا ہے جانا
دنیا کو اُس کے حال پہ چھوڑا اب او دنیا کے ان دن
نچھکو بھی ایک دن لے تو بے کی قرض کی یہ بڑھتی دھارا
سب ٹھٹ پوا رہ جائے گا جب لاہ چلے گا بھجارا۔

(21)

(21)

اتھیں کی تہری سب تدبیریں ملتیں گی جہاں کی تقدیریں
کھا تھام سکوں گی تدبیریں کیا روک سکوں گی زحمتیں
توڑے گا یہ مروت کا سناٹا جب بول اٹھوں گی تصویریں
ایک دن جہاں جانیں گی تجھ سے تہری سلگھیں شہ شہریں
پھوکی لور ننگی چلتا کو وہ دیکھ اجل لے سنکرا
سب ٹھٹ پوا رہ جائے گا جب لاہ چلے گا بھجارا۔

اتھیں کی تہری سب تدبیریں ملتیں گی جہاں کی تقدیریں
کھا تھام سکوں گی تدبیریں کیا روک سکوں گی زحمتیں
توڑے گا یہ مروت کا سناٹا جب بول اٹھوں گی تصویریں
ایک دن جہاں جانیں گی تجھ سے تہری سلگھیں شہ شہریں
پھوکی لور ننگی چلتا کو وہ دیکھ اجل لے سنکرا
سب ٹھٹ پوا رہ جائے گا جب لاہ چلے گا بھجارا۔

(17) پستار = پیٹ کا بوم (18) بٹمار = راستے کا ڈاکو;
ہرمار = ہرجم کرنا; جمہورے جہاں = دنیا کی जनता;
کارا = نیکام (19) دھل فصل = کسی کو لگا دینا, کسی
کے دینا; دھل فصل = شامی روضہ; بن الاقوامی = بین
الدولی (21) تانا شامی = سازش۔

(17) پستار = پتھہ کا بوجہ (18) بت مار = راستے کا
ڈاکو; زہر مار = ہرجم کرنا; جمہور جہاں = دنیا کی जनता;
ناکارا = ناکام (19) دھل فصل = کسی کو لگا دینا, کسی کو
پھنسا دینا; حفظ امن = شامی رکشا; بین الاقوامی = انتر
الدولی (21) تدبیریں = سازشیں۔

(12)

خون آو امیری کی بھجاری ! سنسار تیری دکان نہیں
کسی جانی بھی تاجر میں وہ سلطان نہیں
ہے جن سے ان کا کاروبار جائیں ان کی ہلکان نہیں
ہے تیری سمجھ میں آجائے کہا اس کا کوئی امکان نہیں ؟
اگے سے کوئی دنیا میں پہلا ؟ چوری سے کسی کو ہوا وارا ؟
سب تھات پوا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بھجاری ۔

(13)

تو ہندوستان اور پاکستان کو نرک بنا کر छोड़ेगा
बल जाय अगर तेरी बालें दोनों को मिटाकर छोड़ेगा
दोनों को उजाड़ के छोड़ेगा वीरान बना कर छोड़ेगा
दोनों को चबा कर छोड़ेगा दोनों को खाकर छोड़ेगा
लेकिन ये निवाले बन जाएंगे तेरे लिये संगे खारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाद चलेगा बंजारा

(14)

जिन कौमों का तू मददगार बनता है क्या तू उनके यहाँ
भारी भारी फूँटरियों के बनने का हिल से है खूबाहँ
जिन मुल्कों का तू ठेकेदार बनता है ऐ दलाले जहाँ !
उन में भी दीलत बरस पड़े इस बात की तुझको फिक्र कहाँ
ऐ अपने दोस्तों के दुश्मन ले मौत ने वह फन्दा मारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाद चलेगा बंजारा

(15)

क़त्तले कोरिया याद रहे जब फ़ैसले का वक़्त आया
तारीख़ का सबसे बड़ा मुजरिम इनसाफ़ तुझे ठहराया
इनसान बयक आवाज़ तेरा हर जुस्मी सितम गिनवाया
अपने करतूत जाद करके तू पीट के सर पछुताया
जो मौत के मुँह पर चढ़ जाए इसका भी किसी में है धारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाद चलेगा बंजारा

(16)

जापान, कोरिया, चीन, मलाया, इन्डोनेशिया और बरमा
यूनान, मिस्र, कश्मीर और तिब्बत, यूगोस्लेविया, आस्ट्रेलिया
फ़िलिस्तीन, ईरान, सीरिया, योरप, एशिया, अफ्रीका
किस किस पर आँखें हैं तेरी कुछ लालच की इद है बाबा
हो गज़ ही कफ़न हाथ आया गो दुनिया दुनिया सर मारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाद चलेगा बंजारा

(12)

سین او امریکی بھجاری ! سنسار تیری دکان نہیں
کسی جانی بھی تاجر میں وہ سلطان نہیں
ہے جن سے ان کا کاروبار جائیں ان کی ہلکان نہیں
ہے تیری سمجھ میں آجائے کہا اس کا کوئی امکان نہیں ؟
اگے سے کوئی دنیا میں پہلا ؟ چوری سے کسی کو ہوا وارا ؟
سب تھات پوا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بھجاری ۔

(13)

و ہندستان اور پاکستان کو نرک بنا کر छोड़ेगा
बल जाय अगर तेरी बालें दोनों को मिटाकर छोड़ेगा
दोनों को उजाड़ के छोड़ेगा वीरान बना कर छोड़ेगा
दोनों को चबा कर छोड़ेगा दोनों को खाकर छोड़ेगा
लेकिन ये निवाले बन जाएंगे तेरे लिये संगे खारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाद चलेगा बंजारा

(14)

جن قوموں کا تو مددگار بنتا ہے کدوا تو ان کے یہاں
ہماری بھاری ٹیکٹریوں کے ہلنے کا دل سے ہے خرواہاں
جن ملکوں کا تو تھوکھدار بنتا ہے اے دلال جہاں !
ن میں بھی دولت برس پڑے اس بات کی تجھ کو فکر نہاں
اے بے دوستوں کے دشمن لے مرگ لے وہ پہلدا مارا
سب تھات پوا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بھجاری ۔

(15)

تعال کو ریا یاد رہے جب فیصلے کا وقت آئے گا
اریخ کا سب سے بڑا مجرم انصاف تجھے تھرائے گا
نسان بے یک آواز تھرا ہر ظلم و ستم گلوئے گا
یہ کثرت یاد کر کے تو پیت نے سر پچھتائے گا
جو موت کے منہ پر چڑھ جائے اس کا بھی کسی میں ہے یارا
سب تھات پوا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بھجاری ۔

(16)

جاپان، کو ریا، چین، ملایا، انڈونیشیا اور برما
وڈان، مصر، کشمیر اور تبت، یوگوسلاویا، آسٹریلیا
لسطین، ایران، سو ریا، یورپ، ایشیا، افریقا
اس کس پر آنکھیں ہیں تیری کچھ لالچ کی حد ہے بابا
بوگڑی کدن ہانہ آئے گا گو دنیا دنیا سر مارا
سب تھات پوا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بھجاری ۔

(12) تاجر = بھجاری؛ ہلکان = پریشان؛ وارا = فائدہ
(13) نواے = کور؛ سلگ = خارا = سخت پتھر
(14) خواہاں = اچھک (15) تعال کو ریا = کو ریا کا ہتھارا؛ بک
بھجاری؛ بے یک آواز = ایک آواز سے ۔

(12) تاجر = بھجاری؛ ہلکان = پریشان؛ وارا = فائدہ
(13) نواے = کور؛ سلگ = خارا = سخت پتھر
(14) خواہاں = اچھک (15) تعال کو ریا = کو ریا کا ہتھارا؛ بک
بھجاری؛ بے یک آواز = ایک آواز سے ۔

(8)

سویا ک آتھک بھیا بھیک ہوا پھل مہاماری
کوک کٹمالا سرتان جلتھار دیک سٹاھاری
ہر کیم تیری ہن سونگاتوں سے ہے اب جینے سے آری
تو تیرے ہی دین آ پھنچے ہوشیار ! آو مہل کے بھوپاری
اب بھیری ہوئی دنیا کا برابر چڑھتا جانا ہے پارا
سب تھات پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بھجھارا .

(9)

دُنیا میں ہشہر اُٹھا رکھا ہے ظالم تیری سیاحت نے
دُنیا کو سرے سے لوت رکھا ہے ظالم تیری تجارت نے
دُنیا کو بھوکا مار رکھا ہے ظالم تیری کفالت نے
دُنیا کو ذلیل بنا رکھا ہے ظالم تیری ذلالت نے
ایک دن دنیا کو لوتنے کا مت جائے گا تھرا بھوپارا
سب تھات پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بھجھارا .

(10)

یہ نیپرو بے ڈینگ اور لینڈنگ تیرے کیردار میں شامل ہیں
ماہوں بھنوں بھنوں کے لٹھ اس کاروبار میں شامل ہیں
یہ کھل بھارت ڈاکاؤنی تیرے بھوہار میں شامل ہیں
بھوتان بھی جن پادوں سے ڈرے تیرے اطوار میں شامل ہیں
اب موت کی دیہی لہنے والی ہے تیرے لہو کا چھٹھارا
سب تھات پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بھجھارا .

(11)

کھا دوس ہے ایسا بھجھارا ؟ سامان تو اُس کے بھی پاس ہے
کھا چین ہے ایسا بھجھارا ؟ اُس سے دنیا کو اُس بھی ہے
صلحت، حرفت، دولت، عزت، نوجن، تلخروں کو اُس بھی ہے
کس ہل ان سب میں ہے لیکن کیا ان سے کسی کو مراد بھی ہے
یک روز اجل کے ہاتھوں کھوں کھل جائے نہ بھوک بھرم سارا
سب تھات پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بھجھارا .

(8)

سوزاک آتھک کھنکا چھچھک ہیفہ پلنگ مہاماری
کوزہ کٹھ مالا سرطان جلتھار دیک سٹاھاری
ہر کیم تیری ہن سونگاتوں سے ہے اب جینے سے آری
تو تیرے ہی دین آ پھنچے ہوشیار ! آو مہل کے بھوپاری
اب بھیری ہوئی دنیا کا برابر چڑھتا جانا ہے پارا
سب تھات پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بھجھارا .

(9)

دُنیا میں ہشہر اُٹھا رکھا ہے ظالم تیری سیاحت نے
دُنیا کو سرے سے لوت رکھا ہے ظالم تیری تجارت نے
دُنیا کو بھوکا مار رکھا ہے ظالم تیری کفالت نے
دُنیا کو ذلیل بنا رکھا ہے ظالم تیری ذلالت نے
ایک دن دنیا کو لوتنے کا مت جائے گا تھرا بھوپارا
سب تھات پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بھجھارا .

(10)

یہ نیپرو بے ڈینگ اور لینڈنگ تیرے کیردار میں شامل ہیں
ماہوں بھنوں بھنوں کے لٹھ اس کاروبار میں شامل ہیں
یہ کھل بھارت ڈاکاؤنی تیرے بھوہار میں شامل ہیں
بھوتان بھی جن پادوں سے ڈرے تیرے اطوار میں شامل ہیں
اب موت کی دیہی لہنے والی ہے تیرے لہو کا چھٹھارا
سب تھات پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بھجھارا .

(11)

کھا دوس ہے ایسا بھجھارا ؟ سامان تو اُس کے بھی پاس ہے
کھا چین ہے ایسا بھجھارا ؟ اُس سے دنیا کو اُس بھی ہے
صلحت، حرفت، دولت، عزت، نوجن، تلخروں کو اُس بھی ہے
کس ہل ان سب میں ہے لیکن کیا ان سے کسی کو مراد بھی ہے
یک روز اجل کے ہاتھوں کھوں کھل جائے نہ بھوک بھرم سارا
سب تھات پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بھجھارا .

(8) سونگات = توہفا؛ آری = بھجھارا؛ بھیری = ناراض

اور بھین (9) حشر = تھات؛ کفالت = مدد (مارشل)

ایڈ (10) نہکرو بھینگ اور لینڈنگ = کسی کالے نہکرو

کو کسی بھی چھوٹے سچے الزام پر پکڑ کر مار ڈالنے یا جلا

جلا دینے کا رواج؛ کیردار = چرتہ؛ اطوار = قھنگ (11)

صلحت = حرفت؛ اُدیوگ دھندے؛ نوجن تلخروں = یورپ

کی نئی لوک شاہیاں؛ راس = موافق؛ کس ہل = طاعت؛

ہر اس = دوس

(8) سونگات = توہفا؛ آری = بھجھارا؛ بھیری = ناراض

اور بھین (9) حشر = تھات؛ کفالت = مدد (مارشل)

ایڈ (10) نہکرو بھینگ اور لینڈنگ = کسی کالے نہکرو

کو کسی بھی چھوٹے سچے الزام پر پکڑ کر مار ڈالنے یا جلا

جلا دینے کا رواج؛ کیردار = چرتہ؛ اطوار = قھنگ (11)

صلحت = حرفت؛ اُدیوگ دھندے؛ نوجن تلخروں = یورپ

کی نئی لوک شاہیاں؛ راس = موافق؛ کس ہل = طاعت؛

ہر اس = دوس

(4)

डिटलर मुखोशिनी टोजो का जो हथ हुआ वो देख लिया
इंगलैन्ड में हो या फ्रान्स में हो मगरिब हो कि मशरिक का बिता
अब ऊँचे सुरों में सरमाए का राग सुनाई नहीं देता
इस साज पर ऐसी चोट पड़ी जैसे फट जाए हर परदा
पूँजी का पियानो दूट चुका अब हाथ में ले ले इकतारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाद चलेगा बंजारा.

(5)

यह मोटर, जीप, रेमिंगटन, पारकर, ब्लेड, जहाजों सरो सामों
यह लोहा लंगर टीन रबर पेट्रोल केरोसिन गैस धुआँ
बिजली के खिलौने लहू बाजे गेंद तारा गुड्डे गुब्बियाँ
जब मौत बढ़ायगी तेरी दुकाँ कुछ भी पल्ले न पड़ेगा मियाँ
सब माल भरा रह जाएगा जब पैके अजल ने ललकारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाद चलेगा बंजारा.

(6)

यह लिप्स्टिक, पाउडर, सास, पिकिल यह परामीने यह कीमती फर
नंगी तस्वीरों के एलबम, जहरीला जिन्सी लिटरेचर
और हालीवुड की फिल्मों का वह गंदा सड़ा गला कलचर
अमरीकी तर्ज जिन्दगी का यह टीम टाम यह करोँफर
हर गुनहगार का मौत के हाथों हो जाता है निस्तारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाद चलेगा बंजारा.

(7)

क्या कोका कोला, मारगेरीन, क्या एग पाउडर क्या चाट चसक
क्या नाइट क्लब, क्या नारकेटिक, अफूयूँ का धुआँ, कोकीन मदक
क्या टर्बिल सूप और क्या सासेज क्या बेकन पोरक, शराब गजक
क्या तहजीब ऐसी चढोरी भी क्या तबक भकक क्या चटक मटक
इस अगबम बगबम खाने पीने ने बे मौत तुम्हे मारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाद चलेगा बंजारा.

(4)

मल्लर मसौली तूजो का जो हथ हुआ वो देखे ला
अंगलैन्ड में हो या फ्रान्स में हो मगरिब हो कि मशरिक का खता
अब ऊँचे सुरों में सरमाए का राग सुनाई नहीं देता
इस साज पर ऐसी चोट पड़ी जैसे फट जाए हर परदा
पूँजी का पियानो दूट चुका अब हाथ में ले ले इकतारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाद चलेगा बंजारा.

(5)

ये मोटर, जीप, रेमिंगटन, पारकर, ब्लेड, जहाजों सरो सामान
ये लोहा लंगर टीन रबर पेट्रोल केरोसिन गैस धुआँ
बिजली के खिलौने लहू बाजे गेंद तारा गुड्डे गुब्बियाँ
जब मौत बढ़ायगी तेरी दुकाँ कुछ भी पल्ले न पड़ेगा मियाँ
सब माल भरा रह जाएगा जब पैके अजल ने ललकारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाद चलेगा बंजारा.

(6)

ये लिप्स्टिक, पाउडर, सास, पिकिल यह परामीने यह कीमती फर
नंगी तस्वीरों के एलबम, जहरीला जिन्सी लिटरेचर
और हालीवुड की फिल्मों का वह गंदा सड़ा गला कलचर
अमरीकी तर्ज जिन्दगी का यह टीम टाम यह करोँफर
हर गुनहगार का मौत के हाथों हो जाता है निस्तारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाद चलेगा बंजारा.

(7)

क्या कोका कोला, मारगेरीन, क्या एग पाउडर क्या चाट चसक
क्या नाइट क्लब, क्या नारकेटिक, अफूयूँ का धुआँ, कोकीन मदक
क्या टर्बिल सूप और क्या सासेज क्या बेकन पोरक, शराब गजक
क्या तहजीब ऐसी चढोरी भी क्या तबक भकक क्या चटक मटक
इस अगबम बगबम खाने पीने ने बे मौत तुम्हे मारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाद चलेगा बंजारा.

(4) हथ = नतीजा ; मगरिब = पच्छिम ; मशरिक = पूरब ;

खिता = इलाका (5) सरो सामों = सामान ; पैके अजल = मौत

का फुरिस्ता (6) सास = एक तरह की चढनी ; पिकिल =

बिलावती अचार ; जिन्सी लिटरेचर = काम वासना-साहित्य ;

करोँफर = शान-शौकत (7) नारकेटिक = एक नशा ; टर्बिल

सूप = कछुरे का शोरबा ; सासेज = एक बिलावती खाना ; बेकन

पोरक = दुध का गोشت ; गजक = शराब के साथ का खाना.

(4) हथ = नतीजा ; मगरिब = पच्छिम ; मशरिक = पूरब ;

खिता = इलाका (5) सरो सामों = सामान ; पैके अजल = मौत

का फुरिस्ता (6) सास = एक तरह की चढनी ; पिकिल =

बिलावती अचार ; जिन्सी लिटरेचर = काम वासना-साहित्य ;

करोँफर = शान-शौकत (7) नारकेटिक = एक नशा ; टर्बिल

सूप = कछुरे का शोरबा ; सासेज = एक बिलावती खाना ; बेकन

पोरक = दुध का गोشت ; गजक = शराब के साथ का खाना.

جات آدمی، پریم دھرم ہے، ہندوستانی بولی،
'نیا ہند' پھونچے گا پھر پھر لیتے پریم کی مٹولی۔

جات آدمی، پریم دھرم ہے، ہندوستانی بولی،
'نیا ہند' پھونچے گا پھر پھر لیتے پریم کی مٹولی۔

امریکی ہنجر نامہ

(بھائی دگھویتی سہائے 'فراق' گورکھپوری)

(1)

آئی امریکا کے ہنجرے ! کہوں دیس دیس پورے مارا
فراق اجل کا لوتے ہے دن رات ہنجرے نقارا
کہا لشکر بیڑے سمیریں کہا طہارہ کہا ہمارا
کہا توبہ ٹھٹھک زہریلے گوس گریڈیٹ دھواں اور انکارا
ہنجرے موت کا نقارا ہوتا ہے تھرا وارا ہمارا
سب تھات پورا رہ جائے گا جب لاد چلے گا ہنجرے مارا۔

(2)

کہوں خون سے سارے عالم کے تو اپنا دیا جلاتا ہے
کہوں موت کے ان ہتھیاروں کو اپنا ہتھیار بھاتا ہے
یہ ملتی ملتی درکن درکن کہوں تو آگ بجھاتا ہے
خود گھر کے چراغ سے ہنجرے، سنتے ہیں کہ کھر پھٹک جاتا ہے
یہ ایٹم بم ہانڈ روچن ہم کردینگے تھرا نہٹارا
سب تھات پورا رہ جائے گا جب لاد چلے گا ہنجرے مارا۔

(3)

یہ دنیا بھر میں کھسا تانا بنا پھلا رکھا ہے
کس ناٹے دنیا بھر میں اپنا حصہ بھرا رکھا ہے
کہوں دیس دیس کے کاربار میں اپنا ساکھ رکھا ہے
ان چالوں سے کہا مل جائے گا ان باتوں میں کہا رکھا ہے
بس دن کا یہ لہن دین یہ لکھا چوکھا ہے سارا
سب تھات پورا رہ جائے گا جب لاد چلے گا ہنجرے مارا۔

(1)

فراق = ڈاکو؛ اجل = موت؛ طہارہ = ہوائی جہاز؛
گریڈیٹ = چھوٹا؛ نقارا = نکارا (2) عالم = دنیا
(3) بھرا = حصہ۔

(1) کھڑا = کھڑا؛ کھڑا = مٹا؛ کھڑا = کھڑا؛ کھڑا = کھڑا؛
کھڑا = کھڑا؛ کھڑا = کھڑا؛ کھڑا = کھڑا؛ کھڑا = کھڑا؛
(2) کھڑا = کھڑا؛ کھڑا = کھڑا؛ کھڑا = کھڑا؛ کھڑا = کھڑا؛
(3) کھڑا = کھڑا؛ کھڑا = کھڑا؛ کھڑا = کھڑا؛ کھڑا = کھڑا؛

ہندوستانی کلتور سوسائٹی

کا

ماہواری پرچا

اگست 1951

ہندستانی کلتور سوسائٹی

کا

ماہواری پرچا

اگست 1951

صفحہ سہا

کیا کس سے

بھائی بھائی (کویتا) — بھائی رघुपति	...	113
بھائی
بھائی کی بھائی — ڈاکٹر بھائی داس	...	120
بھائی کی بھائی — بھائی گ. م.	...	124
بھائی کی بھائی (کویتا) — بھائی	...	126
بھائی کی بھائی
بھائی — بھائی دین	...	127
بھائی — ایک بھائی — بھائی دین	...	133
بھائی — ایک بھائی — بھائی دین	...	136
بھائی — ایک بھائی — بھائی دین	...	137
بھائی — ایک بھائی — بھائی دین	...	142
بھائی — ایک بھائی — بھائی دین	...	148
بھائی — ایک بھائی — بھائی دین	...	150
بھائی — ایک بھائی — بھائی دین	...	151
بھائی — ایک بھائی — بھائی دین	...	154
بھائی — ایک بھائی — بھائی دین	...	158
بھائی — ایک بھائی — بھائی دین	...	165
بھائی — ایک بھائی — بھائی دین	...	166
بھائی — ایک بھائی — بھائی دین	...	171
بھائی — ایک بھائی — بھائی دین	...	175
بھائی — ایک بھائی — بھائی دین	...	181
بھائی — ایک بھائی — بھائی دین	...	183

1—امریکی بھائی (کویتا) — بھائی دین	...
2—دھرم مذہب کی ضرورت — ڈاکٹر بھائی دین	...
3—بھائی کی بھائی — بھائی گ. م.	...
4—ساجن روپ بھائی (کویتا) — بھائی دین	...
5—آتم بھائی — بھائی دین	...
6—لوک شاعری — ایک بھائی — بھائی دین	...
7—پریم دگر (کویتا) — بھائی دین	...
8—دوس میں سداچار — بھائی دین	...
9—ودھان (پہلا سدھار) ایکٹ 1951	...
10—گور کی ایک بھائی — بھائی دین	...
11—تمام سونا (کویتا) — بھائی دین	...
21—مولانا حسرت موہانی سے ملاقات — مولانا حبیب الرحمن	...
31—خالص بولی — بھائی دین	...
14—سوراج کے چار سال — بھائی دین	...
15—ایک دردناک چہرہ — بھائی دین	...
16—بھائی دین — بھائی دین	...
17—بھائی دین — بھائی دین	...
18—بھائی دین — بھائی دین	...
19—بھائی دین — بھائی دین	...
20—بھائی دین — بھائی دین	...

بھائی دین، بھائی دین، بھائی دین

بھائی دین، بھائی دین، بھائی دین

بھائی دین، بھائی دین، بھائی دین

بھائی دین، بھائی دین، بھائی دین

नया हि-

تجدید

एडिटर—ताराचंद, भगवानदीन, मुजफ्फर हसन, विशम्भर नाथ, सुन्दरलाल
अडिटर—तारा चंद, बेगवान दीन, مظفر حسن, भस्मिहर नाथ, सुन्दर लाल

नायब एडिटर—सुरेश रामभाई, महमूद अहमद 'हुनर'

कاتب अडिटर—सरیش राम बेहائی, محمود احمد 'हनु'

इस नम्बर के खास लेख

اس نمبر کے خاص لیکھ

अमरीकी बंजारा नामा (कविता)—रघुपति सहाय
'फिराक'

धर्म मजहब की खरुरत—डाक्टर भगवान दास

आत्म मंमार्ग—भगवानदीन

लोक शाही—एक सुभाष—स्वामी सत्यभक्त

गोर्की की एक कलक—इस्तीकन जिबग

मौलाना इसरत मोहानी से मुलाकात—मौलाना

हबीबुर्रहमान लुधियानवी

स्वराज के चार साल—सुरेश रामभाई

हमारी राय—

देश और राजकाजी पार्टियां—सुन्दरलाल

यू. पी. सरकार के लिये—किशोरलाल मशरुवाला

योजना या खिलबाद—जे. सी. कुमारप्पा

विधान में सुधार—सुरेश रामभाई

अमेरिकी बंजारे नाम (कविता)—रघुपति सहाय 'फिराक'

धर्म मजहब की ضرورت—डाक्टर बेगवान दास

आत्म मजहब—बेगवान दीन

लोक शाही—एक सुभाष—स्वामी सत्यभक्त

गोर्की की एक कलक—इस्तीकन जिबग

मौलाना इसरत मोहानी से ملاقات—मौलाना حبیب الرحمن

لڈھیانوی

سوراج کے چار سال—سوریش رام بهائی

ہماری رائے —

دش اور راج گجی پارٹیاں—سندھ لال

یو. پی. سرکار کے لئے—کشور لال مشرور والا

یोजना یا کھلواڑ—جے. سی. کمارپا

ویدھان میں سدھار—سریش رام بهائی

स्तानी कलचर सोसाइटी, इलाहाबाद



ان کچھ سوسائٹی، الآباد

अगस्त 1951 अगस्त

श्रीमंत दस आना

लुप्त दस आने

ہندوستانی کلاچر

پر

نہننڈوں (مکالوں) کے لیے

ہنام

ہندستانی کلچر

پر

نہنڈوں (مقالوں) کے لئے

انعام

ہندوستانی کلاچر سوسائٹی نے تہہ کیا ہے کہ ہندوستانی کلاچر پر تہہ سہسے اچھے نہننڈوں (مکالوں) کے لیے تہہ ہنام دیے جائے۔ پہلا ہنام اک ہزار روپے، دوسرا ہنام پانچ سہی روپے اور تہہسرا ہنام ڈاڑھ سہی روپے۔

نہننڈوں میں اس ہندوستانی کلاچر کے، جو پہلے سارے زمانے میں روپ لیتی رہی ہے، تکا پہلوؤں کو ہمان کرتے ہوئے آگے کے لئے ایک ہندوستانی کلچر کے رنگ روپ کو بتانے کی کوشش ہونی چاہئے۔ نہنڈہ انگریزی میں یا ہندوستانی میں ہونے چاہئیں۔ پانچ ہزار سے کم یا دس ہزار سے اہیک شہد نہ ہوں۔ فلسفہ پر، کافز کے ایک طرف، ایک چوتھائی حاشہ چہرہ کر، تائپ کر کے ہر نہنڈہ کی تہہ کاپیاں 30 ستمبر سن 1951 تک کے پتے پر آجانی چاہئیں۔ ہندوستانی کلچر سوسائٹی کو حق ہوگا کہ آنے ہوئے نہنڈوں میں سے جسے چاہے شائع کرے۔

سندرلال

سکرٹری، ہندوستانی کلاچر سوسائٹی
145، مڈیگنج، ہلاہاواہ۔

سندرلال

سکرٹری، ہندوستانی کلچر سوسائٹی
145، مٹھی گنج، الہ آباد

نوٹ: — یہ نہنڈہ پہلے 30 جون تک ملانے لئے تہہ اور انعام کی رقمیں کچھ کم تہوں۔ اب اس کے لئے رقم اور رقم ہونیں ہوا دئے گئے ہیں۔

—سندرلال—

—سندرلال—

رہن سہل، راکھ دین کے برسات، سار्वजनिक जीवन اور
 راجکائی ماموں کے رشتے میں بھی بے تعلقی نہیں کرتے،
 جن کے دل اور دماغ ہر طرح کی تنگ نظری سے اور آگے
 بڑھے ہیں۔ دیہی کی خوش قسمتی سے ہر مذہب کے
 مہارت باسوں میں اس طرح کے کافی آدمی موجود ہیں۔
 پروفیسر سدھیر کمار دودر اسی طرح کے ایک آدرش بھارت
 اسی تھے۔ اسی طرح کے لوگ ہمارے اشتہری معطل کے
 سچے نرماتا کہلا سکتے ہیں۔ اس نگاہ سے پروفیسر سدھیر
 کمار دودر کا جہون اپنے سرگرم پتا پرنسپل سوشل کمار دودر
 کے جہون کی طرح اُن ہزاروں بھارتیوں کے لئے جو
 بھارت اشتہری کو کہلے اور چھوے کسی ایک دھرم کے ساتھ
 جوتے دھتے ہیں، سچی اشتہری کے ایک بہت بڑے سبق
 کا کام دے سکتا ہے۔

ہمیں بڑے سوधीر کمار ردر کے چلے جانے کا بڑا دکھ
 ہے۔ ہندوستانی کلچر سوسائٹی کے اندر وہ ایک بہت
 بڑی کمی پیدا کر گئے ہیں۔ بھگوان اُن کی آتما کو شانتی
 اور ان کے سہیلوں اور معرووں کو سہلوش دیں۔

29. 6. '51.

—سندرلال

اس میں راکھ دین کے برسات، سار्वजनिक जीवन اور
 راجکائی ماموں کے رشتے میں بھی بے تعلقی نہیں کرتے،
 جن کے دل اور دماغ ہر طرح کی تنگ نظری سے اور آگے
 بڑھے ہیں۔ دیہی کی خوش قسمتی سے ہر مذہب کے
 مہارت باسوں میں اس طرح کے کافی آدمی موجود ہیں۔
 پروفیسر سدھیر کمار دودر اسی طرح کے ایک آدرش بھارت
 اسی تھے۔ اسی طرح کے لوگ ہمارے اشتہری معطل کے
 سچے نرماتا کہلا سکتے ہیں۔ اس نگاہ سے پروفیسر سدھیر
 کمار دودر کا جہون اپنے سرگرم پتا پرنسپل سوشل کمار دودر
 کے جہون کی طرح اُن ہزاروں بھارتیوں کے لئے جو
 بھارت اشتہری کو کہلے اور چھوے کسی ایک دھرم کے ساتھ
 جوتے دھتے ہیں، سچی اشتہری کے ایک بہت بڑے سبق
 کا کام دے سکتا ہے۔

ہمیں بڑے سوधीر کمار ردر کے چلے جانے کا بڑا دکھ
 ہے۔ ہندوستانی کلچر سوسائٹی کے اندر وہ ایک بہت
 بڑی کمی پیدا کر گئے ہیں۔ بھگوان اُن کی آتما کو شانتی
 اور ان کے سہیلوں اور معرووں کو سہلوش دیں۔

— سندر لال

29-6-'51

‘نیا ہند’ کے پاٹھوں سے

‘نیا ہند’ کے پرمیوں نے دیکھے ہیں کہ اس نمبر سے ‘نیا
 ہند’ نئی شکل میں نکلا رہا ہے۔ اس ہندوستان کی بڑھ
 سے جوتے دھتے ہیں، سچی اشتہری کے ایک بہت بڑے سبق
 کا کام دے سکتا ہے۔

دوسرے سے کئی بار ایک ایک پتے کی جانچ کرنے کے بعد
 ‘نیا ہند’ ڈاکخانے بھیجا جاتا ہے پھر بھی ہمارے پاس
 اکثر ‘نیا ہند’ کے نہ پہنچنے کی شکایتیں آتی رہتی ہیں۔
 اپنے پرمیوں سے ہم اپیل کریں گے کہ اس بارے میں وہ اپنے
 ڈاکخانے سے پوچھ پچھا کر کے ہمیں اطلاع دیا کریں،
 ہم دوسرا پوچھ پچھا کریں گے۔

نیا نمبر آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اُمید ہے کہ اس سلسلے
 میں آپ اپنے سہیلوں کو بھیج کر ہمیں اس بات کا موقع
 دیں گے کہ ہم آپ کی زیادہ سے زیادہ سہا کر سکیں۔

—پڈیٹر

‘نیا ہند’ کے پاٹھوں سے

‘نیا ہند’ کے پرمیوں نے دیکھے ہیں کہ اس نمبر سے ‘نیا
 ہند’ نئی شکل میں نکلا رہا ہے۔ اس ہندوستان کی بڑھ
 سے جوتے دھتے ہیں، سچی اشتہری کے ایک بہت بڑے سبق
 کا کام دے سکتا ہے۔

دوسرے سے کئی بار ایک ایک پتے کی جانچ کرنے کے بعد
 ‘نیا ہند’ ڈاکخانے بھیجا جاتا ہے پھر بھی ہمارے پاس
 اکثر ‘نیا ہند’ کے نہ پہنچنے کی شکایتیں آتی رہتی ہیں۔
 اپنے پرمیوں سے ہم اپیل کریں گے کہ اس بارے میں وہ اپنے
 ڈاکخانے سے پوچھ پچھا کر کے ہمیں اطلاع دیا کریں،
 ہم دوسرا پوچھ پچھا کریں گے۔

نیا نمبر آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اُمید ہے کہ اس سلسلے
 میں آپ اپنے سہیلوں کو بھیج کر ہمیں اس بات کا موقع
 دیں گے کہ ہم آپ کی زیادہ سے زیادہ سہا کر سکیں۔

—پڈیٹر

दिल्ली के विचार थे, जिसका वह के बारे में भी बड़ा कुछ कहना जरूरी मानते थे। जिसका वह बहुत ही गहरा विचारों के आदर्श थे। उनका विश्व मानव प्रेम से भरा हुआ था। किसी तरह की मजहबी तंग नज़री उन्हें कभी नहीं आई थी। वह सच्चे हिन्दुस्तानी और सच्चे इंसान थे। दिल्ली में उस जमाने में हिन्दू, मुसलमान और ईसाई सब उन्हें प्यार करते थे और सब बड़ी इज्जत की निगाह से देखते थे। दोन बन्धु सी. एफ. एन्डरूज उनके साथियों में से थे। लाला हर दयाल उनके शागिरदों में थे। महात्मा गांधी से उन्हें बड़ा गहरा प्रेम था। दोनों में गांधी मित्रता थी। दक्खिन अफ्रीका से आने के बाद शुरू के दिनों में महात्मा गांधी दिल्ली में उन्हीं के यहाँ ठहरा करते थे। हमें भी गांधी जी से दिल्ली में प्रिंसपल रुद्र के मकान पर मिलने और बातें करने का सौभाग्य मिला है। उन दिनों गांधी जी नीची गुजराती बोली, कुरता और अंगरखा पहनते थे और काठियावाड़ी पगड़ी बांधते थे।

प्रिंसपल सुशील कुमार रुद्र सच्चे देश भक्त थे. इस देश में अहिंसा का युग आने से पहले उनके न जाने कितने विद्यार्थी जेलों में सबे और सूतियों पर लटक गए. इस देश के बहुत से देश भक्तों और राष्ट्र सेवकों के लिये प्रिंसपल सुशील कुमार रुद्र एक आदर्श देश भक्त और आदर्श राष्ट्र सेवक थे.

प्रोफेसर सुधीर कुमार रुद्र एक योग्य और नेक पिता के योग्य और नेक पुत्र थे. ईसाई धर्म जिन जिन गुणों पर धोर देता है वह सब उनके अन्दर मौजूद थे. पर किसी तरह की अनुशरता, संकीर्नता या तंग नज़री अपने बाप की तरह उन्हें भी कून गई थी. प्रोफेसर सुधीर कुमार रुद्र हिन्दुस्तानी कलचर सोसाइटी के स्थापन करने वालों और शुरू से अपनी मृत्यु के समय तक उसकी इन्स्पानिया कमेटी के मेम्बरों में से एक थे. गांधी जी उन्हें हमेशा वातसल्य (पियराना) प्रेम की निगाह से देखते थे.

हमारा देश अनेक धर्मों का गढ़बारा है। दुनिया के सब धर्मों को इसमें आदर और प्रेम के साथ जगह मिलती है। हिन्दू, मुसलमान, सिख, पारसी, यहूदी, ईसाई, बौद्ध और जैन सब इसके अन्दर बसे हुए हैं। भारत माता सबकी एक बराबर माता है। इस संगम के कारण ही यह देश धर्म की निगाह से दुनिया के लिये एक आदर्श देश है। हमारा राष्ट्र एक मिठा जुगा राष्ट्र है। हमारे इस आदर्श राष्ट्र में सबसे सुचारक वह हिन्दू, वह मुसलमान, वह सिख, वह पारसी, वह यहूदी, वह ईसाई, वह बौद्ध और वह जैन हैं जो अपने अपने अलग अलग धर्मों को मानते हुए भी, अपने धर्मों के ऊँचे से ऊँचे गुणों को धारण करते हुए भी सच्चे भारतीय हैं। सब धर्म धर्मों को एक निगाह से देखते हैं और अपने

ان کے پرسنل تھے۔ پرسنل رومز کے بارے میں کسی بھی طرح کی شہرت نہ تھی۔ پرسنل رومز بہت ہی اعلیٰ درجہ کے آدمی تھے۔ ان کا دل ماتو پریم سے بھرا ہوا تھا۔ کسی طرح کی مذہبی تلک نظری انہیں چھو بھی نہیں لگتی تھی۔ وہ سچے ہندوستانی اور سچے انسان تھے۔ دلی میں اُس زمانے میں ہندو مسلمان اور عیسائی سب انہیں بھارت کرتے تھے اور سب ہی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ہون ہندو سی۔ لیف۔ ایلیڈرز ان کے ساتھیوں میں سے تھے۔ لائٹ ور دیال ان کے شاگردوں میں تھے۔ مہاتما گاندھی سے انہیں بڑا گہرا پریم تھا۔ دونوں میں کبھی جھگڑا نہ ہوا۔ دکن افریقہ سے آنے کے بعد شروع کے دنوں میں مہاتما گاندھی دلی میں انہیں کے یہاں قہرہ کرتے تھے۔ ہمیں بھی گاندھی جی سے دلی میں پرسنل رومز کے مکان پر ملنے اور باتوں کرنے کا سوہانوارہ ملا تھا۔ ان دنوں گاندھی جی نیوچی کنگرانی دھوتی کرتے اور انگریزوں سے ملنے اور کڑواہاڑی پگڑی باندھتے تھے۔

پرنسپل سوشل کمار رودر سچے دیس بہمت تھے۔
 اُس دیس میں اہلسا کا ایک آلے سے پہلے اُن کے نہ جانے کتنے
 ودیا دہی جہلوں میں سڑے اور سولہوں پر لٹک گئے۔ اُس
 دیس کے بہت سے دیس بہمتوں اور دانشور سہوکیوں کے لئے
 پرنسپل سوشل کمار رودر ایک آدرش دیس بہمت
 اور آدرش دانشور سہوک تھے۔

پروفیسر سدھیر کمار روڈر ایک یوگیتہ اور نوک پکا کے یوگیتہ اور نوک پکا تھے۔ عیسائی دھرم جن جن گلوں پر زور دیتا ہے وہ سب اُن کے اندر موجود تھے۔ ہر کسی طرح کی انہاد آتا، ساکھرتا یا تاک نظری ایچہ باب کی طرح اُنہیں بھی چھو نہ گئی تھی۔ پروفیسر سدھیر کمار روڈر ہندوستانی کلچر سوسائٹی کے قائم کرنے والوں اور شروع سے اپنی مرثو کے سے تک اُسکی انتظامیہ کھولنے کے ممبروں میں سے ایک تھے۔ گندھی جی انہوں سمیتہ واتسلوہ پدرانہ پریم کی ستا سے دیکھتے تھے۔

ہمارا دیس انہک دھرموں کا گھوارہ ہے . دنیا کے سب
دھرموں کو اس مہں آدر اور پریم کے ساتھ جگہ ملی ہے .
ہندو ، مسلمان ، سکھ ، پارسی ، یہودی ، عیسائی ، بودھ اور
جنوں سب اسکے آدر سے ہوئے ہیں . بھارت ماتا سب
کی ایک بڑا بھرتا ہے . اس سنگم کے کارن ہی یہ دیسی
دھرم کی نگاہ سے دنیا کے لئے ایک آدرش دھرم ہے . ہمارا
راشٹر ایک مہ جہ راشٹر ہے . ہمارے اِس آدرش راشٹر
مہں سب سے مہارک وہ ہندو ، وہ مسلمان ، وہ سکھ ، وہ
پارسی ، وہ یہودی ، وہ عیسائی ، وہ بودھ اور وہ جنوں ہوں
جو آپ آپ انک دھرموں کو مانجے ہوئے بھی آپ دھرموں کے
آرنجے سے آرنجے گلوں کو دھارن کرتے ہوئے ہوں سچے بھارتی
ہوں ، سب دھرم والوں کو ایک نگاہ سے دیکھتے ہیں آپ آپ

28. 6. '51.

—सुन्दरलाल

विनोबा जी तेलंगाना में—

इस नम्बर में दूसरी जगह हम विनोबा जी की तेलंगाना यात्रा पर श्री सुरेश रामभाई का लेख दे रहे हैं। विनोबा जी की इस सच्ची और प्रेम भरी कोशिश ने देश के बहुत से लोगों का ध्यान उनकी तरफ खींचा है। इस अनोखी कोशिश में जिनकी भी सफलता उन्हें मिली वह बड़ी खुशी की चीज और आने के लिये उत्साह दिलाने वाली और रास्ता दिखाने वाली है। जैसा विनोबा जी ने कई जगह कहा है हमें इसमें शरा भी शक नहीं कि अहिंसा और कम्युनिज्म का मेल ही इस देश के और दुनिया के अधिकतर दुखों का इलाज है, भले ही इसमें अब तक के कम्युनिज्म का रंग कम बहुत कुछ बदल जावे और भले ही इस समय के अहिंसा भक्तों की कुछ जमी हुई मानताएँ भी हिल जाएँ। दुनिया में कोई समझदार आदमी यह नहीं कह सकता कि ऐसे आइन्दा कोई नई चीज नहीं सीखनी। मानव उन्नति की नदी बराबर बहती ही रहती है। हम विनोबा जी के इस दौर के लिये उन्हें और देश को दोनों को बधाई देते हैं और चाहते हैं कि इसी तरह के अहिंसा के तरीके इसी काम के लिये देश के कुछ ऐसे इलाकों में भी आपसमाप जावें जो अभी तक कम्युनिस्टों के हिंसा के तरीकों से बचे हुए हैं।

29. 6. '51.

—सुन्दरलास

प्रोफेसर सुधीर कुमार रूद्र—

21 जून सन '51 को इलाहाबाद यूनिवर्सिटी के प्रोफेसर सुधीर कुमार रद्द की नैनीताल में अचानक मृत्यु हो गई. प्रोफेसर रद्द का यह 60वां साल था. उनकी सलाह यह इलाहाबाद यूनिवर्सिटी की सेवा कर चुके थे. मृत्यु विलक्षण अचानक हुई. नैनीताल की सात घण्टा मील में नहाने गए हुए थे. तैरते तैरते पानी की गहरियों में फंस गए और वहीं जीवन लोका समाप्त हो गई.

प्रोफेसर सुधीर कुमार उद्ग ईसाई थे. उनके पिता
सुधीर कुमार उद्ग बरहोई बौद्ध धर्मावलम्बी थे।

خدا سا بھی فرق ہو گا اور یہ دونوں طرف کے مومنانوں اور
 کافروں کے گارڈ یا آلے جانے میں کوئی فرق پڑے گا۔ جو
 کبھی بھی کسی دوسرے کو چومنا یا اُس سے بھیجا جائے
 نہیں چاہئے اور سب کے ساتھ میل ملاپ اور لمس سے بھلا
 چاہئے ہیں اُن کے سارے ایسی معاملے آسانی سے شائع
 کے ساتھ حل ہو سکتے ہیں۔ بھارت اپنی شکتی پھر اِس
 راستے پر چلتا رہا ہے چلتا رہے گا اور دوسروں کے اِس پر
 چلنے کی صلاح اور مدد دیتا رہے گا۔

—سُورَةُ الْاٰلِ

28-6-51

ونوبا جي ٽيلنگانهه ۾ —

اس نمبر میں دوسری جگہ ہم ونوبا جی کی تہلکانہ
ياترا پر سری سریش رام بھائی کا لیکچر دے رہے ہیں . ونوبا
جی کی اس سچی اور پرہیزگوشی نے دیس کے بہت
سے لوگوں کا دھیان اُن کی طرف کھینچا ہے . اس انہکی
کوشش میں چمکی بھی سہماتا انہیں ملی وہ ہوی خوشی
کی چھڑ اور آگے کے لئے امید دلانے والی اور راستہ دکھانے
والی ہے . چھسا ونوبا جی نے کئی جگہ کہا ہے میں اس
میں ذرا بھی شک نہیں کہ اہلسا اور کھونزم کا میل ہی
اس دیس کے اور دنیا کے ادھک تر دکھوں کا علاج ہے ، بھلے
ہی اس میں اب تک کے کھونزم کا رنگ روپ بہت کچھ بدل
جاوے اور بھلے ہی اس سے کے اہلسا بہکتوں کی کچھ جمی
ہوئی منتائیں بھی ہل جائیں . دنیا میں کوئی سمجھدار
آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اُسے آئندہ کوئی نئی چھڑ
نہیں سہمائی . ماتو اُنکتی کی ندی برابر بہتی ہی رہتی
ہے . ہم ونوبا جی کے اس دورے کے لئے انہیں اور دیس
کو دونوں کو بدھائی دیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسی
طرح کے اہلسا کے طریقے اسی نام کے لئے دیس کے کچھ ایسے
ملاقوں میں بھی آزمائے جائیں جو ابھی تک کھونزموں
کے اہلسا کے طریقوں سے بچے ہوئے ہوں .

— سید احمد لال

29-6-51

پروفیسر سدھیر کمار دودا—

21 جون سن 51 کو آغا آباد یونیورسٹی کے پروفیسر سدھیر گیار روڈ پر فوجی نوٹھی ٹال میں اچانک مرتد ہو گئی۔ پروفیسر روڈ کا یہ 60 سال کا تھا۔ انتیس سال وہ آغا آباد یونیورسٹی کی سربراہ کر چکے تھے۔ مرتد ہونے پر اچانک فوجی نوٹھی ٹال کی سات ٹال جھول میں نہانے لگے ہوئے تھے۔ تھوڑے عرصے پانی کی چٹاریوں میں بہنے لگے اور وہیں جون آغا آباد یونیورسٹی۔

ہرگز نہ ہو کہ ہر گناہ کو دیکھ کر ہستی نہ اُن کے پتا پر نہیں
 پہنچے گا کہ ہر گناہ کو دیکھ کر ہستی نہ اُن کے پتا پر نہیں

کریا کرنا۔ ان کے لئے یہ کام کرنا ضروری ہے۔
 کھجور، چینی، کھجور کا ایک بڑا سامان آجائے گی۔ تیسویں
 کی سرحد کو دوسرے देशوں کی دھواں پانی سے بچانا
 چینی سرکار کا فرض ہوگا اور اسے اس کے پرانے کرنے
 کا حکم ہوگا۔ اंतरکرمی معاملوں میں تیسویں چین کے
 ساتھ رہے گا۔

بغیر ہے تیسویں میں نہ اتنی شکتی ہے اور نہ
 کہ وہ آج کل کی نازک اंतर قومی حالت میں دوسرے
 دیسوں سے اپنا بچاؤ کر سکے۔ دنیا کے دونوں بڑے بڑے
 سب سے بڑے اور کمزور دیسوں کی بھائی چالنے اور حفاظت
 کرنے کا دم بھرتے ہیں۔ سوال صرف اتنا ہے کہ اس طرح کوئی
 بھی چھوٹا دیس ان دونوں میں سے کس پر زیادہ اعتبار
 کرے۔ ہمیں اس کے کہنے میں ذرا بھی سکتی نہیں کہ
 تبت کا بھلا چین کے ساتھ رہے۔ اور چین کی
 سلامتی ایک درجے تک تبت کی سلامتی پر منحصر ہے۔
 اس لئے چین اور تبت کے اس سمجھوتے پر ہم دل سے
 دونوں دیسوں کو بددعا دیتے ہیں۔

یہ سمجھوتہ اس پہلی ہوئی اور خطرناک غلط فہمی
 کو بھی دور کرتا ہے کہ لال چین یا کسی بھی لال
 کا اثر جہاں نہیں ہوتا ہے لوگوں کے دھارمک و شواہوں
 اور ان کے ریت رواجوں پر زبردستی حملہ کرتا ہے۔ ہم تو
 چاہتے ہیں کہ تبت اپنے پرانے دئے بھگتے، دھارمک و شواہوں
 چلتاؤں سے بھی باہر نکل سکے اور اپنے ریت رواجوں کو
 عقل، سائنس اور مابو پریم کی روشنی میں سدھار سکے۔
 پر یہ کام چھوٹوں کا نہیں۔ یہ تبتی نیتاؤں اور دھارمک
 چلتاؤں کو خود ہی کرنا ہوگا۔ کوئی بھی ویدیشی سرکار، اگر
 اس میں ذرا سی بھی سمجھ ہے، دوسرے لوگوں پر اپنا
 اثر قائم رکھنے کے لئے ان کے دھارمک و شواہوں اور ان
 کے سب سے بڑے ریت رواجوں کو بدلتی یا سدھارتی نہیں
 انہیں اور بڑھاتی اور ان سے فائدہ اٹھاتی ہے۔

ظاہر ہے تبت میں نہ اتنی شکتی ہے اور نہ ہوکتا
 کہ وہ آج کل کی نازک اंतर قومی حالت میں دوسرے
 دیسوں سے اپنا بچاؤ کر سکے۔ دنیا کے دونوں بڑے بڑے
 سب سے بڑے اور کمزور دیسوں کی بھائی چالنے اور حفاظت
 کرنے کا دم بھرتے ہیں۔ سوال صرف اتنا ہے کہ اس طرح کوئی
 بھی چھوٹا دیس ان دونوں میں سے کس پر زیادہ اعتبار
 کرے۔ ہمیں اس کے کہنے میں ذرا بھی سکتی نہیں کہ
 تبت کا بھلا چین کے ساتھ رہے۔ اور چین کی
 سلامتی ایک درجے تک تبت کی سلامتی پر منحصر ہے۔
 اس لئے چین اور تبت کے اس سمجھوتے پر ہم دل سے
 دونوں دیسوں کو بددعا دیتے ہیں۔

یہ سمجھوتہ اس پہلی ہوئی اور خطرناک غلط فہمی
 کو بھی دور کرتا ہے کہ لال چین یا کسی بھی لال
 کا اثر جہاں نہیں ہوتا ہے لوگوں کے دھارمک و شواہوں
 اور ان کے ریت رواجوں پر زبردستی حملہ کرتا ہے۔ ہم تو
 چاہتے ہیں کہ تبت اپنے پرانے دئے بھگتے، دھارمک و شواہوں
 چلتاؤں سے بھی باہر نکل سکے اور اپنے ریت رواجوں کو
 عقل، سائنس اور مابو پریم کی روشنی میں سدھار سکے۔
 پر یہ کام چھوٹوں کا نہیں۔ یہ تبتی نیتاؤں اور دھارمک
 چلتاؤں کو خود ہی کرنا ہوگا۔ کوئی بھی ویدیشی سرکار، اگر
 اس میں ذرا سی بھی سمجھ ہے، دوسرے لوگوں پر اپنا
 اثر قائم رکھنے کے لئے ان کے دھارمک و شواہوں اور ان
 کے سب سے بڑے ریت رواجوں کو بدلتی یا سدھارتی نہیں
 انہیں اور بڑھاتی اور ان سے فائدہ اٹھاتی ہے۔

ایک چھوٹی سی بات اور ہے۔ چین اور بھارت کے بیچ
 تجارت ہمیشہ سے بڑی اچھی طرح ہوتی رہی ہے۔ اس
 تجارت کے راستے پر دو جگہ ایک گھاٹ ہے اور دوسرا یا تلک
 پر بھارت سرکار کی ٹریڈ ایجنسیاں رہتی ہیں۔ گھاٹ سے
 مہین سوڈانوں اور باتریوں کی حفاظت کے لئے تھوڑی سی
 ہندستانی فوج بھی رہتی ہے۔ اس تجارت کے راستے پر بھارت
 نے کچھ ڈک ٹھہر اور تار ٹھہر بھی ہیں۔ تبت کی راجدھانی
 لاسا میں بھارت سرکار کا ایک ایجنسی بھی رہتا ہے۔ یہ
 سب چھوٹے چھوٹے دونوں کے بچنے کے لئے نہیں اور ہیں۔
 ہمیں اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اس انتظام
 میں کوئی چھوٹی یا بڑی تبدیلی بہلے گی ہو، نہ
 اس سے بھارت سرکار اور چینی سرکار کی مروتا نہیں

ایک چھوٹی سی بات اور ہے۔ چین اور بھارت کے بیچ
 تجارت ہمیشہ سے بڑی اچھی طرح ہوتی رہی ہے۔ اس
 تجارت کے راستے پر دو جگہ ایک گھاٹ ہے اور دوسرا یا تلک
 پر بھارت سرکار کی ٹریڈ ایجنسیاں رہتی ہیں۔ گھاٹ سے
 مہین سوڈانوں اور باتریوں کی حفاظت کے لئے تھوڑی سی
 ہندستانی فوج بھی رہتی ہے۔ اس تجارت کے راستے پر بھارت
 نے کچھ ڈک ٹھہر اور تار ٹھہر بھی ہیں۔ تبت کی راجدھانی
 لاسا میں بھارت سرکار کا ایک ایجنسی بھی رہتا ہے۔ یہ
 سب چھوٹے چھوٹے دونوں کے بچنے کے لئے نہیں اور ہیں۔
 ہمیں اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اس انتظام
 میں کوئی چھوٹی یا بڑی تبدیلی بہلے گی ہو، نہ
 اس سے بھارت سرکار اور چینی سرکار کی مروتا نہیں

ایک چھوٹی سی بات اور ہے۔ چین اور بھارت کے بیچ
 تجارت ہمیشہ سے بڑی اچھی طرح ہوتی رہی ہے۔ اس
 تجارت کے راستے پر دو جگہ ایک گھاٹ ہے اور دوسرا یا تلک
 پر بھارت سرکار کی ٹریڈ ایجنسیاں رہتی ہیں۔ گھاٹ سے
 مہین سوڈانوں اور باتریوں کی حفاظت کے لئے تھوڑی سی
 ہندستانی فوج بھی رہتی ہے۔ اس تجارت کے راستے پر بھارت
 نے کچھ ڈک ٹھہر اور تار ٹھہر بھی ہیں۔ تبت کی راجدھانی
 لاسا میں بھارت سرکار کا ایک ایجنسی بھی رہتا ہے۔ یہ
 سب چھوٹے چھوٹے دونوں کے بچنے کے لئے نہیں اور ہیں۔
 ہمیں اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اس انتظام
 میں کوئی چھوٹی یا بڑی تبدیلی بہلے گی ہو، نہ
 اس سے بھارت سرکار اور چینی سرکار کی مروتا نہیں

ہمیں سے تمہارے شہر کا ایک انگ ملتا رہا ہے۔
 اوت نے کہی بھی چوں کے اس دعوے سے انکار نہیں
 ۱۔ اکتوبر سن 50' میں چیلٹی سہارا کے تمہارے
 سنے پر بھی بھارت سرکار نے تمہارے چوں کے اس دعوے
 تھیک مان لیا۔

جب سے ایک طرف روس اور چین اور دوسری طرف
لمہندہ اور امریکہ میں کھینچا تانی شروع ہوئی تب
بھی دونوں طرف سے دروے ڈالے جانے لگے۔ تب
ن صدیوں سے ایک طرح کی دھڑی حکومت چلتی
۔ دالائی لاما وہاں کا راج کاجی حاکم تھا اور پلچن لاما
اُن کا مذہبی یا آدھیانہک شاہک۔ حال میں ایک
بیسپ بات یہ ہوئی کہ، 'کھا جانا ہے' دالائی لاما کچھ
بیزوں اور امریکہ والوں کے اثر میں آنے لگا تھا اور
چن لاما چین اور کمونزم کی طرف جھکتا تھا۔
ت کی سرحد بھارت' لدانچ اور کشمیر سے ملی ہوئی ہے۔
ن اور کشمیر میں بہت تھوڑا فاصلہ ہے۔ افغانستان
پاکستان کی سرحدیں بھی پاس پاس ہی ہیں۔
می صورت میں 'ظاہر ہے' روسو چینا اور ایٹنگلو۔
یکہ دونوں میں سے کوئی بھی تب تک کی طرف سے
پرواہ نہیں ہوسکتا۔ چین کے اٹے تب کا سوال اور
کھرا سوال تھا۔ تب کے اوپر چین کی اپنی سلامتی
اور مدار تھا۔

اینگلو امریکہ کے تہمت پر بڑھتے ہوئے انڈیا اور ریشم
نہوں کو دیکھ کر چوہن نے اس ہلکے اوپر کہ تہمت بڑے
ن کا ایک انگ ہے اکتوبر سن 50' مہن اپنی فوجیں
تا پہنچیں۔ بھارت نے ایک سچے متر راشٹر کی
ثبیت سے چوہن کے دعوے سے تو انکار نہیں کیا لیکن
ملی سرکار کو دوستانہ صلاح دی کہ فوج کو آگے بڑھنے سے
جائے اور شانتی کے ساتھ بات چیت کر کے چوہن اور
ت کے بھیج کا معاملہ طے کر لیا جائے۔ تھروزی سی
ا پڑھی ہوئی، چھیلی سرکار نے اپنی فوج کو آگے
لے سے روک دیا۔ چوہن کی راجدھانی پوکنگ میں
ملی سرکار اور تہمت کے نمائندوں کے بھیج بات چیت
ع ہوئی۔ مئی سن 51' کے آخر میں چوہن اور تہمت
بھیج شانتی سے سمجھوتہ ہو گیا۔ سمجھوتہ کی سترہ
نہوں ہیں۔ ہمارے پیش کی انٹرنیشنل راجدھانی
یہ ایک چھوٹی سی لیکن خاصی اچھی جہت ہے۔

سمجھوتے کی خاص خاص باتیں یہ ہوں۔ دالائی لاما
کے راج کاجی شاک باپہ دھوں نے۔ پنچن لاما دھوں کے
بانک گرو دھنگم۔ اچے مذہبی معاملوں اور دھت
کے پالنے میں سب کو پوری آزادی دی۔ تبت
لند کے شاسن میں تبت سرکار پوری طور آزاد

کونے کسی بھی پکارے چلے ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ کسی بھی ان کے پکار کے چلوں میں سے تھ۔ یہ نام نہیں لگتا ہے۔ جو کریانی کے نئی پارٹی کے لیڈر کی حیثیت سے اس سے ہاتھ دھن لیا ہے۔ دوسرے کے دکھوں کا یہ علاج بھی ہو سکتا ہے اور اسے آزمایا جا سکتا ہے اور آزمایا جائے گا۔ پر گندھی جی کا سوچا اور بتایا طے یہ نہیں تھا۔ گندھی جی کا بتایا علاج وہ ہے جو کسی بھی اونچے کانگریس والے کے من کو نہیں بھایا، یعنی کانگریس والوں کا حکومت کی کمرڈوں اور عہدوں کے موہ کو بالکل چھوڑ کر لوک سہوک سنگھ کے روپ میں گلوں گلوں میں جانا اور چلتا سے سہما نانا جوڑنا۔ یو۔ پی۔ سرکار کی مدد سے جو لوک سہوک سنگھ اس صوبے میں بٹایا گیا ہے اس میں اور گندھی جی کے لوک سہوک سنگھ میں آکاش پاتال کا انتر ہے۔ گندھی جی کے۔ پتائے راستے کو نہ سرکاری کانگریس والوں نے مانا اور نہ آچاریہ کریانی اور ان کی پارٹی نے۔ پھر بھی ہمیں اس میں شک نہیں کہ جہاں تک نیک ایرانیوں کا مستقبل ہے نئی پارٹی پرانی سرکاری پارٹی سے کچھ نہ کچھ اچھ آدھ اچھ اونچے پر ہی ہے، نیچے نہیں۔ چلتا کے سچے لہو کی ان چٹاؤں سے آشا ہو یا نہ ہو ایک بار دیہی کو ان چٹاؤں کے بہتکر چٹچٹاؤں سے نکلنا ہی ہے۔ ہمیں دھواں ہے کہ ان پہچ دار راستوں سے چلکر اور تجربہ حاصل کر کے ہی دیہی اور چلتا اپنی بھلائی کے سچے راستے کو پاسکے گی۔

26.6. '51

—سندھ لال

—سندھ لال

26-6-'51

تبت، چین اور بھارت

اچھے پہاڑوں اور برف کی دیواروں سے گھرا ہوا چھوٹا سا دیہی تبت ہمیشہ سے اپنے دونوں بڑے پڑوسیوں چین اور ہندوستان کے ساتھ پریم سے رہتا آیا ہے۔ افغانستان کئی بار بھارت کا ایک صوبہ رہ چکا ہے۔ کسی سے جب ہندوستان سے نیچے کا دیہی بھارت میں نہیں گلا جاتا تھا تب بھی افغانستان بھارت کا ایک ٹکڑا تھا۔ اورنگ زیب نے بھی افغانستان کو جیت کر اسے اپنے سامراج کا ایک صوبہ بنایا اور راجہ جسونت سنگھ کو وہاں کا گورنر مقرر کیا۔ لیکن تبت کو ہندوستانی سلطنت میں شامل کرنے کا خیال کبھی کسی بھی ہندو یا مسلمان سمراٹ کو نہیں ہوا۔ سوداگروں، پائروں اور دھرم پرچارکوں کا آنا جانا دونوں دیہیوں میں برابر جاری رہا اور اب تک ہے۔ تبت کی آہادی قریب تیس لاکھ ہے جس میں ادھک تر لوگ بوجھ مت اور شہو مت کے ماننے والے ہیں۔

اپنے اندر کے حاسن میں تبت قریب قریب ہمیشہ آزاد رہا ہے۔ لیکن انٹر قومی مستقبل کے لیے چین

کونے کسی بھی پکارے چلے ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ کسی بھی ان کے پکار کے چلوں میں سے تھ۔ یہ نام نہیں لگتا ہے۔ جو کریانی کے نئی پارٹی کے لیڈر کی حیثیت سے اس سے ہاتھ دھن لیا ہے۔ دوسرے کے دکھوں کا یہ علاج بھی ہو سکتا ہے اور اسے آزمایا جا سکتا ہے اور آزمایا جائے گا۔ پر گندھی جی کا سوچا اور بتایا طے یہ نہیں تھا۔ گندھی جی کا بتایا علاج وہ ہے جو کسی بھی اونچے کانگریس والے کے من کو نہیں بھایا، یعنی کانگریس والوں کا حکومت کی کمرڈوں اور عہدوں کے موہ کو بالکل چھوڑ کر لوک سہوک سنگھ کے روپ میں گلوں گلوں میں جانا اور چلتا سے سہما نانا جوڑنا۔ یو۔ پی۔ سرکار کی مدد سے جو لوک سہوک سنگھ اس صوبے میں بٹایا گیا ہے اس میں اور گندھی جی کے لوک سہوک سنگھ میں آکاش پاتال کا انتر ہے۔ گندھی جی کے۔ پتائے راستے کو نہ سرکاری کانگریس والوں نے مانا اور نہ آچاریہ کریانی اور ان کی پارٹی نے۔ پھر بھی ہمیں اس میں شک نہیں کہ جہاں تک نیک ایرانیوں کا مستقبل ہے نئی پارٹی پرانی سرکاری پارٹی سے کچھ نہ کچھ اچھ آدھ اچھ اونچے پر ہی ہے، نیچے نہیں۔ چلتا کے سچے لہو کی ان چٹاؤں سے آشا ہو یا نہ ہو ایک بار دیہی کو ان چٹاؤں کے بہتکر چٹچٹاؤں سے نکلنا ہی ہے۔ ہمیں دھواں ہے کہ ان پہچ دار راستوں سے چلکر اور تجربہ حاصل کر کے ہی دیہی اور چلتا اپنی بھلائی کے سچے راستے کو پاسکے گی۔

تبت، چین اور بھارت

اچھے پہاڑوں اور برف کی دیواروں سے گھرا ہوا چھوٹا سا دیہی تبت ہمیشہ سے اپنے دونوں بڑے پڑوسیوں چین اور ہندوستان کے ساتھ پریم سے رہتا آیا ہے۔ افغانستان کئی بار بھارت کا ایک صوبہ رہ چکا ہے۔ کسی سے جب ہندوستان سے نیچے کا دیہی بھارت میں نہیں گلا جاتا تھا تب بھی افغانستان بھارت کا ایک ٹکڑا تھا۔ اورنگ زیب نے بھی افغانستان کو جیت کر اسے اپنے سامراج کا ایک صوبہ بنایا اور راجہ جسونت سنگھ کو وہاں کا گورنر مقرر کیا۔ لیکن تبت کو ہندوستانی سلطنت میں شامل کرنے کا خیال کبھی کسی بھی ہندو یا مسلمان سمراٹ کو نہیں ہوا۔ سوداگروں، پائروں اور دھرم پرچارکوں کا آنا جانا دونوں دیہیوں میں برابر جاری رہا اور اب تک ہے۔ تبت کی آہادی قریب تیس لاکھ ہے جس میں ادھک تر لوگ بوجھ مت اور شہو مت کے ماننے والے ہیں۔

اپنے اندر کے حاسن میں تبت قریب قریب ہمیشہ آزاد رہا ہے۔ لیکن انٹر قومی مستقبل کے لیے چین

गया है उससे बंध केवल यही मुमकिन है कि किसी भी चीज पर से कन्ट्रोल कम न किया जावे, बल्कि यह भी साफ कह दिया गया है कि मुमकिन है और प्रियादा चीजों पर और इससे बढ़ कर कन्ट्रोल की जरूरत पड़े.

हम आचार्य कृपलानी की कठिनाइयों को समझ सकते हैं. उनके दल में इस समय हर तरह के और हर विचार के लोग भरे हुए हैं. उन सब को किसी तरह साथ लेकर चलना है. कुल मिलाकर हमें इसके कहने में ज़रा भी संकोच नहीं कि नई पारटी का यह ऐलान खासा अच्छा और उन्मीद दिखाने वाला ऐलान है. गांधी जी के सच्चे अनुयाई श्री जे. सी. कुमारप्पा पटना में मौजूद थे और उनके विचारों की छाप इस ऐलान में कई जगह दिखाई देती है. हम विश्व से चाहते हैं कि आचार्य कृपलानी और उनकी पारटी सरकारी काँग्रेस से किसी भी समय मिल जुल कर या अपने बजूद को अलग रख कर जिस तरह भी हो सके इस प्रोग्राम को बढ़ाने और इन बाधों को पूरा करने में सफल हो.

पर चुनाव से पहले जनता को तरह तरह के वादे दिखासे देना एक पुरानी चीज है. 15 अगस्त सन '47 से पहले समय समय पर काँग्रेस ने अपने प्रोग्राम और अपनी पालिसी के जो ऐलान निकाले थे वह सब देश के खामने मौजूद हैं. काँग्रेस के सेवकों के ज़रिये 'कृपाणः धृष्यपतिः' यानी 'जो जोते बोए वही जमीन का मालिक' की आवाज़ बारबार सारे देश में गूँज चुकी है फिर भी हमें किसी आवामी या दल पर पहले से उसके खिलाफ राय नहीं ज़ायम कर लेनी चाहिये. हम इस नई पारटी के छोड़े होने को एक कुदरती चीज मानते हैं और बाक़ी देशवासियों के साथ इस बात के देखने का इन्तज़ार करेंगे कि यह नई पारटी अपने बाधों को कहां तक पूरा करती है.

केवल एक बात और कह कर हम इस नोट को खतम करेंगे. हमने आचार्य कृपलानी की पटना की तक़रीरों को ध्यानसे पढ़ा है. उन्होंने कम से कम दो बार सुनने वालों को यह वाद़ दिखाया कि आचार्य कृपलानी के काँग्रेस की सवारस से इस्तीफ़ा देने के बाद जब बरकिंग कमेटी की मेम्बरी की बात आई तो गांधी जी ने श्रीमती सुचिता कृपलानी से यह कहा कि—“मुझे कृपलानी की एक और काम के लिये जरूरत है.” इस बात का हवाला देते हुए आचार्य कृपलानी ने यह साफ़ ज़ाहिर किया कि गांधी जी उन से यही काम कराना चाहते थे. इस पर उन्हें खूब साक्षियाँ भी मिलीं.

चुनाव नीति के सिद्दाज से यह सब बातें जायज़ हो सकती हैं. पर हम वही नज़रता के साथ कहना चाहते हैं कि गांधी जी काँग्रेस गवरमेन्टों के शुरू के तज़रबे के बाद

कहा है कि वे नई क़ौल भी मंजूर हैं कि किसी भी चीज पर से कन्ट्रोल कम न किया जावे, बल्कि यह भी साफ़ कहा गया है कि मुमकिन है और प्रियादा चीजों पर और इससे बढ़ कर कन्ट्रोल की जरूरत पड़े.

हम आचार्य कृपलानी की कठिनाइयों को समझ सकते हैं. उनके दल में इस समय हर तरह के और हर विचार के लोग भरे हुए हैं. उन सब को किसी तरह साथ लेकर चलना है. कुल मिलाकर हमें इसके कहने में ज़रा भी संकोच नहीं कि नई पारटी का यह ऐलान खासा अच्छा और उन्मीद दिखाने वाला ऐलान है. गांधी जी के सच्चे अनुयाई श्री जे. सी. कुमारप्पा पटना में मौजूद थे और उनके विचारों की छाप इस ऐलान में कई जगह दिखाई देती है. हम विश्व से चाहते हैं कि आचार्य कृपलानी और उनकी पारटी सरकारी काँग्रेस से किसी भी समय मिल जुल कर या अपने बजूद को अलग रख कर जिस तरह भी हो सके इस प्रोग्राम को बढ़ाने और इन बाधों को पूरा करने में सफल हो.

पर चुनाव से पहले जनता को तरह तरह के वादे दिखासे देना एक पुरानी चीज है. 15 अगस्त सन '47 से पहले समय समय पर काँग्रेस ने अपने प्रोग्राम और अपनी पालिसी के जो ऐलान निकाले थे वह सब देश के खामने मौजूद हैं. काँग्रेस के सेवकों के ज़रिये 'कृपाणः धृष्यपतिः' यानी 'जो जोते बोए वही जमीन का मालिक' की आवाज़ बारबार सारे देश में गूँज चुकी है फिर भी हमें किसी आवामी या दल पर पहले से उसके खिलाफ राय नहीं ज़ायम कर लेनी चाहिये. हम इस नई पारटी के छोड़े होने को एक कुदरती चीज मानते हैं और बाक़ी देशवासियों के साथ इस बात के देखने का इन्तज़ार करेंगे कि यह नई पारटी अपने बाधों को कहां तक पूरा करती है.

क़ौल एक बात और कहकर हम इस नोट को खतम करिये. हमने आचार्य कृपलानी की पटना की तक़रीरों को ध्यानसे पढ़ा है. उन्होंने कम से कम दो बार सुनने वालों को यह वाद़ दिखाया कि आचार्य कृपलानी के काँग्रेस की सवारस से इस्तीफ़ा देने के बाद जब बरकिंग कमेटी की मेम्बरी की बात आई तो गांधी जी ने श्रीमती सुचिता कृपलानी से यह कहा कि—“मुझे कृपलानी की एक और काम के लिये जरूरत है.” इस बात का हवाला देते हुए आचार्य कृपलानी ने यह साफ़ ज़ाहिर किया कि गांधी जी उन से यही काम कराना चाहते थे. इस पर उन्हें खूब साक्षियाँ भी मिलीं.

चुनाव नीति के सिद्दाज से यह सब बातें जायज़ हो सकती हैं. पर हम वही नज़रता के साथ कहना चाहते हैं कि गांधी जी काँग्रेस गवरमेन्टों के शुरू के तज़रबे के बाद

جننتا سے کرتا ہے۔ کپڑائی پارٹی کی طرف سے جو پتلان پٹنا میں کیا گیا ہے اس میں کئی بہت اچھی اچھی باتیں ہیں۔

سرکاری نوکریوں کو سہارا دیا جائیگا اور حکومت کو بالکل بیلنگ پر ڈالا جائیگا، چور بازاری باندھ دی جائیگی، زمین کو جو بویا جوتیگا وہی زمین کا مالک ہوگا، گاؤں کے بھوگ بھندوں کو بھارا دیا جائیگا، خاص کر پہلے کے بھوگ اور کھانے کی چیزوں کو بڑے بڑے کل کارخانوں پر جگہ ٹھہریلو دھندوں کے ذریعے ہی پیدا کرایا جائیگا۔

یہیں میں چھوٹی سے چھوٹی مزدوری اور بڑی سے بڑی مزدوری کا اوسط ایک اور بھیس سے زیادہ نہ ہوگا یعنی اگر م سے کم مزدوری پانے والے مزدور کو پچاس روپے ملتے ہوں تو ادھک سے ادھک تنخواہ والے حاکم کو ہزار سے زیادہ نہ ملے گا، ایک ایسی سماج قائم کی جائیگی جس میں کوئی جات پات نہ ہو اور کوئی مالک مزدور (امیر غریب نہ ہو اور کوئی کسی سے بھینچا فائدہ نہ لے گا) اس بات پر فور کیا جائیگا کہ سرکاری 'کنٹرول' دائرہ کہاں تک کم کیا جاسکتا ہے اور جڈا کے کاروبار اور دھندوں میں سرکاری دخل کہاں تک کم ہو سکتا ہے، دھندوں اور دیے ہوئے کو ابھارا جائیگا، پیداوار بھائی جائیگی، سودیشی کو پھر سے چکایا جائیگا، دیہیوں کے ایسے مال کی آمد جو دیہیوں میں پیدا ہو سکتے ہیں، کم کی جائیگی، کھیتی میں نئے اور زیادہ اچھے پتے کام میں لائے جائیں گے۔ گاؤں میں پھر سے جان لی جائیگی، ہر کسان کو کم سے کم اتنی زمین دی جائیگی جس سے اسکا اور اس کے بچوں کا اچھی طرح گزارہ ہو سکے، کوآپریٹو فارمنگ یعنی سہکاری یا سہکاری بنی کو بھارا دیا جائیگا، بھینچ زمینوں کو کام میں لایا جائیگا، تعلیم میں سدھار کئے جائیں گے، جو شرارتی ہائی پاکستان واپس جانا چاہیں گے، پاکستان سرکار پات چھت کر کے اور پاکستان میں ان کے کاروبار اور ہم شاعتی کا پر بندہ کر کے انہیں واپس بھینچا جائیگا، ہر قومی راج نہتی میں دیہی کو بالکل تنگستہ یعنی بے جانب ہار دیا جائیگا، وغیرہ وغیرہ۔

ہم نے یہ سب چیزیں نئی پارٹی کے پتلان کے اعلان سے ہیں۔ قبول انہیں اپنے شہدوں میں اور تھوڑے سے میں نے کی کوشش کی ہے۔ کہیں کہیں اعلان کو سمجھنے میں آئے جیسے بولنے والوں کو کہلانی ہو سکتی ہے۔ کہیں بن ایک دوسرے کے خلاف باتیں بھی دکھائی دیتی ہیں۔ نہ بھیت میں نہ جاکر ہم قبول ایک بات کی طرف دھیان نہ ہیں اس سے چلتا کی سب سے بڑی مضبوط 'کنٹرول' گاؤں ہے۔ جن شہدوں میں کنٹرول کا اعلان میں ذکر کیا

سرکاری نوکریوں کو سہارا دیا جائیگا اور حکومت کو بالکل بیلنگ پر ڈالا جائیگا، چور بازاری باندھ دی جائیگی، زمین کو جو بویا جوتیگا وہی زمین کا مالک ہوگا، گاؤں کے بھوگ بھندوں کو بھارا دیا جائیگا، خاص کر پہلے کے بھوگ اور کھانے کی چیزوں کو بڑے بڑے کل کارخانوں پر جگہ ٹھہریلو دھندوں کے ذریعے ہی پیدا کرایا جائیگا۔

یہیں میں چھوٹی سے چھوٹی مزدوری اور بڑی سے بڑی مزدوری کا اوسط ایک اور بھیس سے زیادہ نہ ہوگا یعنی اگر م سے کم مزدوری پانے والے مزدور کو پچاس روپے ملتے ہوں تو ادھک سے ادھک تنخواہ والے حاکم کو ہزار سے زیادہ نہ ملے گا، ایک ایسی سماج قائم کی جائیگی جس میں کوئی جات پات نہ ہو اور کوئی مالک مزدور (امیر غریب نہ ہو اور کوئی کسی سے بھینچا فائدہ نہ لے گا) اس بات پر فور کیا جائیگا کہ سرکاری 'کنٹرول' دائرہ کہاں تک کم کیا جاسکتا ہے اور جڈا کے کاروبار اور دھندوں میں سرکاری دخل کہاں تک کم ہو سکتا ہے، دھندوں اور دیے ہوئے کو ابھارا جائیگا، پیداوار بھائی جائیگی، سودیشی کو پھر سے چکایا جائیگا، دیہیوں کے ایسے مال کی آمد جو دیہیوں میں پیدا ہو سکتے ہیں، کم کی جائیگی، کھیتی میں نئے اور زیادہ اچھے پتے کام میں لائے جائیں گے۔ گاؤں میں پھر سے جان لی جائیگی، ہر کسان کو کم سے کم اتنی زمین دی جائیگی جس سے اسکا اور اس کے بچوں کا اچھی طرح گزارہ ہو سکے، کوآپریٹو فارمنگ یعنی سہکاری یا سہکاری بنی کو بھارا دیا جائیگا، بھینچ زمینوں کو کام میں لایا جائیگا، تعلیم میں سدھار کئے جائیں گے، جو شرارتی ہائی پاکستان واپس جانا چاہیں گے، پاکستان سرکار پات چھت کر کے اور پاکستان میں ان کے کاروبار اور ہم شاعتی کا پر بندہ کر کے انہیں واپس بھینچا جائیگا، ہر قومی راج نہتی میں دیہی کو بالکل تنگستہ یعنی بے جانب ہار دیا جائیگا، وغیرہ وغیرہ۔

ہم نے یہ سب چیزیں نئی پارٹی کے پتلان کے اعلان سے ہیں۔ قبول انہیں اپنے شہدوں میں اور تھوڑے سے میں نے کی کوشش کی ہے۔ کہیں کہیں اعلان کو سمجھنے میں آئے جیسے بولنے والوں کو کہلانی ہو سکتی ہے۔ کہیں بن ایک دوسرے کے خلاف باتیں بھی دکھائی دیتی ہیں۔ نہ بھیت میں نہ جاکر ہم قبول ایک بات کی طرف دھیان نہ ہیں اس سے چلتا کی سب سے بڑی مضبوط 'کنٹرول' گاؤں ہے۔ جن شہدوں میں کنٹرول کا اعلان میں ذکر کیا

जाने के बाद से इस विशाल भवन की दुनियाहें एक दम नीचे से खिसकने लगीं. नतीजा यह हुआ कि इस बार जो तार पड़ी उसने सारे भवन ही को बीच से टुकड़े करके ज़ब्र के रूप में दुनिया के सामने रख दिया.

कांग्रेस सभापति का आखिरी चुनाव शायद अपने
 ग का पहला चुनाव है जिसमें खुद गारज पूंजी पतियों
 के हवाई जहाजों से वोट लेने में मदद ली गई और पूरे
 पूरे सूबों के वोट वहां की आपसी दल बन्धियों से जिस
 तरह भी हो फायदा उठा कर और एक एक को बारी बारी
 म दिलासा देकर हासिल किये गए. कांग्रेस की गिरावट
 ही शायद यह सब से दर्दनाक मिसाज है.

कांग्रेस और हकूमत के गठबन्धन ने और भी ज़हरीले नतीजे पैदा किये. धन और सत्ता के लोभ ने तो पैकड़ों को गिराया ही. डिसिप्लिन यानी शिस्त के नाम पर करमान जारी होने लगे कि कोई कांग्रेस वाला भारत सरकार या किसी सूबाई सरकार के किसी काम के खिलाफ किसी तरह की नुक़्तार्चनी न करे. यहाँ तक कि अगर ऐसे किसी इलाक़े के लोग जहाँ अभी तक शराब की दुकानें खुली हुई हैं शराब बन्दी का आन्दोलन शुरू करें तो किसी कांग्रेस वाले के उस आन्दोलन में हिस्सा लेने पर उसके खिलाफ़ शिस्ती कारवाई की धमकियां दी गईं. इन हालात में आचार्य कृपलानी और उनके साथियों का खुले कांग्रेस से अलग होकर किसान मज़दूर प्रजा पार्टी खड़ा करना एक क्रूरती और होनहार बात थी. साज़्ज होता है इस पार्टी के बनते ही शिस्ती कारवाई की धमकी एक दम हवा हो गई. सरकारी कांग्रेस के अधिकारियों को दिखाई दे गया कि अब अगर किसी की तरफ़ इस तरह की कारवाई का इशारा भी किया गया तो वह भट कूक कर दसरी पार्टी में पहुँच जायगा.

इन दोनों पारटियों का आगे चल कर क्या हार होगा, बंगलौर में या उसके बाद इनके फिर से मेल की कोशिशें कामयाब होंगी या नहीं, और अगर न हुई तो बड़े चुनौतियों में इनकी लागूबाट के क्या नतीजे होंगे इन सवालों में इस समय पड़ना बेकार है. जाहिर है, जो लोग कांग्रेस को खिन्ना रखने के अभी तक सपने देख रहे हैं और थोड़ी बहुत समझ रखते हैं वह इसकी पूरी कोशिश करेंगे कि जिस तरह भी हो यह द्वार फिर से भर जाय. पर अभी इस समय आचार्य कृपलानी की पारटी कुछ जोर पकड़ती दिखाई दे रही है. उसकी है भी बठती हुई उमर. सरकारी कांग्रेस का हर तरह ढलती का पहरा है.

राजकाज में जो भी नया वस्त्र सामने आता है वह अपने अस्त्रों के साथ खपते हुए—अगर कोई उसके खास अस्त्र हो तो—ऊँचे से ऊँचे और अच्छे से अच्छे जावे

جائے کے بعد سے اس وحال بہوں کی پتھاریوں ایک صدم
 نہیچے سے کوسکھ لکھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس بار جو
 دھار پڑی اُسکے سارے بہوں ہی کو بچے سے لکڑے لکڑے
 کھلنگھر کے روپ میں دنیا کے سامنے رکھ دیا۔

کنگریس سبھاپتی کا آخری چٹاؤ شاید آپ قلمک کا پہلا چٹاؤ ہے جس میں خود مرض پونجی پتھوں کے ہوائی جہازوں سے روت اپنے مہم مدد لی گئی اور پورے پورے مہموں کے روت وہاں کی آپسی دل بلبلیوں سے جس طرح بھی ہو فائدہ اُٹھا کر اور ایک ایک کو باری باری دم دلاسا دے کر حاصل کئے گئے۔ کانگریس کی گراؤت کی شاید یہ سب سے دردناک مثال ہے۔

کانگریس اور حکومت کے گتے بدھن نے آرز بھی
 زمین پر لے کر پھینک دیے۔ بدھن اور ستھن کے لوہے نے تو
 سیکڑوں کو گرایا ہی۔ قسطنطنیہ کی شہریت کے نام پر
 فرمان جاری ہوئے لیکن کہ کوئی کانگریس والا بھارت سرکار
 یا کسی صوبائی سرکار کے کسی کام کے خلاف کسی طرح
 کی نکتہ چینی نہ کرے۔ یہاں تک کہ اگر ایسے کسی
 علاقے کے لوگ جہاں ابھی تک شراب کی دکانیں کھلی
 ہوئی ہوں شراب بندی کا آئندہ شروع کریں تو کسی
 کانگریس والے کے اس آئندہ میں حصہ لینے پر اُسکے
 خلاف شہریت کا روٹی کی دھمکیاں دی گئیں۔ ان
 حالات میں آجاریہ کرپانی اور اُنکے ساتھیوں کا کھلے
 کانگریس سے الگ ہو کر کسان مزدور پر جا پارتی کھڑا کرنا
 ایک قدرتی اور ہونہار بات تھی۔ معلوم ہوتا ہے اس
 بات کی بنیاد ہی شہریت کا روٹی کی دھمکی ایک دم
 ہوا ہو گئی۔ سرکاری کانگریس کے اہلکاروں کو دکھائی
 دے گیا کہ اب اگر کسی کی طرف اس طرح کی کارروائی کا
 اشارہ بھی کیا گیا تو وہ چھت کود کر دوسری پارٹی میں
 پہنچ جائیگا۔

ان دنوں پارٹیوں کا آگے چلکر کھا جھڑ ہوگا، ہنگاموں یا آگے بعد ان کے پھر سے میل کی کوششیں کامیاب ہونگی یا نہیں، اور اگر نہ ہوں تو بڑے جلاو میں انکی ایک قیامت کے کھانچے ہونگے ان سوالوں میں اس سے پوچھا ہوگا ہے۔ ظاہر ہے جو لوگ کانگریس کو زندہ رکھنے کے ابھی تک پہلے دیکھ رہے ہیں اور تھوڑی بہت صحیحہ رکھتے ہیں وہ اسکی پیروی کوشش کریں گے کہ جس طرح بھی ہو یہ دھار پھر سے پھر جائے۔ پھر ابھی اس سے آجاریہ کریڈنٹی کی پارٹی کچھ زور پکڑتی دکھائی دے رہی ہے۔ اسکی یہ بھی اہمیت ہوئی عمر۔ سرکاری

راجہ کا یہ کہن جو بھی تھا دل سامنے آتا
وہ اپنے اندرون کے ساتھ لپٹے ہوئے۔ اگر کوئی اُسکے خاص
اصل میں سے اُٹھتا ہے اور اچھ سے اچھ سے اچھ سے

امریکا کی سرکار نے ڈاڑھ کرود ڈاکٹر جتویر کرپ کے بھی ایران کو دینے کہا ہے۔ پر ایران کی سرکار تب تک اس بات پر بھی سوچنے کے لئے تیار نہیں جب تک انگریز کمپنی سے جھگڑا طے نہ ہو جائے اور ایرانی تیل کا سارا کاروبار ایرانیوں کے ہاتھوں میں نہ آجائے۔

ایک بڑی بات یہ ہے کہ انگریز کمپنی اور اس کے عبادمیں کے ترہ ترہ کی شرارتیں کرنے پر بھی اور ساری ایرانی کرائم کے دیکھوں میں انگریزوں کے خلاف غصہ بھرا ہونے پر بھی موہممہد موسادیک کا ہنستہام ہنستا ہنستا اور ہنستا ہنستا ہنستا ہنستا ہے کہ اب تک ایران بھر میں انگریزوں کے جان مال کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچا۔

ایشیا کی بیداری

کوریہ ہو یا چین، تبت ہو یا انڈو چین، ایران ہو یا مصر، ایک قوم کے دوسری قوم کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کے دن اب ہمیشہ کے لئے لے چکے۔ اچھا ہو اگر انگلینڈ اور امریکہ جیسے دیشوں کی سرکاریوں دنیا کی بدلی ہوئی حالت سے سبق سیکھ کر اپنے راستے کو درست کر لیں اور ایشیائی قوموں کو ان مصیبتوں اور قربانیوں سے بچانے کا موقع دیں جن سے کسی غور کو فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ زمانے کا بہار روکا نہیں جاسکتا۔ ہم محض مصداق اور ان کے دیہی کو اس کتنی پوسٹہتی کا سچائی، ایمانداری، انصاف اور ہمت کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے دل سے ہدائی دیتے ہیں۔

—سندر لال

30. 6. '51

30. 6. 51.

—سندرلال

کانگریس اور دل بندی—

کانگریس کی میسال ایک বিশال مہن سے دی جا سکتی ہے جس نے پچھلے 65 برس میں لاکھوں کھوجی آتماؤں کو اپنی دیواریں کے اندر پناہ دی اور انہیں دھرم کا چھوڑا راستہ دکھایا۔ اس دیش کے لوگوں پر کانگریس کا احسان اتنا اس کے پلوں سے کسی کے مثالی نہیں ملایا جاسکتا۔

اس سندر مہن کے اندر کئی بار دریں پر چکی ہیں۔ سن 1906 میں نرم اور گرم دل کی درار اور سن '23 میں کونسل پارٹی اور نو چیلنج پارٹی کی درار اس کی سب سے بڑی میسال ہے۔ ہر بار درار پڑنے کے بعد اس کی مرممت کی کوشش ہوئی اور وہ کوشش کافی کامیاب بھی رہی۔

پر 15 اگست سن '47 کے بعد سے، یعنی کانگریس کا اصلی مقصد دیش کی راج کچی آزادی ہوا ہو

کانگریس اور دل بندی—

کانگریس کی مثال ایک وہال مہن سے دی جاسکتی ہے جس نے پچھلے 65 برس میں لاکھوں کھوجی آتماؤں کو اپنی دیواریں کے اندر پناہ دی اور انہیں دھرم کا چھوڑا راستہ دکھایا۔ اس دیش کے لوگوں پر کانگریس کا احسان اتنا اس کے پلوں سے کسی کے مثالی نہیں ملایا جاسکتا۔

اس سندر مہن کے اندر کئی بار دریں پر چکی ہیں۔ سن 1906 میں نرم اور گرم دل کی درار اور سن '23 میں کونسل پارٹی اور نو چیلنج پارٹی کی درار اس کی سب سے بڑی مثالیں ہیں۔ ہر بار درار پڑنے کے بعد اس کی مرممت کی کوشش ہوئی اور وہ کوشش کافی کامیاب بھی رہی۔

پر 15 اگست سن '47 کے بعد سے، یعنی کانگریس کا اصلی مقصد دیش کی راج کچی آزادی ہوا ہو

ایران اور مصداق کو نا کام کرنے کی جو کوششیں ہو رہی ہیں ان کی تفصیل میں جانا فضول ہے۔ مصداق اور اسکا دیس اس معاملے میں چٹان کی طرح اٹل ہیں۔ مصداق کہ چکے ہیں کہ انہیں اپنے سارے تیل کے کاروبار کو بلند کر دینا منظور ہے۔ وہ اسے آگ لگا دینے کے لئے بھی تیار ہیں۔ لیکن انگریز کمپنی کے پھر اب پھر سے اپنے دیس میں جملے نہ دینگے۔

ایرانی سرکار کو اب تک اپنے حصے کے تیسروں کروڑ پونڈ سالانہ انگریز کمپنی سے ملتے تھے۔ اب اگر یہ سارا دھندا ایران سرکار کے ہاتھوں میں آگیا تو اس کام سے ایران کی آمدنی ہمارے 72 کروڑ پونڈ یعنی قریب دو ارب روپے سالانہ ہوگی۔

دلی میں کسی نے بھارت کے بڑے وزیر جواہر لال جی سے سن 1933 کے ایران کے سمجھوتے اور آج کل کے اس سوال پر رائے پوچھی۔ جواہر لال جی نے ایرانی سرکار کے ساتھ ہمدردی ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ سن '33 کا سمجھوتہ اس طرح کے بہت سے سمجھوتوں کی طرح ایک طاقور اور ایک کمزور آدمی کے بیچ کا زبردستی کا سمجھوتہ تھا جو دو کروڑ ایرانیوں کے ہمت کے خلاف نہیں چل سکتا۔ اسے سن کو محض مصداق نے بھارت سرکار کا شکریہ ادا کیا۔ اس معاملے میں جواہر لال جی کی آواز سارے بھارت کی بلکہ سارے ایشیا کی آواز ہے۔

انگریز کمپنی کو سب سے بڑا اعتراض یہی ہو سکتا تھا کہ اس کا ایران کے تیل میں دھن لگا ہوا ہے۔ لیکن کمپنی کا کل دھن جو اس کام میں اب تک لگا ہے، دو کروڑ پونڈ یعنی قریب تیس کروڑ روپے کے ہے اور پچھلے سات برس کے اندر ہی کمپنی اس سے کم سے کم منافع کے طور پر کما چکی ہے۔ اس پر بھی مصداق نے یہ وعدہ کیا ہے کہ تیل کے دھندے سے جو کچھ آمدنی ایران کو ہوگی اسکا پچیس فیصدی ہر سال اس بات کے لئے الگ رکھا جائیگا کہ اس سے انگریز کمپنی کا جو بھی ہرجانہ یا نقصان اس سارے معاملے میں ہوا ہو اسے پورا کر دیا جائے۔

انگلینڈ اور امریکہ میں لگ ذات

انگلینڈ اور امریکہ میں لاگ ذات

اس معاملے میں ایک بات اور چمک اُٹھی ہے۔ وہ یہ کہ انگلینڈ اور امریکہ بھی ایران کے معاملے میں ایک دل نہیں ہیں۔ دونوں میں کچھ لگ ذات ہے۔ امریکہ کی کچھ کمپنیوں نے ایرانی سرکار سے یہ بھی کہا ہے کہ اگر انگریز کمپنی کی جگہ انہیں تمہیکہ دے دیا جائے تو وہ انگریز کمپنی کے 16 فیصدی کے بجائے 72 فیصدی منافع ایرانی سرکار کو دینے کو تیار ہیں۔ مصداق کو اب یہ کوئی اس طرح کی چیز منظور نہیں۔

اس معاملے میں ایک بات اور چمک اُٹھی ہے۔ وہ یہ کہ انگلینڈ اور امریکہ بھی ایران کے معاملے میں ایک دل نہیں ہیں۔ دونوں میں کچھ لگ ذات ہے۔ امریکہ کی کچھ کمپنیوں نے ایرانی سرکار سے یہ بھی کہا ہے کہ اگر انگریز کمپنی کی جگہ انہیں تمہیکہ دے دیا جائے تو وہ انگریز کمپنی کے 16 فیصدی کے بجائے 72 فیصدی منافع ایرانی سرکار کو دینے کو تیار ہیں۔ مصداق کو اب یہ کوئی اس طرح کی چیز منظور نہیں۔

پچھم ایٹھما کے دیہوں میں انگریزوں اور امریکہ کی
 بہت سی فوجیں ہیں ان دیہوں کے تیل کے کنوئیں ہیں
 کنوئیں ایران عراق شام (سوریا) عرب اور مصر میں
 ہر جگہ آدھری تک پھیلے ہوئے ہیں۔ سب جگہ کم یا زیادہ
 ی۔ طرح کے تھوکے انگریزوں یا امریکہ والوں کو ملے ہوئے
 ہیں۔ اس لئے ایران کا تیل کا سوال کھول ایران کا سوال
 میں بلکہ سارے پچھم ایٹھما کی آزادی یا برادری کا
 وال ہے۔

وان کا اپنے قہل پر قبضہ

ایران کی مجلس نے 20 مارچ سن 51ء کو ایک رائے وکرو پاس کر دیا کہ ایران کی زمین سے تھل نکلتے آسے ناف کرنے اور دنیا میں بیچنے کا کام ایرانی سرکار اپنے ہاتھ میں لے لے اور اسے جہاں تک ہو سکے ایرانیوں کے ہاتھوں ہی کرایا جائے۔ انگریز کمپنی کو نوٹس دے دیا یا کہ سن 33ء کا تھکنہ رد سمجھا جائے۔ انگریز کمپنی یو۔ این۔ او۔ کی عدالت سے اپیل کرنا چاہا۔ اپیل اثر بھی ہو گیا۔ محمد مصدق نے ایرانی سرکار اور ایک بھوپاری کمپنی کے معاملے میں یو۔ این۔ او۔ کی عدالت کے ادھکار کو ماننے سے انکار کر دیا۔ پھر ایک اور ہمیشہ کی طرح سازشوں اور دھمکوں کا دور شروع ہوا۔ انگریزی جنگی جہاز ایران کی کھازی میں دھائی پلے لگے۔ لیکن سن 21ء کا روس اور ایران کا معاہدہ موجود ہے جس سے انگریز سرکار کی بڑھتی ہوئی طاقت نہ ہو سکتی۔ محمد مصدق کو گرانے کی کوششیں کی گئیں۔ پانی کی طرح روڑہ خرچ کر کے مجلس کے ممبروں ایران کے وزیروں اور سرکاری نوکروں کو توڑنے پھوڑنے کی کوششیں ہوئیں۔ پھیلنگوئی کی گئی کہ محمد مصدق کو مجلس میں بھوست نہیں مل سکتا اور اسکی سرکار ختم ہونے والی ہے۔ مجلس کے سامنے محمد مصدق پر وشواس کی تجویز آئی اور ایک رائے پاس ہو گئی۔ یہ بھی پھیلنگوئی کی گئی کہ تھل کی آمدنی رک جانے سے ایران کی سرکار کا دیوارہ نکل جائیگا۔ لیکن ایران کی ساری جنگلات امیر اور فریب نے اپنی زندگی بھر کی کمائی نقدی اور زہر مصدق کے حوالے کر دیئے یہاں تک کہ مصدق کو کروڑوں کی رقمیں بتائی ہو گئیں اور اعلان کرنا پڑا کہ کوئی روڑہ وغیرہ نہ بیچے سرکار کو کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس بیچ سے لے بھی 308 من سونا جو اسے پچھلی جنگ کے ایک سمجھوتے کے انوسار ایران کو دینا تھا ایران بھیج رہا ہے۔ مصدق آج ساری ایرانی قوم کا دیوتا بنا ہوا ہے اور نادم ہوتا ہے کہ دیش کے ساتھ دغا کے بیچ اب اس وا میں ایران کے اندر پہنچے نہیں پا رہے ہیں۔

کمپنی اپنے اپنے علاقوں کا 15 ویں سالہ ایرانی سرکار کو
 دے دی تھی جب کہ روسی کمپنی اپنے علاقے کا 49 ویں
 سالہ ایرانی سرکار کو دینے کو تیار ہو गई۔ اس
 সময় میں ایران کے بڑے بڑے نے اسے منظور کر لیا
 لیکن برسرِ مجلس کے پاس کیے ڈیکہ منظور نہ
 جاسکتا تھا۔ ایران میں اس سے تک یہ خیال
 بہت زور پکڑ چکا تھا کہ ایران کا تیل ایران کی ملکیت
 ہے۔ ایران اسے خود نکل کر اور صاف کر کے پورا فائدہ
 کھائے۔ ویدیشی ماحر ضرورت کے مطابق نوکر رکھ
 سکتے ہیں۔ جس دیہے سے بھی آسانی سے مل سکے۔
 یہ ایک دھماکا دینے کی بات ہے کہ یہی مقصد مصافق
 جو اس سے انگریز کمپنی کے ٹھیکے کے خلاف ڈٹا ہوا ہے
 اس سے روسی کمپنی کو ٹھیکے دینے کے بھی زوروں سے
 خلاف تھا۔ مجلس نے روسی کمپنی کی درخواست نا
 منظور کر دی۔ اسی سے یہ بات پکی ہوگئی کہ
 ایران جتنی جلدی ہو سکے انگریز کمپنی کے ٹھیکے کو
 بھی ختم کرنے کی کوشش کریگا۔

پہلے امریکی سازشوں

سن 1946 کے بعد سے دنیا بھر خاص کر ایشیائی ملکوں
 میں راج کا جی اور مالی حالت کبھی زیادہ پہنچتا
 جاتا رہی ہے۔ سن 50 اور 51 کے ایران کے حالات
 ناٹکوں کے سامنے آجاتے ہیں، جہاں سے اور جہاں سے بھی
 انگریز اور امریکی روس کے خلاف آخری جنگ لڑنے کی
 تیاری کر رہے ہیں۔ حال میں امریکہ کی سرکار نے آدھی
 دنیا کے اوپر اور سوویت روس کے چاروں طرف اپنے فوجی
 سمندری اور ہوائی اڈے بنانے کے لئے اپنی کانگریس سے
 656 کروڑ ڈالر یعنی قریب ہمس ارب روپے کی مانگ کی
 ہے۔ انوں کا یہ سلسلہ دنیا کے 48 خاص خاص
 ممالکوں سے 44 دیشوں میں پھیلا ہوا ہوا جن میں
 جاپان، فلپائنس وغیرہ سب شامل ہیں۔ بہت سے
 نام ابھی گھٹ رکھے گئے ہیں۔ یہ سلسلہ دو سال
 میں پکڑ پکڑ کر 35 لاکھ آدمیوں کی اس میں ضرورت
 امریکی سرکار نے صاف کہا ہے کہ یہ اڈے ایسے
 مقاموں پر ہونگے جہاں سے ضرورت پڑے تو روس پر
 آسانی سے بم برسائے جاسکے۔ ظاہر ہے
 ایسے ایسے اور پچھم ایشیا کے سب
 ملک اس چال کا شکار ہیں۔

سن 50 میں انگریز اور امریکی نے ملکر
 ایرانی سرکار سے درخواست کی کہ ان دونوں
 دیشوں کو ایران میں جغرافیائی سرحد
 (جیوگرافیکل اینڈ پالیٹیکل سرحد) کرنے کی
 اجازت دی جائے۔ روس نے ایران کو اس
 اجازت کے خلاف اٹھ کھڑا کیا۔ ایران نے اجازت دینے
 سے انکار کر دیا۔

سن 46 کے بعد سے دنیا اور خاص کر ایشیائی ملکوں
 میں راج کا جی اور مالی حالت کبھی زیادہ پہنچتا
 جاتا رہی ہے۔ سن 50 اور 51 کے ایران کے حالات
 ناٹکوں کے سامنے آجاتے ہیں، جہاں سے اور جہاں سے بھی
 انگریز اور امریکی روس کے خلاف آخری جنگ لڑنے کی
 تیاری کر رہے ہیں۔ حال میں امریکہ کی سرکار نے آدھی
 دنیا کے اوپر اور سوویت روس کے چاروں طرف اپنے فوجی
 سمندری اور ہوائی اڈے بنانے کے لئے اپنی کانگریس سے
 656 کروڑ ڈالر یعنی قریب ہمس ارب روپے کی مانگ کی
 ہے۔ انوں کا یہ سلسلہ دنیا کے 48 خاص خاص
 ممالکوں سے 44 دیشوں میں پھیلا ہوا ہوا جن میں
 جاپان، فلپائنس وغیرہ سب شامل ہیں۔ بہت سے
 نام ابھی گھٹ رکھے گئے ہیں۔ یہ سلسلہ دو سال
 میں پکڑ پکڑ کر 35 لاکھ آدمیوں کی اس میں ضرورت
 امریکی سرکار نے صاف کہا ہے کہ یہ اڈے ایسے
 مقاموں پر ہونگے جہاں سے ضرورت پڑے تو روس پر
 آسانی سے بم برسائے جاسکے۔ ظاہر ہے
 ایسے ایسے اور پچھم ایشیا کے سب
 ملک اس چال کا شکار ہیں۔

پہلے امریکی سازشوں

سن 46 کے بعد سے دنیا اور خاص کر ایشیائی ملکوں
 میں راج کا جی اور مالی حالت کبھی زیادہ پہنچتا
 جاتا رہی ہے۔ سن 50 اور 51 کے ایران کے حالات
 ناٹکوں کے سامنے آجاتے ہیں، جہاں سے اور جہاں سے بھی
 انگریز اور امریکی روس کے خلاف آخری جنگ لڑنے کی
 تیاری کر رہے ہیں۔ حال میں امریکہ کی سرکار نے آدھی
 دنیا کے اوپر اور سوویت روس کے چاروں طرف اپنے فوجی
 سمندری اور ہوائی اڈے بنانے کے لئے اپنی کانگریس سے
 656 کروڑ ڈالر یعنی قریب ہمس ارب روپے کی مانگ کی
 ہے۔ انوں کا یہ سلسلہ دنیا کے 48 خاص خاص
 ممالکوں سے 44 دیشوں میں پھیلا ہوا ہوا جن میں
 جاپان، فلپائنس وغیرہ سب شامل ہیں۔ بہت سے
 نام ابھی گھٹ رکھے گئے ہیں۔ یہ سلسلہ دو سال
 میں پکڑ پکڑ کر 35 لاکھ آدمیوں کی اس میں ضرورت
 امریکی سرکار نے صاف کہا ہے کہ یہ اڈے ایسے
 مقاموں پر ہونگے جہاں سے ضرورت پڑے تو روس پر
 آسانی سے بم برسائے جاسکے۔ ظاہر ہے
 ایسے ایسے اور پچھم ایشیا کے سب
 ملک اس چال کا شکار ہیں۔

سن 50 میں انگریز اور امریکی نے ملکر
 ایرانی سرکار سے درخواست کی کہ ان دونوں
 دیشوں کو ایران میں جغرافیائی سرحد
 (جیوگرافیکل اینڈ پالیٹیکل سرحد) کرنے کی
 اجازت دی جائے۔ روس نے ایران کو اس
 اجازت کے خلاف اٹھ کھڑا کیا۔ ایران نے اجازت دینے
 سے انکار کر دیا۔

لکھے رجا شاہ پر ہر درجہ کا دباؤ ڈالا گیا۔ اس سے پہلے انگریزوں کے جنگی جہاز ایران کی کھاری میں پہنچ گئے تھے۔ حالات نازک ہو چلی تھی۔ آخر رجا شاہ نے اپنی مرضی کے خلاف اس شرط کو مان لیا۔

مئی سن '33 میں ایران کی सरकार اور آئنگلو ایرانیان آئل کمپنی کے بیچ ایک نیا معاہدہ ہو گیا جس میں ایران کے دیکھن پکھن کی کنارے کی ایک لاکھ مربع میل زمین میں، جو کل ایران کا 62 واں حصہ ہے، آئنگلو کمپنی کو ساٹھ برس کے لیے تیل نکالنے، اسے صاف کرنے اور بھرنے کا ٹھکانہ مل گیا۔

رجا شاہ کے ساتھ آئنگلو کمپنی کے مابین اور دونوں میں امن و امان بڑھتی چلی گئی۔

دوسری بڑی جنگ

سن '39 میں دوسری بڑی جنگ شروع ہوئی۔ کچھ دنوں بعد جرمنی نے روس پر حملہ کر دیا۔ روس اور آئنگلو کمپنی کے لیے اب جرمنی کو بڑھنے سے روکنے کی کوشش کرنا ضروری ہو گیا۔ اس کے علاوہ روسی فوج کو روس اور سامان پہنچانے کا راستہ بھی ایران سے ہو کر ہی تھا۔ پھر وہی سن '41 میں روسی فوج نے آئرلینڈ پر اور آئنگلو کمپنی نے دیکھن پکھن ایران پر ایک ہی دن قبضہ کر لیا۔ رجا شاہ خاص کر آئنگلو کمپنی کے خلاف تھا۔ وہ ایران کی طرف سے جرمنی کے خلاف جنگ کا اعلان کرنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ آئنگلو کمپنی کی سازشیں ایران میں رجا شاہ کے خلاف پہلے ہی سے چل رہی تھیں۔ رجا شاہ کے سماج سدھاروں سے موقع پا کر آئنگلو کمپنی نے کٹر اور ایران کے کچھ بڑے بڑے زمینداروں کو رجا شاہ کے خلاف تیار کیا۔ سن '41 میں رجا شاہ گری سے اتار دیا گیا اور اس کا بیٹا سال کا لڑکا ایران کے تخت پر بیٹھا دیا گیا۔ ایران نے جرمنی کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ رجا شاہ کے خلاف اس سازش میں روس کا کوئی ہاتھ نہ تھا۔ لیکن امریکہ کا پورا پورا حصہ تھا۔

دسمبر سن '43 میں آئنگلو کمپنی، روس اور امریکہ نے اعلان کر دیا کہ جنگ ختم ہونے کے چھ مہینے کے اندر سب فوجیں ایران سے ہٹا لی جائیں گی۔ دو ستمبر سن '45 کو جنگ ختم ہوئی۔ سن '46 میں آئنگلو کمپنی اور روسی فوجیں ایران سے ہٹا لی گئیں۔

اسی سال آئرلینڈ میں تیل نکالنے کے لیے روس نے اپنی ایک کمپنی بنائی اور ایرانی سرکار سے اسی طرح تیل نکالنے کا ٹھکانہ لینا چاہا جس طرح آئنگلو کمپنی کو مل رہا تھا۔ فرق یہ تھا کہ آئنگلو

کمپنی نے اپنی مرضی کے خلاف اس شرط کو مان لیا۔ اس سے پہلے انگریزوں کے جنگی جہاز ایران کی کھاری میں پہنچ گئے تھے۔ حالات نازک ہو چلی تھی۔ آخر رجا شاہ نے اپنی مرضی کے خلاف اس شرط کو مان لیا۔

مئی سن '33 میں ایران کی سرکار اور آئنگلو ایرانیان آئل کمپنی کے بیچ ایک نیا معاہدہ ہو گیا جس میں ایران کے دیکھن پکھن کی کنارے کی ایک لاکھ مربع میل زمین میں، جو کل ایران کا 62 واں حصہ ہے، آئنگلو کمپنی کو ساٹھ برس کے لیے تیل نکالنے، اسے صاف کرنے اور بھرنے کا ٹھکانہ مل گیا۔

رجا شاہ کے ساتھ آئنگلو کمپنی کے مابین اور دونوں میں امن و امان بڑھتی چلی گئی۔

دوسری بڑی جنگ

سن '39 میں دوسری بڑی جنگ شروع ہوئی۔ کچھ دنوں بعد جرمنی نے روس پر حملہ کر دیا۔ روس اور آئنگلو کمپنی کے لیے اب جرمنی کو بڑھنے سے روکنے کی کوشش کرنا ضروری ہو گیا۔ اس کے علاوہ روسی فوج کو روس اور سامان پہنچانے کا راستہ بھی ایران سے ہو کر ہی تھا۔ پھر وہی سن '41 میں روسی فوج نے آئرلینڈ پر اور آئنگلو کمپنی نے دیکھن پکھن ایران پر ایک ہی دن قبضہ کر لیا۔ رجا شاہ خاص کر آئنگلو کمپنی کے خلاف تھا۔ وہ ایران کی طرف سے جرمنی کے خلاف جنگ کا اعلان کرنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ آئنگلو کمپنی کی سازشیں ایران میں رجا شاہ کے خلاف پہلے ہی سے چل رہی تھیں۔ رجا شاہ کے سماج سدھاروں سے موقع پا کر آئنگلو کمپنی نے کٹر اور ایران کے کچھ بڑے بڑے زمینداروں کو رجا شاہ کے خلاف تیار کیا۔ سن '41 میں رجا شاہ گری سے اتار دیا گیا اور اس کا بیٹا سال کا لڑکا ایران کے تخت پر بیٹھا دیا گیا۔ ایران نے جرمنی کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ رجا شاہ کے خلاف اس سازش میں روس کا کوئی ہاتھ نہ تھا۔ لیکن امریکہ کا پورا پورا حصہ تھا۔

دسمبر سن '43 میں آئنگلو کمپنی، روس اور امریکہ نے اعلان کر دیا کہ جنگ ختم ہونے کے چھ مہینے کے اندر سب فوجیں ایران سے ہٹا لی جائیں گی۔ دو ستمبر سن '45 کو جنگ ختم ہوئی۔ سن '46 میں آئنگلو کمپنی اور روسی فوجیں ایران سے ہٹا لی گئیں۔

اسی سال آئرلینڈ میں تیل نکالنے کے لیے روس نے اپنی ایک کمپنی بنائی اور ایرانی سرکار سے اسی طرح تیل نکالنے کا ٹھکانہ لینا چاہا جس طرح آئنگلو کمپنی کو مل رہا تھا۔ فرق یہ تھا کہ آئنگلو

ہو گیا تھا، ایک ایک کر کے سب ریاضتیں آنگرےزوں سے واپس لے لی گئی جو ایران کی کمزوری کے زمانے میں کھینچ لی گئی تھیں۔ انگریزوں نے ایران پر ہاتھ پڑھا توڑ ڈالا کیا۔ ایران کی کھڑی میں سب آنگرےزوں کی روٹیاں پھینک دی گئیں۔ ایران کی کھڑی میں سب آنگرےزوں کی روٹیاں پھینک دی گئیں۔ ایران کی کھڑی میں سب آنگرےزوں کی روٹیاں پھینک دی گئیں۔

ایران اور آنگرےزوں کا سمبندھ اب صرف ایک چھوڑے کے بارے میں رہ گیا اور وہ تھا تیل نکالنے کا ٹیکا۔ یہ ٹیکا ایرانی سرکار کی طرف سے ایک آنگرےز بھوپاری کمپنی 'اینگلو ایرانیان آئل کمپنی' کو ملا تھا اور یہ تھا کہ آنگرےز کمپنی تیل کے اس بھوپار سے جو کچھ ملائے گا اس کا سولہ فیصدی ایرانی سرکار کو دیکھی۔

ایران اور آنگرےزوں کا سمبندھ اب صرف ایک چھوڑے کے بارے میں رہ گیا اور وہ تھا تیل نکالنے کا ٹیکا۔ یہ ٹیکا ایرانی سرکار کی طرف سے ایک آنگرےز بھوپاری کمپنی 'اینگلو ایرانیان آئل کمپنی' کو ملا تھا اور یہ تھا کہ آنگرےز کمپنی تیل کے اس بھوپار سے جو کچھ ملائے گا اس کا سولہ فیصدی ایرانی سرکار کو دیکھی۔

جس طرح اس وقت 'یو۔ این۔ او' ہے اسی طرح اس وقت 'لیگ آف نیشنس' بنی ہوئی تھی۔ 'یو۔ این۔ او' کے لئے سب قوموں کی پلچاٹ ہے پر اصل میں دو نہیں سلطنت کے پھاسے ملکوں کے ہاتھ کی کٹہر یعنی 'یو۔ این۔ او' کی قائم کی ہوئی تھی۔ اس وقت اسی کمپنی نے رضا شاہ کے حکم کے خلاف 'یو۔ این۔ او' کی قائم کی ہوئی تھی۔ اس وقت اسی کمپنی نے رضا شاہ کے حکم کے خلاف 'لیگ آف نیشنس' سے اپیل کرنا چاہا تھا۔

جس طرح اس وقت 'یو۔ این۔ او' ہے اسی طرح اس وقت 'لیگ آف نیشنس' بنی ہوئی تھی۔ 'یو۔ این۔ او' کے لئے سب قوموں کی پلچاٹ ہے پر اصل میں دو نہیں سلطنت کے پھاسے ملکوں کے ہاتھ کی کٹہر یعنی 'یو۔ این۔ او' کی قائم کی ہوئی تھی۔ اس وقت اسی کمپنی نے رضا شاہ کے حکم کے خلاف 'یو۔ این۔ او' کی قائم کی ہوئی تھی۔ اس وقت اسی کمپنی نے رضا شاہ کے حکم کے خلاف 'لیگ آف نیشنس' سے اپیل کرنا چاہا تھا۔

سن 1933 کا سمبندھ

بات چیت ہوئی۔ کمپنی نے بہت سی نئی شرطیں رضا شاہ کی مان لیں۔ صرف ایک بات پر معاملہ کچھ اٹکا۔ نئی شرطوں کے بدلے میں کمپنی نے اس بات پر زور دیا کہ کمپنی کا ٹھیکہ نئے سرے سے ساٹھ برس کے لئے کر دیا جائے۔ یعنی جو ٹھیکہ سن 1962 میں ختم ہونے والا تھا وہ سن 1993 میں ختم ہو۔ اس شرط کو منظور کرانے کے

* نومبر سن 1932 میں رضا شاہ نے یہ دیکھ کر کہ انگریز کمپنی ایرانی سرکار کو اس کے حصے کی ملاصوبہ ادا نہیں کر رہی ہے کمپنی پر کچھ نئی شرطیں لگانا چاہا اور حکم دیا کہ اگر نئی شرطیں نہ مانی گئیں تو کمپنی کا ٹھیکہ رد سمجھا جائیگا۔

جس طرح اس وقت 'یو۔ این۔ او' ہے اسی طرح اس وقت 'لیگ آف نیشنس' بنی ہوئی تھی۔ 'یو۔ این۔ او' کے لئے سب قوموں کی پلچاٹ ہے پر اصل میں دو نہیں سلطنت کے پھاسے ملکوں کے ہاتھ کی کٹہر یعنی 'یو۔ این۔ او' کی قائم کی ہوئی تھی۔ اس وقت اسی کمپنی نے رضا شاہ کے حکم کے خلاف 'یو۔ این۔ او' کی قائم کی ہوئی تھی۔ اس وقت اسی کمپنی نے رضا شاہ کے حکم کے خلاف 'لیگ آف نیشنس' سے اپیل کرنا چاہا تھا۔

سن 1933 کا سمبندھ

بات چیت ہوئی۔ کمپنی نے بہت سی نئی شرطیں رضا شاہ کی مان لیں۔ صرف ایک بات پر معاملہ کچھ اٹکا۔ نئی شرطوں کے بدلے میں کمپنی نے اس بات پر زور دیا کہ کمپنی کا ٹھیکہ نئے سرے سے ساٹھ برس کے لئے کر دیا جائے۔ یعنی جو ٹھیکہ سن 1962 میں ختم ہونے والا تھا وہ سن 1993 میں ختم ہو۔ اس شرط کو منظور کرانے کے

* نومبر سن 1932 میں رضا شاہ نے یہ دیکھ کر کہ انگریز کمپنی ایرانی سرکار کو اس کے حصے کی ملاصوبہ ادا نہیں کر رہی ہے کمپنی پر کچھ نئی شرطیں لگانا چاہا اور حکم دیا کہ اگر نئی شرطیں نہ مانی گئیں تو کمپنی کا ٹھیکہ رد سمجھا جائیگا۔

ایران کے بڑے کھنڈر نے اس کے کھنڈر کی نئی توجہ دلائی۔ پر اس میں ایران میں مصلحتیں دیکھی گئیں۔ پارلیمنٹ کا کام ہو چکا تھا، جب تک مصلحتیں نہیں تھیں تو اسے منظور نہ کر لے تو یہ بھی منظور نہیں کیا جاسکتا تھا۔

یہ نئی توجہ دہک اسی طرح کی تھی جو انگریزوں نے مصر کے ارد گرد کی تھی۔ اگر مجلس اس سے متعلق کوئی کام لیتی تو اس کا مطلب ایک مصر کے لئے ایران کی آزادی کا خاتمہ تھا۔

ان اور بولشویک روس

بولشویک روس نے ایک اور قدم بڑھایا، فروری 1921 میں نئی روسی سرکار نے اپنی طرف سے ایران پر ہندوستان کا علاقہ کر دیا جو ایران کی سرکار نے ایران پر رکھے تھے۔ اسی سال روس اور ایران میں یہ صلہ ہو گیا کہ اگر انگریز اپنی جنگ کے وقت کی آئی ہوئی فوج کو ایران کی زمینوں سے ہٹانے میں دیر کریں گے، یا آئندہ کسی سے کوئی دشمنی طائف اپنی فوج ایران کے کسی حصے میں اتارے گی تو روس فوراً اپنی فوج ایران میں بھیج کر اس دشمنی طائف کی فوج کو باہر نکالے گا۔

ایران اور روس کے درمیان تجارت اور دوستی بڑھتی رہی۔ ایک بڑے درجے تک روس کی اس سے کسی کاروائیوں نے ہی ایرانیوں کو دھمکاؤں اور ان کے دھمکوں کے چال میں پھنسانے سے بچایا۔

شاہ

ایران اور روس کے درمیان دوستی بڑھتی رہی۔ ایک بڑے درجے تک روس کی اس سے کسی کاروائیوں نے ہی ایرانیوں کو دھمکاؤں اور ان کے دھمکوں کے چال میں پھنسانے سے بچایا۔

ایران اور روس کے درمیان دوستی بڑھتی رہی۔ ایک بڑے درجے تک روس کی اس سے کسی کاروائیوں نے ہی ایرانیوں کو دھمکاؤں اور ان کے دھمکوں کے چال میں پھنسانے سے بچایا۔

ایران اور روس کے درمیان دوستی بڑھتی رہی۔ ایک بڑے درجے تک روس کی اس سے کسی کاروائیوں نے ہی ایرانیوں کو دھمکاؤں اور ان کے دھمکوں کے چال میں پھنسانے سے بچایا۔

ایران کے بڑے کھنڈر نے اس کے کھنڈر کی نئی توجہ دلائی۔ پر اس میں ایران میں مصلحتیں دیکھی گئیں۔ پارلیمنٹ کا کام ہو چکا تھا، جب تک مصلحتیں نہیں تھیں تو اسے منظور نہ کر لے تو یہ بھی منظور نہیں کیا جاسکتا تھا۔

یہ نئی توجہ دہک اسی طرح کی تھی جو انگریزوں نے مصر کے ارد گرد کی تھی۔ اگر مجلس اس سے متعلق کوئی کام لیتی تو اس کا مطلب ایک مصر کے لئے ایران کی آزادی کا خاتمہ تھا۔

ایران اور بولشویک روس

بولشویک روس نے ایک اور قدم بڑھایا۔ فروری 1921 میں نئی روسی سرکار نے اپنی طرف سے ایران پر ہندوستان کا علاقہ کر دیا جو ایران کی سرکار نے ایران پر رکھے تھے۔ اسی سال روس اور ایران میں یہ صلہ ہو گیا کہ اگر انگریز اپنی جنگ کے وقت کی آئی ہوئی فوج کو ایران کی زمینوں سے ہٹانے میں دیر کریں گے، یا آئندہ کسی سے کوئی دشمنی طائف اپنی فوج ایران کے کسی حصے میں اتارے گی تو روس فوراً اپنی فوج ایران میں بھیج کر اس دشمنی طائف کی فوج کو باہر نکالے گا۔

ایران اور روس کے درمیان تجارت اور دوستی بڑھتی رہی۔ ایک بڑے درجے تک روس کی اس سے کسی کاروائیوں نے ہی ایرانیوں کو دھمکاؤں اور ان کے دھمکوں کے چال میں پھنسانے سے بچایا۔

شاہ

ایران اور روس کے درمیان دوستی بڑھتی رہی۔ ایک بڑے درجے تک روس کی اس سے کسی کاروائیوں نے ہی ایرانیوں کو دھمکاؤں اور ان کے دھمکوں کے چال میں پھنسانے سے بچایا۔

ایران اور روس کے درمیان دوستی بڑھتی رہی۔ ایک بڑے درجے تک روس کی اس سے کسی کاروائیوں نے ہی ایرانیوں کو دھمکاؤں اور ان کے دھمکوں کے چال میں پھنسانے سے بچایا۔

ایران اور روس کے درمیان دوستی بڑھتی رہی۔ ایک بڑے درجے تک روس کی اس سے کسی کاروائیوں نے ہی ایرانیوں کو دھمکاؤں اور ان کے دھمکوں کے چال میں پھنسانے سے بچایا۔

اندر اس زمانے کے روسیوں اور انگریزوں کی سازشوں کو دیکھ کر اچھی طرح اور بڑے درد کے ساتھ دیکھ لیا ہے۔ روس اور انگلینڈ ہی کے اثر سے شستر کو ایران سے نکل دیا گیا۔ روس اور انگلینڈ کی سازشوں اور بوہتی چلی گئیں۔ ایران کی حالت بد سے بدتر ہوتی گئی۔

پہلی بڑی جنگ

سن 1914 میں پہلی بڑی جنگ شروع ہوئی۔ ترکی اور جرمنی ایک طرف تھے اور انگلینڈ اور روس دوسری طرف۔ ترکی کی سرحد ایران کے اتر پچھمی سرحد سے ملتی ہوئی تھی۔ ترکی یا جرمنی کے حملے سے اپنے بچاؤ کا بہانہ لے کر اب روسی فوج نے باضابطہ اُتری ایران پر قبضہ کر لیا اور انگریزی فوج نے دکنی ایران میں قبضہ کر لیا۔

سن 1917 میں روس میں ہنگامہ ہوا۔ جارج کی سلطنت ہمارے لیے ختم ہو گئی۔ روس میں بولشویک حکومت قائم ہو گئی۔ روس کی ساری راجنیت بدل گئی۔ اس انقلاب کے بعد ہی روس نے اپنی ساری فوج ایران سے ہٹائی۔

انگلینڈ کے لیے اب میدان اور صاف ہو گیا۔ سن 1918 میں جنگ ختم ہو گئی۔ پھر بھی انگریزی فوج ایران کو خالی کرنے کی جگہ اب اتر کی طرف پھیل گئی۔ ایران کا روس سے جتنا اب مٹ چکا تھا، پر اتر سے دکن تک سارے ایران میں اب جگہ جگہ انگریزی فوج کی چھاؤنیاں پڑی ہوئی تھیں۔

لارڈ کرزن کی سازش

سن 1919 میں لارڈ کرزن، جنہوں نے 14 برس پہلے ہندوستان کے گورنر جنرل کی حیثیت سے بنگال کے دو ٹکڑے کر کے اس دیش میں کھلبلی مچائی تھی، ایران پہنچے۔ ایرانی سرکار کے ساتھ انہوں نے اب ایک نیا سمجھوتہ کرنا چاہا۔ اس سمجھوتے کی پہلی دفعہ یہ تھی کہ انگلینڈ کی سرکار ایران کو پوری طرح آزاد ملک مانتی ہے اور باقی سب دفعوں میں اس بات کا پرہیز کیا گیا تھا کہ ایران کی ساری فوج اور وہاں کے سارے سرکاری مقام انگریزوں کے پوری طرح ماتحت ہو جائیں۔

اسمیت نام کے ایک انگریز کو ایک بڑے بڑے اسمت کے ساتھ ایرانی سرکار کا مالی صلاح کار (فائننس اڈوائزر) بنا کر بھیجا گیا۔ اسمیت پرشیا نام سے ایک نیا بینک انگریزوں کی پینٹی سے اور پوری طرح انگریزوں کے اسمت میں طہران میں کھول دیا گیا جس سے ایران کے آئینک جہوں کو ہر طرح اپنے قبضہ میں رکھا جاسکے۔ ایرانی کی دلچسپی طہران میں سازشوں کا ایک نیا چال چل رہا تھا۔

سن 1914 میں پہلی بڑی جنگ شروع ہوئی۔ ترکی اور جرمنی ایک طرف تھے اور انگلینڈ اور روس دوسری طرف۔ ترکی کی سرحد ایران کے اتر پچھمی سرحد سے ملتی ہوئی تھی۔ ترکی یا جرمنی کے حملے سے اپنے بچاؤ کا بہانہ لے کر اب روسی فوج نے باضابطہ اُتری ایران پر قبضہ کر لیا اور انگریزی فوج نے دکنی ایران میں قبضہ کر لیا۔

پہلی بڑی جنگ

سن 1917 میں روس میں انقلاب ہوا۔ زار کی سلطنت ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی۔ روس میں بولشویک حکومت قائم ہو گئی۔ روس کی ساری راجنیت بدل گئی۔ اس انقلاب کے بعد ہی روس نے اپنی ساری فوج ایران سے ہٹائی۔

انگلینڈ کے لیے اب میدان اور صاف ہو گیا۔ سن 1918 میں جنگ ختم ہو گئی۔ پھر بھی انگریزی فوج ایران کو خالی کرنے کی جگہ اب اتر کی طرف پھیل گئی۔ ایران کا روس سے جتنا اب مٹ چکا تھا، پر اتر سے دکن تک سارے ایران میں اب جگہ جگہ انگریزی فوج کی چھاؤنیاں پڑی ہوئی تھیں۔

لارڈ کرزن کی سازش

سن 1919 میں لارڈ کرزن، جنہوں نے 14 برس پہلے ہندوستان کے گورنر جنرل کی حیثیت سے بنگال کے دو ٹکڑے کر کے اس دیش میں کھلبلی مچائی تھی، ایران پہنچے۔ ایرانی سرکار کے ساتھ انہوں نے اب ایک نیا سمجھوتہ کرنا چاہا۔ اس سمجھوتے کی پہلی دفعہ یہ تھی کہ انگلینڈ کی سرکار ایران کو پوری طرح آزاد ملک مانتی ہے اور باقی سب دفعوں میں اس بات کا پرہیز کیا گیا تھا کہ ایران کی ساری فوج اور وہاں کے سارے سرکاری مقام انگریزوں کے پوری طرح ماتحت ہو جائیں۔

جہازوں کو جہاز کی چوڑی روکنے کا بہانہ لے کر لوٹنا شروع کر دیا۔ ایران کے ساتھ ہتھیاروں کی ساری تجارت اپنے ہاتھ میں لے لی، اپنے جہازوں کے لئے کوئلہ بھرنے کے لئے اسٹیشن بنائے۔ یہاں تک کہ ایران کی کھادیں کا وہ سارا حصہ جو کھاد سے ملا ہوا ہے، انگریزوں کی فوجی جہازوں سے بھر گیا۔

سن 1901 میں انگریزوں نے دکن پچھمی ایران میں مٹی کے تیل کے کنوئیں کا پتہ لگانے اور تیل نکالنے کا ٹیکا ساٹھ برس کے لیے اس সময় کی کمپنیز اور ناسمک ایرانی سرکار سے حاصل کر لیا۔

روس بھی چپ نہ رہ سکتا تھا۔ اتر ایران میں جہاں روس اور ایران کی سرحد ملی ہوئی ہے، روس نے ریلوں بنائے، پہلک کھولنے اور تجارتی مال پر چنگی وصول کرنے کے لیے اسی سے اسے اس پاس ایرانی سرکار سے حاصل کر لیا۔

ایران کی لوٹ میں روس اور انگلینڈ کی لاگ قنات بڑھتی گئی۔

جرمنی بھی ایران کی کھاد کی طرف بڑھا اور ایک دو جگہ اس نے بھی اپنے فوجی جہازوں اترے بنا ڈالے۔

سن 1904 میں جرمنی کے خلیفہ انگلینڈ اور فرانس میں دوستی ہو گئی۔

سن 1905 میں روس جاپان یوں میں روس نے بوری طرح ہار کھائی۔

روس کی ہمتیں اب کچھ دنوں کے لئے توت چکی تھیں۔

سن 1907 میں انگلینڈ نے موقع دیکھ کر جرمنی کے خلاف روس کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا۔ انگلینڈ اور روس نے آپس میں طے کر لیا کہ ایران کے تین ٹکڑے کر دیے جائیں۔ اتر کا حصہ روس کے پاس رہے، دکن کا انگلینڈ کے اور باقی کا تھوڑا سا تھوڑا 'آزاد' چھوڑ دیا جائے۔

سن 1908 میں انگریزوں کو دکن پچھمی ایران میں کچھ تیل کے کنوئیں ملے۔ انگلینڈ کا ناتا ایران کے ساتھ بڑھتا چلا گیا۔

روس اور انگلینڈ دونوں کی طرف سے اب ایران میں سازشوں کے جال بچھائے جانے لگے اور ایرانی سرکار کو اپنی کٹھنالی بنا کر رکھنے کی کوششیں ہونے لگیں۔

امریکیوں کے دل میں اس زمانے میں اپنا سامراج بڑھانے کی لالسا نہیں جاگی تھی۔ ایک امریکی وٹھان مارٹن ہسٹر کو ایرانی سرکار نے اپنے خزانے کا سب سے بڑا ہسر مقرر کیا۔ ہسٹر ایک بڑا ایماندار آدمی تھا۔ ایرانیوں سے اسے اور اس سے ایرانیوں کو سچا پریم تھا۔ اس نے اپنی مشہور کتاب 'سٹرینگلیک آف پرمیا' (ایران کا گہرا پوتا جانا) میں ایران کے

جہازوں کو جہاز کی چوڑی روکنے کا بہانہ لے کر لوٹنا شروع کر دیا۔ ایران کے ساتھ ہتھیاروں کی ساری تجارت اپنے ہاتھ میں لے لی، اپنے جہازوں کے لئے کوئلہ بھرنے کے لئے اسٹیشن بنائے۔ یہاں تک کہ ایران کی کھادیں کا وہ سارا حصہ جو کھاد سے ملا ہوا ہے، انگریزوں کی فوجی جہازوں سے بھر گیا۔

سن 1901 میں انگریزوں نے دکن پچھمی ایران میں مٹی کے تیل کے کنوئیں کا پتہ لگانے اور تیل نکالنے کا ٹیکا ساٹھ برس کے لیے اسے اسے اس پاس ایرانی سرکار سے حاصل کر لیا۔

روس بھی چپ نہ رہ سکتا تھا۔ اتر ایران میں جہاں روس اور ایران کی سرحد ملی ہوئی ہے، روس نے ریلوں بنائے، پہلک کھولنے اور تجارتی مال پر چنگی وصول کرنے کے لیے اسی سے اسے اس پاس ایرانی سرکار سے حاصل کر لیا۔

ایران کی لوٹ میں روس اور انگلینڈ کی لاگ قنات بڑھتی گئی۔

جرمنی بھی ایران کی کھاد کی طرف بڑھا اور ایک دو جگہ اس نے بھی اپنے فوجی جہازوں اترے بنا ڈالے۔

سن 1904 میں جرمنی کے خلاف انگلینڈ اور فرانس میں دوستی ہو گئی۔

سن 1905 میں روس جاپان یوں میں روس نے بوری طرح ہار کھائی۔

روس کی ہمتیں اب کچھ دنوں کے لئے توت چکی تھیں۔

سن 1907 میں انگلینڈ نے موقع دیکھ کر جرمنی کے خلاف روس کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا۔ انگلینڈ اور روس نے آپس میں طے کر لیا کہ ایران کے تین ٹکڑے کر دیے جائیں۔ اتر کا حصہ روس کے پاس رہے، دکن کا انگلینڈ کے اور باقی کا تھوڑا سا تھوڑا 'آزاد' چھوڑ دیا جائے۔

سن 1908 میں انگریزوں کو دکن پچھمی ایران میں کچھ تیل کے کنوئیں ملے۔ انگلینڈ کا ناتا ایران کے ساتھ بڑھتا چلا گیا۔

روس اور انگلینڈ دونوں کی طرف سے اب ایران میں سازشوں کے جال بچھائے جانے لگے اور ایرانی سرکار کو اپنی کٹھنالی بنا کر رکھنے کی کوششیں ہونے لگیں۔

امریکیوں کے دل میں اس زمانے میں اپنا سامراج بڑھانے کی لالسا نہیں جاگی تھی۔ ایک امریکی وٹھان مارٹن ہسٹر کو ایرانی سرکار نے اپنے خزانے کا سب سے بڑا ہسر مقرر کیا۔ ہسٹر ایک بڑا ایماندار آدمی تھا۔ ایرانیوں سے اسے اور اس سے ایرانیوں کو سچا پریم تھا۔ اس نے اپنی مشہور کتاب 'سٹرینگلیک آف پرمیا' (ایران کا گہرا پوتا جانا) میں ایران کے

کا بدن इतना हलका फुलका है कि मालूम होता है हवा के एक झोंके में उड़ जायगा, पर उस दुबले पतले जिस्म के अन्दर ऐसी जबरदस्त क़व्वते इरादी (संकल्प शक्ति) है जो ईरान के अलबुर्ज पहाड़ की चट्टान से भी ज्यादा अटल और जो अबादान के सारे तेल से ज्यादा भबक चठने वाली है।”

मुस्सादिक के रहन सहन से लोग उन्हें 'दरवेश' कहते हैं, कहते हैं उनका बिना फरश का कमरा सामान से उतना ही खाली होता है जितना किसी साधू की कुटिया. वह ईरान के "सन्त देशभक्त" कहलाते हैं. लोग महात्मा गांधी से उनकी तुलना करते हैं.

मालूम होता है मुस्सादिक तेल के मामले में अंगरेजों के या दुनिया की किसी भी ताकत के सामने बाल बराबर भी झुकने को तैयार नहीं. पर मोहम्मद मुस्सादिक कट्टर या अंधविश्वासी नहीं हैं. उन्होंने फ्रान्स में राजनीत और अर्थशास्त्र की तालीम पाई है, स्वेटजरलैन्ड में कानून के डॉक्टर की डिग्री ली है. मुस्सादिक उनका गुरु का नाम नहीं है. जब उनकी उमर केवल 25 बरस की थी तो उनकी गौर मामूली ईमानदारी और सच्चाई को देख कर उस समय के ईरान के शाह ने उन्हें 'मुस्सादिक' का खिताब दिया था जिसके मानी होते हैं सच्चा और ईमानदार. दुनिया के बहुत से लोगों को यक़ीन है कि मुस्सादिक न केवल ईरानियों को घरीबी और जहालत से ही छुटकारा दिलाने के लिये आए हैं बल्कि बीच एशिया और पच्छिम एशिया के देशों की बहुत सी चलक़त्तों के उनके ज़रिये सुलझने की आशा की जाती है.

महात्मा गांधी और मोहम्मद मुस्सादिक में बहुत सी बातें मिलती जुलती हैं और इसमें कोई शक नहीं मोहम्मद मुस्सादिक इस समय की दुनिया के ऊँचे से ऊँचे और नेक से नेक आदमियों में से हैं.

ईरान, इंग्लैन्ड और रूस

इंग्लैन्ड ने पिछली सदी में ईरान और आसपास के समन्दर में वसी तरह बढ़ना शुरू किया जिस तरह कई सदी पहले ईस्ट इंडिया कम्पनी ने हिन्दुस्तान में किया था. सन 1870 में एक इन्डो योरोपियन टेलीग्राफ कम्पनी बनाई गई जिसने हिन्दुस्तान और योरप में सम्बन्ध के लिये ईरान के अन्दर तार के खम्बे बिछाने शुरू किये. इसके बाद अंगरेज ईरान की खाड़ी की तरफ बढ़े. धीरे धीरे ईरान के किनारे के समन्दर में इधर से उधर तक अंगरेजों ने अपने रोशनी घर (लाइट हाउस) बना डाले, समन्दर से तार खबर भेजने के लिये 'केबल्स' डाल दिये, ठीक जिस तरह वह हिन्दुस्तान में कर चुके थे वसी तरह पास से जाने वाले

का بدن ايتنا هلكه چلکا ه که معلوم هوتا ه هوا کے ایک جھونکے میں اُڑ جائیگا، پر اُس دبلے پتلے جسم کے اندر ایسی زبردست قوت اِرادتی (سکल्प شکتی) ہے جو ایران کے البرز پہاڑ کی چٹان سے بھی زیادہ اُٹل اور جو آبادان کے سارے تیل سے زیادہ بھوک اُٹھنے والی ہے۔“

مصادیق کے رہن سہن سے لوگ انہوں 'درویش' کہتے ہیں. کہتے ہیں اُن کا بلدا فرش کا کمرہ سامان سے اُنکا ہی خالی ہوتا ہے جتنا کسی سادہو کی کتھا. وہ ایران کے "سنت دیہی بھکت" کہلاتے ہیں لوگ مہاتما گاندھی سے اُن کی تُلنا کرتے ہیں.

معلوم ہوتا ہے مصادیق تیل کے معاملے میں انگریزوں کے یا دنیا کی کسی بھی طاقت کے سامنے ہال برابر بھی جھکنے کو تیار نہیں. پر محمد مصادیق کترو یا اندھ وشواسی نہیں ہیں. انہوں نے فرانس میں راج ٹھہرت اور اُنہ شاستر کی تعلیم پائی ہے، سوئزرلینڈ میں قانون کے ڈاکٹر کی ترقی لی ہے. مصادیق اُن کا شروع کا نام نہیں ہے. جب اُنکی عمر کھول 25 برس کی تھی تو اُنکی فوہ معمولی ایمانداری اور سچائی کو دیکھکر اُس سمے کے ایران کے شاہ نے اُنہیں 'مصادیق' کا خطاب دیا تھا جس کے معنی ہوتے ہیں سچا اور ایماندار، دنیا کے بہت سے لوگوں کو یقین ہے کہ مصادیق نہ کھول ایرانہوں کو فریبی اور جہالت سے ہی چھٹکارا دلانے کے لئے آئے ہیں بلکہ ہوج ایشیا اور پچھم ایشیا کے دیہوں کی بہت سی الجھنوں کے اُن کے ذریعے سلجھنے کی آشا کی جاتی ہے.

مہاتما گاندھی اور محمد مصادیق میں بہت سی باتیں ملتی جلتی ہیں اور اُس میں کوئی شک نہیں، محمد مصادیق اُس سمے کی دنیا کے اونچے سے اونچے اور نوک سے نوک آدمیوں میں سے ہیں.

ایران، انگلینڈ اور روس

انگلینڈ نے پچھلی صدی میں ایران اور اُس پاس کے سمندرو میں اُسی طرح بڑھنا شروع کھا جس طرح کئی صدی پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندستان میں کھا تھا. سن 1870 میں ایک انڈو یورپین ٹیلیگراف کمپنی بلانی گئی جس نے ہندستان اور یورپ میں سمبندھ کے لئے ایران کے اندر تار کے کھمبے بچھانے شروع کئے. اُس کے بعد انگریز ایران کی کھاری کی طرف بڑھے، دھیرے دھیرے ایران کے کنارے کے سمندرو میں اُدھر سے اُدھر تک انگریزوں نے اپنے رہنئی کھو (لائٹ ہاؤس) بنا ڈالے، سمندرو سے تار خبر بھیجنے کے لئے 'کابلس' ڈال دیئے، ٹھیک جس طرح وہ ہندستان میں کر چکے تھے اُسی طرح پاس سے جانے والے

ہماری رائے

ایران کا تیل संکٹ—

ایران کی آج کل کی موسمیاتوں کی شروعات سبھی کی سبھی میں اس وقت سے ہوتی ہے جب انگریزی راج بھارت میں پوری طرح جم چکا تھا۔ روس کے زار کا جی انگلینڈ کے اس نئے سامراج کو دیکھ کر للچا رہا تھا اور هندوستان پر روس کے حملے کی خبریں آئے دن آرہی تھیں۔ روس کے بڑھنے کا راستہ ایران ہو کر ہی دکھائی دیتا تھا اور ایران میں ہی انگریز سب سے زیادہ کامیابی کے ساتھ بڑھتی ہوئی روسی فوج کو روک سکتے تھے۔ اس پرانے انتہاس میں جانے سے پہلے ہمیں ایک نیا آس آدسی پر ڈال لینی چاہئے جس کے ہاتھوں میں اس سے ایرانی قوم کی راج کاجی باگ نظر آتی ہے۔

ایران کا تیل سنکٹ —

ایران کی آج کل کی موسمیاتوں کی شروعات سبھی کی سبھی میں اس وقت سے ہوتی ہے جب انگریزی راج بھارت میں پوری طرح جم چکا تھا۔ روس کے زار کا جی انگلینڈ کے اس نئے سامراج کو دیکھ کر للچا رہا تھا اور هندوستان پر روس کے حملے کی خبریں آئے دن آرہی تھیں۔ روس کے بڑھنے کا راستہ ایران ہو کر ہی دکھائی دیتا تھا اور ایران میں ہی انگریز سب سے زیادہ کامیابی کے ساتھ بڑھتی ہوئی روسی فوج کو روک سکتے تھے۔ اس پرانے انتہاس میں جانے سے پہلے ہمیں ایک نیا آس آدسی پر ڈال لینی چاہئے جس کے ہاتھوں میں اس سے ایرانی قوم کی راج کاجی باگ نظر آتی ہے۔

ڈاکٹر محمد مصدق

ڈاکٹر محمد مصدق

ایران کے آج کل کے بڑے بڑے ڈاکٹر محمد مصدق کی عمر اس وقت تک لگ بھگ پچاس سال کی ہے۔ کچھ پہلے تک دنیا میں بہت کم لوگ انہیں جانتے تھے۔ آج دنیا کا شاید ہی کوئی اخبار ہو جس میں مصدق کا نام بار بار نہ آچکا ہو۔ یورپ کے پتھر کار اور راج کاجی لوگ عام طور پر مصدق کی حد درجہ کی سادگی، سچائی، ایمانداری اور دیہی بہمتی کی تعریف کرتے ہیں۔ حال میں ایک چالاک انگریز راج نے مصدق کی تیل کے معاملے میں مصدق سے ملنے گئے تھے۔ لوت کو اپنی ناکامی کی چرچا کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ”ہم ایک ایسے بد معاشرے سے کام چلا سکتے تھے جس پر بھروسہ ہو سکتا“ پر ایک ایماندار مگر مذہبی آدمی نے کہے کام نکل سکتا ہے۔“ مصدق مصدق بہت بہادری ہیں۔ ایران کی مجلس میں ایران کی مصیبتوں کا ذکر کرتے ہوئے وہ بار بار رو پڑتے ہیں۔ ان کے لگ اور نسواں ہونے کو بھی سب مانتے ہیں۔ 21 مئی کو ایران کی سینیٹ میں روئے ہوئے انہوں نے کہا — ”میں یہ تیل کا معاملہ ختم کرلوں اور فرنٹ تم میری جگہ دوسرا آدمی مقرر کر لیتا۔“ دوسری طرف ایک امریکی لکھتا ہے — ”مصدق

ہے کہ ہینڈ بکس کی ہر پوٹلی میں اسکا انوکھا پیکر
 ہانے کی کوشش کرے تاکہ سبھی آدمی اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ آخر
 میں ہم اپنی بھائی کو اس ٹکڑی سے مکر بھی کھیتی
 ہر تیار کرنے پر دل سے بدھائی دیتے ہیں۔

— سریشی دام بھائی

—سورشا رامभाई

ستری پुरुश मर्यादा

लेखक—किशोरलाल मरारुवाला, लिखावट—नागरी.

सफे—एक सौ अठ्ठासी. दाम—पौने दो रुपया.

मिलने का पता—नवजीवन प्रकाशन मंदिर, अहम-
 दाबाद.

यह किताब गुजराती में लिखे हुए लेखों के संग्रह का
 हिन्दुस्तानी में तरजुमा है.

इसका हर लेख पढ़ने, और ध्यान से पढ़ने लायक
 है. हर लेख में न्यायन तो मिलेगा ही, और साथ में दो
 चीजें और मिलेंगी. एक यह कि पढ़ने वाले के मन में पढ़े
 वरसों के शक आसानी से दूर होते चले जायेंगे. दूसरी
 बात यह कि पढ़ने वाले में एक जान सी पड़ती मात्स
 पड़ेगी, जिसके बल पर उसे समाज में इनकलाब करने
 की बात सूझ सकती है.

किताब के लिखने वाले श्री किशोर लाल मरारुवाला
 ऐसे आदमी हैं जिनकी लेखनी से यह सब शोभा देता है.

हम ज्यादा न कहकर नीचे कुछ लेख गिनाये देते हैं,
 जिनपर बड़ी साफ राय आदिर की गई है जिसकी आज-
 कल बड़ी जरूरत थी.

1. पुरुशों के दोरा
2. नवजवान और शादी
3. स्त्रियों पर अत्याचार
4. स्त्री-पुरुश का सम्बन्ध
5. सह शिक्षा
6. संतति नियमन का सवाल
7. बुढ़ापे में विवाह
8. ब्रह्मचर्य का साधक

कहीं कहीं भाशा कठिन हो गई है. संस्कृत के ऐसे
 शब्दों की भरमार है कि काबिज के विद्यार्थी भी दीपवी
 बानी ग्लासरी की मदद के बिना किताब से पूरा फायदा नहीं
 उठा सकते. इतनी काम की किताब के साथ दीपवी होना
 जरूरी थी.

—म.

ستری پوش مریاد

لیکھک — کشور آل مشرور والا لکھارت—ناگری.

صفحه — ایک سو اٹھاسی. دام — پونے دو روپے.

میلے کا پتہ — نوجہون پرکاشن ملندر، احمدآباد.

یہ کتاب کجراتی میں لکھ ہوئے لکھوں کے ملکر کا
 دستاوی میں ترجمہ ہے.

اس کا ہر لکھ پوئلے اور دھیان سے پوئلے لائق ہے.
 لکھ میں نہا ہیں تو ملے کا ہی، اور ساتھ میں دو چیزیں
 ملیں گی. ایک یہ کہ پوئلے والے کے من میں پڑے
 ہوں کے شک آسانی سے دور ہوتے چلے جائیں گے. دوسری
 یہ کہ پوئلے والے میں ایک جان سی پڑتی معلوم
 ہے کی جسکے بل پر اُسے سماج میں انقلاب کرنے کی بات
 چھ سکتی ہے.

کتاب کے لکھنے والے شری کشور آل مشرور والا ایسے
 ہی ہوں جنکی لکھلی سے یہ سب شوبھا دیتا ہے.
 ہم زیادہ نہ کہہ کر نہتے اچھے لکھ گڈائے دیتے ہوں
 پر پڑی صاف رائے ظاہر ہی گئی ہے جسکی آج کل
 ضرورت تھی.

1. پرشوں کے دوش
2. نوجوان اور شادی
3. استریوں پر اٹھاچار
4. استری پرش کا سمبندھ
5. سپہ شکھا
6. سنتی نہیں کا سوال
7. بڑھاپے میں وواہ
8. بڑھاپے کا سادھوہ

کبھی کبھی بھلاشا کلین ہوگئی ہے. سنسکرت کے
 سے شبدوں کی بہرماز ہے کہ کالج کے دیار بھی ٹھہری
 لی گلسری کی مدد کے بغیر کتاب سے پورا فائدہ نہیں اٹھا
 سکتے. اتنی کام کی کتاب کے ساتھ ٹھہری ہونا ضروری تھی.

— م —

“**مہا ناٹک (سوپر ہیرو)** ہے۔” یہ شاہی مارچ 1948 میں سہارا گرام آشرم میں ٹھہر کر باپا اور پंडित सुन्दरलाल गोरा की मौजूगी में हुई۔

کُل کتاب میں 54 سقے ہیں جن میں سے 23 سقے کی مہی کی شری کشور لال بھائی کی ہے۔ کتاب کو ایک بہت ہی دلچسپ اور آنکھوں کو دل دینے والی کہانی ہے۔

کُل کتاب میں 54 سقے ہیں جن میں سے 23 سقے کی مہی کی شری کشور لال بھائی کی ہے۔ کتاب کو ایک بہت ہی دلچسپ اور آنکھوں کو دل دینے والی کہانی ہے۔

مہی کی شری کشور لال بھائی کی ہے۔ کتاب کو ایک بہت ہی دلچسپ اور آنکھوں کو دل دینے والی کہانی ہے۔

مہی کی شری کشور لال بھائی کی ہے۔ کتاب کو ایک بہت ہی دلچسپ اور آنکھوں کو دل دینے والی کہانی ہے۔

مہی کی شری کشور لال بھائی کی ہے۔ کتاب کو ایک بہت ہی دلچسپ اور آنکھوں کو دل دینے والی کہانی ہے۔

مہی کی شری کشور لال بھائی کی ہے۔ کتاب کو ایک بہت ہی دلچسپ اور آنکھوں کو دل دینے والی کہانی ہے۔

مہی کی شری کشور لال بھائی کی ہے۔ کتاب کو ایک بہت ہی دلچسپ اور آنکھوں کو دل دینے والی کہانی ہے۔

مہی کی شری کشور لال بھائی کی ہے۔ کتاب کو ایک بہت ہی دلچسپ اور آنکھوں کو دل دینے والی کہانی ہے۔

مہی کی شری کشور لال بھائی کی ہے۔ کتاب کو ایک بہت ہی دلچسپ اور آنکھوں کو دل دینے والی کہانی ہے۔

مہی کی شری کشور لال بھائی کی ہے۔ کتاب کو ایک بہت ہی دلچسپ اور آنکھوں کو دل دینے والی کہانی ہے۔

مہی کی شری کشور لال بھائی کی ہے۔ کتاب کو ایک بہت ہی دلچسپ اور آنکھوں کو دل دینے والی کہانی ہے۔

ان ایتھیسٹ وں گاندھی

لکھک—भाई गोरा (जी. राम चन्द्र राव)

भूमिका लेखक—भाई किशोर लाल मशरुवाला.

लिखावट—अंगरेजी, दाम—एक रुपया.

निकालने वाले—नवजीवन पब्लिशिंग हाउस, अहमदाबाद.

गान्धी जी की शाहादत के बाद उनके ऊपर उनके जीवन की मांकियों और दूसरी चीजों को लेकर बहुत बड़ी तादाद में किताबें निकली हैं. लेकिन वह सब एक तरफ और भाई गोरा की यह किताब एक तरफ. इसमें हमें बापू के जीवन का एक बड़े कमाल का पहलू मिलता है, पहले तो बापू ने गोरा से मिलने से इनकार किया मगर बाद में जब गोरा के नास्तिक केन्द्र पटामाटा (बेजबाड़ा-आन्ध्र) के एक कारकुन ने वहाँ के काम की तस्वीर बापू के आगे रखी तो उन्होंने केन्द्र के मुखिया, गोरा को अपने आश्रम में आने की दावत दी. यही नहीं, बापू ने उनके केन्द्र के साथियों और उनके बीबी बच्चों को भी बुलाया और उनसे बातें कीं.

गोरा का कहना है कि बीसियों लोगों ने नास्तिक केन्द्र और नास्तिकता के बारे में उनसे बरबा की थी लेकिन एक सवाल जो बापू ने उनसे किया वह और किसी ने कभी नहीं किया—यह कि “आप नास्तिकता क्यों चाहते हैं?” यह ऐसा दुर्ब भरा सवाल था जिससे गोरा का रोम रोम हिल उठा और उन्होंने ने सारी वास्तान सुना कर बापू को आखिर में बतलाया कि मैं नास्तिकता इस वजह से चाहता हूँ ताकि इनसान में खुद के अन्दर भरोसा पैदा हो और अहिंसात्मक तरीके से समाजी और माली बराबरी कायम की जा सके. इस पर बापू ने कहा कि “न मैं यह कह सकता हूँ कि आपकी नास्तिकता गलत है न यह कि मेरी आस्तिकता ही सही है. हम दोनों सच की तलाश में हैं... मैं आपकी मदद करूँगा, हालाँकि आपका रास्ता मेरे रास्ते के खिलाफ है.” इतनी गहरी हमदरदी का वादा पाकर गोरा का कलेजा फूल उठा,

लेकिन घटनाओं का चक्कर कुछ इस तरह चला कि बापू फिर गोरा को अपने सामने सेबाग्राम न बुला सके. गोरा जन्म के ब्राह्मन हैं. उन्होंने अपनी बेटी की शादी एक हरिजन लड़के से करना तय की थी. यह शादी बापू कराने वाले थे और मद्रास में गोरा से मुलाकात होने पर बापू ने उनसे कहा था कि क्योंकि लड़का लड़की दोनों ही नास्तिक हैं इसलिये शादी की रस्म में ‘ईश्वर के नाम पर’ लक्ष्म न आकर ‘सत्य के नाम पर’ लक्ष्म आयेंगे, और आगे उन्होंने

न अित्थिस्त वं गान्धे

लेखक—भाई गोरा (जी. राम चन्द्र राव)

भूमिका लेखक—भाई किशोर लाल मशरुवाला.

लिखावट—अंगरेजी, दाम—एक रुपया.

निकालने वाले—नवजीवन पब्लिशिंग हाउस, अहमदाबाद.

गान्धी जी की शहादत के बाद उनके ऊपर उनके जीवन की मांकियों और दूसरी चीजों को लेकर बहुत बड़ी तादाद में किताबें निकली हैं. लेकिन वह सब एक तरफ और भाई गोरा की यह किताब एक तरफ. इसमें हमें बापू के जीवन का एक बड़े कमाल का पहलू मिलता है. पहले तो बापू ने गोरा से मिलने से इनकार किया मगर बाद में जब गोरा के नास्तिक केन्द्र पटामाटा (बेजबाड़ा-आन्ध्र) के एक कारकुन ने वहाँ के काम की तस्वीर बापू के आगे रखी तो उन्होंने केन्द्र के मुखिया, गोरा को अपने आश्रम में आने की दावत दी. यही नहीं, बापू ने उनके केन्द्र के साथियों और उनके बीबी बच्चों को भी बुलाया और उनसे बातें कीं.

गोरा का कहना है कि बीसियों लोगों ने नास्तिक केन्द्र और नास्तिकता के बारे में उनसे बरबा की थी लेकिन एक सवाल जो बापू ने उनसे किया वह और किसी ने कभी नहीं किया—यह कि “आप नास्तिकता क्यों चाहते हैं?” यह ऐसा दुर्ब भरा सवाल था जिससे गोरा का रोम रोम हिल उठा और उन्होंने ने सारी वास्तान सुना कर बापू को आखिर में बतलाया कि मैं नास्तिकता इस वजह से चाहता हूँ ताकि इनसान में खुद के अन्दर भरोसा पैदा हो और अहिंसात्मक तरीके से समाजी और माली बराबरी कायम की जा सके. इस पर बापू ने कहा कि “न मैं यह कह सकता हूँ कि आपकी नास्तिकता गलत है न यह कि मेरी आस्तिकता ही सही है. हम दोनों सच की तलाश में हैं... मैं आपकी मदद करूँगा, हालाँकि आपका रास्ता मेरे रास्ते के खिलाफ है.” इतनी गहरी हमदरदी का वादा पाकर गोरा का कलेजा फूल उठा,

लेकिन घटनाओं का चक्कर कुछ इस तरह चला कि बापू फिर गोरा को अपने सामने सेबाग्राम न बुला सके. गोरा जन्म के ब्राह्मन हैं. उन्होंने अपनी बेटी की शादी एक हरिजन लड़के से करना तय की थी. यह शादी बापू कराने वाले थे और मद्रास में गोरा से मुलाकात होने पर बापू ने उनसे कहा था कि क्योंकि लड़का लड़की दोनों ही नास्तिक हैं इसलिये शादी की रस्म में ‘ईश्वर के नाम पर’ लक्ष्म न आकर ‘सत्य के नाम पर’ लक्ष्म आयेंगे, और आगे उन्होंने

یہ اخبار حال ہی میں نکلنا شروع ہوا ہے۔ اس کے پہلے سال کی چار کاپیاں، نمبر 5، 6، 7، اور 10 اپنی راہ کا حیران کرنے کے لیے ہیں۔ انگریزی میں 'ایکونامک ریویو' نام کا پرانا کونگریس کے صدر دفتر سے کافی پر سے نکلتا رہا ہے، 'آرٹیک سیکشا' اس کا ملکی مہمہ معلوم ہوتا ہے۔

ہمارے देश میں لین دین، بچہ پैसे کے معاملے پر اخباروں کی خام تیر سے کمی ہے، کیر اچھے اور سمنہ دار اخباروں کی تو اور بھی زیادہ کمی ہے۔ اس لیے کنگریس دفتر جیسے ذمہ دار جگہ سے ان سوالوں پر نکلنے والے اس پندرہ روزہ اخبار کا ہم دل سے سواکت کرتے ہیں۔

اس اخبار میں دو باتیں نکلتی ہیں۔ ایک تو اس میں سہادک کی طرف سے اپنی رائے جو کسی چیز نہیں دیتی۔ دوسرے یہ کہ اس میں جو لکھ چھپتے ہیں وہ کسی دوسرے اخبار یا سرکاری رپورٹ سے لکھے گئے ہوتے ہیں۔ اس لیے کسی حوالہ ملد کو یہ تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ 'آرٹیک سیکشا' میں چھپنے کے لیے کوئی اپنی نئی چیز بھیجتے۔

تو ہم 'آرٹیک سیکشا' کو کنگریس کے نظریے سے چلے ہوئے آرٹیک معاملوں سے تعاقب رکھنے والے لکھوں کا ایک مجموعہ مانتے ہیں۔ لیکن جو لکھ اس میں دیتے ہیں وہ سچے سچ کام کے ہیں جن سے کافی جانکاری مل سکتی ہے۔ پانچواں نمبر بچت نمبر ہے جس میں نئی دلی کی سوکار کے مقررہ پانچاب، اتر پردیش، اڑیسہ، بہار، چھٹی بلکال، آسام، بمبئی، مدھہ پردیش اور مدراس سرکاروں کے اس سال کے بچت دینے لکھے ہیں۔

لیکھوں کے بارے میں ہم اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ ان سے یہ ایک خاص جہلک نکلتی ہے کہ وہ حکومت اور کنگریس کے پہلو سے سب چیزوں کو دیکھتے ہیں۔ ہاں! کچھ لکھ ایسے بھی ہیں—جیسے چھٹے نمبر میں سری کھوروال کھلشوام لال مشرور والا کا لکھ یا دسویں نمبر میں سری کمارپا کا لکھ—جو اس اثر کے نہیں کہہ جاسکتے۔ پھر یہی عام چلتا کا ایک مت ہوتا ہے۔ اور کون نہیں جانتا کہ آج ہندستان کے لوگ جتنے دکھی آرٹیک روپ سے ہیں اتنے فائدہ ہی کہی دے رہے ہیں! ہم چاہتے تھے کہ 'آرٹیک سیکشا' حکومت اور کنگریس کی محبوریوں اور مصیبتوں کے ہی وہم میں نہ پڑ کر لوگوں کے دکھوں کا بھی دھیان دے اور نہج سے آئندہ والی ان کی دھم دھم آہ کو اوپر تک پہنچائے۔

سریس رام بھائی

ہمارا راج

لکھنؤ—مدن موہن گپت، لکھنؤ—اردو۔

دام—دس آنے، سکہ—چونسٹہ۔

میلنے کا پتا—مکتبہ جَامِیَا لیمیٹڈ، جَامِیَا
نगर، دہلی۔

یہ کتابِ भारत کے विधान का خلاصہ है। बच्चों को समझाने के लिये लिखा गया है इसलिये भाषा काफी आसान लिखी गई है। मोटी मोटी बातें सभी समझा दी गई हैं। तस्वीर और नक्शे देकर और भी आसान कर दी गई हैं। कहीं कहीं इस तरह लिख दिया गया है जिससे बच्चों के दिल पर ठीक असर नहीं बैठ सकता, जैसे सफा सात पर बराबरी के हक बताते हुए इस तरह लिखा गया है—

“ऊपर लिखे हुए उसूलों को अमल में लाने के लिये वस्तु में जनता को कुछ हक दिये गए हैं.....”

इस इबारत से बच्चे के दिल पर यह असर रह सकता है कि हक सरकार ने जनता को दिये हैं जब कि बात ऐसी नहीं है। असल में वस्तु यानी विधान जनता ने अपनी तरफ से भेजे हुए आदमियों की मारफत तैयार करा कर उस सरकार के हाथ में सौंपा है जिसे जनता ने खुद बनाया है और जिसमें उन बच्चों के मां बाप का भी हाथ है जिन बच्चों के हाथ में यह किताब पहुँचेगी। इसलिये ऊपर की इबारत को इस तरह लिखना ठीक रहता—

‘ऊपर लिखे हुए उसूलों को अमल में लाने के लिये वस्तु में जनता ने अपने हक गिना दिये हैं, जो उसके पैदाशी और बुनियादी हक हैं।’

इसी तरह की भूलें किताब में दो एक जगह और हैं। हम कहना तो यह चाहते थे कि यह किताब इस तरह दुस्त करके ही बच्चों के हाथ में दी जानी चाहिये थी पर अब इतना ही कहना काफी है कि दूसरी छपाई में इसे ठीक कर दिया जाय।

—भ.

आर्थिक-समीक्षा

(कुल हिन्दू काँग्रेस कमेटी के मास्ती, राजकाजी खोज
महकमे का पंद्रह रोजा अखबार)

सम्पादक—भाई हर्षदेव मास्तीबाब; निकालने वाले, दफ्तर
कुल हिन्दू काँग्रेस कमेटी, नई दिल्ली. सालाना बन्दा
चार रुपए.

हमारा राज

लोक—मदन मोहन गपत, लकनऊ—अरुदु.

डाम—दस आने. सके—चुनसुतु.

मल्ल का पते—मकेतु जामे लुकेतु, जामे लुकेतु

दहली.

ये कुतुब भवत के उदहन का खलसे है. बच्चों को समझाने के लिये लिखा गया है। इसलिये भाषा काफी आसान लिखी गई है। मोटी मोटी बातें सभी समझा दी गई हैं। तस्वीर और नक्शे देकर और भी आसान कर दी गई हैं। कहीं कहीं इस तरह लिख दिया गया है जिससे बच्चों के दिल पर ठीक असर नहीं बैठ सकता, जैसे सफा सात पर बराबरी के हक बताते हुए इस तरह लिखा गया है—

“ऊपर लिखे हुए उसूलों को अमल में लाने के लिये वस्तु में जनता को कुछ हक दिये गए हैं.....”

इस इबारत से बच्चे के दिल पर यह असर रह सकता है कि हक सरकार ने जनता को दिये हैं जब कि बात ऐसी नहीं है। असल में वस्तु यानी विधान जनता ने अपनी तरफ से भेजे हुए आदमियों की मारफत तैयार करा कर उस सरकार के हाथ में सौंपा है जिसे जनता ने खुद बनाया है और जिसमें उन बच्चों के मां बाप का भी हाथ है जिन बच्चों के हाथ में यह किताब पहुँचेगी। इसलिये ऊपर की इबारत को इस तरह लिखना ठीक रहता—

‘ऊपर लिखे हुए उसूलों को अमल में लाने के लिये वस्तु में जनता ने अपने हक गिना दिये हैं, जो उसके पैदाशी और बुनियादी हक हैं।’

इसी तरह की भूलें किताब में दो एक जगह और हैं। हम कहना तो यह चाहते थे कि यह किताब इस तरह दुस्त करके ही बच्चों के हाथ में दी जानी चाहिये थी पर अब इतना ही कहना काफी है कि दूसरी छपाई में इसे ठीक कर दिया जाय।

—भ.

अर्थिक समीक्षा

(कुल हिन्दू काँग्रेस कमेटी के मास्ती, राजकाजी खोज

महकमे का पंद्रह रोजा अखबार)

सम्पादक—भाई हर्षदेव मास्तीबाब; निकालने वाले, दफ्तर
कुल हिन्दू काँग्रेस कमेटी, नई दिल्ली. सालाना बन्दा
चार रुपए.

इस किताब में गांधी जी के क्रान्तिवाद के दौर का जहाँ जहाँ ऐसा हाथ है साथ ही साथ क्रान्तिवाद का भूगोल, काम साधक इतिहास भी दे दिया गया है, वह किताब हर भारतीय को जरूर पढ़ लेनी चाहिये, इस किताब को पढ़ने से वह काम की बातें मालूम होंगी—

1—सुदाई सिद्धमत्तगारों की सहरीक बनायी.

2--अंगरेजों ने सता सता कर पठान क़ौम को लूटमार की आदत डाल दी थी. प्रस आदत को छुड़ाने के लिये इन लड़ाई खिदमतगारों ने क्या किया.

3-सुवाई खिदमतगार राजकाजी मैदान में कब और कैसे आए.

4—काँग्रेस के साथ मिलकर खुदाई, खिड़मतगारों ने हिन्दुस्तान की आजादी के लिये क्या क्या तकलीफें सह्यीं.

5—किस तरह तत्काल के भक्त यह जुझाई खिचमतगार अहिम्सा के भक्त बन गए और लूट मार छोड़कर लोक सेवा के काम में लग गए,

6—इस किताब को पढ़कर पठानों का स्वभाव समझ में आ जायगा और यह पता लग जायगा कि पठान दोस्त बनकर किस तरह दोस्त की खातिर जान पर खेल जाता है.

७—पठान नाम धर्म के खयाल से नहीं पढ़ा, बोली के खयाल से पढ़ा है, जो परातो बोलते हैं वह सब पठान कहे जाते हैं, फिर चाहे वह हिन्दू हों, मुसलमान हों वा किसी भी धर्म को मानते हों।

किताब के अन्दर बहुत सी तस्वीरें भी हैं और नाम के लिहाज से यह किताब बहुत सस्ती है.

—१—

आपका बच्चा, उसकी सेहत और परिवार

लेखक—डाक्टर पी. राज. मूँगा. लिखावट—हरदू.

हाम—तीन रुपए—सफे— दो सौ पेंसठ.

मिलने का पता—मन्तवा जामिया लिमिटेड,
जामिया नगर, देहली.

यह किताब पढ़ी लिखी औरतों के लिये लिखी गई है। जो अच्छी तरह नहीं जानती वह इससे पूरा फायदा नहीं उठा सकती। कुछ तस्वीरें और नक्शे भी दिये गए हैं, इससे किताब के समझने में आसानी होती है। इसमें ज्यादातर वह तरीके बतलाए गए हैं जो अस्पतालों में काम करते हैं या असीर घरों में जिनसे काम लिया जाता है, वहाँ सब अंगरेजी है, वह उन्हीं के काम की है जो राहों में नीम अंगरेजी हाँ से रहते हैं।

—३—

اس کتاب میں گندھی جی کے فرانکفورٹ کے طور پر کا
ہوں دیکھا حال ہے۔ ساتھ ہی ساتھ فرانکفورٹ کا ہونگول
لائق اتھاس بھی دے دیا گیا ہے۔ یہ کتاب ہر بھارتی
ضرور پڑھ لینی چاہئے۔ اس کتاب کو پڑھنے سے یہ کام
ہاتھں معلوم ہونگی۔

1۔ خدائی خدمت گاروں کی تحریک کہا تھی ۔

2۔ انگریزوں نے سنا سنا کر پتھان قوم کی لوٹ مار
عادت ڈال دی تھی۔ اُس عادت کو چھڑانے کے لئے
خدا کی خدمتگارانوں نے کہا کیا ۔

۳۔ خدائی خدمتگار راج کاجی مہدان میں کتب
کوسہ آئے ۔

یہ کانگریس کے ساتھ ملکر خدائی خدمت گاروں
 ہندستان کی آزادی کے لئے کیا کیا تکلیفیں سہیں ۔
 اس کے ساتھ ساتھ یہ خدائی خدمت گار
 اس کے بھرت بن گئے اور لوگ مار چور کر لوگ سہوا
 کام میں لگ گئے ۔

6۔ اس کتاب کو پڑھ کر پتھانوں کا سوہاوا سجدہ
 میں آجائے گا اور یہ پتھ لک جائے گا کہ پتھان دوست
 ہر کس طرح دوست کی خاطر جان پر کھیل جاتا ہے ۔

7۔ پتھان نام دھرم کے خیال سے نہیں ہوا، ہولی کے
ہال سے ہوا ہے۔ جو پشاور ہولتے ہیں وہ سب پتھان
نہ جاتے ہیں، پھر چاہے وہ ملحقہ ہوں، مسلمان ہوں یا
ہیں یہی دھرم کو مانتے ہوں۔

کتاب کے اندر بہت سی تصویریں بھی ہیں اور دام کے ساتھ سے کتاب بہت سستی ہے ۔



پ کا بچہ، اُس کی صحت اور پرورش

لکھنؤ۔ ڈاکٹر پی . راج . مروتا . لکھنؤ۔ اردو .

دام تهن دو پندے - صحتے - سو پهلستہ .

ملفوظ کا پتہ۔۔۔ مکتوبہ جامعہ لہنہ، جامعہ نگر

یہ کتاب پوری لکھی مورتوں کے لئے لکھی گئی ہے
و اچھی اردو نہیں جانتیں وہ اس سے پورا فائدہ نہیں
یا سکتیں۔ کچھ تصویریں اور نقشے بھی دئے گئے
ہیں اس سے کتاب کے سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔
میں میں زیادہ تر وہ طریقے بتلائے گئے ہیں جو ہسپتالوں
میں کام آتے ہیں یا اندر کمروں میں جن سے کام لیا
اتا ہے۔ ہوائیں سب انگریزی ہیں۔ یہ انہیں کے کام کی
جو ہپروں میں نظم انگریزی دھلک سے رہتے ہیں۔

मेरे वर्ग की तकलीफ, उस दुखिया से पूछो वो सह
सके, न बेहोश हो !

यह खूब कहा !

“दुख सहके सुख दुगना हो जाता है !”

तो, क्या जान के, आज के सुख के कारन दुख दिया
था ?

दिल के टुकड़े तो गिनो !

मुझे अंधूरा ही सुख बहुत होता !

जो मुझपे गुजरी तुमने सही होती,

तो पूछती ‘शिकवा कब खतम होता है ?’

तुमसे क्या पूछूँ कि तुमपे क्या गुजरी,

तुम्हारे दिल को लगती तो यों तड़पता छोड़ते !

अब कहिये इसकी क्या सभालोचना की जाय ?

—म.

राज-भाशा बोधनी

लेखक—श्री देवदत्त विचारणी, लिखावट—हिन्दी.

दाम—दो रुपये. सफे—दो सौ सत्तावन.

मिलने का पता—मखिल भारतीय हिन्दी परिशद.
9, कीरोजराह रोड, नई दिल्ली.

राज-भाशा बोधनी के नाम से तो यह पहिली बार ही
निकली है पर जैसा इस किताब के अंगरेजी में लिखे
परिचय से पता चलता है यह पहिले “हिन्दी सेरक टाउ
फार नान हिन्दी एम्पीज” के नाम से निकल चुकी है.
किताब खासी लिखी गई है और उन लोगों के बड़े काम
को है जो हिन्दी सीखना चाहते हैं. पर यह है उन्हीं लोगों
के लिये, जो अंगरेजी जानते हैं और हिन्दी सीखना चाहते
हैं. यह किताब आम आवसियों के इतने काम को नहीं है,
जितनी उन आवसियों के काम की है, जो पार्लियामेन्ट के
मेम्बर हैं, क्योंकि उन्हीं को निगाह में रखकर लिखी गई है.
आपे की मूलें कम ही हैं, और जो हैं उनकी एक सूची दे
दी गई है. दो रुपये में खस्ती ही है.

—म.

गांधी जी बादशाह खां के देश में

लेखक—श्री प्यारे लाल. लिखावट—बंदू.

सफे—352, दाम—तीन रुपये.

मिलने का पता—मखल आभिया लिमिटेड,
आभियानगर, देहली.

मेरे हरे की तकलीफ, उस दुखिया से पूछो वो सह

सके, न बेहोश हो !

यह खूब कहा !

“दुख सहके सुख दुगना हो जाता है !”

तो, क्या जान के, आज के सुख के कारन दुख दिया

था ?

दिल के टुकड़े तो गिनो !

मुझे अंधूरा ही सुख बहुत होता !

जो मुझपे गुजरी तुमने सही होती,

तो पूछती ‘शिकवा कब खतम होता है ?’

तुमसे क्या पूछूँ कि तुमपे क्या गुजरी,

तुम्हारे दिल को लगती तो यों तड़पता छोड़ते !

अब कहिये इसकी क्या सभालोचना की जाय ?

—म.

राज बहाशा बुद्धनी

लेखक—श्री देवदत्त विचारणी, लिखावट—हिन्दी.

दाम—दो रुपये. सफे—दो सौ सत्तावन.

मिलने का पता—मखिल भारतीय हिन्दी परिशद.

9, कीरोजराह रोड, नई दिल्ली.

राज बहाशा बुद्धनी के नाम से तो यह पहिली बार ही
निकली है पर जैसा इस किताब के अंगरेजी में लिखे
परिचय से पता चलता है यह पहिले “हिन्दी सेरक टाउ
फार नान हिन्दी एम्पीज” के नाम से निकल चुकी है.
किताब खासी लिखी गई है और उन लोगों के बड़े काम
को है जो हिन्दी सीखना चाहते हैं. पर यह है उन्हीं लोगों
के लिये, जो अंगरेजी जानते हैं और हिन्दी सीखना चाहते
हैं. यह किताब आम आवसियों के इतने काम को नहीं है,
जितनी उन आवसियों के काम की है, जो पार्लियामेन्ट के
मेम्बर हैं, क्योंकि उन्हीं को निगाह में रखकर लिखी गई है.
आपे की मूलें कम ही हैं, और जो हैं उनकी एक सूची दे
दी गई है. दो रुपये में खस्ती ही है.

—म.

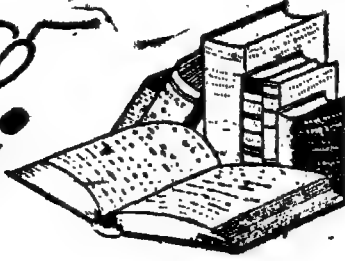
कान्दही जी बादशाह खां के देश में

लेखक—श्री प्यारे लाल. लिखावट—बंदू.

सफे—352, दाम—तीन रुपये.

मिलने का पता—मखल आभिया लिमिटेड,
आभियानगर, देहली.

کتابیں



کتابیں

پرچہ

پرچہ

لکھک—آسیف علی صاحب، گورنر، آسام.

لیکھاوٹ—اردو.

دام—چار روپيا. سکہ—دھيانو.

میلنے کا پتا—انجمن ترقی اردو، علی گڑھ.

لکھک—آسیف علی صاحب، گورنر، آسام.

لکھاوٹ—اردو.

دام—چار روپيا. سکہ—دھيانو.

میلنے کا پتا—انجمن ترقی اردو، علی گڑھ.

کہیں کہیں ہکا بکا شब्दوں کو छोड़कर किताब की इबारत खासी आसान है. अगर यह ज्यों की त्यों नागरी लिखावट में छाप दी जाय तो वह लोग भी खूब रस ले सकते हैं जो उर्दू लिखावट नहीं जानते. बोल चाल की भाशा में इतनी गहरी किताब लिखी जा सकती है यह इस बात का सबूत है. आदमी के पास जब कुछ कहने को होता है और वह इतना ज्यादा होता है कि वह खुद फूट निकलता है तो ज्यादातर भाशा वहीं रहती है जो उसने मां की गोद में सीखी होती है और अपने हमजो-लियों के साथ बोली होती है.

उर्दू अक्षर में यह अपने ढंग की निराली चीज है. 'परछाई' इसका नाम है और परछाई को लेकर ही जीवन के एक पहलू को दिल पकड़ भाशा में दर्शाया गया है. इसे पढ़ते पढ़ते हम अपने आप को भूल गये, यह हमें याद ही न रहा कि हमें इसकी रिव्यू करना है. इस किताब की समालोचना नहीं हो सकती. इसलिये हम कहीं से इस किताब को खोलते हैं और वहाँ से कुछ लिखे देते हैं. हमारे पढ़ने वाले समझ लें कि सब की सब किताब ऐसी ही है—

(सफा पचास — 4.)

तुम्हारे पंथर दिल को क्या खबर ?

जो मुझसे बीती, मेरे दिल से पूछो !

या सुनने गुनने बात से !

मेरी बेचैनी,

समुन्दर की मौजों में देखो !

मेरी तड़प का हाल,

उस कबूतर से पूछो जो बाज के पंजों में हो !

کہیں کہیں ہکا بکا شब्दوں کو چھوڑ کر کتاب کی عبارت خاصی آسان ہے . اگر یہ جیسوں کی تہوں ناگری لکھاوت میں چھاپ دی جائے تو وہ لوگ بھی خوب رس لے سکتے ہیں جو اردو لکھاوت نہیں جانتے . بول چال کی بہاشا میں اتنی گہری کتاب لکھی جاسکتی ہے یہ اس بات کا ثبوت ہے . آدمی کے پاس جب کچھ کہنے کو ہوتا ہے اور وہ اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ وہ خود بہوت نکلتا ہے تو زیادہ تر بہاشا وہی رہتی ہے جو اُس نے ماں کی گرد میں سیکھی ہوئی ہے اور اپنے معجولوں کے ساتھ بولی ہوتی ہے .

اردو ادب میں یہ اپنے دھنگ کی نرالی چیز ہے . 'پرچہ' اس کا نام ہے اور پرچہ انہوں کو لکھ کر ہی جنوں کے ایک پہلو کو دل پکڑ بہاشا میں درشایا گیا ہے . اسے پڑھتے پڑھتے ہم اپنے آپ کو بھول گئے یہ ہمیں یاد ہی نہ رہا کہ ہمیں اسکی ریبو کرنا ہے . اس کتاب کی سالوچنا نہیں ہو سکتی اس لئے ہم کہیں سے اس کتاب کو کھولتے ہیں اور وہیں سے کچھ لکھ دیتے ہیں . ہمارے پڑھنے والے سمجھ لیں کہ سب کی سب کتاب ایسی ہی ہے —

(صفحہ پچاس — 4)

تمہارے پتھر دل کو کیا خبر ؟

جو مجھ سے بیٹی، میرے دل سے پوچھو !

یا سنے گنے والوں سے !

میری بے چینی،

سندر کی موجوں میں دیکھو !

میری تڑپ کا حال،

اُس کبوتر سے پوچھو جو باز کے پنجوں میں ہو !

मां वहाँ आ पहुँची और बोली—“क्यों लाहक मंगवते हो।
तुम तीनों के हाथ सुन्दर हैं。”

पर इससे फ़ैसला न हुआ। इतने में एक भिकारी आ
पहुँचा। उसने गिड़गिड़ाकर भीक माँगी। रामू श्यामू दोनों
ने उसे डाँटकर कहा—“पहले यह बताओ कि हम तीनों
में किसके हाथ सबसे अधिक सुन्दर हैं ? फिर तुम्हें
खाने को देंगे。”

भिकारी की आँखें भर आईं। उसने रोते हुए जवाब
दिया—“बेटा, मैं क्या जानूँ किसके हाथ सुन्दर हैं। मुझे
भूक लगी है, एक रोटी दे दो。”

सरला को भिकारी पर दया आई। वह दौड़ी हुई घर
में गई और अपने खाने की रोटियाँ लाकर भिकारी के हाथों
पर रख दीं। भिकारी जब रोटी लेकर चला गया तब रामू
और श्यामू से उनकी मां ने कहा—“तुम दोनों के हाथ
सुन्दर नहीं हैं। हाथ तो सुन्दर इस छोटी लड़की के हैं,
जिसने भूके प्यासे की सुध ली。”

मां की यह बात सुनकर रामू और श्यामू बहुत लज्जित
हुए। सब है, गरीबों की मदद करने वाले ही संसार में
अच्छे कहे जाते हैं।

मिल मिल तारे

(भाई अशोक)

मिल मिल तारे, मिल मिल तारे !

लगते हो क्यों इतने प्यारे ?

रोज सबेरे क्यों छिप जाते ?

और रात को क्यों उग आते ?

छोटे बड़े अनोखे तारे !

रहते हो क्यों हम से न्यारे ?

दूर कहाँ है वास तुम्हारा ?

तुम से है कुछ काम हमारा।

जग को तुम प्रकाश हो देते,

बदले में न कभी कुछ लेते।

तुम कितने हो परोपकारी,

धन्य तुम्हारी महिमा न्यारी।

कहो, चाँद से क्या डरते हो ?

मिल मिल मिल मिल जो करते हो।

यदि डरते हो तो बतलाओ,

मुझ से अब तुम मत शरमाओ।

जियो सदा ये मिल मिल तारे,

बने रहो तुम सब के प्यारे।

निरख रात को रहो चमकते,

रहो चाँद के साथ दमकते।

मां वहाँ आ पहुँची और बोली—“क्यों लाहक मंगवते हो।
तुम तीनों के हाथ सुन्दर हैं。”

पर इससे फ़ैसला न हुआ। इतने में एक भिकारी आ
पहुँचा। उसने गिड़गिड़ाकर भीक माँगी। रामू श्यामू दोनों
ने उसे डाँटकर कहा—“पहले यह बताओ कि हम तीनों
में किसके हाथ सबसे अधिक सुन्दर हैं ? फिर तुम्हें
खाने को देंगे。”

भिकारी की आँखें भर आईं। उसने रोते हुए जवाब
दिया—“बेटा, मैं क्या जानूँ किसके हाथ सुन्दर हैं। मुझे
भूक लगी है, एक रोटी दे दो。”

सरला को भिकारी पर दया आई। वह दौड़ी हुई घर
में गई और अपने खाने की रोटियाँ लाकर भिकारी के हाथों
पर रख दीं। भिकारी जब रोटी लेकर चला गया तब रामू
और श्यामू से उनकी मां ने कहा—“तुम दोनों के हाथ
सुन्दर नहीं हैं। हाथ तो सुन्दर इस छोटी लड़की के हैं,
जिसने भूके प्यासे की सुध ली。”

मां की यह बात सुनकर रामू और श्यामू बहुत लज्जित
हुए। सब है, गरीबों की मदद करने वाले ही संसार में
अच्छे कहे जाते हैं।

जेल मल तारे

(भाई अशोक)

जेल मल तारे, जेल मल तारे !

लकते हो क्यों इतने प्यारे ?

रोज सबेरे क्यों छिप जाते ?

और रात को क्यों उग आते ?

छोटे बड़े अनोखे तारे !

रहते हो क्यों हम से न्यारे ?

दूर कहाँ है वास तुम्हारा ?

तुम से है कुछ काम हमारा।

जग को तुम प्रकाश हो देते,

बदले में न कभी कुछ लेते।

तुम कितने हो परोपकारी,

धन्य तुम्हारी महिमा न्यारी।

कहो, चाँद से क्या डरते हो ?

मिल मिल मिल मिल जो करते हो।

यदि डरते हो तो बतलाओ,

मुझ से अब तुम मत शरमाओ।

जियो सदा ये मिल मिल तारे,

बने रहो तुम सब के प्यारे।

निरख रात को रहो चमकते,

रहो चाँद के साथ दमकते।

शास्त्र पर पढ़ भी पढ़ाने वाली थी, मगर केवल बुद्धिवादी शिक्षा के लिये। लड़कों की असली शिक्षा तो इन चिट्ठियों से ही पूरी हुई। और वह शिक्षा भी कैसी ! ज्ञान की शायद ही कोई ऐसी शाखा बची हो, जिसकी बाबत ज़रूरत भर इन चिट्ठियों में न बताया गया हो। आज पचास बरस बाद भी जो विषय आम तौर से लड़कियों की पढ़ाई में शामिल नहीं किये जाते, उन सब की तालीम इन चिट्ठियों में दी गई है। अर्थ विद्या, गृहस्थ विद्या, प्राणी विद्या, वनस्पति विद्या, इतिहास, भूगोलीय विद्या, ज्योतिष, हिसाब, दर्शन और नीति सभी तो आ गए, और इसके अलावा खाने पीने, रहने सहने, सेहत वगैरह के सम्बन्ध में साधारण ज्ञान की बातें हर चिट्ठी में भरी पड़ी हैं। मैं अपने को एक पढ़ी लिखी लड़की मानती हूँ और मैंने कालिज की शिक्षा भी पाई है, मगर इन चिट्ठियों को पढ़ कर मेरी तो जैसे नए सिरे से फिर तालीम हो गई। इतनी नई बातें मुझ को मालूम हुई हैं, जिनको स्कूल और कालिज में जानने का कभी कोई मौका ही न मिला क्योंकि वह हमारी पढ़ाई का कोई हिस्सा थीं ही नहीं।

मेरी यह कुरा किस्मती है कि मुझको यह चिट्ठियाँ पढ़ने को मिलीं, और इनको पढ़कर मैं विश्वास के साथ कह सकती हूँ कि यही सच्चे मानों में शिक्षा है, जिससे ज्ञान, केवल इम्तहान पास करने के लिये बुद्धि का बोझ न बन कर, हमारे शरीर, दिमाग और आत्मा का बल बढ़ा सकता है, हमारा चरित्र बना सकता है और हमें अपने देश का एक उपयोगी नागर बनने के लायक कर सकता है। 'नया हिन्दू' के जरिये यह चिट्ठियाँ हर महीने आपको पढ़ने के लिये मिलाती रहेंगी।

अगस्त के नम्बर में जब पहली चिट्ठी छपेगी तब आपको यह जरूर मालूम हो जायगा कि किस बाप ने अपनी किस बेटी को यह चिट्ठियाँ लिखी थीं।

आपकी बीबी
योगमाया

सुन्दर हाथ

(भाई सी० बी० रामकृष्णन, देहली)

दोपहर का समय था। रामू रयामू दोनों अँगन में चौकी पर बैठे बातें कर रहे थे। पास ही उनकी छोटी बहन सरला भी बैठी हुई थी। बात ही बात में दोनों भाई आपस में कहने लगे "बताओ हम तीनों में किसका हाथ सबसे अधिक सुन्दर है ?"

दोनों भाई बड़े नटखट थे। फट बौक कर अन्वर गए, साझुन से हाथ धोए और आकर बैठ गए। पर सरला अपनी जगह से न हटी। दोनों को मगधते हुए देख कर उनकी

शायद कंठ पर भी पड़ेगी 'तू तो' मगर कौल शायद शकशा के लम्बे। लुकी की अली शकशा तो इन चिट्ठियों से ही बोरी होगी। और ये शकशा भी कौसी ! कौन की शायद ही कौली लुकी शकशा हो। जसकी बाबत जरूरत भर इन चिट्ठियों में न बताया गया हो। आज पचास बरस बाद भी जो विषय आम तौर से लड़कियों की पढ़ाई में शामिल नहीं किये जाते, उन सब की तालीम इन चिट्ठियों में दी गई है। अर्थ विद्या, गृहस्थ विद्या, प्राणी विद्या, वनस्पति विद्या, इतिहास, भूगोलीय विद्या, ज्योतिष, हिसाब, दर्शन और नीति सभी तो आ गए, और इसके अलावा खाने पीने, रहने सहने, सेहत वगैरह के सम्बन्ध में साधारण ज्ञान की बातें हर चिट्ठी में भरी पड़ी हैं। मैं अपने को एक पढ़ी लिखी लड़की मानती हूँ और मैंने कालिज की शिक्षा भी पाई है, मगर इन चिट्ठियों को पढ़ कर मेरी तो जैसे नए सिरे से फिर तालीम हो गई। इतनी नई बातें मुझ को मालूम हुई हैं, जिनको स्कूल और कालिज में जानने का कभी कोई मौका ही न मिला क्योंकि वह हमारी पढ़ाई का कोई हिस्सा थीं ही नहीं।

मेरी यह कुरा किस्मती है कि मुझको यह चिट्ठियाँ पढ़ने को मिलीं, और इनको पढ़कर मैं विश्वास के साथ कह सकती हूँ कि यही सच्चे मानों में शिक्षा है, जिससे ज्ञान, केवल इम्तहान पास करने के लिये बुद्धि का बोझ न बन कर, हमारे शरीर, दिमाग और आत्मा का बल बढ़ा सकता है, हमारा चरित्र बना सकता है और हमें अपने देश का एक उपयोगी नागर बनने के लायक कर सकता है। 'नया हिन्दू' के जरिये यह चिट्ठियाँ हर महीने आपको पढ़ने के लिये मिलाती रहेंगी।

अगस्त के नम्बर में जब पहली चिट्ठी छपेगी तब आपको यह जरूर मालूम हो जायगा कि किस बाप ने अपनी किस बेटी को यह चिट्ठियाँ लिखी थीं।

आप की दीदी
योगमाया

सुन्दर हाथ

(भाई सी० बी० रामकृष्णन, देहली)

दोपहर का समय था। रामू रयामू दोनों अँगन में चौकी पर बैठे बातें कर रहे थे। पास ही उनकी छोटी बहन सरला भी बैठी हुई थी। बात ही बात में दोनों भाई आपस में कहने लगे "बताओ हम तीनों में किसका हाथ सबसे अधिक सुन्दर है ?"

दोनों भाई बड़े नटखट थे। फट बौक कर अन्वर गए, साझुन से हाथ धोए और आकर बैठ गए। पर सरला अपनी जगह से न हटी। दोनों को मगधते हुए देख कर उनकी

हाथ لگا गया वरना वह भी नहीं। हमारी माँओं ने नहीं तो हमारी दादी नानी ने तो यह जमाना जरूर देखा था।

मगर इसी काले समय में हिन्दुस्तान का भाग्य करबट ले रहा था। जिन हिन्दुस्तानियों ने सोते ही सोते अपने देश को दूसरों के हाथ सौंप दिया था, उन्हीं की सन्तान ने देश को इस गढ़े में से निकालने की पहली कोशिश की। 1857 के बाद देश भर मानो जाग सा उठा। हमारे पतन के कारन दूढ़े जाने लगे, और उन्होंने देखा कि राजकाजी राकलत के साथ साथ हमारे समाज, हमारे कुटुम्ब और हमारे निजी आचरण में ऐसी बुराइयाँ आ गई थीं जिनको दूर किये बिना देश का उद्धार नहीं हो सकता था। हिन्दुस्तानी समाज में औरतों की गिरी हुई दशा की ओर उनका ध्यान खास तौर से गया, औरतों की पढ़ाई लिखाई के लिये आन्दोलन चला। सभाएँ हुईं, प्रचार हुआ। मगर इस मैदान में मंच पर से बोलने वालों और अखबारों में लेख लिखने वालों से बढ़ कर काम उन लोगों ने किया, जिन्होंने नारी शिक्षा के इस ऊँचे असूल को अमली रूप दिया और समाज के कड़े विरोध का सामना करके, और अपने कुन्बे के बड़े बूढ़ों के सख्त बुरा भला कहने पर भी, अपनी लड़कियों को पढ़ाया। हमारे देश के कोने कोने में आज लड़कियों के लिये जो स्कूल और कालिज खुले हुए हैं, और लड़कों से ज्यादा लड़कियों की पढ़ाई पर जो जोर दिया जाता है, वह इन्हीं महापुरुषों की अनथक कोशिशों का फल है।

इस लेख के शुरु में जो चिट्ठी की तस्वीर छापी गई है वह उन चिट्ठियों में से एक चिट्ठी का टुकड़ा है जो सन 1907 में एक बाप ने अपनी बेटी को लिखी थीं। बाप एक जवान इंजीनियर था जो जेठ बैसाख की लू लपटों की परबाह न करके थोड़े पर चढ़ कर सैकड़ों मील का सफ़र करके पच्छिमी पंजाब में नहरें खुदवा कर रेगिस्तान को शुसज़ार बना रहा था। बेटी दिल्ली के बिचले दरजे के कुल की ग्यारह बारह बरस की लड़की थी, जिसकी लगभग सब सहेलियों और और हमसब लड़कियों की शादियाँ हुए भी कई बरस हो गए थे, इस लड़की के बाप ने उसकी इतनी जल्दी शादी करने से साफ़ इनकार कर दिया था और इसी कारन अपने कुन्बे, अपनी बिरादरी और अपने समाज में काफी बुराई भी उठाई थी। दिल्ली में उस समय लड़कियों के लिये शायद कोई स्कूल बरौरा था ही नहीं, और अगर एक आध था भी तो एक भले घराने की लड़की को बाहर कौन निकाले। बाप अगर शहर में होता तो शायद इसका कुछ प्रबन्ध कर ही देता, मगर उसे तो बारह महीने बाहर ही रहना पड़ता था। पर लड़की को पढ़ाना भी जरूरी था, इसलिये सैकड़ों मील की दूरी से चिट्ठियों के जरिये, अपने अपनी बेटी की तालीम शुरू की। एक आध उस्तादी

हाथ लगा रहा और वह भी नहीं। हमारी माँओं ने नहीं तो हमारी दादी नानी ने तो यह जमाना जरूर देखा था। मगर इसी काले समय में हिन्दुस्तान का भाग्य करबट ले रहा था। जिन हिन्दुस्तानियों ने सोते ही सोते अपने देश को दूसरों के हाथ सौंप दिया था, उन्हीं की सन्तान ने देश को इस गढ़े में से निकालने की पहली कोशिश की। 1857 के बाद देश भर मानो जाग सा उठा। हमारे पतन के कारन दूढ़े जाने लगे, और उन्होंने देखा कि राजकाजी राकलत के साथ साथ हमारे समाज, हमारे कुटुम्ब और हमारे निजी आचरण में ऐसी बुराइयाँ आ गई थीं जिनको दूर किये बिना देश का उद्धार नहीं हो सकता था। हिन्दुस्तानी समाज में औरतों की गिरी हुई दशा की ओर उनका ध्यान खास तौर से गया, औरतों की पढ़ाई लिखाई के लिये आन्दोलन चला। सभाएँ हुईं, प्रचार हुआ। मगर इस मैदान में मंच पर से बोलने वालों और अखबारों में लेख लिखने वालों से बढ़ कर काम उन लोगों ने किया, जिन्होंने नारी शिक्षा के इस ऊँचे असूल को अमली रूप दिया और समाज के कड़े विरोध का सामना करके, और अपने कुन्बे के बड़े बूढ़ों के सख्त बुरा भला कहने पर भी, अपनी लड़कियों को पढ़ाया। हमारे देश के कोने कोने में आज लड़कियों के लिये जो स्कूल और कालिज खुले हुए हैं, और लड़कों से ज्यादा लड़कियों की पढ़ाई पर जो जोर दिया जाता है, वह इन्हीं महापुरुषों की अनथक कोशिशों का फल है।

अस लहके के شروع में جو چٹھی کی تصویر چھاپی گئی ہے وہ ان چٹھیوں میں سے ایک چٹھی کا ٹکڑا ہے جو سن 1907 میں ایک باپ نے اپنی بیٹی کو لکھی تھی۔ باپ ایک جوان انجینئر تھا جو جمہور ہمسافہ کی لو لہٹوں کی پرواہ نہ کر کے ٹھوڑے پر چومکر سیکڑوں میل کا سفر کر کے پچھمی پنجاب میں نہیں کہودواکر ریگستان کو گلیوار بنا رہا تھا۔ بیٹن دلی کے بچلے درجے کے دل کی گھارہ بارہ برس کی لڑکی تھی، جسکی لگ بھگ سب سہیلیوں اور ہم عصر لڑکیوں کی شادیاں ہوئے۔ بھی کئی برس ہو گئے تھے۔ اس لڑکی کے باپ نے اس کی ابتدائی جلدی شادی کرنے سے مات انکار کردیا تھا اور اسی کارن اپنے کلمہ اپنی برادری اور اپنے سماج میں کافی براؤی بھی اُٹھائی تھی۔ دلی میں اس سم لڑکیوں کے لئے شاید کوئی اسکول وغیرہ تھا ہی نہیں، اور اگر ایک آدھ تھا بھی تو ایک بھلے گھرانے کی لڑکی کو باہر کون نکالے۔ باپ اگر شہر میں ہوتا تو شاید اسکا کچھ پر بندھ کر ہی دیتا، مگر اُسے تو بارہ مہینے باہر ہی رہنا پڑتا تھا۔ پر لڑکی کو پڑھانا بھی ضروری تھا، اسلئے سیکڑوں میل کی دوری سے چٹھیوں کے ذریعے اسلئے اپنی بیٹی کی تالیم شروع کی۔ ایک آدھ اُستادی

बच्चों की दुनिया

بچوں کی دنیا

माई बहनो,

بھائی بھنو !

बहुत दिन नहीं हुए हिन्दुस्तान में, खासकर उत्तरी हिन्दुस्तान में, स्कूल कालिजों की तो कौन कहे, लड़कियों की घर में भी पढ़ाई लिखाई

بہت دن نہیں ہوئے ہندوستان میں، خاص کر اُتر ہندوستان میں، اسکول کالجوں کی تو کون کہے، لڑکیوں

की बात नहीं उठती थी. परवा ऐसा था कि एक ही घर में मई अलग और औरतें अलग रहती थीं. लड़कियों को परसया धन समझ जल्दी से जल्दी मां बाप उनका बोझा अपने सर से उतारने की कोशिश करते थे, और आठ आठ नौ नौ बरस की नन्ही बच्चियाँ दुलहिन बनती थीं, घर बसाती थीं और कभी कभी बिना अपने पतियों के दर्शन किये ही विधवा हो जाती थीं. जो भले मां बाप थे वह अपनी लड़कियों को सजाते बनाते थे और जेवरों से लाह देते थे, जो इतने भले नहीं थे वह प्यार से अधिक मार पीट से काम लेते थे, मगर किसी को भी इस बात का ध्यान नहीं आता था कि लड़कियों के लिये खाने पीने, कपड़े गहनों के अलावा कुछ विमात्री खुराक की भी जरूरत है. उनकी दस्त कठपुतलियों का सुन्दर

गुच्छों से बंद कर कुछ और नहीं थी. अगर किसी बच्ची हुई तो बारह बरस की और कुछ जमा बाकी

की گھر میں بھی پڑھائی لکھائی کی بات نہیں آتی تھی. پروا ایسا تھا کہ ایک ہی گھر میں مرد الگ اور عورتیں الگ رہتی تھیں. لڑکیوں کو پرسایا دھن سمجھ جلدی سے جلدی ماں باپ انکا بوجھا اپنے سر سے اتارنے کی کوشش کرتے تھے اور آٹھ آٹھ نو نو برس کی ننھی بچیاں داہن ہڈی تھیں گھر بساتی تھیں اور کبھی کبھی بلا اپنے بچوں کے درشن کئے ہی ودھوا ہو جاتی تھیں. جو بھلے ماں باپ تھے وہ اپنی لڑکیوں کو سبکاتے بھاتے تھے اور زیوروں سے لاد دیتے تھے جو انکے بھلے نہیں تھے وہ بیمار سے ادھک ماریٹ سے کام لیتے تھے مگر کسی کو بھی اس بات کا دھیان نہیں آتا تھا کہ لڑکیوں کے لئے کھانے پینے کے لئے گھاس کے علاوہ کچھ دماغی خوراک کی بھی ضرورت ہے. انکی ہستی کٹم پتلیوں یا جلدور

363
 "उन्हे बौद्ध धर्म में प्रवेश फिता है" उनके बीच
 में प्रवेश के अन्दर ~~का~~ ~~जाने~~ ~~जा~~
 इस सन्तान की ~~अनुरोध~~ ~~सीध~~
 में कतल कागान की तरफ इस
 सन्तान को आसान तक नंदा रहे
 इस जंगल यह लाइन आसान को
 आकर कुछ ही बरस दूर का तारा
 दिखाई देता है।
 जमीन

इसी तारा का तारा कभी नंदा हुआ
 मुझे रात को जमीन पर कागस
 रखा है ॥ पानी जो जमीन के चारों
 तरफ फैला हुआ है उसको सगंदर
 और जो छोटा टुकड़ा चारों तरफ
 जमीन से घिरा हुआ है उसको गीला
 नंदे है ॥ इसी तरह ~~सबकी~~ ~~के~~
 नंदे है ~~दिसो~~ ~~को~~ ~~नंदे~~ ~~आज~~ ~~नंदे~~ ~~है~~ ~~और~~

لڑکیوں سے بڑھکر کچھ اور نہیں تھی، اگر کسی بچی ہوئی تو بارہ بھری اور کچھ جمع ہائی

کسان کی سہولت نہیں دور ہونے والی ہے، اگر گاؤں میں ملنے والے کچھ سال کو لیکر اُس کا تھار سال کسان لوگ بنانے لگ جائیں تبھی وہ اپنی حالت کو سنبھال سکتے ہیں۔“

پدائے یا تالیم کے سلسلے میں انہوں نے کہا—
”دنیاویں کو چاہیے اپنے گاؤں میں ہی پاٹشالا کھولیں۔ اس سے تالیم کا ایسا بندوقبست ہوگا جس سے کسان کے بچوں کو ایکسا लाभ پڑے گا۔ ان پاٹشالا میں مہاتما گاندھی کی بتائی ہوئی نئی تعلیم کے قاعدے پر پڑھائی ہوئی چاہئے۔ اس کے مطابق اس پر ’فریب‘ ہو چھوٹی ہوئی جات کے بچوں کو پڑھائی کا کام‘ حل چلانے وغیرہ کی پڑھائی تعلیم دی جائے گی۔ اس تعلیم کی بدولت سماج میں بددلی ہوئی لوگوں کو جو سے ختم ہو جائے گی۔“

کینو باجی کی یہ یاترا گوداवरी नदी کے کنارے منچیریل گاؤں پہنچنے پر 6 جون 1951 کو پوری ہوئی۔ 51 دن کے سفر میں انہوں نے 51 گاؤں میں قیام کیا اور کئی سو گاؤں سے ہو کر گزرے۔ اپنی اس یاترا میں کئی سو گاؤں سے ہو کر گزرے۔ انہوں نے 51 گاؤں میں قیام کیا اور کئی سو گاؤں سے ہو کر گزرے۔ انہوں نے 51 گاؤں میں قیام کیا اور کئی سو گاؤں سے ہو کر گزرے۔

منچیریل گاؤں سے پیدل چل کر 27 جون کو کینو باجی اپنے پرستاروں کے ساتھ واپس پڑھنے گئے۔ سرورڈے سمیت، شوہر رام پتی (حیدرآباد) میں شرکت کرنے کے لئے ونوبا جی 8 مارچ کو سویرے اپنے آشرم سے نکلے تھے۔ سارے دن میں انہوں نے اپنے آشرم سے دیکھ بھل کر ونوبا جی کی طرف دیکھا ہے۔ باپ کے جانے کے بعد یہ پہلا موقع ہے جب لوگوں کے کانوں میں ہمارے آشرم کی سریلی تان سنائی پڑی ہے۔ تھلکانے جیسے طوفانی علاقے میں اُس کا اثر صاف صاف معلوم ہو رہا ہے۔

—سوریش رام پتی

کسان کی سہولت نہیں دور ہونے والی ہے، اگر گاؤں میں ملنے والے کچھ سال کو لیکر اُس کا تھار سال کسان لوگ بنانے لگ جائیں تبھی وہ اپنی حالت کو سنبھال سکتے ہیں۔“

پڑھائی یا تعلیم کے سلسلے میں انہوں نے کہا—
”دنیاویں کو چاہئے اپنے گاؤں میں ہی پاٹشالا کھولیں۔ اس سے تعلیم کا ایسا بندوقبست ہوگا جس سے کسان کے بچوں کو ایکسا लाभ پڑے گا۔ ان پاٹشالا میں مہاتما گاندھی کی بتائی ہوئی نئی تعلیم کے قاعدے پر پڑھائی ہوئی چاہئے۔ اس کے مطابق اس پر ’فریب‘ ہو چھوٹی ہوئی جات کے بچوں کو پڑھائی کا کام‘ حل چلانے وغیرہ کی پڑھائی تعلیم دی جائے گی۔ اس تعلیم کی بدولت سماج میں بددلی ہوئی لوگوں کو جو سے ختم ہو جائے گی۔“

ونوبا جی کی یہ یاترا گوداवरी नदी کے کنارے منچیریل گاؤں پہنچنے پر 6 جون 1951 کو پوری ہوئی۔ 51 دن کے سفر میں انہوں نے 51 گاؤں میں قیام کیا اور کئی سو گاؤں سے ہو کر گزرے۔ انہوں نے 51 گاؤں میں قیام کیا اور کئی سو گاؤں سے ہو کر گزرے۔ انہوں نے 51 گاؤں میں قیام کیا اور کئی سو گاؤں سے ہو کر گزرے۔

منچیریل گاؤں سے پیدل چل کر 27 جون کو ونوبا جی اپنے پرستاروں کے ساتھ واپس پڑھنے گئے۔ سرورڈے سمیت، شوہر رام پتی (حیدرآباد) میں شرکت کرنے کے لئے ونوبا جی 8 مارچ کو سویرے اپنے آشرم سے نکلے تھے۔ سارے دن میں انہوں نے اپنے آشرم سے دیکھ بھل کر ونوبا جی کی طرف دیکھا ہے۔ باپ کے جانے کے بعد یہ پہلا موقع ہے جب لوگوں کے کانوں میں ہمارے آشرم کی سریلی تان سنائی پڑی ہے۔ تھلکانے جیسے طوفانی علاقے میں اُس کا اثر صاف صاف معلوم ہو رہا ہے۔

—سوریش رام پتی

• اس لوگوں میں ونوبا جی کی سہولتوں کی بدولت ہم نے ان کی زندگی میں سے ترجمہ کر کے دی ہیں جو ہمیں حیدرآباد ریاست کے قانون کے تحت انعامات سے لگاتار ملتے رہے ہیں۔ اس کے لئے ہم ان کے احسان مند ہیں۔
—لوگوں

• اس لوگوں میں ونوبا جی کی سہولتوں کی بدولت ہم نے ان کی زندگی میں سے ترجمہ کر کے دی ہیں جو ہمیں حیدرآباد ریاست کے قانون کے تحت انعامات سے لگاتار ملتے رہے ہیں۔ اس کے لئے ہم ان کے احسان مند ہیں۔
—لوگوں

कम्यूनिस्ट अपना काम कर रहे हैं और सरकार भी अपने तरीके से अपना काम कर रही है। मैं भी वहाँ पर कुछ काम अपने तरीके से कर रहा हूँ जिसका आधार प्रेम है, मुहब्बत है।” यह प्रेम का रास्ता वही रास्ता है जो हाल ही में हमारे बापू दुनिया को बता कर गए हैं, यह वह सनातन रास्ता है जिसे संतों, पैगम्बरों और अवतारों ने बारबार दोहराया है। तेलंगाना में दिन में सरकार का जोर, रात में कम्यूनिस्टों का जोर—इससे न कम्यूनिस्टों का भला होगा न सरकार का। जैसा विनोबा जी ने कहा—“पुलिस की होशियारी और कम्यूनिस्ट कारकुरताओं में फूट की वजह से तेलंगाना के अन्दर के कम्यूनिस्ट हंगामे का जोर-शोर कुछ घरों के लिये भले ही मंदा पड़ जाय लेकिन जब तक हम शराब बन्दी करके और जमीन का दोबारा बँटवारा करके वहाँ की गरीबी का सवाल हल नहीं कर लेते तब तक कम्यूनियज्म एक सवाल की शकल में बना ही रहने वाला है।”

एक बार जब बरंगल जेल में कम्यूनिस्ट कैदियों से विनोबा जी मिले तो उन्होंने पूछा क्या इस तरह अमीरों को फिर से अपने घरों में बसा कर आप सवाल हल कर सकेंगे ? विनोबा जी ने जवाब दिया—“मुझे यकीन है कि दिल बदलते हैं, जमीन दान देने से आदमी के अन्दर रहने वाली भलाई और बुराई में भिन्न हो जायगी और फिर उनका नजरिया संभल जायगा, पच्छिमी साइन्स और हिन्दुस्तानी फलसफे के मेल का नतीजा लाजिमी तौर पर अच्छा और मीठा होगा, अहिंसा ही सब बुराइयों का हलाक है।”

लेकिन यह प्रेम का रास्ता कोई हँसी खेल नहीं है। तलवार की धार पर चलना आसान है मगर प्रेम की धार इससे भी ज्यादा पैनी और पतली है। विनोबा जी ने गांधीचरला गाँव में कहा—“काँग्रेस वाले तो जनता की सेवा कर नहीं सकते क्योंकि सेवा का उसूल काँग्रेस के लिये एक मजाक हो गया है। समाजवादी किसी कदर अच्छे हैं मगर वह भी सत्ता के पीछे पागल हो रहे हैं। ऐसी हालत में सर्वोदय समाज ही सौदा पटा सकता है।”

हम ऊपर कह चुके हैं कि विनोबा जी ने गाँव वालों को कुँए खोदने के लिये सलाह दी है। इस चीज़ पर उन्होंने बारबार इसरार किया है। एक गाँव में उन्होंने कहा—“हमें नहरें भी खोदनी चाहियें, नए कुँए और नई नहरें खोदने से एक नया जमाना आ जायगा जिसमें कोई आदमी भी बीस एकड़ सिंचाई की जमीन पाकर सन्तोरा से रहेगा, हालाँकि अब सौ एकड़ से भी काम नहीं चलता है।” इसके अलावा वह चाहते हैं कि देहाती उद्योग-धन्दे बढ़ें—“बिना देहाती दलकारियों के केवल जमीन रखकर,

कम्यूनिस्ट अपना काम कर रहे हैं। मैं भी वहाँ पर कुछ काम अपने तरीके से कर रहा हूँ जिसका आधार प्रेम है, मुहब्बत है।” यह प्रेम का रास्ता वही रास्ता है जो हाल ही में हमारे बापू दुनिया को बता कर गए हैं, यह वह सनातन रास्ता है जिसे संतों, पैगम्बरों और अवतारों ने बारबार दोहराया है। तेलंगाना में दिन में सरकार का जोर, रात में कम्यूनिस्टों का जोर—इससे न कम्यूनिस्टों का भला होगा न सरकार का। जैसा विनोबा जी ने कहा—“पुलिस की होशियारी और कम्यूनिस्ट कारकुरताओं में फूट की वजह से तेलंगाना के अन्दर के कम्यूनिस्ट हंगामे का जोर-शोर कुछ घरों के लिये भले ही मंदा पड़ जाय लेकिन जब तक हम शराब बन्दी करके और जमीन का दोबारा बँटवारा करके वहाँ की गरीबी का सवाल हल नहीं कर लेते तब तक कम्यूनियज्म एक सवाल की शकल में बना ही रहने वाला है।”

एक बार जब वरंगल जेल में कम्यूनिस्ट कैदियों से विनोबा जी मिले तो उन्होंने पूछा क्या इस तरह अमीरों को फिर से अपने घरों में बसा कर आप सवाल हल कर सकेंगे ? विनोबा जी ने जवाब दिया—“मुझे यकीन है कि दिल बदलते हैं, जमीन दान देने से आदमी के अन्दर रहने वाली भलाई और बुराई में भिन्न हो जायगी और फिर उनका नजरिया संभल जायगा, पच्छिमी साइन्स और हिन्दुस्तानी फलसफे के मेल का नतीजा लाजिमी तौर पर अच्छा और मीठा होगा, अहिंसा ही सब बुराइयों का हलाक है।”

लेकिन यह प्रेम का रास्ता कोई हँसी खेल नहीं है। तलवार की धार पर चलना आसान है मगर प्रेम की धार इससे भी ज्यादा पैनी और पतली है। विनोबा जी ने गांधीचरला गाँव में कहा—“काँग्रेस वाले तो जनता की सेवा कर नहीं सकते क्योंकि सेवा का उसूल काँग्रेस के लिये एक मजाक हो गया है। समाजवादी किसी कदर अच्छे हैं मगर वह भी सत्ता के पीछे पागल हो रहे हैं। ऐसी हालत में सर्वोदय समाज ही सौदा पटा सकता है।”

हम ऊपर कह चुके हैं कि विनोबा जी ने गाँव वालों को कुँए खोदने के लिये सलाह दी है। इस चीज़ पर उन्होंने बारबार इसरार किया है। एक गाँव में उन्होंने कहा—“हमें नहरें भी खोदनी चाहियें, नए कुँए और नई नहरें खोदने से एक नया जमाना आ जायगा जिसमें कोई आदमी भी बीस एकड़ सिंचाई की जमीन पाकर सन्तोरा से रहेगा, हालाँकि अब सौ एकड़ से भी काम नहीं चलता है।” इसके अलावा वह चाहते हैं कि देहाती उद्योग-धन्दे बढ़ें—“बिना देहाती दलकारियों के केवल जमीन रखकर,

हम ऊपर कह चुके हैं कि उस्तामाना में कम्यूनिस्टों के हाथी हो जाने की वजह विनोबाजी ने क्या बताई है, कम्यूनिस्टों की आत से उन्हें कोई शिकायत नहीं है, वह उनसे मुहब्बत करते हैं और उनके दिल में कम्यूनिस्टों के लिये जगह है, एक गांव में प्रार्थना के बाद बोलते हुए विनोबाजी ने कहा—“मुझे मालूम हुआ कि इस गांव में कुछ आश्रित है क्योंकि कम्यूनिस्टों ने यहां कुछ काम किया है, मैं कम्यूनिस्टों को अपना भाई मानता हूँ, उनमें मेरे कई एक दोस्त हैं, कम्यूनिस्ट होना कोई गुनाह नहीं है, कम्यूनिस्ट होने के माने हैं गरीबों की सेवा करना,” लेकिन विनोबाजी की यह पक्की राय है कि कम्यूनिस्टों का रास्ता मुल्क के लिये ठीक नहीं है, उसी स्पीच में उन्होंने कहा—“लेकिन कम्यूनिस्ट लोग हिंसा और खून खराबी के कामों में लगे रहते हैं, यह बहुत गलत चीज है, इसी वजह से उनकी सारी की-कराई मेहनत मिट्टी में मिल जाती है... मेरी यह दिली इच्छा है कि मैं लोगों को यह समझा सकूँ कि जनता की असली सेवा करने का तरीका अहिंसा का तरीका ही है,” एक दूसरी जगह पर उन्होंने कहा—“मैं कम्यूनिस्ट भाइयों को यह साफ तौर पर बता देना चाहता हूँ कि उनके लिये अब इसकी कोई जरूरत नहीं कि वह अमीरों को क़त्ल करें, क्योंकि अब तो लोकराज का ज़माना आ गया है, यह अमीर तो बिना पिस्तौल के ही मारे जा सकते हैं, क्योंकि हर बालिग आदमी को अब बोट देने का अख्तियार मिल चुका है, आगे आने वाला राज आम जनता का राज होगा, मैं कम्यूनिस्ट भाइयों से विनती करता हूँ कि वह खुले में आये और काम करें, अगर वह ऐसा करेंगे तो मैं उनका पूरा साथ दूंगा, अगर कम्यूनिस्ट हिंसा का रास्ता छोड़ दें तो सब अच्छे और नेक लोग उनकी मदद करेंगे, महात्मा गांधी कहा करते थे—‘मैं कम्यूनिस्ट हूँ लेकिन मैं खुदकुशी वाला हिंसा का रास्ता नहीं अपनाऊंगा,’”

विनोबा जी का तरीका प्रेम का तरीका है। यही प्रेम का पाठ वह जगह जगह पढ़ाते हैं। एक गाँव में उन्होंने कहा—“आपको जो सारी हवा में फलें दिखाई दे रहा है वह भगवान की बरकत है। अगर हर कोई भगवान पर भरोसा रखे तो भगवान सब रास्ता दिखाता है। भगवान हर एक दिल में मौजूद है। हम उससे दुआ करें तो बहुत का काम हो सकता है। मैं यहाँ कोई बंदूक लेकर या हकूमत की बजरी हुई कोई दूसरी ताकत लेकर नहीं आया हूँ।

یہی نہیں، واپس آ کر آگے جاتے ہیں۔ انہوں نے
 ۱۔ ”میری اُن سے آرزو ہے کہ ہنسنا کرنا بند کریں اور
 وہ ایسا کر لیں تو میں اُن کے ساتھ دھکے دھکڑے کر کے
 نے کوئی نہیں جاکر کمونزم کا پرچار کروں گا۔“

لوگوں کی بے بسی آج بھی رہے گی اور ہمیں اس کی فکر کرنی ہوگی۔ جو لوگ دانا باقی نہیں چھوڑے اس کے لئے حکومت کی طرف سے ترقیاتی کاموں کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ سرکار کو چاہئے کہ وہ ایک قانون بنائے جس میں یہ صاف کر دیا جائے کہ ایک آدمی حد سے حد تک زمین زمین پر کس قدر زمین رکھ سکتا ہے اور اسی قانون میں یہ بھی ظاہر کر دینا چاہئے کہ باقی زمین زمین کو دانا دے دی جائے۔ اگر یہ چیزیں عمل میں آئے تو کمپنوں کا نام نہیں رہے گا۔

اس کے بعد بچتر میں باقی تھلکان کے باشندے۔ ان سے ونوبا جی نے کہا—”بالغ عمر والے بھائیوں کو میں ایک سبق دینا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ شادی کے سے ہر کو دکھنا یا دھیز کے بجائے کٹواں کھدوا دیں۔ اس طرح دیہی بھر میں کٹوتیوں بن جائیں گے جن سے اپنے دیہی کی ترقی ہوگی۔ نئی تعلیم اور شادی کے سے کٹوتیوں کھدوانا ان دو طریقوں سے سارا گاؤں ٹوٹل بن جائیگا۔ ٹوٹل کے مسئلہ میں کہ سبھی کے پاس جو دولت ہے اسکا استعمال سبھی کر سکیں۔ ہم یہاں یہ بچتیں کہ اپنے پروردگار (جو وردھا شہر سے پانچ میل کی دوری پر ہے) ونوبا جی نے آشرم کے بھائی بھائیوں کی مدد سے ایک کٹواں خود ہی پارسال کھودا ہے جہاں بھائی یا بھل کی جگہ آشرم واسی ہی رہت کھولتے ہیں۔

یہ خیال پیدا ہوا کہ ونوبا جی زمین کا دانا کھوں مانگتے ہیں؟ کیا پیسہ لیکر اور پھر اسے فریڈوں میں بانٹ کر سوال کھل نہیں ہو سکتا؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ اس بارے میں ونوبا جی بہت سخت ہیں۔ انہوں نے ایک جگہ کہا—”میں دانا میں روپیا نہیں لیتا۔ اس بات یہ ہے کہ روپے نے ہندوستان کو تباہ کر دیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ روپے نے ہندوستان کو تباہ کر دیا ہے۔ چوڑوں کی جو قیمت ہے وہ نہیں گھٹتی بڑھتی۔ روپے کی قیمت گھٹتی بڑھتی ہے۔ آج کی قیمت مستقل ہے۔ میں تو لوگوں کو روپے کے چنگل سے چھوڑنا چاہتا ہوں۔ روپیہ تو محض ایک ذریعہ ہے اور یہ دانا دینے والے نے اندر لپیٹ پیدا کرنا ہے۔ لیکن زمین دانا میں تو غریب کا چلم جات حق ہے۔ اس لئے میں زمین دانا لیتا ہوں۔۔۔۔۔۔ اگر ہر کوئی مصیبت کے ساتھ فریڈوں کو اپنانے کا تو کمپنوں کا رنگ آپ سے آپ جاتا رہے گا۔ ونوبا جی تو پچھلے دیہہ برس سے زیادہ ہوا اس چھڑ پر خود عمل کر رہے ہیں۔ انہوں نے چھوڑ بھر کے لئے صرف شرم دانا (جسم کی مصیبت کی شکل میں دانا) لیتا قبول کیا ہے۔ اسی آدمی پر ان کا آشرم چل رہا ہے جس میں ان کو زبردست دسہائی ہوتی ہے۔ اس کی تفصیل میں اس وقت ہم نہیں جانتے کہ

یہ خیال پیدا ہوا کہ ونوبا جی زمین کا دانا کھوں مانگتے ہیں؟ کیا پیسہ لیکر اور پھر اسے فریڈوں میں بانٹ کر سوال کھل نہیں ہو سکتا؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ اس بارے میں ونوبا جی بہت سخت ہیں۔ انہوں نے ایک جگہ کہا—”میں دانا میں روپیا نہیں لیتا۔ اس بات یہ ہے کہ روپے نے ہندوستان کو تباہ کر دیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ روپے نے ہندوستان کو تباہ کر دیا ہے۔ چوڑوں کی جو قیمت ہے وہ نہیں گھٹتی بڑھتی۔ روپے کی قیمت گھٹتی بڑھتی ہے۔ آج کی قیمت مستقل ہے۔ میں تو لوگوں کو روپے کے چنگل سے چھوڑنا چاہتا ہوں۔ روپیہ تو محض ایک ذریعہ ہے اور یہ دانا دینے والے نے اندر لپیٹ پیدا کرنا ہے۔ لیکن زمین دانا میں تو غریب کا چلم جات حق ہے۔ اس لئے میں زمین دانا لیتا ہوں۔۔۔۔۔۔ اگر ہر کوئی مصیبت کے ساتھ فریڈوں کو اپنانے کا تو کمپنوں کا رنگ آپ سے آپ جاتا رہے گا۔ ونوبا جی تو پچھلے دیہہ برس سے زیادہ ہوا اس چھڑ پر خود عمل کر رہے ہیں۔ انہوں نے چھوڑ بھر کے لئے صرف شرم دانا (جسم کی مصیبت کی شکل میں دانا) لیتا قبول کیا ہے۔ اسی آدمی پر ان کا آشرم چل رہا ہے جس میں ان کو زبردست دسہائی ہوتی ہے۔ اس کی تفصیل میں اس وقت ہم نہیں جانتے کہ

یہ خیال پیدا ہوا کہ ونوبا جی زمین کا دانا کھوں مانگتے ہیں؟ کیا پیسہ لیکر اور پھر اسے فریڈوں میں بانٹ کر سوال کھل نہیں ہو سکتا؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ اس بارے میں ونوبا جی بہت سخت ہیں۔ انہوں نے ایک جگہ کہا—”میں دانا میں روپیا نہیں لیتا۔ اس بات یہ ہے کہ روپے نے ہندوستان کو تباہ کر دیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ روپے نے ہندوستان کو تباہ کر دیا ہے۔ چوڑوں کی جو قیمت ہے وہ نہیں گھٹتی بڑھتی۔ روپے کی قیمت گھٹتی بڑھتی ہے۔ آج کی قیمت مستقل ہے۔ میں تو لوگوں کو روپے کے چنگل سے چھوڑنا چاہتا ہوں۔ روپیہ تو محض ایک ذریعہ ہے اور یہ دانا دینے والے نے اندر لپیٹ پیدا کرنا ہے۔ لیکن زمین دانا میں تو غریب کا چلم جات حق ہے۔ اس لئے میں زمین دانا لیتا ہوں۔۔۔۔۔۔ اگر ہر کوئی مصیبت کے ساتھ فریڈوں کو اپنانے کا تو کمپنوں کا رنگ آپ سے آپ جاتا رہے گا۔ ونوبا جی تو پچھلے دیہہ برس سے زیادہ ہوا اس چھڑ پر خود عمل کر رہے ہیں۔ انہوں نے چھوڑ بھر کے لئے صرف شرم دانا (جسم کی مصیبت کی شکل میں دانا) لیتا قبول کیا ہے۔ اسی آدمی پر ان کا آشرم چل رہا ہے جس میں ان کو زبردست دسہائی ہوتی ہے۔ اس کی تفصیل میں اس وقت ہم نہیں جانتے کہ

یہ خیال پیدا ہوا کہ ونوبا جی زمین کا دانا کھوں مانگتے ہیں؟ کیا پیسہ لیکر اور پھر اسے فریڈوں میں بانٹ کر سوال کھل نہیں ہو سکتا؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ اس بارے میں ونوبا جی بہت سخت ہیں۔ انہوں نے ایک جگہ کہا—”میں دانا میں روپیا نہیں لیتا۔ اس بات یہ ہے کہ روپے نے ہندوستان کو تباہ کر دیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ روپے نے ہندوستان کو تباہ کر دیا ہے۔ چوڑوں کی جو قیمت ہے وہ نہیں گھٹتی بڑھتی۔ روپے کی قیمت گھٹتی بڑھتی ہے۔ آج کی قیمت مستقل ہے۔ میں تو لوگوں کو روپے کے چنگل سے چھوڑنا چاہتا ہوں۔ روپیہ تو محض ایک ذریعہ ہے اور یہ دانا دینے والے نے اندر لپیٹ پیدا کرنا ہے۔ لیکن زمین دانا میں تو غریب کا چلم جات حق ہے۔ اس لئے میں زمین دانا لیتا ہوں۔۔۔۔۔۔ اگر ہر کوئی مصیبت کے ساتھ فریڈوں کو اپنانے کا تو کمپنوں کا رنگ آپ سے آپ جاتا رہے گا۔ ونوبا جی تو پچھلے دیہہ برس سے زیادہ ہوا اس چھڑ پر خود عمل کر رہے ہیں۔ انہوں نے چھوڑ بھر کے لئے صرف شرم دانا (جسم کی مصیبت کی شکل میں دانا) لیتا قبول کیا ہے۔ اسی آدمی پر ان کا آشرم چل رہا ہے جس میں ان کو زبردست دسہائی ہوتی ہے۔ اس کی تفصیل میں اس وقت ہم نہیں جانتے کہ

लोग कुछ न कुछ बचाते हैं इसी तरह इस यज्ञ में हमें ज़मीन दान देना चाहिये। लोग शक करते थे कि भला कलजुग में भी कोई ऐसा दान दे सकेगा लेकिन जब मांगने वाला पैदा हो जाता है तो देने वाले भी मिल जाते हैं और अब तक (30 मई) मुझे साढ़े-तीन हजार एकड़ ज़मीन मिल चुकी है।" इस भूमि दान को ही विनोबा जी ने 'सही रास्ता' बताया है। अपनी उसी स्पीच में आगे चलकर उन्होंने कहा—“गर्मी के मौसम में आपको घास दिखाई नहीं देती, लेकिन पानी पड़ते ही घास उग आती है क्योंकि घास के बीज तो ज़मीन में रहते ही हैं। इसी तरह पुलिस कुछ वक़्त के लिये कम्यूनिस्ट असर भले कम कर दे लेकिन इसे जड़ से नहीं ख़तम कर सकती, इसको जड़ से ख़तम करने के लिये हमें सही रास्ता अपनाना होगा। कुछ काँग्रेस वालों ने मुझसे कहा कि यह रास्ता हमारी समझ में नहीं आता, अगर वह इस यज्ञ का मतलब नहीं समझते और लोगों के दिलों में पैदा होने वाली तबदीली नहीं देख सकते तो मैं समझता हूँ कि उन्होंने आँखें बन्द करली हैं, अगर उन्हें अहिंसा के अन्दर यत्नीन नहीं है तो बेहतर यह है कि वह कम्यूनिस्ट पार्टी में शरीक हो जायें, मैं तो उनसे कहना चाहता हूँ कि अगर वह इस यज्ञ में हिस्सा लेंगे तो काँग्रेस की इज्जत और उसका लिहाज़ बढ़ेगा, उनके हिस्सा लेने से उनके जीवन में क़र्क पड़ेगा, समाज में क़ान्ति होगी और हर एक का दिल बबल जायेगा जिसका नतीजा यह होगा कि देश की काया पलट जायेगी और देश ख़ूब फले फूलेगा।”

बिनोबा जी ने यह भी साक कर दिया कि दान देने वाले जो दान दें सो अपना फर्ज समझ कर, न कि यह कि वह कोई एहसान कर रहे हैं। एक जगह उन्होंने कहा— “यह जो दान दिये जा रहे हैं कोई एहसान नहीं है। शास्त्रों में बताया गया है कि दान देना माने जो अपने पास है उसको दूसरे के साथ मिल कर भोगना। इससे साक जाहिर है कि दान देने से कोई भी किसी दूसरे पर एहसान नहीं करता है।”

लेकिन अब हकूमत का क्या कर्त्तव्य है ? उसे अपनी हिंसा भरी कारवाई तो बन्द कर ही देनी चाहिये. इसके अलावा उसे चाहिये कि ऐसे क़ानून पास करे जिनके मातहत कोई आदमी ज़रूरत से ज्यादा ज़मीन अपने हाथ में रख ही न सके. बिनोबा जी के लफ्ज़ों में—“जो काम मैंने शुरू किया है उसे जारी रहना चाहिये. नलगुन्डा ज़िला कांग्रेस कमेटी के सदर, भाई केशवराव जी इसे चलायेंगे. मेरे सख्ती के मुताबिक नलगुन्डा जिले की चौदह पंद्रह लाख के करीब आबादी है. और अगर चौदह पंद्रह हजार एकड़ ज़मीन दान में मिल जाये तो चौदह पंद्रह हजार लोगों की खेती उससे चल जायेगी. ज़मीन बँटने के इस काम से

لوگ کچھ کہ کچھ چوتھے ہیں اسی طرح اس یگمہ میں
میں زمیں دلیں دینا چاہئے۔ لوگ شک کرتے تھے کہ یہاں
کلیجک میں بھی کوئی ایسا دان دے سکے گا۔ لیکن جب
مانگنے والا پیدا ہو جاتا ہے تو دینے والے بھی مل جاتے
ہیں اور اب تک (30 مئی) مجھے ساڑھے تین ہزار
ایکڑ زمین مل چکی ہے۔ اس بھوسے دان کو ہی ونویا
جی نے ’صحیح راستہ‘ بتایا ہے۔ اپنی اسی اسپرچ میں
آئے چل کر انہوں نے کہا—”کرمی کے موسم میں آپ کو
گھاس دکھائی نہیں دیتی۔ لیکن پانی پڑتے ہی گھاس
اُگ آتی ہے کیونکہ اُسکے بھج تو زمیں میں رہتے ہی
ہیں۔ اسی طرح پولیس کچھ وقت کے لئے کمپوسٹ
اثر پہلے کم کر دے لیکن اسے جڑ سے نہیں ختم کرسکتی۔
اسکو جڑ سے ختم کرنے کے لئے میں صحیح راستہ اپنانا
ہوگا۔ کچھ کانگریس والوں نے مجھ سے کہا کہ یہ راستہ
ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر وہ اس یگمہ کا مطلب
نہیں سمجھتے اور لوگوں کے دلوں میں پیدا ہونے والی
تبدیلی نہیں دیکھ سکتے تو میں سمجھتا ہوں کہ
انہوں نے انکھوں بند کر لی ہیں۔ اگر انہیں اھلسا کے اندر
یقین نہیں ہے تو بہتر یہ ہے کہ وہ کمپوسٹ پارٹی میں
شریک ہو جائیں۔ میں تو اُن سے کہنا چاہتا ہوں کہ
اگر وہ اس یگمہ میں حصہ لہنگے تو کانگریس کی عزت
اور اُسکا لحاظ بڑھ گا۔ اُنکے حصہ لہنے سے انکے چورن
میں فرق پڑیگا‘ سناچ میں کرنٹی ہوگی اور ہو ایک
کا دل بدل جائیگا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دیس کی
کاپا پلت چائیکہی اور دیس خوب پہلے پہلے گا۔“

ونوہا جي ڏي ۽ بهي صاف ڪرڊيا ڪه ڊان ڊيلم ۽ الھ جو ڊان ڊيلن سو ايلنا فرض سمجھڪر“ نه ڪه ڀه ڪه ڪوئي احسان ڪرڙھ هين . ايڪ جگه انهن ڏي ڪها—”ڀه جو ڊان ڊئلھ جارھ هين“ ڪوئي احسان نهين ه . شاعرون مهين بتايا ٿيا ه ڪه ڊان ڊيلنا معنيٰ جو اچي پاس ه اسڪو دوسري ڪي ساٿه ملڪر بهوگنا . اِس بي صاف ظاهر ه ڪه ڊان ڊيلم بي ڪوئي بهي ڪسي دوسري ڀر احسان نهين ڪرنا ه.“

لیکن اب حکومت کا کیا فرض ہے ؟ اُسے اپنی مجلس
بہری کاروائی تو بند کرچی دیلی چاہئے . اُسکے علاوہ اُسے
چاہئے کہ ایسے قانون پاس کرے جنکے ماتحت کوئی
آدمی ضرورت سے زیادہ زمین اپنے ہاتھ میں رکھ ہی نہ سکے .
زراعتی کے لفظوں میں — ”جو کلم میں نے شروع کیا
ہے اُسے جاری رکھنا چاہئے . نانگنڈہ ضلع کانگریس کمیٹی
کے صدر بھائی کیشورائو جی اسے چلائینگے . میرے تفسیلات
کے مطابق نانگنڈہ ضلع کی چودہ پندرہ لاکھ کے قریب
آبادی ہے . پورے چودہ پندرہ ہزار ایکڑ زمین دالان
میں مل جائے تو چودہ پندرہ ہزار لوگوں کی دولی
اس سے چل جائیگی . زمین بقلے کے اس کلم سے

جا سکتا ہے جو انہوں نے بالا پانی گاؤں میں 31 مئی کو دی تھی۔ ”اس گاؤں کی آبادی 3000 ہے اور یہاں زمین بھی 3000 ایکڑ ہے۔ لیکن 10 خاندان ہی ساری زمین کے مالک ہیں جب کہ 600 خاندان بے زمین والے ہیں۔ کسی دیہاتی صنعت یا دستکاری کا بھی انتظام نہیں ہے۔ بلکہ روں کو صرف اتنا ملتا ہے کہ وہ اپنے زمینوں میں آٹھ دن کام چل جائے۔ زمین کے برابر کے ہتھوڑے کے ساتھ ساتھ دیہاتی دھندوں کی بھی ترقی ہونی چاہئے۔ گاؤں والے پیسہ کمانے کی فصلوں نہ پیدا کریں۔ انہیں چاہئے کہ اناج پیدا کریں اور اٹلی کو اس اگاہوں کے اپنے کپڑے کا سول خود حل کر سکیں۔ تیلنگانہ میں مصہبت یہی ہے کہ پیسے کمانے والی فصلوں جیسے مونگ پولی اور تمباکو بے انتہا پیدا کی جاتی ہیں۔“ ہم یہاں یہ بتا دیں کہ پیسے کمانے والی فصلوں کی — جیسے ایکڑ پت سن، مونگ پولی، تمباکو وغیرہ — کو ہمتی کے لئے چلتا کو مجبور کر کے ہلد سوکار نے ناچ کے سوال کو اور خطرناک بنا دیا ہے۔ ونوباجی ان سب چیزوں سے نکلنے پریشان ہیں یہ ان کی ایک دوسری اسپیج ہے جو 28 مئی کو دی گئی تھی۔ پتہ چلتا ہے — ”چالیس سال پہلے جب میں پوچھا تھا تو آپ دیہی کی حالت کی بابت پوچھ کر اور سوچ دیا کرتے پر آج اس پر دیکھ رہا تھا۔ آج چالیس سال بعد بھی ان حالتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس کے خلاف وہ اور زیادہ بکڑ گئی ہیں۔“ تیلنگانہ میں جو کمیونسٹوں کے آندوان نے زور پکڑا ہوا ہے اس کی وجہ بتاتے ہوئے ونوبا جی نے کہا — ”اس وقت اور رٹرس لوگ ہی کمیونسٹوں کے پیدا ہو جانے کے قریب دار ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ کمیونسٹ رٹرس لوگوں کی ہی اولاد ہیں۔“

تیلنگانہ کی بیماری کو سمجھ لوئے کے بعد دوسرا سوال جو سامنے آتا ہے وہ ہے اس کا علاج۔ کمیونسٹوں نے یہ سمجھا کہ زمینوں زبردستی چھین کر غریبوں میں بانٹ دینا اس کا علاج ہے۔ حکومت اصلی مرض کی دوا کرنے کے بجائے کمیونسٹوں کو نوکری نہ دینے میں پھنس گئی۔ ونوبا جی کو محسوس ہوا — ”کمیونسٹوں کے اثر کو ختم کرنے میں پولیس بہت کامیاب نہ ہو سکے گی۔ اس کو ختم کرنے کا تو ایک ہی راستہ ہے۔ وہ یہ کہ زمینوں کا جو نا برابر ہتھوڑا ہے اسے شانتی کے ساتھ بدل دیا جائے۔“ یا جیسا ایک دوسری اسپیج میں انہوں نے کہا — ”پرانے زمانے میں جب بھی کوئی ملکیت دیہی میں آتا تھا تو ہمارے پوچھا لوگ یکے کے کرتے تھے۔ میں بھی اس لئے ایک یکے کرنا چاہتا ہوں اور میں نے یہ بھوسہ دان یکے شروع کر دیا ہے۔ میں لوگوں سے کہتا ہوں کہ اپنی زمینیں دان میں دیجئے۔ ہر ایک کو چاہئے کہ اس یکے میں شریک ہو کوونکہ یہ سب کی بہتری کے لئے ہے۔ ہون یا یکے میں

جا سکتا ہے جو انہوں نے بالا پانی گاؤں میں 31 مئی کو دی تھی۔ ”اس گاؤں کی آبادی 3000 ہے اور یہاں زمین بھی 3000 ایکڑ ہے۔ لیکن 10 خاندان ہی ساری زمین کے مالک ہیں جب کہ 600 خاندان بے زمین والے ہیں۔ کسی دیہاتی صنعت یا دستکاری کا بھی انتظام نہیں ہے۔ بلکہ روں کو صرف اتنا ملتا ہے کہ وہ اپنے زمینوں میں آٹھ دن کام چل جائے۔ زمین کے برابر کے ہتھوڑے کے ساتھ ساتھ دیہاتی دھندوں کی بھی ترقی ہونی چاہئے۔ گاؤں والے پیسہ کمانے کی فصلوں نہ پیدا کریں۔ انہیں چاہئے کہ اناج پیدا کریں اور اٹلی کو اس اگاہوں کے اپنے کپڑے کا سول خود حل کر سکیں۔ تیلنگانہ میں مصہبت یہی ہے کہ پیسے کمانے والی فصلوں جیسے مونگ پولی اور تمباکو بے انتہا پیدا کی جاتی ہیں۔“ ہم یہاں یہ بتا دیں کہ پیسے کمانے والی فصلوں کی — جیسے ایکڑ پت سن، مونگ پولی، تمباکو وغیرہ — کو ہمتی کے لئے چلتا کو مجبور کر کے ہلد سوکار نے ناچ کے سوال کو اور خطرناک بنا دیا ہے۔ ونوباجی ان سب چیزوں سے نکلنے پریشان ہیں یہ ان کی ایک دوسری اسپیج ہے جو 28 مئی کو دی گئی تھی۔ پتہ چلتا ہے — ”چالیس سال پہلے جب میں پوچھا تھا تو آپ دیہی کی حالت کی بابت پوچھ کر اور سوچ دیا کرتے پر آج اس پر دیکھ رہا تھا۔ آج چالیس سال بعد بھی ان حالتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس کے خلاف وہ اور زیادہ بکڑ گئی ہیں۔“ تیلنگانہ میں جو کمیونسٹوں کے آندوان نے زور پکڑا ہوا ہے اس کی وجہ بتاتے ہوئے ونوبا جی نے کہا — ”اس وقت اور رٹرس لوگ ہی کمیونسٹوں کے پیدا ہو جانے کے قریب دار ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ کمیونسٹ رٹرس لوگوں کی ہی اولاد ہیں۔“

تیلنگانہ کی بیماری کو سمجھ لوئے کے بعد دوسرا سوال جو سامنے آتا ہے وہ ہے اس کا علاج۔ کمیونسٹوں نے یہ سمجھا کہ زمینوں زبردستی چھین کر غریبوں میں بانٹ دینا اس کا علاج ہے۔ حکومت اصلی مرض کی دوا کرنے کے بجائے کمیونسٹوں کو نوکری نہ دینے میں پھنس گئی۔ ونوبا جی کو محسوس ہوا — ”کمیونسٹوں کے اثر کو ختم کرنے میں پولیس بہت کامیاب نہ ہو سکے گی۔ اس کو ختم کرنے کا تو ایک ہی راستہ ہے۔ وہ یہ کہ زمینوں کا جو نا برابر ہتھوڑا ہے اسے شانتی کے ساتھ بدل دیا جائے۔“ یا جیسا ایک دوسری اسپیج میں انہوں نے کہا — ”پرانے زمانے میں جب بھی کوئی ملکیت دیہی میں آتا تھا تو ہمارے پوچھا لوگ یکے کے کرتے تھے۔ میں بھی اس لئے ایک یکے کرنا چاہتا ہوں اور میں نے یہ بھوسہ دان یکے شروع کر دیا ہے۔ میں لوگوں سے کہتا ہوں کہ اپنی زمینیں دان میں دیجئے۔ ہر ایک کو چاہئے کہ اس یکے میں شریک ہو کوونکہ یہ سب کی بہتری کے لئے ہے۔ ہون یا یکے میں

ہے کہ یہاں کمیونسٹوں کا زور ہے اور حکومت کی طاقت نہیں ملتی۔ یہ بھی مبراہر ہے کہ کمیونسٹوں نے یہاں پر زبردست آٹک۔ جیسا کہ اس سے نا بری طرح پورشان ہے۔ اس علاقے کے کچھ ہوں کو جو بڑے والے اور دولت مند تھے، اپنا گھر بار و کر حیدرآباد کے شہر میں تھکے تھوڑھلا پڑا۔ ایسی حالت میں حکومت نے اپنا فرض سمجھا کہ لوگوں کی مال کی حفاظت کرے اور نقصان پہنچانے والوں کو دے۔ کہتے ہیں حیدرآباد کی حکومت اور نئی دلی سرکار دونوں ملکر تھلکانے پر ٹوٹ پڑیں اور سر کے ن کی طرح کمیونسٹوں کو بھن بھن کر پھیلکدیلے کا ان مچھا دیا۔ لیکن مرض بوجھا کھا جوں جوں دوا تھلکانے کے دکھوں کی آواز تھوڑی گئی، اسے سلکر انسان کا دل تڑپ اٹھا۔ بٹا کوئی ہتھیار لئے وہ اُن دل کا حال جاننے کی غرض سے پیدل نکل پڑا۔ یہ ہی جی کے نامی سمجھا گری ونبھا جی ہیں جنہوں ام نموی کے دن 15 اپریل 1951 کو حیدرآباد کے شہر تھلکانے کے لئے کوچ کیا۔ جیسا انہوں نے ایک جگہ چاکر کہا۔ ”شانتی کا سندیھ پھیلنے کی خاطر می سیدھا کا ایک سپاہی ہولے کے ناتے میں تھلکانے ڈھولنا چاہتا تھا۔ بہت عرصے سے میں کئی وجہوں اپنی اس اچھا کو پورا نہیں کر سکا۔ لیکن بھگوان رام شہرواد نے کہ میں نے اب یہ دورہ شروع کر دیا ہے۔“

تھلکانے میں اصل سوال کیا ہے؟ ونبھا جی کے لفظوں میں یہاں پر کچھ لوگوں کے پاس تو ہزاروں ایکڑ ن ہے اور کچھ کے پاس ایک اٹیج بھی نہیں۔ ظاہر ہے کہ متھی بھر آدمیوں کی تعداد تھلکانے کے لاکھوں لدوں کی مصطفت و پوسے کو چوس کر جی رہی ہے۔ کمی وجہ سے غریب اور امیر کے بیچ زمین آسان کا نہ کھوا ہو گیا ہے۔ اسی چھڑ سے دھل کر اور اپنے راج کا جی لوں سے اثر لیکر قریب پندرہ برس سے کچھ کمیونسٹ وان تھلکانے کے علاقے میں اپنے طریقے سے جنگا کی مت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن بدقسمتی یہ کہ ان بہادروں نے اپنے مقصد کو پانے کی خاطر کسی لہجہ و آواز سے اپنے کو نہیں ایلایا۔ وہ ہر تدبیر عمل لئے اور اپنے راستے کی ہر رکاوٹ کو انہوں نے بے رحمی مانہ اکھاڑ پھینکا۔ یہاں تک کہ امیروں کے مکان جلا کچھ کو موت کے گھاٹ بھی اتار دیا اور ان کی زمین زمین والوں میں بانٹ دیا۔ قرضی طور پر زمیندار اپنی جائیں لیکر بھاگ نکلے اور حکومت حیدرآباد رازہ کھٹکھٹا نے لگے۔

تھلکانے میں عام و محبت کی حالت کتنی سنگین ہے کا انداز ونبھا جی کی ایک دوسری اسٹیج سے لگایا

تھلکانے میں عام و محبت کی حالت کتنی سنگین ہے کا انداز ونبھا جی کی ایک دوسری اسٹیج سے لگایا

تھلکانے میں عام و محبت کی حالت کتنی سنگین ہے کا انداز ونبھا جی کی ایک دوسری اسٹیج سے لگایا

विनोबा जी की तेलंगाना यात्रा

“मैं आपके सुन्दर देश में पैदल घूम रहा हूँ और आप लोगों के बीच घूमने फिरने से हम सबको बड़ी खुरशी हासिल हो रही है। इस इलाके में लोग ईश्वर की प्रार्थना में गाने गाते हैं और हमारा स्वागत करते हैं। वह एक एक मील तक भजन गाते हुए चले आते हैं। वह तेलुगू और हिन्दी में भजन गाते हैं। सच यह है कि यही हमारी क्लेम की ताकत है। बहुत से राजाओं ने राज किया और खतम हो गए और हमने उन्हें सुला भी दिया। हम सिर्फ एक राजा को जानते हैं और वह भगवान राजा राम हैं। ईश्वर का नाम गंगा की तरह मुसलसल जारी है। गंगा हर जगह मौजूद नहीं है लेकिन भगवान राम का नाम मौजूद है। तेलंगाना में मैं चार या पांच जिलों में घूम चुका हूँ। जब मैं नलगुन्डा जिले में दाखिल हुआ तो लोगों ने मुझसे कहा कि आप कम्युनिस्टों के इलाके में दाखिल हुए हैं, लेकिन राम नाम का जो भजन मैंने आदिलाबाद जिले में

सुना था वह इस नलगुन्डा जिले में भी सुना। कम्युनिस्ट

आयेंगे और जायेंगे लेकिन राम नाम को नहीं मिटा सकेंगे।

राम नाम हिन्दुस्तान की सबसे बड़ी ताकत है। पर हमने राम नाम का पूरा पूरा मतलब नहीं समझा है। जो कोई

भी राम नाम पुकारता है वह भगत होने का दावा करता है। लेकिन आखिर भगत है क्या चीज ? और भगवान कहाँ रहते हैं ? सच्ची बात यह है कि वह किसी एक कोने में नहीं रहते हैं और न वह बैकुण्ठ या कैलाश में रहते हैं। वह हर आदमी के दिल में रहते हैं। इसलिये हम हर एक की सेवा करने और हर एक के साथ मुहब्बत करने का प्रन लेते हैं। इस तरह भगवान जो हर इन्सान के दिल में रहते हैं हम उनके सेवक बन जाते हैं। भजन गाना और हर इन्सान के साथ मुहब्बत रखना दोनों एक बात हैं। यही सबक हमें गीता सिखाती है।” यह शब्द नलगुन्डा जिले के नागबाव गांव में एक भरी सभा में शाम की प्रार्थना के बाद आचार्य विनोबा भावे ने 28 अप्रैल को कहे।

तेलंगाना हैदराबाद रियासत के पूरबी इलाके का नाम है। जहाँ के लोगों की बोली तेलुगू है और जिनमें अतराफे बल्ला नलगुन्डा, बरंगल, करीमनगर, महबूबनगर और निजामाबाद के जिले शामिल हैं। सारे हिन्दुस्तान में आज तेलंगाना का नाम फैला हुआ है और यह बात मराठ

वनोबा जी की तेलंगाने यात्रा

“मैं आप के सुन्दर देश में पैदल घूम रहा हूँ और आप लोगों के बीच घूमने फिरने से हम सबको बड़ी खुरशी हासिल हो रही है। इस इलाके में लोग ईश्वर की प्रार्थना में गाने गाते हैं और हमारा स्वागत करते हैं। वह एक एक मील तक भजन गाते हुए चले आते हैं। वह तेलुगू और हिन्दी में भजन गाते हैं। सच यह है कि यही हमारी क्लेम की ताकत है। बहुत से राजाओं ने राज किया और खतम हो गए और हमने उन्हें सुला भी दिया। हम सिर्फ एक राजा को जानते हैं और वह भगवान राजा राम हैं। ईश्वर का नाम गंगा की तरह मुसलसल जारी है। गंगा हर जगह मौजूद नहीं है लेकिन भगवान राम का नाम मौजूद है। तेलंगाना में मैं चार या पांच जिलों में घूम चुका हूँ। जब मैं नलगुन्डा जिले में दाखिल हुआ तो लोगों ने मुझसे कहा कि आप कम्युनिस्टों के इलाके में दाखिल हुए हैं, लेकिन राम नाम का जो भजन मैंने आदिलाबाद जिले में

सुना था वह इस नलगुन्डा जिले में भी सुना। कम्युनिस्ट

आयेंगे और जायेंगे लेकिन राम नाम को नहीं मिटा सकेंगे।

राम नाम हिन्दुस्तान की सबसे बड़ी ताकत है। पर हमने राम नाम का पूरा पूरा मतलब नहीं समझा है। जो कोई भी राम नाम पुकारता है वह भगत होने का दावा करता है। लेकिन आखिर भगत है क्या चीज ? सच्ची बात यह है कि वह किसी एक कोने में नहीं रहते हैं और न वह बैकुण्ठ या कैलाश में रहते हैं। वह हर आदमी के दिल में रहते हैं। इसलिये हम हर एक की सेवा करने और हर एक के साथ मुहब्बत करने का प्रन लेते हैं। इस तरह भगवान जो हर इन्सान के दिल में रहते हैं हम उनके सेवक बन जाते हैं। भजन गाना और हर इन्सान के साथ मुहब्बत रखना दोनों एक बात हैं। यही सबक हमें गीता सिखाती है।” यह शब्द नलगुन्डा जिले के नागबाव गांव में एक भरी सभा में शाम की प्रार्थना के बाद आचार्य विनोबा भावे ने 28 अप्रैल को कहे।

तेलंगाना हैदराबाद रियासत के पूरबी इलाके का नाम है। जहाँ के लोगों की बोली तेलुगू है और जिनमें अतराफे बल्ला नलगुन्डा, बरंगल, करीमनगर, महबूबनगर और निजामाबाद के जिले शामिल हैं। सारे हिन्दुस्तान में आज तेलंगाना का नाम फैला हुआ है और यह बात मराठ

میتا سکے گا۔" امریکا سے کھینچ کر اپنے دیش میں ہماری ساری خوشیوں کی جگہ میں کسانوں کی بوری ڈال دی ہے۔ اسلئے اسے سدھارنا ہمارا پہلا فرض ہے۔

کچھ بھر اور کچھ بھر کھڑک کر کوششوں کرنے سے کام نہیں چل سکتا۔ ہم آبادی اور دوسرے گاؤں کے بندوں کو سنگت کر سکتے ہیں، دیہاتوں کی صفائی اور تندرستی سدھارنے کی کوشش کر سکتے ہیں یا سکول اور رات سکول بھی چلا سکتے ہیں۔ یہ سب کوششیں اچھی ہیں، پر وہ کسی پختہ بلدا پر کھڑی ہیں یہ تب تک نہیں چلا سکتا جب تک ان کوششوں کے ذریعے گاؤں کی مالی حالت نہیں سدھرتی۔ گاؤں کی مالی حالت ابھی سدھرتی نہیں جا سکتی ہے جب وہ کھانے اور کپڑے کے معاملے میں بے پھروں پر کھڑے ہوں، کسی دوسرے کا آسرا نہ دیکھیں۔ کروڑوں تین ناچ باہر سے لانے سے حالت سدھرتی نہیں سکتی۔ یہ تو صرف اوپری مرحلہ یعنی کرنا ہوگا۔ اس لئے کم سے کم اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ ہمارے نیٹا حکومت سے اپنا دل ہٹا کر اسے رجحان تک کام میں لگائیں۔

پلیٹ نہرو کی سرکار باہری ترقی بھڑک اور آبادی کے بارے میں دیرینہ ثابت نہیں ہوئی۔ ہمارے دیہاتوں کی حالت سدھارنے کی اس نے کوئی نئی ترکیب نہیں سوچ نکالی۔ جہاں کھینچ کر کوششوں کی گئیں وہاں کی حالت اور بھی بد سے بدتر ہو گئی، کیونکہ حکومت کو گاؤں کی اصلی حالت سے واقف نہیں تھی اور درر بہتے بہتے کھول حکم جاری کر کے کام کیا تھا۔ ہمیں تو ایسی سرکار چاہئے جو گاؤں کی زندگی کے بالکل پاس اور اُس سے ملتی رہے اور گاؤں والوں کی ضرورتوں کو جانے۔

کچھ ہم آشا کریں کہ پटना میں ہمارے جو لوگ بکٹا ہو رہے ہیں وہ ہمت کے ساتھ اور ایک دل ہو کر اس سوال کو گاندھی جی کے بتائے ہوئے راستے سے سلجھانے کی کوشش کر کے دیس کو آنے والی بربادی سے بچائیں گے؟

('پراس-ایجوکیشن-پریس' سے)

کچھ اُدھر اور کچھ اُدھر پھٹ کر کوششوں کرنے سے کام نہیں چل سکتا۔ ہم کھانسی اور دوسرے گاؤں کے بندوں کو سنگت کر سکتے ہیں، دیہاتوں کی صفائی اور تندرستی سدھارنے کی کوشش کر سکتے ہیں یا اسکول اور رات سکول بھی چلا سکتے ہیں۔ یہ سب کوششیں اچھی ہیں، پر وہ کسی پختہ بلدا پر کھڑی ہیں یہ تب تک نہیں چلا سکتا جب تک ان کوششوں کے ذریعے گاؤں کی مالی حالت نہیں سدھرتی۔ گاؤں کی مالی حالت ابھی سدھرتی نہیں جا سکتی ہے جب وہ کھانے اور کپڑے کے معاملے میں بے پھروں پر کھڑے ہوں، کسی دوسرے کا آسرا نہ دیکھیں۔ کروڑوں تین ناچ باہر سے لانے سے حالت سدھرتی نہیں سکتی۔ یہ تو صرف اوپری مرحلہ یعنی کرنا ہوگا۔ اس لئے کم سے کم اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ ہمارے نیٹا حکومت سے اپنا دل ہٹا کر اسے رجحان تک کام میں لگائیں۔

پلیٹ نہرو کی سرکار باہری ترقی بھڑک اور آبادی کے بارے میں دیرینہ ثابت نہیں ہوئی۔ ہمارے دیہاتوں کی حالت سدھارنے کی اس نے کوئی نئی ترکیب نہیں سوچ نکالی۔ جہاں کھینچ کر کوششوں کی گئیں وہاں کی حالت اور بھی بد سے بدتر ہو گئی، کیونکہ حکومت کو گاؤں کی اصلی حالت سے واقف نہیں تھی اور درر بہتے بہتے کھول حکم جاری کر کے کام کیا تھا۔ ہمیں تو ایسی سرکار چاہئے جو گاؤں کی زندگی کے بالکل پاس اور اُس سے ملتی رہے اور گاؤں والوں کی ضرورتوں کو جانے۔

کچھ ہم آشا کریں کہ پٹنہ میں ہمارے جو لوگ بکٹا ہو رہے ہیں وہ ہمت کے ساتھ اور ایک دل ہو کر اس سوال کو گاندھی جی کے بتائے ہوئے راستے سے سلجھانے کی کوشش کر کے دیس کو آنے والی بربادی سے بچائیں گے؟

('گرام اڈیوگ پریس' سے)

अंगला क्रम

(भाई जे. सी. कुमारप्पा)

'काँग्रेस अब अपना काम कर चुकी है, और उसे अब अपना रूप बदल देना चाहिये' यह बात गांधी जी ने कही थी. इसके बाद तीन बहुत बातक साल गुजर चुके. हममें से कुछ लोग काँग्रेस के मुर्वे को बरक में रख कर उसके इर्द गिर्द नाचने में बहुत लुरा नजर आते थे. पर कुछ घरसे के बाद मुर्वे से सबन की बद्दु आने ही लगी. श्री टी. प्रकाशम, डाक्टर प्रफुल्लचंद्र घोश और आचार्य कृपलानी सरीखे लोगों के पीछे कुछ काँग्रेसी इस मुर्वे को छोड़कर रास्ट्र में नई जान फूँकने के लिये आगे बढ़े. नई जान फूँकने के लिये कौन सा रास्ता अलतियार किया जायगा यही आज सब लोगों के मन में बड़ी सोचने की बात है. रास्ट्र की भलाई चाहने वालों की एक सभा जून में पटना में इस बात पर बिचार करने के लिये बुलाई गई है.

गांधी जी ने सुझाया था कि काँग्रेस को हकूमत चाहने वाली राजनीत छोड़कर नई क्रौम तैयार करने के लिये एक रचनात्मक काम करने वाली संस्था बन जाना चाहिये जिससे इस देस के सात लाख गावों को, न कि शहरों और कस्बों को, समाजी, सवाचारी और माली आजादी हासिल हो सके. क्या अभी भी हमें गांधी जी के रास्ते पर चलने की बात सुझेगी, या हम अपने अज्ञान से हँसते हँसते बरबादी की तरफ बढ़ते रहेंगे ?

अंगरेजी राज के जमाने में रचनात्मक कामों में भी कुछ कुछ राजनैतिक बू रहती थी. उस समय घरखे की बुनियाद सें मैनेजेस्टर की जड़ उखाड़ना खास मकसद था. अब यह सब बदलना होगा. अब हमें सारा ध्यान खेती को धुरी मानकर गाँवों की फिर से तामीर करने पर देना चाहिये. अब गाँव की समाजी और माली खिन्दगी इस तरह गढ़नी चाहिये कि वह सबके जनराज की बुनियाद बन सके. गाँव में ही सबको ऐसी ट्रेनिंग मिलनी चाहिये कि कोई भी गाँव वाला आगे चल कर राजनीत में पड़कर भी देस की सेवा ही करता रहे. हमारी राजनीत हमारी माली खिन्दगी की दाखी होनी चाहिये, मासिक नहीं. अमरीका जैसे देस में भी, जहाँ के सब धंदे बड़े बड़े कारखानों में समाए हुए हैं, वहाँ के खेती बिभाग के सेक्रेटरी श्री ब्रनन, अपनी रिपोर्ट में कहते हैं, "दुनिया भर के वेहातियों का रहन सहन सुधारने से और जमीन का लगान इस तरह तय करने से जिससे सब के साथ इनसाफ हो और सब आदमियों का मान बढ़े, केवल अपने देस को ही नहीं, बल्कि पूरी दुनिया को राजकाशी और माली विकास

अगला कदम

(भैली जे. सी. कार भा)

'कान्ग्रेस अब अपना काम कर चुकी है' और उसे अब अपना रूप बदल देना चाहिये' यह बात गांधी जी ने कही थी. इसके बाद तीन बहुत बातक साल गुजर चुके. हम में से कुछ लोग काँग्रेस के मुर्वे को बरक में रख कर उसके इर्द गिर्द नाचने में बहुत लुरा नजर आते थे. पर कुछ घरसे के बाद मुर्वे से सबन की बद्दु आने ही लगी. श्री टी. प्रकाशम, डाक्टर प्रफुल्लचंद्र घोश और आचार्य कृपलानी सरीखे लोगों के पीछे कुछ काँग्रेसी इस मुर्वे को छोड़कर रास्ट्र में नई जान फूँकने के लिये आगे बढ़े. नई जान फूँकने के लिये कौन सा रास्ता अलतियार किया जायगा यही आज सब लोगों के मन में बड़ी सोचने की बात है. रास्ट्र की भलाई चाहने वालों की एक सभा जून में पटना में इस बात पर बिचार करने के लिये बुलाई गई है.

गांधी जी ने सुझाया था कि काँग्रेस को हकूमत चाहने वाली राजनीत छोड़कर नई क्रौम तैयार करने के लिये एक रचनात्मक काम करने वाली संस्था बन जाना चाहिये जिससे इस देस के सात लाख गावों को, न कि शहरों और कस्बों को, समाजी, सवाचारी और माली आजादी हासिल हो सके. क्या अभी भी हमें गांधी जी के रास्ते पर चलने की बात सुझेगी, या हम अपने अज्ञान से हँसते हँसते बरबादी की तरफ बढ़ते रहेंगे ?

अपना प्रस्ताव करे' मैं मानता हूँ कि इस के बिना कोई परिषद मिलाने वाला नहीं है। मैंने सोशलिस्टों से भी बात की है, अब कभी वे मुझको मिले, दूसरे जवानों से भी बात की और पूछ लिया कि अमीन की तकसीम, जो कि जरूर करनी चाहिये, कर लो। विस पर भी क्या आप समझते हैं कि इन किसानों की हालत उतने से सुधर जायगी और उतने से उनको साल भर का काम मिल जायगा ? और उसमें से उनकी जीवन की जरूरतें पूरी हो सकेंगी ? क्या आप यह समझते हैं कि खर बरौरा के बरौर कोई मशीनी स्कीम दस पाँच साल में ऐसी हो सकेगी जिससे लाखों करोड़ों को काम दिया जा सकेगा ? तो इसका जवाब उनको 'नहीं' में देना पड़ता है। उनको मानना पड़ता है कि और कोई रास्ता हम नहीं देखते हैं। लेकिन वे कहते हैं कि इसका मतलब यह होता है कि सरकार हम अपने हाथ में ले लें और अपना समाजवाद का और दूसरा प्रोग्राम बजायें। तो हिन्दुस्तान की अभी की हालत को देखते हुए जो सीधा सा काम हम कर सकते हैं वह करने, से इनकार करे और दस' पंद्रह साल के बाद कुछ बात होगी उसकी आशा में अपना जीवन बेकार बनाएं, ऐसी बात हो जाती है।

गांधी जी का मंत्र

इसलिये आप सब लोगों से मेरी प्रार्थना है कि गांधी जी मैं जो खर मंत्र हमें दिया है वह अभी की हालत में कमचोर नहीं हुआ है बल्कि ताकतवर हुआ है। यह जब कि मिलें 17 गज कपड़ा पैदा करती थीं, वह आज 12 गज पैदा करेगी और जाहिर कर रही है कि इस साल आधा गज और पैदावार कम होगी क्योंकि काफी इकतालें हो चुकी हैं, तो मिलों पर आधार रखने के लिये कोई सबब नहीं है। और गांधी जी के जाने के बाद कोई ऐसी दूसरी हालत पैदा नहीं हुई है जिससे खादी को अलग करके भी हम अपने सवाल हल कर सकते हैं। अगर किसी के मन में कोई स्कीम आई है और बिना खर के हमारा काम निभ जायगा, ऐसा किसी को लगा है, तो उससे चर्चा करना चाहूँगा और कोई दलीलें उसके पास हैं, कोई सबूत हैं तो मैं जानना चाहूँगा, लेकिन अगर ऐसा सबूत मिलता नहीं है तो हम सब लोग खादी के काम में अपनी अदा ताजा करे, पक्की करे और खादी का शास्त्र (इस्लम) जितना भरपूर बना सकते हैं, उतना बनाने में अपना सहयोग दें। इसका कह के मैं जाहिर करता हूँ कि यह प्रदर्शन अब खुल गया है।

अपना प्रस्ताव करे' मैं मानता हूँ कि इस के बिना कोई परिषद मिलाने वाला नहीं है। मैंने सोशलिस्टों से भी बात की है, अब कभी वे मुझको मिले, दूसरे जवानों से भी बात की और पूछ लिया कि अमीन की तकसीम, जो कि जरूर करनी चाहिये, कर लो। विस पर भी क्या आप समझते हैं कि इन किसानों की हालत उतने से सुधर जायगी और उतने से उनको साल भर का काम मिल जायगा ? और उसमें से उनकी जीवन की जरूरतें पूरी हो सकेंगी ? क्या आप यह समझते हैं कि खर बरौरा के बरौर कोई मशीनी स्कीम दस पाँच साल में ऐसी हो सकेगी जिससे लाखों करोड़ों को काम दिया जा सकेगा ? तो इसका जवाब उनको 'नहीं' में देना पड़ता है। उनको मानना पड़ता है कि और कोई रास्ता हम नहीं देखते हैं। लेकिन वे कहते हैं कि इसका मतलब यह होता है कि सरकार हम अपने हाथ में ले लें और अपना समाजवाद बजायें। तो हिन्दुस्तान की अभी की हालत को देखते हुए जो सीधा सा काम हम कर सकते हैं वह करने, से इनकार करे और दस' पंद्रह साल के बाद कुछ बात होगी उसकी आशा में अपना जीवन बेकार बनाएं, ऐसी बात हो जाती है।

गान्धी जी का मंत्र

इसलिये आप सब लोगों से मेरी प्रार्थना है कि गांधी जी मैं जो खर मंत्र हमें दिया है वह अभी की हालत में कमचोर नहीं हुआ है बल्कि ताकतवर हुआ है। यह जब कि मिलें 17 गज कपड़ा पैदा करती थीं, वह आज 12 गज पैदा करेगी और जाहिर कर रही है कि इस साल आधा गज और पैदावार कम होगी क्योंकि काफी इकतालें हो चुकी हैं, तो मिलों पर आधार रखने के लिये कोई सबब नहीं है। और गांधी जी के जाने के बाद कोई ऐसी दूसरी हालत पैदा नहीं हुई है जिससे खादी को अलग करके भी हम अपने सवाल हल कर सकते हैं। अगर किसी के मन में कोई स्कीम आई है और बिना खर के हमारा काम निभ जायगा, ऐसा किसी को लगा है, तो उससे चर्चा करना चाहूँगा और कोई दलीलें उसके पास हैं, कोई सबूत हैं तो मैं जानना चाहूँगा, लेकिन अगर ऐसा सबूत मिलता नहीं है तो हम सब लोग खादी के काम में अपनी अदा ताजा करे, पक्की करे और खादी का शास्त्र (इस्लम) जितना भरपूर बना सकते हैं, उतना बनाने में अपना सहयोग दें। इसका कह के मैं जाहिर करता हूँ कि यह प्रदर्शन अब खुल गया है।

और यह रहे हैं कि भाइयों, स्वराज मिल गया है, जिनके नाम से और जिनके काम के लिये आपने स्वराज हासिल किया उनकी सेवा के लिये कुरसत पाइये और आइये, ऐसी पुकार हो रही है।

खादी की ग्रहणियत

आस करके इस हैदराबाद स्टेट में जो देखा, उसने खादी के लिये मेरी भ्रष्टा और भी पक्की कर दी। और बहुत लोगों का, यह जो खयाल होता था कि हालाँकि खादी की जरूरत आज भी कम तो नहीं है, फिर भी कुछ दूसरे पहलुओं पर जोर देना आज शायद ज्यादा जरूरी हो गया है और खादी का काम, मुमकिन है आगे न भी चले, यह खयाल मैंने गलत पाया। वहाँ लोगों से पूछा, जो साथ आए थे उनसे भी पूछा कि क्या इन देहातों को सिवा खदूर के कोई ऐसा जरिया है जिससे उनको कोई राहत पहुँचा सकते हैं? इमवाद दे सकते हैं? बारस पैदा कर सकते हैं? तो मैंने तो कोई जरिया नहीं पाया, जाहिर बात है कि जो चीज हर आदमी इस्तेमाल करता है, और चाहे फाफा भी करले, लेकिन बिना कपड़े के नहीं चल सकता, क्योंकि वह सभ्यता की निशानी समझी गई है। ऐसी जो चीज और जिसका कच्चा माल गाँवों में पड़ा है वह धंदा गाँव का रिजर्व धंदा होना चाहिये। वह वहाँ से छीना गया है और दूसरे भी कई धंदे जिनके लिये कच्चा माल गाँवों में पड़ा है, उनके हाथ से छीन लिये गए हैं और छीने जा रहे हैं। ऐसी हालत में सिवा गाँव के उद्योग धंदों के और उसमें भी सिवा खादी के और कौन सा धंदा हम उनको दे सकते हैं? कौन सा ऐसा जरिया है जिससे उनको राहत पहुँचा सकते हैं? इस पर बहुत सोचा, लेकिन गाँवों की मदद करने का इससे बेहतर साधन नहीं देखा, हाँ, सफाई का काम है, आदमी का मैला बेकार जा रहा है, उसका इस्तेमाल करने की स्क्रीम बना सकते हैं, और भी कुछ काम कर सकते हैं, लेकिन उन सब कामों को करवे हुए भी उनको खादी के काम से जितनी राहत हम पहुँचा सकते हैं, उतनी और किसी काम से नहीं पहुँचा सकते, यह बात खुद ब खुद साबित सी मुझे लगी और मैं मानता हूँ कि हममें से जो भी गाँव में पहुँचेगा, उसको वैसी ही लगेगी।

अकेला सहारा

लेकिन सिकं इस कलसके से काम होने वाला नहीं है, अपने मन में यह संकल्प (अहद) कर लीजिये की यह जो खादी का मंत्र है, वह हम हिन्दुस्तान के हर एक किसान के पास पहुँचाएँगे और इस बारे में हार नहीं लाएँगे, ऐसा शक नहीं करेंगे कि दूसरे बहुत सारे काम पड़े हैं तो इस पर ही इतना जोर क्यों? अगर ऐसा शक पैदा होता है तो इन गाँवों का दर्शन करें और दुबारा सोचकर

और कम दे हमें कि बेमालूम सूरज मल क्या है, जल्द काम से और जल्द काम के लक्ष्य आप ने सूरज मल क्या है, सूरज के लक्ष्य फलस्तर और अल्ले, अल्ले पकर हो रही है।

कहादी की अहमियत

खामर के इस हदर आद अहमियत मून जो दिक्का, असल कहादी के लक्ष्य मूरु श्रद्धा और भी पक्की कर दी, और बेहत लोकोन का, ये जो खयाल होता था कि हालाँकि कहादी की ضرूरत आज भी कम तो नहीं है, फिर भी कुछ दूसरे पहलुओं पर जोर देना आज शायद ज्यादा जरूरी हो गया है और कहादी का काम, मुमकिन है आगे न भी चले, यह खयाल मैंने गलत पाया, वहाँ लोगों से पूछा, जो साथ आए थे उनसे भी पूछा कि क्या इन देहातों को सिवा खदूर के कोई ऐसा जरिया है जिससे उनको कोई राहत पहुँचा सकते हैं? इमवाद दे सकते हैं? बारस पैदा कर सकते हैं? तो मैंने तो कोई जरिया नहीं पाया, जाहिर बात है कि जो चीज हर आदमी इस्तेमाल करता है, और चाहे फाफा भी करले, लेकिन बिना कपड़े के नहीं चल सकता, क्योंकि वह सभ्यता की निशानी समझी गई है। ऐसी जो चीज और जिसका कच्चा माल गाँवों में पड़ा है वह धंदा गाँव का रिजर्व धंदा होना चाहिये। वह वहाँ से छीना गया है और दूसरे भी कई धंदे जिनके लिये कच्चा माल गाँवों में पड़ा है, उनके हाथ से छीन लिये गए हैं और छीने जा रहे हैं। ऐसी हालत में सिवा गाँव के उद्योग धंदों के और उसमें भी सिवा खादी के और कौन सा धंदा हम उनको दे सकते हैं? कौन सा ऐसा जरिया है जिससे उनको राहत पहुँचा सकते हैं? इस पर बहुत सोचा, लेकिन गाँवों की मदद करने का इससे बेहतर साधन नहीं देखा, हाँ, सफाई का काम है, आदमी का मैला बेकार जा रहा है, उसका इस्तेमाल करने की स्क्रीम बना सकते हैं, और भी कुछ काम कर सकते हैं, लेकिन उन सब कामों को करवे हुए भी उनको खादी के काम से जितनी राहत हम पहुँचा सकते हैं, उतनी और किसी काम से नहीं पहुँचा सकते, यह बात खुद ब खुद साबित सी मुझे लगी और मैं मानता हूँ कि हममें से जो भी गाँव में पहुँचेगा, उसको वैसी ही लगेगी।

अकेला सहारा

लेकिन सिकं इस कलसके से काम होने वाला नहीं है, अपने मन में यह संकल्प (अहद) कर लीजिये की यह जो खादी का मंत्र है, वह हम हिन्दुस्तान के हर एक किसान के पास पहुँचाएँगे और इस बारे में हार नहीं लाएँगे, ऐसा शक नहीं करेंगे कि दूसरे बहुत सारे काम पड़े हैं तो इस पर ही इतना जोर क्यों? अगर ऐसा शक पैदा होता है तो इन गाँवों का दर्शन करें और दुबारा सोचकर

مال गाँवों में जोरों से आयाग। आज भी काफ़ी तावाय में आया है, और वह जो थोड़ा सा बचा हुआ काम है वह भी बरबाद हो सकता है, यह सब कुछ हमने देखा।

गाँव की पुकार

कई देहात ऐसे मिले कि अगर हमें यहाँ, शिवरामपल्ली में, आने की जरूरत न होती तो वहाँ चंद रोज रह जाने की इच्छा होती। क्योंकि एक जगह देखना, वहाँ की कमियाँ महसूस करना, उनको हम हल कर सकते हैं ऐसा विश्वास करना और फिर भी उस जगह को छोड़कर आगे बढ़ना, यह अच्छा नहीं लगता था। फिर भी वह करना पड़ा। जहाँ जहाँ हो सके वहाँ लोगों में मुकामी ही काम करने वाले निकलें, ऐसी कोशिश भी की। अनुभव का सार यही है कि हम जो अक्सर शहरों में काम करते हैं और शहरों से सम्बन्ध रखते हैं वे अपना शहर का सम्बन्ध कायम रख कर भी अगर अपनी रहने की जगह देहात ही में रखें और हममें से हर एक के नाम पर अगर एक देहात रहे तो बहुत भारी काम होगा।

बहुत दफा सोचता हूँ तो लगता है कि यह क्यों नहीं हो सकता कि जो भी काम हम करते हैं, चाहे कोई कॉंग्रेस कमेटी का आफिस भी चलाता हो, तो वह किसी देहात में क्यों न खोले? जहाँ पोस्ट आफिस बौरा का कुछ सुभीता हो, ऐसे देहात में वह बैठ सकता है। और अगर हम में से कोई शहर के नजदीक ही रहना चाहते हैं तो वे शहर के नजदीक का गाँव लेकर बैठ सकते हैं। वहाँ रहने से ही कुछ न कुछ गाँव का सम्बन्ध आयागा। और 'देहात में जाना चाहिये' यह जो पुकार बापू ने उठाई थी, उसको कुछ हद तक हम पूरा कर सकते हैं। देहात के लोग बहुत आशा रखते हैं कि गांधी जी के बाद उनके सेवक कुछ न कुछ काम करेंगे, उनकी सेवा में लग जायेंगे, दूसरे बहुत सारे लोग कुछ सेवा करते भी हैं। फिर भी वह सिर्फ नाम की होती है, जोश दिलाने वाली नहीं होती है और बेलाग तो होती ही नहीं है। इस वक्त जरूरत है बेलाग सेवा की। यानी ऐसी सेवा की कि जिसके पीछे कोई दूसरा मकसद न हो, सिवा इसके कि जिनकी हम सेवा करते हैं उनकी सेवा करके उनको हिम्मत देना और मदद पहुँचाना। आज कल जो सेवा की जाती है वह अपने निजी स्वार्थ के लियाल से की जाती है और वह भी बहुत कम। देहात के पीछे देहात देखे गए जहाँ बहुत लोग पहुँचे भी नहीं हैं। वहाँ अगर कोई सभा हुई तो एलेक्शन की हुई, और कोई सभा नहीं हुई। जहाँ इलम ज्ञान का प्रचार नाम की भी नहीं है, जहाँ किसी तरह की रोशनी नहीं पहुँची है, जहाँ स्कूल भी नहीं हैं, जहाँ बच्चों के विकास का कोई जयाल नहीं है, ऐसे कई गाँव देखे। हमको वे सारे गाँव के लोग बुला रहे हैं

लावों में डूब रहे हैं। आज भी काफ़ी تعداد में हैं। और ये जो तेज़ा सा बचा हुआ काम है वह भी बरबाद हो सकता है सब कुछ हमने देखा।

लोगों की पुकार

कई देहात ऐसे मिले कि अगर हमें यहाँ शहरों में आने की जरूरत न होती तो वहाँ चंद रोज रह जाने की इच्छा होती। क्योंकि एक जगह देखना, वहाँ की कमियाँ महसूस करना, उनको हम हल कर सकते हैं ऐसा विश्वास करना और फिर भी उस जगह को छोड़कर आगे बढ़ना, यह अच्छा नहीं लगता था। फिर भी वह करना पड़ा। जहाँ जहाँ हो सके वहाँ लोगों में मुकामी ही काम करने वाले निकलें, ऐसी कोशिश भी की। अनुभव का सार यही है कि हम जो अक्सर शहरों में काम करते हैं और शहरों से सम्बन्ध रखते हैं वे अपना शहर का सम्बन्ध कायम रख कर भी अगर अपनी रहने की जगह देहात ही में रखें और हममें से हर एक के नाम पर अगर एक देहात रहे तो बहुत भारी काम होगा।

बहुत दफा सोचता हूँ तो लगता है कि यह क्यों नहीं हो सकता कि जो भी काम हम करते हैं, चाहे कोई कॉंग्रेस कमेटी का आफिस भी चलाता हो, तो वह किसी देहात में क्यों न खोले? जहाँ पोस्ट आफिस बौरा का कुछ सुभीता हो, ऐसे देहात में वह बैठ सकता है। और अगर हम में से कोई शहर के नजदीक ही रहना चाहते हैं तो वे शहर के नजदीक का गाँव लेकर बैठ सकते हैं। वहाँ रहने से ही कुछ न कुछ गाँव का सम्बन्ध आयागा। और 'देहात में जाना चाहिये' यह जो पुकार बापू ने उठाई थी, उसको कुछ हद तक हम पूरा कर सकते हैं। देहात के लोग बहुत आशा रखते हैं कि गांधी जी के बाद उनके सेवक कुछ न कुछ काम करेंगे, उनकी सेवा में लग जायेंगे, दूसरे बहुत सारे लोग कुछ सेवा करते भी हैं। फिर भी वह सिर्फ नाम की होती है, जोश दिलाने वाली नहीं होती है और बेलाग तो होती ही नहीं है। इस वक्त जरूरत है बेलाग सेवा की। यानी ऐसी सेवा की कि जिसके पीछे कोई दूसरा मकसद न हो, सिवा इसके कि जिनकी हम सेवा करते हैं उनकी सेवा करके उनको हिम्मत देना और मदद पहुँचाना। आज कल जो सेवा की जाती है वह अपने निजी स्वार्थ के लियाल से की जाती है और वह भी बहुत कम। देहात के पीछे देहात देखे गए जहाँ बहुत लोग पहुँचे भी नहीं हैं। वहाँ अगर कोई सभा हुई तो एलेक्शन की हुई, और कोई सभा नहीं हुई। जहाँ इलम ज्ञान का प्रचार नाम की भी नहीं है, जहाँ किसी तरह की रोशनी नहीं पहुँची है, जहाँ स्कूल भी नहीं हैं, जहाँ बच्चों के विकास का कोई जयाल नहीं है, ऐसे कई गाँव देखे। हमको वे सारे गाँव के लोग बुला रहे हैं

دیہات کی جیون بوٹی *

میری اہمیت ہمارے بھائیوں اور بہنو!

یہ بدل پاترا کا یہ میرا آخری دن ہے . جھدر آباد سے
یہاں تک کا چھوٹا سا پانچ میل کا سفر آج ہوا . راستے میں
پر مہوڑ کی کرپا سے سب طرح سے اچھا رہا اور بہت ہی
دلچسپ تجربے ہوئے . دیہات کے لوگوں میں جوش دیکھا .
شہروں میں بھی جوش کم نہیں تھا . لیکن دیہات میں
ایک خاص بہارنا دیکھی جس سے یہ صاف ظاہر ہو رہا
تھا ہمارا وہاں پہنچنا کتنا ضروری تھا اور ہے . روز ہم
وہاں زیادہ نہیں چلتے تھے ، لیکن کوشش یہ ہوتی تھی
کہ چھوٹے چھوٹے گاؤں میں مقام کریں . کئی چھوٹے چھوٹے
گاؤں دیکھے ہیں آئے . جہاں بن سکا وہاں گاؤں کے گھروں
میں بھی گھوم آیا . حالانکہ میں تھلگو جانتا ہوں ، پر
تھلگو میں بات نہیں کر سکتا . پھر بھی جتنا کچھ گمان تھا
اسکا بہت استعمال ہوا۔۔۔ پریم بہاؤ بڑھانے میں . جب میں
نے ان بہاشاؤں کا ابھاس شروع کیا تھا پریم بہاؤ کے وکاس
کی نظر سے ، تو پورا تھلگو میں نہیں سمجھت پرکھتے کے لکھن
تھلگو بہاشا میں بڑھتا تھا . میں نے دیکھا کہ وہ لکھن
اُن کے دل تک سمجھے پہنچ جاتے تھے اور اُن کو مستحسوس
ہوتا تھا کہ اپنا ہی ایک بھائی بدل رہا ہے . بہت پریم سے
لوگوں نے ہمارا استقبال کیا .

گلوں کی کراہٹ

گالوں کی جو حالت ہم نے دیکھی وہ جیوسا ہم سوجھتے
تھے ویسی ہی تھی۔ اٹلا ہی نہیں، بلکہ بدتر تھی۔ اٹلی
کلہذا ہم گھر بیٹھے نہیں کر سکتے تھے۔ سوائے کھیتی کے
جو ایک ہی دھندا اُن کے ہاتھ میں رہا ہے، اور کوئی
دھندا کئی دیہاتوں میں نہیں دیکھا۔ کچھ دیہات ایسے
موجود تھے کہ جہاں دوسرے دو چار دھندے چلتے تھے۔
لیکن کچھ ایسے بھی دیہات دیکھے جہاں وہ بھی چھوٹے
چھوٹے دھندے موجود نہیں ہیں۔ کچھ عورتیں لاکٹری
تھیں۔ کچھ آدمی ہوی لائے والے دیکھے۔ اور ایک سوکھا
گھرا پہلے والے بھی کچھ دیکھے۔ اُس پر سے یہ ظاہر ہے کہ
یہ ایک دھندا ایسا تھا اور ہے کہ جو ہر حالت میں
دیہات میں چل سکتا ہے۔ لیکن ابھی اِس ملک میں
گندھک کے سادھن بہت نہیں ہوئے ہیں اور سوکھیں ہیں وہی
ہیں۔ لیکن جیسے جیسے یہ سادھن پڑھونگے، پھر کا

* سرحدوں میں سہیلان، شورام پٹی، جھدر آباد میں
7 اپریل 51ء کو سری دیوہا جی کا بھانجن جو انہوں نے نکاح
کے وقت رکھا تھا۔ بھانجا کہیں کہیں آسان کر دی
گئی ہے۔

कामनाये जाने. जनता का पैसा जनता की सरकार ने खर्च किया और जनता के ही काम के लिये, फिर बेकार का शोर क्यों !

बज्रकार शोर मचा सकते हैं कि अगर राय ली जायेगी तो हमारी बात को कुछ भी राय न मिलेगी. इस से क्या होता है. सोमनाथ में आखिर यूँ भी तो वह चीज आयगी जिसे भारत की 100 की सदी जनता अपनाये हुए है, कोई हमें रोक कर ठीक करने लगेगा, नहीं नहीं 'पचास की सदी'. तब हम कहेंगे कि जाइये और सोमनाथ के दरान कीजिये और हमारी सच्चाई की जाँच कर लीजिये !

बापू ! आप मुसकराते क्यों हैं ? हम तो सच ही कह रहे हैं !

—भगवानदीन

नाच

नाच रहे मन नाचे जाओ
लोग हँसे हँसनें दो उनको, अपने राम रिझाओ

तुनक तुनक घुँघरु बजने दो
सुख रस साज सजा सजने दो
यह ही रंग मुझे छजने दो
नेक न सोचो इधर उधर की, गाओ वान उड़ाओ.

थिरक थिरक कर जो फिरकैयाँ
खड़े सामने राम गुसैयाँ
अब न छोड़ना इनकी छैयाँ
दिलने दो अब ठुड़ी गरवन, हाँ नैना मटकाओ

कंधा अपनी बारी उले
छाती सुख साँसों से फूले
बाँह उठे आ नीचे भूले
दो नितम्ब बेखटक मटकने, कमर झुका लचकाओ

सिर का घड़ा न रसी उलके
हाथ कटोरा नेक न छलके
ऐसे नाचो हलके हलके
पाँव तले का एक बताशा, जो तुम तोड़ न पाओ

लग जाओ अब बाँह उठाने
और कलाई को लचकाने
उंगली पोर पोर खड़खड़े
अपने तन में औरों के भी, सुख बिजली लहराओ

—भगवानदीन

जलता है कलक. जलता है येस जलता है सरकार के खर्च किया
और जलता है ही काम के लिये, फिर बेकार का शोर क्यों !
बज्रकार शोर मचा सकते हैं कि अगर राय ली जायेगी तो
हमारी बात को कुछ भी राय न मिलेगी. इस से क्या होता
है. सोमनाथ में आखिर यूँ भी तो वह चीज आयगी जिसे
भारत की 100 की सदी जनता अपनाये हुए है, कोई हमें
रोक कर ठीक करने लगेगा, नहीं नहीं 'पचास की सदी'. तब
हम कहेंगे कि जाइये और सोमनाथ के दरान कीजिये और
हमारी सच्चाई की जाँच कर लीजिये !
बापू ! आप मुसकराते क्यों हैं ? हम तो सच ही कह
रहे हैं !

—भगवानदीन

नाच

नाच रहे मन नाचे जाओ
लोग हँसे हँसनें दो उनको, अपने राम रिझाओ

तुनक तुनक घुँघरु बजने दो
सुख रस साज सजा सजने दो
यह ही रंग मुझे छजने दो
नेक न सोचो इधर उधर की, गाओ वान उड़ाओ.

थिरक थिरक कर जो फिरकैयाँ
खड़े सामने राम गुसैयाँ
अब न छोड़ना इनकी छैयाँ
दिलने दो अब ठुड़ी गरवन, हाँ नैना मटकाओ

कंधा अपनी बारी उले
छाती सुख साँसों से फूले
बाँह उठे आ नीचे भूले
दो नितम्ब बेखटक मटकने, कमर झुका लचकाओ

सिर का घड़ा न रसी उलके
हाथ कटोरा नेक न छलके
ऐसे नाचो हलके हलके
पाँव तले का एक बताशा, जो तुम तोड़ न पाओ

लग जाओ अब बाँह उठाने
और कलाई को लचकाने
उंगली पोर पोर खड़खड़े
अपने तन में औरों के भी, सुख बिजली लहराओ

—भगवानदीन

میں **بیواہ** **ہرمیک** **رسم** ہے۔ **بیواہ** **کی** **سب** **رسمیں** **ہی** **ہرمیک** **ہوتی** **ہیں**، **بھ** **گالیاں** **ہی** **ہرم** **سمن** **کر** **گاہ** **جائیں** **ہیں** **اور** **بڑے** **بڑوں** **سے** **ہم** **نے** **یہ** **سنا** **ہے** **کہ** **وہ** **سنتا** **اور** **رکلتی** **کے** **رواہ** **کے** **اوسر** **پر** **ہی** **گائی** **گئی** **تھیں**۔ **اور** **اس** **لہذا** **میں** **تو** **اب** **ہی** **ہم** **اس** **کا** **راج** **دیکھتے** **ہیں**۔ **اسلئے** **آج** **میں** **بڑا** **دکھ** **ہو** **رہا** **ہے** **کہ** **'** **بہدر** **سینکرتی** **'** **کی** **ایسی** **ایک** **رسم** **کو** **توڑ** **کر** **ہم** **نے** **وہی** **کام** **کیا** **جو** **اس** **نے** **کہا** **'** **جسٹے** **سٹی** **پر** **تھا** **توڑی** **یا** **جسٹے** **سولہاتہ** **کا** **بہدر** **توڑا**۔ **اب** **ہم** **چاہتے** **ہیں** **کہ** **گالی** **کی** **اس** **رسم** **کو** **پھر** **سے** **جاری** **کرنہی** **رسم** **کے** **لئے** **راشتر** **پتی** **کو** **بلوائیں** **اور** **بھیک** **مانگ** **کر** **اسکے** **لئے** **خرچہ** **چٹائیں** **'** **کہنکے** **مزدوری** **کرکے** **تہ** **ہم** **آجکے** **ہندستان** **میں** **نہیں** **جلم** **میں** **ہی** **انہا** **پہسے** **نہیں** **چٹا** **سکتے** **!**

باپو! **جب** **انگریز** **یہاں** **راج** **کرتے** **تھے** **تو** **حکومت** **کرنے** **کے** **ناتے** **کچھ** **ایسے** **کام** **کر** **ہوتے** **تھے** **جو** **لوگوں** **کی** **نظر** **میں** **ظاہر** **مانے** **جاتے** **تھے** **—** **جیسے** **چلیان** **والا** **باغ** **'** **مویہ** **تربین** **'** **تربیتی** **'** **چمور** **آشتی** **درگھٹا** **۔**

بھوگ **تو**، **نا** **سمن** **کی** **سے**، **مائی** **باپ** **اگر** **بچے** **کو** **دو** **بپت** **جما** **دے** **تو** **اسکو** **ہی** **ملا** **سمن** **بٹھتے** **ہیں**۔ **اصل** **میں** **اسطرح** **کے** **کاموں** **کو** **سمجھنے** **کے** **لئے** **معمول** **سے** **زیادہ** **بدھی** **چاہئے** **!** **انگریزی** **راج** **میں** **یہ** **کام** **عیسائی** **دھرم** **کے** **جان** **کار** **پادری** **کیا** **کرتے** **تھے** **'** **اور** **وہی** **تھیک** **تھیک** **بتا** **سکتے** **تھے** **۔** **سرکاری** **کام** **کوئی** **معمولی** **کام** **تو** **ہوتے** **نہیں** **چلتے** **تھے** **ہر** **کوئی** **سمجھ** **لے** **۔** **اسکو** **سمجھنے** **کے** **لئے** **سنتوں** **کی** **یا** **سنت** **چھسوں** **کی** **ضرورت** **ہوتی** **ہے** **!** **سنت** **چھسوں** **کے** **بغیر** **تو** **وہ** **سمجھ** **میں** **آہی** **نہیں** **سکتے** **۔** **باپو**! **آج** **کانگریسی** **سرکار** **کے** **بہت** **سے** **کام** **اتنے** **پہچھدے** **اور** **بہت** **سے** **دیکھتے** **میں** **اتنے** **بے** **تکے** **معلوم** **ہوتے** **ہیں** **چلتے** **ہر** **کوئی** **نہیں** **سمجھ** **سکتا** **۔** **اسلئے** **ان** **کاموں** **کو** **سمجھنے** **کے** **لئے** **سنتوں** **یا** **سنت** **چھسوں** **کی** **ضرورت** **ہے** **!** **اور** **یہ** **کام** **ورنہ** **کے** **'** **ہریجن** **'** **اور** **'** **سروردے** **'** **پتروں** **نے** **لے** **دکھا** **ہے** **۔** **ہمارے** **دیس** **کے** **بہلے** **مانس** **پتروں** **کو** **انہا** **بھی** **نہیں** **سوچتا** **کہ** **اپنے** **پتروں** **میں** **سرکاری** **کاموں** **پر** **رائے** **دینے** **سے** **پہلے** **'** **ہریجن** **'** **اور** **'** **سروردے** **'** **پوہ** **لہا** **کریں** **!**

سولہاتہ **کو** **لہکر** **ہی** **جون** **سن** **51** **'** **کے** **'** **سروردے** **'** **میں** **راشتر** **پتی** **کے** **پرہاس** **پاتن** **جانے** **کے** **بارے** **میں** **صاف** **رائے** **دی** **گئی** **ہے** **اور** **یہ** **کہ** **وہاں** **جو** **کچھ** **ہوا** **'** **وہ** **وہی** **ہوا** **جسکو** **ہندستان** **کی** **چلتا** **چاہتی** **تھی** **!** **اور** **چلتا** **کی** **سرکار** **وہ** **نہ** **کرے** **'** **جو** **چلتا** **چاہتی** **ہے** **'** **تو** **اور** **کہا** **کرے** **؟**

چلتا **کا** **بھارت** **چلتا** **کے** **پہاڑ** **'** **چلتا** **کے** **پتھر** **۔** **اُسی** **پتھر** **سے** **تیار** **ہوئے** **چلتا** **کے** **سولہاتہ** **'** **چلتا** **کے** **لڈو** **'**

جنیتا **کا** **بھارت**، **جنیتا** **کے** **پہاڑ**، **جنیتا** **کے** **پتھر**، **وہی** **پتھر** **سے** **تیار** **ہوئے** **جنیتا** **کے** **سولہاتہ**، **جنیتا** **کے** **لڈو** **۔**

س۔ سچائی میں دشتیہ کی یہ مہلی اور انہیں
س۔ پانی کے لئے دلتی کرکھن کہ وہ انکے منہ میں
اس ایک شراب کی بوتل کو کھولنے کی رسم ادا کر دیں۔
و۔ جب ہمارے دشتیہ کی یہ رسم ادا کرنے چاہو گے
ب۔ بھی صحت نہیں تو ایسے پتھر کا 'جنکے دھرم میں
شراب منجھ' کچھ نہ کچھ ضرور لہ مارو گے! یاہو!
ب۔ آپ ہی بتائے کہ اگر ہمارے دشتیہ ان پتھروں
و۔ دائرہ پر عمل کرنے لگیں تو ایک دن بھی حکومت
تل سکے؟ ان شور مچانے والوں کو حکومت کی چال
ب۔ کیا سہوار!

بابو! جب دھرم کے تاتے ہمارے راشٹریتی بھدروی
 بکر میں شامل ہونے چاہتے تھے تب تو یہ بھوکار بھوکا
 نہیں تھے، پر ان کی بھوکھلاہٹ کی دو کڑی بھی
 نہیں تھی؟ ان کو یہ انگ نہیں معلوم کہ جسے یہ
 کوسنگ سبھا، کہتے ہیں، اصل میں وہ 'بھدر سبھا'
 'آرڈر انہیں ہماری بات پر اعتبار نہ ہو، تو ہم
 ہوت میں جن میں انکھارن کے 'سورڈ' کو پیش
 دتے ہیں جس میں شری 'کشور لال مشرو' والا لے شری
 'وامنی' شہجانتی کی بتائی 'کوسنگ سبھا' کو جو
 ملکوج کے ساتھ 'بھدر سبھا' کا نام دیا ہے۔ بابو! یہ
 ترکار نا سبجہ ہیں، یہ بات بھری نہیں، پر سبجہ
 دیتے والے جو دو چار بھر آرڈر دو دو چار آدمی دھکے
 دیں، ان سے یہ لوگ سبجہ بھی تو نہیں لیتے!

بایا! اگر ہم بھڑکتے نہیں ہیں تو آپ نے ایک بار
 سوامی دیا نند جی کے لئے ستمبر دہ پرکاش کے بارے
 میں دو چار کڑے شدید کلمہ تھے، پر آج تو ہم 'سرور' سے
 بیکہ لہکر ستمبر دہ پرکاش پر نہیں، سوامی جی پر یہ تھکا
 رہے ہیں کہ انہوں نے سوہتی کی ہوجا جوسی، بھدر
 سندسکرتی کے خلاف لڑکھائی اٹھا کر اس 'سنت سندسکرتی'
 و دھکا پہنچایا جو 'بھدر سندسکرتی' کو ساتھ لہکر چلی تھی!
 بابو! سوامی جی گجراتی تھے اس لئے ہم آپ سے پوچھتے
 ہیں کہ ہم تھک تھکا کر رہے ہیں نہ؟

باپو! اب آپ سے کیا چہاں ہیں۔ بہادر سلسلہ سترتی
 کے خلاف ہائوس برس کی عمر میں ہمارے ہاتھ سے بھی
 ایک گناہ ہو گیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں ایک دن راحت پائی
 و بلا کر اس چٹاپ کا پورا شہر متا کر دیں۔

ولا يأنى به

وہ کے موقع پر آئی ہوئی ہر بات کو گھبرات کی صورت میں
 الٹا لٹا کر دیتی ہیں اور وہ گالیاں اتنی ڈال دیتی ہیں —
 رائے! رائے! ہم دھرم کی 'پہلو سنسکرتی' کے لئے گندہ
 نبرد نکال رہے — معاف کرنا بابو! وہ گالیاں مج سے
 جیسی ہوتی ہیں، مجھے آسمانوں کو پہنچتی ہیں
 بکتوں کے جسموں سے اچھی نہیں لگتی۔ ہندوؤں

और वह समझकर कि वह अपना जून ज़ाप ही पी रहे हैं, जब भी उनसे हज़ी खीनने की कोशिश की तब तब वह हमसे नाराज हुये और उन्होंने दुख ही माना. फिर धर्म की खातिर वह शरीर आदमी भूके रह कर पंखों को लट्टू खिलाने से रोके जायंगे तो कितने नाराज होंगे और कितना दुख मानेंगे, इसका अन्दाज़ा वह मूरख पत्रकार ज़रा भी नहीं लगा पाते और साधु पुरुषा, मुंशी कन्हैया लाल, पर कबली कस बैठते हैं और दिशी तुल्य रास्ट्रपति महापंडित राजेन्द्र प्रसाद पर, जो जी में आया, लिख मारते हैं। बापू! कोई इनसे यह पूछे कि यह कितनी सरकारें अब तक चला चुके हैं? कहाँ राजनेता और कहाँ यह दुर्द-पुंजिये पत्रकार!

सेकुलर सरकार के नाते या अपनी निजी हैसियत से कल अगर जगन्नाथ पुरी के मन्दिर के मालिक, राष्ट्रपति को उन मूर्तियों का पर्दा हटाने को बुलायें, जिन पर धर्म के ठीक ठीक न समझने वालों ने पर्दा डलवा रखा है, और उनका बुलावा मंजूर करके हमारे राष्ट्रपति पर्दा हटाने के लिये जायँ, तब न जाने इन नासमझ पत्रकारों का क्या हाल होगा ! राजनीत जगत के ये बच्चे पत्रकार, टक्कर लेने बैठे हैं, राजनीत में घुटे बड़े बूढ़े—महारथियों से ! सरकार की हैसियत से, सेकुलर सरकार अभी क्या क्या नहीं करेगी, इसका उनको क्या अन्दाज़ा !

सती धर्म नष्ट हो चुका है और वो भी सोमनाथ के मन्दिर की तरह पापी बिलियम बैंटिंग धराशायी कर गया है ! अभी उसका बख्खार बाक़ी है ! और हिन्दू धर्म के नाते श्री करपात्री जी और श्रीमती प्रभावती राजे, किसी देवी को सती होने को तैयार करके, सती प्रथा के बख्खार की खातिर राश्ट्रपति की निमंत्रन दें और सेकुलर सरकार के राश्ट्रपति होने के नाते जब उन्हें वहाँ जाना ही पड़े तब तो यह पत्रकार शायद आग बगूला हो जायेंगे ! बाबू ! यह पत्रकार, न तो राजनीति के पेचों को समझते हैं, न नेता गिरी के दाँव पेचों से बाकिफ़ हैं, रही चुनाव की कला, उसकी इन्हें अभी अक्षिप्त वे भी नहीं आती, पंखे के नीचे कुर्सी मेज के सहारे कूलम घसीट कर यह पत्रकार न जाने अपने को क्या समझते हैं.

बापू! आप शराब बन्द करने की बात तो कह गये। पर उस बत्त शायद आपकी नज़र या तो इसलाम धर्म पर रही, या उन गरीब मजदूरों पर रही जो शराब पीकर अपनी औरत बच्चों को भूकों मारते थे। अगर कहीं आपकी नज़र शाक धर्मियों या बाम मार्गियों पर गई होती, या कम से कम उनका कोई डेपूटेशन आपके पास आया होता तो आप चाहे दुनिया की शराब बन्द करा देते, पर उनका ही धर्म के नाते कुछ खयाल करते हो! यक़िन नहीं ज़रूरी ही शाक लोग और बाम मार्ग

یہ سمجھ کر کہ یہ ایسا خزانہ آپ ہی میں
ہے، جب بھی ان سے ہتھی چھیننے کی کوشش کی
جائے تب وہ ہم سے ناراض ہونے اور گھبراہٹ میں
آج پور دھرم کی خاطر یہ فریب آدمی بھونکے دھکر
ہتھیوں کو لٹو کھالے سے روکے جاتے تھے تو کتنے ناراض
ہوئے اور کتنے دھمکانے مانگے، اسکا اندازہ یہ سوچ کر
بھی نہیں لگاتے اور سادھو پڑھے، منشی لکھنوال
پہنتی کس ہوتے ہیں اور رشی تلمہ راجگریبی
ہانت راجندر پرساد پر، جو جی میں آیا، لکھ مارے
ہے! ہاپو! کوئی ان سے یہ پوچھے کہ یہ کتنی سڑکوں
لک چکے ہوں؟ کہاں راج نہتا اور کہاں یہ
ہے پہنچائے پتہ دے!

سیکولر سرکار کے ناتے یا اپنی نجی حیثیت سے کل جگمگاتے یورپی کے ملحد کے مالک، راشٹریتی کو ان یوتھوں کا پردہ ہٹانے کو پہنچوں، جن پر دہرم کے تھوک ایک نہ سمجھنے والوں نے پردہ ڈاڑھا رکھا ہے، اور ان کا واضح منظور کر کے ہمارے راشٹریتی پردہ ہٹانے کے لئے اٹھیں، تب نہ جانے ان نا سمجھ پتھرکاروں کا کیا حال گا! راج نہت جگمگ کے یہ بچے پتھرکار، تکر لہنے لگے ہوں، راج نہت میں لہتے بڑے بڑے مہارتوں! سرکار کی حیثیت سے، سیکولر سرکار ابھی کیا کیا ہیں کرہی اسکا اُکو کیا اندازہ!

سستی دھرم اُشت ہو چکا ہے اور وہ بھی سوماتانہ کے
لندز کی طرح پانی ولہم ہو ملنگ دھرم شائی کر گیا ہے !
ہی اُسکا اُدھار باقی ہے ! اور ہلندو دھرم کے ناتے شری
پاتری جی اور شریمنتی پربھارتی راجے کسی دیوی کو
تہنی ہونے کو تیار کر کے سستی پرتھا کے اُدھار کی خاطر
شتریتھی کو نصرتیں دیں اور سیکولو سرکار کے راشٹریتی
پارٹے کے ناتے چمپ انہوں وہاں جانا ہی پڑے تب تو یہ
لوکار شاید آگ بگولا ہو جائیں گے ! ہاپو ! یہ پتوکار نہ تو
چ نہمت کے پمچوں کو سمجھتے ہوں نہ نہتا گپوں کے
اُن پمچوں سے واقف ہیں . وہی چڈاو کی کلا اُسکی
وہی ابھی الف بے بھی نہیں آئی . بلکہ کے نہچے
ہی میرے سہارے اہم کوسہت کر یہ پتوکار نہ جانے
کو کیا سمجھتے ہیں .

ہاپو! آپ شراب بلند کرنے کی ہمت تو کب گئے۔ پر
میں وقتہ شاید آپ کی نظر یا تو اسلام دھرم پر دھی، یا
میں غریب مڑھوروں پر دھی جو شراب پی کر اپنی عورت
بچوں کو بہوگوں مارتے تھے۔ اگر کہیں آپ کی نظر
میں گتہ دھرمیوں یا بلم مارگھوں پر گئی ہوتی، یا کم سے کم
یا گا کوئی توہو تھیں آپ کب پاس آیا ہوتا تو آپ چاہے دنیا
میں شراب بلند کر لیا کرتے، پر آپ کا تو دھرم کے ناتے کچھ خیال
رہتے ہی! عجیب نہیں چلندی ہو شانت لوگ آد ہام مارک

बापू से !

बापू سے

बापू !

باپو !

सोमनाथ के मन्दिर के खुलाने का काम हुए हफ्तों बीत गये, पर अखबार हैं कि अभी तक न आवाजे कसने से बापू आते हैं और न छींटे फेंकने से. यह अपनी धुन में इतने मस्त हो जाते हैं कि इन्हें यह तक याद नहीं रहता कि, बापू ! आप खुद एक बार एक गुप्तद्वारे में एक अधभा बड़ा चुके हैं. यह ठीक है कि उन दिनों हिन्दुस्तान में अंगरेजों का राज था. पर इससे क्या ! आप सिल धर्म तो नहीं थे. आप तो सर्व धर्म समभावी थे, और 'सेकुलर' शब्द का 'सर्व धर्म समभाव' से अच्छा और क्या अर्थ हो सकता है ? वस, आजकल की हमारी सेकुलर सरकार सर्व धर्म समभावी है, और इस नाते हमारी सरकार, सरकारी हैसियत से, किसी को भी सोमनाथ का मन्दिर खोलने के लिये भेज सकती थी और एक अधभा नहीं आवा करोड़ या आवा अरब, अगर उसमें समाई हो, तो सोमनाथ के मन्दिर को दान दे सकती थी या उसमें बड़ा सकती थी. पर ऐसा कुछ तो सरकार ने किया नहीं. हमारे राष्ट्रपति तो निजी हैसियत से वहाँ पहुँचे थे और उसी सिलसिले में सरकार ने थोड़ा बहुत खर्च कर दिया था. पर उस बात को भी कुछ नासमझ पत्रकार ले उड़े और सुई का फावड़ा बनाकर जनता के सामने रख दिया. प्रभास पाटन में किस चीज की स्थापना हो रही थी, इससे सेकुलर सरकार के राष्ट्रपति को क्या मतलब. उनका तो सिर्फ इतना काम है कि वह यह जान लें कि वहाँ धर्म के रिवाज के माफिक नया काम शुरू किया जा रहा है या किसी पुराने रिवाज या पुराने मन्दिर में फिर से जान डाली जा रही है, और सोमनाथ में इसके सिवा और हुआ ही क्या ? भले ही हिन्दुस्तान के करोड़ों आदमी और दुनिया के अरबों आदमी इस तरह की लिंग स्थापना को, आज के जमाने में गिरा हुआ काम समझते हों, पर लाखों आदमी ऐसे भी तो हैं जो लिंग पूजा करते हैं और अपनी माँ-बहनों, बेटियों से उसकी पूजा कराते हैं. तो क्या सेकुलर सरकार ऐसी लाखों की ताकद वाली प्रजा का दिल तोड़ दे ? इससे क्या हुआ, अगर इस काम में शामिल होने से लाखों लाख खर्च हो गये और इससे भी क्या हुआ अगर इस पाँच हजार सरीख आदमी मूके रह जायें. वह भी मूके रहे, खुरी से रहे, अगर उन्हें मूके रहने से कोई शकता तो वह जरूरी होती. बापू ! हम सब कहते हैं कि हमने भी फीसदी कुर्बों को सूखी इड़ी बचोरे देकर

सोमनाथ के मन्दिर के खोलने का काम होले हल्ले होत
 'कूँ' पर अखबार हों के अभी तक न आवाजे कसने से बापू
 आते हों और न छींटे फेंकने से. यह अपनी धुन में
 इतने मस्त हो जाते हैं कि इन्हें यह तक याद नहीं रहता कि,
 बापू ! आप खुद एक बार एक गुप्तद्वारे में एक अधभा
 बड़ा चुके हैं. यह ठीक है कि उन दिनों हिन्दुस्तान में
 अंगरेजों का राज था. पर इससे क्या ! आप सिल धर्म तो
 नहीं थे. आप तो सर्व धर्म समभावी थे, और 'सेकुलर'
 शब्द का 'सर्व धर्म समभाव' से अच्छा और क्या अर्थ हो
 सकता है ? वस, आजकल की हमारी सेकुलर सरकार सर्व
 धर्म समभावी है, और इस नाते हमारी सरकार, सरकारी
 हैसियत से, किसी को भी सोमनाथ का मन्दिर खोलने के
 लिये भेज सकती थी और एक अधभा नहीं आवा करोड़ या
 आवा अरब, अगर उसमें समाई हो, तो सोमनाथ के मन्दिर
 को दान दे सकती थी या उसमें बड़ा सकती थी. पर ऐसा
 कुछ तो सरकार ने किया नहीं. हमारे राष्ट्रपति तो निजी
 हैसियत से वहाँ पहुँचे थे और उसी सिलसिले में सरकार
 ने थोड़ा बहुत खर्च कर दिया था. पर उस बात को भी
 कुछ नासमझ पत्रकार ले उड़े और सुई का फावड़ा
 बनाकर जनता के सामने रख दिया. प्रभास पाटन में
 किस चीज की स्थापना हो रही थी, इससे सेकुलर सरकार
 के राष्ट्रपति को क्या मतलब. उनका तो सिर्फ इतना काम
 है कि वह यह जान लें कि वहाँ धर्म के रिवाज के माफिक
 नया काम शुरू किया जा रहा है या किसी पुराने रिवाज
 या पुराने मन्दिर में फिर से जान डाली जा रही है, और
 सोमनाथ में इसके सिवा और हुआ ही क्या ? भले ही
 हिन्दुस्तान के करोड़ों आदमी और दुनिया के अरबों
 आदमी इस तरह की लिंग स्थापना को, आज के जमाने
 में गिरा हुआ काम समझते हों, पर लाखों आदमी ऐसे
 भी तो हैं जो लिंग पूजा करते हैं और अपनी माँ-बहनों,
 बेटियों से उसकी पूजा कराते हैं. तो क्या सेकुलर
 सरकार ऐसी लाखों की ताकद वाली प्रजा का दिल तोड़
 दे ? इससे क्या हुआ, अगर इस काम में शामिल होने
 से लाखों लाख खर्च हो गये और इससे भी क्या हुआ
 अगर इस पाँच हजार सरीख आदमी मूके रह जायें. वह
 भी मूके रहे, खुरी से रहे, अगर उन्हें मूके रहने से
 कोई शकता तो वह जरूरी होती. बापू ! हम सब कहते
 हैं कि हमने भी फीसदी कुर्बों को सूखी इड़ी बचोरे देकर

सोमनाथ का सफ़र

(नमक पात्र)

कुछ मत पूछो क्या क्या देखा !

हथे आशीर्वाद* करवा देखा, दीन धरम का चरचा देखा
श्रीम का ऊँचा मंडा देखा, आह ! तिरंगा नीचा देखा

और बताएँ क्या क्या देखा ?

जुलूस का मेला देखा, नर नारी का रेला देखा
सत्य गुरु का चेला देखा, आग निलम और गांजा देखा

और बताएँ क्या क्या देखा ?

हलवा पूरी छनते देखा, आटा मैदा सनते देखा
लड्डू पेठा बनते देखा, पेट भरो का चलना देखा

और बताएँ क्या क्या देखा ?

राजेन्द्र परशद को देखा, सेक्यूलर बुनियाद को देखा
टंकन जी उस्ताद को देखा, वैदिक काल का सपना देखा

और बताएँ क्या क्या देखा ?

रिन्हीं तक एक जाम न आया, रोटी का पैगाम न आया
गांधी जी का नाम न आया, दूर वहाँ से चरखा देखा

और बताएँ क्या क्या देखा ?

पंडित और जदा धारी भी, ऊँचे ऊँचे न्योगारी भी
देखे अफसर सरकारी भी, हर माथे पर टीका देखा

और बताएँ क्या क्या देखा ?

आग लगी थी रोम में जिस दम, नीरोडू को सूझी थी छम छम
कहीं पे देखा पेट का मातम, कहीं पे लड्डू बटता देखा

और बताएँ क्या क्या देखा ?

दौलत के हलाल को देखा, भारत के कंगाल को देखा
और कन्हैया लाल को देखा, उलटा देखा सीधा देखा

और बताएँ क्या क्या देखा ?

रजवाड़ों का जोबन देखा, धन वालों का दर्शन देखा
लान्कारों का सुमरन देखा, हमने भारत भूका देखा

कुछ मत पूछो क्या क्या देखा

('उजाता' से)

सोमनाथ का सफ़र

(नमक पात्र)

कुछ मत पूछो क्या क्या देखा !

जुलूस मल्लिक* बिया देखा, दीन धरम का चरचा देखा
लूम का आंचा जहन्ना देखा, आह ! तिरंगा नीचा देखा

और बताएँ क्या क्या देखा ?

जुलूस का मेला देखा, नर नारी का रेला देखा
सत्य गुरु का चेला देखा, आग निलम और गांजा देखा

और बताएँ क्या क्या देखा ?

हलवा पूरी छनते देखा, आटा मैदा सनते देखा
लड्डू पेठा बनते देखा, पेट भरो का चलना देखा

और बताएँ क्या क्या देखा ?

राजेन्द्र परशद को देखा, सेक्यूलर बुनियाद को देखा
टंकन जी उस्ताद को देखा, वैदिक काल का सपना देखा

और बताएँ क्या क्या देखा ?

रिन्हीं तक एक जाम न आया, रोटी का पैगाम न आया
गांधी जी का नाम न आया, दूर वहाँ से चरखा देखा

और बताएँ क्या क्या देखा ?

पंडित और जदा धारी भी, ऊँचे ऊँचे न्योगारी भी
देखे अफसर सरकारी भी, हर माथे पर टीका देखा

और बताएँ क्या क्या देखा ?

आग लगी थी रोम में जिस दम, नीरोडू को सूझी थी छम छम
कहीं पे देखा पेट का मातम, कहीं पे लड्डू बटता देखा

और बताएँ क्या क्या देखा ?

दौलत के हलाल को देखा, भारत के कंगाल को देखा
और कन्हैया लाल को देखा, उलटा देखा सीधा देखा

और बताएँ क्या क्या देखा ?

रजवाड़ों का जोबन देखा, धन वालों का दर्शन देखा
लान्कारों का सुमरन देखा, हमने भारत भूका देखा

कुछ मत पूछो क्या क्या देखा

('उजाता' से)

* अज्ञा की कृत्यामत.

इ रोम में जब आग लगी थी उस समय वहाँ का सत्ता नीरो
एक छतरी जगह बैठ कर बाजा बजा रहा था.

इ भी कन्हैया लाल नामिक लाल मुंशी.

* शरद का की कृत्यामत.

इ रोम में जब आग लगी थी, उस समय वहाँ का
सत्ता नीरो एक छतरी जगह बैठ कर बाजा बजा रहा था.

इ भी कन्हैया लाल नामिक लाल मुंशी.

نفرت (گوشے میں آکر) — بس! بس!! अपना पवेश कालिमें और शोशकों को सुनओ. वही तुम्हारी रीक के गीत गावेंगे. सदियों के जुल्मों से लदी गरीब नता अब ज्यादा बरदाश्त नहीं कर सकती. अत्याचारी! जिलाफ जिहाद बोलना ही पड़ेगा. मैं, अत्याचारियों के कफन बन कर उनके साथ दफन होना पसन्द करूंगी. तुम्हारी तरह गरीब के आँसुओं और अमीर की शराब दोनों में एकसाँ प्यार रूपी केवड़े की बूँद मिलाने की हिमाकत हीं करूंगी. तुम तो 'सब का भला करे राम' कह कर मर होना चाहती हो और मैं 'अत्याचारियों का नाश' कह कर मिट जाना चाहती हूँ.

कुछ देर दोनों खामोश रहीं. फिर मुहब्बत ने कहा— 'सब का भला करे राम' कह कर मैं अमर होना नहीं चाहती, अमरता फैला देना चाहती हूँ. तुम 'अत्याचारियों का नाश हो' कह कर मिटती नहीं हो, और इकती हो. मैं अत्याचार ही को हड़प करके मानव को मर करती हूँ, अत्याचारी को भी अत्याचार से छुटाकर नया मानव बना देती हूँ. तुम अत्याचारियों को हड़प रने के चक्र में और भी अत्याचार फैलाती हो और बची ची मानवता को भी कुत्सा देती हो. हाँ, अत्याचार रूपी हर पी लेने पर भी मेरी हार नहीं, मेरी जीत ही होती है. और तुम.....

नफरत ने जवाब दिया—और मेरी जीत में भी मेरी र होती है!

मानवता खामोश खड़ी सुन रही थी. अन्न सामने आई और बोली—तुम दोनों एक तसबीर के दो पहलू. धूप छाँब का सा तुम्हारा साथ है. नफरत से ही ह्बत की कदर है. धूप न हो तो छाँब लोग किसे कहेंगे. हरत से मुहब्बत और मुहब्बत से नफरत का फरक मेक में आता है. मुहब्बत का आदर्श है बुरे आदमी आई छोड़कर भले बन जायं यानी लोग बुराई से नफरत है. मैं जिस दर्द से कराह रही हूँ वह कैसे दूर हो. आदमी आदमी का शोशन एक बीमारी है. शोशक और शोशित ही एक बीमारी के दो फोड़े हैं. नफरत खबरदस्ती का परेशन करने वाली डाक्टर बनकर सामने आती है और ह्बत कहती है—खान पान और हवा को शुद्ध करके पने खून को साफ करो. मुझे रास्ता निकालना है!

نفرت (گوشے میں آکر) — بس! بس!! اپنا پवेश کالیمیں اور شوشکوں کو سناؤ. وہی تمہاری ریک کے گیت گائیں گے. صدیوں کے جُلموں سے لادی گریب ناتا اب زیادہ برداشت نہیں کر سکتی. اُنہا چلو کے خلاف جہاد بولنا ہی پڑے گا. میں، اُنہا چاروں کا کفن بنکر اُن کے ساتھ دفن ہونا پسند کروں گی پر تمہاری طرح غریب کے آنسوؤں اور امیر کی شراب دونوں میں یکساں پھار دوہی کھڑے کی ہوندیں ملانے کی حماقت نہیں کروں گی. تم تو 'سب کا بہلا کرے رام' کہہ کر ممر ہونا چاہتی ہو اور میں 'اُنہا چاروں کا ناہ' کہہ کر مٹ جانا چاہتی ہوں.

کچھ دیر دونوں خاموش رہیں. پھر محبت نے کہا— 'سب کا بہلا کرے رام' کہہ کر میں امر ہونا نہیں چاہتی، امرتا پیہلا لینا چاہتی ہوں. تم 'اُنہا چاروں کا ناہ' کہہ کر ممتی نہیں ہو اور بھونکتی ہو. میں اُنہا چار ہی کو ہڑپ کر کے مانو کو امر کرتی ہوں، اُنہا چاروں کو بھی اُنہا چار سے چھٹا کر سچا مانو بنا دیتی ہوں. تم اُنہا چاروں کو ہڑپ کرنے کے چکر میں اور بھی اُنہا چار بھڑکتی ہو اور بچی بھچی مانتو کو بھی چھٹسا دیتی ہو. ہاں، اُنہا چار دہی زھر پی لولنے پر بھی مہری ہار نہیں، مہری جیت ہی ہوتی ہے. اور تم.....

نفرت نے جواب دیا — اور مہری جیت میں بھی مہری ہار ہوتی ہے.

مانوتا خاموش کھڑی سن رہی تھی. اب سامنے آئی اور بولی — تم دونوں ایک تصویر کے دو پہلو ہو. دھرب چھاؤں کا سا تمہارا ساتھ ہے. نفرت سے ہی محبت کی قدر ہے. دھرب نہ ہو تو چھاؤں لوگ کسے کہیں گے. نفرت سے محبت اور محبت سے نفرت کا فرق سمجھو. آتا ہے. محبت کا آدھ ہے بڑے آدمی پرانی چہرہ کر پہلے بن جائوں یعنی لوگ پرانی سے نفرت کریں. میں جس درد سے کراہ رہی ہوں وہ کیسے دور ہو. آدمی سے آدمی کا شوشن ایک بیماری ہے. شوشک اور شوشیت ایک بیماری کے دو پہرے ہیں. نفرت زبردستی کا آپریشن کرنے والی ڈکٹر بن کر سامنے آتی ہے اور محبت کہتی ہے — کہاں پان اور ہوا کو شدد کر کے بے خون کر صاف کرو. مجھے راستہ نکالنا ہے!

فیر سے প্রতিষ্ঠا پیکھے دے بار کو ہرگز نہیں ہوئی ہوگی !
 اتنا ہی نہیں، یہ প্রতিষ্ঠا 101 توپوں کی گڈگڈاہٹ، 74
 جگہوں کی پاک میٹھی، 39 سٹانوں کے پبित्र जल, 85
 سٹانوں کی پاک جڈी बूटियाँ और 150 पंडितों के स्वर
 के साथ वेद मंत्रों के गाने के साथ हुई. साथ ही 1800
 मन कडुओं और 4000 मन नमकीन का डेर भी लगाया
 गया था. इस बार सोमनाथ बाबा को हरिजनों को भी
 दर्शन देने होंगे, क्योंकि वह एक 'गैर साम्प्रदायिक' राज
 में प्रतिष्ठित हुए हैं !

यह सारी बातें अक्षत के दिवालियेपन के साथ ही
 एक बहुत बड़ा सवाल हमारे सामने रखती हैं. क्या यह
 'गैर साम्प्रदायिक' (सैकुलर) राज है ? और जनता की
 दशा सुधारने का यही तरीका है ? जिस देश में लेखक
 और पत्रकार, पंडित और विद्वान भूकों मरते हों, जहाँ
 हजारों लाखों रोगी बिना दवा के मर जाते हों, जहाँ
 आम जनता की तालीम, तन्दुरुस्ती और रहन सहन
 के साधनों की कमी हो, स्कूलों, पुस्तकालयों, पढ़ाई घरों,
 अस्पतालों, मनोरंजन की जगहों बरौरा की बेहद कमी हो,
 वहाँ लाखों रुपया एक मन्दिर में लगा देना—और उस
 हालत में जब कि मन्दिरों की देश में कमी न हो और
 सैकड़ों मन्दिरों की पैसे की कमी के कारन मरम्मत तक
 न हो पाती हो—कहाँ तक ठीक है ? और रुपयों से भी
 बढ़ कर अज्ञान और अन्धविश्वास को सरकारी तौर पर
 इस तरह बढ़ावा देना क्या मुनासिब है ? सब से ज्यादा
 दुख की बात है उन राष्ट्रपति के हाथ से इस मन्दिर की
 प्रतिष्ठा कट्टर सनातन हिन्दू-अन्धेपन के तरीके से करवाना
 जो आज हिन्दू-मुसलमान, पारसी, सिख, इसाई, एंग्लो-
 इंडियन बरौरा नागरिकों के इस देश के सब से बड़े
 अधिकारी हैं. अगर वह शैव मत के होते, तबभी कोई
 बात थी. इसी तरह सोमनाथ के दूसरे प्रतिष्ठा करवाने वाले
 सरदार पटेल, आम साहब, भुरी और गाडगिल भी
 शैव नहीं हैं. तब फिर इन लोगों का इस धर्म यज्ञ में
 अगुआ बनना क्या मानी रखता है ? जवाब साफ है—इन
 सब के लिये यह एक राजकाजी खेल ही है, जिसका
 फलसाफ़ है बिना पैसे सोमनाथ का सरकारस खिला कर भोले
 भाले, अनपढ़ और अज्ञानी, गिरानी और बेचैनी में डूबे
 हुए लोगों को इनकलाब के बजाय 'अब सोमनाथ' के रास्ते
 पर जाने की प्रेरना और भुलावा देना. पिछली 11 मई
 को शाम के वक्त प्रभासपादन में बोलते हुए टंडन जी ने यह
 साफ साफ कबूल किया कि 'पिछले अमाने में धर्म के असली
 मानी की निश्चित उस की बाहरी निशानियों को जियावा
 रहस्य देने के कारन जनता को कष्ट उठाना पड़ा'. फिर भी
 दिन की और उनकी कांग्रेस सरकार के बड़े बड़े अधि-
 क्षी पता नहीं क्या सोचकर जनता को फिर वही कष्ट

पुनः प्रतीक्षा पकटने जाये बार को हरकत नहीं होगी !
 ही नहीं, ये प्रतिष्ठा 101 'गैर साम्प्रदायिक' 74 जगहों की
 पाक मीठी, 39 'अमानों के पुत्र जल' 35 'अमानों की पाक
 जरी बोलान और 150 पंडितों के स्वर के साथ वेद मंत्रों
 के गाने के साथ हुई. साथ ही 1800 मन कडुओं और 4000
 मन नमकीन का डेर भी लगाया गया था. इस बार सोमनाथ बाबा को
 हरिजनों को भी दर्शन देने होंगे, क्योंकि वह एक 'गैर
 साम्प्रदायिक' राज में प्रतिष्ठित हुए हैं !

ये सारी बातें عقل के दिवालियेपन के तब ही एक बहुत
 बड़ा सवाल हमारे सामने रखती हैं. क्या यह 'गैर साम्प्रदायिक'
 (सैकुलर) राज है ? और जनता की दशा सुधारने का यही
 तरीका है ? जिस देश में लेखक और पत्रकार, पंडित और
 विद्वान भूकों मरते हों, जहाँ लाखों रोगी बिना दवा के मर जाते हों,
 जहाँ आम जनता की तालीम, तन्दुरुस्ती और रहन सहन के साधनों की
 कमी हो, स्कूलों, पुस्तकालयों, पढ़ाई घरों, अस्पतालों, मनोरंजन की
 जगहों बरौरा की बेहद कमी हो, वहाँ लाखों रुपया एक मन्दिर में
 लगा देना—और उस हालत में जब कि मन्दिरों की देश में कमी न हो
 और सैकड़ों मन्दिरों की पैसे की कमी के कारन मरम्मत तक न हो पाती
 हो—कहाँ तक ठीक है ? और रुपयों से भी बढ़ कर अज्ञान और अन्धविश्वास
 को सरकारी तौर पर इस तरह बढ़ावा देना क्या मुनासिब है ? सब से
 ज्यादा दुख की बात है उन राष्ट्रपति के हाथ से इस मन्दिर की प्रतिष्ठा
 कट्टर सनातन हिन्दू-अन्धेपन के तरीके से करवाना जो आज हिन्दू-मुसलमान,
 पारसी, सिख, इसाई, एंग्लो-इंडियन बरौरा नागरिकों के इस देश के सब से
 बड़े अधिकारी हैं. अगर वह शैव मत के होते, तबभी कोई बात थी. इसी
 तरह सोमनाथ के दूसरे प्रतिष्ठा करवाने वाले सरदार पटेल, आम साहब,
 भुरी और गाडगिल भी शैव नहीं हैं. तब फिर इन लोगों का इस धर्म यज्ञ में
 अगुआ बनना क्या मानी रखता है ? जवाब साफ है—इन सब के लिये यह
 एक राजकाजी खेल ही है, जिसका फलसाफ़ है बिना पैसे सोमनाथ का
 सरकारस खिला कर भोले भाले, अनपढ़ और अज्ञानी, गिरानी और बेचैनी में
 डूबे हुए लोगों को इनकलाब के बजाय 'अब सोमनाथ' के रास्ते पर जाने की
 प्रेरना और भुलावा देना. पिछली 11 मई को शाम के वक्त प्रभासपादन में
 बोलते हुए टंडन जी ने यह साफ साफ कबूल किया कि 'पिछले अमाने में धर्म के
 असली मानी की निश्चित उस की बाहरी निशानियों को जियावा रहस्य देने के
 कारन जनता को कष्ट उठाना पड़ा'. फिर भी दिन की और उनकी कांग्रेस
 सरकार के बड़े बड़े अधिक्षी पता नहीं क्या सोचकर जनता को फिर वही कष्ट

इन कामों के पूरने को कर्म के नाम पर बताया। वैश्वमी ने तो राधा कृष्ण के बनावटी प्रेम और अंगार के रूप में सुने आम व्यवहार का प्रचार किया और दूसरी तरफ औरत मर्द के आपसी कुदरती सम्बन्धों को ज्यादा से ज्यादा बन्धनों और रुढ़ियों के जाल में कस दिया। इसका असर उफटा हुआ, जिसका नतीजा हुआ जिस्मानी, विमात्री, समाजी और तरह तरह से समाज की गिरावट, कमजोरी और खोखलापन। हम तो इस बात को सोच भी नहीं सकते कि कोई भी देश, कोई भी समाज इतना बेशरम और ना समझ कैसे हो सकता है कि सुने आम धर्म के नामपर अपने लड़के लड़कियों और बहु-बेटियों के सामने औरत मर्द के गुप्त अंगों की पूजा करे! और ऐसे पूजकों का आज जो हाल है, उसका देश भर में फैली वैश्याओं, देव-दासियों, साधु संन्यासियों और बदबलनी के अड़े बने मठ-मन्दिरों और सबी गली मौजूदा नस्लसे कुछ अन्दाजा किया जा सकता है।

सोमनाथ के सम्बन्ध में फैली हुई भूटी सबी बहुत सी अफवाहों को यहाँ बयान करना बेमौक़ा होगा। पर पिछली 11 मई को 'गौर साम्प्रदायिक' भारत के राष्ट्रपति ने पीताम्बर पहन कर प्रभासपाटन में सोमनाथ की जो फिर से प्रतिष्ठा की है, वह कई तिगाह से गौर करने की चीज है। बहुत से भारतीय अलबारों में न सिर्फ़ फिर से 'जय सोमनाथ' का नारा ही गुँजाया गया, बल्कि इसका इतना धुँआधार प्रचार प्रोपेगंडा हुआ कि कुछ छन के लिये शायद बिहार, आन्ध्र और राजस्थान के भूके पेटों को धर्म रूपी अफीम की पीनक का नशा भी मालूम हुआ हो तो अचरज नहीं। भूकी नंगी जनता को लड़कों के ढेर के साथ साढ़े सात फुट ऊँचे कसौटी के पत्थर के शिव लिंग के दर्शन कराना कितना बड़ा धोका और तहारी है, इसे शायद यह ना समझ और बे ज़बान आधे पशु न समझ सकें। यह लगभग बैसा ही है, जैसे कोई भूक से तड़पते हुए बच्चे को झुनझुना बजाकर या गुड़िया दिखा कर फुसलाना चाहे। मन्दिर के निर्माण में 9-10 बरस और 60 65 लाख रुपये लगेंगे, यह अन्दाजा है। उसमें 30 लाख के लगभग जमा हो भी चुका है। मन्दिर के किनारे 3000 एकड़ जमीन सीगई है, जहाँ जवाहरात जड़े 56 खंभों पर 13 मंजिल का मन्दिर खड़ा किया जायगा। मन्दिर के तीन हिस्से होंगे—गर्भ गृह (सब से अन्दर का हिस्सा जहाँ केवल पुजारी ही आ सकता है), गृह मंडप (बीच का हिस्सा) और नृत्य गृह (नाच घर जो सबसे बाहर का हिस्सा है)। संगमूसा के ज्योतिर्लिंग के पीछे पार्वती की मूर्ति होगी। मन्दिर के सिर की तरह 14 सोने के कलश-वाले सीमार होंगे और कई छोटे सीने की पंजीर से बजने-वाले सीने के पटियाल लगेंगे। इससे बढ़कर सोमनाथ की

इन खास अंगों के पूजने को मन्दिर के नाम पर बताया। वैश्वमी ने तो राधा कृष्ण के बनावटी प्रेम और अंगार के रूप में सुने आम व्यवहार का प्रचार किया और दूसरी तरफ औरत मर्द के आपसी कुदरती सम्बन्धों को ज्यादा से ज्यादा बन्धनों और रुढ़ियों के जाल में कस दिया। इसका असर उफटा हुआ, जिसका नतीजा हुआ जिस्मानी, विमात्री, समाजी और तरह तरह से समाज की गिरावट, कमजोरी और खोखलापन। हम तो इस बात को सोच भी नहीं सकते कि कोई भी देश, कोई भी समाज इतना बेशरम और ना समझ कैसे हो सकता है कि सुने आम धर्म के नामपर अपने लड़के लड़कियों और बहु-बेटियों के सामने औरत मर्द के गुप्त अंगों की पूजा करे! और ऐसे पूजकों का आज जो हाल है, उसका देश भर में फैली वैश्याओं, देव-दासियों, साधु संन्यासियों और बदबलनी के अड़े बने मठ-मन्दिरों और सबी गली मौजूदा नस्लसे कुछ अन्दाजा किया जा सकता है।

सोमनाथ के सभल्लेह में पहेली हुयी जावती सच्ची बेत सी अवाहों को यहाँ भान करना बेमौक़ा होगा। पर पिछली 11 मई को 'गौर साम्प्रदायिक' भारत के राष्ट्रपति ने पीताम्बर पहन कर प्रभासपाटन में सोमनाथ की जो फिर से प्रतिष्ठा की है, वह कई तिगाह से गौर करने की चीज है। बहुत से भारतीय अलबारों में न सिर्फ़ फिर से 'जय सोमनाथ' का नारा ही गुँजाया गया, बल्कि इसका इतना धुँआधार प्रचार प्रोपेगंडा हुआ कि कुछ छन के लिये शायद बिहार, आन्ध्र और राजस्थान के भूके पेटों को धर्म रूपी अफीम की पीनक का नशा भी मालूम हुआ हो तो अचरज नहीं। भूकी नंगी जनता को लड़कों के ढेर के साथ साढ़े सात फुट ऊँचे कसौटी के पत्थर के शिव लिंग के दर्शन कराना कितना बड़ा धोका और तहारी है, इसे शायद यह ना समझ और बे ज़बान आधे पशु न समझ सकें। यह लगभग बैसा ही है, जैसे कोई भूक से तड़पते हुए बच्चे को झुनझुना बजाकर या गुड़िया दिखा कर फुसलाना चाहे। मन्दिर के निर्माण में 9-10 बरस और 60 65 लाख रुपये लगेंगे, यह अन्दाजा है। उसमें 30 लाख के लगभग जमा हो भी चुका है। मन्दिर के किनारे 3000 एकड़ जमीन सीगई है, जहाँ जवाहरात जड़े 56 खंभों पर 13 मंजिल का मन्दिर खड़ा किया जायगा। मन्दिर के तीन हिस्से होंगे—गर्भ गृह (सब से अन्दर का हिस्सा जहाँ केवल पुजारी ही आ सकता है), गृह मंडप (बीच का हिस्सा) और नृत्य गृह (नाच घर जो सबसे बाहर का हिस्सा है)। संगमूसा के ज्योतिर्लिंग के पीछे पार्वती की मूर्ति होगी। मन्दिर के सिर की तरह 14 सोने के कलश-वाले सीमार होंगे और कई छोटे सीने की पंजीर से बजने-वाले सीने के पटियाल लगेंगे। इससे बढ़कर सोमनाथ की

ہمارے یہ ثابت کرتا ہے کہ ہم اس سے بھی بڑے بڑے اور دھرم کے معاملوں میں اندھے تھے۔ اندازہ یہ ہوتا ہے کہ سرمندانہ کے حملے کا مقابلہ شاید اٹھارے اسی علاقے کے راجے کی فوج (وہاں کی چلتا نہیں) نے کیا ہوگا اور دوسرے راجے مہاراجے اس کی ہار میں اپنی جھٹ کی آشا کی روپھلی دیکھا دیکھتے ہوئے۔ ہمدانی اس ہار کا خاص کارن تھا دیہی کا بہت سے الگ الگ معنوں، فرقوں اور جاتوں میں بتا ہوا اور راجے مہاراجوں کی اسی لگ ذات۔ ہندوستانی سے بہ زہریلی مادہوں اور برائیاں انہی ہاروں کے بعد بھی ہم میں سے گنتیں نہیں۔ سچے معنی میں تو ایک راشٹریہ نو ہم میں آج تک بھی نہیں آسکی ہے، جسکا کھلا نتیجہ اور ثبوت ہے دیہی کا بدوارا اور جات پرستی، فرقہ پرستی اور صوبہ پرستی کا روزا

اب سومندانہ کے انتہائی پہلو پر بھی ذرا پرکھیں انہیں پرانوں اور مہابھارت میں جسے 'آرت' تھا سری مد بھاگوت میں جسے 'آرت پری' کہا گیا ہے، سی کو پانڈی نے 'سراشتر' اور بعد کے سنسکرت سائنس میں 'سوراشتر' نام سے پکارا گیا ہے۔ رگ وید (7-95-2) میں جس سرسوتی کا ذکر ہے، وہ اسی علاقے میں بہتی ہے اور اسی کے کنارے پرہاس نگر (پرانوں کے انوسار پرہاس کہلاتا) تھا۔ یہیں دوارکا سے آکر سری کرشن کے پریر چھوڑنے کا ذکر بھی اسکند پران میں ہے۔ یہاں خاص مندر شیو کا ہی تھا۔ پر گنیش، وشنو، سورج شہرہ کے مندر بھی تھے، جسکے کارن یہ ہندوؤں کا ایک بہت ہوا تہرتہ ہو گیا تھا۔ سومندانہ کا مندر آریوں کا پہلا مندر سمجھا جاتا ہے، جو بارہ چوتھوں میں سے پہلا سومندانہ (چاند) کے نام پر بنایا گیا تھا۔ کہتے ہیں پہلے سوم (چاند دیوتا) نے یہ سولے کا مندر بنوایا۔ بعد میں ران نے اسی جگہ چاندی کا اور پھر سری کرشن نے لکڑی کا۔ اُن کے بعد ولیمبی راجاؤں نے 500-700 عیسوی اور پھر سولمکی راجاؤں نے اُسکا وہ بدل دیا۔ 1024 عیسوی میں سومندانہ پر محمود غزنوی کے حملے کے سبب مد میں کتھہاراز گزیتھر میں ایک ہوا معرکے کا بیان ہے۔ وہ یہ کہ محمود نے کر جب شہولنگ کی پوجا کا 'مہاتم' سنا، تو کرودھ کے مارے اُس نے اُسے تروادیا۔ مندر تو بعد میں اُسکے بہت سارے مہاتما خاں نے تروایا بتاتے ہیں۔

جن لوگوں نے انتہاس کو اپنی کمزوری چھپانے کے لئے بر سامہزدارک چشمے سے دیکھا ہے، انہیں پہلے ہی اس بتنا میں ایک مسلمان یا غیر ہندو کی آہ دھرم سے ہمہ تن دکھائی دے، پر ہمیں تو ایسا لگتا ہے کہ اگر ہم یہ معصوم کی اس گھٹنا سے — اثر اس میں کوئی

اب سومناٹھ کے ہتھیاری پہلو پر بھی ذرا پرکاش ڈالیں۔ پوراٹو اور مہاہارت میں جیسے 'آنانٹ' تھا شریمدھ بھاگوت میں جیسے 'آنانٹپوری' کہا گیا ہے، اسی کو پانڈی نے 'سوراشتر' اور بعد کے سنسکرت-سائنس میں 'سوراشتر' نام سے پکارا گیا ہے۔ رگ وید (7-95-2) میں جس سرسوتی کا ذکر ہے، وہ اسی علاقے میں بہتی ہے اور اسی کے کنارے پرہاس نگر (پرانوں کے انوسار پرہاس کہلاتا) تھا۔ یہیں دوارکا سے آکر سری کرشن کے پریر چھوڑنے کا ذکر بھی اسکند پران میں ہے۔ یہاں خاص مندر شیو کا ہی تھا۔ پر گنیش، وشنو، سورج شہرہ کے مندر بھی تھے، جسکے کارن یہ ہندوؤں کا ایک بہت ہوا تہرتہ ہو گیا تھا۔ سومندانہ کا مندر آریوں کا پہلا مندر سمجھا جاتا ہے، جو بارہ چوتھوں میں سے پہلا سومندانہ (چاند) کے نام پر بنایا گیا تھا۔ کہتے ہیں پہلے سوم (چاند دیوتا) نے یہ سولے کا مندر بنوایا۔ بعد میں ران نے اسی جگہ چاندی کا اور پھر سری کرشن نے لکڑی کا۔ اُن کے بعد ولیمبی راجاؤں نے 500-700 عیسوی اور پھر سولمکی راجاؤں نے اُسکا وہ بدل دیا۔ 1024 عیسوی میں سومندانہ پر محمود غزنوی کے حملے کے سبب مد میں کتھہاراز گزیتھر میں ایک ہوا معرکے کا بیان ہے۔ وہ یہ کہ محمود نے کر جب شہولنگ کی پوجا کا 'مہاتم' سنا، تو کرودھ کے مارے اُس نے اُسے تروادیا۔ مندر تو بعد میں اُسکے بہت سارے مہاتما خاں نے تروایا بتاتے ہیں۔

جن لوگوں نے انتہاس کو اپنی کمزوری چھپانے کے لئے بر سامہزدارک چشمے سے دیکھا ہے، انہیں پہلے ہی اس بتنا میں ایک مسلمان یا غیر ہندو کی آہ دھرم سے ہمہ تن دکھائی دے، پر ہمیں تو ایسا لگتا ہے کہ اگر ہم یہ معصوم کی اس گھٹنا سے — اثر اس میں کوئی

جن لوگوں نے انتہاس کو اپنی کمزوری چھپانے کے لئے بر سامہزدارک چشمے سے دیکھا ہے، انہیں پہلے ہی اس بتنا میں ایک مسلمان یا غیر ہندو کی آہ دھرم سے ہمہ تن دکھائی دے، پر ہمیں تو ایسا لگتا ہے کہ اگر ہم یہ معصوم کی اس گھٹنا سے — اثر اس میں کوئی

ہرمان سانبھل کرنے کی کوشش کی ہے، وہ اس بات کو نہیں جانتے ہیں کہ جس طرح ہندو راجہ چلتا کو دھرم روپی اہم کا تہذیب دینے اور اپنے پر تپ اور شان شوکت کے دکھانے کے لئے شاداد مندر کھڑے کرتے تھے، تھوک اسی طرح اورنگ زیب وغیرہ اپنی جہت کی نشانی کے روپ میں مندر توڑ کر وہاں مسجد بنواتے تھے۔ یہ دھرم کا نہیں، سرداروں سرداروں کی تکر کا ایک ضروری انگ تھا۔ پھر یہ بھی سب جانتے ہیں کہ ہندوؤں کے مندروں اور مورتیوں میں اتنا سونا اور قیمتی زیور کھڑے وغیرہ دھتے تھے کہ کوئی بھی لکھرا انہیں دیکھ کر انہیں لوتلے کا لوبہ روک نہیں سکتا تھا۔ کہتے ہیں کہ سومناتھ کے مندر میں لوہاروں سے لیکر بھیکر کے آدین تک ملوں سونا لکڑی بھر پر لگا تھا۔ وہاں کے شہولنگ کو تروڑنے پر وہ بھیکر سے کھوکھلا نکلا اور اس میں کافی سونا اور جواہرات وغیرہ بکھلے پڑے تھے۔

اگر ایک پل کے لئے ہم یہ مان بھی لیں کہ اوپر لکھی باتوں میں سچائی کا حصہ کم ہے اور وہ مشہور کے حملے وقت سے ادھک ہمارے دھرم پر ہی حملے تھے، تو ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ آخر غزنی کی سیلا بھارت نے شہر بھیکر سے ادھک تو دھن نہیں ہوئی۔ پھر کیا ان سے کہ سوم دیو کی رکشا نہیں ہو سکی؟ کچھ لوگوں نے لکھا ہے کہ سومناتھ کی رکشا کے لئے لاشوں پر شہیں جم گئیں، خون کی ندیاں بہ گئیں اور اس طرح ام آئے ویروں کے یکسو پوریت (جلو) کے دھیر لگ گئے! اگر حملے کے بھاری ہن کو بڑھانے کے لئے بھی یہ سب کہا گیا ہے تو بھی بہت بڑی وقیمہا، مبالغہ اور دھوکا خان پوتا ہے۔ اگر اتنا نکو وودھ ہوا ہوتا، تو شہر کبھی نہ چھوڑتا۔ اس سببندہ میں ایک بات یہ بھی مشہور ہے کہ جب غزنی (یا شاید اورنگ زیب) کے لوگ چڑھ رہے تھے، تو انھیں چھتری ویروں نے اپنے اپنے مہان سے لوہار نکال کر بھگوان سومناتھ سے پراوتھا کی کہ اگر وہ گیا دیں، تو شہر کا کام تمام کر دیا جائے۔ پر کالے پتھر کے س شہولنگ میں آگیا دینے کی طاقت ہوتی، تبھی وہ آگیا دینا۔ چنانچہ سومناتھ کے یہ ویر پوجک تو گیا کی اہد میں تلواریں نکالے ہی رہے اور شہر کی طرف کے لوگوں نے اگر انہیں تلواروں سے لاجر مولیٰ کی طرح انہیں کٹ ڈالا۔ جو پندے پجاری مندر میں ملیے داتے تھے، وہ اپنے سومناتھ بھگوان کو چھوڑ کر کب بھاگ گئے، کسی کو پتہ بھی نہ چلا!

اگر کسی اتھاسی لوہاروں میں کتلی سچائی ہے، یہ کہنا تو کتھیں ہے، پر اتنا تو صاف ہی ہے کہ سومناتھ کی ہار نے اس دیہی کو غلام بنالیا۔

اگر ایک پل کے لئے ہم یہ مان بھی لیں کہ اوپر لکھی باتوں میں سچائی کا حصہ کم ہے اور وہ مشہور کے حملے وقت سے ادھک ہمارے دھرم پر ہی حملے تھے، تو ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ آخر غزنی کی سیلا بھارت نے شہر بھیکر سے ادھک تو دھن نہیں ہوئی۔ پھر کیا ان سے کہ سوم دیو کی رکشا نہیں ہو سکی؟ کچھ لوگوں نے لکھا ہے کہ سومناتھ کی رکشا کے لئے لاشوں پر شہیں جم گئیں، خون کی ندیاں بہ گئیں اور اس طرح ام آئے ویروں کے یکسو پوریت (جلو) کے دھیر لگ گئے! اگر حملے کے بھاری ہن کو بڑھانے کے لئے بھی یہ سب کہا گیا ہے تو بھی بہت بڑی وقیمہا، مبالغہ اور دھوکا خان پوتا ہے۔ اگر اتنا نکو وودھ ہوا ہوتا، تو شہر کبھی نہ چھوڑتا۔ اس سببندہ میں ایک بات یہ بھی مشہور ہے کہ جب غزنی (یا شاید اورنگ زیب) کے لوگ چڑھ رہے تھے، تو انھیں چھتری ویروں نے اپنے اپنے مہان سے لوہار نکال کر بھگوان سومناتھ سے پراوتھا کی کہ اگر وہ گیا دیں، تو شہر کا کام تمام کر دیا جائے۔ پر کالے پتھر کے س شہولنگ میں آگیا دینے کی طاقت ہوتی، تبھی وہ آگیا دینا۔ چنانچہ سومناتھ کے یہ ویر پوجک تو گیا کی اہد میں تلواریں نکالے ہی رہے اور شہر کی طرف کے لوگوں نے اگر انہیں تلواروں سے لاجر مولیٰ کی طرح انہیں کٹ ڈالا۔ جو پندے پجاری مندر میں ملیے داتے تھے، وہ اپنے سومناتھ بھگوان کو چھوڑ کر کب بھاگ گئے، کسی کو پتہ بھی نہ چلا!

اگر کسی اتھاسی لوہاروں میں کتلی سچائی ہے، یہ کہنا تو کتھیں ہے، پر اتنا تو صاف ہی ہے کہ سومناتھ کی ہار نے اس دیہی کو غلام بنالیا۔

اگر کسی اتھاسی لوہاروں میں کتلی سچائی ہے، یہ کہنا تو کتھیں ہے، پر اتنا تو صاف ہی ہے کہ سومناتھ کی ہار نے اس دیہی کو غلام بنالیا۔

(جے ؟) سومناٹھ

(بائی موہنسیہ سنگھ)

[یہ لکھ ہندی ماہواری رسالے 'تربیت' (کلکتا) سے لیا گیا ہے۔ کچھ شब्दوں کی جگہ جارا آسان شब्द رکھ دیے گئے ہیں۔]

کبھی نے ہندوستان کا سکاٹلینڈ کا ایک ایسی بھولی بے ہوش اور سیدھی سادی عورت سے کہا ہے جس پر کئی لوگوں نے حملے کیے، بلاتار کئے، اُسے لوٹا، مارا، اور وہ پھر سے جھسے اُسے کھڑے کھڑا کرنے کی چلتا ہے چولہے کے پاس جا بیٹھی۔ مائے جو کچھ ہوا، وہی اُسکی قسمت میں تھا! اور کسی سے یہ بات چاہے لاکھ نہ بھی ہو، پر سومناٹھ پر بار بار کے حملے—جیسا کہ ایتھاس سے پتہ چلتا ہے—اس بات کو تھپک ثابت کر رہے ہیں۔ پہلی 11 مئی کو سوراٹر کے اندر پر بھاس پائیں میں جس سومناٹھ کی سٹاپا ہوئی ہے، کہتے ہیں وہاں کے ملندو، لنگ مورتی یا بستی پر عیسوی 1024، 1227، 1318، 1395، 1511 اور 1520 میں حملے ہوئے۔ آخری حملہ یا بربادی اورنگ زیب کے سے کی بتائی جاتی ہے، جس نے سومناٹھ کے ملندو کی جگہ ایک مسجد بنوائی۔ بھارت کا گیارہویں سے سولہویں صدی تک کا ایتھاس بتاتا ہے کہ پور، بدایہ، ملتان یا دھرم بدلوئے کی نسبت اُس زمانے کے حملوں کا خاص مقصد صرف لوٹ تھا۔ اِس لئے سومناٹھ پر ان حملوں کا سبب دھرم یا مذہب سے جوڑنا ایتھاس اور سچائی کے ساتھ زیادتی کرنا ہے۔ صحیح بات یہی لگتی ہے کہ فرسے دیہوں سے ادھک اُچھاڑ ہونے کے کارن ہمارا دیہے اُن دنوں خدشہ حال تھا۔ اِس لئے جہاں کہیں کدربسر کی اُتلی سرورہا نہیں تھی، وہاں کے لوگوں کا ہمارے خدشہ حال دیہے کی طرف کھینچنا سواہوار تھا۔ پر آج ہم جو گلا پھاڑ پھاڑ کر یہ کہہ رہے ہیں کہ سومناٹھ پر 6 یا 7 بار حملے ہوئے سو وہ کوئی کھمبہ کرنے کی نہیں، لچا کی بات ہے۔ سبب میں نہیں آتا کہ اتلی بڑی ہار اور پتھر کی بات کہتے ہی ہم لچاتے نہیں۔ پر چتر آدمی کہی بھی سودھی ہار سوکار نہیں کرتا۔ سو ہم نے بھی اُسے بل بوتے کی اتلی بڑی کمی، کو کہی ایللی کمی، کسبوری یا ہولتا کہ کر سوکار نہیں کیا—بلکہ اُتلی دنیا کی ہمدردی حاصل کرنے اور دشمن کے لئے نفرت پھیلانے کی غرض سے ادھک پرچار اِسی بات کا کیا کہ ہمارے ملندو اور مورتیاں نشت کردی گئیں، ہمارے دھرم پر حملہ ہوا، وغیرہ۔ چلوں نے سومناٹھ کے ملندو مورتی کوڑے والے معصوم غزنوی سے لیکر وہاں مسجد بنانے والے اورنگ زیب تک سب کو اپنے دھرم کا

(جے ؟) سومناٹھ

(بائی موہنسیہ سنگھ سنگھ)

[یہ لکھ ہندی ماہواری رسالے 'تربیت' (کلکتا) سے لیا گیا ہے۔ کچھ شब्दوں کی جگہ ذرا آسان شब्د رکھ دیے گئے ہیں۔]

کبھی نے ہندوستان کا سکاٹلینڈ کا ایک ایسی بھولی بے ہوش اور سیدھی سادی عورت سے کہا ہے جس پر کئی لوگوں نے حملے کیے، بلاتار کئے، اُسے لوٹا، مارا، اور وہ پھر سے جھسے اُسے کھڑے کھڑا کرنے کی چلتا ہے چولہے کے پاس جا بیٹھی۔ مائے جو کچھ ہوا، وہی اُسکی قسمت میں تھا! اور کسی سے یہ بات چاہے لاکھ نہ بھی ہو، پر سومناٹھ پر بار بار کے حملے—جیسا کہ ایتھاس سے پتہ چلتا ہے—اس بات کو تھپک ثابت کر رہے ہیں۔ پہلی 11 مئی کو سوراٹر کے اندر پر بھاس پائیں میں جس سومناٹھ کی سٹاپا ہوئی ہے، کہتے ہیں وہاں کے ملندو، لنگ مورتی یا بستی پر عیسوی 1024، 1227، 1318، 1395، 1511 اور 1520 میں حملے ہوئے۔ آخری حملہ یا بربادی اورنگ زیب کے سے کی بتائی جاتی ہے، جس نے سومناٹھ کے ملندو کی جگہ ایک مسجد بنوائی۔ بھارت کا گیارہویں سے سولہویں صدی تک کا ایتھاس بتاتا ہے کہ پور، بدایہ، ملتان یا دھرم بدلوئے کی نسبت اُس زمانے کے حملوں کا خاص مقصد صرف لوٹ تھا۔ اِس لئے سومناٹھ پر ان حملوں کا سبب دھرم یا مذہب سے جوڑنا ایتھاس اور سچائی کے ساتھ زیادتی کرنا ہے۔ صحیح بات یہی لگتی ہے کہ فرسے دیہوں سے ادھک اُچھاڑ ہونے کے کارن ہمارا دیہے اُن دنوں خدشہ حال تھا۔ اِس لئے جہاں کہیں کدربسر کی اُتلی سرورہا نہیں تھی، وہاں کے لوگوں کا ہمارے خدشہ حال دیہے کی طرف کھینچنا سواہوار تھا۔ پر آج ہم جو گلا پھاڑ پھاڑ کر یہ کہہ رہے ہیں کہ سومناٹھ پر 6 یا 7 بار حملے ہوئے سو وہ کوئی کھمبہ کرنے کی نہیں، لچا کی بات ہے۔ سبب میں نہیں آتا کہ اتلی بڑی ہار اور پتھر کی بات کہتے ہی ہم لچاتے نہیں۔ پر چتر آدمی کہی بھی سودھی ہار سوکار نہیں کرتا۔ سو ہم نے بھی اُسے بل بوتے کی اتلی بڑی کمی، کو کہی ایللی کمی، کسبوری یا ہولتا کہ کر سوکار نہیں کیا—بلکہ اُتلی دنیا کی ہمدردی حاصل کرنے اور دشمن کے لئے نفرت پھیلانے کی غرض سے ادھک پرچار اِسی بات کا کیا کہ ہمارے ملندو اور مورتیاں نشت کردی گئیں، ہمارے دھرم پر حملہ ہوا، وغیرہ۔ چلوں نے سومناٹھ کے ملندو مورتی کوڑے والے معصوم غزنوی سے لیکر وہاں مسجد بنانے والے اورنگ زیب تک سب کو اپنے دھرم کا

کرتے تھے۔ برہمن نام کا ایک بौद्ध भिक्षु' سूरों का वर्ण करवा था, दूसरा बन्दा शब्दों का अनुवाद करता था, तीसरा पांडुलिपि लिखता था और चौथा अनुवाद की भाशा ठीक करता था. इस तरह बोधिरुचि की मदद करने के लिये अनुवादकों का एक पूरा मंडल था.

बोधिरुचि ने चीन में बौद्ध धर्म की कुल 53 किताबों का अनुवाद किया. इस में सब से मशहूर किताब "रत्न-कूट" सम्मिली जाती है. इनसांग यह किताब भारत से चीन लेआया था. सन 706 ईसवी में बोधिरुचि ने इस किताब का अनुवाद शुरू किया और सन 713 ईसवी में इसे पूरा किया. कहा जाता है जिस समय यह अनुवाद पूरा होने वाला था, चीन का सम्राट अपने दरबार के सभी ओहदेदारों और महल की रानियों के साथ वहाँ मौजूद था और सम्राट ने अपने हाथ से इस अनुवाद के आखिरी पन्नों को लिखा.

"रत्नकूट" का अनुवाद पूरा कर लेने के बाद बोधिरुचि ने अनुवाद का काम बन्द कर दिया और अपनी बाक़ी ज़िन्दगी ध्यान और योग में गुज़ारी.

कहा जाता है बोधिरुचि एक सौ छप्पन साल की उमर में मरा. जब उसके मरने का दिन नज़दीक आया तो एक दिन उसने अपने चेलों को बुला कर कहा—

"मेरा शरीर दिन ब दिन उसी तरह कमज़ोर होता जा रहा है जिस तरह पानी की धूँदें धीरे धीरे भाप बनकर उड़ती जाती हैं. मैं बहुत दिन ज़िन्दा रह चुका हूँ और अब मुझे अपना अन्त नज़दीक दिखाई पड़ रहा है. इतने दिनों तक मैं खाना खाकर अपनी कमज़ोरी दूर कर रहा था. अब जबकि मेरे जाने का दिन करीब आ गया है तो फिर अब उसे आगे ठेलने की क्या ज़रूरत?"

इसके बाद वह 55 दिन तक उपवास करता रहा और अन्त में शरीर त्याग दिया.

कश्यप मतंगा, कुमार जीव, बुद्धयश, गुण वर्मन, बोधिधर्म प्रभाकर मिश्र, और बोधिरुचि के अलावा और भी बहुत से हिन्दुस्तानी बौद्ध प्रचारकों की चर्चा चीनी साहित्य और चीनी सरकारी काराओं में मिलती है. उनकी ज़िन्दगी, उनकी क़ुरबानी, उनके त्याग, उनकी हिम्मत, उनके लगन का ही यह नतीजा है कि भारत और चीन के बीच गहरा और टिकाऊ क़लचरी सम्बन्ध कायम हुआ और सारे चीन ने बौद्ध धर्म को अपना लिया. चीन और भारत के इस मिलाप का गहरा असर आज तक दोनों देशों के धर्म, समाज, रहन सहन, कला, साहित्य, विचारों और आदर्शों पर साफ़ चमक रहा है.

अर्त्त है . برہمن نام کا ایک بؤدھ بھکشو سوتروں کا اُردو کرنا تھا. دوسرا چنداں بؤدھوں کا انوواد کرتا تھا. تیسرا پانڈو پی لکھتا تھا اور چوتھا انوواد کی پہاذا تھیک کرتا تھا. اس طرح بؤدھی رچی کی مدد کرنے کے لئے انووادکوں کا ایک پورا مائکل تھا .

بؤدھی رچی نے چین میں بؤدھ دھرم کی کل 53 کتابوں کا انوواد کیا . اس میں سب سے مشہور کتاب ' رتن کؤٹ ' سمجھی جاتی ہے . ہرین سانگ یہ کتاب ہارت سے چین لے آیا تھا . سن 706 عیسوی میں بؤدھی نے اس کتاب کا انوواد شروع کیا اور سن 713 عیسوی میں اسے پورا کیا . کہا جاتا ہے جس سے یہ انوواد پورا ہونے والا تھا . چین کا سمراٹ اپنے دربار کے سبھی عہدے آروں اور متعل کی رانہوں کے ساتھ وہاں موجود تھا اور سمراٹ نے اپنے ہاتھ سے اس انوواد کے آخری پلوں کو لکھا .

" رتن کؤٹ " کا انوواد پورا کر لینے کے بعد بؤدھی نے انوواد کا کام بند کر دیا اور اپنی باقی زندگی دھیان پر یوگ میں گذاری .

کہا جاتا ہے بؤدھی رچی ایک سو چھترہ سال کی مر میں مرا . جب اسکے مرنے کا دن نزدیک آیا تو ایک ن اس نے اپنے چیلوں کو بلا کر کہا —

" مہرا شریہ دن بدن اسی طرح کمزور ہوتا جا رہا ہے جس طرح پانی کی ہوندیں دھوڑے دھوڑے بہاں بنکر جاتی ہیں . میں بہت دن زندہ رہ چکا ہوں اور اب مجھے اپنا انت نزدیک دکھائی پڑ رہا ہے . اتنے دنوں تک میں کھانا کھا کر اپنی کمزوری دور کر رہا تھا . اب جب مہوڑے جانے کا دن قریب آگیا ہے تو پھر اب اُسے آگے بولنے کی کیا ضرورت ؟ " —

اس کے بعد وہ 55 دن تک اپواس کرتا رہا اور انت میں شریہ تھاک دیا .

کشمپ متلکا کمار جھو' بدھیش' کن ورمین' بؤدھی دھرم' پرہاکر متہ اور بؤدھی رچی کے علاوہ اور بھی بہت مہندستان بؤدھ پرچارکوں کی چرچا چیلی سامعیتہ ر چھلی سرکاری کافلوں میں ملتی ہے . ان کی زندگی' کی قربانی' ان کے تھاک' ان کی ہمت' ان کی لکن ہی یہ نتیجہ ہے کہ ہارت اور چین کے بیچ کھرا اور ر کلتوری سمبند قائم ہوا اور سارے چین نے بؤدھ دھرم کو اپنا لیا . چین اور ہارت کے اس میل ملاپ کا را اثر آج تک دونوں دھسوں کے دھرم' سماج' دھن سہن' سامعیتہ' وچاروں اور آدرشوں پر صاب چمک رہا ہے .

चीन जाते समय रास्ते में वह तुर्किस्तान में ठहरा। तुर्किस्तान के बादशाह ने उसका बड़ा स्वागत किया और बौद्ध धर्म में बड़ी दिलचस्पी ली। सन 626 ईसवी में तुर्किस्तानी दरबार के चीनी राजदूत ने प्रभाकर को चीन आने की दावत दी। प्रभाकर चीन जाना चाहता था पर तुर्किस्तान के बादशाह ने उस समय उसे रोक लिया। इस पर चीन के सम्राट ने ख़ुद तुर्किस्तान के बादशाह को लिखा और चीनी सम्राट की निजी वाशत पर प्रभाकर मित्र को सन 627 ईसवी में चीन की राजधानी पहुंचा दिया गया।

प्रभाकर मित्र की इतनी इज्जत होते देख चीन के कंगफूत्से धर्म के मानने वाले उसके खिलाफ आवाज उठाने लगे. इसका चीनी सम्राट पर बुरा असर पड़ा सम्राट ने प्रभाकर के काम में दिलचस्पी लेना कम कर दिया.

बोधिरुचि

कहा जाता है, एक बार वह एक आम बार्मिक समा में हिस्सा लेने गया। वहाँ उसकी एक बौद्ध मित्र यशपोषा से बहस हुई। बहस में उसने हार मानकी और वह तुरन्त बौद्ध धर्म अपनाकर बौद्ध मित्र हो गया।

जीन पढ़ाकर उसने बीड़ किताबों के अनुवाद का काम शुरू किया. इस काम में कई बीड़ भिन्न उसकी मदद

چین جاتے سے راستے میں وہ ترکستان میں ٹھہرا۔
ترکستان کے بادشاہ نے اُسکا بڑا سواگت کیا اور ہودہ دھرم
میں ہوی دلچسپی لی۔ سن 626 عیسوی میں ترکستانی
دربار کے چھٹی راج دوت نے پرہاکر کو چین آنے کی دعوت
لی۔ پرہاکر چھٹن جانا چاہتا تھا پر ترکستان کے
بادشاہ نے اُس سے اُسے روک لیا۔ اِس پر چین کے سمرات
نے خود ترکستان کے بادشاہ کو لکھا اور چھٹی سمرات کی
لجی دعوت پر پرہاکر کو سن 627 عیسوی میں چین
کی راجدھانی پھونچا دیا گیا۔

پرہیزگار مہتر کی اتنی عزت ہوتے دیکھ چہن کے کنگ
فلوڑے مہدم کے ماننے والے اُسکے خلاف آواز اُٹھانے لگے ۔
اِس کا چیلی سمرات پر ہوا اثر پوا اور سمرات نے پرہیزگار کے کام
میں دلچسپی لہنا کم کر دیا ۔

ایڈیٹوری رچی

کہا جاتا ہے، ایک ہار وہ ایک عام دھارمک سبھا میں حصہ لے لے گیا۔ وہاں اُس کی ایک ہودہ بھکشو پیش آئوہی سے بحث ہوئی۔ بحث میں اُس نے ہار مان لی اور وہ تربیت ہودہ دھرم اپنا کر ہودہ بھکشو ہو گیا۔

چون پہونچکر اُس نے ہودہ کتابوں کے انوار کا کام شروع کیا۔ اُس کام میں کئی ہودہ بہکشو اُسکی مدد

بहुत असर फैल गया. चीन के कलाकारों की नककारी और बुद्धसाजी पर भी इसका बहुत बड़ा असर पड़ा. यह पक्ष आज भी क्रायम है लेकिन इसके मानने वाले जापान में ज्यादा पाए जाते हैं.

इसमें कोई शक नहीं कि चीन की धार्मिक जिव्दगी और वहाँ की कला पर जितना गहरा असर बोधिधर्म का पड़ा उतना किसी और हिन्दुस्तानी का नहीं पड़ा. उसके इस असर के निशान आज तक चीन की जिव्दगी में क्रायम हैं.

धर्मगुप्त—

धर्मगुप्त काठियावाड़ में पैदा हुआ. तेईस साल की उमर में वह कन्नौज गया जहाँ उसने कौमुदीसंघर्ष (?) नाम के एक मठ में बौद्ध धर्म की दीक्षा ली. पचीस साल की उमर में वह बौद्ध भिक्षु हो गया. बौद्ध भिक्षु हो जाने बाद वह तत्का देस (उत्तर पंजाब) चला गया. यहाँ उसे मालूम हुआ कि चीन में बौद्ध धर्म फैल रहा है. यही से वह चीन के लिये रवाना होगया.

तत्का से वह काशगर गया और काशगर से कूची. कूची में उसे वहाँ के राजा ने रोकना चाहा पर वह न रुका. एक दिन बिना राजा की इजाजत के वह कूची से चल पड़ा और फिर अमिदेस, तुरफान, और हामी होते हुए सन 590 ईसवी में चीन की राजधानी चॉंग-गान पहुँचा.

चॉंग-गान में कुछ साल रहने के बाद वह चीन के सम्राट के साथ लोयांग (उत्तर चीन) चला गया. वहाँ उसने बौद्ध धर्म की दस किताबों का चीनी में अनुवाद किया. वहीं रहकर उसने उन सब एशियाई देसों का हाल एक किताब में लिखा जिनसे होकर वह चीन आया था. वह किताब अब नहीं मिलती. कहा जाता है इन देसों के बारे में धर्मगुप्त ने इस किताब में जितनी बातें लिखी थीं उतनी इनसाँग भी अपने सफरनामों में नहीं लिख सका. इस किताब के दस भाग थे—(1) पैदावार (2) जलवायु (3) मकान और रहन सहन के तरीके (4) सरकार (5) रीत रिवाज (6) खान पान (7) पोशाक (8) तालीम (9) धन और तिजारती सामान (10) पहाड़, नदियाँ, राज, शहर और मशहूर शहरो.

सन 619 ईसवी में धर्मगुप्त ने चॉंग-गान में ही शरीर त्याग दिया.

प्रभाकर मिश्र—

प्रभाकर मिश्र मध्य भारत के एक राजघराने में पैदा हुआ था. दस साल की उमर में उसने घर छोड़ दिया और बौद्ध धर्म की किताबें पढ़नी शुरू कर दीं. कुछ ही साल में वह इतनी तरक्की कर गया कि एक लाख श्लोक वह खबानी सुना सकता था. फिर वह बौद्ध भिक्षु बना लिया गया.

बहुत जल्द पहिल किया. चीन के कलाकारों की नककारी और बुद्धसाजी पर भी इसका बहुत बड़ा असर पड़ा. यह पक्ष आज भी क्रायम है लेकिन इसके मानने वाले जापान में ज्यादा पाए जाते हैं.

इस में कोई शक नहीं कि चीन की धार्मिक जिव्दगी और वहाँ की कला पर जितना गहरा असर बोधिधर्म का पड़ा उतना किसी और हिन्दुस्तानी का नहीं पड़ा. उसके इस असर के निशान आज तक चीन की जिव्दगी में क्रायम हैं.

धर्म गेह—

धर्म गेह काठियावाड़ में पैदा हुआ. तेईस साल की उमर में वह कन्नौज गया जहाँ उसने कौमुदीसंघर्ष (?) नाम के एक मठ में बौद्ध धर्म की दीक्षा ली. पचीस साल की उमर में वह बौद्ध भिक्षु हो गया. बौद्ध भिक्षु हो जाने बाद वह तत्का देस (उत्तर पंजाब) चला गया. यहाँ उसे मालूम हुआ कि चीन में बौद्ध धर्म फैल रहा है. यही से वह चीन के लिये रवाना होगया.

तत्का से वह काशगर गया और काशगर से कूची. कूची में उसे वहाँ के राजा ने रोकना चाहा पर वह न रुका. एक दिन बिना राजा की इजाजत के वह कूची से चल पड़ा और फिर अमिदेस, तुरफान, और हामी होते हुए सन 590 ईसवी में चीन की राजधानी चॉंग-गान पहुँचा.

चॉंग-गान में कुछ साल रहने के बाद वह चीन के सम्राट के साथ लोयांग (उत्तर चीन) चला गया. वहाँ उसने बौद्ध धर्म की दस किताबों का चीनी में अनुवाद किया. वहीं रहकर उसने उन सब एशियाई देसों का हाल एक किताब में लिखा जिनसे होकर वह चीन आया था. वह किताब अब नहीं मिलती. कहा जाता है इन देसों के बारे में धर्मगुप्त ने इस किताब में जितनी बातें लिखी थीं उतनी इनसाँग भी अपने सफरनामों में नहीं लिख सका. इस किताब के दस भाग थे—(1) पैदावार (2) जलवायु (3) मकान और रहन सहन के तरीके (4) सरकार (5) रीत रिवाज (6) खान पान (7) पोशाक (8) तालीम (9) धन और तिजारती सामान (10) पहाड़, नदियाँ, राज, शहर और मशहूर शहरो.

सन 619 ईसवी में धर्मगुप्त ने चॉंग-गान में ही शरीर त्याग दिया.

प्रभाकर मिश्र—

प्रभाकर मिश्र मध्य भारत के एक राजघराने में पैदा हुआ था. दस साल की उमर में उसने घर छोड़ दिया और बौद्ध धर्म की किताबें पढ़नी शुरू कर दीं. कुछ ही साल में वह इतनी तरक्की कर गया कि एक लाख श्लोक वह खबानी सुना सकता था. फिर वह बौद्ध भिक्षु बना लिया गया.

सम्राट ने बोधिधर्म से पूछा—“जब से मैंने राज की बागडोर सम्हाली, मैंने बहुत से मन्दिर बनवाए, बहुत सी धर्म की किताबों का अनुवाद कराया और लोगों को बौद्ध भिक्षु बनने के लिये बढ़ावा देता रहा. क्या मैं अपने इन कामों की वजह से निजात हासिल करने जोग हो गया हूँ?”

बोधिधर्म ने जवाब दिया—“यह सारी दुनिया माया है, असत्य है, और शून्य है. आप जो भी रीत रिवाज के काम कर रहे हैं, वह आपको निर्वाण की तरफ नहीं ले जा रहे हैं, गीछे घसीट रहे हैं.”

सम्राट ने पूछा—“तो फिर सही रास्ता कौनसा है?”

बोधिधर्म ने जवाब दिया—“ध्यान(मराक़्ते) के जरिये ही आप निर्वाण प्राप्त कर सकते हैं, इन दुनियावी रीत रिवाजों के जरिये नहीं. इन दुनियावी चीजों की तरफ से जब आप मन को हटाएंगे तभी सच्चाई दिखाई पड़ेगी.”

सम्राट ने पूछा—“बौद्ध धर्म की किताबों में सबसे पवित्र कौन सी किताब है?”

बोधिधर्म ने जवाब दिया—“जब यह सारी दुनिया शून्य है और असत्य है तो फिर कौन सी किताब पवित्र है और कौनसी नहीं यह सवाल ही गलत है.”

सम्राट ने पूछा—“यह कौन है जो मुझे इस तरह जवाब दे रहा है?”

बोधिधर्म ने जवाब दिया—“मैं नहीं जानता.”

सम्राट वृत्ती बोधिधर्म की इन बातों से बहुत नाराज हुआ. वह यह उम्मीद करता था कि बोधिधर्म सम्राट के ऊपरी कर्मकांड की खूब तारीफ करेगा लेकिन सम्राट को निराश होना पड़ा. सम्राट ने बोधिधर्म को किसी तरह की मदद न दी. इसके बाद बोधिधर्म उत्तर चीन चला गया जहाँ वार्ड वंश का राज था.

कहा जाता है उत्तर चीन जाते समय बोधिधर्म ने यांग त्सी (Yang-tse) नदी बाँस की एक छड़ी पर खड़े होकर पार की थी. इस कथा को लेकर बहुत से चीनी कलाकारों ने तसवीरें बनाई हैं.

यह भी कहा जाता है कि उत्तर चीन में लोयांग के एक मन्दिर में बोधिधर्म नौ साल तक लगातार एक चट्टान पर आँख मड़ाए बैठा रहा जिसकी वजह से उसके पैर उसके शरीर से अलग हो गए. उसके पैर की चप्पल अभी तक चीन के एक मन्दिर में रखी हुई है. जापान में अब भी बोधिधर्म के नाम से बच्चों के लिये एक खिलौना बनता है जिसके पैर नहीं होते. इस खिलौने को “वरुमा” कहते हैं.

चीन में बोधिधर्म ने अपने मत का प्रचार किया और बौद्ध धर्म का एक नया पंथ “चान पंथ” के नाम से कायम किया. “चान” का मतलब “ध्यान” है. चीन में यह पंथ

सम्राट ने बोधिधर्म से पूछा—“जब से मैंने राज की बागडोर सम्हाली, मैंने बहुत से मन्दिर बनवाए, बहुत सी धर्म की किताबों का अनुवाद कराया और लोगों को बौद्ध भिक्षु बनने के लिये बढ़ावा देता रहा. क्या मैं अपने इन कामों की वजह से निजात हासिल करने जोग हो गया हूँ?”

बोधिधर्म ने जवाब दिया—“यह सारी दुनिया माया है, असत्य है, और शून्य है. आप जो भी रीत रिवाज के काम कर रहे हैं, वह आपको निर्वाण की तरफ नहीं ले जा रहे हैं, गीछे घसीट रहे हैं.”

सम्राट ने पूछा—“तो फिर सही रास्ता कौनसा है?”

बोधिधर्म ने जवाब दिया—“ध्यान(मराक़्ते) के जरिये ही आप निर्वाण प्राप्त कर सकते हैं, इन दुनियावी रीत रिवाजों के जरिये नहीं. इन दुनियावी चीजों की तरफ से जब आप मन को हटाएंगे तभी सच्चाई दिखाई पड़ेगी.”

सम्राट ने पूछा—“बौद्ध धर्म की किताबों में सबसे पवित्र कौन सी किताब है?”

बोधिधर्म ने जवाब दिया—“जब यह सारी दुनिया शून्य है और असत्य है तो फिर कौन सी किताब पवित्र है और कौनसी नहीं यह सवाल ही गलत है.”

सम्राट ने पूछा—“यह कौन है जो मुझे इस तरह जवाब दे रहा है?”

बोधिधर्म ने जवाब दिया—“मैं नहीं जानता.”

सम्राट वृत्ती बोधिधर्म की इन बातों से बहुत नाराज हुआ. वह यह उम्मीद करता था कि बोधिधर्म सम्राट के ऊपरी कर्मकांड की खूब तारीफ करेगा लेकिन सम्राट को निराश होना पड़ा. सम्राट ने बोधिधर्म को किसी तरह की मदद न दी. इसके बाद बोधिधर्म उत्तर चीन चला गया जहाँ वार्ड वंश का राज था.

कहा जाता है उत्तर चीन जाते समय बोधिधर्म ने यांग त्सी (yang-tse) नदी बाँस की एक छड़ी पर खड़े होकर पार की थी. इस कथा को लेकर बहुत से चीनी कलाकारों ने तसवीरें बनाई हैं.

यह भी कहा जाता है कि उत्तर चीन में लोयांग के एक मन्दिर में बोधिधर्म नौ साल तक लगातार एक चट्टान पर आँख मड़ाए बैठा रहा जिसकी वजह से उसके पैर उसके शरीर से अलग हो गए. उसके पैर की चप्पल अभी तक चीन के एक मन्दिर में रखी हुई है. जापान में अब भी बोधिधर्म के नाम से बच्चों के लिये एक खिलौना बनता है जिसके पैर नहीं होते. इस खिलौने को “वरुमा” कहते हैं.

चीन में बोधिधर्म ने अपने मत का प्रचार किया और बौद्ध धर्म का एक नया पंथ “चान पंथ” के नाम से कायम किया. “चान” का मतलब “ध्यान” है. चीन में यह पंथ

کاشمیر کا راجا تسلیم کر دیا اور गुणवर्मन ने शाह इनकार कर दिया.

कुछ समय बाद वह काशमिर से सिंहल द्वीप (लंका) गला गया. लंका के बौद्ध भिक्षुओं ने उसका बड़ा शानदार वागत किया जहाँ उसने बौद्ध धर्म के प्रचार में वहाँ के भिक्षुओं को खूब मदद दी.

सिंहल द्वीप से वह जाव द्वीप (जावा) गया. जावा में बौद्ध धर्म फैल चुका था. वहाँ के राजा ने उसका बड़ा वागत किया. गुणवर्मन ने यहाँ भी बौद्ध धर्म के प्रचार करने में मुक्तामी भिक्षुओं की मदद की और राजा समेत मूचे राजघराने को बौद्ध धर्म का मानने वाला बना लिया.

गुणवर्मन अपनी विद्वता के लिये चीन में भी मशहूर हो चुका था. चीन के नानकिंग शहर के भिक्षुओं ने चीन सम्राट को भरषी दी कि गुणवर्मन को चीन आने की दावत दी जाय. सम्राट ने मंजूर कर लिया और कुछ बौद्ध भिक्षुओं को दूत बनाकर गुणवर्मन को चीन ले आने के लिये जावा भेजा. गुणवर्मन इन भिक्षुओं के साथ सन 431 सवी में नानकिंग आया. जिस समय वह नानकिंग पहुँचा चीन के सम्राट ने अपने महल के बाहर निकल कर उसका वागत किया था. चीन में उन दिनों यह एक बहुत ही मनोखी बात थी.

गुणवर्मन को जेतवन मठ में ठहराया गया. वहाँ रह कर तुरीय एक साल तक वह बड़ी मेहनत के साथ बौद्ध किताबों का चीनी में अनुवाद करता रहा. एक साल बाद उसकी मौत हो गई. इसी एक साल के अरसे में उसने ग्यारह बौद्ध पुस्तकों का अनुवाद चीनी भाषा में किया.

बोधिधर्म—

बोधिधर्म दक्खिन भारत में काँजी (काँजीवरम) का राजकुमार था.

काँजी से वह जावा और सुमात्रा गया. वहाँ उसने बौद्ध धर्म के एक नये पहलू पर जोर दिया. अभी तक बौद्ध धर्म में निर्वाण (निजात) हासिल करने के लिये दो रास्तों पर जोर दिया जाता था—एक कर्म मार्ग यानी अमल का रास्ता और दूसरा ज्ञान मार्ग यानी मारफत का रास्ता. बोधिधर्म ने एक तीसरे रास्ते यानी ध्यान मार्ग पर जोर देा. उसने बताया कि ध्यान यानी मराकबे के जरिये हम अच्छाई तक पहुँच सकते हैं, निर्वाण (निजात) हासिल कर सकते हैं.

बोधिधर्म अपने इस नए मार्ग का प्रचार करने चीन पहुँचा. सन 520 ईसवी में वह समुन्दर के रास्ते से केन्टन आया और दक्खिन चीन के सम्राट वूत्ती से मिला. सम्राट और बोधिधर्म में जो बातचीत हुई उसका बयान चीन के सरकारी काराओं में मिलता है. बातचीत इस तरह हुई—

काँजी: मैं बौद्ध धर्म को छोड़कर ईसाई धर्म को स्वीकार कर रहा हूँ.

कछ: मैं बाद में ईसाई धर्म को स्वीकार करूँगा. (लंका) जा के लंका के बौद्ध भिक्षुओं ने उस का बड़ा शानदार स्वागत किया जहाँ उस ने बौद्ध धर्म के प्रचार में वहाँ के भिक्षुओं को खूब मदद दी.

सिंहल द्वीप से वह जाव द्वीप (जावा) गया. जावा में बौद्ध धर्म फैल चुका था. वहाँ के राजा ने उसका बड़ा वागत किया. गुणवर्मन ने यहाँ भी बौद्ध धर्म के प्रचार करने में मुक्तामी भिक्षुओं की मदद की और राजा समेत मूचे राजघराने को बौद्ध धर्म का मानने वाला बना लिया.

गुणवर्मन अपनी विद्वता के लिये चीन में भी मशहूर हो चुका था. चीन के नानकिंग शहर के भिक्षुओं ने चीन सम्राट को भरषी दी कि गुणवर्मन को चीन आने की दावत दी जाय. सम्राट ने मंजूर कर लिया और कुछ बौद्ध भिक्षुओं को दूत बनाकर गुणवर्मन को चीन ले आने के लिये जावा भेजा. गुणवर्मन इन भिक्षुओं के साथ सन 431 सवी में नानकिंग आया. जिस समय वह नानकिंग पहुँचा चीन के सम्राट ने अपने महल के बाहर निकल कर उसका वागत किया था. चीन में उन दिनों यह एक बहुत ही मनोखी बात थी.

गुणवर्मन को जेतवन मठ में ठहराया गया. वहाँ रह कर तुरीय एक साल तक वह बड़ी मेहनत के साथ बौद्ध किताबों का चीनी में अनुवाद करता रहा. एक साल बाद उसकी मौत हो गई. इसी एक साल के अरसे में उसने ग्यारह बौद्ध पुस्तकों का अनुवाद चीनी भाषा में किया.

बुद्धिधर्म

बुद्धिधर्म दक्खिन भारत में काँजी (काँजीवरम) का राजकुमार था.

काँजी से वह जावा और सुमात्रा गया. वहाँ उसने बौद्ध धर्म के एक नये पहलू पर जोर दिया. अभी तक बौद्ध धर्म में निर्वाण (निजात) हासिल करने के लिये दो रास्तों पर जोर दिया जाता था—एक कर्म मार्ग यानी अमल का रास्ता और दूसरा ज्ञान मार्ग यानी मारफत का रास्ता. बुद्धिधर्म ने एक तीसरे रास्ते यानी ध्यान मार्ग पर जोर देा. उसने बताया कि ध्यान यानी मराकबे के जरिये हम अच्छाई तक पहुँच सकते हैं, निर्वाण (निजात) हासिल कर सकते हैं.

बुद्धिधर्म अपने इस नए मार्ग का प्रचार करने चीन पहुँचा. सन 520 ईसवी में वह समुन्दर के रास्ते से केन्टन आया और दक्खिन चीन के सम्राट वूत्ती से मिला. सम्राट और बुद्धिधर्म में जो बातचीत हुई उसका बयान चीन के सरकारी काराओं में मिलता है. बातचीत इस तरह हुई—

11. **बौद्ध भिक्षु 27** साल की उमर में बुद्ध भिक्षु हो गया और उन्हीं के साथ दूर दूर देशों में बौद्ध मत का प्रचार करने निकल पड़ा। बुद्धयश पहले कारागर गया। जब वह कारागर पहुँचा वही समय वहाँ के राजा ने तीन बार बौद्ध भिक्षुओं को एक सामरिक जगह से में शरीक होने लिखे बुलावा था। बुद्धयश भी उस जगह से शरीक आया। कारागर का राजा बुद्धयश की विद्वता और उसके बोधार्थ से इतना खुश हुआ कि उसने बुद्धयश को अपने हाथ में बुला लिया। उन्हीं दिनों कुमार जीव भी नगर आया था। कुछ दिनों तक कुमार जीव और बुद्धयश दोनों मिलकर बौद्ध धरान पढ़ते और उस पर लिखा करते रहे। इसके बाद कुमार जीव कूची वापस आ गया।

इस साल कारागर रहने के बाद बुद्धयश भी कूची आया। कुमार जीव उस समय कूची में न था। वह वह समय में जब कुमार जीव को कैद करके चीन पहुँचा दिया गया था। बुद्धयश ने कुमार जीव को खत लिखा कि मैं भी चीन जाना चाहता हूँ। कुमार जीव ने चीन के सम्राट से कह कर बुद्धयश को चीन बुलवा लिया।

बुद्धयश सन 410 से 413 ईसवी तक चीन में रहा। उस अरसे में प्रचार के काम में वह कुमार जीव की हर तरह मदद करता रहा। बुद्धयश ने कुछ कुछ बौद्ध पुस्तकों का अनुवाद किया जिनमें दीर्घागम और वर्मगुमबिनय बहुत मशहूर हैं।

बुद्धयश बहुत ऊँचे चरित्र का आदमी था। चीन के सम्राट ने कई बार उसे कुछ भेंट देने की कोशिश की। उसने हमेशा से बारबार यह कह कर इनकार कर दिया कि किसी भी बौद्ध भिक्षु को यह हक नहीं कि वह इस तरह की भेंट किसी से ले।

गुणवर्मन—

गुणवर्मन काश्मीर का एक राजकुमार था। उसके बादा रिमझड़ बड़े काश्मिर राजा थे इसलिये उन्हें अपना देस छोड़कर भागना पड़ा था। गुणवर्मन के पिता संचानन्द को भी अपनी जिन्दगी बहादुरियों और जंगलों में लुकड़प कर घटनी पड़ी थी।

गुणवर्मन बीस साल की उमर में घर छोड़ कर बौद्ध भिक्षु हो गया। उसने बहुत जल्द ही बौद्ध धरसन की अच्छी गानकारी हासिल करली और एक हजार श्लोक जपाना आदर किये। कुछ साल तक लगातार पढ़ते रहने के बाद वह बौद्ध धरान का विद्वान हो गया।

जब वह तीस साल का था तो काश्मीर का राजा मर गया। उसका कोई औलाद न थी। इसलिये काश्मीर पर उन्हीं दिनों ने यह तय किया कि गुणवर्मन को

की उमर 27 साल की उमर में बुद्ध भिक्षु हो गया और उन्हीं के साथ दूर दूर देशों में बौद्ध मत का प्रचार करने निकल पड़ा। बुद्धयश पहले कारागर गया। जब वह कारागर पहुँचा वही समय वहाँ के राजा ने तीन बार बौद्ध भिक्षुओं को एक सामरिक जगह से में शरीक होने लिखे बुलावा था। बुद्धयश भी उस जगह से शरीक आया। कारागर का राजा बुद्धयश की विद्वता और उसके बोधार्थ से इतना खुश हुआ कि उसने बुद्धयश को अपने हाथ में बुला लिया। उन्हीं दिनों कुमार जीव भी नगर आया था। कुछ दिनों तक कुमार जीव और बुद्धयश दोनों मिलकर बौद्ध धरान पढ़ते और उस पर लिखा करते रहे। इसके बाद कुमार जीव कूची वापस आ गया।

इस साल कारागर रहने के बाद बुद्धयश भी कूची आया। कुमार जीव उस समय कूची में न था। वह वह समय में जब कुमार जीव को कैद करके चीन पहुँचा दिया गया था। बुद्धयश ने कुमार जीव को खत लिखा कि मैं भी चीन जाना चाहता हूँ। कुमार जीव ने चीन के सम्राट से कह कर बुद्धयश को चीन बुलवा लिया।

बुद्धयश सन 410 से 413 ईसवी तक चीन में रहा। उस अरसे में प्रचार के काम में वह कुमार जीव की हर तरह मदद करता रहा। बुद्धयश ने कुछ कुछ बौद्ध पुस्तकों का अनुवाद किया जिनमें दीर्घागम और वर्मगुमबिनय बहुत मशहूर हैं।

बुद्धयश बहुत ऊँचे चरित्र का आदमी था। चीन के सम्राट ने कई बार उसे कुछ भेंट देने की कोशिश की। उसने हमेशा से बारबार यह कह कर इनकार कर दिया कि किसी भी बौद्ध भिक्षु को यह हक नहीं कि वह इस तरह की भेंट किसी से ले।

गुणवर्मन—

गुणवर्मन काश्मीर का एक राजकुमार था। उसके बादा रिमझड़ बड़े काश्मिर राजा थे इसलिये उन्हें अपना देस छोड़कर भागना पड़ा था। गुणवर्मन के पिता संचानन्द को भी अपनी जिन्दगी बहादुरियों और जंगलों में लुकड़प कर घटनी पड़ी थी।

गुणवर्मन बीस साल की उमर में घर छोड़ कर बौद्ध भिक्षु हो गया। उसने बहुत जल्द ही बौद्ध धरसन की अच्छी गानकारी हासिल करली और एक हजार श्लोक जपाना आदर किये। कुछ साल तक लगातार पढ़ते रहने के बाद वह बौद्ध धरान का विद्वान हो गया।

जब वह तीस साल का था तो काश्मीर का राजा मर गया। उसका कोई औलाद न थी। इसलिये काश्मीर पर उन्हीं दिनों ने यह तय किया कि गुणवर्मन को

میں نے اسے دیکھا تھا۔ چھ ماہ پہلے کہ (جس وقت اسے دیکھا)

سن 383 عیسوی میں چینی کوچ نے کوچی پر حملہ کیا۔ کوئٹے سے چینی سہلاہتی کنار چھو کر جد کر کے چین لے گیا۔ جب چین کے سموات کو پتہ چلا کہ کنار چھو اُحد کر کے چین لیا گیا ہے تو سموات نے پورے در کے ساتھ اُسکو راج دھانی میں بلایا۔ سن 401 عیسوی میں کنار چھو چین کی راجدھانی پھونچا اور اب سے بارہ سال تک وہ وہیں رہا۔

کمار جھو کے چھن پھونچنے پر چھن کے ہودہ دھرم کے اتھاس میں ایک نہایک شروع ہوا۔ کمار جھو سے چلے جلتے ہودہ پرچارک چھن آئے تھے وہ چھلی جلتا او ہودہ درشن اتنی اچھی طرح نہ سمجھا پاتے تھے۔ اس نے ہودہ کتابوں کے چھنی آنوادوں کو بھی درست کیا اور خود بہت سی نئی ہودہ کتابوں کا آنواد کیا۔ سکی پچاس چھنی کتابوں اب بھی ملتی ہیں۔ سلسکرت اور چھنی بھاشا دونوں کا پورا پلڈت تھا۔ چھن کے در در کے حصوں سے چھنی اور بھارتی دھارک اسکے پاس تعلیم لہنے آتے تھے۔ چھن کے سمرات نے راجدھانی میں اسکے لیے ایک ایکچر بیون بنوادیا جس میں وہ عام جلتا کے سامنے ہودہ درشن پر پروچن ما کرتا تھا۔ چھنی جلتا پر اُسکی ودوتا کا انا گھرا نر پڑا کہ لائوں چھنیوں کے ہودہ دھرم اپنا لہنے کے علاوہ دیکھ تون ہزار چھنی اُسکے کہنے سے ہودہ بھکشو ہو گئے۔

سن 418 عیسوی میں کمار جھو کا شرور چھوٹا ہوتا ہے۔ وقت اچھے چھپلوں کو ہلا کر اُس نے کہا— ”میری زندگی کو تم اپنا آدرش نہ بناؤ۔ میرے کام کو اپناؤ اور اُسے روا کرو۔ کھجور سے کھل کھلتا ہے اُس لئے کھجور سے پریم نہ کرو۔ کھل سے پریم کرو۔“

جس آندر اور پریم کے ساتھ بھارت کے رولے والے آج بھی
 چوٹی یاتھی فاضل اور ہووین سانگ کو یاد کرتے ہیں
 لئے ہی آندر اور پریم کے ساتھ چوٹی کے رولے والے آج
 ہمارے چوٹی کو یاد کرتے ہیں۔ سن 1924 عیسوی میں
 مپ شیری ریپبلڈرناٹہ تھا کہ چوٹی گئے تو ”جھوٹ
 زندہ“ ہمارے چوٹی کہہ کر انکا سوکھ کھا گیا تھا۔

بدون پیش

بدھ بھی کاشمیر کے ایک براہمن گھرانے میں پیدا ہوا تھا۔ اُس کے چچا بدھ دھرم کے بڑے دشمن تھے۔ کہا جاتا ہے ایک بار انہوں نے ایک بدھ بھکشو کو پھٹک دیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کے ہاتھ کو لکڑی مار دیا گیا۔ اُس باپ کو قصور کے لئے پتا نہ آئی تو کہے بدھ ہیں تو اُسی بدھ بھکشو کے گھرانے کو دیا۔ بدھ ہیں اُس سے پہلے کبھی 19 سال کا تھا۔ یہ ایک اچھا لڑکا تھا۔ بدھ دھرم

کرنے کا یہ کام سرفہرہ ہوئے اور سیکڑوں بौद्ध کیتابوں اور مورتیوں کو لایا کر چین لےتا گیا۔ چین میں کریمپ کا رواجنا स्वागत हुआ۔ सम्राट ने इसके सिरे चीन की राजधानी लो-यांग में एक मठ बनवा दिया। इस मठ का नाम "पो-मा-से" यानी "सफेद घोड़े वाला मठ" रखा गया क्योंकि क्रियप अपने सफेद घोड़े पर बैठ कर बौद्ध धर्म का प्रचार करने निकलता था। आज भी चीन में यह मठ कायम है। यही चीन का सबसे पहला बौद्ध मठ कहा जाता है।

क्रियप चीन जाकर वहीं बस गया और फिर हिन्दुस्तान लौट कर नहीं आया। चीन में उसने बौद्ध मत का प्रचार किया और बहुत सी बौद्ध कितابों का अनुवाद किया। उसकी एक कितاب "बयालीस धाराओं वाला सूत्र" चीन में बौद्ध धर्म की सबसे पहली कितاب मानी जाती है। आज भी चीनी बौद्ध प्रचारक इस कितاب को बौद्ध धर्म की बुनियादी कितاب मानते हैं। इस कितاب में बौद्ध धर्म के बुनियादी असूलों को बड़ी सफाई के साथ समझाया गया है। हाल में इस कितاب का अंगरेजी अनुवाद भी हुआ है।

चीन के राज दरबार पर क्रियप मर्तगा के प्रचार का गहरा असर पड़ा। बहुत से बड़े बड़े ओहदेदार और सरदार बौद्ध धर्म के प्रचार में मदद करने लगे। जनता में प्रचार शुरू हो गया। क्रियप मर्तगा के चीन पहुंचने के तीन सौ साल बाद बौद्ध धर्म सारे चीन का धर्म बन गया।

कुमारजीव—

कुमारजीव बीच एशिया के कूची देस का एक बौद्ध भिक्षु था। उसके पिता कुमारायन हिन्दुस्तान के एक राजा वजीर थे। कुछ कारनों से उन्होंने वज्जारत छोड़ दी और पामिर पहाड़ से होते हुए बीच एशिया के कूची देस में जाकर बस गए।

कूची के राजा ने कुमा यन का बड़ा स्वागत किया और उन्हें अपना राजगुरु बनाया। कुछ दिनों बाद राजा ने अपनी लड़की जीव की शादी कुमारायन से कर दी।

कुमारजीव इसी राजकुमारी से पैदा हुआ। उसके पैदा होने के थोड़े ही दिन बाद जीव बौद्ध भिक्षुनी हो गई और बौद्ध धर्म का प्रचार करने लगी। जब कुमारजीव नौ साल का हुआ तब उसकी मां उसे लेकर काशमीर चली आई। काशमीर में बन्धुदत्त नाम के गुरु ने कुमारजीव को बौद्ध दरशन और बौद्ध साहित्य की शास्त्रीय दी। काशमीर में वाल्मीकि हासिल करने के बाद कुमारजीव बीच एशिया के बहुत से देसों की यात्रा करता हुआ कूची वापस चहुँबा। अब वह वसाम एशिया में बौद्ध धर्म का अवरस्त बिद्वान मशहूर हो गया। उसने कूची में वाल्मीकि हासिल करने खोजना। कुमार और बारकंद से बौद्ध प्रचारक आते थे

ये सारे एक सफेद केशों पर सिकड़ों बौद्ध कितबों और मूर्तियों को लाकर चीन लाता था। चीन में शेष का शहाने स्वागत हुआ। सम्राट ने उसके लिए चीन में राजधानी लो-यांग में एक मठ बनवा दिया। इस मठ का नाम "पो-मा-से" यानी "सफेद घोड़े वाला मठ" रखा गया क्योंकि क्रियप अपने सफेद घोड़े पर बैठ कर बौद्ध धर्म का प्रचार करने निकलता था। आज भी चीन में यह मठ कायम है। यही चीन का सबसे पहला बौद्ध मठ कहा जाता है।

चीन के राज दरबार पर क्रियप मर्तगा के प्रचार का गहरा असर पड़ा। बहुत से बड़े बड़े ओहदेदार और सरदार बौद्ध धर्म के प्रचार में मदद करने लगे। जनता में प्रचार शुरू हो गया। क्रियप मर्तगा के चीन पहुंचने के तीन सौ साल बाद बौद्ध धर्म सारे चीन का धर्म बन गया।

कुमारजीव बीच एशिया के कूची देस का एक बौद्ध भिक्षु था। उसके पिता कुमारायन हिन्दुस्तान के एक राजा वजीर थे। कुछ कारनों से उन्होंने वज्जारत छोड़ दी और पामिर पहाड़ से होते हुए बीच एशिया के कूची देस में जाकर बस गए।

कूची के राजा ने कुमा यन का बड़ा स्वागत किया और उन्हें अपना राजगुरु बनाया। कुछ दिनों बाद राजा ने अपनी लड़की जीव की शादी कुमारायन से कर दी। कुमारजीव इसी राजकुमारी से पैदा हुआ। उसके पैदा होने के थोड़े ही दिन बाद जीव बौद्ध भिक्षुनी हो गई और बौद्ध धर्म का प्रचार करने लगी। जब कुमारजीव नौ साल का हुआ तब उसकी मां उसे लेकर काशमीर चली आई। काशमीर में बन्धुदत्त नाम के गुरु ने कुमारजीव को बौद्ध दरशन और बौद्ध साहित्य की शास्त्रीय दी। काशमीर में वाल्मीकि हासिल करने के बाद कुमारजीव बीच एशिया के बहुत से देसों की यात्रा करता हुआ कूची वापस चहुँबा। अब वह वसाम एशिया में बौद्ध धर्म का अवरस्त बिद्वान मशहूर हो गया। उसने कूची में वाल्मीकि हासिल करने खोजना। कुमार और बारकंद से बौद्ध प्रचारक आते थे

بھارت اور چین کا کاپڑی میل

(بھائی بہان چنر)

(2)

(بائی بہان چنر)

(2)

سن 65 عیسوی میں بیچ ایشیا سے ہو کر بھارت سے چین پہنچنے کا راستہ تھا۔ اس راستے پر چاروں طرف بھکشوؤں اور پرچارکوں کا آنا جانا ہوتا تھا۔ بھکشوؤں کو بھکشو کہتے تھے۔ اُس سے لے کر گیارہ سو برس تک بھکشو دھرم کے سکھوں بھارتی بھکشو اور پرچارک چین پہنچے۔ ان لوگوں نے راستے کی دلتوں اور مصیبتوں کا بھی بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا۔ خطرناک پہاڑوں اور سلسلے دیگستانوں کو پار کرتے ہوئے انہوں نے کوتم بدھ کا سندیس چین پہنچایا۔ چین میں انہوں نے چار خاص کام کئے۔

(1) چینی جنم اور چینی راج دربار میں بھکشو کا پرچار کیا۔

(2) بھکشو کی سکھوں کی سنسکرت سے چینی میں انواد کیا اور بہت سی نئی کتابیں خود چینی میں لکھیں۔

(3) چین میں جگہ جگہ بھکشو مٹھ کاایم کیے جن میں چینی بھکشو اور پرچارکوں کو بھکشو کا پرچار کیا۔

(4) بھارت سے آنے والے بھکشو بھکشو کی مورتیاں اور تصویریں لے جا کر چین میں بھکشو کلا کو رواج دیا۔

اس طرح کے بہت سے بھارتی پرچارکوں کا چینی سامنے اور چین کے سرکاری کھنڈروں میں بہان ملتا ہے۔ ان میں سے کچھ مشہور پرچارکوں کا حال ہم نیچے دیتے ہیں۔

کشیپ مہتا—

کشیپ مہتا ایک بھکشو تھا جس کے چین جانے کے بارے میں ایک دلچسپ کہانی مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے سن 65 عیسوی میں چین کے سامراج مینگ-تی نے ایک دن سونے کا بادشاہ بنا دیا۔ اس بادشاہ کے بارے میں سونے کا بادشاہ کی کہانی مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے سن 65 عیسوی میں چین کے سامراج مینگ-تی نے ایک دن سونے کا بادشاہ بنا دیا۔ اس بادشاہ کے بارے میں سونے کا بادشاہ کی کہانی مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے سن 65 عیسوی میں چین کے سامراج مینگ-تی نے ایک دن سونے کا بادشاہ بنا دیا۔ اس بادشاہ کے بارے میں سونے کا بادشاہ کی کہانی مشہور ہے۔

مینگ-تی کا دھرم ہندوستان سے کشیپ مہتا نام کے ایک بھکشو کو اپنے ساتھ چین لے گیا۔ کشیپ مہتا

سن 65 عیسوی میں بیچ ایشیا سے ہو کر بھارت سے چین پہنچنے کا راستہ تھا۔ اس راستے پر چاروں طرف بھکشوؤں اور پرچارکوں کا آنا جانا ہوتا تھا۔ بھکشوؤں کو بھکشو کہتے تھے۔ اُس سے لے کر گیارہ سو برس تک بھکشو دھرم کے سکھوں بھارتی بھکشو اور پرچارک چین پہنچے۔ ان لوگوں نے راستے کی دلتوں اور مصیبتوں کا بھی بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا۔ خطرناک پہاڑوں اور سلسلے دیگستانوں کو پار کرتے ہوئے انہوں نے کوتم بدھ کا سندیس چین پہنچایا۔ چین میں انہوں نے چار خاص کام کئے۔

(1) چینی جنم اور چینی راج دربار میں بھکشو کا پرچار کیا۔

(2) بھکشو کی سکھوں کی سنسکرت سے چینی میں انواد کیا اور بہت سی نئی کتابیں خود چینی میں لکھیں۔

(3) چین میں جگہ جگہ بھکشو مٹھ کاایم کیے جن میں چینی بھکشو اور پرچارکوں کو بھکشو کا پرچار کیا۔

(4) بھارت سے آنے والے بھکشو بھکشو کی مورتیاں اور تصویریں لے جا کر چین میں بھکشو کلا کو رواج دیا۔

اس طرح کے بہت سے بھارتی پرچارکوں کا چینی سامنے اور چین کے سرکاری کھنڈروں میں بہان ملتا ہے۔ ان میں سے کچھ مشہور پرچارکوں کا حال ہم نیچے دیتے ہیں۔

کشیپ مہتا—

کشیپ مہتا ایک بھکشو تھا جس کے چین جانے کے بارے میں ایک دلچسپ کہانی مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے سن 65 عیسوی میں چین کے سامراج مینگ-تی نے ایک دن سونے کا بادشاہ بنا دیا۔ اس بادشاہ کے بارے میں سونے کا بادشاہ کی کہانی مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے سن 65 عیسوی میں چین کے سامراج مینگ-تی نے ایک دن سونے کا بادشاہ بنا دیا۔ اس بادشاہ کے بارے میں سونے کا بادشاہ کی کہانی مشہور ہے۔

مینگ-تی کا دھرم ہندوستان سے کشیپ مہتا نام کے ایک بھکشو کو اپنے ساتھ چین لے گیا۔ کشیپ مہتا

رجمانہ کی وہ کسی بڑے اور عالیشان عجائب گھر میں
 ایک پرانے زمانے کی یادگار کے طور پر اسی طرح جمع
 کر رکھے جانے کے ساتھ اس بار سوڈان کے اس سے پہلے کے
 ہم سے بہتر و زیادہ نئے افسار کرنے والوں نے کسی عجائب گھر
 میں رکھ دیتے ہیں اور ہم سب ایک نواکار ایشور کے ماننے
 والے جسے ہم ایشور اللہ اور لا سب ناموں سے پکار سکتے
 ہیں "سو دھو کتسب کم" یعنی انسانی ہوائی چارے کے ساتھ
 و شولسی بن سکتے ہیں۔ یہی سلامتی کی شامراہ ہے۔ ہائی
 گلیاں پر ہائی کی تلک گلیاں ہیں۔ ہمدوں اس سے بہر
 گندھی جی یاد آ رہے ہیں۔ ان کی اس لائن کے ساتھ ہم
 اس ایک کو بلند کرتے ہیں۔

سب کو سلامتی دے ہو کر ان !

— سندھو لال

12-6-51

سب کو سلامتی دے ہو کر ان !

12. 6. '51.

— سندھو لال

مایا

مایا تُو دیکھ کبھی گوری !
 مہینہ سے تُو کاجر کاری، موہ پیتا کی ڈوری۔
 ہے تو دُرمَن، دوست بٹاؤ
 ہے تو بھوکے، کدے بچاؤ
 کھوٹا ہوا تو بھی مسکائے
 یہ سب ہیں تیری کرتوتیں، بناتی سچی مہوری۔
 ہائے سرکھٹا کا میں سہو
 کبھی سمجھا تجھ کو تھو
 سمجھا چہرے نہا کھو
 چاہو کہا کھسب کا تولے، او کجوری اور کجوری۔
 مایہ ! تیری کبھی مایا
 بھک، پکڑنے بڑا ڈاٹا
 پکڑنا بھر ہاتھوں آیا
 تب بھی تو مہن توڑ نہ پایا، پھروں باندھی ۔
 تھادو موی ناک کا رانا
 سہل ہوا تھرا بھکانا
 میں بن بھٹھا سچا رانا
 یہ کہہ کہہ پردا کرتے پر نقل رہ گئی کوری۔
 کھسب ! مہن ایشور کو دھوکے
 نام لکھ لے لے سو جھوکے
 سچا باندھو تو مانتا تھوکے
 مہن نہ مایہ تجھ کو آئی ہے نہ لکھ کوری۔
 مایا تو دیکھ کبھی گوری ؟

— بھگوان

مایا

مایا تُو دیکھ کبھی گوری ؟
 مہینہ سے تُو کاجر کاری، موہ پیتا کی ڈوری۔
 ہے تو دُرمَن، دوست بٹاؤ
 ہے تو بھوکے، کدے بچاؤ
 کھوٹا ہوا تو بھی مسکائے
 یہ سب ہیں تیری کرتوتیں، بناتی سچی مہوری۔
 ہائے سرکھٹا کا میں سہو
 کبھی سمجھا تجھ کو تھو
 سمجھا چہرے نہا کھو
 چاہو کہا کھسب کا تولے، او کجوری اور کجوری۔
 مایہ ! تیری کبھی مایا
 بھک، پکڑنے بڑا ڈاٹا
 پکڑنا بھر ہاتھوں آیا
 تب بھی تو مہن توڑ نہ پایا، پھروں باندھی ۔
 تھادو موی ناک کا رانا
 سہل ہوا تھرا بھکانا
 میں بن بھٹھا سچا رانا
 یہ کہہ کہہ پردا کرتے پر نقل رہ گئی کوری۔
 کھسب ! مہن ایشور کو دھوکے
 نام لکھ لے لے سو جھوکے
 سچا باندھو تو مانتا تھوکے
 مہن نہ مایہ تجھ کو آئی ہے نہ لکھ کوری۔
 مایا تو دیکھ کبھی گوری ؟

— بھگوان

پہلی وہ بہت ہرست تھی اور میں بہت شگفتہ۔ گرو
 نانک سے لیکر گروگوہند سنگھ تک دسویں سکھ گروؤں کی
 باقی اٹلیں زوروں کے ساتھ ایک ہی سچائی کی کونچ تھیں
 کہ ہم انہیں ہار کہ چکے تھے کہ اگر پنجاب نے بلکہ سارے
 بھارت ورہے نے کھول سکے گروؤں کے اُپدیہوں پر ہی
 نسل کھا ہوتا تو آج یہ دیس روحانی اور دنیاوی دولتوں
 سے مالا مال دنیا بنی ہوتا۔ سوامی دیپالند نے سورتی پوجا
 کو پاپ بتایا ہے اور لنگ پوجا کو جن ہمدوں میں بیان
 کیا ہے انہیں یہاں دھڑلے کی ضرورت نہیں۔ یہی
 اُپدیہ ہیں واجتہ وام موهن رائے نے دیا۔ دیہی کی اس
 سے کی حالت کو دیکھتے ہوئے ہم اور ہمارے چھوٹے بچے
 کے لوگ بھنگوان سے پرارتھنا کرتے ہیں کہ ہمیں وہ ناپاک اور
 ہم سب کے دلوں کو نفرت، غصے اور بدلتے کی ناپاک اور
 باندھے بھانڈوں سے پاک کریں۔ ہماری راج نہتی اونچی
 ہو، پکی ہو، بڑے دل والی ہو، راج نہتی ہو، مانو پوزم
 سے بھری ہو، ہم اور ہمارے بچے لگے ہو! ہمارے
 دل اور جسمانی پرانے ہونے کی وجہ سے اس سے آزاد
 نہیں ہو سکتے اور ہمارے آہٹک تو ملنے والے سامان سب کی

مسلک اور جوئے کا مشہور ہو سکتی ہوگا یا نکلے ہوگا
کو غلط سمجھتے ہیں، آپ کو چلاؤ ہے الگ دیکھتے تو وہ
بمکمل حق پر ہوتے۔

انہاسی پہلو

اس انک میں کسی دوسری جگہ ہم بھالی موہن
سنسکرت سنگھ کا ایک لکھ دوسرے ہندی اخبار سے لوکر
چھاپ رہے ہیں، بھالی موہن سنگھ نے ایک چھوٹا سا
سوال سومناتھ پر مضمون کے حوالے کی انہاسی سچائی
کا بھی اٹھایا ہے۔ یہ سوال ذرا پیچیدہ ہے۔ ہم یہاں
لاہور انڈیا کم دینا چاہتے ہیں کہ مضمون کبھی سومناتھ
پہنچتا بھی یا نہیں اس بات پر بھی انہاس کے کھوجوں
میں کافی مشغول ہیں۔ مشہور مہاراشٹر انہاس کار
شری چلچلا جتلی واپیک وید نے اپنی کتاب ”ہستری
آف ہندو متھول انڈیا“ میں اس سوال کے دونوں پہلوؤں
پر کافی بحث کی ہے۔ ہم مان لیتے ہیں کہ دونوں طرف
کچھ نہ کچھ کہا جا سکتا ہے۔ پر اس میں ذرا بھی شک
نہیں کہ مضمون کے سومناتھ پر حوالے کے سبب سے ہمیں
جنگلی باتیں آوی ہوئی ہیں یا انہاس کی معمولی کتابوں
میں یا دوسری کتابوں میں پائی جاتی ہیں ان میں سے کم
ہے کہ نئے لکھنے والے بالکل بے پلہاد ہیں۔ سومناتھ کے
حوالے سے جو بعض خط ہمارے پاس آئے ہوں ان سے معلوم
ہوتا ہے کہ اس طرح کی ان گنت کہیں وہاں ہر آوی
ہوئی ہوں اور وہاں سے چاروں طرف دیس میں پھیلی
ہوں گئی۔ ان کہوں نے کتھوں کے دلوں میں زہر بھرا اور
پرائے دشمن کو تارہ کہا ہم نہیں کہہ سکتے۔ ہمارے دماغوں
کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ ہم ناول اور ہستری میں بھی
فرق نہیں کر پاتے۔ شری کدھمال ملشی کا ناول ”جے
سومناتھ“ ناول ہی ہے اور ناول ہی بتایا جاتا ہے۔ پر نہ
چائے کتلی محبوب محبوب کہیں اسی ناول کے ادھار پر
مہلے میں انہاس بنکر پھیلیں اور پھیلائی گئیں۔

گندی راجنیتی

سوراشٹر کے راج پر مکھ جام صاحب کے ملہ سے ایک
لکھ بڑی سچائی بات نکل گئی۔ انہوں نے کہا کہ سومناتھ
کا ہر سے ادھار کرنے والوں میں سے کچھ کے لئے سوال نہ
معلوم کا تھا نہ انہاس کا، ان کے لئے سوال تھا راج نہتی کا۔
ہم بڑی سچائی لیکن ہر سے زور کے ساتھ کہ دینا چاہتے ہیں
کہ اس طرح کی راج نہتی ہندی بانچہ اور خود آپ کو
بتایا دینے والی راج نہتی ہے۔ کہا جاتا ہے شری کدھمال
ملشی اس بارے معاملے کے پران تھے۔ پر جہاں تک
پھر کہیں راج نہتی کا سبب ہے ہم انہیں یہ بتا دینا
چاہتے ہیں کہ ہندی جن راج کے پریسیڈنٹ کے لکھ
سے لکھ پلوں کیوں ہوتا مشہور ہیں کہ سومناتھ
کو ملندھ میں جالے اور شہر جی کے پہل ہندی کے

اس آئک میں کسی دوسری جگہ ہم بھالی موہن
سنسکرت سنگھ کا ایک لکھ دوسرے ہندی اخبار سے لوکر
چھاپ رہے ہیں، بھالی موہن سنگھ نے ایک چھوٹا سا
سوال سومناتھ پر مضمون کے حوالے کی انہاسی سچائی
کا بھی اٹھایا ہے۔ یہ سوال ذرا پیچیدہ ہے۔ ہم یہاں
لاہور انڈیا کم دینا چاہتے ہیں کہ مضمون کبھی سومناتھ
پہنچتا بھی یا نہیں اس بات پر بھی انہاس کے کھوجوں
میں کافی مشغول ہیں۔ مشہور مہاراشٹر انہاس کار
شری چلچلا جتلی واپیک وید نے اپنی کتاب ”ہستری
آف ہندو متھول انڈیا“ میں اس سوال کے دونوں پہلوؤں
پر کافی بحث کی ہے۔ ہم مان لیتے ہیں کہ دونوں طرف
کچھ نہ کچھ کہا جا سکتا ہے۔ پر اس میں ذرا بھی شک
نہیں کہ مضمون کے سومناتھ پر حوالے کے سبب سے ہمیں
جنگلی باتیں آوی ہوئی ہیں یا انہاس کی معمولی کتابوں
میں یا دوسری کتابوں میں پائی جاتی ہیں ان میں سے کم
ہے کہ نئے لکھنے والے بالکل بے پلہاد ہیں۔ سومناتھ کے
حوالے سے جو بعض خط ہمارے پاس آئے ہوں ان سے معلوم
ہوتا ہے کہ اس طرح کی ان گنت کہیں وہاں ہر آوی
ہوئی ہوں اور وہاں سے چاروں طرف دیس میں پھیلی
ہوں گئی۔ ان کہوں نے کتھوں کے دلوں میں زہر بھرا اور
پرائے دشمن کو تارہ کہا ہم نہیں کہہ سکتے۔ ہمارے دماغوں
کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ ہم ناول اور ہستری میں بھی
فرق نہیں کر پاتے۔ شری کدھمال ملشی کا ناول ”جے
سومناتھ“ ناول ہی ہے اور ناول ہی بتایا جاتا ہے۔ پر نہ
چائے کتلی محبوب محبوب کہیں اسی ناول کے ادھار پر
مہلے میں انہاس بنکر پھیلیں اور پھیلائی گئیں۔

سوراشٹر کے راج پر مکھ جام صاحب کے ملہ سے ایک

لکھ بڑی سچائی بات نکل گئی۔ انہوں نے کہا کہ سومناتھ
کا ہر سے ادھار کرنے والوں میں سے کچھ کے لئے سوال نہ
معلوم کا تھا نہ انہاس کا، ان کے لئے سوال تھا راج نہتی کا۔
ہم بڑی سچائی لیکن ہر سے زور کے ساتھ کہ دینا چاہتے ہیں
کہ اس طرح کی راج نہتی ہندی بانچہ اور خود آپ کو
بتایا دینے والی راج نہتی ہے۔ کہا جاتا ہے شری کدھمال
ملشی اس بارے معاملے کے پران تھے۔ پر جہاں تک
پھر کہیں راج نہتی کا سبب ہے ہم انہیں یہ بتا دینا
چاہتے ہیں کہ ہندی جن راج کے پریسیڈنٹ کے لکھ
سے لکھ پلوں کیوں ہوتا مشہور ہیں کہ سومناتھ
کو ملندھ میں جالے اور شہر جی کے پہل ہندی کے

ہے اور نہ ضرور اندیشی۔ ہم نہیں مانتے کہ راجندر بابو کا اشارہ بھارت کے مسلمانوں کی طرف تھا۔ تو پھر کہا یہ لٹکار سمے کو تھی، زمانے کی گردش کو تھی؟ فقرے سے کچھ ایسی ہی بھٹک مارتی ہے۔ لیکن اگر ایسا ہے تو ہم راجندر بابو اور انکے وچار کے لوگوں کو بڑے آدر اور ندرت کے ساتھ بتا دینا چاہتے ہوں کہ یہ لٹکار نکمی اور تھوڑی ہے۔ سمے آگے کو بڑھ رہا ہے۔ چار دن کے لئے ہم اپنی پچھ گھڑی، حرکتوں سے خوش بہلے ہی ہو جائیں، سمے کی گنتی نہیں بدل سکتی۔ ماسدروں اور مسجدوں کے زمانے لد گئے۔ زمانہ انہوں پہ چھڑ چھڑ چکا۔ خاص کر اگر مانو سماج کو مادی یا روحانی ترقی کے میدانوں میں آگے چوکھریاں بھرنی ہیں تو اسے موتی پوجا اور لنگ پوجا سے اوپر اٹھنا ہوگا۔ بھارت کو بھی آگے بڑھنا ہے۔ پھر سے مہان بلکہ پہلے سے کہیں اٹھک مہان ہونا ہے، اور اس آگے بڑھنے میں کسی پراچھن تم زمانے کی ان روزیوں کو ایک پرانے غلط خواب کی طرح پھچھ چھڑ جانا ہے۔ ہم راجندر بابو کو اس فقرے کے لئے بدھائی نہیں دے سکتے اس فقرے کو پڑھنے کے بعد اگر کوئی یہ سوچنے لگے کہ راجندر بابو کی پرانے زخموں کو ہرا نہ کرنے کی بات اُنکا زخموں پر نہک چھڑکا تھی تو ہوں اسے اس غلط فہمی کے لئے معاف ہی کر دینا پڑے گا۔

غیر مورثی پوجکوں کے ساتھ زیادتی

اگر بھارت کے کچھ سچے شیو بھکت سومناٹھ کے ماسدروں کو یا کسی بھی ایسے ماسدر کو پھر سے بلواتے اور ایسا آدر پرکٹ کرنے کے لئے راجندر بابو کو یا کسی بھی ذمہ دار سرکاری افسر کو وہاں بلاتے اور وہ وہاں چلا جاتا، آدر سے بیٹھایا جاتا، تو ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ پر سومناٹھ میں جو کچھ کہا گیا وہ کچھ اور ہی تھا۔ جن صوبوں اور یونیورسٹیوں سے اُن کے چلنے والے نمائندے بلائے گئے وہ کہا کیوں اُن کا آدر درشالے کے لئے یا سب صوبہ سرکاروں اور یونیورسٹیوں کو اس "راشتری" (۹) کام میں پتی دار ثابت کرنے کے لئے؟ جو لوگ مورثی پوجا کو ٹھیک مانتے ہیں انہیں نجی حیثیت سے پورا حق ہے کہ ایسے کام میں سہوگ دیں۔ پر جو ٹھیک نہیں مانتے — اور ہم خود مورثی پوجا کو ٹھیک نہیں مانتے، آریہ سماجی، مسلمان، پروٹسٹنٹ عیسائی اور برہم سماجی کوئی ٹھیک نہیں مانتے — انہیں ایسا نمائندہ اس کام کے لئے چلنے کو کہوں کہا گیا ہے؟ اگر یہ حکم سرکاری حکم تھا تو ہم کسی طرح بھی نہیں سمجھ سکتے کہ کوئی سیکولر سرکار اس طرح کا حکم کھسے دے سکتی ہے؟ ہمیں اس بات کے کہنے میں ذرا بھی مشکوک نہیں کہ جس سے یونیورسٹیوں کے نمائندے چلے جا رہے تھے اس وقت اگر یونیورسٹی کے آریہ سماجی،

گور مूर्تی پوجکوں کے ساتھ زیادتی

اگر بھارت کے کچھ سچے شیو بھکت سومناٹھ کے ماسدروں کو یا کسی بھی ایسے ماسدر کو پھر سے بلواتے اور ایسا آدر پرکٹ کرنے کے لئے راجندر بابو کو یا کسی بھی ذمہ دار سرکاری افسر کو وہاں بلاتے اور وہ وہاں چلا جاتا، آدر سے بیٹھایا جاتا، تو ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ پر سومناٹھ میں جو کچھ کہا گیا وہ کچھ اور ہی تھا۔ جن صوبوں اور یونیورسٹیوں سے اُن کے چلنے والے نمائندے بلائے گئے وہ کہا کیوں اُن کا آدر درشالے کے لئے یا سب صوبہ سرکاروں اور یونیورسٹیوں کو اس "راشتری" (۹) کام میں پتی دار ثابت کرنے کے لئے؟ جو لوگ مورثی پوجا کو ٹھیک مانتے ہیں انہیں نجی حیثیت سے پورا حق ہے کہ ایسے کام میں سہوگ دیں۔ پر جو ٹھیک نہیں مانتے — اور ہم خود مورثی پوجا کو ٹھیک نہیں مانتے، آریہ سماجی، مسلمان، پروٹسٹنٹ عیسائی اور برہم سماجی کوئی ٹھیک نہیں مانتے — انہیں ایسا نمائندہ اس کام کے لئے چلنے کو کہوں کہا گیا ہے؟ اگر یہ حکم سرکاری حکم تھا تو ہم کسی طرح بھی نہیں سمجھ سکتے کہ کوئی سیکولر سرکار اس طرح کا حکم کھسے دے سکتی ہے؟ ہمیں اس بات کے کہنے میں ذرا بھی مشکوک نہیں کہ جس سے یونیورسٹیوں کے نمائندے چلے جا رہے تھے اس وقت اگر یونیورسٹی کے آریہ سماجی،

इसने इस मौके पर ब्रह्माहत्या के ही एक मन्दिर का
 भिक्षा वाद आ रहा है, तीस बरस पहले की बात है
 कुछ जोशीले लोग कट्टर धनातनिषों के एक मन्दिर में
 कुछ हरिजनों को जबरदस्ती जलूस बना कर ले गए, पुरो-
 हित ने देख लिया कि हठ करने से काम नहीं चलेगा,
 उसने प्रबाष्ठा खोल दिया, हरिजनों ने दर्शन किये, जीत
 की खुशी में सब लौट आए, उसके बाद पुरोहित जी ने
 गंगा जल के कलसे मंगा कर सारे मन्दिर को फिर से उसी
 तरह धो डाला जिस तरह अगर कोई जानवर वहाँ मैला
 कर जाता तो करना पड़ता,

राजेन्द्र बाबू की तकरीर का एक फिकरा उत्तर भारत के हिन्दी बरतू अखबारों ने बड़े बड़े मोटे हरफों में छापा है . वह यह है—“आज अपनी राख में से दोबारा खड़ा हो कर सोमनाथ का यह मन्दिर मानो दुनिया से ललकार कर कह रहा है कि इस दुनिया का कोई आदमी और कोई ताकत उस चीज को मिटा नहीं सकती जिसके लिये लोगों के दिलों में बेअंत भद्रा और प्रेम है.”

انہیں اس موقع پر الہ آباد کے ہی ایک مندر کا قصد
 پدا آ رہا ہے۔ تیس برس پہلے کی بات ہے۔ کچھ درویشوں
 وگت گھر سفارتوں کے ایک مندر میں کچھ ہرج و مرجوں کو
 پرستنی چلوس بنا کر لے گئے۔ پر رھت لے دیکھ لیا کہ
 بت کرنے سے کام نہیں چلے گا۔ اُس نے دروازہ کھول دیا۔
 درویشوں نے درشن گئے۔ جھٹ کی خوشی میں سب
 چھوٹے آئے۔ اُس کے بعد پر رھت جی نے گنگا جل کے
 لمبے مندر کے سارے مندر کو پھر سے اسی طرح دھو ڈالا
 جس طرح اگر کوئی جانور وہاں میلا کر جانا تو کرنا پوتا۔

واجلندو بابو کی تقریر کا ایک فقرہ اتر بھارت کے ہندو
اردو اخباروں نے بڑے بڑے موٹے حروفوں میں چھاپا ہے ۔
” یہ ہے ۔۔۔ “ آج ایڈی رائٹ میں سے دوبارہ کھڑا ہو کر
سوملناتھ کا یہ ملحد مانو دنیا سے لٹکا کر کہہ رہا ہے کہ اِس
دُنیا کا کوئی آدمی اور کوئی طاقت اُس چیز کو مٹا نہیں
سکتی جسکے لئے لوگوں کے دلوں میں یہ اِنت شہدہا اور
جہم ہے ۔“

جن کا ہوا وہاں بکھلا گیا۔" گاंधی جی کی اس بارے میں رائے ہمیں بالکل سی طرح معلوم ہے۔ ان سے ہماری کئی بات چیت ہوئی۔ اور ان سے بھی ہماری موجودگی میں ہوئی۔ گاندھی جی کی آگیا سے ہی ہم نے سول سٹریٹ پر وہ لوگوں کو لکھ کر جو "ہریجن" میں چھپے ہوئے ہیں۔ اس مسئلہ پر اور ادھک لکھنے کا ہمیں سے نہ مل سکا۔ گاندھی جی کی رائے یہ نہیں تھی کہ سول سٹریٹ کا مندر لوگوں کے چاندوں سے بنایا جائے اور سرکار اس میں اس طرح سے سپریم دے جس طرح دیا گیا ہے۔ ہم پوری ذمہ داری کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ سول سٹریٹ میں جو کچھ ہوا وہ گاندھی جی کی رائے کے مطابق نہیں ہوا اور ہر لوگ اس سے سن کر گاندھی جی کی آتما سلسلہ نہیں ہو سکتی۔

اس مضمون پر اور अधिक लिखने का हमें समय न मिल सका. गांधी जी की राय यह नहीं थी कि सोमनाथ का मन्दिर लोगों के चन्दों से बनाया जाय और सरकार उसमें इस तरह से सहयोग दे जिस तरह दिया गया है. हम पूरी जिम्मेवारी के साथ कह सकते हैं कि सोमनाथ में जो कुछ हुआ वह गांधी जी की राय के मुताबिक नहीं हुआ और परलोक में उसे सुनकर गांधी जी की आत्मा सन्तुष्ट नहीं हो सकती.

एक बार बहुत पहले गांधी जी से हमारी इस बारे में भी बात थी कि देश में मन्दिरों और मसजिदों की तादाद अचरित से ज्यादा है. गांधी जी की साफ राय थी कि हर धर्म वालों को इस बात की आजादी होना चाहिये कि वह जब भी अपना कोई नया मन्दिर, मसजिद या गिरजा बनाना चाहें तो बना सकें या पुराने की मरम्मत करना चाहें तो कर सकें. पर उनकी अपनी इच्छा यही थी कि इन अलग अलग पूजा बन्दगी के स्थानों की तादाद कम ही हो और कम ही रहे तो अच्छा है.

सुधार का धोका

दुनिया को बड़ी बहादुरी के साथ यह भी बताया गया है कि कट्टर सनातनियों को नाराज करके सोमनाथ के इस मामले में बड़े बड़े सुधार किये गए हैं. मन्दिर हरिजनों के लिये खुला रहेगा, और हिन्दू भी मन्दिर में जा सकेंगे वगैरह. पर और हिन्दुओं और हरिजनों के मन्दिर में जा सकने और सोमनाथ बाबा के दर्शन कर सकने का रिवाज तो बहुत पुराना रिवाज है. उस मन्दिर के तीन हिस्सों में से बाहर का हिस्सा हमेशा सब के लिये खुला रहा है. हमें यह भी याद रखना चाहिये कि राजेन्द्र बाबू ने जिस मूर्ति के ऊपर से सोने की पिन हटाई वह 11 मई को सनातन रिवाज के मुताबिक अभी बेजान पत्थर थी, देवता नहीं. अभी वह राज मजदूरों के हाथों में थी, देवता का बरसा अभी उस में नहीं हुआ था. अभी उसकी प्राण प्रतिरठा होनी बाकी थी. प्राण प्रतिरठा के बाद मूर्ति देवता बनती है. प्राण प्रतिरठा केवल ब्राह्मण पुरोहित ही करेगा. उसमें कोई और ब्राह्मण चाहे वह भारत का प्रेसीडेन्ट हो और चाहे कांग्रेस का सदस्य हाथ न लगा सकेगा. इसलिये यह जो सनातन रिवाज में सुधार की बातें दुनिया से कही जा रही हैं इसमें असत्यता नहीं के बराबर है.

ایک بار بہت پہلے گاندھی جی سے ہماری اس بارے میں بھی بات چیت ہوئی تھی کہ دیس میں مندروں اور مسجدوں کی تعداد ضرورت سے زیادہ ہے۔ گاندھی جی کی صاف رائے تھی کہ ہر دھرم والوں کو اس بات کی آزادی ہونی چاہئے کہ وہ جب بھی اپنا کوئی نیا مندر، مسجد یا گرجا بنانا چاہیں تو بنا سکیں یا پرانے کی مرمت کرنا چاہیں تو کر سکیں۔ پھر ان کی اپنی اچھا یہی تھی کہ ان الگ الگ پوجا بندگی کے سٹھانوں کی تعداد کم ہی ہو اور کم ہی رہے تو اچھا ہے۔

سدھار کا دھوکا

دنیا کو بڑی بہادری کے ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کٹر سناٹھیوں کو ناراض کر کے سول سٹریٹ کے اس معاملے میں بڑے بڑے سدھار کئے گئے ہیں. مندر ہریجنوں کے لئے کھلا رہے گا، فہر ہندو بھی مندر میں جا سکیں گے وغیرہ. پھر ہندوؤں اور ہریجنوں کے مندر میں جاسکیں اور سول سٹریٹ بابا کے درشن کر سکیں گا رواج تو بہت پرانا رواج ہے. اس مندر کے تین حصوں میں سے باہر کا حصہ ہمیشہ سب کے لئے کھلا رہا ہے. ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ راجندر بابو نے جس مورتی کے اوپر سے سونے کی پین ہٹائی وہ 11 مئی کو سناٹن رواج کے مطابق ابھی بھجان پتھر تھی، دیوتا نہیں. ابھی وہ رواج مژدوروں کے ہاتھوں میں تھی، دیوتا کا بارسا ابھی اس میں نہیں ہوا تھا. ابھی اس کی پران پر تشٹھا ہونی باقی تھی. پران پر تشٹھا کے بعد مورتی دیوتا بنتی ہے. پران پر تشٹھا کھول براہمن پر وھت ہی کرے گا. اس میں کوئی فہر براہمن چاہے وہ بھارت کا پریسیڈنٹ ہو اور چاہے کانگریس کا صدر ہانہ نہ لاسکے گا. اس لئے یہ جو سناٹن رواج میں سدھار کی باتیں دنیا سے کہی جا رہی ہیں ان میں اصلیت نہیں کے برابر ہے.

कर चुकी है. इस पर भी कहा जा सकता है कि एक तौर जानिबदार सरकार भी किसी भी धर्म के मंदिरों, मसजिदों, गिरजाओं या गुरुद्वारों को इस तरह जमीनें दे सकती है. हम यह पूछना नहीं चाहते कि सौराष्ट्र सरकार ने अपने राज के ईसाइयों, मुसलमानों, पारसियों या दूसरे धर्म वालों के पाक स्थानों को अब तक कितनी जमीनें दीं. पर हम जरा और आगे बढ़ें. क्या हम सबमुच ठंडे दिल से यह कह सकते हैं कि सौराष्ट्र सरकार या भारत सरकार का इस सोमनाथ के मामले से कोई सम्बन्ध नहीं? राजेन्द्र बाबू वहाँ भारत के प्रेसीडेंट की हैसियत से गए थे या एक बहुत बड़े शैव की हैसियत से? कांग्रेस प्रेसीडेंट वहाँ क्या केवल अपनी निजी हैसियत से ही मौजूद थे? सौराष्ट्र के राज प्रमुख और बड़े बच्चीर यानी वहाँ की सरकार के दोनों बड़े अफसर क्या उस सूबे के सब से बड़े शिव भक्त भी हैं और क्या वह केवल इसी हैसियत से आगे आगे हिस्सा ले रहे थे? और फिर भारत के तमाम सूबों से सब सरकारों और युनिवर्सिटियों के प्रतिनिधि वहाँ किस हैसियत से और किसके हुकुम से बुलाए गए थे? और आगे बढ़िये. दुनिया भर के चौहत्तर देशों से जो जगह जगह की मिट्टी और बनस्पति मंगाई गई वह किसके हुकुम से? जापान जैसे देश के भारती राजदूत या उसके अमले वालों ने जो वहाँ से कूजी पहाड़ की मिट्टी और बनस्पति लेकर भेजी वह किसके हुकुम से और क्यों? यह एक जानने की चीज है कि भारत सरकार, सूबों की सरकारों और विदेशों में हमारे राजदूतों ने इस सारे मामले में क्या खर्च किया और किसके हुकुम से किया. आखिर सोमनाथ के मन्दिर का हमारे विदेशी विभाग के साथ क्या सम्बन्ध है? एक सौ एक तोपें क्या किसी और धर्म के मसजिद, गिरजा या गुरुद्वारे के पुनरुद्धार में भी छोड़ी गई या छोड़े जाने की तजवीज है? हम नहीं कह सकते कि भारत सरकार का मंत्रिमंडल इस काम के लिये कहाँ तक जिम्मेवार है. हमें यह भी नहीं मालूम कि ऐसे मामलों में प्रेसीडेंट के लिये मंत्रिमंडल से या प्रधान मंत्री से सलाह कर लेना कहाँ तक जरूरी है या नहीं है. लेकिन इसमें कोई शक नहीं कि जो लोग देश के बहुगिनत लोगों के धर्म को खोब तानकर किसी न किसी रूप में भारत का राष्ट्रीय धर्म बनाने के चक्कर में हैं उन्हें हमारी सरकारों को इस काम के अन्दर घसीट लेने में एक बार पूरी कामयाबी मिली है.

गांधी जी और सोमनाथ

श्री० मुंशी ने ठीक कहा है कि "सरदार वल्लभ भाई पटेल सोमनाथ के मंदिर को सरकारी खर्च पर फिर से बनवाना चाहते थे पर गांधी जी के विरोध करने पर

रुकी है. इस पर भी कहा जा सकता है कि एक तौर जानिबदार सरकार भी किसी भी धर्म के मंदिरों, मसजिदों, गिरजाओं या गुरुद्वारों को इस तरह जमीनें दे सकती है. हम यह पूछना नहीं चाहते कि सौराष्ट्र सरकार ने अपने राज के ईसाइयों, मुसलमानों, पारसियों या दूसरे धर्म वालों के पाक स्थानों को अब तक कितनी जमीनें दीं. पर हम जरा और आगे बढ़ें. क्या हम सबमुच ठंडे दिल से यह कह सकते हैं कि सौराष्ट्र सरकार या भारत सरकार का इस सोमनाथ के मामले से कोई सम्बन्ध नहीं? राजेन्द्र बाबू वहाँ भारत के प्रेसीडेंट की हैसियत से गए थे या एक बहुत बड़े शैव की हैसियत से? कांग्रेस प्रेसीडेंट वहाँ क्या केवल अपनी निजी हैसियत से ही मौजूद थे? सौराष्ट्र के राज प्रमुख और बड़े बच्चीर यानी वहाँ की सरकार के दोनों बड़े अफसर क्या उस सूबे के सब से बड़े शिव भक्त भी हैं और क्या वह केवल इसी हैसियत से आगे आगे हिस्सा ले रहे थे? और फिर भारत के तमाम सूबों से सब सरकारों और युनिवर्सिटियों के प्रतिनिधि वहाँ किस हैसियत से और किसके हुकुम से बुलाए गए थे? और आगे बढ़िये. दुनिया भर के चौहत्तर देशों से जो जगह जगह की मिट्टी और बनस्पति मंगाई गई वह किसके हुकुम से? जापान जैसे देश के भारती राजदूत या उसके अमले वालों ने जो वहाँ से कूजी पहाड़ की मिट्टी और बनस्पति लेकर भेजी वह किसके हुकुम से और क्यों? यह एक जानने की चीज है कि भारत सरकार, सूबों की सरकारों और विदेशों में हमारे राजदूतों ने इस सारे मामले में क्या खर्च किया और किसके हुकुम से किया. आखिर सोमनाथ के मन्दिर का हमारे विदेशी विभाग के साथ क्या सम्बन्ध है? एक सौ एक तोपें क्या किसी और धर्म के मसजिद, गिरजा या गुरुद्वारे के पुनरुद्धार में भी छोड़ी गई या छोड़े जाने की तजवीज है? हम नहीं कह सकते कि भारत सरकार का मंत्रिमंडल इस काम के लिये कहाँ तक जिम्मेवार है. हमें यह भी नहीं मालूम कि ऐसे मामलों में प्रेसीडेंट के लिये मंत्रिमंडल से या प्रधान मंत्री से सलाह कर लेना कहाँ तक जरूरी है या नहीं है. लेकिन इसमें कोई शक नहीं कि जो लोग देश के बहुगिनत लोगों के धर्म को खोब तानकर किसी न किसी रूप में भारत का राष्ट्रीय धर्म बनाने के चक्कर में हैं उन्हें हमारी सरकारों को इस काम के अन्दर घसीट लेने में एक बार पूरी कामयाबी मिली है.

होती थी और सोमनाथ

श्री० मुंशी ने ठीक कहा है कि "सरदार वल्लभ भाई पटेल सोमनाथ के मंदिर को सरकारी खर्च पर फिर से बनवाना चाहते थे पर गांधी जी के विरोध करने पर

بیرباس اور ان کلموں پر کایم ہیں جن پر ہم
 اننت یگوں سے قائم چلے آ رہے ہیں..... یہ مشہور
 ایتھاسی مندر ہمارے سناتن وھواس کی ایک نشانی
 ہے جسے پھر سے پورے چوہی کے ساتھ قائم کرنے کا کام ہم
 اپنے اوپر لے رہے ہیں۔“

جاہر ہے راجندر بابو اور انکے ساتھی کسی ہوتے
 سے کی 'راج کاجی اور سماجی حالتوں' کو پھر سے لانا
 چاہ رہے ہوں یا نہ چاہ رہے ہوں کم سے کم اس ہوتے
 زمانے کی دھارمک حالتوں' خاص کر شیواہمک کی
 ستمایا اور اُسکی پوجا کو وہ پورے چرہ کے ساتھ قائم
 کرنا چاہ رہے ہیں۔

پورانے جڑموں کو ہرا کرنا

دوسری مہر کے کی بات راجندر بابو نے اوپر کے فقرے
 میں یہ کہی ہے کہ وہ پورانے زخموں کو ہرا کرنا نہیں
 چاہتے۔ ہم ان کی بات مان لیتے ہیں۔ پھر بھی اس
 فقرے کو پڑھکر ہموں چھوڑانی اور دکھ ہوا۔ ہمارے
 دل میں راجندر بابو کی عزت ہے، ہمیں ان سے پریم
 ہے، ہم انہیں اپنا بھائی مانتے ہیں۔ ہم انہوں سے
 اپیل کرنا چاہتے ہیں کہ وہ بھارت کے کسی حصے میں
 دورہ کر کے اور عام جگہ میں ملکر دیکھیں یا مٹی مہملے
 کے ہسی بھاشاؤں کے اخباروں کی فائلوں کو آنت پلٹ
 کر دیکھیں اور پھر تھمتے دل سے بتاویں کہ سومناہ
 کے اس نئے اددھار سے کوئی پورا زخم ہرا ہوا یا نہیں
 اور ہوا تو کس درجے تک۔ ہم یہ سمجھ ہی نہیں سکتے
 کہ اس ساری گھٹنا سے کوئی کسی دوسرے نتیجے کی
 آشا کھسے کر سکتا تھا۔

سرکار کی ذمہ داری

دوسری مہر کے کی بات راجندر بابو نے اوپر کے فقرے
 میں یہ کہی ہے کہ وہ پورانے زخموں کو ہرا کرنا نہیں
 چاہتے۔ ہم ان کی بات مان لیتے ہیں۔ پھر بھی اس
 فقرے کو پڑھکر ہموں چھوڑانی اور دکھ ہوا۔ ہمارے
 دل میں راجندر بابو کی عزت ہے، ہمیں ان سے پریم
 ہے، ہم انہیں اپنا بھائی مانتے ہیں۔ ہم انہوں سے
 اپیل کرنا چاہتے ہیں کہ وہ بھارت کے کسی حصے میں
 دورہ کر کے اور عام جگہ میں ملکر دیکھیں یا مٹی مہملے
 کے ہسی بھاشاؤں کے اخباروں کی فائلوں کو آنت پلٹ
 کر دیکھیں اور پھر تھمتے دل سے بتاویں کہ سومناہ
 کے اس نئے اددھار سے کوئی پورا زخم ہرا ہوا یا نہیں
 اور ہوا تو کس درجے تک۔ ہم یہ سمجھ ہی نہیں سکتے
 کہ اس ساری گھٹنا سے کوئی کسی دوسرے نتیجے کی
 آشا کھسے کر سکتا تھا۔

سرکار کی ذمہ داری

شری کے ایم۔ منشی نے کشورلال بھائی کے نام
 اپنے خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ "یہ کام سرکار کی طرف
 سے نہیں ہو رہا ہے بلکہ مندر کو ہلانے اور سومناہ
 کی مورتی کو پھر سے قائم کرنے کا سارا خرچ ایک ٹرسٹ
 سے کیا جا رہا ہے جو عام چندوں سے قائم ہوا ہے۔" ہو
 سکتا ہے سوراشر سرکار نے اصلی دھارمک رسم کے لئے
 کچھ خرچ نہ کیا ہو۔ لیکن شری منشی ہی کے انرسار
 سرکار نے چاروں طرف سے سڑکوں کی مرمت کروانے میں
 ان پر درشلی اور جگہ جگہ پانی کا انتظام کرنے میں
 اور پاتریوں کو سب طرح کی سہولتیں دینے میں
 تو دلچسپی خرچ کیا۔ اس پر کہا جاتا ہے کہ سرکار اس
 طرح کا انتظام سب مہلوں تھلوں پر کرتی ہو ہے۔
 پر جام صاحب نے جو سوراشر کے راج پر مکہ میں
 یہ بھی اعلان کیا کہ سرکار صارتوں وغیرہ کے علاقہ ایک
 سروس ایکو پھلوں کی زمین اور دو سو ایتھاسی ایکڑ
 کھیتی کے قابل زمین نئے مندر کو دینے کا فیصلہ

इस बात का जवाब देते हुए उन्होंने कहा कि हमें अपने अंदर से भी इस गैर जातिवादी के अस्तित्व को निभाहना चाहते हैं।

कुछ दिन हुए हमने अंगरेजी के अखबार 'आरगे-
नाइजर', में, जो आर० एच० एस० का अखबार सम्पा-
जता है, एक लेख पढ़ा था जिसमें यह बताया गया था
कि "राष्ट्रीय स्वयं सेवक संघ केवल हिन्दुओं का राज नहीं
चाहता, वह किसी एक धर्म वालों का राज नहीं चाहता,
यह यह भी नहीं चाहता कि हमारे राज में किसी के साथ
धर्म की बिना पर किसी तरह की कोई रु रियायत की जावे
या किसी धर्म वालों के साथ किसी मामले में भी किसी
तरह का भेद भाव बरता जावे, वह चाहता है कि देश की
सरकार इस मामले में बिल्कुल गैर जानिबदार हो और
सब धर्म वालों के साथ सब बातों में एक बराबर बरताव
हो, सब को एक से मौके दिये जावें और सब के बराबर के
इक हों, बगैरा।" यह हमने उस लेख के एक हिस्से का निचोड़
अपने शब्दों में याददाश्त से देने की कोशिश की है. हमें
'आरगेनाइजर' के इस लेखक की नियत में शक नहीं. वह
जो जी से चाहता था वही उसने लिखा.

केवल नेक इरादे काफ़ी नहीं

पर इस दुनिया में, जो इनसानों और कौमों दोनों के लिये एक कठिन आज़माइश की जगह है, केवल नेक हरादों से काम नहीं चल सकता. अंगरेज़ी की एक मशहूर कहावत है—“नरक का रास्ता नेक इरादों से पटा पड़ा है” हम में से हर एक को अपने हर काम और उसके अच्छे बुरे नतीजों पर हर पहलू से गौर करना होगा, और अपने कामों के ह्रुदरती नतीजों की जिम्मेवारी अपने ऊपर लेनी होगी.

राजेन्द्र बाबू ने वसी तक्ररीर में एक जगह कहा है कि "मैं इस बात को साफ कर देना चाहता हूँ कि इन जलसों का न यह मतलब है न हो सकता है कि हम अपने देश में किसी पुराने जमाने की राजकाजी और समाजी हालतों को फिर से क्रायम करना चाह रहे हैं, न इसका यह मतलब है कि हम उस दिमागी या जिसमानी जखम को फिर से हरा करना चाह रहे हैं जिसे समय ने अपने आप भर दिया था."

पुराने ज़माने को फिर से लाना

जहाँ तक राजकाजी और समाजी हालतों का सम्बन्ध है, सचमुच के कोशिश करने पर भी किसी भीते जमाने की सब राजकाजी और समाजी हालतें फिर से नहीं आ सकतीं. समय की गति किसी के रोके नहीं रुक सकती. पर राजेन्द्र बाबू ही ने आगे चल कर कहा है—“यहाँ हमारा मकसद सिर्फ नए सिरे से यह पेशान करना है कि इस उस

اس فیض کو دھرم نے سنبھالا جس پر وہی طرح ہرگز نہیں
یعنی سکندر رکھنا چاہتے ہیں اور آپ عیسیٰ علیہ السلام
اس فیہر جانبداری کے اصول کو نبھانا چاہتے ہیں۔
کچھ دن ہوئے ہم نے انگریزی کے اخبار ’ارگنائزر‘
میں ’جو آر۔ ایس۔ ایس۔ کا اخبار سمجھا جاتا ہے‘
ایک لیکچر پڑھا تھا جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ
’’رائٹری سریم سہوک سنگھ کھول ہندوؤں کا راج نہیں
چاہتا۔ وہ کسی ایک دھرم والوں کا راج نہیں چاہتا۔
وہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ ہمارے راج میں کسی کے
ساتھ دھرم کی بنا پر کسی طرح کی کوئی دو رعایت کی
جاوے یا کسی دھرم والوں کے ساتھ کسی معاملے میں
بھی کسی طرح کا بہیدہواہو برتا جاوے‘ وہ چاہتا ہے
کہ فیض کی سرکار اس معاملے میں بالکل فیہر جانبدار
ہو اور سب دھرم والوں کے ساتھ سب باتوں میں ایک
برابر برتاوہو‘ سب کو ایک سے موقوف دیئے جاویں
اور سب کے برابر کے حق ہوں‘ وغیرہ۔‘ یہ ہم نے اُس
لیکچر کے ایک حصے کا انچور آپے شبندوں میں یادداشت سے
دیئے کی کوشش کی ہے۔ ہمیں ’ارگنائزر‘ کے اُس
لیکچر کی نیت میں شک نہیں۔ وہ جو جی سے
چاہتا تھا وہی اُس نے لکھا۔

کہول نہک اِرادے کافی نہیں

پر اس دنیا میں، جو انسانوں اور قوموں دونوں کے لئے ایک کٹھن آزمائش کی جگہ ہے، کھول نہک ارادوں سے کام نہیں چل سکتا۔ انگریزوں کی ایک مشہور کہاوت ہے—”نریک کا راستہ نہک ارادوں سے پکا ہوا ہے“ ہم میں سے ہر ایک کو اپنے ہر کام اور اُسکے اچھے برے نتیجوں پر ہر پہلو سے غور کرنا ہوگا اور اپنے کاموں کے قدرتی نتیجوں کی ذمہ داری اپنے اوپر لینی ہوگی۔

راجندر بابو نے اسی تقریر میں ایک جگہ کہا ہے کہ "میں اس بات کو صاف کر دینا چاہتا ہوں کہ ان جلسوں کا نہ یہ مطلب ہے نہ ہوسکتا ہے کہ ہم اپنے دیہیوں میں کسی پرانے زمانے کی راج کاجی اور سماجی حالتوں کو پھر سے قائم کرنا چاہ رہے ہوں، نہ اس کا یہ مطلب ہے کہ ہم اس دماغی یا جسمانی زخم کو پھر سے ہرا کرنا چاہ رہے ہوں جسے سے نے اپنے آپ پر دیا تھا۔"

ہر آلے زمانے کو پھر سے لانا

جہاں تک راج گاجی اور ساجی حالتوں کا سہید ہے
 اس سے پہلے کہ وہ کسی کو بھی نہیں دیکھا تھا۔
 راج گاجی اور ساجی حالتوں پر وہ نہیں آسکتا تھا۔
 اس کی گتھی کسی کے روکے نہیں رکھ سکتی۔ پر راج گاجی
 ہمارے ہی نے اگے چل کر کہا ہے۔ ”یہاں ہمارا مقصد
 صرف نیک سے یہ اعلان کرنا ہے کہ ہم اس

سومناٹھ فیر

11 مئی '51 کو سومناٹھ کے فیر سے واپس کا مہلا ہو گیا۔ مئی کے 'نیا ہینڈ' میں ہم اس بارے میں اپنی راہ دہی کے ہیں۔ اس کے بعد ہم نے راجندر بابو کی سرمدانہ کی تقریر کو آواز بھائی کشورلال مشرووڑا کے نام شری کے ایم۔ منشی کے اس خط کو جو 5 مئی کے 'ہریجن' میں چھپا ہے اور جس میں انہوں نے کچھ اعتراضوں پر اپنی صفائی دینے کی کوشش کی ہے، دھواں سے پوھا۔

نیک ارادے

26 مئی کے 'ہریجن' میں راجندر بابو کی تقریر کا نیچے لکھا حصہ 'ناٹھور ٹائیس' سے لے کر چھاپا گیا ہے:—

"ہمارے देश میں इसकी बहुत बड़ी जरूरत है कि हम में से हर एक इस बात को अच्छी तरह समझ ले कि हर जमाअत और हर मजहब के लिये आदर और बराबरी का भाव रखते हुए बरतना ही हमारे लिये सबसे अच्छा रास्ता है। हमारी सारी क्लौम और देश का और हममें से हर एक का भला इसी में है। इसी अड्डा और विश्वास के कारन हमारे संघ (यूनियन) ने धर्म के मामले में गैर जानिबदारी (सेकुलरिज्म) की नीति अपनाई है और सब को यह भरोसा दिया है कि इस देश के किसी सम्प्रदाय या यहाँ के किसी आदमी के खिलाफ धर्म की बिना पर किसी तरह का भेद भाव नहीं बरता जायगा। और हर एक को वह सब मौक़े और सुविधाएँ दी जायँगी जो दूसरों को मिली हुई हों। इसी आदर्श के अनुसार मैं सब धर्मों के लिये आदर और प्रेम रखता हूँ।

"मैं खुद अपनी अड्डा और अपने रोज के अमल में सनातनी हिन्दू हूँ और आम तौर पर सनातन धर्म के रिवाजों के मुताबिक अपने ईश्वर की पूजा प्रार्थना करता हूँ। फिर भी मुझे विश्वास है कि धर्म को मानने वाला हर आदमी अपने ही धर्म के नियमों के अनुसार भगवान की पूजा करते हुए उस तक पहुँच सकता है। इस तरह मेरे दिल में न सिर्फ सब धर्मों के लिये और उनके पूजा के स्थानों के लिये आदर है बल्कि जब कभी मुझे मौक़ा मिलता है, मैं अपना आदर दर्शाने के लिये उनमें जाता भी हूँ। जब कभी मौक़ा मिलता है मैं दरगाह और मस्जिद में, गिरजा और गुरुद्वारे में उसी आदर भाव से जाता हूँ जिस आदर भाव से मैं अपने धर्म के मन्दिरों में जाता हूँ।"

राजेन्द्र बाबू के इन साफ साफ फ़िरों के बाद सोमनाथ के मामले में उन की नियत पर किसी तरह के शक की गुंजायश नहीं रह जाती। बाहिर है कि वह इस राज और

सुमनाठे पहर

11 مئی '51 کو سومناٹھ کے فیر سے واپس کا مہلا ہو گیا۔ مئی کے 'نیا ہینڈ' میں ہم اس بارے میں اپنی راہ دہی کے ہیں۔ اس کے بعد ہم نے راجندر بابو کی سرمدانہ کی تقریر کو آواز بھائی کشورلال مشرووڑا کے نام شری کے ایم۔ منشی کے اس خط کو جو 5 مئی کے 'ہریجن' میں چھپا ہے اور جس میں انہوں نے کچھ اعتراضوں پر اپنی صفائی دینے کی کوشش کی ہے، دھواں سے پوھا۔

نیک ارادے

26 مئی کے 'ہریجن' میں راجندر بابو کی تقریر کا نیچے لکھا حصہ 'ناٹھور ٹائیس' سے لے کر چھاپا گیا ہے:—

"ہمارے دیس میں ایسی بہت بڑی ضرورت ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے کہ ہر جماعت اور ہر مذہب کے لئے آدر اور برابری کا بھاؤ رکھتے ہوئے برتنا ہی ہمارے لئے سب سے اچھا راستہ ہے۔ ہماری ساری قوم آدر دیس کا اور ہم میں سے ہر ایک کا بھلا ایسی میں ہے۔ ایسی شرمدا اور وشواس کے کارن ہمارے سنگھ (یونین) نے دھرم کے معاملے میں غورجانبداری (سیکولرزم) کی نہیتی اپنائی ہے اور سبکو یہ بھروسہ دیا ہے کہ اس دیس کے کسی سمہردائے یا یہاں کے کسی آدمی کے خلاف دھرم کی بنیاد پر کسی طرح کا بھوت بھاؤ نہیں برتا جائیگا۔ اور ہر ایک کو وہ سب مرقعے اور سوودھائیں دی جائیگی جو درسروں کو ملی ہوئی ہوں۔ ایسی آدرش کے انوسار میں سب دھرموں کے لئے آدر اور پریم رکھتا ہوں۔

"میں خود اپنی شرمدا اور اپنے روز کے عمل میں سناٹلی ہندو ہوں اور عام طور پر سناٹن دھرم کے رواجوں کے مطابق اپنے ایشور کی پوجا پرارتھ کرنا ہوں۔ پھر بھی مجھے وشواس ہے کہ دھرم کو ماننے والا ہر آدمی اپنے ہی دھرم کے انوسار بھگوان کی پوجا کرتے ہوئے اس تک پہنچ سکتا ہے۔ اس طرح میرے دل میں نہ صرف سب دھرموں کے لئے آدر اور انکے پوجا کے ستھانوں کے لئے آدر ہے بلکہ جب کبھی مجھے موقع ملتا ہے، میں اپنا آدر درشالے کے لئے ان میں جانا بھی ہوں۔ جب کبھی موقع ملتا ہے میں درگا اور مسجد میں گرجا اور گرودروارے میں اسی آدر بھاو سے جانا ہوں جس آدر بھاو سے میں اپنے دھرم کے مندروں میں جاتا ہوں۔"

راجندر بابو کے ان صاف صاف فیروں کے بعد سومناٹھ کے معاملے میں ان کی نہیت پر کسی طرح کے شک کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ ظاہر ہے کہ وہ اس راج اور

बेरुपायन और गुप्त रोग दोनों रुख में अब सपना है। सन् 39 में डाक्टरी के विद्यार्थियों को दिखाने के लिये गुप्त रोगों के रोगी तक न मिल सकते थे। यूक्रेन में जर्मन कब्जे के दिनों में कुछ स्त्रियाँ खबरदस्ती फिर बेरुपाय बन गई थीं। लेकिन हिटलर की फौजों के हटते ही खुद ही यह बेरुपाय अपना मान पहचान गई और फिर वह पेशा छोड़ कर देश की उन्नति में अच्छे नागरिकों की तरह भाग लेने लगीं।

(बाक़ी फिर)

बिता ! तू जीत न मुझको पाए,

(باقی پھر)

چتا تو جہت نہ سمجھکو پائے .

— بهنگو این زمین

کی جن منورجن کے سٹھانوں پر وہ خاص دھیان میں پڑھتے کرتے۔ والوں کو نہیں چھوڑا جاتا۔ ان کے سٹھان بلند نہیں کئے جاتے تھے۔ ان یہ آدھیں دیا گیا کہ مکان کے مالکوں کا ہتھ اور جب تک مالکوں کا ہتھ نہ چلے اور بوسا نہ مل جائے تب تک وہ گھر بلند کر دیتے جاتے۔ ہیا کو اور چھتا کو چھتاوئی سی لگی کہ وہ دیشھاؤں دیشان کرتے کی کوئی بات نہ کریں۔ دیشھاؤں کو گرفتار نہیں جا سکتا تھا۔ صرف دلال یا مالک مکان معجزوں کے گواہی دینے کے لئے وہ عدالت میں بلائی جاسکتی تھیں۔

اس آندولن میں بھاگ لہنے والے سب لوگوں کو بت تھی کہ وہ ایسی عورتوں کو بالکل اہل برابر سمجھیں کو مظلوم اور بے سہارا جان کر ہمدردی کا ہرناؤ کریں۔ میں ندرت بالکل نہ آئے دیں۔ وہ بھاگتے۔ چاہے کچھ کہیں، کیسا بھی رخ لیں لیکن ملویشا کا کوئی آدمی زبان نہ نکالے اور نہ ان کا ایمان کرے۔ اسروں پر تھی کہ وہ نام اور ہتھ بھی ایسی عورتوں کا نوٹ رہیں۔

سرکاری حکم کا یہ حصہ معجزہ تھا — گندھی جی اہل سٹھا گڑھوں کو یہ سبق دے سکتے تھے لیکن کسی سے یہ آشا نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ ایسا کرے۔ دوسری سرکار کے مانو پریم نے سرکار سے یہ بھی کروا لیا۔

ایک قانون کے انوسار دیشھاؤں کے استھانوں میں پائے عورتوں کو گرفتار کرنے کی ملامی کو دی گئی۔ لیکن لوگوں کا نام ہتھ اور ہتھ ندرت کر لیا جاتا تھا۔ استھانوں اور لیکٹریوں کے نوٹس ہر وہ ان کے نام اور ہتھ موٹے موٹے اکشروں میں لکھتے تھے لکھ جانا تھا ”استریوں کا جسم خریدنے والے“۔ اس لوک ڈپرہسٹن اثر ہوا۔

پہلے آرٹھک کٹھناٹھوں کو دور کیا گیا۔ پھر جرم کرتے کو ختم کیا گیا۔ اس کے بعد ہرچار آندولن چلایا لوگ جاگرت بھی ہو گئے تھے۔ لکچر، قراہے، سلیمے، د سبھی اہمیت دارم ان ہاپوں کے خلاف جت گئے۔

جامت بدلتے کے بعد اب اصل روگ کی طرف دھیان لیا۔ دوا دینے والے استھانوں کے بھائے ٹریڈنگ کھنڈر گئے۔ خراب کہی جانے والی استریاں پہلے ایک جن کے سامنے لائی جاتی تھیں پھر جانچ ہوتال کے ان کو ان کھنڈروں میں داخل کیا جاتا تھا۔ زبردستی کے ساتھ نہیں تھی۔ نہ پواہس کا پہرہ ہوتا تھا اور سی طرح کہ تالا بندھی ہوتی تھی۔ پہلے تو استریاں کھنڈروں میں داخل ہوتے سے گھبراتی تھیں، لیکن

کی جن منورجن کے سٹھانوں پر وہ خاص دھیان میں پڑھتے کرتے۔ والوں کو نہیں چھوڑا جاتا۔ ان کے سٹھان بلند نہیں کئے جاتے تھے۔ ان یہ آدھیں دیا گیا کہ مکان کے مالکوں کا ہتھ اور جب تک مالکوں کا ہتھ نہ چلے اور بوسا نہ مل جائے تب تک وہ گھر بلند کر دیتے جاتے۔ ہیا کو اور چھتا کو چھتاوئی سی لگی کہ وہ دیشھاؤں دیشان کرتے کی کوئی بات نہ کریں۔ دیشھاؤں کو گرفتار نہیں جا سکتا تھا۔ صرف دلال یا مالک مکان معجزوں کے گواہی دینے کے لئے وہ عدالت میں بلائی جاسکتی تھیں۔

اس آندولن میں بھاگ لہنے والے سب لوگوں کو بت تھی کہ وہ ایسی عورتوں کو بالکل اہل برابر سمجھیں کو مظلوم اور بے سہارا جان کر ہمدردی کا ہرناؤ کریں۔ میں ندرت بالکل نہ آئے دیں۔ وہ بھاگتے۔ چاہے کچھ کہیں، کیسا بھی رخ لیں لیکن ملویشا کا کوئی آدمی زبان نہ نکالے اور نہ ان کا ایمان کرے۔ اسروں پر تھی کہ وہ نام اور ہتھ بھی ایسی عورتوں کا نوٹ رہیں۔

سرکاری حکم کا یہ حصہ معجزہ تھا — گندھی جی اہل سٹھا گڑھوں کو یہ سبق دے سکتے تھے لیکن کسی سے یہ آشا نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ ایسا کرے۔ دوسری سرکار کے مانو پریم نے سرکار سے یہ بھی کروا لیا۔

ایک قانون کے انوسار دیشھاؤں کے استھانوں میں پائے عورتوں کو گرفتار کرنے کی ملامی کو دی گئی۔ لیکن لوگوں کا نام ہتھ اور ہتھ ندرت کر لیا جاتا تھا۔ استھانوں اور لیکٹریوں کے نوٹس ہر وہ ان کے نام اور ہتھ موٹے موٹے اکشروں میں لکھتے تھے لکھ جانا تھا ”استریوں کا جسم خریدنے والے“۔ اس لوک ڈپرہسٹن اثر ہوا۔

پہلے آرٹھک کٹھناٹھوں کو دور کیا گیا۔ پھر جرم کرتے کو ختم کیا گیا۔ اس کے بعد ہرچار آندولن چلایا لوگ جاگرت بھی ہو گئے تھے۔ لکچر، قراہے، سلیمے، د سبھی اہمیت دارم ان ہاپوں کے خلاف جت گئے۔

جامت بدلتے کے بعد اب اصل روگ کی طرف دھیان لیا۔ دوا دینے والے استھانوں کے بھائے ٹریڈنگ کھنڈر گئے۔ خراب کہی جانے والی استریاں پہلے ایک جن کے سامنے لائی جاتی تھیں پھر جانچ ہوتال کے ان کو ان کھنڈروں میں داخل کیا جاتا تھا۔ زبردستی کے ساتھ نہیں تھی۔ نہ پواہس کا پہرہ ہوتا تھا اور سی طرح کہ تالا بندھی ہوتی تھی۔ پہلے تو استریاں کھنڈروں میں داخل ہوتے سے گھبراتی تھیں، لیکن

کی جن منورجن کے سٹھانوں پر وہ خاص دھیان میں پڑھتے کرتے۔ والوں کو نہیں چھوڑا جاتا۔ ان کے سٹھان بلند نہیں کئے جاتے تھے۔ ان یہ آدھیں دیا گیا کہ مکان کے مالکوں کا ہتھ اور جب تک مالکوں کا ہتھ نہ چلے اور بوسا نہ مل جائے تب تک وہ گھر بلند کر دیتے جاتے۔ ہیا کو اور چھتا کو چھتاوئی سی لگی کہ وہ دیشھاؤں دیشان کرتے کی کوئی بات نہ کریں۔ دیشھاؤں کو گرفتار نہیں جا سکتا تھا۔ صرف دلال یا مالک مکان معجزوں کے گواہی دینے کے لئے وہ عدالت میں بلائی جاسکتی تھیں۔

(2) محکمہ میں کئی بڑے بے روزگاری کا ایک ایک مقامی سرکاروں کو یہ بتایا گیا کہ کوآپریٹو ٹیکسٹائل اور قلم کو ملے جائیں جس سے بے سہارا استعماریوں کو کام مل سکے۔

(3) تمام خواتین کو ہوسٹل دیا گیا کہ وہ اسکولوں اور ٹریڈنگ کھلدروں میں داخل ہوں۔ کسی پڑھنے اور صنعتی کاموں میں حصہ لیتے والی خواتین کے خلاف لوگوں کی جو بھی دھارنا ہے اس کے خلاف یونین لڑے۔

(4) اندھکاروں نے دھمے دینے کے لئے کوآپریٹو استعماریوں کو گھر بار خواتین اور دیہات سے شہر میں آنے والی خواتین کو گھر مہیا کئے۔ یہی خواتین زیادہ تر ویشیا کا پیشہ اپنا لیتی تھیں۔

(5) بے گھر بار بچوں اور بچوں کی دیکھا کے لئے فوراً قانون لگو کئے گئے۔

(6) لوگوں میں جانگرتی لالے کے لئے ایک پرچار آندولن چلایا گیا۔ وچار تھا کہ سارا راشٹر ویشیا بن اور گھٹ روگوں کے خلاف آٹھ کھڑا ہو اور سب کے سہوگ سے ان برائیوں کا خاتمہ کیا جا سکے۔

ان قانونوں سے بھی زیادہ لاہ نہیں ہوا۔ راج کے اندھکاروں نے سوچ بچار کو دیکھا کہ جب تک ایسے لوگ موجود ہیں جو اس پاپ سے روزی کھاتے ہیں اس وقت تک ویشیاؤں کا خاتمہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خواتین کی تھوڑی سی بھی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر یہ لوگ انہیں اس پیشہ میں پھنسا دیتے ہیں۔ کھلدروں سرکار نے ایک دوسرا قانون پاس کیا جسکے ذریعے اس پاپ کے دلائل پر سہوگ حملہ کیا جانا ممکن ہو سکا۔

(1) زار کے زمانے میں پولیس والے ویشاؤں کو طرح طرح سے تلک کیا کرتے تھے۔ اب قانون کے ذریعے پولیس کے کاموں اور قانون دونوں سے وہ سادھن ختم کر دیئے گئے جن سے ویشاؤں کا تلک کیا جانا ممکن تھا۔

(2) ایک زبردست لڑائی ان لوگوں کے خلاف چھڑی گئی جو ویشیا کم سے سہوگ یا نا سہوگ روپہ لہاتے تھے۔ اس سہولت میں مقامی سرکاروں کو کوا رج اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔

(3) تمام قاتلوں اور دواؤں کی آسانیاں سب لوگوں کو جو بھی گھٹ روگوں سے دکھی تھے ملت ملنے لگیں۔

ملہشیا والے نئے قانونوں کی اسپرٹ نہ سمجھ سکے۔ ہمدروں کے گورنر دھلدے میں پولیس کر رہ گئے۔ آخر سویت نرماتوں کو اس کام کے خاص قاعدے بنائے گئے۔ ملہشیا کا کام سارے ایسے استعماریوں کا پتہ لگانا تھیروایا گیا جہاں ایسے کام کر لے جاتے تھے۔ اس کام سے کسی طرح کا بھی سہولت دیکھنے والوں کو کڑی سزا دینا طے ہوا۔ ایسے گھروں کے مالکوں کو آدمی کا بیویار کرنے کا پیشہ تھیروایا گیا۔ ملہشیا کو ہدایت کی گئی

(2) محکمہ میں کئی بڑے بے روزگاری کا ایک ایک مقامی سرکاروں کو یہ بتایا گیا کہ کوآپریٹو ٹیکسٹائل اور قلم کو ملے جائیں جس سے بے سہارا استعماریوں کو کام مل سکے۔

(3) تمام خواتین کو ہوسٹل دیا گیا کہ وہ اسکولوں اور ٹریڈنگ کھلدروں میں داخل ہوں۔ کسی پڑھنے اور صنعتی کاموں میں حصہ لیتے والی خواتین کے خلاف لوگوں کی جو بھی دھارنا ہے اس کے خلاف یونین لڑے۔

(4) اندھکاروں نے دھمے دینے کے لئے کوآپریٹو استعماریوں کو گھر بار خواتین اور دیہات سے شہر میں آنے والی خواتین کو گھر مہیا کئے۔ یہی خواتین زیادہ تر ویشیا کا پیشہ اپنا لیتی تھیں۔

(5) بے گھر بار بچوں اور بچوں کی دیکھا کے لئے فوراً قانون لگو کئے گئے۔

(6) لوگوں میں جانگرتی لالے کے لئے ایک پرچار آندولن چلایا گیا۔ وچار تھا کہ سارا راشٹر ویشیا بن اور گھٹ روگوں کے خلاف آٹھ کھڑا ہو اور سب کے سہوگ سے ان برائیوں کا خاتمہ کیا جا سکے۔

ان قانونوں سے بھی زیادہ لاہ نہیں ہوا۔ راج کے اندھکاروں نے سوچ بچار کو دیکھا کہ جب تک ایسے لوگ موجود ہیں جو اس پاپ سے روزی کھاتے ہیں اس وقت تک ویشیاؤں کا خاتمہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خواتین کی تھوڑی سی بھی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر یہ لوگ انہیں اس پیشہ میں پھنسا دیتے ہیں۔ کھلدروں سرکار نے ایک دوسرا قانون پاس کیا جسکے ذریعے اس پاپ کے دلائل پر سہوگ حملہ کیا جانا ممکن ہو سکا۔

(1) زار کے زمانے میں پولیس والے ویشاؤں کو طرح طرح سے تلک کیا کرتے تھے۔ اب قانون کے ذریعے پولیس کے کاموں اور قانون دونوں سے وہ سادھن ختم کر دیئے گئے جن سے ویشاؤں کا تلک کیا جانا ممکن تھا۔

(2) ایک زبردست لڑائی ان لوگوں کے خلاف چھڑی گئی جو ویشیا کم سے سہوگ یا نا سہوگ روپہ لہاتے تھے۔ اس سہولت میں مقامی سرکاروں کو کوا رج اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔

(3) تمام قاتلوں اور دواؤں کی آسانیاں سب لوگوں کو جو بھی گھٹ روگوں سے دکھی تھے ملت ملنے لگیں۔

ملہشیا والے نئے قانونوں کی اسپرٹ نہ سمجھ سکے۔ ہمدروں کے گورنر دھلدے میں پولیس کر رہ گئے۔ آخر سویت نرماتوں کو اس کام کے خاص قاعدے بنائے گئے۔ ملہشیا کا کام سارے ایسے استعماریوں کا پتہ لگانا تھیروایا گیا جہاں ایسے کام کر لے جاتے تھے۔ اس کام سے کسی طرح کا بھی سہولت دیکھنے والوں کو کڑی سزا دینا طے ہوا۔ ایسے گھروں کے مالکوں کو آدمی کا بیویار کرنے کا پیشہ تھیروایا گیا۔ ملہشیا کو ہدایت کی گئی

जान बलिहारी लम्बत यह है कि ऐसी हाशिम पैदा की जान जिससे मर्दों की भी पाप करने की आकांक्षी में हताशद पैदा हो। इसी विद्वानियों ने इस मसले को लूट समझ लिया था, स्त्रियों को उन्होंने सताया दुर्गा क्रौर दिया और हालात बदलने में लग गये जिस से औरतें समाज के अत्याचार और जुल्म से खुद छुटकारा पाकर अपना सदाचार उँचा ले जा सकें.

कार युग में दो तरह के कार्ड सामान दिखाया में तकमीम किये जाते थे. एक सफेद कार्ड दूसरे पीले कार्ड सिर्फ सफेद कार्ड वाले नागरिक माने जाते थे पीले कार्ड वाले नहीं. वेरगणों को पीले कार्ड दिये जाते थे एक मरतबा जिसे पीला कार्ड मिल जाना था फर वनको सफेद कार्ड कभी नहीं मिलता था. एक दफा भटक जाने पर मारी जिन्दगा के लिये तौबा प्रायश्चित्त के दरवाजे बन्द होजाते थे.

नए रुस में पंजे कार्ड की प्रथा को मिटा दिया गया। सब औरतों को, चाहे वह कोई भी काम करती रही हों, रुस का नागरिक मान लिया गया। क्राउन पास किये गये जिसके जरिये किर्यों को माली, समाजी और राजकाजी आजादी दी गई। पर इससे बेरयापन के मिटाने में कोई खास कामयाबी नहीं हुई।

सन '21 तक जिन्सी गंदबड़ी और बढ़ गई. कम्युनिस्ट नेता चुप नहीं बैठे. सन '23 में सवालों का एक बड़ा तैयार किया गया जो हर दरजे, हर वर्ग का औरतों के पान भेजा गया और यह यकीन दिला दिया गया कि उनके जवाब गुप्त रखे जायेंगे. जवाबों के देखन से पता चला कि पेशे वाली और तैर पेशे वाली औरतों में कोई ज्यादा फरक नहीं है. एक सवाल के जवाब में बहुत सा आरतों ने, जिस में ज्यादा और कुँआर. दोनों शामिल थीं, यह उत्तर भेजा कि ज्यादातर सूरतों में वहाँ न प्रेम के बजाय दुमरे करने से जिन्सी सम्बन्ध में भाग लिया है. ज्यादातर औरतों ने बिना पूछे भी यह लिखा कि अगर उन्हें राखा रोजगार का गारन्टी हो जाय तो वह इस गन्दे पेशे में हरागर्ज न रहेंगी.

सन् '25 में सोवियत सरकार ने एक क़ानून पास किया जिसके अनुसार नाच लिखे काम किये गए—

(1) मित्रशिवा यानी वाला टबर, ट्रेड यूनियन की सहायता से हर तरह इस बात की रोक थाम करगी कि कोई मजदूरी या नौकरी करने वाली औरत अपने काम से न हटाई जाय यानी किसी भी परिस्थित में अपने पैरों पर खड़ी कुम्हारी लड़कियों का, गर्भ (इसल) वाली औरतों को, उन औरतों को जिन के हांटे बच्चे हों और नौजवान लड़कियों को जो अपने कुटुम्ब के साथ न रहती हों, काम से हरमिल कराया न किया जाय.

جائے بلکہ سوال یہ ہے کہ ایسی حالت پیدا کی جائے جس سے مردوں کی بھی پاپ کرلی کی آزمائی میں دلگرفتہ پیدا ہو۔ روسی و گمانہوں نے اس مسئلہ پر تجربہ سمجھ لیا تھا۔ استریوں کو انہوں نے ستایا ہوا قرار دیا اور حالت بدلیے میں لگ گئے جس سے عورتیں سناج کے اتھاچار اور ظلم سے خود چھٹکارا پا کر اپنا سداچار اُونچا لے جاسکتی ہیں۔

ڈالو ایک مہن ہو طرح کے کارت تمام دایا مہن تقسیم
 لئے جاتے تھے۔ ایک سہد کارت دوسرے پہلے کارت۔ صرف
 سہد کارت والے ناکرک مالے جاتے تھے پہلے کارت والے نہیں۔
 دھماواں کو پہلے کارت دیئے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ جسے پہلے
 کارت مل جاتا تھا پھر اُس کو سہد کارت کہی نہیں ملتا
 تھا۔ ایک دفعہ بھٹک جالے پر ساری زندگی کے لئے توبہ
 پراشمت کے دروازے بند ہو جاتے تھے۔

نکے دوس میں پہلے کارڈ کی پرتھا کو مٹا دیا گیا ۔
 سب صورتوں کو چاہ وہ کوئی بھی گم نہ کرتی رہی ہوں ، دوس کا
 ٹارگٹ مان لیا گیا ۔ قانون پاس نہ کر کے جسکے ذریعہ
 کسٹریوں کو مالی ، سماجی اور راج کاچی آزادی دی گئی ۔
 تو اس سے دوشہا پن کے معاملے میں کوئی خاص
 تبدیلی نہیں ہوئی ۔

سن 21 تک جنسی فوہوی اور بڑھ گئی۔ کمونسٹ نہ تھا
چپ نہیں بولتا۔ سن 23 میں سوالوں کا ایک چٹھا تیار
کیا گیا۔ جو ہر درجہ ہر ورگ کی عورتوں کے پاس بھجوا
گیا اور یہ یقین دلایا گیا کہ اُن کے جواب گھٹ رکھ جائیں
گے۔ جوابوں کے دیکھنے سے پتہ چلا کہ پوچھے والی اور بھجوا
پوچھے والی عورتوں میں کوئی زیادہ فرق نہیں ہے۔ ایک
سوال کے جواب میں بہت سی عورتوں نے 'جس میں
بھائی اور کھواری دونوں شامل تھیں' یہ اثر بھجوا کہ زیادہ
تر صورتوں میں انہوں نے پریم کے بجائے دوسرے کارنوں سے
جنسی سہلہ میں بھاگ لیا ہے۔ زیادہ تر عورتوں نے
یہاں پوچھا ہوا یہ لکھا کہ اگر آپہیں روزی روزگار کی گارنٹی
ہو جائے تو وہ اس گندے پوچھے میں ہرگز نہ رہیں گی۔

سن 25 مہیں سرحدیت سرکار نے ایک قانون پاس کیا جس کے اہتمام نہایت کام کئے گئے۔

(1) ملوھیا یعنی 'انٹلور' تریڈ یونین کی سہایت سے ہو
طرح اس بات کی روک تھام کرے گی کہ کوئی مزدوری
یا لوہری کمرے والی عورت اپنے کام سے نہ ہٹائی جائے یعنی
کسی بھی پرستشگاہ میں اپنے بہروں پر کھڑی کلواری لوہروں
کو 'گروہ' (حمل) والی عورتوں کو 'اُن عورتوں کو چلتے
چھوڑے' بھی نہیں اور نہ چھوڑی لوہروں کو جو اپنے نمب کے ساتھ
نہ رہتی ہیں 'کام سے ہرگز الگ نہ کیا جائے'۔

असली के आधार पर इनसानी नरक को डालना था। दूसरे मैदानों में उनके कारनामों से इस समय हमें मतलब नहीं है। आइये देखें जिन्मी गड़बड़ी, बेरयापन, पेट गिराना, शराब पाना वगैरह मैदानों में रुस वालों ने क्या किया। 'क्या किया' से ज्यादा हमारे लिये 'कैसे किया' महत्व की चीज है। वह बुराइयाँ हर देस में हैं, हमारे देस में भी हैं। जब तक इनसे छुटकारा न मिलेगा, मानव समाज में सदाचार का स्तर नहीं ऊँचा हो सकता !

सोवियत विज्ञानियों ने तारीख के पन्ने बलट डाले। एलोपैथी की तरह उन्होंने भूट रोग का इलाज करना नहीं शुरू किया बल्कि यूनानी और वैद्यक की तरह पहले रोग की जड़ मालूम करने में लग गए। उन्होंने देखा कि असली समस्या माली और समाजी है और यह कारमूला निकाला कि "पति पत्नी को एक दूसरे के सम्बन्ध में जानकारी और उनके प्रेम में लगातार बढ़ती ही वह नाब है जिस पर असली सदाचारी समाज खड़ा किया जा सकता है।" यह मकसद उन्होंने अपने सामने रक्खा। रास्ते नए नए अस्त्रतियार किये लेकिन मंजिल से कभी नज़र नहीं हटाई।

जब पाकर वह लोग इलाज पर बट गए उनका इलाज बाह्यी रोग अच्छा करने के लिये नहीं था बल्कि उस सिस्टम को अच्छा करने के लिये था जिसने यह रोग पैदा कर दिया था। दूसरे मुल्कों में सिस्टम का इलाज करने के बजाय रोग का इलाज किया जाता है। कभी रोग अच्छा तो हो जाता है लेकिन जब पलटा लेता है तो और भयानक रोग अपने साथ लाता है।

कम्युनिस्ट राज के निर्माता इसी नतीजे पर पहुंचे कि जब तक औरतों को पूरी माली, समाजी और राजकाजी आजादी न हो, वही पुरुष सम्बन्ध केवल प्रेम के आधार पर होगा ही नहीं और जब तक यह बात नहीं होगी तब तक जिन्सी सदाचार भी ऊपर नहीं उठ सकता। दूसरे मुल्कों में ऐसे कानून तो जरूर हैं जिन के अनुसार किसी स्त्री की इच्छा के खिलाफ उसकी शादी करने वाले को सजा मिल सकती है लेकिन ऐसा कोई कानून नहीं है जो परिस्थितियों को इस तरह बदल सके कि वह स्त्रियाँ खुद ही अपनी इच्छा के खिलाफ किसी दूसरे मोह में पड़कर शादी करने पर मजबूर न हों। कानून की किताबों में तो औरतों को माली, समाजी आजादा है लेकिन अमल में मामला उलटा है। बेकारी मजबूर है कि अपनी अन्तरात्मा को खोका दें। स्त्रियों की आजादी का मतलब बहुत से देसों में यही समझा गया कि स्त्रियों को भी पाप करने की आजादी मर्दों के बराबर मिल जाय। इसी नकल में शराब पाना, सिगरेट पीना वगैरह बुरे काम औरतों ने शुरू कर दिये सवात यह नहीं है कि औरतों को भी पाप करने की आजादी अधिक देवी

लियों के अन्तर पर इसी तसल को डालना था। दूसरे मैदानों में उनके कारनामों से इस समय हमें मतलब नहीं है। आइये देखें जिन्मी गड़बड़ी, बेरयापन, पेट गिराना, शराब पाना वगैरह मैदानों में रुस वालों ने क्या किया। 'क्या किया' से ज्यादा हमारे लिये 'कैसे किया' महत्व की चीज है। वह बुराइयाँ हर देस में हैं, हमारे देस में भी हैं। जब तक इनसे छुटकारा न मिलेगा, मानव समाज में सदाचार का स्तर नहीं ऊँचा हो सकता !

सोवियत विज्ञानियों ने तारीख के पन्ने बलट डाले। एलोपैथी की तरह उन्होंने भूट रोग का इलाज करना नहीं शुरू किया बल्कि यूनानी और वैद्यक की तरह पहले रोग की जड़ मालूम करने में लग गए। उन्होंने देखा कि असली समस्या माली और समाजी है और यह कारमूला निकाला कि "पति पत्नी को एक दूसरे के सम्बन्ध में जानकारी और उनके प्रेम में लगातार बढ़ती ही वह नाब है जिस पर असली सदाचारी समाज खड़ा किया जा सकता है।" यह मकसद उन्होंने अपने सामने रक्खा। रास्ते नए नए अस्त्रतियार किये लेकिन मंजिल से कभी नज़र नहीं हटाई।

जो पाने वह लोग इलाज पर बट गए उनका इलाज बाह्यी रोग अच्छा करने के लिये नहीं था बल्कि उस सिस्टम को अच्छा करने के लिये था जिसने यह रोग पैदा कर दिया था। दूसरे मुल्कों में सिस्टम का इलाज करने के बजाय रोग का इलाज किया जाता है। कभी रोग अच्छा तो हो जाता है लेकिन जब पलटा लेता है तो और भयानक रोग अपने साथ लाता है।

कम्युनिस्ट राज के निर्माता इसी नतीजे पर पहुंचे कि जब तक औरतों को पूरी माली, समाजी और राजकाजी आजादी न हो, वही पुरुष सम्बन्ध केवल प्रेम के आधार पर होगा ही नहीं और जब तक यह बात नहीं होगी तब तक जिन्सी सदाचार भी ऊपर नहीं उठ सकता। दूसरे मुल्कों में ऐसे कानून तो जरूर हैं जिन के अनुसार किसी स्त्री की इच्छा के खिलाफ उसकी शादी करने वाले को सजा मिल सकती है लेकिन ऐसा कोई कानून नहीं है जो परिस्थितियों को इस तरह बदल सके कि वह स्त्रियाँ खुद ही अपनी इच्छा के खिलाफ किसी दूसरे मोह में पड़कर शादी करने पर मजबूर न हों। कानून की किताबों में तो औरतों को माली, समाजी आजादा है लेकिन अमल में मामला उलटा है। बेकारी मजबूर है कि अपनी अन्तरात्मा को खोका दें। स्त्रियों की आजादी का मतलब बहुत से देसों में यही समझा गया कि स्त्रियों को भी पाप करने की आजादी मर्दों के बराबर मिल जाय। इसी नकल में शराब पाना, सिगरेट पीना वगैरह बुरे काम औरतों ने शुरू कर दिये सवात यह नहीं है कि औरतों को भी पाप करने की आजादी अधिक देवी

نے۔ کسی نے کہا روس میں سداچار کو ختم کیا جا رہا ہے۔ کوئی بولا روس میں آمریتیں واشٹر کی ملکیت ملے گی۔ چاہوں گی، کسی نے بانگ دی کہ روسی ہوا کی ہڑتیا آتھا دیں گے اور سرکاری مستعملاؤں کے ذریعے بچے پیدا کرائیں گے۔ ان بچوں کے ماں باپ کا پتہ نشان بھی نہ معلوم ہوگا۔ دیکھ کی بات یہ ہے کہ یہ غلط دھارنا کمونزم کے سراپا اب بھی ملزمی جاتی ہے اور خاص کر ان دہسوں کے ذریعے جو خود گندگی میں پھنسنے ہوئے ہوں۔ لیکن کا نیچے لہکا بہان ان غلط دھارناؤں کا زبردست جواب ہے۔

“بہراک تھاس بھائی چاہیے۔ لیکن ایک تھنڈکست آدمی اچھی حالتوں میں کیا پرنا لے لے جاتا ہے اور پانی پیئے گا؟ اور کیا کوئی آدمی اس گلاس سے پانی پئے گا جسکو بہت سے لوگوں نے چھو کر دیا ہے؟ سماجی پہلو ان سب باتوں سے بھی اذیت مہتر کا ہے۔ پانی پینا ایک نجی معاملہ ہے لیکن واسلا کو بچھانے میں دو زندگیوں کا سہولہ ہو جاتا ہے اور ایک تھسری نئی زندگی پیدا ہوتی ہے۔ یہی زندگی واسلا کو ایک سماجی روپ دیتی ہے اور سماج کی طرف اپنے فرض کے پالن کا ادب دیتی ہے۔ کمونست ہونے کے ناتے ذرہ برابر بھی مہری ہمدردی ”پانی کا گلاس“ والی دھارنا سے نہیں ہے حالانکہ لوگ اسے ”پریم تر پتی“ کا لہانا نام دیتے ہوں! مہرے لئے واسلا کی یہ آزادی نہ نئی چیز ہے اور نہ کمونست ہے۔ شاید آپ لوگوں کو یاد ہو، پچھلی صدی کے بدچ میں ”دل کی آزادی“ نام سے اس چیز کا پرچار رومانچک ساہتہ میں کیا گیا تھا۔ اس سے آج کے مقابلے میں پرچار زیادہ سمجھ بوجھ سے کیا جاتا تھا“ عمل کے بارے میں میں کوئی قصہ نہیں دے سکتا۔“

”یہ شک پھاس بچھانی چاہئے۔ لیکن ایک تھنڈکست آدمی اچھی حالتوں میں کیا پرنا لے لے جاتا ہے اور کدلا پانی پئے گا؟ اور کیا کوئی آدمی اس گلاس سے پانی پئے گا جسکو بہت سے لوگوں نے چھو کر دیا ہے؟ سماجی پہلو ان سب باتوں سے بھی اذیت مہتر کا ہے۔ پانی پینا ایک نجی معاملہ ہے لیکن واسلا کو بچھانے میں دو زندگیوں کا سہولہ ہو جاتا ہے اور ایک تھسری نئی زندگی پیدا ہوتی ہے۔ یہی زندگی واسلا کو ایک سماجی روپ دیتی ہے اور سماج کی طرف اپنے فرض کے پالن کا ادب دیتی ہے۔ کمونست ہونے کے ناتے ذرہ برابر بھی مہری ہمدردی ”پانی کا گلاس“ والی دھارنا سے نہیں ہے حالانکہ لوگ اسے ”پریم تر پتی“ کا لہانا نام دیتے ہوں! مہرے لئے واسلا کی یہ آزادی نہ نئی چیز ہے اور نہ کمونست ہے۔ شاید آپ لوگوں کو یاد ہو، پچھلی صدی کے بدچ میں ”دل کی آزادی“ نام سے اس چیز کا پرچار رومانچک ساہتہ میں کیا گیا تھا۔ اس سے آج کے مقابلے میں پرچار زیادہ سمجھ بوجھ سے کیا جاتا تھا“ عمل کے بارے میں میں کوئی قصہ نہیں دے سکتا۔“

لوگ کچھ بھی کہیں، پر کمونست راج قائم کرنے والوں کے سامنے یہ غلط دھارنا نہیں نہیں تھیں۔ انہیں روسی والوں کے سداچار اٹھانا تھا۔ انہیں نہ صرف آرتھک اڈچار پر ایک نیا مانو سماج تیار کرنا تھا بلکہ سائنسی

لوگ کچھ بھی کہیں، پر کمونست راج قائم کرنے والوں کے سامنے یہ غلط دھارنا نہیں نہیں تھیں۔ انہیں روسی والوں کے سداچار اٹھانا تھا۔ انہیں نہ صرف آرتھک اڈچار پر ایک نیا مانو سماج تیار کرنا تھا بلکہ سائنسی

لوگ کچھ بھی کہیں، پر کمونست راج قائم کرنے والوں کے سامنے یہ غلط دھارنا نہیں نہیں تھیں۔ انہیں روسی والوں کے سداچار اٹھانا تھا۔ انہیں نہ صرف آرتھک اڈچار پر ایک نیا مانو سماج تیار کرنا تھا بلکہ سائنسی

لوگ کچھ بھی کہیں، پر کمونست راج قائم کرنے والوں کے سامنے یہ غلط دھارنا نہیں نہیں تھیں۔ انہیں روسی والوں کے سداچار اٹھانا تھا۔ انہیں نہ صرف آرتھک اڈچار پر ایک نیا مانو سماج تیار کرنا تھا بلکہ سائنسی

لوگ کچھ بھی کہیں، پر کمونست راج قائم کرنے والوں کے سامنے یہ غلط دھارنا نہیں نہیں تھیں۔ انہیں روسی والوں کے سداچار اٹھانا تھا۔ انہیں نہ صرف آرتھک اڈچار پر ایک نیا مانو سماج تیار کرنا تھا بلکہ سائنسی

روس میں سداचार

(مائے مجاہد ریاضی)

(1)

سداचार یا سداچار پر ہزاروں من سیواہی اور لاکھوں من کاغذ خرچ کئے گئے ہوں۔ طرح طرح کے سداچار پر بحث کئے ہیں۔ سداچار سادہ ہے یا سادہ، راستہ ہے یا ملتوی پر بھی بات کے بتانے ہوئے ہوں۔ ہمیں ان سداچاروں کا مطلب نہیں ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ آخر جلتا سداچار کن اوتھوں میں استعمال کرتی ہے۔ جلتا کے سامنے شہد کے اوتھ ہوں—چوری، بد معاشی، ایمانی نہ کرنا، سب سے پہلے سادہ میں سماج کے اچھے بندھلوں کا کرنا۔ اسی اوتھ میں ہم اس شہد پر روشنی دے رہے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کہاں تک سوویت روس نے یہاں کے لوگوں کے سداچار کو اوپر اٹھایا ہے ؟

سن 17 کے روسی انکلااب کے بعد سداچار ہوا۔ چل پڑی۔ انسان ان چیزوں کی قیمت کسے سمجھ سکتا ہے جن پر اسکو سوچنے کا موقعا ہی نہیں ملتا۔ اکتیا-چاروں میں پیسے اور رोजی کے لیے ڈیگا-مراستی کرتے ہوئے آدمی کو اسات میں سوچنے کا کوئی موقعا ہی نہیں ملتا۔ جب ایسا ن اوتھ ہے تو ہر چیز کو اچھے اور ظلم کا سادہ بن کر توڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ روسی انکلااب کے شروع ہونے کے بعد ہی بات تھی۔ کچھ نوجوانوں اور بدھی یوں نے سداچار کو اوتھوں کا چونچلے کہا شروع کیا۔ مارکس کے نعرے ”تمہارے پاس ہے ہی کہا کہوئے“ کے سوائے اپنی زندگیوں کے“ کا اوتھ ان سداچاروں نے یہ ”تم کچھ نہیں کہوئے کے سوائے اچھے اور سماجی بندھلوں“ جس طرح یہ لوگ سمجھتے تھے کہ قلم کی ایک مت سے لیٹن سوشلسٹ راج قائم کر دے گا جس میں بھی چیز پا جاتا مشکل نہ ہوگا۔ اسی طرح ان لوگوں نے طرح کی اور بھی غلط دھارنا لیں پھیل دیں۔ لوگوں تاپا کہ استوری پرش سمجھتے بہت سودا سدا ہے۔ لگتی ہے کہانا کہانا چاہئے، پاس لگے پانی پینا کے اور واسنا زور کرے تو اچھے بھی پوری کر لیتا چاہئے۔ ن باتوں کا کارل مارکس یا کمونزم کے اصولوں کے ساتھ سمجھتے نہیں تھا۔

ان لوگوں کی غلطیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ روس میں ہا بن ہو گیا۔ پہلی صورتوں میں ایک درجہ بدچلتی لگی۔ روس وروڈھی حلقوں کو چلی پکار کا موقع تھا۔ قلمی جی ”شہر نے اندیشہ سے دہلا ہوئے

روس میں سداچار

(بھائی محبوب ریاضی)

(1)

سن 17 کے روسی انکلااب کے بعد سداچار ہوا۔ چل پڑی۔ انسان ان چیزوں کی قیمت کسے سمجھ سکتا ہے جن پر اسکو سوچنے کا موقعا ہی نہیں ملتا۔ اکتیا-چاروں میں پیسے اور رोजی کے لیے ڈیگا-مراستی کرتے ہوئے آدمی کو اسات میں سوچنے کا کوئی موقعا ہی نہیں ملتا۔ جب ایسا ن اوتھ ہے تو ہر چیز کو اچھے اور ظلم کا سادہ بن کر توڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ روسی انکلااب کے شروع ہونے کے بعد ہی بات تھی۔ کچھ نوجوانوں اور بدھی یوں نے سداچار کو اوتھوں کا چونچلے کہا شروع کیا۔ مارکس کے نعرے ”تمہارے پاس ہے ہی کہا کہوئے“ کے سوائے اپنی زندگیوں کے“ کا اوتھ ان سداچاروں نے یہ ”تم کچھ نہیں کہوئے کے سوائے اچھے اور سماجی بندھلوں“ جس طرح یہ لوگ سمجھتے تھے کہ قلم کی ایک مت سے لیٹن سوشلسٹ راج قائم کر دے گا جس میں بھی چیز پا جاتا مشکل نہ ہوگا۔ اسی طرح ان لوگوں نے طرح کی اور بھی غلط دھارنا لیں پھیل دیں۔ لوگوں تاپا کہ استوری پرش سمجھتے بہت سودا سدا ہے۔ لگتی ہے کہانا کہانا چاہئے، پاس لگے پانی پینا کے اور واسنا زور کرے تو اچھے بھی پوری کر لیتا چاہئے۔ ن باتوں کا کارل مارکس یا کمونزم کے اصولوں کے ساتھ سمجھتے نہیں تھا۔

ان لوگوں کی غلطیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ روس میں ہا بن ہو گیا۔ پہلی صورتوں میں ایک درجہ بدچلتی لگی۔ روس وروڈھی حلقوں کو چلی پکار کا موقع تھا۔ قلمی جی ”شہر نے اندیشہ سے دہلا ہوئے

سُکریوں کی سنگت میں

(ماہی گوشت)

میرے ایک دوست کے یہاں ایک بڑا ایک سُکری میہمان اُڑھ رہے تھے۔ ان کے بارے میں میں نے ایسا سنا تھا کہ انہوں نے ایک جنگل میں ایک درخت کے نیچے رہ کر خاموشی کی ساधना کی تھی۔ ایک دن ان پر پرمہ کی کڑواہٹ اور ان کی اندر کی سکھوں اور ان کی دل کی گتھوں سب کھل گئیں۔ اس نے جب کبھی ان سے کوئی پوچھتا— ”صاحب میں! آپ اپنی سادھنا کا منکر تو بتائیے۔“ تو آپ جواب میں فرماتے— ”اندر اور باہر سے چپ رہنے کی کوشش کرو۔ جب تم چپ رہنا سیکھ جاؤ گے تو وہ جو ہر جگہ موجود ہے، باہر اور اندر بھی، ہولنا شروع کرے گا۔ اب تو تم سے بولنے کا ایک موقع تک نہیں دیتے۔“

ایک شام میں ان کی سُکری ساہب سے ملنے گیا۔ آپ کھانا کھا رہے تھے۔ آپ کے اُپری گنبد پر ایک ہینڈ، ایک مسلمان، ایک پارسی اور ایک عیسائی صاحبان بیٹھے ہوئے تھے۔ صوفی صاحب کی آنکھیں بند تھیں۔ مگر ان سے جو ملنے آئے تھے ان کی آنکھیں کھلی تھیں اور صوفی صاحب کے چہرے پر چمکی ہوئی تھیں۔

ایک ایک پرستار ہونے لگی۔ مگر کچھ دیر کے بعد پرستار رک گئی۔ تب صوفی صاحب نے اپنی آنکھیں کھولیں اور سب پر اپنی کرم کرپا کی کرن ڈالکر بولنے لگے— ”ابھی ہی پرستار پڑی تھی۔ وہ تو مالک کی دیا کی پرستار تھی کسی سمندر کے کنارے پر برسوں سے جو ایک سیپ پرست کے ایک قطرے کے انتظار میں تھا آج اُس کے دل کی مراد پوری ہوئی ہوگی۔ پرستار کا ایک قطرہ اُس کے منہ میں پڑا ہوگا اور وہ اب ایک موتی بن گیا ہوگا۔ لیکن ہم سب پر مالک کی دیا کی پرستار کب پڑے گی؟ مگر پڑے بھی کیسے کہونکہ ہم سارا دن ایسی دور دھوپ میں لگے رہتے ہیں کہ ہمیں چپ چاپ ہمتیگر انتظار کرنا آتا ہی نہیں اور نہ ایسا کرنے کی کبھی خواہش ہی ہوتی ہے۔ خداوند تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں خداوند تعالیٰ کا انتظار کرنا ہے۔ مگر دعا بھی تو لوگ کرنا نہیں چاہتے۔ وہ تو کام لے لے کر خائے میں یا تو بلند دھتے ہیں اور نہیں تو دام کے دام میں پھنسنے دھتے ہیں۔“

انہوں نے صوفی صاحب کی آنکھیں پھر بند ہو گئیں۔ بلند ہو گئیں؟ نہیں نہیں! آپے دلیر نہ دیدار کھلیتے وہ کھل گئیں۔ کہونکہ دلیر کو تو صرف بلند آنکھیں سے ہی دیکھا جاتا ہے نہ۔ ایسا ہے روحانی زندگی کا کرہنہ!

صوفیوں کی سنگت میں

(ماہی گوشت)

میرے ایک دوست کے یہاں ایک دفعہ ایک صوفی میہمان آئے تھے۔ ان کے بارے میں میں نے ایسا سنا تھا کہ چالیس برس تک انہوں نے ایک جنگل میں ایک درخت کے نیچے رہ کر خاموشی کی سادھنا کی تھی۔ ایک دن ان پر پرمہ کی کڑواہٹ اور ان کی اندر کی سکھوں اور ان کی دل کی گتھوں سب کھل گئیں۔ اس نے جب کبھی ان سے کوئی پوچھتا— ”صاحب میں! آپ اپنی سادھنا کا منکر تو بتائیے۔“ تو آپ جواب میں فرماتے— ”اندر اور باہر سے چپ رہنے کی کوشش کرو۔ جب تم چپ رہنا سیکھ جاؤ گے تو وہ جو ہر جگہ موجود ہے، باہر اور اندر بھی، ہولنا شروع کرے گا۔ اب تو تم سے بولنے کا ایک موقع تک نہیں دیتے۔“

ایک شام میں ان کی صوفی صاحب سے ملنے گیا۔ آپ کھانا کھا رہے تھے۔ آپ کے اُپری گنبد پر ایک ہینڈ، ایک مسلمان، ایک پارسی اور ایک عیسائی صاحبان بیٹھے ہوئے تھے۔ صوفی صاحب کی آنکھیں بند تھیں۔ مگر ان سے جو ملنے آئے تھے ان کی آنکھیں کھلی تھیں اور صوفی صاحب کے چہرے پر چمکی ہوئی تھیں۔

ایک ایک پرستار ہونے لگی۔ مگر کچھ دیر کے بعد پرستار رک گئی۔ تب صوفی صاحب نے اپنی آنکھیں کھولیں اور سب پر اپنی کرم کرپا کی کرن ڈالکر بولنے لگے— ”ابھی ہی پرستار پڑی تھی۔ وہ تو مالک کی دیا کی پرستار تھی کسی سمندر کے کنارے پر برسوں سے جو ایک سیپ پرست کے ایک قطرے کے انتظار میں تھا آج اُس کے دل کی مراد پوری ہوئی ہوگی۔ پرستار کا ایک قطرہ اُس کے منہ میں پڑا ہوگا اور وہ اب ایک موتی بن گیا ہوگا۔ لیکن ہم سب پر مالک کی دیا کی پرستار کب پڑے گی؟ مگر پڑے بھی کیسے کہونکہ ہم سارا دن ایسی دور دھوپ میں لگے رہتے ہیں کہ ہمیں چپ چاپ ہمتیگر انتظار کرنا آتا ہی نہیں اور نہ ایسا کرنے کی کبھی خواہش ہی ہوتی ہے۔ خداوند تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں خداوند تعالیٰ کا انتظار کرنا ہے۔ مگر دعا بھی تو لوگ کرنا نہیں چاہتے۔ وہ تو کام لے لے کر خائے میں یا تو بلند دھتے ہیں اور نہیں تو دام کے دام میں پھنسنے دھتے ہیں۔“

انہوں نے صوفی صاحب کی آنکھیں پھر بند ہو گئیں۔ بلند ہو گئیں؟ نہیں نہیں! آپے دلیر نہ دیدار کھلیتے وہ کھل گئیں۔ کہونکہ دلیر کو تو صرف بلند آنکھیں سے ہی دیکھا جاتا ہے نہ۔ ایسا ہے روحانی زندگی کا کرہنہ!

وہ جس میں انسانی دنیا، اس میں دھرم کو قائم کرنا ہے جو سب
 ایک دین دھرموں کی چیز ہے جو سب کی تہ میں ہے
 سب میں برابر موجود ہے اور جو ان سب ایک ایک
 دھرموں کو ایک دوسرے سے ملاتا اور ان کا ناتا جوڑتا ہے
 یا کسی دھرمی کلمہ سب سے اونچے اور اچھے ہوئی جسے
 یہ دین دھرموں کی پہچانی ایکٹا میں اور
 یہ انسانوں کے ایک کتب کلمہ ہونے میں سچا
 رہا ہو۔

ہم نے اوپر ہندو اور مسلمانوں کی تراس تیر پر
 بات کہی ہے۔ لیکن، ہمیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اور بھی
 نئے دین دھرم ہندوستان میں ہیں، ان سب کے ماننے
 والوں کی مدد کی ہمیں ضرورت ہے۔ اور ان سب میں ہم
 سا ہی مہل ملاپ اور پریم چاہتے ہیں، جیسا کہ ہندو
 مسلمانوں میں۔ ہندوستانی کلمہ کا یہی آدرش یہی معیار
 ہمارے سامنے رکھنا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ اس تک پہنچنے
 لئے ہمیں بہت لمبا راستہ طے کرنا پڑے گا۔ لیکن ہم
 ہی سے اس راستے پر چلنا شروع کر سکتے ہیں۔ اگر ہم
 ک ایک قدم آگے بڑھتے ہیں تو ایک پورا نئے دوسرے
 اور ہم اپنی منزل کے زیادہ سے زیادہ نزدیک پہنچتے
 آئیں گے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہمارا آدرش
 ہمارا معیار ہمارے آنکھوں سے کسی وقت بھی اوجھل نہ
 رہے پائے۔

ہم نے اوپر ہندو اور مسلمانوں کی خاص طور پر بات
 کی ہے۔ لیکن، ہمیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اور بھی
 نئے دین دھرم ہندوستان میں ہیں، ان سب کے ماننے
 والوں کی مدد کی ہمیں ضرورت ہے۔ اور ان سب میں ہم
 سا ہی مہل ملاپ اور پریم چاہتے ہیں، جیسا کہ ہندو
 مسلمانوں میں۔ ہندوستانی کلمہ کا یہی آدرش یہی معیار
 ہمارے سامنے رکھنا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ اس تک پہنچنے
 لئے ہمیں بہت لمبا راستہ طے کرنا پڑے گا۔ لیکن ہم
 ہی سے اس راستے پر چلنا شروع کر سکتے ہیں۔ اگر ہم
 ک ایک قدم آگے بڑھتے ہیں تو ایک پورا نئے دوسرے
 اور ہم اپنی منزل کے زیادہ سے زیادہ نزدیک پہنچتے
 آئیں گے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہمارا آدرش
 ہمارا معیار ہمارے آنکھوں سے کسی وقت بھی اوجھل نہ
 رہے پائے۔

ہندی، اردو، انگریزی میں
 اچھی، سستی اور صاف چھپائی کے لئے
 'نیا ہند پریس'
 کو لکھیے۔

باہر کا کام پوری جیمنہاری کے ساتھ کیا
 جاتا ہے۔

مینیجر، نیا ہند پریس
 145، سڈہن
 دہلی۔

ہندی، اردو، انگریزی میں

اچھی، سستی اور صاف چھپائی کے لئے

'نیا ہند پریس'

کو لکھئے۔

باہر کا کام پوری جیمنہاری کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

مینیجر، 'نیا ہند پریس'

145، سڈہن
 دہلی۔

کی چیزیں، جائیدادیں، منسلکات، دین و دھرم، اور تہذیب،
 آوارہ بیچاروں اور اہلکدہ اہلکدہ تہذیبوں کو ملتا کر
 انہیں ایک جگہ، ایک مقام پر اور ایک
 اور ہر ایک کو اپنی اپنی جگہ، اپنے اپنے وقت
 پر اور اپنی اپنی طرح سے کام کرنے، کھانے پینے
 اور دوسروں کے لیے उपयोगی مفید ثابت ہونے کا
 سوا ہے۔

اب میں ساری بات کو دو حصوں میں دوہراتا ہوں۔
 ہر سہولیت، ہر کھلچر میں تین باتیں ہوتی ہیں۔ (ا)
 ہر ایک میں ج्ञان کا، سائنس کا، پیدا کا، مادی کا ایک
 منہاں ہوتا ہے جس میں کچھ اس کی خاص چیزیں ہوتی
 ہیں اور کچھ چیزیں سب میں ایک سی ہوتی ہیں۔
 کھلچر کے اس طرح کے ہندسوں میں جو اور چھتیں مادہ
 روح کے یہ شمار ظہور اور رنگ روپوں میں سے کچھ
 دکھائی دے جاتے ہیں، (ب) ہر کھلچر کو اپنے الگ
 کام پورے کرنے ہوتے ہیں۔ ہر ایک کے الگ الگ
 ہنر، معیار، الگ الگ آداب، الگ الگ آداب، الگ الگ
 الگ الگ اور دھندے، الگ الگ آداب اور کلا، کھل
 الگ الگ ہنر، شہر، پوجا کے طریقے اور دین دھرم ہوتے
 ہیں۔ (ج) ہر کھلچر کے دین دھرم کے اپنے طریقے ہوتے
 ہیں۔ راج کالج کے اپنے ڈھنگ، چال چلن، بیوپار تجارت،
 سرے دیسوں میں جا کر بسنا، دوسرے دیسوں کو جیتنا
 اپنے اپنے کاروباری تہذیب ہوتے ہیں۔ جس کھلچر میں
 تینوں باتیں جتنی اچھی اور اونچی ہوں گی اتنی ہی
 کھلچر اونچی اور مہان ہوگی۔ کسی بھی کھلچر میں
 ان کا خزانہ جتنا زیادہ ہوگا، اُس میں جتنی طرح
 روح کی چیزیں ہونگی وہ سب چیزیں جتنی سوچ سمجھ کر
 شہری اور سمجھ کے ساتھ جمع کی گئی ہونگی اور لوگوں
 آدھی معیار، ان کے شوق، ان کی آہنگیں، ان کے جذبات
 ان کے اونچے، جتنے سندر، جتنے پاک ہونگے اور سبکی
 لائی کے خیال سے بہرے ہوئے ہونگے، اور لوگوں کے دین
 ہن کے طریقے جتنے ستھرے ہونگے، ان کے کاروبار اور بیوپار
 جتنے پھلے ہوئے اور دنیا بہر کے سب آدمیوں کی پہلائی
 نے والے ہونگے، اتنی ہی وہ کھلچر وہ سمجھتا ہوں، مہان
 لچھی، سندر اور دیر تک ٹکے والی ہوگی۔ سب سے
 لچھی، سب سے سندر اور سب سے اچھی تہذیب وہ ہوگی
 جس نے اس بات کو سمجھ لیا ہو اور اس پر عمل کرنا
 روح کو دیا ہو کہ دنیا کے سب آدمیوں کی مائی اور
 ج کاپی یعنی سیاسی جھگڑوں کا صرف ایک ہی علاج
 اور وہ یہ ہے کہ سارے انسانی سماج کو، دنیا کے سب
 مہوں کو ایک سائنسی نظام، ایک ریگھانک سائنس
 میں لیا جائے۔ سب سامہودانک فرقہ وارانہ جھگڑوں کا
 ہی آکھہر میں بس ایک ہی علاج ہے اور وہ

چھڑوں، جانوں، نسلوں، دین دھرموں، طور طریقوں
 اور بیچاروں اور الگ الگ طبقوں کو مل کر ان میں
 ایک مہلک اور ایک سہولیت پیدا کریں اور ہر ایک
 اپنی اپنی جگہ اپنے اپنے وقت پر اور اپنی اپنی طرح سے کام
 لے پھلنے پھولنے اور دوسروں کے لیے آپ یوگی مفید ثابت
 نے کا موقع دیں۔

اب میں ساری بات کو دو حصوں میں دوہراتا ہوں۔
 ہر سہولیت، ہر کھلچر میں تین باتیں ہوتی ہیں۔ (ا)
 ہر ایک میں ج्ञان کا، سائنس کا، پیدا کا، مادی کا ایک
 منہاں ہوتا ہے جس میں کچھ اس کی خاص چیزیں ہوتی
 ہیں اور کچھ چیزیں سب میں ایک سی ہوتی ہیں۔
 کھلچر کے اس طرح کے ہندسوں میں جو اور چھتیں مادہ
 روح کے یہ شمار ظہور اور رنگ روپوں میں سے کچھ
 دکھائی دے جاتے ہیں، (ب) ہر کھلچر کو اپنے الگ
 کام پورے کرنے ہوتے ہیں۔ ہر ایک کے الگ الگ
 ہنر، معیار، الگ الگ آداب، الگ الگ آداب، الگ الگ
 الگ الگ اور دھندے، الگ الگ آداب اور کلا، کھل
 الگ الگ ہنر، شہر، پوجا کے طریقے اور دین دھرم ہوتے
 ہیں۔ (ج) ہر کھلچر کے دین دھرم کے اپنے طریقے ہوتے
 ہیں۔ راج کالج کے اپنے ڈھنگ، چال چلن، بیوپار تجارت،
 سرے دیسوں میں جا کر بسنا، دوسرے دیسوں کو جیتنا
 اپنے اپنے کاروباری تہذیب ہوتے ہیں۔ جس کھلچر میں
 تینوں باتیں جتنی اچھی اور اونچی ہوں گی اتنی ہی
 کھلچر اونچی اور مہان ہوگی۔ کسی بھی کھلچر میں
 ان کا خزانہ جتنا زیادہ ہوگا، اُس میں جتنی طرح
 روح کی چیزیں ہونگی وہ سب چیزیں جتنی سوچ سمجھ کر
 شہری اور سمجھ کے ساتھ جمع کی گئی ہونگی اور لوگوں
 آدھی معیار، ان کے شوق، ان کی آہنگیں، ان کے جذبات
 ان کے اونچے، جتنے سندر، جتنے پاک ہونگے اور سبکی
 لائی کے خیال سے بہرے ہوئے ہونگے، اور لوگوں کے دین
 ہن کے طریقے جتنے ستھرے ہونگے، ان کے کاروبار اور بیوپار
 جتنے پھلے ہوئے اور دنیا بہر کے سب آدمیوں کی پہلائی
 نے والے ہونگے، اتنی ہی وہ کھلچر وہ سمجھتا ہوں، مہان
 لچھی، سندر اور دیر تک ٹکے والی ہوگی۔ سب سے
 لچھی، سب سے سندر اور سب سے اچھی تہذیب وہ ہوگی
 جس نے اس بات کو سمجھ لیا ہو اور اس پر عمل کرنا
 روح کو دیا ہو کہ دنیا کے سب آدمیوں کی مائی اور
 ج کاپی یعنی سیاسی جھگڑوں کا صرف ایک ہی علاج
 اور وہ یہ ہے کہ سارے انسانی سماج کو، دنیا کے سب
 مہوں کو ایک سائنسی نظام، ایک ریگھانک سائنس
 میں لیا جائے۔ سب سامہودانک فرقہ وارانہ جھگڑوں کا
 ہی آکھہر میں بس ایک ہی علاج ہے اور وہ

ہلالہاٹک سداچار، تیر تریکے، آٹے کلا، بڑےل جینگی اور سماجی جیون، روجے برت، داہتے جیونار، مہلے تماہ، تہوہار اور لڑھیا، سوغ کے دین اور سڑش کے دین۔ ان سب کے بارے میں لوگوں کے اندر ایک سی صمگے اور ایک سے آدھس پھدا کئے جائیں۔ ان آملکوں کے بوہانے اور مضبوط کرنے کے لئے اور لوگوں کو ان مہل ملاپ کی چھڑوں کا حق دلانے کھلئے، ان مہل ان چھڑوں کی تھک تھک جاتکاری پھدا کرنی اور پھلائی ہوگی۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے ایسے گروہ، جن مہل ایک دوسرے سے پوری ہمدردی پھدا ہوگئی ہے، جو ایک دوسرے کے یکے درست مہل اور جو ایک دوسرے کو سمجھتے مہل، ایسے مہل، تماہوں اور تہوہاروں کے موقعوں پر جلسے کرکے، جلوس نکال کر اور طرح طرح سے جلتا کے سامنے مثال قائم کریں۔ جتلیے آندولن، جتلی تصدیق، ستوہ، اہنسا، انصاف، پرہیزگاری، پاک، نہکی، سمجھداری، ہمت، دھورج، صبر اور اسی طرح ان کی اچھی اچھی چھڑوں کو پھلانے کھلئے چلائی جاتی مہل جلمہں سب دھرم مذہبوں کے لوگ اور سب طور طریقوں کے ماننے والے ماننے اور پسند کرتے مہل، ایسے ہی پاک چھڑیں کھانا، پاک چھڑیں پھلنا، نشہ کی سب چھڑوں سے پرہیز کرنا، اس طرح کی سب کوششوں ہمارے اس کام مہل بہت مدد دیں گی۔

3—ہمارے کام دو حصے اوپر بیان کیا جا چکے ہیں۔ ہندوستانی کلچر کا تیسرا اور آخیری حصہ یہ ہے کہ اس طرح کے دہندوں، دست کاریوں، بھوپاروں اور تجارتوں کو جاری کیا جاوے اور بھایا جاوے جن مہل ہندو اور مسلمان دونوں حصے لیں اور دونوں ملکر کام کریں۔ رچنامک یا تعمیری کام کی جتلی کوششوں ہو رہی مہل جسے ماں اور بچے کے بچاؤ اور بھلائی کے طریقے، گاؤں کی حالت کو سدھارنا، کھریلو دھندے، کھیتی کے کام کو ترقی دینا اور اُس کی پھداوار کو بھانا، جنگلوں کی حفاظت، گاؤں اور شہروں کی صفائی، بھاروں کے علاج کے لئے جو طرح طرح کے طریقے چل پڑے مہل ان سب کو مل کر اُن سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش، جانوروں کی نسل کو سدھارنا اور بھانا، یہ سب چھڑیں ہمارے ہندوستانی کلچر کو ہر طرح سے مدد دیں گی اور اُس کلچر کے اس دوسرے حصے کو پورا کریں گی۔ لیکن شرط اتنی ہی ہے کہ ہندو اور مسلمان دونوں ملکر اس مہل حصے لیں اور ہر کام مہل دونوں کا مہل بھٹتا چلا جاوے۔ ہمارے سوسائٹی کو اپنی پوری طاقت سے اس مہل جول کے بوہانے مہل ہر طرح کی مدد کرنی چاہئے۔

تہوڑے سے مہل نگی ہندوستانی کلچر کا بلھائی کام یہ ہونا چاہئے کہ وہ سب طرح کے لوگوں، سب طرح

3—ہمارے کام دو حصے اوپر بیان کئے جا چکے ہیں۔ ہندوستانی کلچر کا تیسرا اور آخری حصہ یہ ہے کہ اس طرح کے دہندوں، دست کاریوں، بھوپاروں اور تجارتوں کو جاری کیا جاوے اور بھایا جاوے جن مہل ہندو اور مسلمان دونوں حصے لیں اور دونوں ملکر کام کریں۔ رچنامک یا تعمیری کام کی جتلی کوششوں ہو رہی مہل جسے ماں اور بچے کے بچاؤ اور بھلائی کے طریقے، گاؤں کی حالت کو سدھارنا، کھریلو دھندے، کھیتی کے کام کو ترقی دینا اور اُس کی پھداوار کو بھانا، جنگلوں کی حفاظت، گاؤں اور شہروں کی صفائی، بھاروں کے علاج کے لئے جو طرح طرح کے طریقے چل پڑے مہل ان سب کو مل کر اُن سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش، جانوروں کی نسل کو سدھارنا اور بھانا، یہ سب چھڑیں ہمارے ہندوستانی کلچر کو ہر طرح سے مدد دیں گی اور اُس کلچر کے اس دوسرے حصے کو پورا کریں گی۔ لیکن شرط اتنی ہی ہے کہ ہندو اور مسلمان دونوں ملکر اس مہل حصے لیں اور ہر کام مہل دونوں کا مہل بھٹتا چلا جاوے۔ ہمارے سوسائٹی کو اپنی پوری طاقت سے اس مہل جول کے بوہانے مہل ہر طرح کی مدد کرنی چاہئے۔

تہوڑے سے مہل نگی ہندوستانی کلچر کا بلھائی کام یہ ہونا چاہئے کہ وہ سب طرح کے لوگوں، سب طرح

४—हमारे काम का दूसरा हिस्सा यह है—दीन धर्म.

2 — شماره نام کتاب: فوسرا حصه ۲ — نویسنده: علیرضا

بڑے بڑے دوسرے ملکوں میں اپنی بستیوں بسانا، آج کرنا، ایک راجا کا راج، امیروں کا راج، عام لوگوں کا راج بنانا۔

اب کلاچر اور سivilization یا سانسکرتی اور سانسکرتی دو چیزیں ہوتیں اور ہر ایک کے تین تین پہلو، جتنے سوال جواب ہم نے اوپر لکھے ہیں اور جتنے سوال جواب اس طرح کے اور لکھے جاسکتے ہیں وہ سب ان ہی میں یا ان ہی چیز میں آجاتے ہیں۔ ان سے ہمیں پتہ چل جاتا ہے کہ اصلی کلاچر یا اصلی سانسکرتی کیا چیز ہے۔ اصلی کلاچر آدمی کے اندر کی نیکی اور برائی ہے اور اصلی سانسکرتی یا سانسکرتی اندر کی نیکی کا باہری پہلو ہے۔

جتنی بڑھیا کوئی کلاچر ہوگی اتنے ہی اچھے گھرانے، اچھی خواہشیں اور اچھے کاموں سے مری ہوئی ہوگی جو اس کلاچر کا جسم اور اس کا رنگ روپ ہے۔ اسی طرح باہر کی سانسکرتی کا اثر اندر کی کلاچر پر پڑتا ہے اور دونوں کا مل کر ایک اچھا سندر دائرہ یا چکر بن جائے گا جو آدمی کو نیکی کی طرف لے جائے گا۔

مجھے یاد ہے کہ میری ان باتوں میں شہدوں کا آدھار دکھائی دے گا، لیکن اگر ان میں کچھ بھی سچھائی ہے تو مجھے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری چھوٹی سی سوسائٹی ایک بہت بڑا لیکن بہت ہی کمزور کام ہاتھ میں لے رہی ہے۔ یہ سوسائٹی ایک ہندوستانی کلاچر اور ہندوستانی سانسکرتی کا بیج ہو رہی ہے، انکی نندہ سی پودہ کی روپ رہی ہے۔ ہماری یہ ہندوستانی کلاچر اور ہندوستانی سانسکرتی سب سے پہلے ہندوستان کی پرانی کلاچر اور عرب ایران کی کلاچر، یا دوسرے شہدوں میں ہندو کلاچر اور مسلم کلاچر، ان دونوں کے اچھے سے اچھے اور ضروری پہلوؤں کو ملانے کی کوشش کرے گی۔ اس بیج میں انکے بیجوں اور یہ پودہ پھولے پھولے اس کو لکھتے ہیں اچھے کام کے تین حصے کرتے ہیں گے۔

1—سب سے پہلے عام لوگوں کو ایک ساکھان کا بھلاکار دینے کیلئے۔۔۔

(الف) کچھ نوجوانوں کو اس طرح تیار کرنا چاہئے کہ وہ ایک ہندو اور ایک مسلمان، دو دو مل کر ساتھ ساتھ کام کریں۔ دونوں میں سے ہر ایک سانسکرتی بھی جانتا ہو اور فارسی بھی، اور اگر ہو سکے تو تہذیبی سی شہد بھی۔ ان لوگوں کو خاص طور پر روحانیت اور تصوف کی اچھی سے اچھی کتابیں پڑھانی چاہئیں۔ اور دونوں دھرموں کی کتابوں کے خاص خاص اور اچھے حصے پڑھانے چاہئیں۔ یہ ساتھ ساتھ

اس بیج میں اُنکڑے پھوٹے اور یہ پودہ پھولے پھولے اس کے لیے اس کے تین حصے کرنے ہوں گے۔

1—سب سے پہلے عام لوگوں کو ایک ساکھان کا بھلاکار دینے کیلئے۔۔۔

(ب) کچھ نوجوانوں کو اس طرح تیار کرنا چاہیے کہ وہ ایک ہندو اور ایک مسلمان، دو دو مل کر ساتھ ساتھ کام کریں۔ دونوں میں سے ہر ایک سانسکرتی بھی جانتا ہو اور فارسی بھی، اور اگر ہو سکے تو تہذیبی سی شہد بھی۔ ان لوگوں کو خاص طور پر روحانیت اور تصوف کی اچھی سے اچھی کتابیں پڑھانی چاہئیں۔ اور دونوں دھرموں کی کتابوں کے خاص خاص اور اچھے حصے پڑھانے چاہئیں۔ یہ ساتھ ساتھ

اس بیج میں اُنکڑے پھوٹے اور یہ پودہ پھولے پھولے اس کے لیے اس کے تین حصے کرنے ہوں گے۔

اس بیج میں اُنکڑے پھوٹے اور یہ پودہ پھولے پھولے اس کے لیے اس کے تین حصے کرنے ہوں گے۔

اس بیج میں اُنکڑے پھوٹے اور یہ پودہ پھولے پھولے اس کے لیے اس کے تین حصے کرنے ہوں گے۔

اس بیج میں اُنکڑے پھوٹے اور یہ پودہ پھولے پھولے اس کے لیے اس کے تین حصے کرنے ہوں گے۔

1—سب سے پہلے عام لوگوں کو ایک ساکھان کا بھلاکار دینے کیلئے۔۔۔

(الف) کچھ نوجوانوں کو اس طرح تیار کرنا چاہئے کہ وہ ایک ہندو اور ایک مسلمان، دو دو مل کر ساتھ ساتھ کام کریں۔ دونوں میں سے ہر ایک سانسکرتی بھی جانتا ہو اور فارسی بھی، اور اگر ہو سکے تو تہذیبی سی شہد بھی۔ ان لوگوں کو خاص طور پر روحانیت اور تصوف کی اچھی سے اچھی کتابیں پڑھانی چاہئیں۔ اور دونوں دھرموں کی کتابوں کے خاص خاص اور اچھے حصے پڑھانے چاہئیں۔ یہ ساتھ ساتھ

اس بیج میں اُنکڑے پھوٹے اور یہ پودہ پھولے پھولے اس کے لیے اس کے تین حصے کرنے ہوں گے۔

1—سب سے پہلے عام لوگوں کو ایک ساکھان کا بھلاکار دینے کیلئے۔۔۔

ہیاء کے لیے۔ آدمی کا دماغ اچھا اور مضبوط ہو، کھرکڑا اچھا اور مضبوط ہو اور جسم اچھا اور مضبوط ہو تو ان ہی باتوں سے اچھی اور مضبوط کلچر بنے۔ دماغ کے اچھے پن کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو بہت سی اور کام کی چیزیں معلوم ہوں، یعنی اُس نے پاس گھان کا اچھا بھندار ہو، اور وہ برائی اور بھلائی میں نفع اور نقصان میں فرق کر سکے اور پہچان سکے کہ کس چیز میں اُس کا سچا نفع ہے اور کس میں نقصان۔ دماغ کے مضبوط ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی سب طرح کی چیزوں کو جلدی سے سمجھ سکے، اُس کی یادداشت اچھی اور پکی ہو اور وہ چیزوں کا ٹھوک ٹھوک فیصلہ کر سکے۔ کھرکڑا یا چرتر کی مضبوطی کا مطلب یہ ہے کہ آدمی میں اتنی ہمت ہو کہ وہ جن چیزوں کو کرنا چاہے انہیں کرے اور جن سے بچنا چاہے اُن سے بچ سکے۔ کھرکڑا کے اچھے پن کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنی طبیعت کو اور اپنے ہاتھ پیروں کو نیک کاموں کی طرف لگائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خودی یعنی اپنے نجی سکھ کی اچھا دہی دے اور سب کے بہلے کی اچھا کام کرے۔ جسم کے اچھے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھ پیر اور سب انگ سدول ہوں اور صورت شکل پہاڑی لگے۔ جسم کی مضبوطی کا مطلب یہ ہے کہ بدن میں جان ہو، ہل ہوتا ہو، سختی ہو، کڑائی ہو، برداشت کی طاقت ہو، رگ پتھ مضبوط ہوں، من میں دھڑچ ہو اور آدمی سب کام تیزی سے اور بدلا لڑکھوائے کر سکے۔ جس آدمی کا جسم، جس کا کھرکڑا اور جس کا دماغ تھلے اس طرح کے ہوں، وہی پوری طرح اور ٹھیک ٹھیک 'کلچر' سمجھا جاسکتا ہے۔ اسی طرح انہیں میں چٹلی ہڑی ہڑی سبھتیاں ہیں، تہذیبوں ہوئی ہیں — جیسے ہیتی ہوئی سبھتیاں میں مصری، آشوری (اسوری)، بابلی، یونانی، رومن، مہکسن اور یورورین اور زندہ سبھتیاں میں چھلی، ہلدستانی، یہودی، ایرانی، عرب اور آجکل کی۔ یورپین — ان سب سبھتیاں کے تین خاص پہلو ہیں — (1) اُن کا تعلیم کا ایک خاص ڈھنگ اور گھان، سائنس اور فلسفے کا اپنا بھندار؛ (2) ہر ایک کا ایک خاص دین، دھرم، سداچار، اخلاق اور دھن میں کا ایک خاص طریقہ، گھریلو زندگی اور سماجی زندگی کا ایک خاص ڈھنگ اور ان کے ساتھ ہی ساتھ اُن سے ملی جلی چیزیں — آرٹ، کلا، چترکاری، سنگ تراشی، گانا بجانا، شاعری، کویتا، خاص طرح کی مذہبی اور فوسری صارتوں بدانا، کھیل تماشہ، چھتیاں، ہواد، جلسے، دست درآج، مذہبی کتابیں، ملندر، مسجد، تھوٹہ (3) پہواری، تجارتی اور راج کاجی کاموں کے کچھ خاص طریقے، کھیتی، آبیروگ، دھندے، پہواری، سنگ

ہیاء کے لیے۔ آدمی کا دماغ اچھا اور مضبوط ہو، کھرکڑا اچھا اور مضبوط ہو اور جسم اچھا اور مضبوط ہو تو ان ہی باتوں سے اچھی اور مضبوط کلچر بنے۔ دماغ کے اچھے پن کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو بہت سی اور کام کی چیزیں معلوم ہوں، یعنی اُس نے پاس گھان کا اچھا بھندار ہو، اور وہ برائی اور بھلائی میں نفع اور نقصان میں فرق کر سکے اور پہچان سکے کہ کس چیز میں اُس کا سچا نفع ہے اور کس میں نقصان۔ دماغ کے مضبوط ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی سب طرح کی چیزوں کو جلدی سے سمجھ سکے، اُس کی یادداشت اچھی اور پکی ہو اور وہ چیزوں کا ٹھوک ٹھوک فیصلہ کر سکے۔ کھرکڑا یا چرتر کی مضبوطی کا مطلب یہ ہے کہ آدمی میں اتنی ہمت ہو کہ وہ جن چیزوں کو کرنا چاہے انہیں کرے اور جن سے بچنا چاہے اُن سے بچ سکے۔ کھرکڑا کے اچھے پن کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنی طبیعت کو اور اپنے ہاتھ پیروں کو نیک کاموں کی طرف لگائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خودی یعنی اپنے نجی سکھ کی اچھا دہی دے اور سب کے بہلے کی اچھا کام کرے۔ جسم کے اچھے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھ پیر اور سب انگ سدول ہوں اور صورت شکل پہاڑی لگے۔ جسم کی مضبوطی کا مطلب یہ ہے کہ بدن میں جان ہو، ہل ہوتا ہو، سختی ہو، کڑائی ہو، برداشت کی طاقت ہو، رگ پتھ مضبوط ہوں، من میں دھڑچ ہو اور آدمی سب کام تیزی سے اور بدلا لڑکھوائے کر سکے۔ جس آدمی کا جسم، جس کا کھرکڑا اور جس کا دماغ تھلے اس طرح کے ہوں، وہی پوری طرح اور ٹھیک ٹھیک 'کلچر' سمجھا جاسکتا ہے۔ اسی طرح انہیں میں چٹلی ہڑی ہڑی سبھتیاں ہیں، تہذیبوں ہوئی ہیں — جیسے ہیتی ہوئی سبھتیاں میں مصری، آشوری (اسوری)، بابلی، یونانی، رومن، مہکسن اور یورورین اور زندہ سبھتیاں میں چھلی، ہلدستانی، یہودی، ایرانی، عرب اور آجکل کی۔ یورپین — ان سب سبھتیاں کے تین خاص پہلو ہیں — (1) اُن کا تعلیم کا ایک خاص ڈھنگ اور گھان، سائنس اور فلسفے کا اپنا بھندار؛ (2) ہر ایک کا ایک خاص دین، دھرم، سداچار، اخلاق اور دھن میں کا ایک خاص طریقہ، گھریلو زندگی اور سماجی زندگی کا ایک خاص ڈھنگ اور ان کے ساتھ ہی ساتھ اُن سے ملی جلی چیزیں — آرٹ، کلا، چترکاری، سنگ تراشی، گانا بجانا، شاعری، کویتا، خاص طرح کی مذہبی اور فوسری صارتوں بدانا، کھیل تماشہ، چھتیاں، ہواد، جلسے، دست درآج، مذہبی کتابیں، ملندر، مسجد، تھوٹہ (3) پہواری، تجارتی اور راج کاجی کاموں کے کچھ خاص طریقے، کھیتی، آبیروگ، دھندے، پہواری، سنگ

ایک ہی مانے میں ہرےمائل کرتے ہیں۔ ہندوستانی میں کلاچر کو کہتے ہیں—'شیشیتا'، 'سکھتیتا'، 'تہذیب'، 'تادیب' یا 'شاہستہ'۔ اور سبیلویشن کو کہا جاتا ہے—'سبھوتتا'، 'سموہاچار'، 'تہذیب' یا 'تہذیب'۔ اس سے زیادہ آسان ہرےمائل سب سمجھتے ہیں۔ چال' قہذگ چلن ہیں' لیکن ان سے برا مطلب نہیں نکل سکتا۔ ہم ایک بات یہ ہی سمجھان میں رکھیں کہ شاید سبیلویشن اور سبھوتتا دونوں کا نکاس ایک ہی سا ہے، یعنی 'سبھا' 'سوس' 'جامعت'، 'شہر'، 'سویلائیون' اور سبھوتتا کے معنی ہیں— آدمی جو 'شہری' کہلانے کے یا سبھوتتا سوسائٹی میں پتھلے کے قابل ہو۔ دوسری طرف 'کلاچر' لیکن شہر لئس (Cultus) سے نکلا ہے۔ کلتس کے معنی ہیں— عل'۔ زمین پر کھیتی کرنا اور آدمی کے دل اور دماغ کو لچر کرنا دونوں ایک ہی سے کام ہیں۔ دونوں میں مل چلانا پونا ہے، جوتنا پونا ہے، زمین تیار کرنی ہوتی ہے، مٹی کو باریک کرنا ہوتا ہے اور پھر اچھے قومیتی اور کام کے بیج اُس میں بولے ہوتے ہیں۔ یہ بیج مادی ہونک' خلاقیت نہتک اور دماغی مانسک تیلوں طرح کے ہو سکتے ہیں۔ بیج ایسے ہونے چاہئے جن سے جسم و روح دونوں نو تندرستی دیئے والی جسمانی اور روحانی خوراک تیار ہو سکے۔ سسکرتی' مانچلا' اُس کا بھی یہی مطلب ہے۔ یہی شائستہ اور تہذیب کا مطلب ہے۔ ان سب شہدوں میں سسکار کرنا' سدھارنا' پھر سے صاف کرنا' زیادہ اچھا بنانا' چمکا کر سندر رنگ روپ دینا' یہ سب باتوں شامل ہیں۔ انگریزی کی تکشتری میں کلاچر اور سبیلویشن دونوں کے معنوں میں 'رفائن ملٹ' شہد آتا ہے، جس کا مطلب ہے، پھر پھر صاف کرنا۔ اُس لئے 'کلاچر' کا اصلی نچوڑ اسی بات میں ہونا چاہئے کہ آدمی کو اُس کے جھون کے سب پہلوؤں میں مانچلا اور پھر پھر صاف کیا جائے۔ 'سبیلویشن' کا مطلب وہ سب اوپر کی چھڑیں ہیں جو اُس طرح کے ملجہ ہوئے لوگوں کی کوئی نیشن' کوئی قوم یا اُن کا کوئی گروہ اچھے ملے جلیے جھون کے سب پہلوؤں میں کرنا اور دکھانا ہے۔ آدمی کے اندر جو چھڑ دبی چھپی رہتی ہے، اُس کے باہر کے روپ پہلوؤ کا نام ہی 'سبیلویشن' ہے۔

ایک ہی مانے میں ہرےمائل کرتے ہیں۔ ہندوستانی میں کلاچر کو کہتے ہیں—'شیشیتا'، 'سکھتیتا'، 'تہذیب'، 'تادیب' یا 'شاہستہ'۔ اور سبیلویشن کو کہا جاتا ہے—'سبھوتتا'، 'سموہاچار'، 'تہذیب' یا 'تہذیب'۔ اس سے زیادہ آسان ہرےمائل سب سمجھتے ہیں۔ چال' قہذگ چلن ہیں' لیکن ان سے برا مطلب نہیں نکل سکتا۔ ہم ایک بات یہ ہی سمجھان میں رکھیں کہ شاید سبیلویشن اور سبھوتتا دونوں کا نکاس ایک ہی سا ہے، یعنی 'سبھا' 'سوس' 'جامعت'، 'شہر'، 'سویلائیون' اور سبھوتتا کے معنی ہیں— آدمی جو 'شہری' کہلانے کے یا سبھوتتا سوسائٹی میں پتھلے کے قابل ہو۔ دوسری طرف 'کلاچر' لیکن شہر لئس (Cultus) سے نکلا ہے۔ کلتس کے معنی ہیں— عل'۔ زمین پر کھیتی کرنا اور آدمی کے دل اور دماغ کو لچر کرنا دونوں ایک ہی سے کام ہیں۔ دونوں میں مل چلانا پونا ہے، جوتنا پونا ہے، زمین تیار کرنی ہوتی ہے، مٹی کو باریک کرنا ہوتا ہے اور پھر اچھے قومیتی اور کام کے بیج اُس میں بولے ہوتے ہیں۔ یہ بیج مادی ہونک' خلاقیت نہتک اور دماغی مانسک تیلوں طرح کے ہو سکتے ہیں۔ بیج ایسے ہونے چاہئے جن سے جسم و روح دونوں نو تندرستی دیئے والی جسمانی اور روحانی خوراک تیار ہو سکے۔ سسکرتی' مانچلا' اُس کا بھی یہی مطلب ہے۔ یہی شائستہ اور تہذیب کا مطلب ہے۔ ان سب شہدوں میں سسکار کرنا' سدھارنا' پھر سے صاف کرنا' زیادہ اچھا بنانا' چمکا کر سندر رنگ روپ دینا' یہ سب باتوں شامل ہیں۔ انگریزی کی تکشتری میں کلاچر اور سبیلویشن دونوں کے معنوں میں 'رفائن ملٹ' شہد آتا ہے، جس کا مطلب ہے، پھر پھر صاف کرنا۔ اُس لئے 'کلاچر' کا اصلی نچوڑ اسی بات میں ہونا چاہئے کہ آدمی کو اُس کے جھون کے سب پہلوؤں میں مانچلا اور پھر پھر صاف کیا جائے۔ 'سبیلویشن' کا مطلب وہ سب اوپر کی چھڑیں ہیں جو اُس طرح کے ملجہ ہوئے لوگوں کی کوئی نیشن' کوئی قوم یا اُن کا کوئی گروہ اچھے ملے جلیے جھون کے سب پہلوؤں میں کرنا اور دکھانا ہے۔ آدمی کے اندر جو چھڑ دبی چھپی رہتی ہے، اُس کے باہر کے روپ پہلوؤ کا نام ہی 'سبیلویشن' ہے۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ آدمی کے سبھوت کے یہ خاص خاص پہلو کون سے ہیں اور اُن میں سے کس کس کا ملی ہوئی قومی زندگی کے کس کس پہلو کے ساتھ خاص سمبندھ ہے؟ ہمارے جھون کے تون خاص پہلو یہ ہیں— دماغ پھلی مس تشک' کھریکتر یا چلن' اور جسم شہر، دماغ کا سمبندھ کھان علم سے ہے۔ کھریکتر یا چلن کا اچھا خواہش سے اور جسم کا

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ آدمی کے سبھوت کے یہ خاص خاص پہلو کون سے ہیں اور اُن میں سے کس کس کا ملی ہوئی قومی زندگی کے کس کس پہلو کے ساتھ خاص سمبندھ ہے؟ ہمارے جھون کے تون خاص پہلو یہ ہیں— دماغ پھلی مس تشک' کھریکتر یا چلن' اور جسم شہر، دماغ کا سمبندھ کھان علم سے ہے۔ کھریکتر یا چلن کا اچھا خواہش سے اور جسم کا

مانے نہیں سمجھ رہے ہیں۔ کلچر کس بات میں ہے؟ کلچر میں کیا کیا چیزیں شامل ہیں؟ اس پر ہم سب کی ایک ہی رائے نہیں ہے۔ ایک خاص طرح کے لوگوں پہنچتا؟ شاید! خاص طرح سے پہنچتا؟ ایک طرح کے۔ ایک دوسرے کو خاص طرح سے سلام کرنا؟ ہاں! یہ بھی۔ تعلیم کا ایک خاص ذمہ؟ بے شک، کچھ تو۔ لیکن کس چیز کی تعلیم اور کس طرح کی؟ اس میں بھی اچھے اچھے ذمہ دار ہو سکتے ہیں۔ کہاں کا پھلدار؟ کچھ تو! لیکن پھر کس طرح کا کھانا؟ طرح طرح کا۔ کھانے میں اور ایسی ہیوہار میں ایک خاص طرح کا ذمہ؟ ہاں! یہ بھی۔ اور کھربلو چھوٹے موٹے گھر والوں میں ایسی پرواز؟ ہاں! تھیک! گھر میں خاص خاص مرقعوں جیسے بچہ پیدا ہونا، بیاض شادی وغیرہ مذاق کا ذمہ؟ ہاں! بے شک۔ ایک خاص طرح کا مذہبی جذبہ یا صبر و استقامت؟ ہاں! شاید۔ آرت، کلا، شامی کوپتا، گانا، بھجنا، چترکاری جیسے ہنر میں سے کسی ایک یا زیادہ کی طرف خاص جھکاؤ؟ ہاں! یہ بھی۔ مہلے تماشے، جلسے، موسم کے تہوار، دوسرے تہوار اور اچھے انہاس کے خاص خاص دن ملنا؟ ہاں! کہاں پان، دھوتوں اور چھوناروں کے خاص خاص طریقے؟ ہاں! کچھ تو یہ بھی۔ مکان بنانے کا کوئی خاص ذمہ؟ ہو سکتا ہے یا شاید ہے! اس میں بھی بہت سے الگ الگ ذمہ دار ہیں گے۔ ایسا ایک خاص ساہتہ یعنی ادب اور اپنی سائنس یعنی وکھان؟ ضرور، تہوار، بہت۔ ایک ایسی بولی جسے سب بول اور سمجھ سکیں؟ بلاشک! ایک دوسرے کو سمجھنے اور ایک دوسرے سے بات چیت کرنے کے لئے ضروری ہے۔

اوپر کے سوالوں میں شاید کوئی خاص سلسلہ معلوم نہیں ہوتا۔ انکے جواب بھی جو جیسے سوچے، کچھ جھجھکتے ہوئے میں لے لکھ دئے۔ یہ سب جواب نامکمل اور ادھر وہیں ہیں اور جیسا چاہئے صاف نہیں ہیں۔ پھر بھی ہر جواب میں کچھ نہ کچھ سچائی ضرور ہے۔ کلچر کی ایسی کہا پوری بھاشا یا تعریف کی جائے جو ادھوری نہ ہو، جو مکمل ہو، جس سے کلچر ایک الگ صاف چیز دکھائی دے اور جسے عقل بھی مان لے۔ اب ہم پہلے یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہندوستانی زبان میں کلچر کے لئے توہیک شبد کہا ہوتا چاہئے؟ انگریزی میں 'سولیزیشن' اور 'کلچر' این دونوں شبدوں کا بالکل ایک ہی مطلب ملتے جلتے ہیں۔ مرقہ طور پر کہا جا سکتا ہے کہ کلچر سے آدمی کی اندر کی حالت کا پتہ چلتا ہے اور 'سولیزیشن' اس اندر کی حالت کی باہری رقبہ دیکھتا ہے کہتے ہیں۔ 'کلچر' اور 'سولیزیشن' ان دونوں شبدوں کو لوگ عام طور پر

کالچر سے کیا کیا چیزیں شامل ہیں، اس پر ہم سب کی ایک ہی رائے نہیں ہے۔ ایک خاص طرح کے لوگوں پہنچتا؟ شاید! خاص طرح سے پہنچتا؟ ایک طرح کے۔ ایک دوسرے کو خاص طرح سے سلام کرنا؟ ہاں! یہ بھی۔ تعلیم کا ایک خاص ذمہ؟ بے شک، کچھ تو۔ لیکن کس چیز کی تعلیم اور کس طرح کی؟ اس میں بھی اچھے اچھے ذمہ دار ہو سکتے ہیں۔ کہاں کا پھلدار؟ کچھ تو! لیکن پھر کس طرح کا کھانا؟ طرح طرح کا۔ کھانے میں اور ایسی ہیوہار میں ایک خاص طرح کا ذمہ؟ ہاں! یہ بھی۔ اور کھربلو چھوٹے موٹے گھر والوں میں ایسی پرواز؟ ہاں! تھیک! گھر میں خاص خاص مرقعوں جیسے بچہ پیدا ہونا، بیاض شادی وغیرہ مذاق کا ذمہ؟ ہاں! بے شک۔ ایک خاص طرح کا مذہبی جذبہ یا صبر و استقامت؟ ہاں! شاید۔ آرت، کلا، شامی کوپتا، گانا، بھجنا، چترکاری جیسے ہنر میں سے کسی ایک یا زیادہ کی طرف خاص جھکاؤ؟ ہاں! یہ بھی۔ مہلے تماشے، جلسے، موسم کے تہوار، دوسرے تہوار اور اچھے انہاس کے خاص خاص دن ملنا؟ ہاں! کہاں پان، دھوتوں اور چھوناروں کے خاص خاص طریقے؟ ہاں! کچھ تو یہ بھی۔ مکان بنانے کا کوئی خاص ذمہ؟ ہو سکتا ہے یا شاید ہے! اس میں بھی بہت سے الگ الگ ذمہ دار ہیں گے۔ ایسا ایک خاص ساہتہ یعنی ادب اور اپنی سائنس یعنی وکھان؟ ضرور، تہوار، بہت۔ ایک ایسی بولی جسے سب بول اور سمجھ سکیں؟ بلاشک! ایک دوسرے کو سمجھنے اور ایک دوسرے سے بات چیت کرنے کے لئے ضروری ہے۔

اوپر کے سوالوں میں شاید کوئی خاص سلسلہ معلوم نہیں ہوتا۔ انکے جواب بھی جو جیسے سوچے، کچھ جھجھکتے ہوئے میں لے لکھ دئے۔ یہ سب جواب نامکمل اور ادھر وہیں ہیں اور جیسا چاہئے صاف نہیں ہیں۔ پھر بھی ہر جواب میں کچھ نہ کچھ سچائی ضرور ہے۔ کلچر کی ایسی کہا پوری بھاشا یا تعریف کی جائے جو ادھوری نہ ہو، جو مکمل ہو، جس سے کلچر ایک الگ صاف چیز دکھائی دے اور جسے عقل بھی مان لے۔ اب ہم پہلے یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہندوستانی زبان میں کلچر کے لئے توہیک شبد کہا ہوتا چاہئے؟ انگریزی میں 'سولیزیشن' اور 'کلچر' این دونوں شبدوں کا بالکل ایک ہی مطلب ملتے جلتے ہیں۔ مرقہ طور پر کہا جا سکتا ہے کہ کلچر سے آدمی کی اندر کی حالت کا پتہ چلتا ہے اور 'سولیزیشن' اس اندر کی حالت کی باہری رقبہ دیکھتا ہے کہتے ہیں۔ 'کلچر' اور 'سولیزیشن' ان دونوں شبدوں کو لوگ عام طور پر

ہندوستانی کلتچر

(ڈاکٹر. بھگوانداس جی کا भाशन जो उन्होंने हिन्दुस्तानी कलचर सोसाइटी की पहली बैठक में दिया)

پیارے دوستو اور ساتھیو !

میرا جی تو बहुत चाहता था कि आप से मिलकर एक ऐसे मसले पर कि जिसका हमारे देश की आगे की भलाई के साथ गहरा लगाव है, बातें करता और खुश होता !

पर बदकिस्मती से मेरा जिस्म मेरे दिल का साथ नहीं दे रहा है. इसलिये मैं अपने कुछ खयाल लिखकर आपके सामने रख रहा हूँ और इसी से अपनी तसल्ली कर लेता हूँ. मैंने आपसे बहुतों का कहा फिर भी आपने अपनी बर्निङ्ग बाडी की सदातत का भार मुझ पर रखना ही एक समझा. मैं इस भार के उठाने के काबिल नहीं हूँ, क्योंकि मैं स्वभाव से ही चीजों के असली पहलू को शायद न समझता हूँ और अपनी राय और अपने उसूलों में ब्रह्म कट्टर भी हूँ. इसलिये जो कुछ कहने वाला हूँ, उसमें आपको बहुत सी कमियाँ दिखाई देंगी. मेरी प्रार्थना है कि आप धीरज के साथ उन्हें सुन लेंगे. मुझे बरसों से यह आकांक्षा सी पड़ गई है कि जितने खास खास शब्दों को आप अपने पब्लिक कामों या निजी कामों में भी बरतते हैं व शब्दों के अर्थ और उनके माने मैं बिल्कुल साफ साफ समझ लेने की कोशिश करता हूँ. हमारी सोसाइटी का नाम 'हिन्दुस्तानी कलचर सोसाइटी' है. किसी भी सभा-साइटी का नाम खास चीज होता है. नाम ही से लोगों को पता चलता है, या कम से कम चलना चाहिये, कि वह सभा सोसाइटी क्या चाहती है. उसका असली मकसद या उद्देश्य क्या है, वह क्यों बनाई गई, उसके बनाने की आवश्यकता है और वह क्या करना चाहती है ? हमारी सोसाइटी के नाम में 'हिन्दुस्तान' शब्द के बारे में तो शक न होना चाहिये. 'हिन्दुस्तान' के साफ माने 'हिन्दुस्तान की भाषा' या 'हिन्दुस्तान में पैदा हुआ' या 'पला हुआ' या 'आदमी, इस भारत माँ का बच्चा' और 'भारत के आदमी की सब चीजें या उसके सब मामले.' 'सोसाइटी' शब्द के माने भी काफी साफ हैं. 'सोसाइटी' इने हैं—कुछ ऐसे लोगों की एक जमात जो मिलकर काम करना चाहते हों और जिनका एक दूसरे से ही नाता हो जैसा किसी भी जिव्दा जिस्म के अन्दर पेटों और हाथ पैरों का एक दूसरे से.

लेकिन 'कलचर' शब्द इतना आसान नहीं है. मुझे आशय कि हम सब 'कलचर' के एक ही माने समझेंगे या, अलग अलग. मुझे शक है कि हम सब एक

ہندستانی کلتچر

(ڈاکٹر. بھگوانداس جی کا भाशन जो उन्होंने हिन्दुस्तानी कलचर सोसाइटी की पहली बैठक में दिया)

پیارے دوستو اور ساتھیو !

میرا جی تو بہت چاہتا تھا کہ آپ سے مل کر ایک ایسے مسئلے پر کہ جس کا ہمارے دیس کی آگے کی بھلائی کے ساتھ گہرا لگاؤ ہے، باتیں کرتا اور خوش رہتا !

پر بدقسمتی سے میرا جسم میرے دل کا ساتھ نہیں دے رہا ہے۔ اس لئے میں اپنے کچھ خیال آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں اور اسی سے اپنی تسلی کر رہا ہوں۔ میں نے آپ سے بہتوں کا کہا پھر بھی آپ نے اپنی گورنگ باقی کی صدارت کا بھار مجھ پر رکھنا ہی تھیک سمجھا۔ میں اس بھار کے اٹھانے کے قابل نہیں ہوں، کیونکہ میں سوہاڑے سے ہی چھڑوں کے عملی پہلو کو شاید کم سمجھتا ہوں اور اپنی رائے اور اپنے اصولوں میں کچھ کٹر بھی ہوں۔ اس لئے جو کچھ کہنے والا ہوں، اُس میں آپ کو بہمت سی کمپاں دکھائی دیں گی۔ میری پراہتہا ہے کہ آپ دھیرج کے ساتھ انہیں سن لیں گے۔ مجھے بڑوں سے یہ ایک عادت سی پڑ گئی ہے کہ جن خاص خاص شہدوں کو ہم اپنے پبلک کاموں یا نجی کاموں میں بھی برتتے ہیں اُن شہدوں کے اوتھ اور اُن کے معنی میں بالکل صاف صاف سمجھ لہنے کی کوشش کرتا ہوں۔ ہماری سوسائٹی کا نام ہندستانی کلتچر سوسائٹی ہے۔ کسی بھی سبھا سوسائٹی کا نام خاص چیز ہوتا ہے۔ نام ہی سے لوگوں کو پتہ چلتا ہے، یا کم سے کم چلنا چاہئے کہ وہ سبھا سوسائٹی کیا چاہتی ہے۔ اُس کا اصلی مقصد یا اُددیش کیا ہے، وہ کیوں بنائی گئی، اُس کے بنانے کی کیا غرض ہے اور وہ کیا کرنا چاہتی ہے ؟ ہماری سوسائٹی کے نام میں 'ہندستانی' شہد کے بارے میں تو کوئی شک نہ ہونا چاہئے۔ ہندستانی کے صاف معنی ہوں—ہندستان کی چیز، یا 'ہندستان میں پیدا ہوا اور پلا ہوا آدمی'، اس بھارت ماں کا بچہ، اور 'اس طرح کے آدمی کی سب چیزیں یا اُس کے سب معاملے'۔ سوسائٹی شہد کے معنی بھی کافی صاف ہیں۔ 'سوسائٹی' کے معنی ہوں—کچھ ایسے لوگوں کی ایک جماعت جو مل کر کوئی کام کرنا چاہتے ہوں اور جن کا ایک دوسرے سے ویسا ہی ناتا ہو جیسا کسی بھی زندہ جسم کے اندر رگ پتھوں اور ہاتھ پوروں کا ایک دوسرے سے۔

لیکن 'کلتچر' شہد اتنا آسان نہیں ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ ہم سب کلتچر کے ایک ہی معنی سمجھ رہے ہوں یا الگ الگ۔ مجھے شک ہے کہ ہم سب ایک

ہندوؤں کی کارروائی کا رجسٹر رکھنا، سوسائٹی کا دفتر کتنی دیر سے رہے گا، اور یہ ہندوؤں کی کمیٹی کے افسروں پر بھروسہ کرنا۔

اگر سیکرٹری کو دنوں کے لئے ریزرونگ ہوگا تو ہندوؤں کی کمیٹی کے صدر کو اس بات کا اختیار ہوگا کہ کسی ممبر کو سیکرٹری کا کام کرنے کے لئے مقرر کر دے۔

انتظامی کمیٹی کے صدر کی رجمندی سے سیکرٹری کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنا کوئی کام انتظامی کمیٹی کے ممبر کے سپرد کر دے۔

ان کرایوں میں تبدل بدل

انتظامی کمیٹی کو اس بات کا اختیار ہوگا کہ اگر وہ سمجھے تو اپنے ممبروں کی کم سے کم کثرت رائے سے ان قاعدوں میں کوئی تبدیلی کرے۔ ان میں کوئی نیا قاعدہ بوجاؤ، بشرطیکہ انتظامی کمیٹی کو یہ بھی حق ہوگا کہ اپنی کسی ہمتی میں ہر ممبر کی کثرت رائے سے اس طرح کے قاعدے اصول بوجاؤ جو ان قاعدوں کے خلاف نہ جاتے۔

ممبری کا اعلان

میں نے ہندوستانی کلچر سوسائٹی کے لئے ہر ممبر اور سوسائٹی بنانے کی ضرورت (ممبروں کی ضرورت) پدے ہیں۔ میں سوسائٹی کے ممبروں کو اور ان ممبروں کو پورا کرنے کے لئے سوسائٹی جو کام کرنا چاہتی ہے انہیں پسند کرتا ہوں۔ میں سب بڑے بڑے دھرم مصلحتوں اور کلچروں کی بلحاظی ایکٹا ماننا ہوں۔ میں ماننا ہوں کہ ہندوئی زمانے میں ہندوؤں کے دھرم والوں کے اندر ایک ملی جلی کلچر ایک ملی جلی سماجی زندگی پیدا ہو رہی تھی اور یہی ہمارا بھلا ہے۔ میں اسی میں ہے کہ ہندوستانی کلچر کی بنیاد کو بوجاؤں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں سوسائٹی ممبروں کو پورا کرنے کے لئے اور سب دھرموں، جانوں پر مشتمل ہوں گے لوگوں میں ایک دھرم کی عزت پریم اور

میں نے ہندوستانی کلچر سوسائٹی کے لئے ہر ممبر اور سوسائٹی بنانے کی ضرورت (ممبروں کی ضرورت) پدے ہیں۔ میں سوسائٹی کے ممبروں کو اور ان ممبروں کو پورا کرنے کے لئے سوسائٹی جو کام کرنا چاہتی ہے انہیں پسند کرتا ہوں۔ میں سب بڑے بڑے دھرم مصلحتوں اور کلچروں کی بلحاظی ایکٹا ماننا ہوں۔ میں ماننا ہوں کہ ہندوئی زمانے میں ہندوؤں کے دھرم والوں کے اندر ایک ملی جلی کلچر ایک ملی جلی سماجی زندگی پیدا ہو رہی تھی اور یہی ہمارا بھلا ہے۔ میں اسی میں ہے کہ ہندوستانی کلچر کی بنیاد کو بوجاؤں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں سوسائٹی ممبروں کو پورا کرنے کے لئے اور سب دھرموں، جانوں پر مشتمل ہوں گے لوگوں میں ایک دھرم کی عزت پریم اور

انتظامی کمیٹی کے صدر کی رجمندی سے سیکرٹری کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنا کوئی کام انتظامی کمیٹی کے ممبر کے سپرد کر دے۔

انتظامی کمیٹی کے صدر کی رجمندی سے سیکرٹری کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنا کوئی کام انتظامی کمیٹی کے ممبر کے سپرد کر دے۔

قواعدوں میں ادل بدل

انتظامی کمیٹی کو اس بات کا اختیار ہوگا کہ اگر وہ سمجھے تو اپنے ممبروں کی کم سے کم کثرت رائے سے ان قاعدوں میں کوئی تبدیلی کرے۔ ان میں کوئی نیا قاعدہ بوجاؤ، بشرطیکہ انتظامی کمیٹی کو یہ بھی حق ہوگا کہ اپنی کسی ہمتی میں ہر ممبر کی کثرت رائے سے اس طرح کے قاعدے اصول بوجاؤ جو ان قاعدوں کے خلاف نہ جاتے۔

ہندی کا اعلان

میں نے ہندوستانی کلچر سوسائٹی کے لئے ہر ممبر اور سوسائٹی بنانے کی ضرورت (ممبروں کی ضرورت) پدے ہیں۔ میں سوسائٹی کے ممبروں کو اور ان ممبروں کو پورا کرنے کے لئے سوسائٹی جو کام کرنا چاہتی ہے انہیں پسند کرتا ہوں۔ میں سب بڑے بڑے دھرم مصلحتوں اور کلچروں کی بلحاظی ایکٹا ماننا ہوں۔ میں ماننا ہوں کہ ہندوئی زمانے میں ہندوؤں کے دھرم والوں کے اندر ایک ملی جلی کلچر ایک ملی جلی سماجی زندگی پیدا ہو رہی تھی اور یہی ہمارا بھلا ہے۔ میں اسی میں ہے کہ ہندوستانی کلچر کی بنیاد کو بوجاؤں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں سوسائٹی ممبروں کو پورا کرنے کے لئے اور سب دھرموں، جانوں پر مشتمل ہوں گے لوگوں میں ایک دھرم کی عزت پریم اور

ہنتجزامی کمیٹی کی बैठک

ہنتجزامی کمیٹی عام طور پر ہر تین مہینے میں ایک بار ملے گی۔ ہنتجزامی کمیٹی کی बैठک میں تین کا کورم ہوگا۔

شامل کرنے کا اختیار

ہنتجزامی کمیٹی کو اختیار ہوگا کہ جب کبھی ضروری سمجھے سوسائٹی کے ممبروں میں سے ایک یا زیادہ ممبر اپنی کمیٹی میں شامل کر لے۔

خالی جگہ

سوسائٹی کے اہلکاروں میں سے اور ہنتجزامی کمیٹی کے اہلکاروں یا ممبروں میں سے اگر کسی کی جگہ خالی ہوگی تو ہنتجزامی کمیٹی اپنی کثرت رائے سے اس جگہ کو پُر کرے گی۔

سوسائٹی کا صدر

سوسائٹی کی عام बैठک میں سوسائٹی کا صدر صدر ہوگا۔ وہی اس کی عام پالیسی چلائے گا۔ سوسائٹی کی बैठک میں صدر کی سربراہی میں کوئی ایک نائب صدر ہوگا۔

اگر صدر اور نائب صدر دونوں فہر حاضر ہوں گے تو ہنتجزامی کمیٹی کو اختیار ہوگا کہ وہ اس جلسے کا کام چلائے کھائے کسی کو صدر چن لے۔

انتظامی کمیٹی کا صدر

انتظامی کمیٹی کے جلسوں میں انتظامی کمیٹی کا صدر صدر ہوگا۔

خزانچی

سوسائٹی کے روپیہ پیسے کے لین دین کا کام خزانچی کرے گا۔ وہ آمدنی اور خرچ کا حساب رکھے گا، سوسائٹی کا سالانہ چٹھا (بیلنس شیٹ) تیار کرے گا اور اسے باضابطہ آڈٹ کر کے انتظامی کمیٹی کی बैठک کے سامنے رکھے گا۔ آڈیٹر کو ہنتجزامی کمیٹی اپنی کثرت رائے سے مقرر کرے گی۔ انتظامی کمیٹی اپنی سالانہ رپورٹ میں جو سوسائٹی کی عام बैठک کے سامنے رکھی جائے گی چٹھے (بیلنس شیٹ) کو شامل کر لے گی۔

اگر کسی وجہ سے خزانچی کچھ دنوں کے لئے فہر حاضر ہوگا تو انتظامی کمیٹی کے صدر کو اختیار ہوگا کہ وہ انتظامی کمیٹی کے کسی ممبر کو خزانچی کا کام کرنے کے لئے مقرر کر دے۔

سکریٹری

سکریٹری سوسائٹی کی اور انتظامی کمیٹی کی

انتظامی کمیٹی کی बैठک

انتظامی کمیٹی عام طور پر ہر تین مہینے میں ایک بار ملے گی۔ انتظامی کمیٹی کی बैठک میں تین کا کورم ہوگا۔

شامل کرنے کا اختیار

انتظامی کمیٹی کو اختیار ہوگا کہ جب کبھی ضروری سمجھے سوسائٹی کے ممبروں میں سے ایک یا زیادہ ممبر اپنی کمیٹی میں شامل کر لے۔

خالی جگہ

سوسائٹی کے اہلکاروں میں سے اور انتظامی کمیٹی کے اہلکاروں یا ممبروں میں سے اگر کسی کی جگہ خالی ہوگی تو انتظامی کمیٹی اپنی کثرت رائے سے اس جگہ کو پُر کرے گی۔

سوسائٹی کا صدر

سوسائٹی کی عام बैठک میں سوسائٹی کا صدر صدر ہوگا۔ وہی اس کی عام پالیسی چلائے گا۔ سوسائٹی کی बैठک میں صدر کی سربراہی میں کوئی ایک نائب صدر ہوگا۔

اگر صدر اور نائب صدر دونوں فہر حاضر ہوں گے تو ہنتجزامی کمیٹی کو اختیار ہوگا کہ وہ اس جلسے کا کام چلائے کھائے کسی کو صدر چن لے۔

انتظامی کمیٹی کا صدر

انتظامی کمیٹی کے جلسوں میں انتظامی کمیٹی کا صدر صدر ہوگا۔

خزانچی

سوسائٹی کے روپیہ پیسے کے لین دین کا کام خزانچی کرے گا۔ وہ آمدنی اور خرچ کا حساب رکھے گا، سوسائٹی کا سالانہ چٹھا (بیلنس شیٹ) تیار کرے گا اور اسے باضابطہ آڈٹ کر کے انتظامی کمیٹی کی बैठک کے سامنے رکھے گا۔ آڈیٹر کو ہنتجزامی کمیٹی اپنی کثرت رائے سے مقرر کرے گی۔ انتظامی کمیٹی اپنی سالانہ رپورٹ میں جو سوسائٹی کی عام बैठک کے سامنے رکھی جائے گی چٹھے (بیلنس شیٹ) کو شامل کر لے گی۔

اگر کسی وجہ سے خزانچی کچھ دنوں کے لئے فہر حاضر ہوگا تو انتظامی کمیٹی کے صدر کو اختیار ہوگا کہ وہ انتظامی کمیٹی کے کسی ممبر کو خزانچی کا کام کرنے کے لئے مقرر کر دے۔

سکریٹری

سکریٹری سوسائٹی کی اور انتظامی کمیٹی کی

ہر ممبر سوسائٹی کو ایک بار سالانہ چھوٹا
 ہر ایسا ممبر جو ایک بار میں سو روپیہ یا زیادہ
 دے گا زندگی بھر سوسائٹی کا ممبر (لائف ممبر)
 رہے گا۔

سرپرست (پٹر)

جو لوگ ۵۰۰ رو یا اس سے زیادہ دے گا ان کے
 نام سوسائٹی کے سرپرستوں (پٹر) میں لکھے جائیں گے۔

سوسائٹی کے آئینہ دار

سوسائٹی کے صدر

آئی احمد علی مہدی خاں، ایم. ایل. پی، بیرسٹر،
 سہی منجیل، اہلیگڑ۔

سوسائٹی کے نائب صدر (پریسیڈنٹ)

- (1) ڈا۰ مہمانداس، ایم۰ پی۰، ڈی۰ لیٹ۰،
 لکھنؤ، ریس اور آرمیڈار، بنارس۔
- (2) ڈا۰ احمد علی، ڈی۰ لیٹ، سیکرٹری انجمن
 ترقی، کراچی (پاکستان)

انتظامی کمیٹی کے سیکرٹری اور خزانچی سوسائٹی
 کے بھی سیکرٹری اور خزانچی ہوں گے۔

عام बैठک

سال میں کم سے کم ایک مرتبہ سوسائٹی کے ممبروں
 کی ایک عام बैठک ہوگی۔

سالانہ عام बैठک کی کارروائی

سوسائٹی کی سالانہ عام बैठک میں انتظامی کمیٹی
 کے اس سال کے کام کی رپورٹ اور اس کے ساتھ سالانہ چھوٹا
 چارٹر (بیلنس شیٹ) बैठک کے سامنے سونپنے کے لیے
 رکھا جائے گا۔

نوٹس

سوسائٹی کی عام बैठک کا نوٹس سب ممبروں کو
 बैठک کی تاریخ سے کم سے کم ایک مہینہ پہلے بھجوا
 جائے گا۔

کوہم

سوسائٹی کی عام बैठک کا کوہم گیارہ ہوگا۔

انتظامی کمیٹی

سوسائٹی کے سب کام انتظامی کمیٹی (گورننگ
 باڈی) کے اختیار میں ہوں گے، وہی ان کا انتظام کریگی
 اور سوسائٹی کے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے سب ضروری
 کام کرے گی اور ہر کام میں ہمدردی کرے گی۔

ہر ممبر سوسائٹی کو ایک بار سالانہ چھوٹا
 ہر ایسا ممبر جو ایک بار میں سو روپیہ یا زیادہ
 دے گا زندگی بھر سوسائٹی کا ممبر (لائف ممبر)
 رہے گا۔

پٹر (پٹر)

جو لوگ پانچ سو روپیہ یا اس سے زیادہ چھوٹا
 دے گا نام سوسائٹی کے سرپرستوں (پٹر) میں لکھے
 جائیں گے۔

سوسائٹی کے آئینہ دار

سائٹی کے صدر

آئی احمد علی مہدی خاں، ایم. ایل. پی، بیرسٹر،
 سہی منجیل، اہلیگڑ۔

سائٹی کے نائب صدر (وائس پریسیڈنٹ)

- ۱۔ ڈاکٹر مہمانداس ایم. ایل. پی، بیرسٹر،
 لکھنؤ، ریس اور آرمیڈار، بنارس۔
- ۲۔ ڈاکٹر مہدی خاں، سیکرٹری انجمن ترقی
 کراچی، (پاکستان)۔
- ۳۔ انتظامی کمیٹی کے سیکرٹری اور خزانچی سوسائٹی
 کے بھی سیکرٹری اور خزانچی ہوں گے۔

سال میں کم سے کم ایک مرتبہ سوسائٹی کے ممبروں
 کی ایک عام बैठک ہوگی۔
 عام बैठک کی کارروائی

سوسائٹی کی سالانہ عام बैठک میں انتظامی کمیٹی
 اس سال کے کام کی رپورٹ اور اس کے ساتھ سالانہ چھوٹا
 چارٹر (بیلنس شیٹ) बैठک کے سامنے سونپنے کے لیے
 رکھا جائے گا۔

نوٹس
 سوسائٹی کی عام बैठک کا نوٹس سب ممبروں کو
 बैठک کی تاریخ سے کم سے کم ایک مہینہ پہلے بھجوا
 جائے گا۔

کوہم
 سوسائٹی کی عام बैठک کا کوہم گیارہ ہوگا۔

انتظامی کمیٹی
 سوسائٹی کے سب کام انتظامی کمیٹی (گورننگ
 باڈی) کے اختیار میں ہوں گے، وہی ان کا انتظام کریگی
 اور سوسائٹی کے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے سب ضروری
 کام کرے گی اور ہر کام میں ہمدردی کرے گی۔

ممبر

- (1) श्री अब्दुल मजीद खानजा एम. एल. ए., बैरिस्टर,
समी मंजिल, अलीगढ़ (सोसाइटी के सदर).
- (2) डा. अब्दुल हक डी. लिट, सेक्रेटरी अंजुमन
तरक्की उर्दू, कराची, (पाकिस्तान)
- (3) डा. सय्यद महमूद पी. एच. डी., डेवलपमेन्ट
मिनिस्टर, पटना.
- (4) मौलवी सय्यद सुलेमान नदवी, लेखक, दादल-
मुसल्लिमीन आजमगढ़.
- (5) श्री मंजर अली सोखता, सेवा कुंज आश्रम, गंगा
घाट, उन्नाव.
- (6) श्री बी. जी. खेर, प्रीमियर, बम्बई प्रान्त, बम्बई.
- (7) श्री एस. के. रुद्रा एम. ए. (केन्टव), प्रोफेसर
इलाहाबाद यूनीवर्सिटी, इलाहाबाद.
- (8) महात्मा भगवानदीन, एडीटर 'नया हिन्द' 145
मुट्टीगंज, इलाहाबाद.
- (9) सेठ पूनमचन्द राँका, राँका कालोनी, नागपुर.
- (10) काजी मोहम्मद अब्दुल गफ्फार, सेक्रेटरी
अंजुमन तरक्की उर्दू, अलीगढ़.
- (11) श्री ओम प्रकाश पालीवाल, पत्रकार, फ़िरोज़ा-
बाद, आगरा.
- (12) पं. विश्वम्भर नाथ पांडे, एडीटर 'विश्ववाणी'
142, साउथ मलाका, इलाहाबाद.

सुजान्वी

डा० ताराचन्द एम० ए०, डी० फिल०, सेक्रेटरी
रेजुकेशन मिनिस्ट्री, 22 औरंगजेब रोड, नई दिल्ली.

सेक्रेटरी

पं० सुन्दरलाल, एडीटर 'नया हिन्द', 145, मुट्टीगंज,
इलाहाबाद.

सोसाइटी के क्रायदे

मेम्बरी

हर औरत या मर्द जिसकी उमर 21 साल से ऊपर
हो, चाहे किसी भी धर्म, जात या पोलिटिकल पार्टी का हो,
सोसाइटी का मेम्बर हो सकेगा, बशर्ते कि वह ऊपर लिखे
सोसाइटी के मकसदों से इत्तफाक करता हो, साथ में दिये
हुये मेम्बरा के एजान पर दस्तखत कर दे और इन्तजामी
कमेटी के मेम्बरों की कसरत राय उसके नाम को मंजूर
करे.

- (1) श्री अब्दुल मजीद खोजे ایم. ایل. اے. 'بہرستور'
سہنج منزل، علی گڑھ (سوسائٹی کے صدر)
- (2) ڈاکٹر عبدالصق قیامت، سکریٹری انجمن ترقی
اردو، کراچی، (پاکستان)
- (3) ڈاکٹر سید محمود بی. ایچ. قی. 'قیولہملت'
ملستور، پٹنہ.
- (4) مولوی سید سلیمان ندوی، لیکچرر، دارالمصلحین،
اعظم گڑھ.
- (5) شری مظفر علی سوختہ، سہوا کالج آشرم، گنگا
گھاٹ، اناہ.
- (6) شری بی. جی. کھدر، پریمیر، بمبئی پرائمٹ
بمبئی.
- (7) شری ایس. کے. رندرا ایم. اے. (کھلمب)
پروفیسر الہ آباد یونیورسٹی، الہ آباد.
- (8) مہانما بہگوان دین، ایڈیٹر 'نہا ہند' 145
متھی گنج، الہ آباد.
- (9) سیدہ پونم چند رائکا، رائکا کالونی، ناکہور.
- (10) قاضی محمد عبدالغفار، سکریٹری، انجمن ترقی
اردو، علی گڑھ.
- (11) شری اوم پرداس پالہوال، پترکار، فہروزآباد
آگرہ.
- (12) پلڈت بشمپھر نانہ پانڈے، اڈیٹر 'دشروانی'
142 ساؤتھ ملاکا، الہ آباد.

نچری

ڈاکٹر تارا چند ایم. اے. قی. فل. سکریٹری
ایجوکیشن ملستور، 22 اورنگزیب روڈ، نئی
دہلی.

پتری

پلڈت سندولال، ایڈیٹر 'نہا ہند' 145 متھی گنج،
الہ آباد.

سوسائٹی کے قاعدے

ری

ہر عورت یا مرد جسکی عمر 21 سال سے اوپر ہو چاہے
ی بھی دھرم، جات یا پولیٹیکل پارٹی کا ہو سوسائٹی
سدر ہو سکے گا بشرطیکہ وہ اوپر لکھے سوسائٹی کے
صدوں سے اتفاق کرنا ہو ساتھ میں دئے ہوئے ممبروں کے
ان پر مستطیع ہوئے اور انتظامی کمنٹی کے ممبروں
کے نام کے نام کو منظور کرے.

५३

मेमोरण्डम आफ एसोसियेशन

नाम

इस सोसाइटी का नाम हिन्दुस्तानी कलचर सोसा-
होगा.

मक़सद

- (1) एक ऐसी हिन्दुस्तानी कलचर का बढ़ाना, फैलाना और प्रचार करना जो सब हिन्दुस्तानियों की मिली जुली कलचर हो।
- (2) ऐसे पढ़ाई घरों का कायम करना जहाँ इस हिन्दुस्तानी कलचर की तालीम दी जाय और जिनके जरिये हिन्दुस्तानी कला और कलचर के सब अंगों की जानकारी फैले।
- (3) ऐसे किताब घरों का कायम करना जहाँ हिन्दुस्तान की तारीख की पढ़ाई और ज्ञान बीन की जा सके; ताकि हमारी सभ्यता के कारनामों की जांच हो, और सब धर्मों, कलसकों, अदबों, बरौरा की खोज हो सके।
- (4) एकता फैलाने के लिये किताबों, अखबारों, रिसालों बरौरा का छापना और निकालना।
- (5) सभाओं, कानफरेन्सों, लेकचरों का इन्तजाम और सब इस तरह के कामों का करना जो एकता बढ़ाने के लिये जरूरी समझे जावें। सब धर्मों, जातों, बिरादरियों और किरकों की समाजी सेवा करना जिससे आपस में मेल बढ़े।
- (6) उन सब लोगों और सोसाइटियों की मदद करना जिनका मकसद हिन्दुस्तानी कलचर सोसाइटी के मकसद से मिलता हो।
- (7) रुपया जमा करना और ऐसे सब काम करना जितसे सोसाइटी का मकसद और सोसाइटी बनाने की राफ़्त पूरी हो।

इन्तजाम

सोसाइटी की एक इन्तजामी कमेटी (गवर्निंग बॉडी) में, इस कमेटी के सुपुर्द सोसाइटी के सब कामों का ज़ायम होगा, वह कमेटी यह होगी —

इन्कजाभी कमेटी के सदर

डा. कृष्णदास भागवतदास एम० ए०, बी० एडि०, लेखक,
१. बंगला, पोलीवार, बमाराय.

هندستانی کاپڑ سوسائٹی

4

میورینڈم آف ایسوسی ایشن

نام

آس سوسائٹی کا نام ہندوستانی کلچر سوسائٹی ہوگا۔

مجلس

- 1— ایک ایسی ہندوستانی کلچر کا پوہانا، پھیلنا اور پرجار کرنا جو سب ہندوستانیوں کی ملی جلی کلچر ہو۔
- 2— ایسے پوہائی گھروں کا قائم کرنا جہاں اس ہندوستانی کلچر کی تعلیم دی جائے اور جملے ذریعے ہندوستانی کلا اور کلچر کے سب انگوں کی جان کاری ہو جائے۔
- 3— ایسے کتاب گھروں کا قائم کرنا جہاں ہندوستان کی تاریخ کی پوہائی اور چہان بہن کی جا سکے، تاکہ ہماری سبھت کے کارناموں کی جانچ ہو اور سب دھرموں، فلسفوں، ادبوں وغیرہ کی گھوج ہو سکے۔
- 4— ایکتا پوہانے کے لئے کتابوں، اخباروں، رسالوں وغیرہ کا چھاپنا اور نکالنا۔
- 5— سبھاؤں، کانفرنسوں، لیکچروں کا انتظام اور سب اس طرح کے کاموں کا کرنا جو ایکتا پوہانے کے لئے ضروری سمجھے جاویں۔ سب دھرموں، جانوں، برادریوں اور فرقوں کی سماجی سہوا کرنا جس سے آپس میں مہل ہوئے۔
- 6— اُن سب لوگوں اور سوسائٹیوں کی مدد کرنا جن کا مقصد ہندوستانی کلچر سوسائٹی کے مقصد سے ملتا ہو۔
- 7— روپیہ جمع کرنا اور ایسے سب کام کرنا جن سے سوسائٹی کا مقصد اور سوسائٹی بنانے کی غرض پوری ہو۔

انعام

سوسائٹی کی ایک انتظامی کمیٹی (گورننگ باڈی) ہوگی۔ اس کمیٹی کے سپرد سوسائٹی کے سب کاموں کا انتظام ہوگا۔ یہ کمیٹی یہ ہوگی:—

اعظمیٰ کمیتی کے صدر

ڈاکٹر بہرمان خاں ایم. اے، قی. لٹ. لیکنک، رئیس
اور پھاندار، بنارس۔

شریکوں کو اپنے مقصد کے پورا کرنے کے لیے کام میں لائیں—

(1) एक ऐसी हिन्दुस्तानी कलचर का बढ़ाना, फैलाना और प्रचार करना जो सब हिन्दुस्तानियों की मिली जुली कलचर हो.

(2) ऐसे पढ़ाई घरों का कायम करना जहाँ इस हिन्दुस्तानी कलचर की तालीम दी जाय, और जिनके जरिये हिन्दुस्तानी कला और कलचर के सब अंगों की जानकारी फैले.

(3) ऐसे किताब घरों का कायम करना जहाँ हिन्दु-स्तान की तारीख की पढ़ाई और छानबीन की जा सके ताकि हमारी सभ्यता के कारनामों की जांच हो, और सब धर्मों, फलसफों, अर्थबों वगैरा की खोज हो सके.

(4) एकता फैलाने के लिये किताबों, अखबारों, रिसालों वगैरा का छापना और निकालना.

(5) सभाओं, कानफरेन्सों, लेक्चरों का इन्तजाम और सब इस तरह के कामों का करना जो एकता बढ़ाने के लिये जरूरी समझे जावें. सब धर्मों, जातों, विरादरियों और फिरकों की समाजी सेवा करना जिससे आपस में मेल बढ़े.

(6) उन सब लोगों और सोसाइटियों की मदद करना जिनका मकसद हिन्दुस्तानी कलचर सोसाइटी के मकसद से मिलता हो.

(7) रुपया जमा करना और ऐसे सब काम करना जिनसे सोसाइटी का मकसद और सोसाइटी बनाने की शरत पूरी हो.

सुन्दरलाल

सेक्रेटरी, हिन्दुस्तानी कलचर सोसाइटी

ن۔ کو اپنے مقصد کے پورا کرنے کے لیے کام میں لائیں۔

(1) ایک ایسی ہندوستانی کلچر کا بڑھانا اور پھیلانا کرنا جو سب ہندوستانیوں کی ملٹی جولی کلچر ہو۔

(2) ایسے پڑھائی گھروں کا قائم کرنا جہاں اس ہندوستانی کلچر کی تعلیم دی جائے اور جلد کے ذریعے ہندوستانی کلا اور کلچر کے سب انگوں کی جان کاری پھیلے۔

(3) ایسے کتاب گھروں کا قائم کرنا جہاں ہندوستان کی تاریخ کی پڑھائی اور جہاں ہون کی جا سکے تاکہ ہماری سہیبتا کے کارناموں کی جانچ ہو اور سب دھرموں فلسفوں ادبوں وغیرہ کی کھوج ہو سکے۔

(4) ایکٹا پھیلانے کے لئے کتابوں، اخباروں، رسالوں وغیرہ کا چھاپنا اور نکالنا۔

(5) سبھاؤں، کانفرنسوں اور لیکچروں کا انتظام اور سب اس طرح کے کاموں کا کرنا جو ایکٹا پھیلانے کے لئے ضروری سمجھے جاویں، سب دھرموں، جاتوں، برادریوں اور فرقوں کی سماجی سہوا کرنا جس سے آپس میں مہل بڑھے۔

(6) ان سب لوگوں اور سوسائٹیوں کی مدد کرنا جن کا مقصد ہندوستانی کلچر سوسائٹی کے مقصد سے ملتا ہو۔

(7) روپیہ جمع کرنا اور ایسے سب کام کرنا جن سے سوسائٹی کا مقصد اور سوسائٹی بیلانے کی فرض پوری ہو۔

سندرلال

سکرٹری، ہندوستانی کلچر سوسائٹی

‘نया हिन्द’ की छमाही बँधी हुई बढ़िया जिल्दे

जुलाई सन 1946 से जून सन 1951 तक की. क़ीमत हर जिल्द की सिर्फ छै रुपया.

नोट—शुरु से आज तक की कुल जिल्दे खरीदने पर डाक खर्च माफ़.

—मैनेजर ‘नया हिन्द’
145, मुद्रोगंज,
इलाहाबाद.

‘نیا ہند’ کی چھماہی بندھی ہوئی بڑھیا جلدیں

جولائی سن 1946 سے جون سن 1951 تک کی. قیمت ہر جلد کی صرف چھ روپیہ.

نوٹ—شروع سے آج تک کی کل جلدیں خریدنے پر ڈاک خرچ معاف.

—مینیجر ‘نیا ہند’
‘145’ مٹھی گنج
الہ آباد.

یہی کو بنیاد ہے کہ ہمیں ملکر کُل جملہ کے ملکی
 ستار کی ایسی نوکریوں سے چلی پڑیگی جن پر ہماری
 پوری سمجھ خرچ ہو۔ جن مصیبتوں میں ہمارے دیس
 بھائی آج ڈوبے ہوئے ہیں وہ سب پر ایک سا اثر ڈالتی
 ہیں۔ ہندو مسلمان اور سب برابر ہی اُن کے شکار
 ہیں۔ اسلئے اُن کے دور کرنے کی تدبیریں بھی سب کو
 ملکر ہی نکالنی پڑیگی۔

ہمارے اس کام کا سب سے ضروری پہلو اخلاقی یا
 نیتک ہے۔ زندگی کی ہمارے دلوں کو چھوٹا کر دیا
 ہے۔ ہمیں اُس تلکی کو دور کرنا ہے۔ ہمیں اپنے دلوں کو
 اتنا بڑا، اپنی آتماؤں کو اتنا اونچا بڑانا ہے کہ ہر
 ہندوستانی کی بھائی میں ہم اپنی بھائی دیکھیں۔
 ہمیں اپنے اندر کی اُن دیواروں کو گرانا ہے جنہوں نے ہمیں
 چھوٹے چھوٹے گھروں میں بند کر دیا ہے۔ اُس پھار
 اور صحبت کی جڑ کو سمجھنا ہے جسکی پہل پہل کر
 ہمارے سب دیس بھائیوں کو اڑت رشتوں میں
 پائندہ دے۔

اوپر ہم نے آدھوں کی بات کہی ہے اور جنوں کے
 بلھادی اصولوں اور سچے مقصدوں کی چرچا کی ہے۔ ہم
 نے بتایا ہے کہ ہر آدمی کا دل خدا اور خودی پر مارتہ اور
 سوارتہ، سب کے بھلے اور اپنے سکھ کی خواہش کی نرنگر
 لوتی کا مہدان ہے۔ ہم کہہ چکے ہیں کہ آدمی کی اپنی
 اپنی ضرورتوں اور سماج کی ضرورتوں جدا جدا ہیں۔ ہم نے
 کہا ہے کہ ہندوستان کے الگ الگ فرقوں اور برادریوں کی
 زندگی ملا کر طرح طرح کے موتوں کی ایک لڑی کے سمان
 ہے اور ہمارے سب دھرموں کے اندر ایک سچائی کی
 روشنی ہے۔ ہم نے اس بات کی ضرورت بتائی ہے کہ
 ہمیں سوچ سمجھ کر بڑے پیمانے پر اپنی مالی ترقی کی
 ایک تجویز تیار کرنی چاہئے۔ ہم نے اپنے کام کے راج کچی
 تعلیمی، سماجی، مالی، مذہبی اور اخلاقی پہلوؤں کی
 طرف دھیان دیا ہے۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم
 ایک نئے ہندوستان کو جنم دینا چاہتے ہیں، ایسے
 ہندوستان کو جسکے سارے دھرم والوں کا جھکاؤ جنوں کی
 طرف ایک سا ہو سب سماج اور نیتی کے ایک سے آدرش
 نکلتے ہوں اور سب سب دھرموں کی بلھادی ایکٹا میں
 یکجہ کرتے ہوں۔

کام کٹین ہے اور اس کے بہت سے رخ ہیں۔ لیکن اصل
 میں کام ایک ہی ہے۔ اسے پورا کرنے کے لیے چاہئے کہ وہ
 سب لوگ جو ہندوستان کے کل فرقوں اور گروہوں کے مہل
 ہیں وہو اس دہتے ہیں جو ایک ملی چلی
 ہندوستانی کلچر کے حاسی ہیں، ملیں۔ ہم لوگوں نے
 اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے یہ تجویز کی ہے کہ
 ایک عوامی قلم کریں۔ ہمارا ارادہ ہے کہ نیچے لکھے

کام کٹین ہے اور اس کے بہت سے رخ ہیں۔ لیکن اصل
 میں کام ایک ہی ہے۔ اسے پورا کرنے کے لیے چاہئے کہ وہ
 سب لوگ جو ہندوستان کے کل فرقوں اور گروہوں کے مہل
 ہیں وہو اس دہتے ہیں جو ایک ملی چلی
 ہندوستانی کلچر کے حاسی ہیں، ملیں۔ ہم لوگوں نے
 اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے یہ تجویز کی ہے کہ
 ایک عوامی قلم کریں۔ ہمارا ارادہ ہے کہ نیچے لکھے

کام کٹین ہے اور اس کے بہت سے رخ ہیں۔ لیکن اصل
 میں کام ایک ہی ہے۔ اسے پورا کرنے کے لیے چاہئے کہ وہ
 سب لوگ جو ہندوستان کے کل فرقوں اور گروہوں کے مہل
 ہیں وہو اس دہتے ہیں جو ایک ملی چلی
 ہندوستانی کلچر کے حاسی ہیں، ملیں۔ ہم لوگوں نے
 اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے یہ تجویز کی ہے کہ
 ایک عوامی قلم کریں۔ ہمارا ارادہ ہے کہ نیچے لکھے

کام کٹین ہے اور اس کے بہت سے رخ ہیں۔ لیکن اصل
 میں کام ایک ہی ہے۔ اسے پورا کرنے کے لیے چاہئے کہ وہ
 سب لوگ جو ہندوستان کے کل فرقوں اور گروہوں کے مہل
 ہیں وہو اس دہتے ہیں جو ایک ملی چلی
 ہندوستانی کلچر کے حاسی ہیں، ملیں۔ ہم لوگوں نے
 اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے یہ تجویز کی ہے کہ
 ایک عوامی قلم کریں۔ ہمارا ارادہ ہے کہ نیچے لکھے

کام کٹین ہے اور اس کے بہت سے رخ ہیں۔ لیکن اصل
 میں کام ایک ہی ہے۔ اسے پورا کرنے کے لیے چاہئے کہ وہ
 سب لوگ جو ہندوستان کے کل فرقوں اور گروہوں کے مہل
 ہیں وہو اس دہتے ہیں جو ایک ملی چلی
 ہندوستانی کلچر کے حاسی ہیں، ملیں۔ ہم لوگوں نے
 اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے یہ تجویز کی ہے کہ
 ایک عوامی قلم کریں۔ ہمارا ارادہ ہے کہ نیچے لکھے

کام کٹین ہے اور اس کے بہت سے رخ ہیں۔ لیکن اصل
 میں کام ایک ہی ہے۔ اسے پورا کرنے کے لیے چاہئے کہ وہ
 سب لوگ جو ہندوستان کے کل فرقوں اور گروہوں کے مہل
 ہیں وہو اس دہتے ہیں جو ایک ملی چلی
 ہندوستانی کلچر کے حاسی ہیں، ملیں۔ ہم لوگوں نے
 اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے یہ تجویز کی ہے کہ
 ایک عوامی قلم کریں۔ ہمارا ارادہ ہے کہ نیچے لکھے

کون سا دیکھنے والا نہیں دیکھتا۔ اسی لیے ضروری ہے کہ ایک دوسری جماعت بنائی جائے جو ہٹ، بھڑائی اور بھڑائی کی ہڈیوں کو نئے سماج کے راستے سے دور کر دے اور ان سب طاقتوں کو بوجھ جو سماج کے مستقبل کو مضبوط کرے اور راج کے انتظام کو سنبھالے۔

ہمیں ایسے لوگوں کو साथ لینا ہے جنہیں اپنے دے کے جانے والے بھڑائی کا پورا یقین ہے، جو دے کے سبھیوں پر تانہ پھاری کے ساتھ جوتا جوتا فیرکوں کی بجائے کے سماج سے بیکار نہیں کرتے، جو سمجھاؤں اور فیرکوں کے ہتھکڑیوں سے بھرا کر پیرز نہیں لے کر بیٹھتے، جو کوشش کرتے ہیں کہ ہر طرح سے دے کی رنگ پرنگی دسموں اور رواجوں کا ایک دسمے سے مہل بٹھا کر پیرنگی سمجھتا قائم کریں۔ ایسے ہاتھوں اور ہاتھوں کو ایک جگہ مہل لانا ہے تاکہ وہ ایک ایسی سبھا بنادیں جس سے مہل اور سمجھت کا سلسلہ جاری دے دے مہل مہل سکے۔

اس سبھا کا کام جتنی دسماری کا ہے اتنا ہی کتبہ ہی ہے۔ اس کا سبب ہماری زندگی کے سبب پہلوؤں سے ہے۔ اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک طرف تو آپس کے ان شکوں کو دور کرنا ہے جو ہمیں ایک دوسرے سے لگ کرتے ہیں۔ دوسری طرف ہمیں دے کے سب لوگوں کو لہکر ایک ملی جلی زندگی کا نیا تانا بانا کرنا ہے۔ یہ کام راج کا ہے جو سبب دھکتا ہے پر اس کا دائرہ راج کا ہے جو حدوں سے بہت باہر تک پہنچا ہوا ہے۔ ہمیں وہ جان کاری، وہ علم، وہ سمجھ بھدا کرنا ہے جس کے ذریعے ہم آپس کو اور ایک دوسرے کو پہچان سکیں۔ ایسے آدرشوں کو قائم کرنا ہے جو سب کو اپنی طرف کھینچیں۔ سب کے دلوں پر ایک سا اثر قائم ہو، سب کو مل کر ایک راہ پر چلنے کا نہروں دیں۔ ناسمجھی کو دور کرنا ہے۔ جہالت سے لڑنا ہے، بہتے زمانے کی آنکھوں کو سلجھانا ہے، ایک دوسرے کے ادبی کارناموں، ایک دوسرے کی مذہبی خوبیوں، ایک دوسرے کی چلن کی اولچائوں کو ایک دوسرے پر ظاہر کرنا ہے۔ سچا پریم تمہی بھدا ہوگا جب ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کی عزت ہوگی اور ایک دوسرے کی عزت کھلنے لے کر دوسرے کو تھوک تھوک جاننے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔

یہ کام مہل ملایا کا ہے۔ لوگوں کے جہوں میں، آسمان کے کاروبار میں، سڑکیوں سڑکیوں پر، ایک دوسرے کا سنگ ساتھ ہوتا ہے۔ ہم مدرسوں، پابندوں، گرجاؤں، دیوانوں میں، ہفت بازاروں میں، کھل کود تماشا میں، چھل چھل میں، ایک دوسرے سے ملنے میں۔ سنگت میں ایک دوسرے کے پاس آتی ہے، ہمیں پریم اور دوستی کی تڑپیں سے ملتی ہیں۔ ہمیں اور دھندلے، مستحق اور گریہ باز اور لہو لہو میں بھی ہمارے سب سے بھی رہیں گے اور ہمیں پوتا ہے۔ اگر ہمیں آپس کی

یہ کام مہل ملایا کا ہے۔ لوگوں کے جہوں میں، آسمان کے کاروبار میں، سڑکیوں سڑکیوں پر، ایک دوسرے کا سنگ ساتھ ہوتا ہے۔ ہم مدرسوں، پابندوں، گرجاؤں، دیوانوں میں، ہفت بازاروں میں، کھل کود تماشا میں، چھل چھل میں، ایک دوسرے سے ملنے میں۔ سنگت میں ایک دوسرے کے پاس آتی ہے، ہمیں پریم اور دوستی کی تڑپیں سے ملتی ہیں۔ ہمیں اور دھندلے، مستحق اور گریہ باز اور لہو لہو میں بھی ہمارے سب سے بھی رہیں گے اور ہمیں پوتا ہے۔ اگر ہمیں آپس کی

یہ کام مہل ملایا کا ہے۔ لوگوں کے جہوں میں، آسمان کے کاروبار میں، سڑکیوں سڑکیوں پر، ایک دوسرے کا سنگ ساتھ ہوتا ہے۔ ہم مدرسوں، پابندوں، گرجاؤں، دیوانوں میں، ہفت بازاروں میں، کھل کود تماشا میں، چھل چھل میں، ایک دوسرے سے ملنے میں۔ سنگت میں ایک دوسرے کے پاس آتی ہے، ہمیں پریم اور دوستی کی تڑپیں سے ملتی ہیں۔ ہمیں اور دھندلے، مستحق اور گریہ باز اور لہو لہو میں بھی ہمارے سب سے بھی رہیں گے اور ہمیں پوتا ہے۔ اگر ہمیں آپس کی

یہ کام مہل ملایا کا ہے۔ لوگوں کے جہوں میں، آسمان کے کاروبار میں، سڑکیوں سڑکیوں پر، ایک دوسرے کا سنگ ساتھ ہوتا ہے۔ ہم مدرسوں، پابندوں، گرجاؤں، دیوانوں میں، ہفت بازاروں میں، کھل کود تماشا میں، چھل چھل میں، ایک دوسرے سے ملنے میں۔ سنگت میں ایک دوسرے کے پاس آتی ہے، ہمیں پریم اور دوستی کی تڑپیں سے ملتی ہیں۔ ہمیں اور دھندلے، مستحق اور گریہ باز اور لہو لہو میں بھی ہمارے سب سے بھی رہیں گے اور ہمیں پوتا ہے۔ اگر ہمیں آپس کی

हमारे पास और साम्राज के लिए हमारे देशों के बल
पाने से हमारे देश में नई ताकत पैदा हो गई है, हमारी
सबसे खिलखी एक बखीर में बल गई है, पकल की इस
नई बुनियाद पर समाज और राज के नये नये कबाल और
नये नये आधारी हमारे सामने आ रहे हैं, हमारे विमाखों में
कबालों की नई नई लवें गुंथ रही हैं, हमारी निमाखों में
आधारी की कदर बढ़ रही है, बराबरी और इनसाफ के
बहुताय का बर्षा और पकड़ रहा है, हमारे दिखों में एक
नये समाज की लसबोर बनती जा रही है, हम चाहते हैं कि
हम अपने ही बनाए हुये कानूनों को मानें और ऐसी हकू-
मत के हुकमों पर अमल करें जिसमें गैरों का दखल न हो,
समाज की इस आवादी की आखिरी निरानी राज का बल
है, इसीलिए देश में आवाक बठ रही है कि राज यानी
हकूमत को हमारे हाथों और दिया जाए.

यह आशाएं ठीक भी हैं, लेकिन इस खेंचालानी में हमें यह नहीं भूल जाना चाहिये कि हकूमत ही चिन्वगी का सफल या अपेक्ष नहीं है, हकूमत तो एक इधियार है, इस इधियार से अगर आदमी और समाज की चिन्वगी का अपेक्षी मंशा पूरा होता है तो इधियार अच्छा है, अगर इने लायक है, और अगर इससे इनसानी जीवन के लक्ष्य अतलाव के हासिल करने में रुकावट पड़ती है तो इधियार बुरा है, नकरत के काबिल है.

दुनिया की तारीख, खुद अपने समाज का तजुरबा और अपनी समझ, सब हमें यही बताते हैं कि हकूमत की शासन का दारमदार लोगों के मेल मिश्रण पर, समाज के संगठन पर, जीवन के दुनियादी असूतों और असली नफे नुकसान की एकता पर है, जहाँ लोगों के मकसद एक होते हैं और उनके मन मिल जाते हैं, वहाँ उनके दिलों में एक सी धमंगों की लहरें उठती हैं, उनकी मुजाबों की रंगें एक साथ फड़कती हैं, उनमें हिम्मत, होसला और बल बढ़ता है, इसके खिलाफ जहाँ दुनियादी असूतों पर लोगों की रायें जुदा जुदा होती हैं, जहाँ उनके विचारों में फरक और जीवन के मकसदों में बिरोध होगा है, वहाँ सारे समाज के बदन में लहू रुक रुक कर चलता है और समाज के रंग पट्टे डीले पड़ जाते हैं, जिसकी वजह से लोगों के बालबलन और इकलक सब में कमजोरी आ जाती है.

इकूमत समाज की वह अमानत है जो आपस के समझौते पर ही कायम रह सकती है, क्योंकि इस समझौते में बिचन पड़ा, एक दूसरे का भरोसा उठा, त्योही राज की साख दूटी और ताकत का नाश होने लगा, हिन्दुस्तान को मल की अहरत है, पर हमें यह आन लेना चाहिये कि वह बक चौमी आत्मा की एकता में ही बास करता है, अगर एक हिन्दुस्तानी एक बार अपनी आत्मा की दुविधा को भिन्न है, अपने आप को पहचान लें तो इकूमत की ताकत

[illegible]

یہ آواز ٹھوک ہوتی ہے۔ لیکن اس کہیں کھینچا تانی میں
ہمیں یہ نہیں بھول جانا چاہئے کہ حکومت ہی زندگی
مقصد یا دھم نہیں ہے۔ حکومت تو ایک ہتھیار
ہے۔ اس ہتھیار سے اگر آدمی اور سماج کی زندگی کا اصلی
سکھا پورا ہوتا ہے تو ہتھیار اچھا ہے، مرنے والی ہے اور
اگر اس سے انسانی جہوں کے صحیح مطلب کے حاصل کرنے
میں رکاوٹ پڑتی ہے تو ہتھیار برا ہے، نعرے کے قابل ہے۔

دنیا کی تاریخ، خود اچھے سماج کا تجربہ اور اپنی سمجھ، سب ہمیں بھی بتاتے ہیں کہ حکومت کی طاقت کا دار مدار لوگوں کے ہول ۱۰ پر، سماج کے سنگتوں پر، جموں کے بلحاظی اصولوں اور اصلی نفع نقصان کی ایما پر ہے۔ جہاں لوگوں کے مقصد ایک ہوتے ہیں اور ان کے من مل جاتے ہیں، وہاں اُنکے دل میں ایک سی امنگیں کی لہریں اُٹھتی ہیں، اُن کی ہمتاؤں کی رکھیں ایک ساتھ پہونکتی ہیں، اُن میں ہمت، جوش اور ہل بڑھتا ہے۔ اسکے خلاف جہاں بلحاظی اصولوں پر لوگوں کی رائے جدا جدا ہوتی ہیں، جہاں اُنکے وچاروں میں فرق اور جموں کے ماصدوں میں درود ہوتا ہے، وہاں سارے سماج کے بدن میں لہو دک دک کر چلتا ہے اور سماج کے دک دک قہقہے بڑ چلتے ہیں، جس کی وجہ سے لوگوں کے چال چلی اور اخلاق سب میں کمزوری آجاتی ہے۔

حکومت سماج کی روئیت سے ہے جو آپس کے سمجھوتہ پر ہی قائم رہ سکتی ہے۔ جنوں میں اس سمجھوتہ میں وہی دور ایک دور ہے۔ گامورسہ آگیا توں ہی راج کی سنگہ تہی اور طاقت کا نالہ ہوئے لگا۔ هندستان کو اہل کی حکومت ہے۔ اور جس کے جان لینا چاہئے کہ یہ بل کیسی آگیا ہے لکھا میں ہی اس کرتا ہے۔ اگر سب ملکر آئیں اور ایک دور آئیں آگیا کی ہندو کو ملتا میں

हम सबको समझने के लिए दूसरी दुनिया को समझनी पड़ेगी। हमें दो दो गरीबों, हमारी संस्थाओं की हमारात के रोगियों, बड़े व्यवहारियों में भी सुहावनी बहनेनी चाहिए। हमें और शिक्षा, सभी और सभी के अलग अलग भावों से निकलकर एक सुखीय संगीत निकलता है जो सब के दिलों को सुखगुमाने वाला है। हिन्दू और मुसलमान एक ही बचान बोलते थे, हर सूचे की अपनी एक अलग बोली थी जिसे दोनों एक सा इस्तेमाल करते थे। अब हमें दोनों की एक ही जिनमें यह कहिया लयी करते और अपने दिल की उमंगों को बाहिर करते, एक ही तरह के नीति के असुल और कलसके, धारण करते, कच्चे कच्चे सिद्धान्त दोनों के विमातों को कराक हुंवाते थे, दोनों की समाजों के ठहर और राज के गठन इतने मिलते थे कि एक दूसरे की नकल मालूम ले थे।

ہم اس سنگت کے بارے میں سب سے پہلے شاعری میں لکھی ہوئی ایک
شعر دیکھتے ہیں :
کوئی کہتا ہے میں بھی شاعرانی رنگ میں آگئی ہوں۔
اور فریب میں اور دھڑوں کے ایک ایک باجوں سے مل
کر ایک موزون سنگت میں گھلتا ہوا جو سب کے دلوں کو
گونداتی رہا تھا۔ ہلکو اور مستان ایک ہی زبان بولتا
تھا۔ ہر صوبہ کی اپنی ایک ایک ہولی تھی جیسے دونوں
لوگ کا استعمال کرتے تھے۔ ادب کی ہوا میں دونوں کی
ایک تھیں، جی میں رہا کوئی شاعری کرتے اور اپنے دل
کی آستیں کو شاعر کرتے تھے۔ ایک ہی طرح کی نعتی کے
اسل اور غزلتیں دھڑوں کے اونچے اونچے مہمانت دونوں کے
صافوں کو بھرا رکھتا تھا۔ دونوں کی سماجوں کے
تھیں اور راج کے سنگتوں کے لئے ملتے تھے کہ ایک دوسرے
کی نکل سکھاتے تھے۔

रुद्धि। अतः प्रत्येक व्यक्ति को अपने जीवन में
एक नए प्रकार का विश्वास बनाना है। प्रत्येक व्यक्ति को
आखिरी क्षणों में प्रत्येक क्षण को जीना है।
ही वह जीवन है जिसकी शक्ति प्रत्येक व्यक्ति को
प्रदान है। और प्रत्येक व्यक्ति को प्रदान है। प्रत्येक व्यक्ति को प्रदान है।

दूसरे देश में भी आने हिन्दू, मुसलमान, जैन, बौद्ध
रखी, ईसाई, सिख और और दूसरों के मानने वाले मुक्त,
शक्ति और शक्ति पाने के सिद्धे भी लोग कोशिशें कर रहे
हैं। वे तो हर देश के मान काम कर रहे हैं। एक तरह
म अपने अपने मतों या लक्ष्यों को आदमी के मन के
लाभ की आशियों पर मानते हैं, हर सिद्धे दूसरे को
पने के दुष्ट, अपने से बाहर समझता है। दूसरी तरफ
कहा की अचरित्यक्त शक्त इस अनेकता से जोड़ा से रही
इसमें शक नहीं कि इस सारी ज़िंवातानी में हम बीरे
एक ऐसे नए समाज का विकास कर रहे हैं जिसमें
मजहदों के कीमती असूखों को बचा कर रखा जायगा
और बसलों, किराओं और मतों के सारे फरक एक ऐसी
की सभ्यता, ऐसी तद्विधी में समा जायेंगे जो अपने
ना में अनोखी और हिन्दुस्तान की तारीख में बेमिसाल
होगी।

हमारे इस इहने बड़े देस में, जिसे हिमालय की बरफ
ठकी ऊँची दीवारों दुनिया से अलग करती हैं और
ले समुन्दर की गहरी खाइयाँ तीन तरफ से घेरे हुए हैं,
स जमाने से लेकर ओ पारीश की याद से परे हैं, एक के
एक एक बहुत सी नसलें और बहुत सी तहजीबें आईं
और जाकर बस गईं लेकिन पहले के रहने वालों और
एक आने वालों ने हनु के लड़ाई भागदौ के बाद यहाँ
जि इन्ध और पानी के अन्तर से हमेशा मेल जोल और
मिष्टि का दौर कायम हुआ, आपस के बैर मिटे, मेल
मिलाप की राहें निकलीं, सहयोग और समझौते ने क्वम
माया हर दफा जब वह ससय आया और प्रेम की नींव
की तो उस नींव के ऊपर एक नई सम्बन्धता का नया महल
बसा हुआ जिसमें नव और पुराने के संगम से एकता की
एक अमूर्त शान पैदा हो गई.

यह दुखने के बाद इस तरह के कई सौंठे इस देश में
मिले, सबने पहले मार्ग द्राविडी तहसील का होल बला
क तहसील की मुनिबाद इस निरासे अनुभव, इस जमात
रहलो गई कि जीवन एक बहुत और भरपूर चारा है.
की कमाव की इतने अपनी भार्या और बच्चे में, अपने
समानों और बर्ग में, समाज और फला में, रहने सहने
की इतने इनमें काहिल किया, इस तहसील की आत्मा
एक और बला, सुखीर और दुःख, अन्धकार और अज्ञान,
अंधाई और अज्ञान के जीवन और इनके आन्दोलनों

مستند پہلی ہے جسکی قسم کی قسم کے عقائد
جو ان کے لئے سامنے آئے ہیں ان میں سے
اور انہیں منہل کے چھوٹے عقائد کو ان کے عقائد
میں وہ منہل ہے جسکی طرف دنیا کے شیوع سے
دنہ اور تعلوف سمجھا جاتا ہے۔

ہمارے دیس میں بھی آج ہندو، مسلمان، جوتھ، عہدہ، پارسی، عیسائی، سکھ اور اور دھرموں کے ماننے والے سکھ، جانتی اور شکتی پانے کے لئے جو کوششیں کر رہے ہیں، یہاں بھی دوطرح کے بہار کام کر رہے ہیں۔ ایک طرف ہم اپنی اپنی متوں یا خیالوں کو اُسی کے من کے پھول کی طرحی حد مانتے ہیں، ہر گروہ دوسرے کو اپنی بے جدا، آپ بے باور سمجھتا ہے۔ دوسری طرف ایک ہی زبردست طاقت اس انہکٹاے لپھا لے رہی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس ساری پھولچاتانی میں ہم دھرم دھرمے ایک ایسے نئے سماج کا وکاس کر رہے ہیں جس میں سب مذہبوں کے قیمتی اصولوں کو بچا کر رکھا جائے گا اور انسانوں، فرقوں اور متوں کے سارے فرق ایک ایسی نئی سمجھتا، ایسی تہذیب میں سما جائوں گے جو آپ رنگ میں انوکھی اور ہندستان کی تاریخ میں بے مثال ہوگی۔

ہمارے اسی اقلے پرے دیس مہن جسے ہمالہ کی
طرف سے قطعی اونچھی دیواریں دنیا سے الگ کرتی ہیں
اور اقلے مسندار کی ٹہری کہانیاں تہی طرف سے گھبرے
ہوتے ہیں اُس زمانے سے لے کر جو تاریخ کی یاد سے پرے
ہے ایک کے بعد ایک بہت سی نسلیں اور بہت سی
تہذیبیں اُٹھیں اور آکر بس گئیں۔ لیکن پہلے کے دھنڈالوں مہن
اور نئے گھڑالوں مہن شروع کے اوائی چمکڑوں کے بعد یہاں کی ہوا
اور پانی کے اثر سے ہمیشہ مہل چول اور شانسی کا دور قائم
ہوا اُس کے بعد مگر مہل ملاح کی راجہیں نکلیں
جھوٹ اور سچہوتے نے قدم جماہا۔ ہر دفعہ جب وہ
بصر آیا اور پریم کی تھو پڑی تو اس تھو کے اوپر ایک نئی
سچہوتا کا نہا متصل کھڑا ہوا جسہیں نئے اور پرانے کے
مجموع سے ایکٹھا کی ایک انوکھی شان پیدا ہوگئی۔

ایک دوسرے کے بعد اس طرح کے کئی موقع اس
میں آئے۔ جب یہ پہلے آریہ درواری تھوڑے کا قول
تھا کہ اس تھوڑے کی بقاعد اس نرالی آریہوں اس شمال
اور جنوبی کئی کہ جنوں ایک آریہ اور پھر پور دھارا ہے آریہ
میں اور ہم نے اپنی مٹا اور ادب میں 'اے فلسفے اور دھرم
میں' 'سچ اور کلام' 'وہی میں اور علم علم میں ہمار
تھا اس تھوڑے کی آریہ اور 'مہار اور 'مہار
اور 'کریک' 'ایک اور دھار کے جنوں اور ان کے کارناموں

10/11/60

ہفت روزہ

جلد 11 جولائی سن 51 نمبر 1 مئی 51 نمبر 1

جات جاتی، پریم دھرم ہے، ہندوستانی بولی،
'نیا ہند' پہنچے گا گھر گھر لئے پریم کی جھولی۔

جات جاتی، پریم دھرم ہے، ہندوستانی بولی،
'نیا ہند' پہنچے گا گھر گھر لئے پریم کی جھولی۔

رام فائے ججالیوں میں (ماہی سوامی مارہروی)

رام پھنسے جنگجالیوں میں (بہائی سوامی مارہروی)

رامیہ سنی، مندر ویراں، کوئی گھر آباد نہیں،
کھتا بھکت اپنی دھن میں، مٹلا بھی دیکھا نہیں۔
ن جانا ایک مہر بتاؤں؟ بات یہ ہے دھنیا نہیں،
نہیں ہے کب مٹلا سے کھنکھلا، سترگ کو رہا دھنیا نہیں۔

مسجد سونی، مندر ویراں، کوئی گھر آباد نہیں،
کھتا بھکت اپنی دھن میں، مٹلا بھی دیکھا نہیں۔
ن جانا ایک مہر بتاؤں؟ بات یہ ہے دھنیا نہیں،
نہیں ہے کب مٹلا سے کھنکھلا، سترگ کو رہا دھنیا نہیں۔

بلاٹے سبھی سترگوں سے ت، اٹلا سبھی نام نہ لے،
اپنے آپ کو بھن بھناتے، رام کا مڑک نام نہ لے۔

اٹے سترگوں سترگوں سے ت، اٹا سترگوں کام نہ لے،
اپنے آپ کو بھن بھناتے، رام کا مڑک نام نہ لے۔

مٹی نیا، پانی دھو کر، جگ کا کھنکھار نہ بن،
کھ پاپ کے دھم تو دھو، جیون کا ت مار نہ بن۔
تک کمر تیلک لگاؤ، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن،
نہیں تھوڑی کھنکھلا، کھنکھار کا لکھنوار نہ بن۔

مٹی نیا، پانی دھو کر، جگ کا کھنکھار نہ بن،
کھ پاپ کے دھم تو دھو، جیون کا ت مار نہ بن۔
تک کمر تیلک لگاؤ، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن،
نہیں تھوڑی کھنکھلا، کھنکھار کا لکھنوار نہ بن۔

کمر کو پور دیکھا میں، ت مٹ کو پور دیکھا نہ کر،
کمر کے دھم دھن لگی ہے، مٹ کو کھنکھار نہ کر۔

کمر کو پور دیکھا میں، ت مٹ کو پور دیکھا نہ کر،
کمر کے دھم دھن لگی ہے، مٹ کو کھنکھار نہ کر۔

کمر کھنکھار کھنکھار، کمر کھنکھار کھنکھار،
کمر کھنکھار کھنکھار، کمر کھنکھار کھنکھار،
کمر کھنکھار کھنکھار، کمر کھنکھار کھنکھار،
کمر کھنکھار کھنکھار، کمر کھنکھار کھنکھار،

کمر کھنکھار کھنکھار، کمر کھنکھار کھنکھار،
کمر کھنکھار کھنکھار، کمر کھنکھار کھنکھار،
کمر کھنکھار کھنکھار، کمر کھنکھار کھنکھار،
کمر کھنکھار کھنکھار، کمر کھنکھار کھنکھار،

کمر کھنکھار کھنکھار، کمر کھنکھار کھنکھار،
کمر کھنکھار کھنکھار، کمر کھنکھار کھنکھار،
کمر کھنکھار کھنکھار، کمر کھنکھار کھنکھار،
کمر کھنکھار کھنکھار، کمر کھنکھار کھنکھار،

کمر کھنکھار کھنکھار، کمر کھنکھار کھنکھار،
کمر کھنکھار کھنکھار، کمر کھنکھار کھنکھار،
کمر کھنکھار کھنکھار، کمر کھنکھار کھنکھار،
کمر کھنکھار کھنکھار، کمر کھنکھار کھنکھار،

کمر کھنکھار کھنکھار، کمر کھنکھار کھنکھار،
کمر کھنکھار کھنکھار، کمر کھنکھار کھنکھار،
کمر کھنکھار کھنکھار، کمر کھنکھار کھنکھار،
کمر کھنکھار کھنکھار، کمر کھنکھار کھنکھار،

کمر کھنکھار کھنکھار، کمر کھنکھار کھنکھار،
کمر کھنکھار کھنکھار، کمر کھنکھار کھنکھار،
کمر کھنکھار کھنکھار، کمر کھنکھار کھنکھار،
کمر کھنکھار کھنکھار، کمر کھنکھار کھنکھار،

کمر کھنکھار کھنکھار، کمر کھنکھار کھنکھار،
کمر کھنکھار کھنکھار، کمر کھنکھار کھنکھار،
کمر کھنکھار کھنکھار، کمر کھنکھار کھنکھار،
کمر کھنکھار کھنکھار، کمر کھنکھار کھنکھار،

کمر کھنکھار کھنکھار، کمر کھنکھار کھنکھار،
کمر کھنکھار کھنکھار، کمر کھنکھار کھنکھار،
کمر کھنکھار کھنکھار، کمر کھنکھار کھنکھار،
کمر کھنکھار کھنکھار، کمر کھنکھار کھنکھار،

ہفت روزہ تحریک

پڑیٹر—تاراچند، بھگواندین، مہراجن ہसन، بھاسمہر ناथ، سندرلال
ایڈیٹر—تارا چند، بھگوان دین، سمنوہر ناتھ، سندر لال

ناظم پڑیٹر—سورس رامभाई, महमूद अहमद 'हुनर'

نائب ایڈیٹر—سورس رام भाई, محمود احمد 'हुनر'

इस नम्बर के ग्राम लेख

ہندوستانی کلتھر سوسائٹی کے مقصد—سندرلال
ہندوستانی کلتھر—ڈاکٹر بھگوانداس
سؤکیوں کی سنگت میں—گوردیال مللیک
سومناथ فیر—سندرلال
بھارت اور چین کا کلتھری مول—بھان چند
(سومناث کو لیکر) باپو سے!—بھگواندین
بینوبا جی کی تھلنگانہ یاत्रा—سورس رامभाई

हमारी राय

ایران کا تیل سکنٹ—سندرلال
کونگریس اور دل بندی—سندرلال
تیببت، چین اور بھارت—سندرلال



اس نمبر کے خاص لیکھ

ہندوستانی کلتھر سوسائٹی کے مقصد—سندرلال
ہندوستانی کلتھر—ڈاکٹر بھگوان داس
سؤکیوں کی سنگت میں—گوردیال مللیک
سومناث فیر—سندرلال
بھارت اور چین کا کلتھری مول—بھان چند
(سومناث کو لیکر) باپو سے!—بھگواندین
بینوبا جی کی تھلنگانہ یاत्रा—سورس رام भाई

10

ایران کا تیل سکنٹ—سندرلال
کونگریس اور دل بندی—سندرلال
تیببت، چین اور بھارت—سندرلال

हमारी कलचर सोसाइटी, इलाहाबाद



हमारी कलचर सोसाइटी, अलाहाबाद

جولائی 1951

श्रीमंत दस बाबा

پوسٹ سے آنے

